

بيش لفظ

من وسلوکی کا بنیادی موضوع رزق حلال ہے۔ بنی اسرائیل پر نازل کی جانے والی تعمتوں میں سے ایک من وسلوکی تھی۔ من ایک میشی دانے دار شے تھی جو آسان سے رات کوشبنم کی طرح گر کرجم جاتی ۔ سلوکی ایک بٹیر تھا جو کثیر تعداد میں ان کے علاقے میں آتا اور وہ اسے پکڑ کر کھاتے۔ بنی اسرائیل چالیس سال تک جلاوطنی کے دور میں بی آسانی رزق کھاتے رہے پھر اس رزق پراعتراض کرتے ہوئے حضرت مولی سے ''زمینی رزق'' کا مطالبہ کرنے لگے۔ وہ اس' یا کیزہ سادہ کھانے'' کے بجائے انواع واقسام کے کھانے چاہتے تھے۔

مجھے من وسلوئی کے بارے میں پڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ بنی اسرائیل کے 'دمن وسلوئ' اور ہمارے'' رزق حلال' میں بہت مماثلت ہے۔ وہ'' پاکیزہ سادہ کو گئے ہوئے احساس ہوا کہ بنی اسرائیل کے لیے من وسلوئی پرانھھار کرنا اور ہمارے گئے ہوئا مشکل ہے۔ وہ بنی اسرائیل کی سوچ تھی ، یہ ہماری سوچ ہے۔ وہ من وسلوئی سے'' ناخوش' تھے اور اس کا'' نما آق'' ہمارے لیے رزق حلال پر جینا مشکل ہے۔ وہ بنی اسرائیل کی سوچ تھی ، یہ ہماری سوچ ہے۔ وہ من وسلوئی سے'' ناخوش' تھے اور اس کا'' نما آق'' اڑاتے تھے۔ ناشکری کرتے تھے۔ ہم کورزق حلال' پہند'' نہیں ہے اور ہم اس پر'' اعتراض'' کرتے ہیں۔ انہیں زمین سے اگنے والا انواع واقسام کارزق چاہیے۔

بنیاسرائیل کی قوم کہتی تھی کہ موئ کارب'' تنجوں' ہے جس کے پاس ان کے لیے من دسلو کی کےعلاوہ اور پچھنہیں۔ہم آج سیجھتے ہیں کہ'' ہمارا خدا'' ہمیں رزق حلال کے علاوہ پچھ نہ دے کر'' تنگ'' کر رہا ہے۔ بنی اسرائیل اپنی اس سوچ اور ناشکری کی وجہ سے مغضوب ہوئی اور ہم

یقیناً ہم مغضوب ہونانہیں چاہجے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ من وسلو کی کے معالمے میں نظر آنے والی بیرمما ثلت افسوس ناک ہے، شرم ناک ہے یا ہولناک،اس کا فیصلہ ہم سب اپنی اپنی جگہ پر کر سکتے ہیں۔

اورآ خرمین بس ایک بات.....

من وسلویٰ کوئی اسلامی کہانی نہیں ہے، نہ ہی ہیکوئی اسلا مک اسکالر لی فکشن ہے۔ایک ایشو کے بارے میں میری ذاتی رائے ہے جو بالکل غلط بھی ہوسکتی ہے۔میراعلم ناقص ہے،میری عقل محدوداور مجھےان دونوں پرکوئی گمان نہیں گرمیری نیت میں کوئی خرابی نہیں اور میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں۔

تو''من وسلویٰ''حاضرہے۔

وه جانتاتھا،اسےاس سے کیا کہنا تھا۔

''جوبھی ہوا،اس کے لیے مجھے افسوں ہے۔ مجھے تہاری ہربات پراعتبار ہے۔ میں اب بھی تم سے پہلے جیسی محبت کرتا ہوں۔ آؤ،میرے گھروالے تمہاراا نظار کردہے ہیں۔''

بس میں بیٹھے کھڑ کی سے باہر جھا تکتے ہوئے اس نے اپنے جملوں کوئر تیب دے لیا تھا۔ بہترین لفظوں میں معذرتمناسب ترین

لفظوں میں اظہاراعمّا د.....خوبصورت ترین لفظوں میں اظہار محبت اور بہت ڈرامائی ترین لفظوں میں اسے واپس اپنے گھر تک لے جانا۔ بس کے اندرسیٹوں پر بیٹھے لوگ کیا کررہے تھے۔اور باہرسڑک پر کیا ہور ہاتھا، وہ ممل طور پراس سے بے خبرتھا۔

اس نے آج تک زندگی میں جتنے لفظ پڑھے یا سنے تھے، وہ ان میں سے بہترین لفظوں کا انتخاب حیاہ رہاتھا جوایک گھنٹہ پہلے اس کے گھر میں اس سے کہے گئےلفظوں کی بدصورتی ، بھی<mark>ا تک پن اورا ذیت کو کم کر عمیں۔</mark>

'' بیربت مشکل کام ہے۔''اس نے اعتراف کیا۔ ''ایک ملین ڈالر بنانا آسان ہے، بے حد آسانگرزبان سے نکلے ہوئے لفظوں کی اذبت کو مدھم کرنایا مثادینا بے حدمشکل ہے۔'' بس نے یک دم بریک لگائے، وہ چونک کراپنی سوچوں سے باہرنکل آیا۔اس کا مطلوبہ اسٹاپ آچکا تھا۔وہ اتنی باراس کے ساتھ اس روٹ پرسفر کر چکا تھا کہ آ تکھیں بند کر کے بھی اس راستہ پراس کے گھر پہنچ جا تا۔

بس کا درواز ہ کھلتے ہی اس نے بےاختیار جھر جھری لی اور پھراہے یا د آیا وہ اپنالانگ کوٹ جلدی میں گھریر ہی بھول آیا تھا۔بس سے بینچے

اترتے ہوئے اس نے ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ڈال لیے۔موسم کی پہلی برف باری ہوچکی تھی۔اگر چہوہ بہت مختصر وقت کے لیے ہوئی تھی مگرمحکمہ موسمیات نے اگلے چند گھنٹوں میں مزیداور طویل برف باری کی پیش گوئی کی تھی۔

فٹ پاتھ پر برف کی بے حدملکی اور معمولی ہی تہد نظر آ رہی تھی جس نے فی الحال لوگوں کی زند گیوں کومفلوج کرنا اورانہیں عمارتوں کے اندر رکنے پرمجبور کرنا شروع نہیں کیا تھا۔

وہ فٹ پاتھ بھی اس کے لیے شناسا تھا۔اس کے گھر تک وہ دونوں اتنی باراس پر چلتے رہے تھے کہاس فٹ پاتھ پر بیٹھے پانچ بھکاری تک ان کے شناسا بن گئے تھے۔وہ اب با قاعدہ بھیک لیتے ہوئے ان سے مسکراہٹوں اور greetings کا تبادلہ کیا کرتے تھے۔اسے شک تھا، وہ ان دونوں کا نام بھی جانتے تھےاور نام نہیں تو کم از کم بیتو ضرور جانتے تھے کہ وہ پاکستانی ہیں ، انڈین نہیں۔اوران دونوں کا رشتہ.....؟ شایداس کے بارے میں بھی انہیں اندازہ تھا۔

اس کا پاؤں یک دم پھسلا، سوچوں سے واپس آتے ہوئے اس نے بےاختیارخودکوسنجالا کنگریٹ کےاس فٹ پاتھ پروہ گرتا تواسے سکتنی بری چوٹ آسکتی تھی۔وہ ہر باراس نٹ یاتھ براس جگہ پھسل جا تا تھا۔ ہر باروہ ساتھ چلتے ہوئے اسے بےاختیار پکڑ کرسہارا دیتی۔شروع میں ّ وہ اس پرہنستی اور وہ شرمندہ ہوتا۔ جب اس کا بیر پھسلنامعمول بننے لگا تو وہ ناراض ہونے لگی اور وہ مزید شرمندہ پاتھ پرمخصوص جگہ آنے سے پہلے ہی اس سے کہنا شروع کردیتی۔ پاتھ پرمخصوص جگہ آنے سے پہلے ہی اس سے کہنا شروع کردیتی۔

" و الى جلدة فى كى ب، اب دهان سى يا وك ركهنا ."

وہ بے حد مختاط ہونے اوراس کی اس تنویبہ کے باوجود وہاں کئی بار پھسلا تھا اور وہ بے اختیاراس کوسہارا دیتے ہوئے کہتی۔

" مجھے لگتا ہے، تم اس لیے یہاں پھسلتے ہوتا کہ میراہاتھ پکڑسکو۔"

'' تمہارا ہاتھ پکڑنے کے لیے مجھے پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ جھنجلا کر کہتا۔وہ رک جاتی اوراس سے چندقدم دور ہوکر بے حد شکھے انداز میں اس سے کہتی۔

"اچھا....؟ تہارا کیا خیال ہے۔ بغیر وجہ کے اتن آسانی سے ہاتھ پکڑادوں گیتہیں؟"

''میں ہاتھ پکڑانے کی بات نہیں کررہا، ہاتھ پکڑنے کی بات کررہاہوں۔''وہ پچھاور جھنجلاتا۔

''اتی ہمت ہے؟ ذرا پکڑ کے تو دکھاؤ۔''

وہ بے حدناراضی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے عقب میں کر کے اس کوچیلنج کرتی۔وہ چند کمجے اس کو گھورتا۔وہ جانتی تھی ،وہ اس کا ہاتھ بکڑنے کی کوشش نہیں کرے گا اور اسے بھی پتا تھا کہوہ یہ بات جانتی ہے۔دومنٹ کی اس لڑائی کے بعد دونوں ہمیشہ کی طرح ساتھ ساتھ چلنے لگتے۔

اس کے پچھتادے میں پچھ مزیداضا فہ ہوا۔ جیب سے سل فون نکال کراس نے ایک بار پھراس کوکال کرنے کی کوشش کی۔ بیرجانے کے باوجود کہ وہ اس کی کال ریسیونہیں کرے گی۔وہ راستے میں پندرہ دفعہ اسے کال کر چکا تھا۔ ہر بارئیل ہوتی رہی تھی۔

سولہویں بار پھراس نے کسی موہوم ہی امید کے تحت کال ملائی۔فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے اس نے آج ایک دوسری جگدہے ٹھوکر کھا اُن تھی۔ سیل فون کان سے لگائے بے بقینی کے عالم میں اس کے قدم رک گئے۔دوسری طرف بیل ہور ہی تھی اور پہلے کی طرح کسی نے کال ریسیونہیں کی تھی۔ اس کے پیروں کوروک دینے والی بیہ چیز نہیں تھی بلکہ اس کے سیل فون کی رنگ ٹون تھی جواس کے آس پاس کہیں نج رہی تھی۔

If tomorrow never comes کی وہ رنگ ٹون اس سیل فون میں اس کی منتخب کر دہ تھی۔ بیل جس تواتر ہے ہور ہی تھی ، وہ رنگ ٹون اسی تواتر ہے گوننے رہی تھی۔

اس نے کال ختم کر دی۔وہ جان گیا تھا،فون کہاں ہوسکتا تھا گروہاں کیوں تھا؟

وہ چندقدم آ گے بڑھ کرایک سیکنڈ میں اس فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے پانچ بھکاریوں میں سے پہلے کے پاس پہنچ گیا۔وہ مسکراتے ہوئے سیل فون اپنے ہاتھ میں بلند کیےاس کی طرف د کھےرہاتھا۔

وہ اس کے سامنے کھڑا اس قیمتی سیل فون کود مکیور ہاتھا۔ بیسیل فون چند ہفتے پہلے ہی اس نے اسے گفٹ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا،اس سیل فون کی میموری میں محفوظ واحد نام اور کا نظک نمبراس کا تھا۔ ''واحد تمہارا نام ہے جے دیکھ کر مجھے کچھ''محسوس'' ہوتا ہے، باقی ہرنام کے ساتھ صرف''یادیں'' جڑی ہیں اور میں ان یا دول سے فرار عابتی ہوں۔ تہبارانام کافی ہے میرے لیے۔'اس نے سیل فون میں اس کا نام محفوظ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اسے یقین تھا،اس سیل فون میں اور کسی کا نام نہیں تھا۔اس کی فون بک اس کے نام سے شروع ہوکراسی کے نام پرختم ہو جاتی تھی۔ اوراب وہ قیمتی فون سڑک پر بیٹھے اس بوڑھے بھکاری کے ہاتھ میں تھا جو ہرروز وہاں بیٹھا تاش کے بتوں سے مختلف چیزیں بنا تار ہتا تھایا اکیلا بیٹھا تاش کھیلار ہتا۔ آج وہ تاش کھیل رہاتھا۔ ہوااتنی تیز تھی کہوہ تاش کے پتے کھڑے نہیں کرسکتا تھا، وہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے گئ باراس کے پاس بیٹھ کرتاش کھیلنا شروع کردیتی اوروہ احقوں کی طرح فٹ پاتھ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اس کو یکے بعد دیگرے بازی پر بازی بارتے دیکھتار ہتا۔وہ دیکھاتھا کہ ہمیشہ جھوٹی حھوٹی غلطیوں پروہ آخری کھوں میں بازی ہارجاتی تھی۔ بہت دفعہاس کاجی حیاہتا،وہ اسےٹوک کر کی جانے والی غلطی کے بارے میں بتادے۔اگر چہ بیغلط ہوتا پھر بھی وہ اس کواتنی بری طرح ہارتے نہیں دیکھ سکتا تھالیکن وہ اسے زبان ہے پچھنہیں بتا سکتا تھا کیونکہ وہ بوڑھا بھکاری برامان جا تااورکسی اشار ہے کی مدد ہے بھی نہیں بتاسکتا تھا کیونکہ وہ تاش کھیلتے ہوئے ایک باربھی سزہیں اٹھاتی تھی ۔کسی مدد، کسی داد، کسی آس ہے اس کی طرف نہیں دیکھتی تھی۔سر جھکائے وہ کچھ دیر وہاں بیٹھی تاش کھیلتی پھر آخری بازی کے بعدایک گہراسانس لے کر مسکراتی اور بوڑھے کودعیصتی جوفا تحانہ نظروں ہےاہے دیکھ رہاہوتا پھروہ جیب ہے چندڈ الرنکالتی اوراس کے ڈبے میں ڈال کراٹھ کھڑی ہوتی۔ ''میں اچھاکھیلی نا؟''وہ ساتھ چلتے اس سے پوچھتی۔ '' ہاں۔'' وہخضراً کہتا۔ «دلیکن ہارگئی۔'' وہ جانتا تھا،وہ اس جیلے میں کیا کہدرہی تھی۔

"معمولی نظمی ہے۔"اسے بھی پتاتھا کہوہ ان تین لفظوں میں اسے کیا جتار ہاتھا۔

وہ ایک دوسر ہے کود کیھتے ، چند کھوں کے لیے سرجھ کتے ۔ گہری نظروں کا تبادلہ کرتے ،نظریں چراتے پھرقدم بڑھادیتے ۔

"She gave it to me" (بیاس نے مجھے دے دیا۔) بوڑھے بھکاری کی آ واز نے اسے یک دم چونکا دیا۔ وہ جھریوں بھرے

چېرے پریلیدانتوں کی نمائش کرتااہے دیکھے رہاتھا۔

۔ اس نے اپنے جسم میں کیکیاہٹ محسوں کی۔ میسر دی نہیں تھی، پچھ''اور'' تھا۔ وہ اس کے دیے ہوئے تھے کوفٹ پاتھ پر بیٹھے بھکاری کو کیسے تھاسکتی تھی؟

اس نے بیقینی اور شاک کے عالم میں قدم آ گے بڑھائے۔ پچھدورآ گے گٹار بجاتے ہوئے اگلے سیاہ فام بھکاری نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

وہ دونوں ہمیشہ وہاں کھڑے ہوکر کچھ دریر خاموثی ہے اس کے گثار کوسنا کرتے تھے پھرجیسے بجائی جانے والی دھن پیجانے کی کوشش کرتے

اورا کثراس میں کامیاب ہوجاتے۔ پھروہ اس سیاہ فام کوکوئی دوسری دھن بجانے کے لیے کہتے۔ایک دفعہ پھراسے پہچانے میں لگ جاتے۔ اس سیاہ فام کی انگلیاں آج بھی بڑی تیزی سے گٹار بجار ہی تھیں مگروہ آج وہاں کسی دھن کو بوجھنے نہیں آیا تھا،وہ اس کے ڈب میں پڑے سکوں اور نوٹوں میں اس چیز کو دیکھنے آیا تھا جو وہاں وہ پھینک کرگئی تھی اوروہ چیز سامنے ہی پڑی تھی۔Gucci کی وہ گھڑی جواس نے اس کی پچھلی سالگرہ پردی تھی۔

" تم اسے پہنوگی تو وقت فیمتی ہوجائے گا۔"

وه گھڑی کا کیس ہاتھ میں پکڑے اس پرایک نظر ڈال کرمسکرائی۔''کس کا وقت؟ میرایا تمہارا؟''

''تمهارا۔''وہ بھی مسکرایا۔

''لیکن میرے پاس تو وقت ہے ہی نہیں۔''اس نے لا پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔''تنہیں پتا ہے، میں نے زندگی میں مبھی ریسٹ واچ نہیں پہنی۔''

'' کیوں؟''اس نے دلچیسی لی۔

'' مجھے وقت کو کلائی پر باندھنے کی بجائے مٹھی میں قیدر کھنا زیادہ آ سان لگتا ہے۔''

اس نے عجیب سے لیجے میں اس کی دی ہوئی بیش قیمت گھڑی کود کیھتے ہوئے کہا۔

" مجھے لگتا ہے، وقت کلائی پر ہوتو بیا نظار کروانے لگتا ہے۔"

''تواس ہے کیا فرق پڑتا ہے؟''وہ چونکا۔

''انتظارموت ہے۔''اس نے گھڑی کود کیھتے ہوئے بےحد عجیب لہجے میں کہا۔

''احتقانہ باتیں مت کرو۔''اس نے اسے ڈانٹااور پھرگھڑی کیس سے نکال کراس کی کلائی پر باندھ دی تھی۔

اوراب وہ گھڑی اس ڈ بے میں پڑی تھی ،اس کے دل کو بے اختیار کچھ ہوا۔

اسے دیکھناتھا، وہ اگلے بھکاری کوکیا دے کر گئتھی۔اس باراسے کی ڈیے میں جھانکنانہیں پڑا۔وہ آپینش ہی جے وہ ہروقت نشے میں دیکھتے تھے اور جو کچھ ہوش میں ہوتا تو چندر نگین بالز کو ہوا میں اچھالتے کرتب دکھا تار ہتا یا چند گلاسز کو ہوا میں اچھالتار ہتا۔وہ ہی ،وہ منک کوٹ پہنے ہوئے تھا جواس نے نئے سال پراسے تخفے میں دیا تھا۔وہ اس لیڈیز منگ کوٹ کواپنے دیلے پتلے جسم پر چڑھائے بے حدم صحکہ خیز مگر بے حدخوش نظر آرہاتھا۔اس کا دل بے اختیارڈ وبا۔اس نے اس دن وہ قیمتی منک کوٹ ہیلی بار پہنا تھا۔اس خاص موقع پراوراب وہ ایک متروکہ چیز بن چکا تھا۔

'' مائی گاڈ۔'' وہ اس کوٹ کود مکھ کر بےاختیار چلائی تھی۔

« دختههیں پسندنہیں آیا کیا؟''وہ جان بوجھ کرانجان بنا۔

"اس منك كوث كي قيمت مين دس بهت الجھے كوث آجاتے يتم ايك بے حد فضول خرج آ دمي ہو۔" وہ واقعي ناراض تھي۔

''نو کیاا سے واپس کر کے دس اچھےاور شان دار کوٹ لا دول تمہیں؟''اس نے ای انداز سے کہا۔ '' کتنار و پهیتم نےعورتوں میں اس طرح کے منک کوٹ بانٹنے پرضائع کیا ہوگا۔'' وہ اس کا منہ دیکھ کررہ گیا۔ '' کون می عورتیں؟''اس نے بےساختہ یو حیصابہ "اچھااب ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ مدا فعاندا نداز میں بولی۔اسے اندازہ ہوگیا تھا کداس نے کوئی غلط بات کہددی تھی۔ وہ جواب دینے کے بجائے بے حدناراض ہوکراس کے اپارٹمنٹ سے باہرنگل آ یا تھا۔ وہ حواس باختہ اس کے پیچھے بھا گتی ہوئی آئی۔ '' نداق کرر ہی تھی۔اچھا۔۔۔۔اب بس ختم کروبات کو۔۔۔۔او کے ۔۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔اب کیاتم بیچا ہے ہو کہ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڙون.....احچھا کم از کم تم پچھ کہوتو سبىاب ايكسكيو زكرتور بى ہوں،اب اور كيا كرون....كيا مرجاؤں؟'' وہاس کے پیچھے گاڑی تک آتے آتے روہائی ہوگئ تھی۔ وہ بےاختیار رکا۔''میں پہلے تو شاید مان جا تا مگریہ ہے ہودہ بات جوابتم نے کہی ہے ۔۔۔۔ یہ وہ واقعی بے صد غصے میں آ گیا تھا۔ ''تم مجھے تخفے مت دیا کرو۔''اس نے بے اختیاراس کی بات کاٹ کر بے حد سنجیدہ لہجے میں کہا۔ " كيون؟"اس كے ماتھے يربل يو گئے۔ '' کیونکہ میں تمہارے اتنے قیمتی تحفول کے بدلے میں اتنے قیمتی تخفے نہیں دے سکتی۔'' "توتم سے تحفے مانگ کون رہاہے؟" '' ہاں، کوئی نہیں ما نگ رہا مگر مجھے اپنا آپ بہت چھوٹا کگنے لگتا ہے۔'' ''اس کی بنیادی وجہ بیہ ہے کہتمہاراد ماغ حچوٹا ہےاور چھوٹے د ماغ کے ساتھ انسان صرف چھوٹی باتیں سوچتا ہے۔'' اس نے بےاختیارا سے وہیں کھڑے کھڑے ڈائٹااور پھرا گلے دس منٹ وہیں یار کنگ میں گاڑی کے یاس کھڑ امسلسل بولٹار ہاتھا۔ ''کسی سمجھ دارمر دکوکسی ہے وقو ف عورت سے محبت نہیں کرنی جا ہیے۔''اس نے بالآ خربات ختم کرتے ہوئے کہا۔ '' چلو، پھرتو سارا جھگڑا ہی ختم ہوا کیونکہ نہ میں بے وقو فعورت ہوں ، نہتم سمجھ دارمر دہو۔ آ وُ واپس چلیں۔'' وہ اس کا باز و پکڑ کر کھینچتے ہوئے بےساختہ بڑے اطمینان سے بولی تھی۔وہ چند کمچے ہونٹ جھینچ کراہے دیکھیار ہا پھریک دم ہنس پڑا۔ ''بیاحساس تکنبیس تم کوکہاتنی سردی میں یہاں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ دیکھو، میرے ہاتھ تک نیلے ہوگئے ہیں۔'' ا پارٹمنٹ تک واپسی کے پانچ منٹ میں وہ بولتی رہی تھی اوروہ سنتار ہاتھا۔

ہی کے ہاتھ سے بےاختیارایک بال گرکراس کے پیروں کے پاس آئی۔اس نے کھڑے کھڑے جوتے کی نوک سے بال اس کی طرف لڑھکائی اورا گلے بھکاری کی طرف بڑھ گیا۔

ا گلے بھکاری نے اسے اپنی طرف آتے دیکھ کرفلوٹ بجاتے ہوئے سرکو بے اختیارخم کر کے ہمیشہ کی طرح اس کا استقبال کیا۔اس نے

َ آج پہلی باراس کےاس استقبالی انداز کونبیس دیکھا۔اس کی نظریں اس کے ڈبے کے پاس پڑے سرخ برانڈ ڈاٹالین جوتوں کےاس جوڑے کو دیکھ ر بی تھیں جواس نے کل ایک بہت مہنگے اسٹورے کوئی بچاس جوتے ٹرائی کرنے کے بعداے خرید کردیے تھے۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی سے ایک لہرگز ری تھی، وہ کیا یا گل ہوگئی تھی کہاس سردی میں وہ جوتے وہاں اتار کروہاں سے پیدل اپنے ایار ثمنٹ کی بلڈنگ تک گئی ہی۔ برف اور سرد کھر دری سڑک نے اس کے پیروں کا کیا حال کیا ہوگا۔کوئی اسے اپنے پیٹ میں گھونسے مار تامحسوس ہوا۔ اے اپنے سرخ کپڑوں کے ساتھ پیچ کرتا سرخ جوتوں کا ایک جوڑا جا ہے تھا۔ جارمختلف اسٹورز سے پھرتے بھراتے وہ بالآخریا نچویں اسٹور میں آئے تھے اور تب تک وہ کچھ جھنجلا چکا تھا جبکہ وہ ابھی ای طرح چہکتے ہوئے خوش باش مختلف جوتوں کو پہن پہن کرد مکھر ہی تھی۔ '' جمہیں آخر کس شم کا جوتا جا ہے؟''اس نے پندر هواں جوڑا ٹرائی کرنے کے بعدر پیجکٹ کردیا تواس نے بالآ خر تنگ آ کریو چھا۔ اس نے جواب میں بے حد سجیدگی ہے اسے جوتے کی شکل،معیار،اسٹائل اور رنگ کے بارے میں جو تین منٹ کا لیکچراہے دیا تھا،اس سے وہ صرف بیا خذ کرسکتا تھا کہا ہے Stiletto ہیلز والا ایک سرخ جوتا ج<mark>ا ہے۔</mark> " تم كى اوررنگ كاجوتا كيون نيين خريد ليتين؟"

ساتویں اسٹور کے دروازے ہے اندر داخل ہوتے ہوئے حفظ ما تقدم کے طور پراس نے کہا۔

اس نے جوا بااسے اتنی ملامت بھری نظروں سے دیکھا تھا کہ وہ بے اختیار شرمندہ ہوگیا۔

''میرے کپڑے سرخ رنگ کے ہیں۔''اس نے ایک ایک لفظ پرزور دیتے ہوئے اس طرح کہا جیسے کوئی بڑاکسی بچے کو سمجھا تا ہے۔''اس لیے کامن سینس تو یہی کہتی ہے کہ مجھے سرخ جوتے ہی خریدنے جا ہیں۔'اس نے مزیداضا فہ کیا۔اس نے دوبارہ بچھ بولنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ '' کہیں نہ کہیں ایک سرخ جوتوں کا جوڑا ہوگا جواس کے نام کا ہوگا اور مجھے کیا کرنا ہے، مجھے صرف اس کو escort ہی تو کرنا ہے۔''اس نے

اور بالآخر جب اسے یقین ہونے لگا کہ شہر میں سرخ جوتوں کا ایسا کوئی جوڑ انہیں ہے جواس کے نام کا ہے تو اس نے جوتے پہن کر اسے

وکھاتے ہوئے یو چھا''میراخیال ہے، یڈھیک ہے۔ حمہیں کیےلگ رہے ہیں؟''

وہ بےاختیار والٹ نکا کتے ہوئے اٹھ کھڑ اہوا۔ وہ اس کےانداز پر بےاختیار ہنی۔ '' کم از کم دیکھ تولوکہ میں نے کیاخریداہے اور بیمیرے پیروں میں کیےلگ رہے ہیں۔''

'' یہ جیسے بھی لگ رہے ہیں، مجھے صرف یہ خوشی ہے کہتم نے بالآخر جوتے پسند کر لیے ہیں۔''اس نے کریڈٹ کارڈ نکالتے ہوئے ایک سرسری نظراس کے پیروں پر ڈالی۔وہ جوتے اس کے پیروں میں اچھے لگ رہے تھے گراہےوہ پچھلے بچاس جوڑے بھی بر نے ہیں لگے تھے جواس نے پچھلے یائج گھنٹوں میں مختلف اسٹورز میں پہن کراہے دکھائے تھے۔

پڑے تھے جوشایدای کی طرح اس ہڈیوں تک اتر تی سردی میں اسے جوتے یا وَں سے اتارتے دیکھ کرجیران ہوا ہوگا اور پھراس نے وہی سوچا ہوگا جو اسے سوچنا جاہیے تھا کہوہ شاید نشے کی حالت میں ہے۔ اس کامنک کوٹ، جوتے، گھڑی موبائل اس فٹ یاتھ پر پڑے تھے تواب اس کے پاس اتار پھینکنے کے لیے اور کیارہ گیا تھا۔ وہ جانتا تھا، کہ اس کے جسم پرصرف دو چیزیں ہاتی تھیں ۔اس کا سرخ لباس اور ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی (اس کے جسم پراس دن سجایا ہواوا حدز پور) وه لباس اس کا اپناتھا۔اس کا دلوایا ہوا ہوتا تو وہ اسے بھی اتار کراسی فٹ یاتھ پر پھینک چکی ہوتی ۔وہ کسی دوسری عورت کو جانتا تھا یانہیں مگر اس کو جانتا تھا۔ وہ اس فٹ یاتھ پراس کی دی ہوئی چی<mark>زیں بھینک رہی تھی۔</mark> فٹ پاتھ پر بیٹھے اسکیج بناتی اس ادھیز عمرعورت کے پاس اس کی انگوشی ہونا جا ہےتھی۔وہ آ کے بڑھکراس قطار میں بیٹھے پانچویں بھکاری کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔وہ عورت مخبوط الحواس تھی یا کم از کم ان دونوں کو یہی لگتا تھا۔ پچھے چار بھکاریوں کے برعکس وہ بھی سراٹھا کرپاس ہے گزرنے

اوراب یا پچے گھنٹے کی جدوجہد کے بعد ڈھائی سوڈ الرز کے وہ برانڈ ڈجوتے اس ناہموارفٹ پاتھ پرفلوٹ بجاتے اس آ دمی کےسامنے

والے یا پاس آ کر کھڑے ہونے والے لوگوں کونہیں دیکھتی تھی۔ ں آ کر کھڑے ہوئے والے کو کوں کو ہیں دیکھی تھی۔ وہ ہر بارا یک ہی مرد کا چہرہ انکیج کرتی تھی۔ایک نو جوانخوبصورت مرد کاگر ہر بار وہ چہرہ کسی دوسرےاینگل ہے انکیج کررہی ہوتی۔وہاپنے کام میں بلاشبہ طاق تھی۔وہ دونوں اکثر اس کے پاس کھڑے اس کوانٹیج بناتے دیکھتے رہتے۔وہ دونوں اب اس انٹیج کیے جانے والے چېرے سے بے حد شناسا ہو گئے تھے۔

'' کون ہوسکتا ہے بیمرد؟''اس نے ایک دن وہاں کھڑے کھڑے اس سے بوچھا۔'' شایداس عورت کا بیٹا۔''اس نے خود ہی انداز ہ لگایا۔ '''نہیں، بیٹائہیں ہے۔''اس نے بےساختہ کہا۔ اس نے اس کے جواب پر چونک کراہے دیکھا۔وہ اسکیج پرنظریں جمائے اپنے اوورکوٹ میں دونوں ہاتھ ڈالے کھڑی تھی۔

''تو پھرکون ہے؟''اس نے جیرانی ہے یو چھا۔اس نے گردن موڑ کراہے دیکھا۔اس کی نظروں اور چہرے پر بے حد عجیب ساتاثر تھا۔ ''حچوڑ و، جانے دو''اس نے جواب دینے کے بجائے قدم آ گے بڑھا دیے تھے۔اس نے جواب کے لیےاصرارٹہیں کیا۔اسے جواب

وہ عورت اب بھی وہی چېرہ بنار ہی تھی اورانچے کرتے اس کے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں پلاٹینم کی وہ انگوٹھی تھی جواس نے سات دن ستر ہ تھنٹے پہلے رات کے تین بجے اسے دی تھی۔

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا، کہاں گئی۔'' وہ رات کے تین بجے اس کے اپارٹمنٹ پہنچنے کے بعداب اپنی جیکٹ اور اوورکوٹ کی ایک ایک جيب كو كه نگال چكا تھا۔ اوراب جيكٹ كى جيبوں كوايك بار پھرٹرائى كرر ہاتھا۔ '' کیا کہاں گئی؟'' وہ اس کے قریب کھڑی تھی منہ پر ہاتھ رکھے اپنی جماہی کوروکتے ہوئے اس نے اپنی نیندسے بند ہوتی ہوئی آئکھوں کو

` بمشكل كھولتے ہوئے كہا_

''ایک رنگ تھی۔''وہ اب جیکٹ کی اندرونی جیب کودو بارہ چیک کرر ہاتھا۔

'''کیسی رنگ؟'' وہ جماہیاں لیتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئ۔ نیند میں کھڑے رہنااس کے لیے بےحد دشوارتھا۔

''تھی ایک رنگ '' وہ بے حد مایوی سے جیکٹ کوآ خری بار جھاڑتے ہوئے بولا۔

''اورتو کوئی مسئلہٰ ہیں ہے نا؟''اس نے کشن کوسیدھا کرتے ہوئے یو چھا۔

°' کیسامسکلہ؟''وہ حیران ہوا۔

''ابرات کوتین بجتم کسی کے گھر آؤ گے تو وہ تم ہے یہی ہو چھے گا نا۔'' وہ اب کشنز کے ڈھیر کوصوفے کے ایک طرف کرتے ہوئے اس پرسرد کھ کرلیٹ گئی۔

'' جب جانے لگوتو درواز ہٹھیک ہے بند کر کے جانا۔اب بیر کیا کررہے ہو؟''اس نے آئکھیں بند کرتے ہوئے اسے ہدایت دینے کی کوشش کی مگر آئے تکھیں بند کرنے سے پہلے ہی وہ یکدم اٹھ کر بیٹھ گئی۔وہ لا وُ نج میں پڑی کرسیاں ادھرادھر ہٹا کرفرش پر پچھ تلاش کرر ہاتھا۔

'' مجھے لگتا ہے۔ بہیں پر کہیں گری ہے۔''اس نے مڑ کراہے دیکھے بغیر کہا۔

'' میں سونے لگی ہوں اوراب اگر تمہیں کوئی کری ہٹانا بھی ہے تو بالکل آ واز نہیں ہونی جا ہیے۔اب ایک رنگ ڈھونڈنے کے لیے تم کیا

میراا بار ثمنٹ کھود ڈالو گے۔''وہ ہلکی ی خفکی کے ساتھ بزبڑائی اورایک بار پھر کشنز کے اوپر سرر کھ کراس نے آ تکھیں موندلیں۔

اس کا انداز ہ ٹھیک تھا۔ وہ انگوٹھی اے فرش پر ہی دروازے ہے بچھ فاصلے پر پڑی ملی۔اس نے بےاختیاراطمینان کا سانس لیا مگراس تلاش میں یانچ منٹ لگ گئے تتے اور تب تک وہ صوفے پر گہری نیندسو چکی تھی۔وہ انگوٹھی لے کراس کے پاس آیا اور دو تین بارا ہے آواز دی مگراس نے آئکھیں نہیں کھولیں۔مزید وقت ضائع کیے بغیروہ پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھ گیا۔اوراس نے بہت زمی سےاس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑی احتیاط کے ساتھا سے وہ انگوٹھی پہنائی اور پھراسی احتیاط کے ساتھ اس کا ہاتھ دو بارہ کشنز پرر کھ دیا۔اس کے بیڈروم سے کمبل لا کراس پر

ڈالتے ہوئے وہ ای خاموثی اوراحتیاط کے ساتھ اس کے ایار ٹمنٹ سے نکل آیا تھا۔

وہ انگوشی پر کندہ لفظوں کو وہاں کھڑ اکسی دقیت کے بغیر دیکھ سکتا تھا۔ وہ کیا کر رہی تھی ۔؟ اسے اپنی زندگی سے نکال رہی تھی یا خو داس کی زندگی وہ میکسکن عورت فٹ یاتھ کے کونے پڑھی ، وہ اسے جھوڑ کرآ گے بڑھااورموڑ مڑ کراس ممارت کے سامنے آ گیا جس کی 23 ویں منزل

کے ایک اپارٹمنٹ میں وہ اس وفت بھی۔وہ ہر بار جب بھی اس عمارت کے سامنے آتا ،ایک بارلاشعوری طور پرسراٹھا کر 23 ویں منزل کی اس کھڑ کی کو ڈھونڈنے کی کوشش ضرورکرتا جواس کےایارٹمنٹ کی تھی۔شروع شروع میں وہ نا کام رہا پھراس نے ایک گملالا کراس کی کھڑ کی کے باہر بڑھے ہوئے جھے بجسے پرر کھدیا تھا۔اس سکلےاوراس میں لگی ہوئی بیل سےوہ آسانی سے اس کی کھڑکی ڈھونڈ لیٹا تھالیکن آج فضا ہلکی ہلکی دھند آلودتھی۔ اسے یقین تھا، وہ سراٹھا کر 23ویں منزل کونہیں دکھے سکے گا۔

اس نے بھربھی سراٹھا کر دیکھااور پھروہ سرینچنہیں کرسکا۔اسے 23ویں منزل نظرنہیں آئی تھی مگراسے ہوامیں بہت می تصویریں مدد تہ نتا ہے گؤتھیں میں مصریف سے دمیر سینٹ راتھیں

اڑتی نظرآ گئی تھیں۔ان میں سے چند کچھلحوں تک زمین پر پہنچنے والی تھیں۔

اس کے ہاتھ سے پیل فون جھوٹ کرگر پڑا تھا بھراس نے اپنے آپ کو بے تحاشا بھا گتے پایا۔اس کے پاؤں سے ایک بوٹ نکل گیا۔اس نے دوسراخودا تاریجینیکا۔وہ ایک باربھی سلپنہیں ہوااوراس نے برف اور کنگریٹ کی ٹھنڈک کوبھی محسوسنہیں کیا۔اس کے کانوں ہیں صرف اس کی مذہب سے

> وہ دونوں سینماہال میں بیٹھے تھے اور وہ بے حس وحرکت اس کے چہرے کودیکھیں ہاتھا۔ دونتر محمد سین سیال میں انتھا ہے '' میں شیند سیال کے انتہاں کے جاتم کا میں میں میں میں میں ہوئے ہیں ہے۔

" تم مجھے بید دکھانے کے لیے یہاں لائی تھیں؟"اس نے شاکٹر ہوکر بے یقینی ہے اس سے کہا۔

'' ہاں جمہیں اچھالگا؟'' وہ ای اطمینان ہے پاپ کارن کھاتے ہوئے بولی۔

اس سے پہلے کہ وہ اس سے پچھ کہتا ہ اس نے اس سے ایک اور بات کہی تھی۔وہ اگلے دومنٹ تک بے مس وحرکت اس کا چہرہ دیکھار ہاتھا۔

چند کمحوں کے لیےا ہے لگا کہ وہ اسے نہیں جانتا تھا۔

دا 'میں ہاتھ سے نبیج کے دانوں کوگراتی وہ اپنی گود میں رکھے با 'میں ہاتھ کی تیسر کی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کوہلکی کی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتی رہی۔ بہت ہلکی کی اس سونے کی انگوٹھی میں ایک بہت ہی معمولی نشم کا فیروزی پھر لگا ہوا تھا۔ اس انگوٹھی کا ڈیز ائن اور اس میں نظر آنے والی خامیاں بتارہی تھیں کہ وہ کسی بہت چھوٹے جیولر کی دکان سے خریدی گئی تھی۔ کوئی بھی نفاست پنداور حسن پرست اڑکی کسی جیولر کی دکان پراس انگوٹھی پر دوسری نظر ڈ النا بھی پندنہ کرتی مگر میصرف زینب تھی جو گھنٹوں اس انگوٹھی کوائی محبت بھرے انداز میں دیکھی گئی۔ اس پر ڈ النے والی ہر نظر اسے کسی کے ساتھا ہے تعلق کی یا دولاتی تھی۔ کسی کا چہرہ اس کی آئے تھوں کے سامنے لے آتی تھی۔

وہ رات کے اس پچھلے پہر تہجد کے بعد صحن میں بچھائے مصلے پر بیٹھی دائیں ہاتھ میں شیج لیے اور اس انگوٹھی پر نظریں جمائے بہت پچھ پڑھا کرتی تھی۔وہ مصلے پر جیسے دوہاتھوں میں دونوں دنیائیس لیے بیٹھی ہوئی تھی۔

رات کے اس پہر ہر طرف خاموثی تھی ،اس مختفر تھے بیچوں نیچ مصلے پر بیٹھے اس نے تسبیح کا آخری دانہ گراتے ہوئے سجدے میں جاکر سب سے پہلے اس کے لیے دعا کی جس کے لیے وہ ہمیشہ کرتی تھی۔

دعا کے بعد بھی وہ اگلے دس پندرہ منٹ گھٹنوں کے گرد باز و لپیٹے دائیں گھٹنے پڑٹھوڑی ٹکائے وہیں پربیٹھی رہی۔ یہ بھی اس کامعمول تھا۔وہ اس وقت وہاں بیٹھ کرفضا میں بھیلے ہوئے سکون کو جیسے اپنے اندرا تارا کرتی تھی۔ہوا میں اب خنگی آگئی تھی۔سردیوں کی آ مدآ مدتھی۔اس نے بیٹھے بیٹھے اپنی سیاہ چا درکواپنے پیروں پر پھیلالیا۔اس کے سرد ہوتے ہوئے پیروں کوہلکی سی حرارت ملی۔

تب بی اس نے گھر کے دو کمروں میں سے ایک کے دروازہ کھلنے کی آ وازئی۔وہ مصلے کا کونہ پلٹتے ہوئے مصلے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''موسم بدل رہا ہے زینی ،اب اندر کمرے میں تبجد پڑھا کرو۔'' ضیانے باہر نکلتے بی اسے دیکھا تو ہلکی سی فکرمندی کے ساتھ کہا۔ '' ہجھے تو تمیں ہوتا ابوا آ پ بھی تو پڑھتے ہیں۔''اس نے باور چی خانے کی طرف جاتے ہوئے مسکرا کرکہا۔ '' مجھے تو تمیں سال سے عادت ہے بیٹا! سردی گرمی مجھ پر اثر نہیں کرتی۔''

انہوں نے اپنی بیٹی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔وہ ان کی اولا دمیں دوسر نے نمبر پڑھی اور ان کے دل کے قریب ترین تھی۔ ''مجھے بھی پچھنیں ہوتا ابو! سر دی گرمی مجھ پر بھی اثر نہیں کرتی۔'' زینی باور چی خانے کا چولہا جلاتے ہوئے بولی۔ ضیااس کی بات پر ہلکا سا ہنس کر باتھ روم کی طرف چلے گئے۔ ہرموسم میں آنے والی ذرائی تبدلی پراس گھر میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بیار ہونے والی وہی ہوتی تھی۔ وہ جب تک باتھ روم سے باہر صحن میں گئے نکے کے پاس آئے وہ ایک برتن میں نیم گرم یانی اور تولید لے کران کو وضوکر وانے آگئ تھی۔

ہرروز رات کے اس پہراس گھر میں صرف وہی دونوں باپ بیٹی جاگ رہے ہوتے تھے۔ وہ تبجد کے لیے باپ سے پہلے بیدار ہوتی تھی۔ ضیا پچھ دیر سے تبجد پڑھتے اور پھر فجر تک صحن میں بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے جبکہ وہ تبجد پڑھ کردوبارہ جاکر سوجاتی مگرآج وہ اندر کمرے میں نہیں گئ بلکہ صحن کے تخت پر بیٹھی باپ کو تبجد کی نماز پڑھتے دیکھتی رہی۔ ضیانے نماز کے دوران صحن میں اس کی موجود گی کومسوں کرلیا تھا۔ مگر وہ ان کے عقب میں تھی انہوں نے بلیٹ کرنہیں دیکھا تھا۔ معادلات میں میں میں میں اس کی موجود گی کومسوں کرلیا تھا۔ مگر وہ ان کے عقب میں تھی انہوں نے بلیٹ کرنہیں دیکھا تھا۔

نمازختم کر کے سلام پھیرتے ہی و وان کے پاس آ کرفرش پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ ww.urdunovelspdf.com

"كيابات إزين؟ آج سوكيل كيون بيس جاكر؟" ضياف قدرت تثويش سے كها۔

"آپشراز کے لیے دعا کریں ابواوہ آج اسلام آباد جارہے ہیں۔"اس نے باپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"اس کے لیے دعا کروانے کی خاطراتنی دریہ بیٹھی ہوئی تھیں؟" ضیاب اختیار مسکرادیہ۔

''جی۔'' وہ بھیمسکرادی۔

" پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔اللہ کرم کرےگا۔ ' ضیانے بڑے بیار کے ساتھاس کا سرتھ پتھیایا۔

''آپ دعا کریں گے تواللہ زیادہ کرم <mark>کرےگا۔''</mark>

اس نے بےساختہ کہا۔

'' کیوں دعانہیں کروں گامیں ہتم جا کرسوجاؤ۔ میں خاص دعا کروں گا اس کے لیے کہ اللہ اسے انٹرویو میں کامیا بی عطافر مائے۔''انہوں نے زینی کوتسلی دیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے پاس بیٹھتی ہوں۔ آپ دعا کرلیں۔"

ضیاء نے اس باراس سے پچھنہیں کہا بلکہ انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔ پانچ منٹ کے بعد جب انہوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نیچے کیے تو وہ تب بھی ان کے یاس بیٹھی ہوئی تھی۔

''میں نے بہت دعا کی ہےاس کے لیے بھی اوراپنی زین کے اچھے نصیب کے لیے بھی۔'' ضیانے اپنی بیٹی کے چبرے پر پھونک مارتے

ہوئے کہا۔

''ان کا نصیب اچھا ہوگا تو میرا تو خود بخو دہی اچھا ہوجائے گا۔'' وہ اطمینان سے کہتے ہوئے ان کے پاس سے اٹھ گئی۔ ''آپ کوقر آن پاک لا دوں؟''

''ہاں۔'' وہ چندلمحوں میں قرآن پاک لاکر انہیں تھا گئی۔ ضیا قرآن پاک ہاتھ میں پکڑے اسے اندرجاتے دیکھتے رہے۔ وہ واقعی ان کی آئیکھوں کا نورتھی۔ وہ جس دن زین کونددیکھتے ، انہیں لگنا جیسے سورج طلوع نہیں ہوا۔ انہیں چاروں بچوں سے پیارتھا گرزینی میں جیسے ان کی جانتھی۔ وہ دوسال کی عمرسے ان کے گھر آنے پر ان کے لیے پانی کا گلاس لار بی تھی اورضیانے بچھلے اٹھارہ سال سے زینی کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے پانی نہیں پیاتھا۔ زینی کے علاوہ بھی کوئی اور میٹی یا بیوی ان کو پانی لاکر دیتی تو وہ گلاس کی گرکرائی طرح رکھ دیتے ۔خود زینب کو بھی باپ کے ساتھ چیکے دہنے کی عادت تھی۔ ضیا گھر میں کوئی چیز لانے پر اس کا حصہ تو اسے دیتے ہی تھے گرا ہے جصے میں سے بھی اسے حصہ دیتے تھے۔ ان کی جیب میں ہرروز نکلنے والا کوئی سکہ بھی زینب ہی کی ملکیت بنما تھا۔ اور میر سکاس جیب خرج کے علاوہ ہو تا تھا، جو وہ ہرروز دوسرے بچوں کی طرح اسے دیا کرتے تھے۔

کے گھر کے بجائے کسی بہتر علاقے میں جدید سہولتوں ہے آ راستہ کسی بڑے گھر میں بیٹھا ہوتا مگر ضیاا پی تنخواہ کے چند ہزار پر ہی قانع تھے اور صرف قانع نہیں تھے، وہ رزق حلال کواپنااعز از سمجھتے تھے اور اس پرفخر کرتے تھے۔ آفس میں ان کے دوسرے ساتھی ان کے بیٹے پیھےاس فخر پر بے شک مذاق اڑاتے ہوں گران کے سامنے کوئی انہیں رزق حرام کی ترغیب دینے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔لوگ ان سے ڈرتے نہیں تھے،ان کی عزت کرتے تھے۔ اوران کے باتی بچوں کی طرح زینب کوبھی اس رزق حلال پرفخرتھا۔اس نے باپ سے ''شکر'' وراثت میں یایاتھا۔ باپ'' ندہبی' نہیں تھا '' وین دار'' تھا۔اور زینب نے چیزوں پر''لیکچر''نہیں سنے تھے،اس نے ماں باپ کو' بھل'' کرتے دیکھا تھااوراس'' کرنے'' نے اسےاوراس کے بہن بھائیوں کو ہر چیز بہت واضح طور پرسکھا دی تھی۔ اس نے کتاب بند کرے بےاختیار جماہی لی،وال کلاک پررات کے ڈھائی بجنے والے تھے۔اپنی آئکھوں کومسلتے ہوئے اس نے کتاب میز پررکھ دی۔ پچھ دیریے مقصد کری پر بیٹھا وہ اسٹڈی ٹیبل پر جلنے والے لیمپ کے بلب کو دیکھتا رہا پھراپنے بالوں میں بائیس ہاتھ کی انگلیاں پھیرنے لگا۔وہمضطرب انداز میں گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ دیروہ ای طرح بیٹھار ہا پھراٹھ کر کھڑا ہوگیا۔چھوٹے ہے اس کمرے میں ایک جارپائی پراس کا باپ گہری نیند میں خرآئے لے رہا

آ فس میں اوور ٹائم سے ملنے والی رقم بھی وہ زین کے بڑا ہونے پرای کے پاس بچت کے طور پر رکھوانے لگے تتھے۔زینب نے ہمیشہ ان

ضیاانکمٹیکس میں کلرک تھے،ان کی جگہ کوئی دوسراکلرک ہوتا تو وہ اس وقت متوسط طبقہ کےاس محلے کےاس دو کمروں پرمشتل جارمر لے

پیپوں کو بڑی ایمان داری کے ساتھ رکھا تھا۔ وہ باپ کی قلیل آمدنی اورائے حالات سے بخو بی واقف تھی۔

تھا۔ دوسری جاریائی خالی تھی۔ وہ کمرے میں ایک کونے میں رکھی الماری کے پاس گیا اور اس نے الماری کے اوپر پڑا ایک سفری بیگ اتار لیا۔الماری کا دروازہ کھول کراس نے اندر سے دوشرٹس اورٹرا وُ زر نکال لیس۔ پچھ دیر وہ تنقیدی نظروں سے ان کپڑوں کو جانچتا رہا پھر ہلکی سی خفکی اور مایوسی کے عالم میں اس نے ان کپڑوں کو بیک میں ڈال لیا۔ الماری کے اندر سے ایک ٹائی اور موزے نکال کر بھی اس نے اس بیک میں ڈال دیے۔ بیک کی زپ کو بند کرتے ہوئے اس نے دوبارہ

الماری کےاوپر رکھااور چاریائی کے نیچے پڑا بوٹوں کا ایک جوڑا نکال کر ہاتھ میں لےلیا پھراسٹڈیٹیبل پر پڑاسگریٹ کا پیکٹ اور ماچس اٹھائی اور کمرے کا دروازه کھول کر ہاہر شخن میں آ گیا۔

بوٹوں کو چن میں پڑے ایک اسٹول کے سامنے رکھتے ہوئے وہ سٹرھیوں کے نیچے پڑی پالش کی ڈبیااور برش اٹھا کر صحن کے اسٹول پر آ کر بیٹھ گیا۔ایک سگریٹ جلا کر ہونٹوں میں دباتے ہوئے اس نے ایک جوتااٹھا کربرش کے ساتھ کچھ یالش لگائی اور جوتے کورگڑنے لگا۔ جوتا چندلمحوں میں حیکنے لگا تھا مگراس کے ساتھ ساتھ اس کے اگلے حصے میں بڑی ہوئی بہت ساری کئیریں بھی بے حدنمایاں ہوگئی تھیں۔اس نے چندلمحوں کے لیے برش رکھ کرسگریٹ ہونٹوں سے نکال کردھواں باہر نکالتے ہوئے ایک اور کش لیا۔ دوبارہ سگریٹ ہونٹوں میں دباتے ہوئے وہ ایک بار پھر برش اٹھا کر جوتا پالش کرنے لگا مگر جوتے پر پڑی سلوٹیمں جیسے اس کے ماتھے پر جھلکنے گئی تھیں۔ جوتے کے جوڑے کو پالش کرنے کے بعداس نے بلٹ کرایک نظر اس کے کونے کو دیکھا، وہ آگے سے بری طرح تھس چکا تھا۔ چند بار اور پہنے جانے پر یقیناً اس میں چھید ہوجا تا۔ اس نے بے حد بے زاری اور جھنجا اہٹ کے عالم میں جوتے کو پھینکا اور دوسرا جوتا اٹھا کراہے بھی اس طرح پالش کرنے لگا۔ پالش کرنے کے دوران اس نے پہلے کی طرح ہی سگریٹ کاکش لیا اور اس بارسگریٹ کوفرش پر چھینکتے ہوئے پاؤں میں پہنی چپل سے اس کوسل دیا۔

"تواس وقت کیا کر رہا ہے شیراز؟" اس نے اپنے عقب میں مال کی آ وازش نے وہ دوسرے کمرے میں اس کی بہنوں کے ساتھ سور ہی

تھیں اور یقینا صحن میں ہونے والی کھٹر پٹر کی آ وازوں کوئن کر باہر آئی تھیں۔
"ا بِی قسمت پر مائم کرر ہاہوں۔"اس نے بے حد تخی ہے جواب دیا۔
"ا بی قسمت پر مائم کر ماہوں۔"اس نے بے حد تی کا کا کہا۔
"ا بی کے بائے ۔۔۔۔۔کیا ہو گیا۔۔۔۔۔؟ طبیعت تو ٹھیک ہے تیری؟" نشیم نے یک دم ہڑ بڑا کرکہا۔

''ٹھیک ہےطبیعتطبیعت کوکیا ہونا ہے؟''اس نے بےحد بےزاری سے پاکش کی ڈبیا کو بندکرتے ہوئے کہا۔ ''اریرتو کیوں جو تے بالش کرریا ہے؟ مجھے کہتا بہنوں میں ہے کسی کو دگادیتامیٹ ادھرے میں کرتی ہوں ''نسیم جلدی ہے

''ارے تو کیوں جوتے پاکش کررہاہے؟ مجھے کہتا بہنوں میں ہے کسی کو جگا دیتاہٹ ادھرے، میں کرتی ہوں۔''کٹیم جلدی ہے

ا محےآئیں۔

''کرلیے ہیں میں نے جوتے پالش۔اب تو رکھنے والا تھا یہ برش اور پالش۔''اس نے مال کوروکتے ہوئے کہا۔اورخودسٹر ھیوں کے پنچ پالش اور برش رکھ آیا۔

''سوچاتھا،ابو پیسے لے آئیں گے تو ایک سوٹ اور نئے جوتے لے لوں گالیکن ابوبھی عین وفت پر''اس نے ہات اوھوری چھوڑ دی اور دوبارہ اسٹول پر بیٹھ گیا۔

''اب کیا کرتے وہ؟ جس جس سے قرض ما نگ سکتے تھے، ما نگ لیاانہوں نے۔ پر جب سے معطل ہوئے ہیں، ہرایک پیسے دینے سے کترانے لگاہے۔''نسیم پاس بچھی ہوئی چار پائی پر بیٹھ گئیں۔

"آپنے ضیا چپاہے بات کی؟"

'' ہاں، آج بھی گئے تصفیا کے پاس۔ پراس کا افسر چھٹی پر گیا ہوا ہے۔ اب وہ آئے تو بی کوئی بات بے۔ پر کہدر ہاتھا۔ بحال کروادوں گا۔''نیم نے پرامیدانداز میں کہا۔

''اور بیا فسر کتنے دن چھٹی پررہے گا؟''شیرازنے کی سے کہا۔

" ابافسروں کی چھٹی کاکس کو پتا ہوتا ہے۔ جب جا ہے آئے، نہ جا ہے تو نہ آئے۔''

'' حیاہے دوسراسولی پراٹکارہے۔''شیراز کے لیجے میں زہرتھا۔''ابوکو بھی پوری دنیامیں سب کچھ چھوڑ کرمیٹرریڈر ہی بننا تھا۔''

''اب اتناپڑھ کر کیا کمشنرلگ جاتے؟''نسیم نے شوہر کی حمایت کی۔

''کشنرنه لگتے ،کمشنر کے دفتر میں کلرک لگ جاتے ضیاچیا کی طرح میزکری والی نوکری تو ہوتی۔''

''ضیانے کلرک بن کرکون سے تیر مار لیے ہیں؟ تمہارا باپ میٹرریڈرضرور ہے گرتمہارے چچاسے اچھا کھلا یا پلایا ہے اس نے اپنی اولا د کو۔ضیانے کون می جاگیریں بنالی ہیں کلرک بن کر؟''نسیم نے تنقید کرتے ہوئے کہا۔

" جاگیری کہاں سے بنالیتے۔اس فاندان کے سارے مرد برزول ہیں۔ کچھوے کی طرح اپنے خول میں سکڑے سے بیٹھے رہتے ہیں۔ کسی کوآ گے بڑھنا ہی نہیں آتا۔ایک سے دوسری دوسری سے تیسری نسل کلر کی اور میٹرریڈری کرکے فتم ہور ہی ہے۔ پرمجال ہے کسی کے کان پرجوں تک دینگے۔اس محلے میں پیدا ہوکر یہیں مرجا کیں گے بیسب لوگ۔''

شیراز کاانداز بے حدز ہریلاتھا۔وہ ان تمام سوچوں کورات کے اس پہرا پنی مال کے سامنے زبان دے رہاتھا جوچوہیں گھنٹے اس کے ذہن میں کلبلاتی رہتی تھیں اور نسیم اس کی زبان سے بیسب پچھ سننے کی عادی تھیں۔خاندان کی اکلوتی لائق فائق اولا دان کے گھرپیدا ہوئی تھی۔وہ اس بات پر جتناغرورکر تیں،کم تھا۔

بات پر جتناعرور کریں، م تھا۔
وہ بچپن سے سرکاری اسکول میں امتیازی پوزیشن کے ساتھ اسکالرشپ پر پڑھتار ہا تھا۔ پرائمری سے باسٹرز تک اس نے ہرامتحان میں ٹاپ کیا تھا اور یو نیورٹی میں اکنامکس میں ماسٹرز میں ٹاپ کرنے کے باوجود شیرازا چھی طرح جانتا تھا کہ جاب مارکیٹ اس کے لیے کس قیمت کی کون سی جاب لیے بیٹھی تھی۔ یو نیورٹی میں چند ہزار کی ایک کیکچررشپ یا کسی آفس میں ای نتخواہ کی ایک اور میزکری والی نوکری جس پر شنج سے شام تک بیٹھ کر قائلوں کے انبار و یکھتے و یکھتے پہلے اس کی آئی تھیں جواب دیتیں پھر ریڑھ کی ہڈی کے مہرے ناکارہ ہونے لگتے گر اس کی مالی حالت میں کوئی تنہ میلی نیس آتی ۔ وہ رات کے باس سالن کالفن کیرئیر لیچ کے لیے لے کرجا تا اور باقی سارا دن بدمزہ سیاہ چائے کے کپ اپنے اندرانڈ بل انڈ بل کر اپنے اندرائڈ تی بھوک اورخواہشات کے سیلاب کے جھاگ کو بٹھا تار ہتا یا پھرا پنے پاس آنے والے کسی ملا قاتی سے چائے پانی کے نام پر پچھے پیلے لیتا اور فائل بیاس ہونے کی خوشی میں کسی سے مٹھائی ما نگتا۔

، وچودہ سال کی عمر سے اپنی زندگی کے اگلے متوقع 54 سال کا ایک ایک دن دیکھتا آرہا تھا۔اور ہرتصوراس کےجسم میں جھرجھری اور کپکی دوڑا دیتا۔اسے زندگی بھیڑکا حصہ بن کرنہیں گزار ناتھی۔اسے سب سے آگے ہونا تھا۔سرپٹ بھا گنا تھااور بس بھاگتے ہی جانا تھا۔اتنی رفتار سے کہا سے اپنے چھےکی کا سابیۃ کے نظر ندا ہے۔

"رات کے اس وقت کیوں آ کر بیٹھ گئے ہو یہاں؟ کل اسلام آباد جانا ہے تہہیں، سفر کرنا ہے۔''ا کبرشیراز کے کمرے سے نکل کر باہر صحن میں آ گئے تھے۔

" کیاباتیں کررہے ہواس وقت تم دونوں؟" وہ بھی تیم کے پاس آ کرچار پائی پر بیٹھ گئے۔

"بيريشان مورماب، يسيند ملني كى وجهد."

سیم نے انہیں بتایا۔

''میں صبح ایک دواورلوگوں ہے بھی بات کروں گاتم فکرمت کرو۔''ا کبرنے شیراز کوتسلی دی۔

' ، معطل نه ہوا ہوتا میں تو دومنٹ میں لوگ پیسے دے دیتے مجھے۔''

''بس حسد کرتے ہیں،لوگ کھا تانہیں دیکھ سکتے کسی کو۔''نسیم بےاختیار خفگی ہے برابرا کمیں۔

'' میں جانتا ہوں، بیسب میرےاپنے محکمے کے لوگوں کی سازش ہے۔انہوں نے ہی اس آ دمی کو کہد کرمیرے خلاف رشوت کی شکایت

کروائی، ورنداس آ دمی کی کہاں بے جرائت تھی کدالیا کچھ کرتا۔ 'ا کبراب جیسے اپنی صفائی دے رہے تھے۔

'' کون نہیں لیتار شوت آج کے زمانے میں۔ باقی میٹرریڈر کیا دودھ کے دھلے ہوئے ہیں۔محکمہ والوں کووہ نظر کیوں نہیں آتے۔ ہر بار آپ کوہی معطل کر دیتے ہیں۔''نیم جیسے بلبلا کیں۔

''میں کمزور ہوں نا۔میرے آگے پیچھے کوئی نہیں ،اس لیے۔''اکبرنے تلخی ہے کہا۔

'' کوئی بات نہیں،بس اب بیٹا افسر بننے والا ہے۔ایک بارمیرا بیٹا افسر بن جائے پھر میں دیکھوں گا،کون میرے بارے میں زبان کھولٹا ہے۔''ا کبرنے یک دم شیراز کود کیھ کر بڑے فخریدا نداز میں کہا۔

''میں افسر بن کرسب سے پہلے تو آپ سے بیرجاب چھڑاؤں گا۔ بہتیری ذلت کمائی آپ نے اس کام میں۔ چار پییوں کے لیے مارے مارے گھر گھر پھرنا۔''شیرازنے بے حد بے زاری سے کہا۔

''اریےتم کیا چھڑاؤ گے، مجھےخود بیکا منہیں کرنا۔ میں کوئی پاگل ہوں کہخواہ خواہ خواہ خواہ دلیل ہوتا پھروں۔پھرتوافسر کا باپ ہوں گا۔آ رام سے گھر بیٹھ کرراج کروں گا۔''

'' میں سونے جار ہاہوں مسبح جلدی اٹھنا ہے مجھے۔''

'' ہاں ہاں، بیٹا! تو جا۔۔۔۔۔جا کرسو۔۔۔۔ میں تو پہلے ہی کہدر ہی تھی۔''نسیم نے بےاختیار کہا۔

"تم نے زینب سے پیپوں کی بات کی؟"

شیرازنے اکبر کی بات پریک دم پلٹ کرانہیں دیکھا۔

☆☆☆

"جنہیں کالجنہیں جانا کیا؟" رہیدنے اسے کچن میں مصروف دیکھ کرکہاوہ کالج یو نیفارم میں ملبوس تھی۔ "جنہیں ۔" زینب نے بڑے اطمینان سے ضیاء کے لیے ٹفن تیار کرتے ہوئے کہا۔ "کیوں؟" رہید کچھ جیران ہوئی۔ ''خالہ کے پاس جانا ہے مجھے۔'' زینب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''شیراز بھائی سے ملنے؟'' رہیعہ نے فوراًا نداز ہ لگایا۔'' وہ تو کہیں سہ پہرکواسلام آباد جا کیں گے ہتم کالج سے آ کر ملنے چلی جاتیں ۔ کالج سے چھٹی کرنے کی کیاضرورت تھی؟''

ربید کواعتراض ہوا، وہ خود آج کسی ٹیسٹ کی تیاری کے لیے گھریڑھی۔

''بس ایسے ہی۔ مجھے کچھاوربھی کام تھا۔'' زینب نے گول مول انداز میں بات کی اور ٹفن اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔'' ابوکودے آؤں یتم ناشتہ

كراوتب تك ميس في چياتيال بنادي بين-"

زینب نے اس سے کہااوراس چھوٹے ہے کین سے باہرنکل گئی۔ ''شیراز کتنے بجے جار ہاہے؟''ضیانے زینب سے ثفن لیتے ہوئے کہا۔ ''سہ پہر میں۔''زینب نے بتایا۔

'' میں پھرا کبر بھائی کی طرف ہے ہوتا ہوا جاؤں گا۔''ضیانے اپنی سائنگل دروازے ہے باہر نکالتے ہوئے کہا۔

''اتی مجھے آئیں جگادیں گے ابو! آپ کو پتاہے، وہ ساری رات بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔'' زینب نے بے حد تشویش ہے کہا۔

'' نہیں،اسے جگاؤں گانہیں۔اگراٹھا ہوا ملاتو خدا حافظ کہہ دوں گا اسے، ورندا کبر بھائی اور بھابھی ہے ل کر چلا جاؤں گا۔'' میں نہ جب تیاں میں میں کے سوری تا ایک تھے۔

ضیانے جیسےائے لی دی۔وہ اس کی ہر چیز کا کتنا خیال رکھتی تھی،وہ جانتے تھے۔

وہ میٹرک میں تھی جب شیراز کے ساتھ اس کی نسبت طے ہوئی تھی اوراس نسبت میں دونوں خاندانوں کے ساتھ ساتھ شیراز کی پیند کا بہت

اور چوہیں گھنٹوں میں کئی ہاروہ ایک دوسرے کے گھر جاتے۔وہ خاندان کی سب سےخوبصورت لڑکی تھی اورشیراز خاندان کا سب سےذ ہیں لڑکا۔ ایم اے اکنامکس میں یو نیورٹی میں ٹاپ کرنے کے بعداس نے ابھی حال ہی میں ہی ایس ایس کاتحریری امتحان کوالیفائی کیا تھااوراب

۱۳۲۸ میں ہے۔ روبو کے لیےاسلام آ ماد حار ماتھا۔

انٹرو یو کے لیےاسلام آباد جارہاتھا۔ اس امتحان سے پہلے تک ہرایک کوشیراز کی قسمت پررشک آتا تھا جسے اچھی تعلیم حاصل کرنے کا موقع بھی مل رہاتھااور خاندان کی سب سے

خوبصورت لڑی بھی اس کی بیوی بننے والی تھی کیکن اس امتحان میں کامیا بی نے یک دم ہرا یک کوزینب کی قسمت پررشک کرنے پرمجبور کر دیا تھا۔ وہ ستقبل میں''افسر'' بننے والے خاندان کے پہلے مرد کی بیوی بننے جارہی تھی۔اس کا مستقبل اس محلے سے باہر کسی بہت او نچی ، بہت بہتر جگہ پرنظر آر ہاتھا اور جس مرد کا ساتھ اس کو ملنے والاتھا، وہ اس پر جان چھڑ کتا تھا۔ زینب کے علاوہ شیراز کو کچھ نظر نہیں آتا تھا۔اس سے بدتر حال زینب کا تھا۔

> اور بیسب کچھ محلے اور خاندان میں کسی سے ڈھکا چھپانہیں تھا۔ صحیب میں سے میں اس میں اس میں میں اس میں میں میں ہوگا

۔ وہ حن کا درواز ہبند کر کے واپس باور چی خانہ میں آ گئی۔رہیے ابھی وہاں بیٹھی ناشتہ کررہی تھی۔نہنب نے تواچو لیے پرر کھتے ہوئے رات

"شیراز بھائی کے لیے بنار بی ہو؟"

''جب تمہیں پتا ہے تو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟''نینب نے بڑے انہاک سے پراٹھا بناتے ہوئے اسے دیکھے بغیر کہا۔ ان کے گھر میں مہینے میں ایک بار قیمہ پکتا تھا اور زینب اپنے جھے کا قیمہ نکال کرر کھ دیتی پھروہ اگلی میے شیراز کے لیے قیمے والا ایک پراٹھا بنا کرا سے دے آتی۔ بیروٹین اٹنے عرصے سے جاری تھی کہ رہیعہ کوٹھیک سے یا دہمی نہیں تھا۔ ہاں ،اسے بیضرورا حساس تھا کہ وہ عید قربان کے سواپورا

سال فیمے کے ذاکقہ سے نا آشناہی رہتی تھی۔رہیداس کی اس روٹین کونہیں بدل سکتی تھی۔ یہ وہ جانتی تھی۔ چنانچہاس نے اپنے جھے کے سالن کو ہمیشہ باخٹنے کی کوشش کی مگر زینب اس پر بھی تیار نہیں تھی۔

ه ی و ای تردیب ای کی کاردی ی در

"میں اپنا حصہ لے چکی ہمہارا حصہ کیو<mark>ں اوں؟"</mark>

'' کیا فرق پڑتا ہے؟ تم بہن ہومیری۔'' رہیعہاہے قائل کرنے کی کوشش کرتی۔'' اپنا حصہ مگلیتر کو کھلا آتی ہوتو کوئی ہرج نہیں ،اگر

میرے حصے میں ہے کچھ لےلو تمہارا بھی تو دل جا ہتا ہوگاتم بھی پیخود کھاؤ۔''

''جب شیراز ہر بارمیرے حصے کی کوئی چیز کھاتے ہیں تو مجھے بغیر کھائے بھی اس چیز کا ذا کقیمحسوں ہوتا ہے۔اوراس ذاکقے سے زیادہ اچھا ہوتا ہے جو میں اسے خود کھا کرمحسوں کرتی ، مجھے تو تبھی خیال بھی نہیں آتا کہ میں یہ پراٹھا ان کو کھلا آتی ہوں ،خودنہیں کھاتی۔''اس کے پاس سیدھا جواب ہوتا تھا۔

''اللّٰد کاشکر ہے،عمران کویت میں ہیٹھا ہوا ہے، ورنہ تمہاری حرکتیں دیکھے کراگر وہ بھی مجھ سے فرمائش شروع کر دیتا کہ میں بھی اسے اس طرح اپنے حصے کے قیمے والے پراٹھے بنا بنا کرکھلا وَں تو میں کیا کرتی ۔ میں تو تمہاری طرح قیمہ کھائے بغیرنہیں رہ سکتی۔''

ربید نداق اڑانے والے انداز میں اپنے ہونے والے متکیتر کا حوالہ دے کر کہتی۔ اس کی بات بھی اپنے خالہ زاد کے ساتھ طےتھی لیکن نینب کے برمکس وہ اس طرح عمران پر فندانہیں تھی۔ نہ ہی زینب کی طرح عمران کا نام ہروقت اس کی زبان پر ہوتا تھا۔ وہ فطر تألا پر واتھی۔ زینب فطر تأ

بے حد حساس۔

''میری سمجھ میں تو ایک بات نہیں آتی ۔ شیراز بھائی نے بھی پنہیں کیا کہ پراٹھے کے دو حصے کر کے آدھا تمہمیں دے دیں۔سارا خود کھا تر بعیہ''

ربیدقدرے نداق اڑانے والے انداز میں بولی۔

'' ہمیشہ وہ مجھے کھانے کا کہتے ہیں، میں خودنہیں کھاتی۔ایک جھوٹا ساتو پراٹھا ہوتا ہے۔ میں بھی کھانے بیٹھ جاؤں گی تو وہ کیا کھا ئمیں گے۔'' زینب نے بےحد برامان کرکہا۔

"اور پھر تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تم خوانخواہ......

ر بیعہ نے اس کی بات کاٹ دی۔''جہیں یاد ہے جب شیراز بھائی چھوٹے ہوتے تھے، تب بھی تمہاری چیزیں لے کر کھا جایا کرتے تھے۔'' ''میںخوددیتی تھی انہیں۔''زینب نے اور برامانا۔ ''ان کے مانگنے پر۔''رہیےہ کواسے ٹنگ کرنے میں مزہ آ رہاتھا۔ "جنہیں، مانگنے ہے بھی پہلے۔" زینب نے بساختہ کہا۔ ''اسی وجہ سے تو عا د تیں گرگئی ہیںان کی ۔'' رہیعہ نے اسے مزید چھیٹرا۔ "تم ایے ٹمیٹ کی تیاری کرواور فضو<mark>ل باتیں مت کرو۔"</mark> نین نے براٹھاتوے سے اتارتے ہوئے اس بارقدر سے زیادہ ناراضی سے کہا۔وہ ابٹرے نکال رہی تھی۔ "تم خودتو کم از کم ناشته کرے جاؤ۔" ربیعه کو یک دم خیال آیا۔ ' نہیں میں آ کر کروں گی۔ آج تو گھریر ہی ہوں۔'' "اورآؤ كىكب؟" ''میں ابھی آ جاتی ہوں۔زیادہ در نہیں لگے گی مجھے۔'' "شراز بھائی جانے سے پہلے یہاں سے ہوکر جائیں گے نا؟"ربیدنے باور چی خاندسے باہراس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔ '' پتانہیں، پوچھوں گی۔امی تو گھریر ہیں نہیں۔وہ ہوتیں تو پھر ضرور آتے۔'' '' خیر، آتے تو وہ صرفتم ہارے لیے ہیں یہاں، ورنہ چیا، خالہ یاان کے دوسرے بچوں میں انہیں کوئی دلچین نہیں ہے۔'' ربید کی بات پراس نے مکدم بلیٹ کراس کو گھورا۔ ''احِما.....احِما..... بِيسَ آخرى بات تقى ''ربيعه نے جلدی سے کہا۔ ''سلمان کوناشتہ دے دینا۔'' زینب کو یکدم کالج کے لیے تیار ہوتے ہوئے سلمان کا خیال آیا۔ "شكر ب، اوكول كو" بهائى" كالجمى خيال آيا-" ر ہیعہ نے مدعم آ واز میں کہا۔زین نے یوں ظاہر کیا جیسے اس نے سناہی نہ ہو۔وہ حن کا دروازہ یار کرگئی تھی۔

"لبى عمر بن يى كى ماشاء الله دا بھى نام لےرہے تھے تمہار ااور تم آگئيں۔"

نسیم نے زینی کو بیرونی دروازے سے اندر صحن میں آتے و کیھتے ہی بے ساختہ کہا۔ وہ صحن میں ہی بیٹھی کپڑے دھور ہی تھیں۔ درواز ہ

نزهت نے کھولاتھا۔

''میرانام کیے لے لیا خالہ آپ نے؟''زینی نے بے اختیار مسکرا کر کہا۔

''ارے تمہارا نام تو دن رات لیاجا تا ہے اس گھر میں۔میری اکلوتی بہو کا نام نہیں لیا جائے گا تو اور کس کا لیا جائے گا۔''نسیم نے بے حدییار سے اپنی بھانجی کے مسکراتے ہوئے چہرے کی دل ہیں دل میں بلائیں لیس۔

'' ہاں بھی ،امی کوتوبس اکلوتا بیٹا اور اکلوتی بہوہی یا درہتی ہے۔ ہمارا تو کسی گنتی میں شارنہیں ہے۔''

شیراز کی جھوٹی بہن نزمت نے مصنوعی ناراضی سے کہا۔وہ اور زینب تقریباً ہم عمرتھیں ،اس لیے شیراز کی باقی دونوں بہنوں کی نسبت ان دونوں کے درمیان آپس میں زیادہ بے تکلفی تھی۔

''ہاں بھی ایہ تو ہے۔خالہ کوذکر تو بس ہمارا ہی کرنا چاہیے۔آخرہم ہی نے تو رہنا ہے خالہ کے پاس یم سب نے تو چلے جانا ہے یہاں سے۔' زین نے بھی اسی انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔وہ ابھی تکٹرے ہاتھ میں لیےٹل کے پاس بیٹھی کپڑے دھوتی نسیم کے پاس کھڑی تھی۔ ''انٹانہیں ہوتا کہ ایک باراس کو بیٹھنے کا کہد دے۔وہ بے چاری برتن اٹھائے کھڑی ہے۔نہ برتن ہاتھ سے لے رہی ہے، نہاس کو بیٹھنے کا کہدر ہی ہے۔مجال ہے بچھے بھی عقل آجائے۔''نسیم نے کچھنا راض ہوتے ہوئے بیٹی سے کہا۔

''نہیں نہیں خود باور چی خانے میں رکھآتی ہوں۔سامنے آپنظر آئیں تو آپ کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔اس میں نزہت کا کیا قصور۔'' زینی نے جلدی ہے کہا۔

'' کیا لے کرآئی ہو؟''نزہت نے پوچھا۔

''شیراز کے لیے ناشتہ لے کرآئی ہوں۔''

'' پھرتواندر کمرے میں ہی لے جابیٹا! بس نز ہت بنانے ہی والی تھی اس کا ناشتہ''نسیم نے کہا۔ ''

''وه جا گے ہوئے ہیں؟''زین چونگی۔

" ہاں ہاں تیاری کرر ہاہے جانے کی ۔ ابھی ضیابھی ال کر گیا ہے اس ہے۔"

"اچھا پھر میں لے ہی جاتی ہوں۔ فیے کا پراٹھا ہے۔ ابھی گرم ہی ہے بہتر ہے فوراً کھالیں۔" زینی نے اندر کمرے کی طرف جاتے

ہوئے کہا۔

شیرازا ہے بیک میں کچھ کتابیں رکھ رہاتھااوروہ پہلے ہی باہر صحن میں زینی کی آ وازین چکاتھا۔

'' تو زینب بی بی کو جمارا خیال آ گیا۔'اس نے زینب کے اندرواخل ہوتے ہی کہا۔ زین مسکراوی۔وہ یہ جملہ سننے کی عاوی تھی۔

''سلامنېيس كيا،حالنېيس پوچھا۔سيدھا گله۔''

اس نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ شیراز جواب سننے کاعادی تھا۔ وہ سکرا کر بیگ رکھتے ہوئے کری تھینچ کراس تپائی کےسامنے بیٹھ گیا۔

''چلوقسمت میں اور کچھ نہ ہی ، زین کے ہاتھ کا پراٹھا تو ہے ہی ۔''اس نے لقمہ تو ژکر مندمیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''کب جارہے ہیں؟''زنی نے دوسری کری پر بیٹھتے ہوئے یو چھا۔

" ہاںاور کب واپس آئیں گے؟"

''وہ بھی حمہیں پتاہے زینی!''شیراز نے لا پروائی سے کہا۔''آ جاؤں گا دودن میں ۔''

اس نے اگلالقمہ تو ڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر ٹھٹک گیا۔زنی نے اپنی قبیص کی آستین کلائی سے پچھاو پر کرتے ہوئے بائیس ہاتھ میں پہنی ہوئی سونے کی دوچوڑیاں اتار کراس کے سامنے تیائی پرر کھ دی تھیں۔

'' یہ کیا ہے؟''شیراز نے بے حد ہکا بک<mark>ا ہوکراس سے پوچھا۔</mark>

'' بیسونے کی چوڑیاں ہیں۔ میں نے شادی کے لیے بنوائی تھیں ٹیوٹن کے پیپیوں سے۔ آپ کودس ہزاررو پوں کی ضرورت تھی۔اسے تو مل ہی جائیں گے۔'اس نے سادہ لہجہ میں کہا۔

شیراز نے ابھی کل ہی اس ہے کچھ رقم ما نگی تھی مگرزینی کے پاس اتن رقم نہیں تھی۔اس ہے پہلے بھی شیرازا کثر اس ہے رقم لیتار ہتا۔ بہھی وہ ا ہے لوٹا دیتا اور بھی زینی اس ہے واپس نہیں لیتی تھی۔ یہ پہلی بارتھا کہ شیراز کو دس ہزاررو پے کی ضرورت پڑی تھی۔ وہ اسے چندون دیتا تو شایدوہ اے کہیں نہ کہیں ہے رقم مہیا کر دیتی ۔ مگرایک ہی دن میں دس ہزاراوراس پرشیراز کی بیخواہش بھی تھی کہ وہ ضیا ہے یا گھر میں کسی دوسرے ہے

''گرشیراز!میرے پاس تواتنے رویے نہیں ہیں۔ابو کے کچھ روپے پڑے تھے گر چنددن پہلے ہی انہوں نے مجھ سے لے کراپنے کسی ووست کو قرض کے طور پر دیے ہیں۔میرے پاس پندرہ سورو ہے ہیں۔وہ آپ لے لیں۔''زینی نے بےحد پریشان ہوکر کہا۔

'' دنہیں، پندرہ سوسے میرامسئلہ کنہیں ہوگا۔اس ماہ ٹیوشنز نہیں کیں میں نے۔انٹرویو کی تیاری کرتار ہا۔او پر سےابوبھی معطل ہوگئے۔ بچھلے ماہ کے بلز ابھی تک ادانہیں کیے۔اس ماہ بھی نہیں ہوں گےتو بجلی اورسوئی گیس دونوں کٹ جائیں گے۔ میں حیابتا تھاا یک سوٹ اور جوتا لے اوں انٹرویو کے لیے پھراسلام آباد آنے جانے اور وہاں رہنے کے لیے پیسے جا ہیں۔"

وه بے حد پریشان نظر آر ماتھااورزین اس کو پریشان دیکھ کراس سے زیادہ پریشان تھی۔

''میں ابو ہے کہتی ہوں ، وہ کچھا نظام کردیتے ہیں۔''

' دنہیں، چھاسے مت کہنا۔''شیراز نے بےاختیاراسے ٹو کا۔''میں کہیں اور سے دیکھا ہوں۔''

اس نے اس سے کہدکر بات بدل دی تھی مگرزین اس کی پریشانی کوذہن سے نہیں تکال سکی۔رات کواسے ان چوڑیوں کا خیال آیا تھااور یک دم جیے سارا بوجھاس کے کندھوں سے اتر گیا تھا۔وہ چوڑیاں بنوانے کے لیے پچھلے دوسال سے ٹیوشنز کے پیپوں کو بچار ہی تھی اوراب دوسرے دن وہ آنہیں کے کراس کے ماس موجود تھی۔

''آپانبیں چے دیں۔''وہ رسانیت سے کہدر ہی تھی۔

'''نہیں زینی! میں پنہیں کرسکتا۔''شیرازنے بےساختہ کہا۔'' بیتمہاری ہیں۔''

'' آپ کے اور میرے بیج تمہار ااور میرا کب ہے ہونے لگا؟''زینی نے بے حدیر امان کر کہا۔

' د نہیں زینی! میں' زینی نے اس کی بات کا ہے دی۔

''آپنبیں لیں گے تو بھی میں ادھر ہی جھوڑ کر جاؤں گی زینب کی جو شے آپ کے کام نیر آئے ،وہ زینب کے کس کام کی۔'' میں مار میں نیر میں ادھر ہی جھوڑ کر جاؤں گی زینب کی جو شے آپ کے کام نیر آئے ،وہ زینب کے کس کام کی۔''

شيراز چند لمحے بول نہيں سکا۔

''اور سیبھی رکھ لیس، پندرہ سورو پے ہیں۔'اس نے اپنی مٹھی میں جینچے پانچ سو کے تین بالکل مڑے تڑے نوٹوں کو تپائی پر چوڑیوں کے

پاس ر کھ دیا۔

"ناشته کریں ۔ بیٹ شدا ہوجائے گا۔" زینی کویک دم فکر ہوئی ۔

مگرشیرازمسلسل چوڑیوں کودیکھ رہاتھا۔ کسی نے یک دم جیسے اس کے سر کا بوجھ ملکا کردیا تھا۔ ایک نیا جوڑا ، ایک نی ان کی ، ایک نیا جوتا ، بجلی

کے بلوں کی ادائیگی،گھر میں آنے والا کچھراشن،اسلام آباد کا کراہی،ر ہائش،کھا نا، پینا۔وہ چوڑیاںسب کچھیں۔وہ واقعی زینب کا بےحد مشکورتھا۔ ''سید جمہ میں ہوں'' میں نیاست میں کا ا

'' کیاسوچ رہے ہیں؟''زینی نے اسے چونکایا۔

''تم یا در کھنازینی! میں تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔''شیراز نے بے حد شجید گی ہے کہا۔

''احسانوں کے بدلے تب چکائے جاتے ہیں، جب تعلق تو ڑنا ہو۔ جہاں محبت ہو، وہاں احسان کیا جا تا ہے اوراحسان رکھا جا تا ہے۔'' میں کی است کا ساک کا

زین نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''میں جب سول سروس جوائن کرلوں گا تو اپنی پہلی تخواہ ہے تہہیں چوڑیاں بنا کردوں گا۔ساتھ کچھ قرض لوں گا اور دونہیں چھ چوڑیاں بنا کردوں گا۔''اس نے بےصد جذباتی انداز میں کہا۔

"ميرے ليے آپ كاساتھ كافى ہے۔زيوركى كوئى بات نہيں محبت باقى دبنى چاہيے۔"زينى نے مسكراتے ہوئے اس سے كہا۔

''زیوربھی ضروری ہوتاہے۔''شیرازنے اپنی بات پرزور دیا۔

''نینب ضیائے لیے نہیں۔''زینی نے بےساختہ کہا۔

''ہاں،نینبخود ہرزیورہے قیمتی ہے۔''شیرازنے بےاختیار کہا۔

وہ اس کی بات کھلکھلا کرہنس۔ 'عیائے لاتی ہوں آپ کے لیے اور آپ باتیں بند کر کے ناشتہ کریں۔''

زین نے ایک بار پھراس کی توجہ ناشتے کی طرف مبذول کروانے کی کوشش کی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔شیراز نے چوڑیاں اٹھا کر دیکھیں،وہ

بے حد ہلکی تھیں مگراس کو یقین تھا، وہ اس کے اس ماہ کے تمام مسائل کاحل نکال سکتی تھیں۔اسے زینی پر بےاختیار پیارآیا۔وہ واقعی بہت خوش قسمت تھا۔اس نے بے حدیر سکون انداز میں پراٹھے کی طرف ہاتھ بڑھایا، تب ہی اسے یادآیا،وہ ہمیشہ کی طرح زینی کو کھانے کی دعوت دینا بھول گیا تھا۔اس نے سوچا کہ وہ اس کے لیے کچھ پراٹھا چھوڑ دے گامگر پراٹھاا تنالذیذتھا کہ وہ ہاتھ نہیں روک سکا۔ جب تک وہ واپس آئی، وہ پراٹھاختم کرچکا تھا۔ زین نے خالی پلیٹ کو بے حدخوثی سے دیکھتے ہوئے یانی کا گلاس اس کے سامنے رکھ دیا۔

\$\$\$

وہ فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے پینل کے سامنے پچھلے ہیں منٹ سے موجود تھا۔ بورڈ کے ممبرز نے اس سے ہر موضوع پر سوال کیے تھے۔اس کے سجیکٹ سے لے کر کرنٹ افیر زتک ، جیوگرافی سے ہسٹری تک ،اسپورٹس سے اس دن کی مین ہیڈ لائٹز تک۔

وہ شینی انداز میں جواب دے رہاتھا۔ پراعتاد انداز میں بے حدروانی ہے، بغیر کسی جھجک اور پریشانی کے۔وہ ان کی باڈی لینکو کج اور چبرے کے تاثرات سے بتاسکتا تھا کہ وہ اس سے متاثر ہور ہے تھے اور بیا حساس اس کے اعتاد کواور بڑھار ہاتھا۔وہ اندر جاتے ہوئے جتنا ثینس تھا، میں منٹ گز رنے اورا پی اس طرح کی پرفارمنس کے بعد بے حدمطمئن ہوگیا تھا۔

گراہے انداز ہنبیں تھا کہ دہاں پراس ہے کوئی ایساسوال پوچھا جائے گا جس پر دہ اٹک جائے اور دہ سوال پوچھ لیا گیا تھا۔اور اب دہ چند لمحوں کے لیے گنگ چئیر مین کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جس پر بردی عجیب ہی مسکراہٹ تھی اور ایسی ہی مسکراہٹ بورڈ کے دوسرے ممبرز کے چہروں پڑتھی۔ '' کیوں ہشکل سوال ہے؟'' چیئر مین نے اس کی فائل بند کرتے ہوئے انگریز ی میں پوچھا۔ بیانٹر ویو کے اختیام کا اشارہ تھا۔

شیراز نے مسکرانے کی کوشش کی۔وہ اب انٹرویو کے اختتا می چند منٹوں میں اس سے پچھ غیرر سی تھے گئے گئے تھے۔اس کے ایک دو جوابات پر چئیر مین نے چندریمار کس دیے اور ان ریمار کس پر کمرے میں پچھ قبق ہوں کا تبادلہ بھی ہوا تھا۔ ماحول اچا تک بے حد بے تکلف اور خوشگوار ہو گیا تھااورای ماحول میں بورڈ کے ایک ممبرنے اس سے یو چھا۔

'(تمہاری زندگی کا اثاثہ کیا ہے؟) "What is your most valuable asset in life"

شیرازنے بے ساختگی سے جواب دیا۔

"My intelligence" (میری ذبانت)

''No 2?' (دوسرے نمبر پر؟)ای ممبرنے دوبارہ پوچھاتھا۔

شیرازنے اس روانی سے کہا۔

(میراتعلیمی ریکارؤ) "My academic record"

"No 3?" (نمبرتین) ای ممبرنے ایک بار پھر پوچھا۔

شیراز کے پاس جوابات کی کمی نہیں تھی۔

"My ambition" (میرامقصد)

"No 4?" (نمبر حار) بورڈ کا وہمبر جیسے اب اسے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

www.urdunovelspdf.com

"My passion for my ambition" (اینے مقصد کے لیے میراحمل) "(نمبريانچ) No 5?"

اس بار پوچھنے والا دوسراممبرتھا۔ بورڈ کےسب ممبرزاب اس کے ساتھ جیسے کوئی کھیل کھیلنے میں مصروف ہوگئے تھے۔ شیراز کے انداز میں تبدیلی نہیں آئی۔

"My practicality"

"آپ نے اینے اثاثوں میں محبت یا اپنی قیملی کاذ کرنہیں کیا؟"

اس بار بورڈ کے چیئر مین نے جیسے اسے کچھ جتانے والے انداز میں کہا۔ شیرازنے ہےساختہ کہا۔

"Comes at No.6" (وه نمبر چهريرا تاب)

چیئر مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

'Which one? love or family''(کون ی چیز محبت یا فیملی؟) شده منه

شیرازنے جواب دیا۔

"Both" دونول ـ

"Ary you engaged?"

شیراز نے ہلکی ی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"Yes sir. I am engaged." (جی سر!میری مثلنی ہو چکی ہے۔)

(کسی اوافیر کے نتیج میں؟) As a result of some love affair?

چیئر مین کاانداز برقرارتھا۔

(بی دومیری کزن ہے) Kind of. She is my cousine.

"(تم اس کو کیوں جاتے ہو؟)" Why do you love her?"

شیرازنے بےساختہ کہا۔

"She is very pretty." (وہ بہت خوبصورت ہے)

"So is that the only reason" (صرف اس وجدسے؟) چئر مین نے یو چھا۔

اس بارشیراز پہلی بارالجھا۔سولاات اتنے سید ھےاور سادہ نہیں تھے جتنے وہ مجھ رہاتھا، وہ اب اس سے پچھاورا گلوانے کےموڈ میں تھے۔

'No, there are many others''('نہیں کیچھاور بھی وجوہات ہیں۔) چیئر مین نے استہزائیا نداز میں کہا۔''Like''(مثلاً) ''سیاد کا مصاد میں مصاد میں مصاد میں مصاد میں مصاد میں مصاد کا کا ہے۔'

''She is caring, loving, honest, loyal, sincere and selfless ''شیراز نے بے صدیجے تلے انداز میں زینی کی خوبیال گنوا کیں۔ بیدوہ خوبیال تھیں جو صرف وہ نہیں ، زینی کو جاننے والا کوئی بھی شخص گنوا ویتا۔ اس کے جواب نے چئیر مین کی مسکرا ہے کہ کی خوبیال گنوا کی ہیں گئی کردیا تھا۔ شیراز اب اس سے اگلے سوال کی توقع کررہا تھا اور اس نے بالآخروہ سوال کردیا تھا جس نے چند کھوں کے لیے شیراز کو گئگ کردیا تھا۔

What will you prefer? A beautiful woman with all these qualities or a beautiful woman with loads of cash?

(احچھابیہ بتاؤ کہتمہاری ترجیح کیا ہوگی ایک خوبصورت عورت ان تمام خوبیوں کے ساتھ یا ایک خوبصورت عورت کروڑوں کیش کے ساتھ۔) پورے انٹرویو میں اس نے پہلی ہارتو قف کیا تھا۔ پھراس نے اپنے سامنے پڑا ہوا پانی کا گلاس اٹھا کر پانی کا گھونٹ لیا۔ چیئر مین اورممبرز نظر وں اور مسکرا ہے ان کا تاوا ہوا

ے درمیان نظروں اورمسکرا ہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ اس وفت پہلی بارشیراز کواحساس ہوا کہ وہ ان فارل گفتگو کے دوران بہت بُری طرح جا پھنسا ہے۔وہ اس کے لیےان فارل گفتگونقی وہ

میز کے دوسری جانب بیٹھے ہوئے لوگوں کے لیے ان فارمل نہیں تھی۔وہ پہلے سوال کے جواب سے پینسا تھا۔دوسرا تیسرا، چوتھا، پانچواں جواب اسے اور پینساتے گئے تھے۔وہ اس کالاشعور تھا جواس وقت بول رہا تھا مگراب وہ کلمل طور پر ہوشیار ہو چکا تھا۔

محبت یا خاندان کو چھٹے نمبر پرر کھ کراور ذہانت ،تعلیمی ریکارڈ ،Ambition, passion اورPracticality کوسر فہرست رکھنے کے بعد وہ جانتا تھا کہ وہ کسی عورت کا انتحاب کرے گا تو وہ اس کی جان ان سوالوں ہے چھوٹ جائے گی۔وہ بالآ خر جواب دینے کے تیار ہو گیا تھا۔وہ اس جواب کو اس وقت نیا تلاسمجھ رہا تھا گر کمرے سے نکلتے ہوئے ایک بار پھراپنے دل میں وہ سوال دہراتے ہوئے اسے یک دم احساس ہوا وہ وہی

> جواب تھا جو چئیر مین کے سوال پو چھنے پر ہےا ختیاراس کے ذہن میں آیا تھا، وہ عورت اس کا لاشعوری انتخاب بھی تھی۔ ''مسٹرشیرازا کبر! آپ انتخاب میں جتنی دیرلگارہے ہیں۔اتنی دیر میں تو دونوں عورتیں چلی جا کیں گی۔''

بورڈ کے ایک ممبر نے ہلکی ی خوش مزاجی کے ساتھ کہا، چیئر مین اور دوسر ہے مبرز ہاکا سابنے۔ شیراز مسکرایا۔ پھراس نے بے صداعتا دسے کہا۔ ''ہاں۔ گرایک عورت کے ساتھ میں بھی ہوں گا۔''

م "اوروه کون می عورت ہوگی؟"

چیئر مین نے بے حدد کچپی کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ تحریری امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد انٹرویو سے گزرنے والا آخری امیداوار تھا۔ اور شیراز کے علاوہ وہاں بیٹےا ہرخض جانتا تھا کہ وہ کپلی دو یوزیشنز میں سے کسی ایک پوزیشن کے لیے مضبوط ترین دوامیداروں میں سے ایک تھا۔ مقابلے کے اس امتحان کے نتیج میں چئیر مین کا ہر سال شیراز اکبر کے Caliber (معیار) کے کسی نہ کسیلف میڈنو جوان سے سامنا ضرور ہوتا تھا۔ گر پچھلے چار سالوں میں کبھی ایک بار بھی اس کے طبقے سے تعلق رکھنے والا کوئی لڑکا ہی ایس ایس کے امتحان میں ٹاپ نہیں کر سکا تھا۔ اس کے باوجود کہ پہلی دو بوزیشنز کے درمیان چند مارکس سے زیادہ کا فرق نہیں ہوتا تھا۔ اوران چند مارکس کا فرق بمیشہ چئیر مین کی وجہ سے بی پیدا ہوا تھا۔ ہر بارشیراز جبیہا کوئی نو جوان کسی ایک آ دھ جواب کی وجہ سے مارکھا تا تھا۔ اس بارشیراز اس پوزیشن میں تھا اور چئیر مین کی خواہش تھی کہ اس باردوسری پوزیشن میں تھا اور چئیر مین کی خواہش تھی کہ اس باردوسری پوزیشن پرآنے کی روایت ٹوٹ جائے ۔ اوراسے یقین تھا وہ روایت ٹوٹ جائے گی۔ وہ اس کا فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے چیئر مین کے حکور پرآخری سال تھا اور شیراز ان پچھلے چاروں سالوں کے امیدواروں سے زیادہ مضبوط پوزیشن میں سامنے آیا تھا۔ چئیر مین کو یقین تھا اس بار روایت ٹوٹ جائے گی۔

'' تومسٹرشیرازا کبر! کون یعورت ہوگی وہ؟'' چئیر مین نے بالآ خرمسکراتے ہوئے یو <mark>جھا۔</mark>

www.urddhovelspdf.com,

زینب کی آئکھیں ہےا ختیار جیکئے گلی تھیں۔رشک افخر ،غرور ،محبت ، مان کیانہیں تھااس چیک میں۔

وہ اس وقت شیراز کے سامنے اس کے گھر میں بیٹھی تھی۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسلام آباد سے آیا تھا اور زینب جیسے اڑتی ہوئی اس کے پاس گئے تھی وہ جائے پینے ہوئے اسے انٹرو یوکی روداد سنار ہاتھا۔اوراس آخری سوال کی۔

'' پھر کچھاور پوچھاانہوں نے؟''زینب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

‹‹نہیں.....کیے پوچھتے؟ میراجواب بالکل ٹھیک تھا۔''

شیراز نے کری کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔ زینب اس کی بات پرمسکرائی اسے نخرتھا کہ وہ اس کا تھا۔اور بی نخر خواہ مخواہ تونہیں تھا۔

> ''بہتم اب دعا کرنا کہ بہت اچھی پوزیشن آئے میری۔ مجھے تمہاری دعا پر بڑا یقین ہے۔''شیراز نے اس سے کہا۔ ''بہت اچھی کیوں؟ میں تو دعا کروں گی ،آپ کی پہلی پوزیشن آئے۔ باقی سب بہت پیچھے ہوں آپ سے۔'' زینب نے بے حدمجت سے اس کے چہرے کود کیھتے ہوئے کہا۔

شیراز بےاختیار ہنیا۔'' چلوٹھیک ہے، بید عاہی کرلینا۔ پرٹاپ کرنا آسان نہیں ہوتازینی۔ وہاں سب بڑے قابل ہوتے ہیں۔' ''ہوتے ہوں گے پر مجھے کسی سے کیا۔ مجھے کون سافیڈرل پلک سروس کمیشن کے چئیر مین سے پچھے لیما ہے۔ مجھے تواللہ سے دعا کرنی ہے۔''زینی نے سامنے پڑی تپائی پرد کھے برتن سمٹینے شروع کردیے۔

'' ہر چیز دعاؤں سے نہیں ہوتی زین!''شیراز یک دم سجیدہ ہوگیا۔

"میرے لیے تو ہوجاتی ہے۔"نینب نے بے حد سادہ لیجے میں کہا۔" نہ بھی ہو مجھے تو عادت ہے دعا کرنے کی میں بیعادت نہیں چھوڑ سکتی۔" "کون کہدر ہاہے عادت چھوڑنے کو میں تو تمہیں ویسے ہی بتار ہاہوں۔" "آپ بھی نماز پڑھا کریں۔"نینب نے ہمیشہ کی طرح تا کید کی۔

'' مجھے کیاضرورت ہے ہم ہونامیری جگہ نمازیں پڑھنے کے لیے۔'شیراز نے لاپروائی ہے کہا۔وہ اس کی اس بات کواس طرح نداق میں اڑایا کرتا تھا۔

''نماز دعاکے لیے پڑھتے ہیں اور جب میرے لیے دعا کرنے والی ہےتو پھر مجھے کیا ضرورت ہےنماز پڑھنے کی۔''شیراز کی می^{منط}ق اس نے بہت بارسیٰ تھی۔

" ہاں۔ میں تو کرتی ہوں۔ آپ کے لیے دعا۔ لیکن مجھی آپ خود بھی تو نماز پڑھ کردعا کیا کریں۔"

''اب یا تو میں اپنے گھر کے مسئلے حل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرلوں یا پھر پانچ وفت کی نماز پڑھلوں۔ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ نہیں کر

سکتامیں۔''

' ''آپکو پتاہے نماز فرض ہے۔اور جونہ پڑھے بہت گناہ ہوتا ہےا۔'' بیزینب کی سب سے بڑی دھمکی تھی۔

''احچھا؟ مجھےتو پتاہی نہیں تھا۔ساری اسلامی معلومات تو صرف زینب ضیاکے پاس ہی ہوتی ہیں۔اب میرے جیسے کم پڑھے لکھےآ دمی کوکیا پتا کہ نماز فرض ہےاور نہ پڑھنے ہے گناہ ہوتا ہے۔''

> اس نے جائے کا کپ ٹیبل پرر کھتے ہوئے نداق اڑانے والے انداز میں کہا۔ '' نداق نداڑائے شیراز'' زینب نے تھوڑ اسابرا مانتے ہوئے کہا۔

''نماز پژهناا تناضروری تھا تو پھرالٹدکو چاہیےتھا، وہ میری زندگی کو پچھآ سان بنا تا۔اسے چھوٹی بڑی ضرورتوں اورحسرتوں کا مجموعہ نہ

بنا تا مبح آٹھ بجے سے رات دیں بجے تک ٹیوشنز پڑھا تا ہوں میں تین سے چار گھنٹے ہرروز بسوں اور ویکٹوں کے دھکے کھا تاسفر کرتا ہوں رکسی ایک گھر میں سمینہ نئے میں مرک میں میں میں میں اور میں تین سے چار گھنٹے ہرروز بسوں اور ویکٹوں کے دھکے کھا تاسفر کرتا ہوں رکسی ایک

جگەدومنٹ دىرىسے پېنچوتوب بھاؤ كى سنتا ہوں۔

کٹی بارکھانا کھانا مجھے یا دہی نہیں رہتا۔اور کئی بار کسی بس یا ویکن میں کھڑے کھڑے کھانا کھا تا ہوں۔اورتم مجھے بتار ہی ہو کہ پانچ وقت کی نماز پڑھنا کتنا ضروری ہے۔'' وہ بات کرتے کرتے تکنح ہوگیا تھا۔

''اب یا تو میں نماز پڑھاوں یا پھرکام کرلوں ہے اس لیے عبادت کرتی ہو کیونکہ میری طرح تمہارے سرپر ذمہ دار یوں اور مسائل کے پہاڑ
لدے ہوئے نہیں ہیں۔گھر ضیا چیا کی کمائی سے چل رہا ہے۔ تمہارے سرپر تین تین بہنوں کو بیا ہنے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ پڑھنے کے لیے کالج گئیں
اور پھر آ کر گھر بیٹھ گئیں۔ کیا پتہ کہ مرد کو باہر چار پسے کما کر لانے کے لیے چار سوگالیاں سنی پڑتی ہیں۔ پھر بھی جو کما کر لاتا ہوں ، اس سے پورانہیں
بڑتا۔ ہر مہینے کی نہ کی چیز کے لیے کی نہ کی سے ادھار لینا پڑتا ہے۔ نمازیں بڑھو، عبادت کر داور گھر میں بھو کے بیٹھے رہو۔''

بھی ہزاروں ہاراس کے منہ سے سناتھا۔ وہ اپنے گھر کے مسائل کی وجہ سے بہت پر بیٹان رہتا تھا۔ اورا کثر بات کرتے کرتے گئے ہوجا تا تھا۔ گر زینب کا کو بیا انداز فہیں تھا کہ وہ اس وقت اسے خوشگوار موڈ میں بات کرتے کرتے ہوں ناراض ہوجائے گا۔

کو بیا نداز فہیں تھا کہ وہ اس وقت اسے خوشگوار موڈ میں بات کرتے کرتے ہوں ناراض ہوجائے گا۔

کو بلٹس بنا کر اس کے گھر لائی تھی تو وہ اس سے بڑی خوش مزائی سے ملاتھا چائے بینے اور اس کے ہاتھ کے بنے ہوئے کو اس سے کہوں خوش مزائی سے ملاتھا چائے بینے اور اس کے ہاتھ کے بنے ہوئے کا ان کھاتے ہوئے وہ اس اسے انٹرویو کی تفسیل سنا تار ہا اور وہ بے مدخوش کے عالم میں سنتی رہی۔ اور اب بیک دم اس کی ایک بات پر وہ اس طرح برہم ہوگیا تھا۔ نینب کی ہجھ میں نیس آبیا کہ وہ کیا گرے ہوئے تھے۔

میں نہیں آبیا کہ وہ کیا کرے۔ شیراز کو غصے میں دیکھی کہنے کہ بجائے ہائی برخوں کو تھی ٹرے میں رکھنا شروع کر دیا۔ اس کی آبیکھوں میں آنوا ٹہ شیراز کو عام میں ہوئے کی کوشش کر رہی تھی۔ گریوکشش کا میاب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے چیرے پر نظر ڈالے ہوئے شیراز کو بہت افسوں ہوا۔ بیٹ ٹر رہی ہوگا اس نے زینب کے ہاتھ کوزی سے پاڑلیا۔

'' ہی راض ہوئی ہو؟''

آبیکھوں میں المڈتی نمی کو آبیکھوں سے ہا ہر لے آئے کے لیے اتناہی کا ٹی تھا۔ زینب نے کہا تے ہوئے ہوئی اس کو گھی ہو۔ اس کو کھوں کو گھوں کی سر ہرایا۔ گراس کے گالوں پر اب آنسوؤں کا سیال برواں تھا۔

نظریں جھکائے نفی میں مہلایا۔ گراس کے گالوں پر اب آنسوؤں کا سیال برواں تھا۔

زینب کوانداز ہبیں تھا۔ وہ اتنے اچھے موڈ میں ہوتے ہوئے اس طرح اچا تک غصے میں آ جائے گا۔ جو کچھوہ کہدر ہاتھا، وہ اس نے پہلے

'' پاگل ہوتم ۔ میں نے تمہیں تو تیجھ بھی نہیں کہا۔''شیراز نے تیجھ شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔'' میں توایسے ہی ایک بات کرر ہاتھا۔'' شیراز نے اس کا ہاتھا پنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا، زینب نے جا در کے کونے سے اپنی آئٹھوں اور گالوں کو پو ٹیجھنے کی کوشش کی۔ایک

لمحہ کے لیےاس کی آتھ میں اور گال خٹک ہوئے ،ا گلے ہی لمحے وہاں پھر پانی تھا۔شیرازا کٹر اس سے نداق میں کہا کرتا تھا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتازینی! تمہاری آتھ ہوں میں اتنا پانی کہاں ہے آجاتا ہے۔اتنی جلدی تو برسات کی بارش نہیں ہوتی جتنی جلدی تم

وہ ٹھیک کہتا تھاوہ واقعی چھوٹی جھوٹی باتوں پررونے لگتی تھی۔ٹی وی میں کسی ڈرامہ کے کسیٹر پیجک سین کود کھے کر،کوئی اداس گا ناسنتے ہوئے، کسی کے بلند آ واز میں ناراضی سے پچھے کہددیے پر،اپنی کسی چیز کے نہ ملنے یا گم ہوجانے پر،کوئی چھوٹی موٹی غلطی کردینے پر،کوئی ہلکی سی چوٹ لگ جانے پر۔کسی کی زندگی کا کوئی مسئلہ یا پریٹانی سن کر،زینب کے لیے آنسو بہانا جیسے ہرمسئلے کاحل تھا۔

وہ طبعًا حساس اور رحم دل تھی۔ بیخصوصیات اس کے باتی گھر والوں میں بھی تھیں۔ گمر زینب میں تو ان خصوصیات کا واحد مسئلہ رو پڑنا تھا۔ اس کے اپنے گھر والے اور خاندان کے لوگ اس کی اس کمزوری کو اچھی طرح جانتے تھے۔ گمراس کا نداق صرف شیراز ہی اڑایا کرتا تھا۔ گمراس چیز نے بھی زینب کی اس کمزوری یا عادت پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ''اس طرح کی بانٹیں مت کیا کریں۔''نینب اس کے جملے پر برامان گئی۔وہ اب پٹی سرخ ہوتی ہوئی ناک کی نوک کو چا در سے دگڑ رہی تھی۔ ''اچھاٹھیک ہے نہیں کرتا ۔بس تم رونا بند کرو۔ورنہ میں رات کو سونہیں سکوں گا۔''

شیرازنے اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

" میں بہت براہوں۔ بہت رلاتا ہوں ناتمہیں؟" اس نے بے حد سنجید گی ہے اس سے یو چھا۔

نین نے یک دم نظری اٹھا کراہے ویکھا۔''آپ پھراس طرح کی باتیں کردہے ہیں۔''

اس کی آنکھوں میں نیاسیلانی ریلا آیا۔

"اچھا....اچھا....مین نہیں کرتا ہم اپنے آنسوتو پو چھو۔ "شیراز گھبرایا۔

'' آپ ہاتھ چھوڑیں گے تو پو چھوں گی نا۔''زینب نے بے جارگ کے ساتھ کہا۔ شیراز نے اس کا ایک ہاتھ چھوڑ دیا۔

'' دوسرا بھی چھوڑیں۔خالہ اندر آئیں گی تو کیا سمجھیں گی۔'' زینب نے کہا۔وہ اب اس کے ہاتھ کے کمس کومحسوں کرتے ہوئے جُل ہو

رہی تھی۔

" يېي سمجھيں گى كدان كى بھانجى اى ليے دن ميں بارباريبال كے چكرلگاتى ہے۔"

زینب نے بے حد ناراض ہوکر ہاتھاس سے بے اختیار چھڑایا۔

'' تھیک ہے۔اب میں نہیں آؤں گی۔''وہ چا درسے آنسو پو چھتے ہوئے بولی۔

''لینی میں آ جایا کروں؟''شیرازنے اسے چھیڑا۔

''آپ کی مرضی ،آپ کے چپا کا گھرہے۔''وہ اسی انداز میں بولی۔

'' چچا کا تو مجھے پتانہیں،مگرمیرا ہونے والاسسرال ضرور ہے۔ویسے بیوی کوتبہارے جتنا خوبصورت نہیں ہونا جا ہیے۔''اس نے یک دم

بات بدلتے ہوئے گہراسانس لیا۔

زینب نے اسے گھورا۔" کیوں۔"

''ورنه شو هرتو هرونت بیوی کا چېره بی د کیمتار ہےگا۔''

"تو كيابرائى ب چېره د يكھنے يس؟"

"برائی ہےدوسرے بھی تود کیھتے ہیں۔"

'''خواه مخواه میں مجھے دوسروں کو چپرہ تھوڑی دکھانا ہےا پنا۔''زینب نے بےساختہ کہا۔

«بتہبیں بتاہے جب میں انکم ٹیکس میں چلاجاؤں گا توسب سے پہلاکام کیا کروں گا۔''شیرازنے یک دم بے حد سنجید گی ہے کہا۔

' دختهبین دیکھنے پرٹیکس لگادوں گا۔''

زینب نے بے حد برامان کرٹرے اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔شیراز بھی برق رفتاری سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایخ آپ پر-"اس نے جیے جملہ بوراکیا۔

زینب نے چند کمحے اسے ناراضی سے دیکھا پھریک دم کھلکھلا کرہنس پڑی۔

"میشدالی باتیں کرتے ہیں۔"

''سیدھی ہاتوں کے لیےتم نے بھی موقع ہی نہیں دیا۔''شیراز نے اسے پھر چھیڑا۔ ''بس اب میں نہیں آؤں گی یہاں ،خود ہی آئیں گے۔''وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

''آ کیں گے کیا؟۔ ابھی چلتے ہیں تہارے ساتھ''وہ اب اے زچ کرنے کے موڈ میں تھا۔

"آپ پھرتگ کررہ ہیں مجھے۔"

''تم پھرروناشروع کردو۔''اس نے بےساختہ کہا۔

''ایسے ہی رونا کیوں شروع کردوں۔'' وہ ہےا ختیار کندھے اچکاتے ہوئے کمرے سے باہرنکل گئی۔ یدیدید

'' پھرشیراز نے کیا کہا کون می لڑ کی کا انتخاب کرے گاوہ؟'' رمشہ نے زینب کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

''میں نے پوچھاہی نہیں۔''زینب نے بے حداظمینان سے کہا۔

" کیول؟"

جھینپ جاتی تھی اور رمشہ محظوظ ہوتی۔

" كيونكهاس سوال كاجواب مجھے پہلے ہى بتاہے۔انہوں نے وہى كہا ہوگا جوميں جانتی ہوں۔"

''احچھاا تنایقین ہےاس پر؟''رمشہ نے اسے چھیڑا۔

" ہاں۔ یقین ہے توسب کچھ ہے تا۔" نہنب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ رمشہ کی چھیڑ چھاڑ کی عادی تھی۔

تیسرا پیریڈفری تھااوروہ اس وقت کا لج کے لان میں چہل قدمی کرنے میں مصروف تھیں۔اور جب بھی وہ رمضہ کے ساتھ وہاں چل پھر رہی ہوتی آس پاس سے گزرنے والی لڑکیوں کی رشک بھری نظروں کا مرکز ہوتی۔وہ اس کی عادی ہو پچکی تھی۔زینب ضیا بلاشبہ کالج کی سب سے خوبصورت لڑکتھی۔بعض دفعداس کے پاس سے گزرنے والی لڑکیاں اسے با قاعدہ روک کراس بات کا اظہار کرتی تھیں،زینب ہمیشہ ایس کسی بات پر

"بات منين، آپ صبح اين نظرا تاركر آيا كرين."

آج بھی ایسابی ہواتھا۔ایک جوئیر کلاس کی اڑک نے اسے روک کر بڑے جھکتے ہوئے انداز میں اس سے کہاتھا۔

''آپ کے چہرے پر بروانور ہے۔ مجھے لگتاہے بہت عبادت کرتی ہول گی آپ۔''نینب اور رمشہ مسکراتے ہوئے اس کی بات سنتی رہیں۔ ''آپ بس اپنی نظرا تارکر آیا کریں۔''

وہ کچھ دیران کے پاس رک کر باتیں کرتی رہی ایک بار پھراہے ہدایت کر کے گئی۔

"ابشیراز کوالیی بیوی کہاں ہے ملے گی۔جس پر مرد تو ایک طرف عورتیں بھی عاشق ہوتی پھریں۔خوش قسمت تواصل میں تمہارامتگیتر

ہنیب۔''

رمعہ نے اس لڑکی کے جاتے ہی دوبارہ چہل قدمی شروع کرتے ہوئے کہا۔زیب ہنس پڑی۔

کالج کے گراؤنڈ میں دورایک حصیمیں ایک کو کنگ محسیسیٹیشن کا افتتاح ہور ہاتھا۔ کسی سرکاری افسر کی بیوی مہمان خصوص کے طور پر مدعوتھی ۔ رمشہ اور زینب کچھ دور کھڑی اس سرکاری افسر کی بیوی کو کالج کی پرنیل اور پروفیسرز کے جمگھٹے میں بنڈ ال کی طرف جاتا دیکھتی رہیں۔

'' بھی تم بھی ای طرح کالجوں میں جا کرر بنز کا ٹا کروگ ۔ایک بیگم صاحبہ بن کر۔''

رمشہ نے پھراہے چھیڑا،اسے زینب کوچھیڑنا اچھا لگتا تھا۔وہ اس کے چبرے کی سرخ ہوتی رنگت اور اس کی ہنسی ہے بہت محفوظ ہوتی تھی۔حسب عادت وہ اس باربھی رمشہ کی بات پر ہنس پڑی تھی۔

''اور پھرتم جب ایک افسر کی بیگم بن کر جاؤ تو اپنی اس دوست کو یا در کھنا۔ بیر نہ ہوتم کہیں مجھے دیکھواور پہچانو ہی ند۔'' رمشہ نے مصنوعی کی کے ساتھ کہا۔

''اور یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہتم مجھے نہ پہچانو۔'' زینب نے بےساختہ کہا۔

" تم اتني موفى مت بونانا _اسى طرح ربناسلم ،اسارك _"

زینب ایک بار پھرہنگی۔

''البنة ذراماڈ رن ہوجانا۔بال وال کٹوالینا۔ذرااسٹامکش قتم کے کپڑے پہننااورزیادہ میک اپاورجیولری۔افسروں کی بیویوں کا حلیہ

ذرااورطرح كاموتابي-"

رمثہ نے چلتے چلتے رک کر ذرا تنقیدی نظروں سےاسے دیکھا۔

''شیرازتو کبھی مجھےاس کی اجازت نہیں دیں گے۔'' زینب نے دوٹوک انداز میں نفی میں سر ہلا دیا۔

" کیوں؟'

"بس مجھے پتاہے۔انہیں میں اس حلیے میں اچھی لگتی ہوں۔اور بال کٹوانے کا توسوال ہی پیدانہیں ہوتا۔انہیں میرے لمیے بال پسند ہیں۔" "اورا گرشیراز نے ہی کل کوتم سے کہا کہتم اپنا حلیہ تبدیل کرلو۔اسے ماڈرن شم کی یار ٹیز میں ساتھ جانے والی بیوی جا ہیے۔"رمشہ یک دم ''وہ کہہ بی نہیں سکتے یتمہیں بتانہیں ہےان کا۔ ماڈرن لڑ کیاں انہیں اچھی نہیں لگتیں۔انہیں تو بہت غصه آتا ہےا گران کی بہنیں بھی کبھی پوچھے بغیرا کیلی ادھرادھر چلی جائیں۔''

'' بندے کا کچھ پتانہیں ہوتا زینب۔۔۔۔۔اب وہ سول سروس میں جائے گا۔ دوسروں کی الٹراما ڈرن بیویاں دیکھے گا تو تم کو چا درمیں لپیٹ کر تو ساتھ نہیں لے کر جایا کرے گا۔''

''کل کی دیکھی جائے گی۔ابھی تو بس تم دعا کرو، وہ بہت اچھی طرح پاس ہوجا کیں۔''

زینب نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

'' فکرمت کرو۔ بہت اچھی پوزیشن میں پاس ہوگا۔وہ پہلے ہرامتحان میں ٹاپ کرتا آ رہا ہےتو اس امتحان میں کیوں نہیں کرےگا۔''رمشہ نے مسکراتے ہوئے اسے تسلی دی۔

''اورتمہارے جیسی نیک بیوی جس کے مقدر میں لکھی ہو۔اس کوتو ویسے ہی دعاؤں کی ضرورت نہیں رہتی ہے سے انچھی اور بہتر دعااس کے لیے ادر کون کرسکتا ہے۔'' رمٹہ نے کہا۔

'' پھربھی رمشہتم بس دعا کرنا۔''

''احچھایار! کروں گی۔تمہارے میاں کے لیے اب اتنا تو کروں گی ہی میں۔اب کینٹین چلو، کچھ کھاتے ہیں۔'' رمشہ نے اس کاباز و تقبیقیاتے ہوئے کہا۔

'' چلتے ہیں۔'' زینب نے اپنے بیگ کی زپ کھو لتے ہوئے اندر سے چندنوٹ نکا لتے ہوئے کہا۔

''ارے ہاں۔اس کڑے نے دوبارہ تو تنگ نہیں کیا؟''رمشہ کو یک دم جیسے یادآیا۔

پچھلے ایک مہینہ سے کالج سے واپسی پر کوئی لڑ کا زینب کا گھر تک پیچھا کرتا تھا اور زینب اس کی وجہ سے بے حد پریشان تھی مگر اب تقریباً دو ہفتے سے یک دم وہ لڑ کاغائب ہو گیا تھا۔

' دنہیں۔اللّٰد کاشکر ہے۔ابھی تک دوبارہ نظر تونہیں آیا۔''زینب نے بےساختہ کہا۔

''احچھاہے کم بخت دفع ہوگیا۔ میں نے تو تم سے پہلے دن ہی کہاتھا کہا سے بھینچ کرایکتھیٹر مارو، دوبارہ شکل نہیں دکھائے گاوہ۔'' ''مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔'' زینب نے اعتراف کیا۔

''ہمت نہیں ہے میری جان ،تو ہمت پیدا کرو۔''رمشہ نے جیسے اسے پکیارا۔

''میں نہیں کرسکتی رمضہ! وہ میرامحلہ ہے، وہ گھر تک آتا ہے میرے۔ میں وہاں کوئی ہنگامہ نہیں کرسکتی۔شیرازیاابوکو پتا چل گیا تو وہ کیا

سوچیں گےمیرےبارے میں۔''

''میں تمہاری جگہ ہوتی تواپنے باپ اورمنگیتر دونوں کوخود بتاتی ۔ بلکہ اس سے پہلے وہ کرتی جوتہ ہیں بتار ہی ہوں۔'' رمشہ نے اس کی بات کاٹ کرکہا۔زینب جانتی تھی ،وہ واقعی ایسا ہی کرتی ۔وہ اپر کلاس سے تعلق رکھتی تھی ۔اور بے حد بےخوف اور نڈرقشم لی لڑکی تھی ۔

"میں ابوکو پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ پہلے ہی بہت مسئلے ہیں ان کے لیے۔" زینب نے کہا۔

''توشیرازکو بتادو.....وه جا کردودوماتھ کرلے اس ہے۔''

''شیرازکوتو میں بھی بھی نہ بتاؤں ۔وہ <mark>تو مجھ پر بہت خفا ہوں گے۔'' زینب نے بے ساختہ کہا۔</mark>

'' کیوںتم پر کیوں خفا ہوگا؟''

''بس ہوں گے۔ مجھے پتاہے۔ چھوڑ وان باتوں کو۔ ابھی تووہ آ بھی نہیں رہا پیچے۔ مجھے لگتاہے جان چھوٹ گئ ہےاس ہے۔'' اس سے پہلے کہ رمٹے کچھاور کہتی زینب نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"شراز بیٹاابھی جوتے مت اتارنا۔ مجھے جائے کا پچھ سامان لا دو۔"اس سے پہلے کشیم اپنی بات مکمل کرتیں،شیراز نے ان کی بات

کاٹ دی۔

'' کیوں آج پھرنزہت کو دیکھنے کوئی آ رہا ہے؟'' وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر میں داخل ہوا تھا اور ابھی اپنے کمرے میں آ کر جوتے اتار نے ہی والاتھا کشیم اندر چلی آئیں۔

"اوراب بيآج آنے والے کون ہيں؟"اس نے والث نکالتے ہوئے اندرر کھے نوٹوں کو چیک کیا۔

'' پانہیں۔ آئیں گے تو بتا چلے گا۔ لڑ کا شاید کسی فیکٹری میں کام کرتا ہے۔''

"شهر جر کا ہر گھٹیارشتہ اس گھر میں میری بہنوں کے لیے آتا ہے۔ کوئی فیکٹری میں مزدور ہے۔ کوئی حجام ہے۔ کوئی میکنک ہے۔خالدرشیدہ

کوکوئی اورفضول رشتہ نبیس ملتا۔ 'اس نے بے صد ناراضی کے عالم میں رشتہ کروانے والی عورت کا نام لیا۔

''اب میٹرریڈر کے گھر میں ای طرح کے رشتے آئیں گے ،کسی لینڈلارڈ کا رشتہ تو نہیں آئے گااور جن رشتوں کوتم گھٹیا کہہ رہے ہو۔ وہ بھی کون سالپند کرجاتے ہیں نزہت کو۔''نسیم نے بھی ناراضی ہے کہا۔

''احچھاکرتے ہیں بین پیندکرتے۔ایک جہنم سے نکل کردوسرے جہنم میں جانے کا فائدہ۔''

"اسطرح مت كهور ببنيل كبيل نهيل توبياني بين ناتمهيل -" نشيم نے اسے ثو كا ـ

'' جانتا ہوں میں ۔ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ سے کتنی بار کہا ہے ۔ میرے امتحان کارزلٹ آلینے دیں ۔ میٹرریڈر کی بیٹیوں منت نہ میں میں میں میں میں میں میں سے است نہ نہ میں کی ساتھ کی ہار کہا ہے۔ میرے استحان کارزلٹ آلینے دیں ۔ میٹرر

کے لئے جیے مرضی رشتے آتے ہوں ،سرکاری افسر کی بہنوں کے لیے ایسے رشتے نہیں آئیں گے۔''

"كھانے ميں كياہے؟"

"وال بن ہے۔"

" رہنے دیں۔ مجھے بھوک نہیں۔"اس نے بیزاری سے کہا۔

" بتہیں انڈا بنادیتی ہوں۔ " سیم نے جلدی سے کہا۔

'' میں انڈے اور دالیں کھا کھا کر تنگ آھیا ہوں۔''

" بیں ساتھ والوں کے گھرے یوچھتی ہوں ،صفیہ نے آج آلوگوشت یکا یا تھا۔ "شیراز نے مال کو بات کمل کرنے دی۔

'' شور بے کے تالا ب میں ایک بوٹی نماچھیچڑااور آلوڈ ھونڈنے میں جتنی دیریگے گی۔اتنی دیر میں رات کے کھانے کا وقت ہوجائے گا۔''

وہ کئی ہے کہتے ہوئے کرے سے باہرنکل گیا۔

2

نینب بس سے اتر کراپنے محلے میں واخل ہوئی۔ آج اتفا قااس کے ساتھ محلے سے کالج جانے والی دواڑ کیا انہیں تھیں۔

پہلی میں داخل ہوتے ہی اس کا دل بےاختیار دھک ہےرہ گیا۔ دو ہفتے کے وقفے کے بعدو ہی لڑ کا ایک بار پھرو ہیں کھڑا تھا۔ زینب کو

میں تادیکے کروہ باختیار مسکرایا اور یک دم الرف ہوکر کھڑا ہوگیا۔اس نے ہاتھ میں پکڑاسگریٹ بھینک دیا تھا۔

نینب کوگل سے بے حدخوف آتا تھا۔ کیونکہ دو پہر کے اس وقت میگل عام طور پر بالکل سنسان رہتی تھی۔اوراس لڑکے نے اس گلی میں آکر اس سے بات کرنا شروع کی تھی۔ورنداس سے پہلے وہ صرف اس جگہ سے زینب کا پیچھا کیا کرتا تھا جہاں زینب محلے کی دوسری لڑکیوں کے ساتھ بس سے اتر اکرتی تھی۔ پچھ عرصہ وہ چپ چاپ اس کے پیچھے آتا رہا۔ پھر یک دم بس اسٹاپ کے بجائے اس گلی میں کھڑا ہونے لگا اور زینب سے بات کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔اگلی تھیں پہلے شیراز کا گھر آتا تھا۔ پھرزینب کا اور وہ گلی سنسان نہیں ہوتی تھی۔ وہاں اکثر محلے کی خواتین باہر

کھڑی یا بیٹھی ایک دوسرے سے بات کررہی ہوتی تھیں۔

جیسے ہی زینب،اپنی گلی کا موڑ مڑتی تھی وہ لڑ کا غائب ہوجا تا تھا۔ مگراس گلی ہے آج کل گزرنا زینب کے لیے بل صراط ہے گزرنے کے

برابرتقابه

''السلام علیم!''اس نے حسب عادت زینب کے پاس آتے ہی کہا۔اب وہ زینب کے تقریباً ساتھ چل رہاتھا۔زینب نے اپنا آ دھا چہرہ ای چا درمیں ڈھانپا ہوا تھا۔ جےاس نے اوڑھا ہوا تھا۔اس کی صرف آئکھیں ماتھے اور ناک کا پچھے حصد نظر آ رہاتھا مگراس کے باوجودا یک ہی نظر میں اس خوف کومحسوس کرنامشکل نہیں تھا جواس کی آئکھوں میں جھلکنے لگا تھا۔وہ بے حد تیز اور بے حدنا ہموار قدموں سے چل رہی تھی ،اگر اس وقت کوئی اے دوک دیتا تو وہ اس کے جسم کی کیکیا ہٹ اورلرزش کو بہت آسانی ہے محسوس کر لیتا۔ '' بھی تو سلام کا جواب دے دیا کریں ۔مسلمان نہیں ہیں کیا؟'' وہ اب ہمیشہ کی طرح جملے پھینک رہاتھا۔'' یہی پوچھ لیس کہ بندہ دو ہفتے

كبال ربا؟"

وہ چلتی رہی،وہ جیسےا پنے قدم گن رہی تھی۔

'' آپ نے سوچا، آپ کی جان چھوٹ گئی۔ بندہ کہیں مرکھپ گیا۔''اس نے اب قبقہدلگا کر کہا۔زینب کو بےاختیار رونا آ گیا۔وہ واقعی چاہتی تھی کہوہ کہیں مرکھپ گیا ہو۔

"نينب جي!"

زینب کو بے حداختیا رکھوکر لگی۔

'' بسنجل کے۔ آپ گریں گی تو مجھے ہاتھ پکڑ کراٹھا ناپڑے گا۔ وہ آپ کواچھانہیں لگے گا۔''

اس لڑکے نے بے ساختہ کہا۔ زینب کی کنپٹیوں ہے اب پسینہ بہنے لگا تھا، اس سے پہلے وہ ہمیشداس کا نام پوچھتا تھا۔ آج اس نے نام

بوچھنے کی بجائے سیدھااس کا نام لیا تھا۔اب نہ جانے وہ آ کے کیا کرتا۔زینب کولگ رہا تھااس کا دل بہہ جائے گا۔

گلی کا موڑ آ گیا تھا۔'' چلیں پھرکل ملیں گے، میں تو چا ہتا ہوں ، آپ کے ساتھ آپ کے گھر تک جاؤں ۔گریہ ظالم ساج ۔۔۔۔''اس لڑک میں سے مدیر میں میں میں سے گل میں گئی ہے میں میں ہوئے ہتا ہوں ، آپ کے ساتھ آپ کے گھر تک جاؤں ۔گریہ ظالم ساج ۔۔۔

نے اب ایک مصنوی آہ بھری۔زینب گلی کا موڑ مڑ گئی۔وہ جیسے آج بل صراط کے دوسرے سرے پر پہنچ گئی تھی۔

گھر کا درواز ہ رہیدنے کھولا تھا، زینب بےحدغصہاورصدے کے عالم میں گھر میں داخل ہوئی تھی۔ پچھلی گلی کا خوف اب غصے کی شکل

اختیار کر گیا تھا۔ا پنا بیگ صحن میں پڑے تخت پر پھینک کروہ جوتے اتارتی و ہیں بیٹھ گئے۔

'' کیا ہوا؟''ربیعہ نے اس کے سرخ چبرے کود کھے کر کہا۔

''میرادل چاہتاہے، میں اس کڑ کے کو گولی ماردوں۔'' زینب نے بے حدطیش کے عالم میں کہا۔

''وہ پھرآ گیا؟''ربیدنے بے حدساختہ پوچھا۔

" ہاں ج پھر کھڑا تھا۔" زینب کی آ تکھوں میں اب آ نسوآ نے لگے تھے۔

''شکل دیکھی ہےاس نے اپنی۔ان کے گھر بہنیں نہیں ہوتیں کیا؟''

'' وفع کرو.....مت مینش لو۔''

''میں ننگ آگئی ہوں۔روزروز کے اس پیچھا کرنے سے۔میراتو کالج جانے کودل نہیں چاہتا، جب میں اس کی منحوں صورت دیکھتی ہوں۔'' ''احچھافتم کروبات کو۔سلمان اندر کمرے میں ہے۔ سن لےگا۔''رہیعہ نے اس سے کہا۔

"جراًت دیکھوخبیث کی۔ آج میرانام لےرہاتھا۔"

زینب نے مدهم آ واز میں دانت پیتے ہوئے بے بی کے عالم میں کہا۔ وہ ساتھ ساتھ اپنی آ تکھوں کو یو نچھ رہی تھی۔

'' چپ ہوجاؤ ،سلمان آرہا ہے۔'' زینب نے اندر کمرے سے آتے سلمان کے قدموں کی جاپ سن کی تھی۔ زینب نے بے حد تیزی سے دونوں ہاتھوں سے اپنی آئکھوں کورگڑ ااور بیگ اٹھا کر سلمان سے نظریں ملائے بغیر کمرے میں چلی گئی۔ سلمان نے پاس سے گزرتی زینب کوچیرانی سے دیکھا۔

'' انہیں کیا ہوا؟' اس نے رہیعہ کی طرف اپنی شرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔وہ بٹن لگوانے آیا تھا۔

" کے خہیں ۔بس طبیعت خراب ہے۔" رہید نے شرٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے اے ٹالا۔

''صبح توٹھیک تھیں۔''سلمان نے کہا۔''تم نے زہرہ آپاکے بارے میں بتایا ہوگا۔''

دونہیں، ابھی نہیں بتایا۔ 'رسیدنے بے صدرهم آواز میں کہا۔ میں ابھی نہیں بتایا۔ 'رسید نے بے صدرهم آواز میں کہا۔

'' 'تہمیں کیا ہوا؟'' زینب کپڑے بدل کر کھانا کھانے کے لیے بچن میں آ کر بیٹھی تھی۔رہیدنے اسے کھانا نکال کر دیا اورخوداس کے پاس ہی چوکی پر بیٹے گئے۔ چیاتی کا پہلالقمہ توڑتے ہی زینب کی نظر رہید کے چیرے پر پڑی اور وہ چونک گئے۔رہید بے حدیریشان لگ رہی تھی۔

'' کچھنیں ہم کھانا کھاؤ۔''رہیدنے اے ٹالتے ہوئے کہا۔

''امی کہاں ہیں؟''زینب نے اس کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وه آيا ڪ طرف گئي جيں۔''

"کیول خیریت ہے؟"

''ہاں۔خیریت ہی ہے۔تم کھانا کھاؤ،سالن ٹھنڈا ہور ہاہے۔'' ربیعہ نے ایک بار پھراہے کھانے کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی مگروہ کامیاب نہیں ہوئی۔

'' مجھےصاف صاف بتاؤ، کیا ہواہے؟''زینب یک دم پریشان ہوگئ تھی۔

ر بیعہ کچھ دریے اموثی ہے اسے دیکھتی رہی پھراس نے کہا۔

''زہرہ آپاکے ہاں پھر بیٹی ہوئی ہے۔''

زینب من ہوگئی۔اس کی بھوک میک دم غائب ہوگئی تھی۔اس کی بڑی بہن کے ہاں بیتیسری بیٹی تھی۔

ہاتھ میں پکڑانوالہاس نے واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

'' کھانا کیوں چھوڑ دیا؟''رہیدنے اسےٹو کا۔

''تم نے کھایا؟''زینب نے پوچھا۔رہیعہ نے جواب نہیں دیا۔وہ چپ بیٹھی رہی۔

ز ہرہ زینب سے حارسال بڑی تھی۔ یانچ سال پہلے اس کی شادی ضیا کی اکلوتی بڑی بہن فہیدہ کے بیٹے فیم سے ہوئی تھی۔ادرشادی کے

پہلے سال ہی زہرہ اس گھر میں بہت سے مسئلوں کا شکارتھی ۔ تعیم چھوٹی جھوٹی باتوں پراسے گھر بھجوا دینے کا عادی تھا۔ ہر تین ماہ کے بعدا یک باروہ ضرور کسی نہ کسی بات پر گھر سے نکالی جاتی ۔ پھر جو چند دن وہ اپنے میکے میں رہتی ، وہ زینب کے سارے گھر والوں کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتے سے ۔ ان کا پورا گھر یک دم بے سکونی کا شکار ہو جاتا تھا۔ پھر ضیا تو تعیم کے پاس جا کر فہمیدہ اور تعیم سے بلاوجہ معذرت کرتا یا پھران کا کوئی مطالبہ دفتر سے قرض لے کر پورا کرتا اور زہرہ واپس اپنے گھر جاتی ۔

سے قرض لے کر پورا کرتا اور زہرہ واپس اپنے گھر جاتی ۔

لیکن ہرگزرتے دن کے ساتھ سسرال میں زہرہ کی زندگی بدتر ہوتی جار بی تھی۔ایک بیٹی کی پیدائش نے صورت حال کواور مشکل کردیا۔ اب اس بارقیم اور اس کی ماں پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ بیٹی ہونے پروہ تعیم کی دوسری شادی کردیں گے۔اوراب زہرہ کے تمام میکے والوں کی دعاؤں کے باوجودا یک اور بیٹی اس کے گھر آگئتی۔

رہیداورزینب بہت دیرتک اس طرح چپ چاپ باور چی خانے کی چوکیوں پرسوچوں میں البھی پیٹھی رہیں۔ان دونوں کے درمیان ایک جملے کا بھی تبادلنہیں ہوا تھا دونوں اس وقت زہرہ کی وجئی حالت اور اس کے سرال والوں کے رویے کے بارے میں سوچ کرخوف زدہ ہور ہی تھیں۔
وہاں بیٹھے بیٹھے زینب کو یک دم زندگی ہے کار لگئے گئی تھی۔وہ باور چی خانے سے اٹھ کر کمرے میں آگئی اور بستر پر لیٹ کر ہے مقصد چپت کو گھورنے لگی۔اسے زندگی میں بھی اپنی غربت کے احساس نے بے بس یا پریٹان نہیں کیا تھا سوائے اس وقت کہ جب زہرہ کو سرال سے واپس بھی اور اس تھی۔ اس موقت کہ جب نے ہوتا تھا۔اس دیا جاتا تھا۔ صرف وہ دن ایسے ہوتے تھے جب اسے بار بار اپنی اور اپنے گھر والوں کی بے مائیگی اور بے قدری کا احساس شدت سے ہوتا تھا۔ اس کے لیے یہ بات بھی بڑی اذبت تاک ہوتی تھی کہ کوئی غلطی نہ ہونے کے باوجود بھی ہر بار اس کا باپ فیم اور اس کی ماں سے محافی ما مگ کر آتا تھا۔
صرف اس لیے کہ زہرہ کا گھر پر بادنہ ہو۔

پورے محلے میں ضیا کی بے صدعزت تھی اور زینب اس بات پر نخر بھی کرتی تھی۔اس کا باپ بااخلاق ،شریف ،ایمان داراور دوسرل کے کام آنے والاشخص تھا۔ محلے کی مسجد کے امام جب بھی غیر حاضر ہوتے تو ضیاء سے ہی نماز کی امامت کروانے کے لیے کہا جاتا تھا۔ مگر جب زہرہ کا مسئلہ پیدا ہوجاتا تو جیسے ان کی غربت اس کے باپ کو یک دم کینچوا بن جانے پر مجبور کر دیتی تھی۔گھر میں کوئی اور اس چیز کے بارے میں سوچتا تھا یا نہیں مگر زینب ضرور سوچتی تھی۔اور بہت دنوں تک سوچتی رہتی تھی۔

اوراب حالات جیسے ہالکل ہی نازک موڑ پر آ گئے تھے۔

شام کونفیسه گھر آئیں تو وہ بھی بےحد پریشان تھیں ۔وہ زہرہ کی دونوں بیٹیوں مائر ہ اور ماہا کواپنے ساتھ گھرلے آئی تھی۔ ''پتانہیں ،اللّٰدکواب اورکون ساامتحان مقصود ہے زہرہ کا؟''

نينباورربيدمال كے باس آكربيش كئ تھيں۔"

'' بچھپھوا درنعیم بھائی کارویہ کیسا ہے۔؟ آپ سے بچھ کہاانہوں نے؟''نینب نے بےساخنۃ مال سے پوچھا۔ '' نعیم تو بیٹی کود کیھنے ہی نہیں آیا۔اور فہمیدہ نے خاموش تھوڑی رہنا تھااس نے باتیں بنا کیں۔'' ''میں کیا کہتی۔خاموثی سے بےعزتی کرواتی رہی۔ بیٹیوں کی ماؤں کے منہ میں زبان کہاں ہوتی ہے،ایسے موقعوں پر۔'' نفیسہ بات ارتے کرتے رونے لگیں۔

''جب سے شادی ہوئی ہے، میری پکی بس تکلیف ہی دیکھ رہی ہے اس گھر میں۔ پتانہیں کیسا مقدر بنایا ہے اللہ نے اس کا۔ اتنی خوبصورت سکھٹراور تہذیب والی پکی تھی میری، میں نے تو نعیم سے شادی کرتے ہوئے اس کی شکل وصورت تک نہیں دیکھی اوران لوگول نے اس کا جینا حرام کر دیا ہے۔''

'' آپ کو پتاتھا پھو پھو کااور نعیم بھائی کا بھی۔ پھر کیوں آپ نے آپا کی وہاں شادی کی۔اتنی خوبصورت تھیں وہ ،کہیں بھی شادی ہو جاتی ان کی۔'' زینب کو مال سے شکایت ہوئی۔

'' شادی نہ کرتی تو اور کیا کرتی۔ دیکھے بھالے خاندان کے لوگ تھے۔ باہر کرتے تو سومسئلے ہوتے ، مجھے کیا پتا تھا خاندان کے لوگ باہر والوں سے بھی زیادہ برے نکلیں گے۔ فہمیدہ نے صاف کہددیا مجھ سے کہ وہ نعیم کی دوسری شادی کرے گی اب.....''

> زینب مزید کچھندئ کی۔وہ اٹھ کر کمرے ہے باہرنگل آئی۔اس کا دل بیک دم بہت زیادہ گھبرانے لگا تھا۔ چھوٹی ماہا کوساتھ لے کروہ شیراز کے گھر چلی آئی۔

> > ''ارےزہرہ آئی ہے کیا؟''نسیم نے ماہا کود کیھتے ہی خوشی کا اظہار کیا۔

" " نہیں۔ آپانہیں آئیں۔ ای آپا کے گھر گئی تھیں۔ واپسی پر انہیں لے آئیں۔ "اس نے بے حداداس کے ساتھ کہا۔

''زہرہ ٹھیک ہےنا؟''نیم نے قدرے تشویش کے ساتھ پوچھا۔

''آیاک ایک اور بیٹی ہوئی ہے۔''زینب نے افسروگی سے بتایا۔

''میرےاللّٰد''نسیم نے بےاختیار دونوں ہاتھ سینے پررکھ کرجیسے چیخ د بائی۔زینب کوایک کا نئاسا چبھا۔

''فہمیدہ نے تو قیامت اٹھادی ہوگ۔''

نینب کچھ کہنے کے بجائے افسر دگی سے ماہا کو دیکھتی رہی۔وہ صحن کے ایک کونے میں رکھے ڈربے کے پاس کھڑی اندرموجود مرغیوں کو د کچھ کرخوش ہور ہی تھی۔

'' فہمیدہ تو پہلے سے کہدری تھی کہ اس بار بیٹی ہوئی تو وہ زہرہ کوطلاق دلوا کر گھر بھجوادے گی''سیم نے بے حدتشویش سے کہا۔'' پر تو فکر نہ کر، میں اور تیرے تایا جا ئیں گے اس کی طرف سمجھا ئیں گے اس کو بے ول جھوٹا نہ کر۔''سیم کو زینب کے چہرے سے اس کی حالت کا اندازہ ہور ہاتھا۔ '' تو جاشیراز کے پاس بیٹے تھوڑی دیرکو۔ابھی ٹیوشنز کرنے چلا جائے گا۔ نہ میری دھی ،تو کیوں رور ہی ہے۔ چپ میرا بچہ۔'' زینب رونے

حلی تھی۔

سے بائھ کرنے نب کو گلے لگا کرچا در سے اس کے آنو پو تخچے۔

اندرچائے پیتے شیراز نے قدر سے بے چین ہوکر چائے کا کپ نیچر کھ دیا۔ نہ نب کو ہر چھوٹی بڑی بات پر رونے کی عادت تھی۔ لیکن اس کے باوجوداس کا رونا اسے ہمیشہ بے چین کر دیتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر باہر جاتا ، نہ نب اندرآ گئی تھی اس کا گال اورآ تکھیں ٹی الحال خشک تھیں گرآ تکھوں کی سرخی بتاری تھی کہ وہ دن میں پہلے بھی روتی رہی تھی اور ابھی پھر رو پڑنے کے لیے اس کو زیادہ کوشش نہیں کرنا پڑی تھی۔ خشک تھیں گرآ تکھوں کی سرخی بتاری تھی کہ خواتخواہ دوسروں کے مسئلوں کے بارے میں سوچ سوچ کرا پنا دماغ کیوں خراب کرتی رہتی ہو۔ "
شیراز نے اس کے اندرآ تے ہی بلاتو قف کہا۔" زہرہ کی تیسری ہٹی ہوگئی ہے تو تنہیں اس سے کیا۔ بیٹمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ "
نینب نے کری پر بیٹھتے ہوئے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔" وہ میری بہن ہے۔"
نینب نے کری پر بیٹھتے ہوئے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔" وہ میری بہن ہے۔"
''تو ۔۔۔۔" تو ۔۔۔۔" شیراز نے اس انداز میں کہا۔

"فعيم بهائي نے اسے طلاق دے دي يادوسري شادي كرلى تو

شیراز نے اس کی بات کاٹ دی۔'' تو بھی بیتمہارے ماں باپ کا اور زہرہ کا مسئلہ ہےتمہارانہیں۔تم اپنے اور میرے بارے میں سوچا کرو۔بس ……''شیراز نے دوٹوک انداز میں کہا۔

> ''کل کواگرمیری بھی بیٹیاں ہوئی تو آپ میرے ساتھ اسی طرح کریں گے؟'' زینب نے بے حدمد هم آ واز میں کہا۔ ''بس ساری الٹی باتنیں تم ہی سوچا کروزینب۔''شیراز نے سرجھٹک کر کہا۔

> > "میں سوچتی نہیں، مجھے خود خیال آتا ہے۔" زین نے بے جارگ سے کہا۔

''تم اچھی ہا تیں سوچا کرو۔''

''آپ ہتا ئیں نا۔آپ کیا کریں گے؟''نینب نے اصرار کیا۔

'' تتہمیں گارنٹی جا ہے مجھ ہے؟ چلوٹھیک ہے۔ بےفکر رہو۔ بیٹیاں ہو یا بیٹے ، مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوگ ۔ کیونکہ وہ ایک سرکاری افسر کے بچے ہوں گے۔اورتم ایک سرکاری افسر کی بیگم کوئی تمہیں یا میری اولا دکوا یک لفظ نہیں کہ سکتا۔بس خوش۔''

ا دی کے عبر کی اس کی میں ہے اختیار چیک آئی، وہ اب مسکرار ہی تھی۔ زینب کی نم آئی تھوں میں بے اختیار چیک آئی، وہ اب مسکرار ہی تھی۔

'' مسئلہ بیٹی یا بیٹے کانہیں ہوتا۔'' شیرازاب یک دم شجیدہ ہوگیا تھا۔'' سارامسئلہ غربت کا ہوتا ہے۔نعیم بھائی کے پاس پیسہ ہوتا تو بیٹیاں

انہیں آئی بڑی مصیبت نہ گلتیں ہے ہوں کے بیروں سے اپنی بہنوں کی شادیاں کتنی مصیبتوں سے کی ہیں۔اب بیٹیوں کی شکل میں انہیں ایک بار پھروہی مسکے نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ پہلے جوانی بہنوں کے رشتوں اور شادیوں کے لیے دھکے کھا کھا کرخراب ہوئی۔اوراب بڑھا یا بیٹیوں ک

شادیوں کے لیے ذلتیں اٹھااٹھا کرخراب ہوگا۔ وہ بھی کیا کریں۔''

''اللہ نے پیدا کیا ہے۔۔۔۔کوئی جوڑبھی تو بنایا ہوگا۔انسان اللہ پرتو بھروسا کرے۔''

زینب نے بےساختہ کہااور شیرازاس کی بات پر بری طرح چڑا۔

'' کیااللّٰہ پربھروسا کرے۔تمہاری ایس باتوں پر مجھے بہت غصہ آتا ہے۔لگتا ہی نہیں کہتم پڑھی کھی ہو۔اللّٰہ پربھروسا،اللّٰہ کوامیروں کو سہولتیں دینے سے فرصت ملے تواللہ غریبوں کے مسئلے حل کرنے آئے۔''

''آپ کی ایسی باتوں سے مجھے ڈرلگتا ہے شیراز۔''زینب نے بے ساختہ کہا۔

''بہت اچھی بات ہے۔ ڈرا کرو۔ ساری عمر بس ڈرڈر کر گز اردینالوئر ٹدل کلاس ذہنیت ہے تہاری۔''

وہ اس کی بات پر ناراض ہو گیا۔

'' تمہارے سامنے میرے ماں باپ میری بہنوں کے لیےرشتے ڈھونڈرے ہیں۔اللّٰدیر بی بھروسا کر کے ڈھونڈرہے ہیں تو کیا ہوااب تك؟ كوئى نتيجه فكانبيس _جوآتا ہے، وہ لاكى كى بات نبيس كرتا _ باپ اور بھائى كے كام اور آمدنى كى تفصيل يوچھنے بيٹھ جاتا ہے يتمهيس ميں ال كيان ملتا

اور تہمیں میری بہن کی طرح دود و کئے کے لوگوں کے سامنے آ کر بیٹھنا پڑتا تو پھر میں تم ہے پوچھتا کہ اللہ پر کتنا بھروسا ہے تہمیں۔''

وہ اب بے حد تلخ ہو گیا تھا۔ زینب نے اس ہار پچھ ہیں کہا۔ وہ جانتی تھی وہ نز ہت کی شادی کے مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ ''میں نعیم کی بات کررہی تھی ۔انہیں بیتو سوچنا جا ہیے کہ زہرہ آیا کا اس میں کوئی قصور نہیں۔''

زینب نے جان بوجھ کرموضوع بدلا۔

''نعیم بھائی اور پھو پھوکوز ہرہ پرغصنہیں، چیا پرغصہ ہے۔''شیراز نے صاف اور دوٹوک انداز میں کہا۔

"ابويركيون؟ ابونے كيا كيا ہے؟" زينب بهكا بكا اے د يكھنے گلى۔

''انہوں نے پچھنہیں کیا۔ یہی تو سارا مسئلہ ہے۔ان کی جگہ کوئی اور آنگم ٹیکس میں کلرک ہوتا تو لاکھوں میں کھیل رہا ہوتا۔زہرہ کو جہیز میں

سب کچھ دیا ہوتا تو اتنے گلے تو نہ ہوتے نعیم بھائی کو چھا ہے۔ گر چھا کو کیا ، انہیں تو بس اپنی ایمان داری سے مطلب ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ،لوگ بڑی تعریفیں کرتے ہوں گےان کی۔حالانکہان کےمحکمہ کےلوگ ان کو بے وقو ف سمجھتے ہوں گے۔''شیراز بے حد کمنی سے کہہ رہا تھا۔''میرا باپ تو چلو میٹرریڈرتھا۔ پھربھی جتنے مواقع ملے،انہوں نے فائدہ اٹھایا۔تم لوگوں ہے بہتر ہے گھر ہمارا۔ بہتر سامان ہے بیہاں پر،ابونے بہنوں کے لیے بھی

> تھوڑ ابہت جمع کر ہی لیاہے۔لیکن چھانے کون سے تیر مار لیے ہیں؟" ''وہ اوور ٹائم کرتے ہیں، جنتی محنت کر سکتے ہیں وہ'

نینب نے باپ کی صفائی دینے کی کوشش کی۔

شیراز نے اسے بات مکمل کرنے دی۔

''میں اوور ٹائم کی بات نہیں کرر ہا،اور نہ ہی یہاں پرمحنت کی بات ہور ہی ہے۔ دس روپے کے لیےخون پسینہ بہانے کومیں بے وقو فی سمجھتا ہوں محنت نہیں۔ چیا آخر بیبہ کیوں نہیں بناتے؟ بنائیں بیبہ، یا توبیہ و کہانسان کے پاس موقع نہ ہو۔انکمٹیکس کے کلرک اور حالت بیہ ہے کہ سائکیل پر

وفتر آتے ہیں۔کوئی اورآتا ہےان کے دفتر میں سائکل پر؟''

''شیراز! آپ ابو کے بارے میں اس طرح کی باتیں مت کریں ۔'' زینب کا دل بری طرح دکھا۔

''تم باپ کی حمایت بند کرو۔''شیراز نے اسے ڈانٹا۔''تمہاری بات بھی نہیں ٹالنے چپایتم اگران سے بیسب کہتیں تو وہ ضرور ماننے کیکن تم نے بھی انہیں سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔''

وه اب زینب کے بھی لنتے لے رہاتھا۔

" میں کیا کہتی ان سے کہ وہ رشوت لیا کریں؟" زینب نے بیقینی سے کہا۔

" ہاں ، ٹھیک ہے۔ایسے ہی کہدریتیں ان ہے۔ مگر پھے کہتیں تو۔ گھر میں بیسا تا تو تمہیں فرق پتا چاتا۔ " " پرشیراز! ہمیں کیا کرنا ہے ہیسے کا۔ ہمارے یاس تو پہلے ہی سب پچھ ہے۔ "

پر سرار ہیں ہو ہے ہو ہے۔ ہورے پان و پہنے ہی منب چھ ہے۔ زینب نے بے حدسا دگی ہے کہا۔ شیرا <mark>ز کا جی جا ہا، وہ اپناسر پکڑ لے۔</mark>

''تمہارے پاس''سب کچھ'' کیا'' کچھ بھی''نہیں ہے۔اس بار ڈیفنس میں رمشہ کے گھر جاؤ تو آئکھیں کھول کر دیکھنا کہ''سب پچھ''

مس كو كہتے ہيں۔''

''میں دوسروں کی قسمتوں اوران کی چیز وں کونہیں دیکھتی۔''

زینب نے بے اختیار برامان کر کہا۔

''میں دیکھتا ہوں۔اورآ تکھیں کھول کر دیکھتا ہوں اورتم دیکھنا ،ایک دن سب پچھ ہوگا میرے پاس ، میں تمہارے ابا کی طرح ماتھے پرخالی نماز کا نشان لے کرنہیں پھروں گا۔''

نینب بے صددل گرفتہ می اسے دیکھتی رہی۔وہ یہاں دل کا بوجھ ہلکا کرنے آئی تھی۔گر بوجھاور بڑھ گیا تھا۔وہ جانتی تھی۔شیراز آج کل تایا کے معطل ہونے کی وجہ سے بے حد پریثان تھا۔اس کی چند ٹیوشنز بھی ختم ہوگئی تھیں اور پریثانی کے دنوں میں وہ بے حد تلخ ہوجاتا، پھراسی طرح کی چھتی ہوئی ہاتیں کرتا،گر آج اس کی ہاتیں پہلے کی نسبت زیادہ تکٹے تھیں یا پھروہ جس ذبنی حالت میں تھی،اسے بیرہا تیں زیادہ محسوس ہوئی تھیں۔

مزید پچھ کیے بغیروہ اٹھ کر کھڑی ہوگئ۔

''اب ناراض ہوگئ ہو؟''شیراز کو ہمیشہ کی طرح بات کہہ دینے کے بعد خیال آیا۔

' د نہیں میں کیوں ناراض ہوں گی۔ آپٹھیک کہتے ہیں۔''

وہ کہتے ہوئے اس سے نظریں چرا کر باہرنکل آئی۔شیراز نے اسے آواز دے کرروکانہیں۔

۔ '' زہرہ کیسی ہے؟'' ضیا کورات گھر آنے پر زہرہ کی بیٹی کے بارے میں پتا چلاتھا۔وہ اگر پریشان یا مایوں ہوئے بھی تھے تو انہوں نے اپنے چہرے سے پچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔

وہ کھانا کھانے بیٹھے تھے۔جب نفیسان کے پاس آ کربیٹھ گئ تھیں۔

" كيسى ہوگى؟ روروكر حالت خراب كرلى تقى اس نے ـ " نفيسہ نے گلو كير ليج ميں كہا۔

"تم نے تسلی دین تھی اے۔"ضیانے کھانا کھاتے کھاتے ہاتھ روک لیا۔

" بس بات کی سلی بیلی بیٹی پرتسلی دوسری پرتسلی - اب تیسری پرتو

ضیاءنے نا گواری سے نفیسہ کی بات کا <mark>ٹ دی۔</mark>

''تمہاری ان بی ہاتوں کی وجہ سے بچیاں پریشان ہوتی ہیں۔رہیعہ اورزینی دونوں کے چہرے اترے ہوئے ہیں۔ بیٹی ہےتو کیا۔۔۔۔؟ اتنا کم ہے کہ صحت منداولا دہے؟ تمہیں تو مبارک ہاددینا جا ہےتھی زہرہ کو۔''

''اب میں آپ کی طرح بیٹیوں کی پیدائش پرمبار کبادیں دے کر نداق نہیں ہنواسکتی اپنا۔''نفیسہ نے بے حد ناراض ہوکر کہا۔ ''ہم خود تین بیٹیوں کے والدین ہیں نفیسہ۔''ضیاء نے جتانے والے انداز میں کہا۔

''اس آ زمائش ہے گزری ہوں۔اسی لیے تو اس اذیت کو جانتی ہوں۔سس کی با تیں نہیں سنیں میں نے تین بیٹیوں پر۔وہ تو بس اللہ کا

شکر ہے کہ آپ جبیبا شوہر تھا۔ نعیم جبیبا ہوتا تو مرگئی ہوتی اب تک میں۔''نفیسہ نے بےاختیار کہا۔ ''جمہد میں '' کے بیبار جوزی ہو میں گائی کہ بیب میں ان جس شخص کی تنسب ٹران ان

'''تہمیں اللہ کے رسول حضرت محمد علیہ کی حدیث یاد ہے نا کہ جس مخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی انچھی پرورش کر کے بیاہ دی تو قیامت کے دن وہ میرےاس طرح قریب ہوگا جیسے ہاتھ کی دوانگلیاں۔''

ضیانے بڑی رسانیت سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی ۔ مگرنفیسہ نے بے حد تلخی سےان کی بات کا ان دی۔

'' بیدونیا ہے ضیاصاحب! یہاں لوگ قرآن ہاتھ میں لے کر ماتھے اور سینے سے چاہے لگاتے ہوں۔حضور عظیمہ کا نام سننے پرانگلیاں

ہونٹوں سے لگا کر جاہے چومتے ہوں ،مگر کرتے وہی ہیں جوان کی اپنی مرضی اورخواہش ہوتی ہے۔ کس نے نہیں سی ہوگی بیصدیث، کس نے نہیں پڑھا

ہوگا قرآن ۔ بیمسلمانوں کاملک ہےضیاصاحب! یہاں لوگ قرآن پر کٹ مرتے ہیں، گرقر آن کےمطابق جیتا کوئی نہیں۔'' ''جہالت ہےنفید، کیا بیٹے کیا بیٹیاں،سب نے تیہیں ختم ہوجانا ہے۔اگلی و نیامیں آ دمی اپنے اعمال لے کرجائے گا۔ بیٹے لے کرجائے

گا کیا؟''ضانے کہا۔

'' بیٹوں نے سل چلتی ہے۔اور مجھے کیا سمجھارہے ہیں۔اپی بہن اور بھانجے کو جا کر بتا کیں بیساری با تیں۔''

''جاؤں گامیں صبح نعیم کی طرف سمجھاؤں گااہے بھی اور آیا کوبھی۔''ضیاءنے دوبارہ کھاناشروع کرتے ہوئے کہا۔

''اللّٰد کاشکر ہے۔زہر ، جیسی قسمت میری زین کی نہیں ہے۔اس کے سسرال والے قدر کرنے والے لوگ ہیں ورنہ میں تو مرہی جاتی ۔

''ایک دودن میں میراافسرآ جائے گا توبات کروں گا ان سے، پرنفیسہ مجھے تو اب بہت شرم آتی ہے بار بار سفارشیں کرواتے ہوئے ۔۔۔۔۔ مجھیلی بار معطل ہونے پربھی میں نے اکبر بھائی سے کہاتھا کہ اب رشوت نہ لیں لیکن انہوں نے ایک نہیں سی میری۔اب تو میرادل بھی نہیں جا ہتا ان کی سفارش کرنے کو۔'' ضیانے بے حدنا گواری سے کہا۔

''ضیاصاحب! آپ کے صرف بڑے بھائی نہیں ہیں وہ۔ آپ کی بیٹی کے سسر بھی ہیں۔ ابھی تو بھائی بن کر مدد مانگ رہے ہیں آپ ہے۔اگر دوسرے رشتہ کا خیال آگیا نہیں تو آپ کی میشرافت بیٹی کے لیے مسئلہ بنادے گی۔''نفیسہ نے جیسے تنبیہہ کی۔

'' جانتا ہوں، نینب کی وجہ ہے ہی کرر ہا ہوں بیسب کچھ۔ ورنہ تو میں بھی سفارش نہ کرتاان کی۔ شیراز کا رزلٹ آ جائے اور وہ نوکری پرلگ جائے تو میں تو اکبر بھائی ہے کہوں گا کہ وہ ویسے ہی نوکری چھوڑ ویں۔ تب اگر معطل ہوئے تو شیراز بے چارے کے لیے بھی کتنی بدنا می ہوگ۔''انہوں نے گھراسانس لے کرکھا۔

www.uraunovelspdf.com

''تم خوامخواہ پریشان مت ہو، پچھنہیں ہوگاتمہاری بہن اوراس کے گھر کو۔'' زینب رمشہ کے گھر پڑتھی اور رمشہ اسے تسلیال دے رہی تھی۔ وہ اس کا دل بہلانے کے لیے اسے آج کا لجے سے گھر لے آئی تھی۔ زینب جب کسی بات پر بہت پریشان ہوتی تھی تو رمشہ اسے اس طرح اپنے گھر لے آ ماکر تی تھی۔

''تم آپاکے سسرال والوں کونبیں جانتیں۔'' زینب کے اضطراب میں کی نہیں ہور ہی تھی۔

''احچھازیادہ سے زیادہ کیا کرلیں گے وہ لوگ؟ طلاق دے دیں گے نا۔ دینے دو۔ بندہ مرنہیں جا تا طلاق سے۔''رمشہ نے بالآ خرجیسے رکہا۔

"جارے جیسے گھر انوں میں مربی جاتا ہے۔" زینب نے ناراض ہوکر کہا۔

''روزروز کے مرنے سے ایک دن کا مرجانا بہتر ہے۔''رمشہ نے اس انداز میں کہا۔

''تم بیسب نہیں سمجھ سکتیں رمٹہ! کیونکہ بیتمہاری زندگی کے مسکلے نہیں ہیں۔اور ہماری ساری رندگی ان ہی مسکلوں کے ساتھ گزرتی ہیں۔''زینب نے بے حدمایوی ہے کہا۔

'' خیریتم توبیمت کہو۔'' رمثہ نے بات کاٹی۔'' کم از کم تنہیں ایسے کسی مسئلے کا سامنانہیں کرنا ہوگا شیراز جیسا جان چیٹر کئے والامیاں ہوگا تمہارا۔افسر کی بیوی بن کرشان دارہے بنگلے میں رہوگی تم۔سرکاری گاڑی میں گھو ما کروگی۔''

وہ اب اسے چئیر اپ کرنے کے لیے موضوع بدل رہی تھی۔ مگر رمشہ نے نوٹ کیا کہ ہمیشہ کی طرح آج شیراز کے ذکر پر زینب کے انداز

میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ اب بھی اسی طرح افسر دہ اور رنجیدہ تھی۔

www.urdunovelspdf.com

''شیراز کا کیا حال ہے؟''رمشہ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے یو چھا۔

" محميك ہےوہ ـ "اس نے اى طرح سرجھكائے رمشہ سے نظريں ملائے بغير كہا ـ

''تىمارااوراس كا كوئى جھگڑا تونہيں ہوا؟''رمشە كوشك ہوا۔

" بتہیں پتاہے، میں ان ہے جھگڑ انہیں کر سکتی۔ '' زینب نے بے چارگی ہے کہا۔

" ہاںجانتی ہوں ۔ مگروہ تو ناراض ہوتار ہتاہے۔''

" پھرناراض ہوگیا ہے کیا؟"رمشہاس کے ذریعے شیراز کے مزاج کو بہت اچھے طریقے ہے بیجھنے لگی تھی۔

« نہیں ۔ ناراض نہیں ہوئے ۔ لیکن بعض دفعہ وہ بہت عجیب باتیں کرتے ہیں ۔ ' زینب نے بے چین ہوکر کہا۔

"کیسی باتیں؟"

''ابوکے بارے میں باتنیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں، وہ بے وقوف ہیں جورشوت نہیں لیتے۔سارے مسئلے ای وجہ سے پیدا ہورہے ہیں۔'' ''وہ آ ہستہ آ ہستہ رمشہ کوساری باتنیں بتاتی گئی۔رمشہ بے حد سنجید گی ہے اس کی بات سنتی رہی۔

''میں نے تو بھی بیخواہش نہیں کی ہے کہ میں بڑے گھر میں رہوں یا میرے پاس گاڑی ہو یا بہت سارا بیسہ ہو، میں تواپنے گھر میں بہت خوش ہوں۔''وہ بے حدر نجیدگی سے کہ رہی تھی۔''میری مجھ میں نہیں آتا کہ اگر بید چیزیں نہیں ہیں تو کون می کی ہےاوراگر بیسب پچھ آجائے گا تو کیا فرق پڑجائے گا۔''

'' تمہارامنگیتر واقعی بعض دفعہ ہے وقو فی کی با تیں کرتا ہے ہتم ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے انہیں نکال دیا کرو۔''رمشہ نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

''جس بات سے مجھے تکلیف ہو، میں وہ ذہن سے نہیں نکال سکتی۔''

زینب نے مدھم آ واز میں کہا۔وہ رمشہ کے کار پٹ پر بیٹی انگل سے کار پٹ پر لکیریں تھینچ رہی تھی۔

'' مجھےاچھانہیں لگتاا گرکوئی ابوکو برا کہےاورشیراز بعض دفعہ ابوکا بہت مذاق اڑاتے ہیں۔''

اس کی آ واز میں چیھن تھی۔''سارے مرداییا ہی کرتے ہیں ، داما داورسسر کارشتہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔تم اتنامت سوچا کرو۔'' رمینہ نے بات مٰداق میں ٹالنے کی کوشش کی ۔زینب نے جواب نہیں دیا ، وہ اسی طرح کاریٹ پر کیسریں کھینچتی رہی۔

"اب رونامت زین ـ" رمشه نے جیسے اس کے ایکے قدم کو بھانیتے ہوئے کہا ۔

''تم زہرہ سے زیادہ شیراز کی باتوں کی وجہ سے پریشان ہو؟''

'' 'نہیں، پتانہیں،اب مجھے گھر بھجواد و۔ دیر ہور ہی ہے۔''

زینب کو یک دم خیال آیا اور ساتھ ہی گلی میں تنگ کرنے والے اس لڑ کے کا۔اس کے سرمیں یک دم درد ہونے لگا۔ چند لمحوں کے لیے

اسے زندگی واقعی عذاب لگنے گئی تھی۔

''میں ابھی کچھدن کالجنہیں آؤں گی رمضہ۔''نینب نے کھڑے ہوتے ہوئے بیڈیررکھی اپنی جا دراٹھائی۔

'' کیوں؟''رمشہ نے انٹر کام اٹھاتے ہوئے جیرانی سے پوچھاوہ ڈرائیورکوگاڑی نکالنے کے لیے کہدرہی تھی۔

'' مجھےاس لڑکے سے بہت ڈرلگتا ہے۔وہ اب بہت زیادہ بے ہودہ باتیس کرنے لگاہے۔ پچھدن کالج نہیں جاؤں گی تو شایدوہ میرے میں تھے آنا جھوڑ دے۔' زینب نے بے صدیھے ہوئے انداز میں جا دراوڑ ھے ہوئے کہا۔

" نتم انگل کو کیوں نہیں بتاتیں۔ بلکہ ایبا کروسلمان کو بتا دو۔ ''رمعہ نے قدر نے فلگی ہے کہا۔

''سوال ہی پیدانہیں ہوتا۔ وہ میٹرک میں پڑھتا ہے۔ کیا کہوں اس سے کہ میرے پیچھے کوئی لڑ کا آنے لگاہے۔تم جا کرلڑ واس سے۔اور پھروہ خوداس وفت اسکول میں ہوتا ہے،میرے لیےاسکول جانا جھوڑ دےگا؟ اورابو، وہ شام کوگھر آتے ہیں۔وہ کتنے دن میرے لیے آفس سے آ کر گلی میں کھڑے ہوسکتے ہیں۔اس اڑ کے کومنع کریں گے تووہ کوئی زیادہ بدتمیزی بھی تو کرسکتا ہے۔''

'' زینب!ا تنا ڈرنے کی ضرورت نہیں ۔ مجھیں۔ دوتھ پڑھینچ کر مارو۔اے چارگالیاں دو۔ پھردیکھو، کیے دم د باکر بھا گتا ہے وہ۔ میں آج اینے ڈرائیورکوجیبجوں گی تمہارے ساتھ۔کہوں گی اس سے کہ راستے میں کوئی نظر آئے تو ادھر ہی ٹھکائی کرےاس کی۔پھر دیکھتی ہوں ،کون تنگ کرتا

'' خدا کے لیے رمشہ ہمہاراڈ رائیورمیرے لیےاس لڑ کے کوگلی میں پیٹے گا تو پورامحلّہ باہرنکل آئے گا۔لوگ کیاسمجھیں گے،وہ کوئی ڈیفنس نہیں ہےرمشہ!محلّہ ہے۔تم ڈرائیورر ہے دو۔میں پیدل ہی چکی جاتی ہوں۔'' زینباس کےاراد ہے کو جان کریک دم خوف ز دہ ہوگئی تھی۔ ''تم بھی جوہونابس....اچھاٹھیک ہے بنہیں کرے گا پچھ بھی میراڈرائیور،بس تمہارے گھرکے دروازے تک چھوڑ آئے گا۔''رمشہ نے ہلکی سے خفگی ہے ساتھ کہا۔

> وہ زینب کولے کر باہر بورج میں آگئی۔اس سے پہلے کہ زینب گاڑی میں بیٹھتی، گیٹ سے ایک اور گاڑی اندر آنے لگی۔ " بیفاران بھائی کہاں ہے آ گئے۔اس وقت؟" رمشہ نے گاڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''فاران بھائی؟''زینب نے یو حیصا۔

> ''ہاں کزن ہیں میرے۔ بڑے تایا کے بیٹے' رمضہ نے بتایا۔ فاران کی گاڑی تب تک پورچ میں آ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ ''ہیلوفاران بھائی۔''رمشہ نے فاران کے گاڑی سے نکلتے ہی کہا۔

''اوہ ہیلو بیمیرے استقبال کے لیے آئی ہو باہر؟'' فاران نے بے حدخوش مزاجی سے رمشہ سے کہتے ہوئے سرسری نظروں سے زينب كود يكصاراور بهروه نظرين نبيس هثاسكار

'' جی نہیں۔ میں اپنی دوست کو گاڑی تک جھوڑنے آئی ہوں۔زین! یہ فاران بھائی اور فاران بھائی! یہ میری ہیٹ فرینڈ زینی'' رمشہ

ٔ نے دونوں کا تعارف کروایا۔ "السلام عليم!" زينب نے ملکی ہے مسکراہٹ کے ساتھ رسما کہا۔ رمشہ کے گھراکٹر اوقات اس کی ملاقات اس کے کسی نہ کسی کزن سے

''اچھانہ نب! میں کچھ دنوں تک چکر لگاؤں گی۔ تمہاری طرف۔ نوٹس میں تمہیں بھجواتی رہوں گی۔ڈرائیور کے ہاتھ۔''رمشہ نے اسے

ڈرائیورے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی رمشہ نے بے حدناراضی سے فاران کی طرف دیکھا۔

فاران کی نظریں ابھی بھی گیٹ ہے با ہرنگلتی گاڑی پر جمی ہوئی تھیں،رمٹ نے جیرانی سے اس کود یکھا تھا۔

''حدہے فاران بھائی۔اس طرح گھوررہے تھےاہے۔ کیاسمجھر ہی ہوگی وہ؟''

"اب مجھے کیا پتاتھارمشہ کہتمہاری بیٹ فرینڈاتنی خوبصورت ہے۔کون ہے ہے؟"

گاڑی میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

اسکرین پرآخری تصویر آ کرتھبرگئ تھی۔وہ اس لڑک کے چہرے کا کلوز اپتھا۔اسکرین پرنظر آنے والی خوبصورت آ تکھیں اب جیسے ان نتیوں مردوں پرجی ہوئی تھیں۔

تبریز پاشا نے سامنے پڑی میز پر رکھا شراب کا گلاس اٹھا کر بے اختیار ایک گھونٹ لیا۔اس نے پیچھلے تمیں سالوں میں اس انڈسٹری میں میں ہیروئیس متعارف کروائی تھیں ۔ان میں سے نونے اپنے اپنے زمانہ میں انڈسٹری پر راج کیا تھا۔ مگر ان میں سے کسی ایک کوکسی بھی حالت میں د کھے کراس کی'' وہ حالت''نہیں ہوئی تھی جواس وقت ہورہی تھی۔

اس نے اسکرین پرنظر آنے والے چ_برے سے زیادہ'' خوبصورت چبرہ''اپنے پینیٹیس سالفکمی کیرئیر میں نہیں دیکھا تھا۔اس نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔وہ پاکستان کےسب سے پرانے فلم اسٹوڈیو کا مالک تھا۔جس کے خاندان کا آبائی پیشے ہی فلمیں بنانا تھا۔ ہرسال پاکستان میں بننے والی سب سے مہنگی فلم بہت سالوں سے پاشا پروڈ کشنز ہی بنار ہاتھا۔اسے پاکستانی فلم انڈسٹری کا شومین کہا جاتا تھا۔

تیم بر پاشا کی فلم باکس آفس پر منافع کماتی یانہیں گربھی بھی نقصان میں نہیں جاتی تھی۔ وہ اپنی لاگت پوری کر لیتی تھی اور تیم بر پاشا نے جن 67 فلموں کو پر وڈ یوس کیا تھاان میں ہے کی ایک نے بھی اے ایک رو پیری انقصان نہیں ویا تھا۔ فلم انڈسٹری میں کوئی تیم بر پاشا ہے بڑھ کرا پنے ڈائز یکٹر ہیر واور ہیروئن کولگا میں ڈال کرنہیں رکھ سکتا تھا۔ صرف ڈائز یکٹر ہیر واور ہیروئن کولگا میں ڈال کرنہیں رکھ سکتا تھا۔ صرف پاشا پروڈ کشنز کے بیٹس پر ہیرو وقت پر پہنچتے تھے۔ صرف پاشا پروڈ کشنز کے بیٹس پر ہڑی ہیروئن بھی بلاچوں چرا ہروہ کاسٹیوم پہن لیتی تھی جواسے پہننے کے لیے دیا جاتا تھا جا ہے وہ کتنا ہی عامیانداور غیر مناسب کیوں نہ ہوتا اور صرف پاشا پروڈ کشنز کی فلم کوڈ ائز یکٹراسی وقت میں کھمل کر کے ویتا تھا جو وقت وہ کانٹر یکٹ میں لکھتا تھا۔

انور حبیب کا است گلاس اسی طرح میز پردهراتها اس نے ایک گھونٹ بھی نہیں لیا تھا۔ وہ سرخ آتھوں کے ساتھ اسکرین پرایک نک نظریں جمائے مسلسل اس تمبا کووالے پان کو چبار ہاتھا جواس نے تمیں منٹ پہلے منہ بیس رکھا تھا اور زندگی بیس پہلی باروہ پان کی بیک تھو کنا بھول گیا تھا۔

وہ پاکستان فلم انڈسٹری کا سب سے ''کرا'' اور'' کا میاب' ڈائر یکٹرتھا کیونکہ اس کا ہاتھ اس عوام کی نبض پرتھا جو سینما جاتی تھی اور بیصر ف انور حبیب جانتا تھا کہ وہ'' کب ، کیا، کس طرح'' دیکھیں گے اور وہ انہیں'' جب ، جو، جس طرح'' دکھا تا تھا''عوام'' و کیکھیے تھے۔ اور اسی''عوام'' کی پہلا'' کلھ پی '' ڈائر یکٹر بنایا تھا۔ اس نے اپند دہ سالہ کیرئیر میں 155 فلمیں ڈائر یکٹ کی پہلا نام انڈسٹری کا پہلا'' لکھ پی'' ڈائر یکٹر بنایا تھا۔ اس نے اپند وڈیوسر کی فلم کو بلا تھیں۔ پہلی فلم ڈائر یکٹ کرنے کے لیے اس نے چھسال انڈسٹری کے ہرچھوٹے بڑے پروڈیوسر کی فلم کو بلا مقا۔ جوا بی بچیاس لاکھی بلیک منی کووائٹ کرنا جا ہتا تھا۔ وہ اس کی پہلی فلم تھی۔

کے باوجودوہ پروڈ یوسرخوش تھا کیونکہ اس کی فلم نے ریکارڈ تو ٹر برنس کیا تھا۔ انور حبیب کی فلمیس جمالیاتی اعتبار سے فلم انڈسٹری کی تاریخ کی بدترین اور برنس کے اعتبار سے کامیاب ترین فلموں میں ثمار ہوتی تھیں اور انور حبیب کوان دونوں با توں پر فخر تھا۔ وہ اسکرین پر بے حدکم صورت اور بھدی سے بھدی ہیروئن کو بھی قیامت خیز انداز میں چیش کرتا تھا۔ گرتین منٹ میں اس اسکرین پر اس نے پاکستانی فلم انڈسٹری کی تاریخ کاخوبصورت ترین جسم دیکھا تھا، اس بات میں اسے ایک لخط کے لیے بھی شبہیں تھا۔

بات میں اسے ایک لخط کے لیے بھی شبہیں تھا۔

سفیرخان نے اپنے وائمیں ہاتھ کی انگلیوں میں اس کے سگریٹ کو بے اختیار ہاتھ سے جھٹکا۔ وہ اس کی انگلیوں کو جلانے لگا تھا۔ زندگی میں

ا پنی155 ویں فلم ڈائر بکٹ کرنے کے لیےاس نے ایک پروڈ یوسرکومند ما تکی قیمت لے لینے کے باوجود بھی تین سال تک خوار کیا تھا۔اس

پہلی بارچین اسموکر ہونے کے باوجوداس نےاسگریٹ سلگا کرا یک بھی کش لیے بغیرا سے را کھ کردیا تھا۔اسکرین پرنظریں جمائے نیم تاریکی میں فرش پر پڑے سگریٹ کے سلگتے ککڑے کو جوتے سے ٹٹول کراس نے بغیرد کھے مسلا۔ اپنے دس سال قلمی کیرئیر میں انڈسٹری کی ہرچھوٹی سے بڑی اداکارہ کے ساتھ انوالوہونے کے باوجودوہ دعوے سے کہ سکتا تھا کہ اس نے

اسکرین پرنظرآنے والیعورت سے زیادہ خوبصورت اوردکش عورت اس سے پہلے بھی نہیں دیکھی تقی۔ سفیرخان پچھلے دس سالوں سے فلم انڈسٹری کا بوجھ تن تنہا اپنے کندھوں پراٹھائے ہوئے تھا۔ وہ ایک سپراسٹار کا بیٹا تھا اور اپنے منہ میں

کوختم کردیا تھا بلکہاس کےاس امیج کوبھی ہمیشہ کے لیے بدل دیا تھاجووہ لےکرفلم انڈسٹری میں آیا تھا۔ پچھلے دس سال میں اس نے ساڑھے تین سوفلموں میں کام کیا تھا۔ تیریزیا شا،انور حبیب اور سفیرخان یا کستانی فلم انڈسٹری کے تین اہم ترین برج تھے۔ان میں سے جوبھی جب چا ہتا انڈسٹری کے کسی

بھی بڑے چھوٹے ایکٹریاا کیٹرلیں کا کیرئیرچٹگی بجاتے میں ختم کر دیتا۔ پاشا پروڈ کشنز کی کسی فلم میں کام کیے بغیرانڈسٹری کی کوئی ایکٹرلیس سپراسٹارنہیں بن سکتی تھی۔انور حبیب کی فلم میں صرف وہ ایکٹرلیس ہوتی تھی جسےوہ جامتا تھااور سفیر خان جس ایکٹرلیس کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیتا۔ وہ مین لیڈ سے سکنڈ لیڈ مرآتی پھرایک دوسالوں میں

ہوتی تھی جےوہ چاہتا تھااورسفیرخان جس ایکٹریس کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیتا۔ وہ بین کیڈ سے سینڈ لیڈ پر آتی پھرایک دوسالوں میں انڈسٹری ہے گم نامی کےاند عیروں میں غائب ہوجاتی۔

وہ تینوں اس انڈسٹری کے بےتاج ہادشاہ تھے۔اوروہ تینوں یہ بات بخو بی جانتے بھی تھے۔ پاکستانی فلم انڈسٹری کی تاریخ میں اس سے پہلے مجھی تمین مردوں کا کوئیTrio تناطاقتو زمبیں ہوا تھا۔اوران کی اس طاقت نے انہیں بلیک میلر بنادیا تھا۔وہ تینوں انڈسٹری میں اگر کسی سے دہتے یا کسی کالحاظ کرتے تھے تو وہ ایک دوسرے کا ہی لحاظ تھا۔اور یہ لحاظ سے زیادہ ضرورت کاعضر تھا جوان تینوں کوایک دوسرے کے ساتھ تعاون پرمجبور کرتا تھا۔

فلم میں کا منہیں کرے گا تو تبریز پاشا'' پاشا پروڈ کشنز'' کی فلموں ہے اس کے مدمقابل کوئی اور حریف لا کھڑا کرے گا اور انور حبیب جانتا تھا کہ'' پاشا پروڈ کشنز'' جتنا بیبہاورسہولیات فلم انڈسٹری کا دوسرا کوئی ادار ہنہیں دےسکتا اورسفیرخان کا متبادل کم انگم انگے دس سال میں اُسےنظرنہیں آ رہاتھا۔ فلمين وتكھنے والے سفيرخان پرجان ديتے تھے۔ اس کمرے میں سفیرخان اپنی 351ویں فلم انور حبیب اپنی 156ویں فلم اور تیمریز اپنی 67ویں فلم کے لیے انتہے ہوئے تھے۔ اور اسکرین پرنظر آنے والی وہ لڑکی اپنی پہلی فلم ک<mark>آ ڈیشن کے لیے منتخب ہونے والی تھی۔</mark> '' پھر؟'' تبریز یا شانے کمرے کی لائٹ آن کرتے ہوئے انور حبیب اور سفیرخان کی طرف باری باری دیکھا۔ کمرے میں تجیلنے والی روشن نے اسکرین پرنظر آنے والے چبرے کو پچھ دھندلا کراس کی تباہ کاریوں کوقدرے کم کردیا تھا۔ ''اہے آ ڈیشن کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بیا تڈسٹری میں آئے گی توانڈسٹری کے بڑے بڑے برج الٹا کرر کھدے گی۔'' انورحبیب نے پہلی باریان کی پکے تھو کتے ہوئے کہا۔اس کا اشارہ انڈسٹری کی ہیروئنز کی طرف تھا۔ تبریز پاشااورسفیرخان نے ہلکاسا قبقہدلگایا۔ انور حبیب نہیں جانتا تھا۔وہ کمرے میں بیٹھے انڈسٹری کے تینوں بے تاج بادشا ہوں کی قسمت کا حال بتار ہاتھا۔اسکرین پرنظر آنے والی لڑکی واقعی تینوں بڑے برجوں کوالٹانے آ کی تھی۔ سلطان کو چند کھوں کے لیےاپنے رو تکٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوں ہوئے۔منہ کھولے وہ بے بیٹنی کے عالم میں اس کا چہرہ و مکھ رہا تھا۔وہ اس کی پنڈلی کے گر دسینڈل کے ان اسٹریپ کو لپیٹنا بھول گیا جنہیں چند کمحوں پہلے وہ بڑے انہاک شوق اور محبت کے ساتھ لپیٹ رہاتھا۔ وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اب بردی سہولت کے ساتھ جھک کران اسٹریپ کوخود لپیٹینا شروع کر دیا تھا۔سلطان اس کے پیروں کے پاس کار پٹ پرکسی پھر کے مجسے کی طرح مبیٹھا اس ہکا بکا انداز میں پری زاد کا چہرہ دیکھ رہاتھا۔وہ پچھلے آٹھ سالوں سے دن رات اس کے ساتھ تھااور بچھلے آٹھ سالوں میں اس نے سینکڑوں باراہے ای طرح چونکا دیا تھا۔ آٹھ سال کے طویل عرصے کے بعداب سلطان کو یقین تھا کہ وہ اسے مزید حیران اور پریشان نہیں کرسکتی کیونکہ وہ پری زادکواندر باہر سے جان گیا تھا۔ کیکن اس وفت اس کےسامنے بنیٹھےوہ اپنے آپ کواحمق سمجھ رہاتھا۔ پری زاد کے بارے میں انڈسٹری جوکہتی تھی ،ٹھیک کہتی تھی۔ صرف پانچ منٹ پہلے ہی تو اس کے سرخ کیونکس سے رنگے ہوئے لمبے ناخنوں کود کیھتے ہوئے وہ اس کے پیروں پر قربان ہوجانا جا ہتا

تھا۔وہ ہر باراسی شوق اورلکن کےساتھ پری زاد کے بیروں میں جوتے پہنا تا تھا۔اوراس پررشک کرتا تھاوہ کسی بیلے ڈانسر کے بیروں کی طرح

نازک جم داراور دودھیا تھے۔سلطان نے شراب کے نشے میں بہت سے مردوں کواس کے پیروں کو چومتے دیکھا تھااورا سے فخرتھا کہ وہ روز ان

تہریز پاشا کواپی فلم کی کامیابی کے لیے سفیرخان کے نام اورانور حبیب کے کام کی ضرورت بھی ۔ سفیرخان جانتا تھا کہوہ پاشا پروڈ کشنز کی

پیروں میں جوتے پہنایا کرتاتھا۔

وہ اب اسٹریپس بند کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوگئ تھی۔اپنی سرخ ساڑھی کوسنجالتے ہوئے وہ ڈرینگٹیبل کے شیشے کے سامنے جاکر

کھڑی ہوگئی سلطان اب بھی اس طرح کاریٹ پر ہیٹھا سائس رو کے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ آئینے میں خود پر تنقیدی نظریں ڈالتے ہوئے اپنی ساڑھی ٹھیک کررہی تھی۔

کمرے میں پڑاا نٹرکام بجنے لگا تھا۔سلطان چونک گیا بھراٹھ کرا نٹرکام کی طرف گیا۔وہ اسی طرح آئینے میں اپنی ساڑھی کوٹھیک کرتے

ہوئے بولتی رہی۔

چوکیدار نے انٹرکام پرسلطان کو ''کسی'' کی آمد کی اطلاع دی۔سلطان انٹرکام کاریسیور ہاتھ میں لیے پری زادکواس آمد کی اطلاع نہیں

دے سکا۔ وہ آئینے سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے بولنے سے پہلے ہی اس سے کہدر ہی تھی۔ ''اے اندرآنے دو۔ میں نےتم ہے کہاتھاناوہ وقت سے پہلے یہاں پہنچ جائے گا۔''

سلطان جان نہیں سکااس کے لہجے میں کیا تھا۔اس نے انٹر کام پر چوکیدار کو ہدایت دی پھرریسیورر کھ دیا۔ '' بیمت کریں۔'' وہ ریسیور کھتے ہی بری زاد کی طرف آیا تھا۔ بری زاد نے اسے مسکرا کردیکھا۔

وہ'' دو پہر'' ہےاس'' ملاقات'' کی تیاری کررہی تھی۔سلطان اس کی بے چینی کو سمجھتا تھااور جانتا تھا۔ پری زاد'' کب'' ہےاس ملاقات کی تیاری کرربی تھی۔ یہ بری زاد کےعلاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

> ''بیمت کریں۔'' سلطان ایک بار پھر گڑ گڑ ایا۔ ''کیوں؟'' وہ مسکرائی۔'' جمہیں مجھ پرترس آ رہاہے یااس پر؟'' "نوسال لگائے ہیں فلمی کیرئیر بنانے میں آپ نے۔ آپ اس طرح کی کوئی چیز سوچ بھی کیسے عتی ہیں۔"

> وہ اب اسے پہتہ نہیں کیا کیا ما دولانے کی کوشش کرر ہاتھا۔

''مِن کیسی لگ رہی ہوں سلطان؟'' اس نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میک دم ، مڑ کرمسکراتے ہوئے سلطان سے یو چھا۔ وہ آٹھ سال سے اس کے ساتھ تھا۔ ان آٹھ سالوں میں اے ایک موقع بھی یا زہیں آیا جب پری زاد نے اس سے بیسوال کیا ہو پری زاد کیسی لگتی تھی ، پری زاد بیرجانتی تھی۔

اس نے پری زاد سے پہلے انڈسٹری کی دو بڑی ہیروئنز کے ساتھ تیرہ سال کا م کیا تھا۔وہ دونوں بھی انڈسٹری کی خوبصورت ترین عورتوں میں شارہوتی تحمیں یے مگروہ دن میں کئی کئی بارسلطان سے بیسوال کرتی تھیں اپنی مرضی کا جواب سننے کے باوجودوہ مطمئن نہیں ہوتی تحمیں وہ کہیں جانے

کے لیے پندرہ بارا پی وارڈ روب سے کپڑے نکالتیں، ہر بارغیرمطمئن ہوتے ہوئے انہیں واپس رکھ دیتیں۔ دس دس جوتے یا وُں میں بدلنے کے

باوجوداینے یاؤں کود کھے کرخوش نہیں ہوتی تھیں۔ پندرہ بندرہ باراین جیولری بدلتیں اور بچاسیوں بارا پنامیک اپٹھیک کرتیں پھربھی انہیں اپنے چہرے

اورجہم پرموجود دوسر بےلواز مات میں کوئی نہ کوئی چیزٹھیک نہیں لگتی کوئی نہ کوئی چیز پریشان کرتی رہتی۔ چیرے کے کسی نہ کسی جھے پر کمپیکٹ پاؤڈر سے پیفنگ کی ضرورت پڑتی تھی۔ آئھوں کا آئی لائٹز کہیں نہ کہیں سے نامناسب لگتا ہی رہتا۔ پیٹ کی خار دوارڈ روب کھول کر ہاتھ میں آنے والا پہلالباس پہن لیتی۔ بعض دفعہ بیکام بھی سلطان ہی انجام دیتاوہ اپنی مرضی سے اس کے اس کے دار دور میں دفتہ کے دار دور میں تازی دور اور اور دور اور اور دور اور اور دور دور میں تازی میں اور اور دور کی میں اور اور دور کھول کر ہاتھ میں آنے والا پہلالباس پہن لیتی۔ بعض دفعہ بیکام بھی سلطان ہی انجام دیتاوہ اپنی مرضی سے اس کے دار دور میں دور میں دور کھول کر ہاتھ میں اور دور کی میں اور کی میں اور کی میں اور کی کھول کر ہاتھ کی دور اور دور کی میں دور کھول کر ہاتھ دور کی دور کھول کر ہاتھ کی دور کی دور کھول کر ہاتھ کی کھول کر ہاتھ کی دور کھول کر دور دور کھول کر دور کھول کے دور کھول کر دور کھول کر دور کھول کی دور کھول کر دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کر دور کھول کے دور کھول کر دور کھول کے دور کھول کو دور کھول کو دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کر دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کو دور کھول کے دور کھول کو دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کو دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کو دور کور کھول کے دور کھول کے دور کھول کے دور کھول کور کھول کے دور کھول کے دور کھول کور کور کھول کے دور کھول کور کھول کور کھول کے دور کھول کے دور

لیے کپڑے نکال دیتااوروہ دوسری نظر ڈالے بغیراس لباس کو پہن لیتی۔سلطان ہی اس کے لیے میچنگ جیولری اور جو نتے نکالتا تھا۔اور پری زاد کو بھی ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔سلطان نے ایک باراس سے میہ کہہ ہی دیا تھا۔

''جس مرد سے شادی کا ارادہ ہوگا اس کے لیے تیار ہوتے ہوئے گھنٹے لگاؤں گی۔ درجنوں ملبوسات کورد کرکے کسی ایک لباس کا انتخاب کروں گی۔ جوتے بدل بدل کردیکھوں گی اور صرف وہ زیور پہنوں گی جواس نے مجھے دیا ہوگا۔''اس نے ہنس کرکہا تھا۔ ''جن کے لیے اب تیار ہوتی ہوں ، یہ تو کیڑے مکوڑے ہیں۔''اس نے اس سانس میں کہا تھا۔ ''لیکن تم فکر مت کرو، پری زاد کسی سے شادی نہیں کرے گی۔''

اس نے ایک بار پھر ہنس کر سلطان سے کہا تھا۔ سلطان نے اسے نداق سمجھا تھا۔ حالا نکہ وہ جانتا تھا پری زاد نداق بہت کم کیا کرتی تھی۔ آج پری زاد کو تیاری کرتے ہوئے دیکھ کر سلطان کو ایک لمجے کے لیے پچھ شائبہ ہوااس کی وہی بات یاد آئی وہ وارڈ روب کھولے کھڑی کپڑوں پرنظرڈ ال رہی تھی۔اورکسی لباس ہے مطمئن نظر نہیں آرہی تھی۔ پھریک دم مؤکر اس نے سلطان سے کہا۔

''آ و سلطان! ساڑھی خرید نے چلیں۔' وہ اسے لے کرایک بڑے ڈیز ائٹر کے بوتیک پرآ گئی۔ وہاں اس نے پہلی ہی نظر میں پندآ نے والی وہ سرخ سلک کی ساڑھی خرید کی جس کے ساتھ بیک لیس بے حدمخضر ساسرخ رنگ کا بلاؤز تھا۔ سلطان کو جیرت ہوئی جب پری زاد نے اس ساڑھی کے ساتھ میچنگ میں ملنے والی سرخ سینڈل کی بہاڑھی ساڑھی کے ساتھ رکھی لیجا سٹر میس کی سینڈل لی۔ساڑھی نے اس کے پاؤں کو چھپالینا تھا پھروہ ان جوتوں کو کیوں خریدر ہی تھی۔ سلطان کی سمجھ سے باہرتھا۔

پنیتیس ہزار کی ساڑھی اور پانچ ہزار کے جوتے کی ادائیگی پری زاد نے اس کریڈٹ کارڈ سے کی تھی جس کے بلز چیمبر آف کامرس کے صدر کو بھیجے جاتے تھے۔

اوراب وہ اسی ساڑھی میں ملبوس وہی جوتے پہنے ڈرینگٹیبل کے سامنے کھڑی ڈی بئیرز کے وہ ڈائمنڈ سٹڈز اورنیکلس پہن رہی تھی۔ جو اسے پچھلے ہفتے رحیم یارخان میں متحدہ عرب امارات کے شاہی خاندان کے ایک فرد نے اپنے کل میں تین روزہ قیام کے بعدروانہ ہوتے وقت دیے تھے۔ اپنے Streaked بالوں کوسر کی پشت پر ایک بہت سادہ لیکن بہت خوبصورت تر اشیدہ انداز کے جوڑے میں لپیٹے پانچ فٹ سات انچ کی وہ قیامت کی اور کے لیے قیامت اٹھانے کی تیاری کر دہی تھی۔

سلطان نے اس کے'' میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' کا جواب نہیں دیا تھا۔ پری زاد نے جواب کا انتظار نہیں کیا تھا۔ وہ اسی طرح پلٹ کر پھر آئینے میں خودکود کیھتے ہوئے نیکلس پینئے گئی تھی۔ وہ واضح طور پرسلطان کی درخواست کا نداق اڑار ہی تھی۔

نیکلس کوگردن کی پشت کی طرف لے جاتے ہوئے اس نے منہ سے ایک لفظ نکا لے بغیر نیکلس کے دونوں حصوں کو ہاتھوں سے پکڑے وائیں ہاتھ کی انگلی کو دو تین بارگردن کی پشت پر ملکے سے مارا۔ بیسلطان کے لیے مدد کا اشارہ تھا۔اس نے آ گے بڑھ کر پری زاد کے ہاتھوں سے نیکلس پکڑتے ہوئے اسے اس کی راج ہنس جیسی گردن کی پشت پر بند کر دیا۔اس کے اتنے قریب کھڑے سلطان نے اس کے جسم سے اٹھتی ایسٹی لا ڈر کی مہک کومحسوس کیا۔ چھانچے او کچی ہیل پہنے وہ اس وقت اس ہے آ دھ فٹ او کچی تھی ۔سلطان کواسے گردن او پر کر کے دیکھنا پڑر ہاتھا۔ وہ بیک کیس اورسلیولیس بلا وُزمیں سےنظر آتے اس کے بے داغ دودھیاجسم کود مکھر ہاتھا۔اس کواگر حچھونے کودل چاہتا تھا تو یہ باعث حیرت نہیں تھا۔فلم انڈسٹری میں نوسال سے راج کرنے اور دن رات کام کرنے کے باوجود پری زاد آج بھی ہوش رباتھی۔وہ اس حسن کے ساتھا نڈسٹری میں اگلے دس سال بھی ای طرح راج کرسکتی تھی۔اے دور دورتک کوئی خطرہ نہیں تھا۔وہ خطرے کوخطرہ بننے سے پہلے ہی ختم کر دیا کرتی تھی۔ سلطان کے دل کوجیے کسی نے مٹھی میں د بالیا، وہ اس کے آٹھ سال کی محنت کوشی میں ملانے جارہی تھی۔ ''میں بیسبنہیں ہونے دول گا۔'' سلطان نے بےساختہ اس کے عقب میں کھڑے ہوکر کہا۔اپنے جسم پر ہیوگو ہاس کا اسپرے کرتے

یری زاد کا ہاتھ ایک لمحہ کے لیے رکا پھرڈ رینگ ٹیبل پر بوتل رکھتے ہوئے وہ بلیٹ کرسلطان کے مقابل آ گئی۔

''تم نہیں کرو گے تو کوئی اور کرےگا۔ پری زاد کو جو کروانا ہے، وہ کروالے گی۔''اس کا لہجہ سرداور چنٹا دینے والا تھا۔سلطان کی آ تکھوں میں آنسوآنے لگے۔وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر بیڈ کی طرف آئی۔اور وہاں پڑا چھوٹا سایرس اٹھالیا۔سلطان کی طرف دیکھے بغیروہ بیڈروم کے بند دروازے کی طرف جانے لگی۔سلطان لیک کراس کے سامنے آیا۔اس نے پری زاد کا ہاتھ پکڑ کراسے روکا۔ایک آخری کوشش۔

''مت کریں پری جی!مت کریں، میں آپ کو تباہ ہونے نہیں دوں گا۔''اس نے منت بھرے انداز میں کہا۔

' دختہبیں لگتا ہے میں تباہ ہونے جارہی ہوں؟ غلط نہی ہے تمہاری۔اس وفت آٹھ نج رہے ہیں۔میں رات کے دو بجے اسی بیڈروم میں یبیں تمہارے ساتھ بیٹھ کر جائے پول گی۔اگرتم ویبا کرو گے جیسا میں کہہ رہی ہوں تو اوراگرتم بینیں کرو گے تو جب میں رات کے دو بجے یہاں آ وَل كَى تُو مجھے تبہارى شكل نظر نہيں آ ناچاہيے۔ نه آج نه دوباره بھى۔''

وہ بے حدیر سکون انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ پری زاد نے اسے دھمکایا پھر بڑے پیار سے اپناباز و چھڑاتے ہوئے سلطان كا گال تفیحتیایا، وه دنیامین کسی مردکسی عورت پراعتاز نبیس کرتی تھی ۔صرف سلطان پر کرتی تھی کیونکہ اس کاتعلق ان دونوں اصناف سے نبیس تھا۔

درواز ہ کھول کر'' قیامت'' کمرے سے چلی گئی اس نے مڑ کرایک باربھی سلطان سے پیبیں پو چھاتھا کہاس نے کیا فیصلہ کیا ہے۔وہ جانتی تھی وہ کیا کرے گا۔سلطان بھیکی ہوئی آتکھوں اور گالوں کے ساتھ بند دروازے کو دیکھتا رہا۔ چندمنٹوں بعداس نے کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہوکر جانے کی آ واز سی۔وہ تھے تھے قدموں کے ساتھ بیڈ کے پاس آیا۔سائیڈئیبل سے موبائل فون اٹھا کروہ اس نمبر پر کال کرنے لگا۔ آج کی رات یا کستان قلم اندسٹری پر بہت بھاری ہونے والی تھی۔ شوکت زماں اسے پچھلے پندرہ منٹ سے گالیاں دے رہاتھا۔ پہلے پنجابی پھراردو، اب انگریزی میں۔ وہ کچن میں مصروف تھا۔لیکن شوکت زماں کی آ واز اس تک بخوبی پنچی رہی تھی۔شوکت زماں کے کھانے کا وقت ہور ہاتھا۔وہ ٹرے میں سوپ کے پیالے رکھنے لگا۔ لاؤنج عبور کر کے محلے دروازے سے اندرآ یا تو وہ اسے فرخ میں گالیاں دینا شروع کر چکا تھا۔اس کا مطلب تھا۔وہ اب جلدی چپ ہونے والا تھا۔ اس کی فرنچ اچھی تھی نہاں میں اس کی گالیوں کا ذخیرہ الفاظ۔

شوکت زماں اب خاموش ہوکر ہانپ رہاتھا یا ہاہنے کی وجہ سے خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے ٹرےصوفے کے پاس پڑی سینٹرٹیبل پررکھی اور اس میں سے پہلا بیالداٹھا کر بیڈ پراس کے پاس لے آیا۔

'' تو آخر جاتا کیوں نہیں یہاں ہے؟ کتے کی طرح میرے گھر کیوں پڑا ہوا ہے تو کیا سمجھتا ہے میں تختبے کچھ دوں گا؟ ایک پینی تک نہیں ملے گی تختبے ۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں ۔ تیرے دل میں کتنالا کچ ہے۔''

گالیوں کے بعدوہ اس طرح کی گفتگو کرتا تھا۔ اس نے حسب معمول پہلا پیالہ بیڈسائیڈٹیبل پر رکھ دیا۔ شوکت زماں نے ہمیشہ کی طرح پہلا پیالہ اٹھا کر پوری قوت سے فرش پر پھینکا۔وہ مطمئن ہوکروا پس سینٹرٹیبل کی طرف مڑگیا۔

''وصیت لکھوا دی ہے میں نے وکیل کو ہر چیز خیرات میں بانٹ دی ہے میں نے ، ید گھر ، میرے گیس انٹیشن ، سپراسٹور ، بینک ا کا وُنٹ سب کچھ ، اس گھر کا فرنیچر تک میں نے اولڈ ہوم کو وے دیا ہے۔ اس کتیا ، اس کے بچوں اور تیرے لیے ایک ٹنکا تک نہیں چھوڑ امیں نے تم سب کو بھی تو پتا چلے شوکت زماں کیا چیز ہے کیا کرسکتا ہے۔''

دوسرا پیالہا تھاتے ہوئے اس نے شوکت زمال کوار دومیں کہتے سنااس نے پچھلے جملے پنجا بی میں کہے تھے۔

وہ دوسرا پیالہ لے کراس کے سامنے آگیا۔اس بار پیالہ بیڈ سائیڈ ٹیبل پرر کھنے کے بجائے اس نے اس پیالے کو کھڑے کھڑے شوکت زماں کی طرف بڑھایا۔شوکت زماں نے پیالداس کے ہاتھوں سے لے کر پوری قوت سے سوپ اس کے سینے پراچھال دیااور پیالدایک بار پھرفرش پر بچینک دیا۔وہ چھنا کے سےٹوٹا۔اس نے اپنے سوپ میں تھڑے کپڑوں پرایک نظرڈالی اور مطمئن ہوکرایک بار پھرسینٹرٹیبل کی طرف بڑھا۔

'' میں تم سب کو ہر باد کر کے رکھ دوں گا۔ پولیس کواطلاع کروں گا تمہارے بارے میں جھوٹے مقدمے بنواؤں گا تمہارے خلاف۔ کجھے ڈی پورٹ کروا دوں گا۔اس ملک سے یا پھرساری عمر جیل میں گزرے گی تمہاری ، تمہارا خاندان ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے گا، بھیک مانگتے پھریں گے سڑکوں پر۔ مجھے ابھی پتانہیں شوکت زمال کیا کرسکتا ہے۔''

شوکت زماں اب انگلش میں حلق کے بل چلار ہاتھا۔ وہ تیسرا پیالہ اٹھا کراس کے پاس چلا آیا،شوکت زماں نے بھی اسے فرخ میں نہیں دھمکا یا تھا۔ وہ اسے جانتا تھااسے فرخ پنج نہیں آتی ، وہ فرخ میں اسے صرف گالیاں دیتا تھا کیونکہ وہاں اپنے چارسالہ قیام کے دوران فرخ کے جو چندلفظ اس نے سیکھے تھے۔ وہ گالیاں ہی تھیں اور وہ بھی شوکت زمان کی مدد ہے۔ وہ تیسرا پیالہ لے کراس بار شوکت زمال کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔ شوکت زمال نے پوری طاقت سے اس کے چہرے پرتھوکا۔ اس نے دائیں باز وکی شرٹ سے اسے صاف کیا، شوکت زمال نے پوری قوت سے اس کے دائیں گال پرتھیٹر مارا۔ پھر بائیں ہاتھ سے تھیٹرا مارا۔ اس نے شوکت زمال کو رو کنے کی کوشش کرنے کے بجائے سوپ کے پیالے کو پوری قوت سے پکڑے رکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ سوپ گرجائے پھر شوکت زمال کیا پیتا۔

پہلاتھیٹر، دوسرا، تیسرا، چوتھادودائیں گال پر دوبائیں گال پر پھردائیے کندھے پردائیں ہاتھ کا بھر پورم کا پھر بائیں کندھے پر ہائیں ہاتھ کا محارک ہے۔ مکااوراب اس کے سرکے بالوں کی باری تھی ۔شوکت زمال اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اس کے بال تھینچ رہاتھا اور وہ سوپ کے بیالے کوسنجالے اس Sequenca کودل میں دہرار ہاتھا جس میں شوکت زمال اس کی بٹائی کررہاتھا۔

شوکت زمان اب قدرے بے دم ہوکر ہانپ رہاتھا۔ اس نے اطمینان کے ساتھ سوپ کے پیالے سے پہلا چچچ ہرکر شوکت زمان کے منہ
کی طرف بڑھایا۔ شوکت زمان نے منہ کھول کرسوپ ٹی لیا۔ اس نے دوسرا چچچ بڑھایا۔ اس نے وہ بھی ٹی لیا۔ اب اس کے ہونٹ کیگیار ہے تھے۔
اس کی آئھوں میں آنسوا ٹدر ہے تھے۔ وہ جانتا تھا اب شوکت زمان آگے کیا کرنے والا تھا۔ اس نے تیسرا چچواس کے ہونٹوں کی طرف بڑھایا اس کی آئھوں میں آنسواب اس کے گالوں پر بہنے لگے تھے اس نے چوتھا چچ بھی پیا وہ اب سسکیاں لینے لگا تھا پانچواں، چھٹا، ساتواں، آٹھواں، نواں چچو، دسواں چچے اس سے کیا تری چچے تھا۔

اورشوکت زمال نے اب بیڈ سے اٹھ کراس کے پاؤں کپڑ لیے تھے۔وہ بلند آ واز میں زاروقطاررور ہاتھا۔

'' دیکھے لےمیری بات مان لے تختے اللہ کا واسطہ تختے تیری ماں کا واسطہ مجھ پرترس کھا.....دیم کر.....دیکھے لے توجو کہے گامیں کروں گا بس مجھ پرترس کھا۔''

شوکت زمال اب اس کی ٹانگوں سے چپکا گڑ گڑا تا ہوااس کے چبرے کود کمچے رہاتھا۔اس نے بے حدرتم بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی میں شوکت زمال سے زیاوہ''شریف،رحم ول، بااخلاق، بامروت،اعلاظرف،مہذب،شائستہ اورغنی''انسان بس دیکھا تھا۔

اوررات کے کھانے کے لیے سوپ کے تین پیالے تیار کرنے تھے۔

کرم علی نے زندگی کا پہلاسفرسترہ سال کی عمر میں ایک جعلی شناختی کارڈ اور جعلی پاسپورٹ پرمچھپلیاں پکڑنے والے ایک ٹرالر پر کیا تھا۔وہ
اس کی دہائی کے پہلے چندسالوں میں غیر قانونی طور پر کویت پہنچنے والے پہلے تین لوگوں میں سب سے بڑا تھا۔اس کے ساتھ دوسر بے لاکوں کی عمریں
پندہ سولہ سال تھیں۔وہ ان تینوں لاکوں میں سب سے زیادہ صحت مند بھی تھا۔ ان میں سے ایک کوجذام دوسر بے کوئی بی جبکہ کرم علی کوصرف برص تھا۔
اس کی کمراور پیٹ پرسفید دھبے تھے۔لیکن کرم علی جانتا تھا پچھ عرصہ میں وہ پورے جسم پر پھیل جا کیں گے۔اور اس کے بعد کسی عرب ملک کا سفر کرنا اور وہاں پرک احد مشاور ہوتا۔ عرب برص کے مریض سے نفر سے کرتے تھے اور 80 کی دہائی میں ایشیائی ممالک میں برص کا مرض بے حد عام تھا۔
حد عام تھا۔

وہ اسٹرالر پرموجود واحد''لیگل''بندہ تھا۔ باقی کے دونو لاڑوں کے پاس شناختی کارڈ اور پاسپورٹنہیں تھے۔وہ یا بیجعلی کاغذات تیار کرواسکتے تھے یا کویت کے اس غیر قانونی سفر کے لیےٹرالروالے کو پیسے دے سکتے تھے۔

ان دونوں اڑکوں کی طرح کرم نے بھی ٹرالروالے کو پائی بڑاررو پے دیے تھے۔ اس میں سے بندرہ سورو پے اس نے پچھلے چارسال میں شیج کے وقت اسکول جانے سے بہلے اخبار نیج کر، سہ پہرکو پھلوں کی ریڑھی لگا کر، شام کو سگنلز پر پھولوں کے گجرے نیج کر اور رات کولفا فے جوڑ کر جمع کیے تھے۔ ان بندرہ سومیں پچھر قم سردیوں میں کوئلہ بیچنے ،عیدوں پر غبارے بیچنے ، چودہ اگست پر جھنڈیاں، جھنڈے بیچنے اور شب برات پر آتش بازی کا سامان بیچنے سے بھی حاصل ہوئی تھی۔ جمع ہونے والی بیرقم بہت زیادہ ہوتی اگر کرم تیرہ سال کی عمر میں اپنا گھر خود نہ چلار ہا ہوتا۔ اس کے گھر میں ماں باب سمیت آٹھا فراو تھے۔ اور بدشمتی سے وہ ماں باپ اور بہن بھائیوں سب سے" بڑا" تھا۔ اس کے ماں باپ ذمہ داریوں کو اٹھانے کے اعتبار سے اس سے بعد میں آتے تھے۔ کرم علی کا باپ جہاں داد سال کے بارہ مہینے میں بارہ مختلف کا م کرتا تھا اور کسی ایک کام سے بھی اسے آئی آئد نی نہیں ہوتی تھی جے وہ کرم علی کا باپ جہاں داد سال کے بارہ مہینے میں بارہ مختلف کا م کرتا تھا اور کسی ایک کام سے بھی اسے آئی آئد نی نہیں ہوتی تھی جے وہ کرم علی کا باپ جہاں داد سال کے بارہ مہینے میں بارہ محتلف کا م کرتا تھا اور کسی ایک کام سے بھی اسے آئی آئد نی نہیں ہوتی تھی جے وہ کی سال بین ذاتی ضروریات پوری کرنے کے بعد گھر میں دیتا اور گھر کے اخراجات پورے ہوئے۔

شادی کے چودہ سالوں میں صرف شادی کا پہلا سال تھا جب جہاں داد با قاعد گی سے اپنی بیوی کوخر چادیتار ہااس کے بعد کرم علی پیدا ہو گیا اور جہاں داد بیٹے کی پیدائش کے بعد شادی کے دوسرے ہی سال جیسے ہر ذمہ داری سے آزاد ہو گیا۔گھر میں اب اگلی نسل آگئ تھی یعنی دوسرا مرد۔ اگلہ تمن مدال اخراجاں ہے کی فید مداری جہلاں داد کلیا۔ ایٹوا تا یا کہ کوئے جہلاں داد کی بعدی باس کی بھیتے تھے باور اس کراص اور براس کے

ا گلے تین سال اخراجات کی ذمہ داری جہاں داد کا باپ اٹھا تا رہا۔ کیونکہ جہاں داد کی بیوی اس کی بھیجی تھی اوراس کے اصرار پراس کے بھائی نے اپنی بیٹی کی شادی جہاں داد کو بےصد ناپسند کرنے کے باوجود بھی کر دی تھی۔ ان دوسالوں میں جہاں داد کے ہاں دو بیٹیوں کا اضافہ ہوا اور اس کا دل بیوی اور گھرسے مزیدا جات ہوگیا۔اس کے سی بھائی کے ہاں دو بیٹیاں نہیں تھیں اگر کسی کی دوسری بیٹی ہوئی تھی تو پیدائش کے پھے عرصہ کے بعد مرگئی اور اب اس کے ہاں دو بیٹیاں نہیں تھیں اگر کسی کی دوسری بیٹی ہوئی تھی تو پیدائش کے پھے عرصہ کے بعد مرگئی اور اب اس کے ہاں دو بیٹیاں ہوگئی تھی۔ کیونکہ جہاں داد کے

خاندان میں بہنوں کو ہمیشہ بڑا بھائی ہی بیا ہتا تھا۔

ا گلے چارسال گھر کے اخراجات جہاں داد کے باپ کی موت کے بعداس کے بڑے دونوں بھائیوں نے اٹھائے تھے کیونکہ وہ سب ایک

آ گیا تھا جس نے گھر کی دوسری عورتوں اور بچوں کی طرح جہاں داد کی بیوی کوبھی خواب دکھانے شروع کر دیے تھے۔ بینٹ کوٹ میں ملبوس سگار پیتا، فر فرانگریزی بولتا کمبی گاڑی ہے اتر نے والا اورایک بڑے ہے گھر میں رہنے والا اونچا لمباخوب صورت، پڑھا لکھا مرد۔ جہاں دادان میں سے کسی ایک بھی خوبی کا مالک نہیں تھا۔ اور کسی بھی معیار کوحاصل نہیں کرسکتا تھا۔ زینت کی نظر گھر کے دوسرے نتھے مرد پر تھبر کئی ان میں سے پچھ چیزیں وہ حاصل کرسکتا تھا۔ یوں کرم علی کو جہاں داد کی شدید مخالفت کے باوجود کسی درک شاپ کی بجائے ایک سرکاری اسکول میں داخل کروا دیا گیا۔ان چاروں سالوں <mark>میں جہاں داد کےگھر دولڑکوں کا اضافہ ہوا۔ جہاں داد کا احساس کمتری کچھ کم ہوا۔ مگر کرم علی کی ذمہ</mark> دار یوں میں کچھاوراضا فدہوگیا۔ جہاں داد کے خاندان میں چھوٹے بھائیوں کی ذمہداری بھی بڑا بھائی ہی اٹھا تا تھااورصرف ان ہی کی نہیں ان کی لی جی۔ شادی کے آٹھ سال کے بعد جہاں داداوراس کے گھر والوں کو جہاں داد کے باپ کی مختصری جائیداد کی تقسیم کے بعد گھر کے ہی ایک جھے میں علیحدہ کر دیا گیا۔ جہاں داد کے باقی نتیوں بھائی ایک سال کے اندر اندراپنے اپنے حصے کو پچ کر وہاں ہے چلے گئے جبکہ جہاں داداپنے ایک کمرے،ایک برآ مدےاور دواطراف ہے ٹوٹی ہوئی دیواروں اور تیسری اطراف میں ٹوٹے ہوئے پٹوں والے لکڑی کےایک وروازے پرمشمل تمیں فٹ لیے کیچن والےمکان میں ہی مقیم رہا۔اس کے گھر کےافراد میں اب ایک اورلڑ کی کااضا فدہو چکا تھااور ظاہر ہےاگر بڑی دونوں بہنوں کو بیا ہنا کرم علی کی ذ مدداری تھی تو چھوٹی بہن کو بیا ہنا بھی اس کا فرض تھا۔ ان چے سالوں میں گھر کے اخراجات زینت کے بھائی اور باپ برداشت کرتے رہے مگر کرم علی کے تیر ہویں سال میں داخل ہوتے ہی انہوں نے اس کام سے ہاتھا ٹھالیا۔گھر کا دوسرامر داب جوان ہور ہاتھا۔گھراس کی بدشمتی پیٹھی کہا سے تعلیم میں ضرورت سے زیادہ دلچیسی پیدا ہوگئ تھی اورگھر میں اب کسی ٹی وی کے نہ ہونے کے باوجودوہ بے حد بڑے بڑے خواب دیکھنے لگا تھا۔ باپ کی زبردست پٹائی اور دباؤ کے باوجود کرم علی اسکول چھوڑنے پر تیارنہیں ہوا۔البتہ وہ ساتھ ساتھ کام کرنے لگا تھا۔گھر کی گاڑی پھر سے چلنے لگی تھی۔اس کے گھر میں سب پچھ تھا۔ بھوک، بیاری ،غربت، جھگڑا، ناا تفاقی ، بےسکونی کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی کمی ہوتی اس کے باوجود کرم علی اینے بہتے میں کتابوں کے ساتھ ساتھ اپنے خواب بھی اٹھائے بھرتا تھا۔ صبح چار ہے وہ کوکلوں کی استری سے اپنے نتھے نتھے ہاتھوں سے کپڑے استری کرتا ،استری شدہ کپڑے پہن کر ہالوں میں تیل لگا کراور تختگھی کےساتھ مانگ نکال کروہ آ دھ گھنٹہ بیدل چل کرا خبار کی اس ایجنسی میں جا تا جہاں وہ صبح حجھاڑ ودیتا، پونچھالگا تا، چیزوں کی گرد حجھاڑ تا پھر اخباروں کے بنڈل آ جانے کے بعدوہ ان بنڈلز کومختلف ہا کرز میں تقشیم کرتا ،بعض کو بنڈل کھول کرمطلوبہ تعداد میں اخبار گن کردیتا۔ لاگ بک میں

ہی گھر میں اکٹھے رہتے تھے۔ کھانا پینا بھی مشتر کہ تھااور جہاں دا د کولعنت ملامت کرنے کے باوجوداس کے بھائی اس کی بیوی اور بچوں کو ہر ماہ تھوڑی

یا کستان میں ٹیکی ویژن کی نشریات کا آغاز ہو چکا تھا۔ جہاں داد کے ایک بڑے بھائی کے کمرے میں بھی ایک بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی

بہت رقم دیتے رہے۔ کرم علی کواس زمانے میں اس کے تایا کے بچوں کے ساتھ ایک سرکاری اسکول میں داخل کروا دیا گیا۔

بچانے میں خرچ ہوتی تھی۔ابیانہیں تھا کہاس کےاسکول میں گندے یو نیفارم پر کوئی سزادی جاتی تھی۔وہ جس علاقے میں تھاوہاں اسکول کےسات سو بچوں میں صرف چودہ بیجے بورااورصاف بو نیفارم پہن کراسکول جاتے تھے اوران کے نام ان کی کلاس ان کے گھر کا ایڈریس تک ہیڈ ماسٹر کوصرف اس ایک وجہ سے یا در ہتا۔ باقی 686 بچے یو نیفارم سے ملتے جلتے ہر طرح کے لباس میں ہر طرح کے جوتے پہن کر ہر طرح کے حلیے میں اسکول آجاتے۔ صاف استری شدہ کپڑے پہننے اور بالوں میں تنکھی کرتے رہنے کا بیسلسلہ اسکول کے بعدر پڑھی لگانے اور رات کوسکنلز پر گاڑیوں کوروک کر پھولوں کے گجرے بیچنے پر بھی ختم نہیں ہوتا تھا۔ کرم علی کواستری شدہ صاف کپڑے پہننے کا جنون تھا۔ جو چند جوڑے اس کے پاس تھے دہ انہیں بھی بڑی حفاظت اورا حتیاط کے ساتھ اپنے صندوق میں تہہ کر کے رکھتا تھا۔اگر بھی گھر میں صابن ختم ہوجا تا تووہ خالی پانی ہے ہی اپنے کپڑے رگڑ رگڑ کر سترہ سال کی عمر میں اس نے رزق کی تلاش کے لیےخوار ہونے کے ساتھ میٹرک کر ہی لیا تھااور میٹرک کرنے سے بہت پہلے ہی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ پہلی اور آخری کوالیفکیش تھی جواس کے مقدر میں تھی۔ جہاں دادنے اب چھوٹے موٹے جرائم کےسلسلے میں جیل جانا شروع کر ویا تھا۔گھر کی حالت بے حد خشتہ تھی۔ برآ مدے کی حصت گرچکی تھی اور کسی بھی برسات میں کمرے کی حصت بھی گر جاتی۔ جہاں دا داور زینت کے درمیان جھگڑےاب روزانہ ہوتے اور دن میں کئی کئی بار ہوتے۔زینت محلے کے چندا چھے گھروں میں صفائی کا کام کرنے لگی تھی۔اس کے باوجود اخراجات تھے کہ بڑھتے ہی جارہے تھے۔اس سے چھوٹی بہنیں ہاری ہاری اسکول چھوڑ چکی تھیں۔اوران حالات میں آنے والے سالوں میں اس ے باقی بھائی بھی اسکول چھوڑ دیتے اوراس کی طرح کے چھوٹے موٹے کام کرنے لگتے اس کی بہنیں اب شادی کی عمر کو پہنچ رہی تھیں۔ کرم علی نے عمر کے ان سالوں میں پیسہ کمانے کے لیے ہرطرح کا کام کیااوراس کام کے دوران اس نے جو پچھ سیکھاوہ زندگی میں اس کے بہت کام آیا۔ایک بیچے کےطور پران چھوٹے کاموں کے ذریعے رزق کی تلاش مشکل نہیں تھی اور نہ ہی اسے بھی کوئی بڑی تکلیف کا سامنا کرنا

پڑا۔صرف دوبارسکنل پروہ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوا۔ پہلی باراس کی پسلیاں فریکچر ہوئیں۔اس کا سرپھٹ گیااس کے چبرےاور کمر پربھی چوٹیس آئیں۔

اوران ایکسیڈنٹس کا سامنا صرف رات کو ہی کرنا پڑا تھا۔ باقی کاموں میں اے بے وجہ اجرت کا نئے ، گالی گلوچ ، جھوٹی بات پر ہونے

البنة دوسری دفعها یکسیژنٹ زیادہ خطرناک ثابت نہیں ہواصرف اس کا بایاں باز ودوجگہ سے ٹوٹ گیااوراس کے ایک پاؤں کاانگوٹھا کا ثنا پڑا۔

انٹری کرتا۔اس کام کے دوران وہ اردو کے تقریباً ہرا خبار کی سرخیاں پڑھ لیتا اورانگلش کے ہرا خبار کی تصویریں دیکھے لیتا اوراسی کام میں وہ کئی باروہ

اپنی جیب میں موجود تنکھی نکال کر مانگ ٹھیک کرتار ہتا۔سواسات بجے وہ جب ایجنسی کے مالک کو چائے دے کروہاں سے نکلتا تو اس کے کپڑوں اور

واقع اس سرکاری اسکول میں چلا جاتا جہاں وہ شروع ہے پڑھتا آ رہاتھا۔گرمیوں میں جب اسکول جلدی لگتا تو کرم علی صبح سویرے یو نیفارم پہن کر ہی

اخبار کی ایجنسی میں جاتا اور پھر وہیں ہے سیدھا اسکول اور جب وہ یونیفارم پہنے ہوتا تو پھراس کی زیادہ توانائی اس یونیفارم کو گندایا میلا ہونے سے

بھا تم بھاگ وہ گھر پینچتا اورمنددھوکر کپڑے بدل کرایک بار پھراستری شدہ یو نیفارم پہن کر بالوں میں تنکھی کر کے وہ محلے کے قریب ہی

ہاتھوں کے ساتھ ساتھ کئی باراس کے چہرے پراخبار کی سیابی لگی ہوتی۔

اجرت کٹ جانے کےعلاوہ اس نے بھی کسی دوسری چیز کے بارے میں اپنے ماں باپ میں سے کسی کونہیں بتایا تھا یہاں تک کہ زیادتی

کے بارے میں بھی نہیں۔اس کے گھر میں اس کے بہن بھائیوں کے سامنےاس کی عزت نفس مجروح ہوتی۔وہ اس کے بارے میں کیا سوچتے شاید

جہاں دا داسی کومور دِالزام تھہرا کراہے پیٹتایا پھر.....اوراس پھرے بعد کرم علی کو پچھ بجھ میں نہیں آتا تھا۔

کرم علی تیرہ سال کا بچیزتھااور دنیا بہت بڑی تھی اوراس بہت بڑی دنیا میں اسے ہرروز جانا تھاوہ حجیپ نہیں سکتا تھا۔وہ گھر میں بند بھی نہیں

اس نے زندگی میں تب تک بہت ساری باتیں ماں باپ سے چھپائی تھیں۔ پھر بعد میں انہیں بتا دیں مگر تیرہ سال کی عمر میں یہ کرم علی ک

ا پے جسم پر پہلی بار برص کے مرض کا انکشاف بھی ایسا ہی ایک راز تھا۔اس نے پہلی بارا پنے پیٹ پر وہ نشانات دیکھے تھے اور حیران ہوا

تھا۔اس کی سانولی رنگت کی وجہ سے وہ نشانات بھیلنے لگے تواس نے زینت یا جہاں داد کے بجائے اپنے ایک دوست کووہ نشان دکھائے تھے۔ '' ہاں بیرس ہے۔''اس کے دوست نے بڑے اطمینان اور کسی تشویش کے بغیر کہا۔''اس کا کوئی علاج نہیں تنہیں ایک آ دمی دکھاؤں گا

''اس کا کوئی علاج نہیں ہے شاید ہو گر مجھے پہتنہیں ہے اورا گر ہوگا بھی تو بہت مہنگا ہو گا تو کس طرح علاج کروائے گا۔''

اس کے دوست نے کہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھااس بیاری نے کرم علی کی راتوں کی نیندیں اڑا دی تھیں۔وہ ہر دوسرے چوتھے دن پہیٹ پر موجودان چھوٹے چھوٹے نشانوں کے گردپین کے ساتھ صدبندی کرتااور چند دنوں میں وہ نشان ان کیبروں سے باہر ہوتا۔اس کا دل ڈو بنے لگتا۔

نشان پھیل رہاتھا تب تک کرم کوصرف پیٹ پران نشانات کا پیۃ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہا یہے ہی پچھ نشانات اس کی کمر پر بھی تھے اور وہ پیٹ کے

کرم علی نے زندگی میں پہلی بار کمائے جانے والے پیسوں سےاپنے جیب خرچ کو بچانا شروع کر دیا تھا۔اسےان نشانات کاعلاج کروانا تھا۔

بہت جلد ہی وہ اس بات ہے بھی آگاہ ہو گیا تھا کہ برص اس کی پشت پر بھی ہے۔ عام طور پر وہ چبرے اور ہاتھوں سے شروع ہوتا تھا مگر اس کے پیٹے سے شروع ہوا تھااوراس مرض نے اسے اپنے آس پاس کے لوگوں سے کا ٹنا شروع کر دیا تھا۔ وہ خوف ز دہ تھا کوئی اس کے مرض کے

زندگی کا پہلا بڑاراز تھااوراس کے بعداس نے ہر <mark>چیز کوراز رکھنا شروع کردیا تھا۔</mark>

والے تشدداورایک دوبار ہونے والی جنسی زیادتی کے علاوہ کسی مسئلے کا سامنانہیں کرنا پڑا۔

ہوسکتا تھا۔

اہے یہی بیاری ہےاس کے سارے جسم بلکہ ہاتھوں یا وُں اور چیرے پر بھی یہی نشان ہیں۔''

اس کے دوست نے اس سے کہااور پھر دوسرے ہی دن اسے ایک سڑک پرریڑھی لگا تاوہ آ دمی دکھایا۔ کرم علی دھک سے رہ گیا۔وہ پہلے

ہی بے حدعام سے خدوخال رکھتا تھا۔اورا گراس پراس کے چہرے پر بینشان بھی آ گئے تو؟

نشانات سے زیادہ تیزی سے پھیل رہے تھے۔

عاہے جتنا بھی وقت اور بیسہ لگتا لیکن اسے ان نشانات سے چھٹکارایا ناتھا۔

بارے میں نہ جان جائے۔اس نے ان نشانات کے بارے میں جاننے کے بعد بھی کسی کے سامنے قبیص نہیں اتاری تھی ۔حتیٰ کہ برسات کے دنوں میں

تیرہ سال کی عمر میں ہی کرم علی پہلی بار خاموثی ہے متعارف ہوا تھااور مذہب ہے بھی ،اس کے بعد بید دونوں چیزیں ہمیشداس کی زندگی کا

دوسال تک وہ نشان تھیلتے رہے پھریک دم رک گئے ۔کرم کے لیے بینا قابل یفین بات تھی کیکن وہ نشان واقعی ابنہیں پھیل رہے تھے۔کئی ہفتے وہ ان داغوں کے اردگر دبین سے نشان کھینچتار ہااور پھرمطمئن ہوگیا۔

ا بارش کے پانی میں بھیگتے ہوئے بھی اور گرمیوں کے موسم میں کسی نہریا تالاب میں نہاتے ہوئے بھی۔

نے اپنی تقریباً ڈیڑھ سال کی اجرت ایڈوانس میں لے لی تھی۔ یہ لینے میں اسے کتنی منتیں اور کتنے مہینے لگےوہ ایک الگ داستان تھی۔ دو ہزاررویے جہاں داد نے اپنے ختنہ حال مکان کی رجشری کوگروی رکھ کرسود پر لیے تنھے۔زندگی میں اس سے بڑا جواوہ نہیں کھیل سکتا تھا۔ کرم علی ڈوہتا تووہ فٹ پاتھ پرآ جاتے۔

دیتا بگرگارنٹی کے طور پر کرم علی کا حچھوٹا بھائی آصف وہاں کام کرنے لگا تھا۔

کرم علی نے پانچے سواس نیوز پیپرائیبنسی کے مالک ہے ادھار لیے تھے۔ جہاں پراس نے چارسال کام کیا تھا۔وہ مالک اسے بھی ادھار نہ

حصه بنی رہیں۔

ر ہاتھا۔ٹرالر کے مالک کواس کی بیاری کا شروع میں پیتنہیں تھاور نہ، وہ اسے کسی بھی صورت میں اپنے ٹرالر پر نہ لاتا ۔گلرٹرالر پراس کی بیاری کا پیتہ

چلنے کے بعداب مالک سمیت سارے لوگ اس کے پاس آنے سے کترانے لگے تھے۔

پانچ ہزار کی اس قم میں ایک ہزار زینت نے ان دوگھروں ہے ادھار لیا تھا۔ جہاں وہ بچپاس روپے ماہوار پرگھر کا کام کیا کرتی تھی۔اس

ان پانچ ہزار کےعلاوہ کرم علی کے پاس صرف دوسورو بے تصاوروہ ان ہی دوسورو پوں کےساتھ پاکستان ہے کویت آیا تھا۔

کے بعد پہلاٹرپتھااوروہ بھی اتنا ہی نروس اور پریشان تھا جتنا اس گروپ کے نتیوں لوگ اوراس پریشانی میں وہی ہوا تھا جونہیں ہونا جا ہےتھا۔ سمندر

پہلاسمندری سفرتھااور صرف بارہ گھنٹے گزرنے کے بعد ہی وہ تینولSea Sickness کا شکار ہو گئے تتھے۔ٹرالر پرمجھلیاں پکڑنے والےایک مجھیرے

نے ان پران چندروا بی ٹونکوں کا استعمال کیا جنہیں وہ خودا سے او پر استعمال کرتے تھے کرم علی کواس سے پچھافا قدموامگر باقی دونو ںاڑ کوں کونہیں۔

میں جس جگہ پراسٹرالرکوجس لانچ پرانہیں منتقل کرنا تھا۔وہ اس جگہ پرنہیں بہنچ سکا بلکہا گلے تمین ہفتے سمندر میں ادھرادھر بھٹکتار ہا۔

وہ صرف یا کستان سے غیر قانونی طور پر کویت جانے والوں کا پہلا گروپ نہیں تھا۔وہ اس فشنگ ٹرالر کے مالک کا بھی اس کام میں آنے

اوران تین ہفتوں میں کرم علی کواپنے زندگی کےسب سے بھیا تک تجربات ہوئے تھے۔وہ اس کے ہی نہیں ان دونو ل لڑکوں کی زندگی کا بھی

جذام والےلڑ کے کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی اس کے ہاتھ پر جذام سمندر کی تمکین ہوا کی وجہ سے اسے بے حداذیت دے

تبین ہفتوں میں سمندر میں بھٹکتے رہنے کے دوران اس کا جذام بڑھتا گیا تھا۔اس میں سے پہیپ رہنے لگا تھا۔ جذام اب اس کے ایک

ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پربھی منتقل ہوگیا تھا۔اس کے ہاتھ بری طرح سوج گئے تھے اور پیپ کے ساتھ اب اس میں سےخون رہنے لگا تھا۔ کرم کے

علاوہ کوئی اوراس کے پاس نہیں آتا تھا۔صرف وہی اس کے پاس آ کراس کے منہ میں وہ البلے ہوئے جاول اور مچھلی کا شور باڈانے کی کوشش کرتا جو

اس ٹرالر پر پکتا تھا۔وہ جتنا کھانا کھاتا، قے کی صورت میں اتناہی باہر زکال دیتا کرم دن میں دودونین تین بارا سے کھانا کھلانے کی کوشش کے دوران

ٹرالر کے ڈیک پر پھیلی وہ گندگی ماتھے پرایک شکن لائے بغیرصاف کرتا دوسرے بفتے کے اختیام تک اس لڑکے نے کھانا پینا جھوڑ دیا تھا۔ زیادہ سے

تیسرے ہفتے کے آغاز میں ایک صبح کرم نے اسے بے حس وحرکت پایا تھا۔وہ رات کوکسی وقت مرگیا تھا۔موت کواتنے قریب دیکھنے کا بیہ

زیادہ جو چیزوہ اب اپنے اندر لے جانے کے قابل رہاتھا۔وہ یانی تھااسے اب تیز بخارر ہتا تھااوروہ زیادہ ترعنودگی کی حالت میں رہتا تھا۔

پاکستان کی طرح اس نے کویت میں بھی ہروہ کام کیا تھا جس سے اسے چند سکے لل جاتے ۔سبزیوں اور پھلوں کے گوداموں میں کام کرنے سے لے کر بتغیراتی مزدور تک اور رنگ وروغن سے لے کر بلند و بالاعمار توں کی کھڑکیوں کے شخصے صاف کرنے تک اس نے ہروہ کام کیا تھا جواسے ملا اور جس میں وہ بچت کرسکا۔

تیسراہفتہ قتم ہونے سےایک دن پہلے ہی ٹرالر کے مالک کااس لانچ سے رابطہ ہو گیا تھا جس نے اس ٹرالر سے بیرپلی'' لاٹ''اٹھانی تھی۔

ا گلے چارسال اس نے کویت میں بی گزارے تھے اوران جارسالوں میں کویت میں لیگل اسٹیٹس حاصل کرلیا تھالیکن بےحد کوشش اور

كرم على اوروه دوسرالر كاكويت مين داخل ہونے ميں كامياب ہوگئے تھے۔

خواہش کے باوجود کرم علی ایک باربھی یا کستان نہیں جاسکا تھا۔

چارسالوں میں کرم علی کے گھر والوں کی زندگی میں بہت ساری تبدیلیاں آگئ تھیں۔ جہاں داد کے خاندان پراب کسی کا کوئی قبضہیں تھا۔ زینت لوگوں کے گھر صفائی کا کام چھوڑ چکی تھی اور آصف دوبارہ اسکول جانے لگا تھا۔ جہاں داد کے گھر میں اب محلے کی دکان سے نقذراشن آتا تھاا ور بلا

عجمگار ہاتھا۔ جہاں دادابگھر میں بیٹھ کرایئے سارےگھروالوں کے ساتھ وی ہی آر پرفلمیں دیکھٹا تھا۔ زینت کی بڑی بیٹی امینہ کی مثلنی بھی ہوگئ تھی۔ اوران تمام آسائشوں اور سہولیات کے لیے کرم علی کو ہفتے میں سات دن اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرنا پڑا تھا۔اس کے جسم کے مختلف حصوں پر جھوٹے موٹے حادثات کے نتیج میں پجین زخم کے نشانات کا اضافہ ہواتھا۔ تیزاب سے ایک بارکہنی کے جلنے و برداشت کرنا پڑاتھا۔ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ ہے آئکھوں کے گردستقل حلقوں کا اضافہ ہواتھاا ورسر کے

ضرورت اورضرورت سے زیادہ۔ جہال داد کا خستہ حال گھر اب چار کمرے کے دومنزلہ کیے مکان کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ جس کے ماشھ پر ماشاءاللہ

بال نوجوانی میں سفید ہونے گئے تھے صرف ایک چیز اس کی زندگی میں تبدیل نہیں ہوئی تھی۔اس کا استری شدہ لباس اور سنوارے گئے بالوں کی ما تگ۔ زندگی کا اکیسواں سال اس کے لیے بہت سے نئے اور عجیب وغریب اضافے لے کر آیا تھا۔ اس کی زندگی میں محبت کا اضافہ ہوا تھا۔ عارفداس کے تایا کی بیٹی تھی۔اس نے عارفہ کے ساتھ ہی اسکول جانا شروع کیا تھااوراس نے عارفہ سے ہی بالوں کوسنوار نااور کیڑوں کوصاف ستقرا

ر کھنا سیکھا تھا۔ پانچ سال کی عمر میں اس نے عارفہ کا بیک بھی اٹھانا شروع کر دیا تھا۔وہ واحد چیزتھی جووہ عارفہ کے لیے کرسکتا تھا۔اس کے علاوہ اس کے پاس عارفہ کودیے یااس کے لیے چھ کرنے کو چھٹیس تھا۔

رفہ لودینے یا اس نے لیے چھے کرنے لوچھ بیس تھا۔ پر ائمری کے بعدان دونوں کے اسکول الگ ہو گئے تھے اور اس دور ان ان کے گھر بھی لیکن ان کے دلوں کے درمیان فاصلہ بھی نہیں آیا۔

کرم علی جانتا تھاصرف وہ ہی نہیں عارفہ بھی اسے پیند کرتی تھی لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہاس کےاور عارفہ کے خاندان کی مالی حیثیت میں زمین آسان کا فرق تھااورگز رتے وقت کےساتھ عارفہ کے بڑے بھائیوں نے کماناشرو^ع کردیا تھااور بیفرق مزید بڑھتا جارہاتھا۔کرم علی نے عارفہ نام کاخواب بھی نہیں دیکھا تھا۔اپنے گھراورگھر والوں کیصورت میں جوحقائق اس کےسامنے تتھانہوں نے اس کی زندگی سےسارےخواب نکال دیے تھے۔

گر پہلی بارا سے عارفہ کی یا داس ٹرالر پر آئی تھی۔ دوسری بارکویت کی زمین پر قدم رکھنے کے بعد'' کچھسالوں کی بات ہے، میں اب یہاں ا تنا پیسہ بنالوں گا کہ عارفہ کے گھر والےخوثی خوثی میرے ساتھ اس کی شادی کر دیں گے۔''

اس نے سوچا تھااوراییا ہی ہوا تھا۔ چارسال میں اس کے گھر میں اتنی تیزی ہے تبدیلی آئی تھی کہ رشتے دار بھی جہاں داد کے خاندان کو

تھی۔کرم علی کے بارے میں یو چھا جا تا تھا،اس کی بات ہوتی تھی۔

ایک نئ نظر سے دیکھنے لگے تھے۔اب عارفہ کے باپ سے کرم علی کے رشتہ کی بات کی جاتی تو وہ خوشی خوشی قبول کر لیتا مگر دشواری کرم علی کوخو داپنے ماں باپ کوعارفہ سے رشتے کی بات کرنے کے لیے تیار کرنے میں آئی تھی۔ان دونوں کوجیسےفون پریین کرشاک لگاتھا کہ کرم علی اپنے رشتے کی بات

اینے منہ سے کرر ہاتھااوروہ بھی ابھی جب اسے کماتے صرف حارسال ہی ہوئے تھے۔ کرم علی اگرانہیں بیگارٹی نہ دیتا کہوہ صرف مثلنی کا خواہشمند تھا

اورشادی اپنی دونوں بہنوں کی شادیوں کے بعد ہی کرے گا تو جہاں داداورزینت کسی بھی قیت پر عارفہ سے اس کا رشتہ طے نہ کرتے اور کرم علی کواگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ عارفہ کی شادی کہیں اور ہو جائے گی تو وہ ابھی اپنی مثلنی کی بھی بات نہ کرتا اکیس سال کی عمر میں ایک لمبے عرصے کے بعد کرم علی نے زندگی میں محبت کے نام کے جذبے کی پذیرائی کی تھی۔ پہلی باراہے کو بیت میں کسی کے ایسے خط آنے لگے تھے، جس میں کسی چیز کی فرمائش نہیں ہوتی

کرم علی کو پہلی بارد نیاا چھی گگنے گئی تھی۔ چند سالول کی بات تھی وہ اپنی ذمہ داریوں سے فارغ ہوجا تا کاروبار کے لیے پچھے پیسے جمع کر لیتا

کرم علی نے اس سال کوبھی ڈائری میں نوٹ کرلیا تھا جس سال اسے یا کتان واپس لوٹ جانا تھا۔ وہ اپنی زندگی کے اٹھائیسویں

اوراکیسویں سال میں ہی اسے شخ سعود بن جابر کے اصطبل میں کام کرنے کاموقع ملاتھا۔اوراس کے بعداس کی زندگی کمل طور پربدل گئتھی۔

تو پھر یا کتان واپس چلاجا تا پھرعارفہ کے ساتھ شادی کر کے وہ ایک پرسکون اورخوشحال زندگی گز ارتاایک مکمل زندگی۔

سال کا انتظار کرر ہاتھا جب اسے واپس لوٹ جانا تھا۔ وہ اب الٹی گنتی گنتا شروع کرچکا تھا۔

بیل کی آ واز پرنینب نے اٹھ کر درواز ہ کھولا ضیاء، نفیسہ کے ساتھ اندرداخل ہوئے دونوں کے چہرے کے اتر ہے ہوئے تھے۔ زینب کا دل بے اختیار ڈوبا چہرے کے ایسے تاثر ات کا کیا مطلب ہوسکتا تھاوہ بغیر بتائے بھی بھتی تھی۔ زہرہ کی شادی کے ان سالوں میں اس نے کئی بار ماں باپ کوایسے ہی اتر ہے ہوئے چہرے کے ساتھ فیم کے گھر ہے آتے دیکھا تھا۔ اب تک اسے عادی ہوجانا چاہیے تھا مگروہ نہیں ہو کی تھی۔ نفیسہ چپ چاپ چا دراتارتی اندر کمرے میں چلی گئی تھیں۔ ضیاضحن میں پڑے تخت پر جا کر بیٹھ گئے۔

زینب جب تک پانی کا گلاس لے کران کے پاس آئی وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ گہری سوچ بھی زینب کے لیے نامانوس نہیں تھی۔

'' پانی پی لیں ابو۔'' زینب نے ضیا کومتوجہ کیا انہوں نے چونک کر پانی کا گلاس زینب کے ہاتھ سے لے لیا۔ زینب ان کے پاس ہی تخت پر بیٹھ گئ۔ضیا پانی چیتے ہوئے حن میں چند کھلونوں کے ساتھ ایک طرف بیٹھ کر کھیلتی مائر ہ اور ماہا کود کھے رہے تھے۔

> '' کھانالاوُں؟''نینب نے پانی کا خالی گلاس ضیا کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوچھا۔ ..ند پر برین میں میں میں میں میں اسلام

''نہیں بھوک نہیں ہے۔''ضیانے کہا۔

''نیم بھائی کے گھرے کچھ کھا کرآئے ہیں؟''زینب نے موہوم ی آس پر پوچھا۔

'' ہاں بہن کی زبان سے گالیاں اور واماد کے منہ سے طعنے ، باقی چائے پانی تو پوچھا ہی نہیں انہوں نے۔'' اندر سے آتی نفیسہ نے بے صد تلخی کے ساتھ زینب کے سوال کو درمیان میں ہی ایجکتے ہوئے کہا۔

زینب کارنگ ایک بار پھرزرد ہو گیا۔نفیسہ اب آ کر صحن میں تخت کے پاس پڑی ایک کری پر بیٹھ گئی تھیں۔زینب نے ماں کے چہرے کوغور سے دیکھا۔ان کی آئکھیں سرخ ہور ہی تھیں۔وہ یقیناً روتے ہوئے تیم کے گھر ہے آئی تھی۔

> ''سلمان آھيا؟''ضيانے جيسے موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔لیکن ان کالہجہاور آ واز بے حد کمز ورتھی۔ دونہد سی بھر نہد میں دونہ

''نبیں ابھی نہیں آیا؟''نینب نے کہا۔

''اب کیا ہوگا؟.....میری تو کچھ بھے میں نہیں آ رہا۔'' نینب کو کچھ پو چھنے کی زحمت نہیں کرنی پڑی نفیسہ خود ہی شروع ہوگئی تھی۔ ''ہوجائے گا کچھ نہ کچھ میں اکبر بھائی ہے کہوں گا۔ آیا کو سمجھا کمیں۔''ضیانے کہا۔

'' آج تک نعیم کے کس مطالبے پرا کبر بھائی اس کو تمجھا سکے ہیں؟ ہر بارمطالبہ پورا کرنے پر ہی زہرہ کو واپس لے کر گیا ہے وہ۔'' زینب کا سانس رکنے لگا۔

''اب پھر، پھرکوئی مطالبہ کیا ہے انہوں نے؟''اس نے بمشکل باپ دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پانچے سال کی اس شادی میں کم از کم اس نے میں بارا پنے باپ کوئین کوئی نہکوئی مطالبہ یورا کرتے دیکھاتھا۔اوراب پھرایک نیامطالبہ۔ رخج اورصدے کے عالم میں بیٹھی ماں اور باپ دونوں کا چہرہ دیکھتی رہی۔ وہ واشنگ مشین ،صوفہ سیٹ ، جوسر یا کوئی ڈنرسیٹ نہیں تھا جے ضیاءگھر میں سے رکھی بچپت یا چھوٹے موٹے قرض لے کر دلا دیتے۔
وہ اگلے پانچ سال بھی بچپت کرتے رہتے تو تعیم کوموٹر سائنگل خرید کرنہیں دے سکتے تھے۔
"حان یو جھ کر ایسا مطالبہ کیا ہے فہمیدہ نے اسے میتا ہے تا ،ہم یورانہیں کر سکتے ہیں جان چھڑا نے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں ، وہ

''موٹرسائنکل مانگ رہاہے اس بارور نہ دوسری شادی کرلے گاز ہرہ کوطلاق دے کر۔'' نفیسہ نے کہااور ایک بار پھررونے لگیس۔ زینب

'' جان بوجھ کراییامطالبہ کیا ہے فہمیدہ نے ، اسے پت ہے نا، ہم پورانہیں کر سکتے ۔ بس جان چیٹرانے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں، وہ دونوں میری بیٹی ہے۔''نفیسہ سکیاں لیتے ہوئے کہدرہی تھی۔

دونوں میری بیٹی ہے۔''نفیسہ سسکیاں لیتے ہوئے کہدر ہی تھی۔ ''مت رووُ نفیسہ! کچھنہ کچھ ہوجائے گا پہلے میں اکبر بھائی کو بھیجوں گاان کے گھر وہ نہ مانے تو پھر میں دیکھوں گاقرض لے کرا گر کوئی سیکنڈ ہینڈ موٹر سائیکل ملتا ہے تو۔''نفیسہ نے ضیا کی بات کاٹ دی۔

> ''سیکنڈ ہینڈموٹرسائنگل پر مان جائیں <mark>گے دہ لوگ؟''</mark> ''میں منت کرلوں گاہاتھ جوڑلوں گاان کے سامنے آخر بہن ہے میری دہ۔''

فیانے بافتیار کہا۔ زینب کی آنکھوں ہے آنسو بہنے گئے۔اس کی سمجھ میں نہیں آیا،اسے باپ کی شرافت پرزیادہ رحم آیایا اس کمزوری پر۔ ''آپ کی بات سننے اور ماننے والے ہوتے تو آج ہم اس حالت کو کیوں کہنچتے ،ضیاصا حب آج موٹر سائکل مانگ رہے ہیں کل کو پچھاور

مآئلیں گے ہم ان کے مطالبے پورے کرتے رہیں گے تو ہاتی دو بیٹمیاں کیسے بیا ہیں گے؟'' نفیسہ نے اپنی آئکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔ '' تو پھر کیا کروں میں؟ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بھی تونہیں بیٹھ سکتا۔'' ضیانے بے چارگ ہے کہا۔ '' میں نے اس لیے کئی ہار آپ ہے کہا کہ اتنی شرافت اورا بمانداری ٹھیک نہیں اور پچھنہیں تو اولا دیے ستنقبل کا ہی پچھ خیال کرلیں آج پھر

آ پ نے وہی ساری ہاتیں اپنی بہن اور داماد کے منہ سے نی جیں ، کیا ہے جوانہوں نے آپ کونییں کہا۔'' ''میں اولاد کے اس دنیا میں ستنقبل کے لیے اگلی دنیا میں ان کے اور اپنے لیے دوزخ نہیں خرید سکتا۔وہ جو کہتے ہیں انہیں کہنے دو میں

> کیوں کسی کے طعنے من کراللہ کاعذاب مول لوں۔'' ضیانے بے حد سخت کہج میں نفیسہ سے کہا۔ سیست

''اورکم از کم تم تو مجھےایی ہاتیں مت کرو۔'' ''میں کیا کروں آپ نے زہرہ کی حالت دیکھی ہے، چند ہفتوں میں سو کھ کر کا نثا ہوگئی ہےوہ، پیۃ نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہیں وہ دونوں اس ''نہ سیسر سر سر بھا

سے''نفیسہا بیک بار پھررونے گئی۔ نینب مزیدنہیں من سکی ۔ وہ اٹھ کر باور چی خانے میں آگئی۔رہیعہ یہاں پہلے ہی کھانا بناتے ہوئے صحن میں ہونے والی ساری گفتگو من

چکی تھی۔ زینب نے گلاس ایک طرف رکھااورایک پیڑھی پر بیٹے کررونے لگی۔ رہید نے پچھ دریا خاموثی اور سنجید گی کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ اسی طرح

ہے آ واز زار وقطار آنسو بہانے میں مصروف رہی۔

www.urdunovelspdf.com

'' کوئی فائدہ ہےرونے کا؟''اس نے زین کوٹو کا حالانکہ وہ جانتی تھی اس کا کوئی اثر نہیں ہونا۔ زین جب رونے پرآتی تواسی طرح گھنٹوں تی تھی۔

"میں کل زہرہ آباکے ہاں جاؤں گی۔"زینی نے اپنی ناک کورگڑتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اوروہاں جا کرخودبھی رووں گی اورانہیں بھی رلا وَں گی۔''رہیعہ نے بےساختہ کہا۔''تم نے سنانہیں ہے فیم بھائی اور پھو پھونے ابواور

امی کی کتنی بے عزتی کی ہے تہمیں بخش دیں گے کیا؟"

" پنة ہے مجھے لیکن میں آپاکے پاس جاؤں گی۔ انہیں ضرورت ہے میری۔ "زینی نے سسکیوں کے ساتھ کہا۔

'' انہیں اس وقت تم سے زیادہ ایک عدد موٹر سائنکل کی ضرورت ہے جس کی چابی وہ اپنے کمینے شوہراور ذلیل ساس کے منہ پر مارسکیں۔'' ربیعہ نے بے حد تلخی سے کہا۔ زینب کوروتے ہوئے یک دم جیسے ہریک لگا۔

''تم نعیم بھائی اور فہمیدہ پھو پھوکوگالیاں دےرہی ہو۔''زینی نے بےیقینی ہے رہیے کو دیکھا۔

'' وہ ہمارے ماں باپ کو گالیاں دے سکتے ہیں تو ہم انہیں پھولوں کے ہارتونہیں پہنا کیں گے۔'' رہیعہ نے ای ترشی ہے کہا۔ '' ابوئن لیں گے بہت ناراض ہوں گے۔''

''توہوجا کیں بیساراابو کاقصور ہے۔آ خرضرورت کیاتھی شروع ہےا تناد ہنے گی۔''

ربیعہ نے بر براناشروع کردیا۔وہ نہیں چاہتی تھی اس کی آ واز باہر صحن تک جاتی۔''غربت اور شرافت کوخوامخوام عیب بناڈالا،مطالبے کرنے کی عاوت ڈال دی انہیں۔صاف صاف کہددیتے انہیں پہلی بارہی کہ ہم نے بیٹی کو جتنا دینا تھادے دیا۔اب مزید کچھنیں دیں گے۔ پھو پھورشتہ وار بیں شادی سے پہلے روز آتی تھیں اس گھر ہیں،انہیں کیا پہتنہیں تھا ہمارے گھر کے حالات کالیکن نہیں جی،ابونے آیا آیا کہہ کر آیا کا وماغ خراب کردیا

عمر میں دس سال بڑامعمولی شکل کا دامادیوں اکڑتا پھرتا ہے جیسے وہ کپڑے کی دکان کے بجائے ٹیکسٹائل بل چلار ہاہے۔ آپا کو پھو پھو کے ہاں نہ بیا ہے تو بھی پھو پھوکو ہمارے جیسے کسی خاندان سے ہی رشتہ ملناتھا۔ آنہیں کیا پاکستان کےصدر نے اپنی بیٹی کارشتہ دے دیناتھا؟ باتیں سنوذ راان کی۔''

ر بید بے حدناراضی سے کہدری تھی اورزینی ہکا بکا اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اپنارونا بھی بھول گئے تھی۔ربیدای طرح صاف صاف با تیں کیا کرتی تھی اوراس کے یا زہرہ کے برعکس بہت پراعتا داور دبنگ لہجے میں بات کرتی تھی مگرزینی پہلی باراسے اتنی بدمزاجی اور بدتمیزی کا مظاہرہ

کرتے دیکھ رہی تھی۔ یہبیں تھا کہ زینب کو بھی اس کی طرح غصنہیں آیا تھا غصہ اس کو بھی بہت اچا تک اور بہت شدید آتا تھالیکن اس کا غصہ ہمیشہ آنسوؤں میں ختم ہوجاتا تھااور رہیعہ شاید ہی بھی غصے میں روئی دھوئی ہو۔

ن ۱۲۰ مرب ما حامر دروبید ما پیرس می سادن در می کوحسب عادت در راگا به " تم مس طرح کی با تیس کرر ہی ہور سید؟" زینی کوحسب عادت در راگا بہ

'' كياغلط كهدرى مول؟ بفتح كاسوروپيه جيب خرچ ديتے ہيں تعيم بھائي زہرہ آياكو، مهينے كے كتنے بيبے بنے؟ حارسو،سال ميں دوتين بار

آ پاکوگھر سے نکالا جاتا ہے۔ اور وہ دو تمین ماہ یہاں رہتی ہیں۔ ان مہینوں میں ان کو وہ چار سوبھی نہیں ملتا۔ پھر جب تعیم بھائی اپنے گھر میں آ پاکوگھر سے نکالا جاتا ہے۔ اور وہ دو تمین ماہ یہاں رہتی ہیں۔ ان مہینوں میں ان کو کو تمین ہزار روپے ملتے ہوں گے اور اس تمین ہزار کے لیے ساس نندوں کے طعنے اور گالیاں، میاں کی گالیاں اور پٹائی، بچے پیدا کرنا اور انہیں پالنا کوئی کنیز بھی کہیں سے خریدے نا تو اتنی سستی نہ ملے اور اصل میں وہ تمین ہزار بھی ابو کی جیب ہے ہی جاتا ہے۔ کیونکہ سال میں دو تمین مطالبے تو ابوان کے پورے کرتے ہی ہیں۔ چار پانچ ہزار تو سیدھا نکل گیا۔ پھرآ پاکے کپڑے اور جو تے تو ہمیشد ابو ہی بنوا کر دیتے ہیں تو اس گھر میں رہ کر بھی آ پاکا بو جھ ابونے ہی اٹھایا ہے۔ تو پھر پہیں پر آ جا کمیں وہ بیروز روز کی ذکت سے تو جان جھو ٹے گی۔''

رہید آج واقعی بہت تک آئی ہوئی تھی۔ زینی کو سمجھ میں نہیں آیا وہ اسے کیے چپ کروائے۔''موٹرسائیکل کہاں ہے دیں گے ابو؟ نیم بھائی کی سات پشتوں میں کسی نے موٹرسائیکل نہیں دیکھا اور اب نہیں موٹرسائیکل یاد آگیا ہے کل کوگاڑی مانگیں گے پرسوں کچھاور۔''تم رمعہ جیسی با تیں کررہی ہو۔ زینی کو بے اختیار رمعہ یاد آئی'' کوئی بھی عقل مندخض الی ہی با تیں کرےگا۔ بیٹی نہیں دی بھانسی کے شختے پر پھندہ ڈال کر کھڑا ہو گیا باپ کے سسرال والے جب چاہیں لٹکا دیں فہمیدہ پھیھواور نعیم بھائی کوکیا مرنا نہیں ہے؟'' ''چپ ہوجاؤر ہید۔'' زینب ہول کررہ گئی۔

''اینی با تنیں مت کرو بس دعا کروکہ وہ لوگ ٹھیک ہوجا ئیں اورا پنامطالبہ واپس لےلیں اور آپا کواچھی طرح سے رکھیں۔'' دد تیں سے مار در کری قریب میں میں میں میں میں میں میں میں میں کا میں میں کا میں میں میں میں میں میں میں کا میں

"نواب تک پہلے میں کیا کرتی آ رہی ہوں؟ دعا کیں ہی کررہی ہوں۔" ربیداس کی بات پراور ناراض ہوئی۔

''تم مجھے بہت پریشان کررہی ہو۔ چپ ہوجاؤ میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔'' زینی نے کہاوہ واقعی زچ ہوکررہ گئ تھی۔''ٹھیک ہے نہیں کرتی ایسی ہا تیس تم کب تک گھر بیٹھی رہوگی کالج جاناشروع کرو۔''رہیعہ نے موضوع بدل دیا۔

''چلی جاؤں گی کالج۔''زینی نے بےصد بیزاری کے ساتھ کہا۔

"اورآج کلتم خالہ کے گھر بھی نہیں جاتیں کیوں؟ کیاشیراز کے ساتھ کوئی ناراضی ہے؟" ربیعہ کو یک دم خیال آیا۔

' دختہبیں پتاہے۔ میں شیراز سے ناراض نہیں ہو سکتی۔'' زینی نے مرحم آ واز میں کہا۔

"وەتوموسكتاب نا؟"ربىيەنے بےساختەكہار

« د نېيس ، وه بھی ناراض نېيس بس مصروف ہيں وه په '' " د نېيس ، وه بھی ناراض نېيس بس مصروف ہيں وه په ''

زین نے نظریں چراتے ہوئے کہااورساتھ ہی وہاں سےاٹھ گئ۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ ثیراز کی کوئی بات رہیدہ کے اور پھررہیدہ شیراز پراس طرح برہے جس طرح کچھ دیر پہلے نعیم پر برس رہی تھی۔ ثیراز اوراس کے گھروا لے ویسے بھی زہرہ کے سسرال والوں سے بہت مختلف تھے۔ میہ صرف زینب کا خیال نہیں تھااس کے پورے گھروالوں کا یقین تھا۔ ''کس لیے؟''زین نے واپس کپڑوں کے اس ڈھیر کی طرف پلٹتے ہوئے کہا جووہ دھور ہی تھی۔ جیلدان کے برابروالے گھر میں رہتی تھی۔ وہ اور زینی میٹرک تک ایک ہی اسکول میں پڑھتی رہی تھیں ۔میٹرک میں فیل ہونے کے بعد جیلد نے تعلیم کوتو خیر باد کہددیا تھا البتہ زینب کے ساتھ اس کی دوئتی اسی طرح برقر ارتھی۔

''کس لیے جاتے ہیں بازار؟''جمیلہ نے بھٹہ کھاتے ہوئے حن میں درواز ہبند کیا اور زینب کے پاس آگئ'' کچھ چیزیں لینی ہیں۔''وہ سریا

آج کل اپنے جہیز کی تیاری میں مصروف تھی۔

''لیکن میں تونہیں جاسکتی کپڑے دھور ہی ہوں۔''زینی نے دو بارہ جا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''رہیے نہیں ہے گھر میں؟''جمیلہ نے باور چی خانے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں رہیعہ کولے جاؤاندر کمرے میں ہوگی۔''زینب نے کہا۔

''ارے نہیں ساتھ تو میں نے تہہیں ہی لے کرجانا ہے۔ ربیعہ دھولے کپڑے، خالہ کدھر ہیں؟''جیلہ کوساتھ ہی نفیسہ کا خیال آیا۔ ''وہ نیم خالہ کی طرف گئی ہیں ابھی اور ربیعہ، ماہا اور مائر ہ کوسلا رہی ہے۔ وہ نہیں دھوسکتی کپڑے۔''زینی نے اسے بتایا اس سے پہلے کہ وہ کچھاور کہتی ربیعہ اندرسے نکل آئی۔

> ''تم ہوآ وَبازار، میں دھولیتی ہوں باقی کپڑےاور بیمیرادو پٹہ بھی رنگوانے دے آنا۔''ر بیعدا پنادو پٹہ لینے اندر چلی گئے۔ ''اب میں کپڑے تبدیل کروں اور جاوَں تم ہی چلی جاؤ جمیلہ کے ساتھ۔'' زینی نے عذر پٹیش کیا۔

'' نہیں، میں نے کہاہے نا کہ مجھے تمہارے ساتھ ہی بازار جانا ہے بس اب جلدی سے تیار ہوجاؤ میں بیگ اور جیا در لے کرآتی ہوں۔'' جمیلہ کہتے ہوئے تیزی سے گھرسے نکل گئی۔زینی نے بے حدناراضی سےاسے دیکھا۔

، '' تھک جاتی ہوں میں اس کے ساتھ د کا نوں پر پھرتے ہوئے گھنٹوں پھرتی ہے وہ بازار میں، میں نے اچھا خاصا بہانا بنایا تھااورتم اندر

ہےنکل آئیں۔''

وہ ناراضی سے کہتے ہوئے اپنے ہاتھ دھونے گلی۔

''اب میں پہلے کپڑے تبدیل کروں پھر ہال بنا کراس کے ساتھ جاؤں۔''وہ بے حد بیزاری اورکوفت کے عالم میں کہدر ہی تھی۔ ''نہیں تم اس طرح اس کے ساتھ چلی جاؤ۔''

ربیدنے اس کے بزبرانے پراسے ڈانٹا۔

'' ہاںٹھیک ہےاسی طرح چلی جاتی ہوں کیا فرق پڑتا ہے۔'' زینی کوطنز بیا نداز میں دیا ہوااس کامشورہ بے حدمناسب لگا۔ '' ہاں کوئی فرق نہیں پڑتا بس بیہوگا کہا گرگلی میں شیراز سے ملاقات ہوگئی تو وہ بے حد ناراض ہوگا۔تم کو پتا ہے نااسے تمہارااس طرح کا صليدكتنابرالكتاب "ربيدني جيسات خبرداركيا

'' پچھنہیں ہوتااورویسے بھی شیرازاس وقت کہاں گلی میں مل سکتے ہیں۔''زینی نے لاپروائی سے کہااور کمرے میں گھس گئی۔ربیعہ نے اس باراہے چھنیں کہا۔

وہ دس منٹ بعد کمرے سے نکلی۔رہیعہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔اس نے کپڑے تبدیل کرکے بال سنوار لیے تھے۔رہیعہ نے باختیارا پی مسکراہٹ چھیائی۔

'' آپ مجھے جوتا مت پہنا کیں میں خود پہن لوں گی۔''سیلز مین نے اس کے پاؤں میں جوتا پہنانے کی کوشش کی تو زینی نے جیسے کرنٹ كھا كرا پناياؤں پيچھے كيا۔

''آپ کوایک بار کہی ہوئی بات سمجھ میں نہیں آتی میں نے آپ سے کتنی بارکہا ہے میرے یاؤں کو ہاتھ مت لگا کیں میں خود پہن لوں گی۔'' اس نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے ایک بار پھرا پنا یاؤں بے حدطیش کے عالم میں پیچھے کیا۔سلیز مین نے اس کے رو کئے کے باوجود

ایک بار پھر ڈھٹائی کےساتھا ہے جوتا پہنانے کی کوشش کی تھی اور زینب بےحد برہم ہوگئی تھی۔اس باراس کی آ واز قدرے بلنداور تلخ تھی اورسلیز مین اس کی تو قع نہیں کرر ہاتھاوہ ہڑ بڑا کر کھڑ اہو گیا۔

'' کیا ہے زینی! کیا ہوگیا ہے؟جوتا ہی تو پہنار ہاتھا بے جارہ۔''اس کے ساتھ بیٹھی جمیلہ نے اسے کہنی سے ہلکا ساٹہو کا دیتے ہوئے کہا۔ '' میں نے کب کہا ہے کہ مجھے جوتا پہنائے جب منع کیا ہے تو۔'' زینی نے غصے میں بات مکمل کرنے کے بجائے پاؤں میں پہنا ہوا جوتا

جھنکے سے اتار دیا۔ اس کا موڈ کی دم بے حد خراب ہو گیا تھا وہ جوتا قطعاً ایسانہیں تھا جیسے پہننے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت پڑتی اور زینب ہمیشہ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ مختاط تھی کوئی بھی جو تاٹرائی کرنے سے پہلے ہی وہ د کان داریاسلیز مین سے کہد دیا کرتی تھی کہ وہ جو تا خود پہنے گی اسے

مدد کی ضرورت نہیں ہے۔وہ جیلہ کے اصرار پر جوتوں کی اس چھوٹی سی دوکان پر آئی تھی۔اوروہ دکان میں داخل ہوتے ہی زینب کوسیلز مین اور دکان دار دونوں کے انداز اور نظروں سے بے اختیار وحشت ہوئی تھی۔وہ اپنے آ دھے چہرے کو جا در سے چھیائے ہوئے تھی۔وہ اس کے باوجودوہ اسے

ایک ٹک دیکھر ہے تھے۔ان کے بات کرنے کا انداز بھی ضرورت سے زیادہ بے تکلفا نہ تھا۔جہلے ساتھ نہ ہوتی تو زینب ایک منٹ کے لیے اس دکا ن

میں نہیمتی کیکن جمیلہ بڑے آ رام کے ساتھ د کان دارا درسلیز مین ہے گپ شپ میں مصروف ہو کر جوتے نکلوانے لگی تھی ، دوجوتوں کے جوڑے پہند کرنے اور بھاؤ تاؤ کرنے کے دوران دکان داراور جمیلہ کے دوران بے تکلفی کا بیعالم ہو چکا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے پرمعنی خیزا نداز میں جملے کس رہے تھے اور سینز مین اس دوران اسے جوتے دکھانے کی کوششوں کا آغاز کر چکا تھا۔ جمیلہ کے اصرار پراس نے ایک جوتا نکلوایا اور جوتا نکلواتے

ہی سینز مین کو دوٹوک انداز میں بتا دیا کہاہے جوتا پہننے کے لئے کسی مدد کی ضرورت نہیں ۔اس کے باوجود سینز مین نے ڈ بے ہے جوتا نکال کراس کے

'' کیا ہوا باجی؟ آپ تو ناراض ہوگئ ہیں۔''اسے جو تا پاؤں سے جھٹکتے اوراٹھ کر کھڑا ہوتے دیکھ کرسلیز میں بھی ہےا ختیار کھڑا ہو گیا۔ ''بس کافی جوتے لے لیے ہیں۔اب آ گے کسی دکان پر دیکھ لینا۔''اس نے بے حدی سے جیلہ سے کہا، جو دکان دار کے ساتھ اب تیسر ہے جوتے کے لیے بھاؤ تاؤکر رہی تھی۔

''ا تناغصہ باجی! جاؤ باجی کے لیے بوتل اور چاٹ لے کرآؤ۔'' دکا ندار نے بڑے نارل انداز میں ہنتے ہوئے زینب کی آتھوں میں آتھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

'' کیا کرتی ہیں باجی؟ پڑھتی ہیں؟'' دکان دارنے اب جمیلہ سے پوچھااس سے پہلے کہ زبنی پچھکہتی جمیلہ نے بڑے آ رام سے کہا۔ '' ہاں کالج میں پڑھتی ہے، بیٹھ جاؤز بنی!اب جاٹ کھا کرجا ئیں گے۔''

''تو پھرتم بیٹھ کر کھاؤ میں جارہی ہوں''زینب کا پارہ اب آسان کو چھور ہاتھا۔اے اب دکان داراورسلیز مین کے ساتھ ساتھ جمیلہ پر بھی

فصدآ رباتھا۔

''اچھا۔۔۔۔۔اچھاچلتے ہیں۔''جمیلہ بھی کیک دم کچھ گڑ بڑا کر کھڑی ہوگئی۔''بس بیجوتا لےلوں دوسولے لیس اس کے؟'' وہ دکا ندار سے کہہ

' د نہیں باجی! ڈھائی سو ہے کم نہیں ہوں گے۔''

د کان دار نے اس بار بے حد عجیب سے انداز میں زین کودیکھا۔ جواب د کان کے دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ .

د دنهیں بھائی دوسو_{۔''}

زینی نے جیلہ کی بات کاٹ دی۔''منّت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں نہیں دے رہا دوسوکا تو رہنے دو کوئی ضرورت نہیں ہے پچاس رویے کے لیے نتیں کرنے کی۔''

اس بارجمیلہ اور د کا ندار نے بیک وقت اسے دیکھا بھر د کا ندار نے یک دم بے صدید لے ہوئے کہج میں جمیلہ سے کہا۔

" ڈھائی سوسے ایک بیسہ بھی کم نہیں اوں گالینا ہے تولیس ورنہ رکھ دیں۔"اس باراس کے لیجے میں چند لیمے کی وہ بے تکلفی اور گرم جوثی غائب ہو پچکی تھی۔جس کا مظاہرہ وہ جیلہ کے ساتھ کر رہا تھا۔ جیلہ نے بے حدنا گواری کے عالم میں زینی کودیکھا پھر جوتار کھ دیا۔

دوسرےدوجونوں کی ادائیگی کرتے ہی وہ زین کے یاس آئی اوراس نے دانت میتے ہوئے اس سے کہا۔

'' کیا تکلیف ہوگئ بیٹھے بٹھائے مہمیں ؟ تمہاری وجہ سے دوسوکا جوتا دیتے ویتے اس نے اپناارا دہ بدل دیا۔'' ''میری بات کان کھول کرس لوتم ،خبر دارآ سندہ کسی دکان پرتم نے میرا نام لیایا دکان دار سے میرے بارے میں کچھ کہا۔'' زینب نے تقریباً غراتے ہوئے کہا۔

" آخر ہو کیا گیاتمہیں؟''

''تمہارے سامنےاس نے میرایا وُں جھوا پھرمیرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیااورتم.....''

جیلہ نے اس کی بات کاٹ دی'' تو کیا قیامت آگئ؟ تم اتن خوبصورت ہو کہ س کا دل نہیں جا ہے گاتمہیں ہاتھ لگانے کو۔''جیلہ نے بے

حدعامیانداندازمیں ہنتے ہوئے کہا۔

"بند کروا پنی بکواس میسب تمهاری اس بکواس کا نتیجہ ہے۔ چھچھوری اور بے ہودہ باتیں کر بی تھیں تم اس دکا ندار اور سلیز مین کے ساتھ آ خرشہیں نداق کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کے ساتھ؟ تمہاری باتوں کی وجہ سے اسے ھہد ملی ،اس لیے اس نے بیرکت کی 'اس نے جمیلہ کو بری

۔ دیا۔ ''ان ہی چیچھوری اور بیہودہ با توں کی وجہ ہے اس نے جوتوں کی قیت کم کر کے دی ہے بیٹسی نداق نہ کرتی تو وہ پانچ سووالے جوتے تین

تین سومیں دیتا؟''جیلہنے بڑے فخرسے کہا۔

''اگرتم مہنگے والے جوتے نہیں خرید سکتی تھیں تو تہہیں انہیں نکلوا نائی نہیں چاہیے تھا۔سودوسوروپے کے لیےتم اس کی بے ہودہ باتیں سنتی

رہی۔''زینی کواور غصہ آیا۔

''سود دسونہیں پورے چارسور و پے کی بجیت ہوئی ہےاورتم نے نخرہ دکھایا تو کیامل گیاتم ایک جوتا تک نہیں خرید سکی ہو، بجث تو دور کی بات ہے اور اچھا بھلاوہ سیلز مین بوتل اور جاٹ لینے کے لیے گیا تھا۔وہ تک نہیں کھانے دی۔ ' جمیلہ نے بے حد ڈ ھٹائی سے کہا۔

'' میں لعنت جھیجتی ہوں اس طرح کی جا شاور بولل پر۔'' زینی کی برداشت جواب دےرہی تھی۔

"تم بھیجتی ہوگی میں تونہیں،اللّٰدرزق دے رہاہے تو ناشکری کیوں کریں۔"جہلدنے بے حداظمینان سے کہا۔"مت کرولیکن آئندہ مجھے ساتھ

لانے کی کوشش مت کرنامیں نہیں آؤں گی تمہارے ساتھ بازار کچھ بھی لینے۔''

ں۔ ''جہیں پتاہے زینی! تمہارے ساتھ آنے کی وجہ ہے دکان دارکتنی رعایت دے دیتے ہیں مجھے؟'' جیلہ روانی میں کہا گئی اور گویا نہنب کے سریر بم پھوڑ دیا۔

وہ بےاختیار چلتے چلتے رک گئی۔

" كيامطلب؟"

'' کوئی مطلب نہیں، ویسے ہی بتارہی ہوں تہہیں کہتمہارے ساتھ آنے کا کتنا فائدہ ہوتا ہے مجھے ایمان داری کی بات ہے جبتم ساتھ

' نہیں آتیں تو مجھے اتنی رعایت نہیں ملتی جننی تمہارے ساتھ ہونے کی وجہ سے ملتی ہے گئی دکان دارتو اب تمہارے بارے میں با قاعدہ پوچھتے ہیں مجھ ے،جبتم ساتھ نہیں آتیں۔" وہ مزے سے بتار ہی تھی۔اوراس وقت زینب کے جیسے کا ٹو تو بدن میں لہونہیں تھا۔اسے بے حد ہتک اور ذلت کا احساس ہوا تھا۔وہ

بازاروں میں جانے کی شوقین نہیں تھی مگر جیلہ پچھلے تین ماہ سے اسے با قاعد گی سے ہفتے میں ایک دوبار بازار لے آیا کرتی تھی۔وہ سوچتی تھی ،وہ بچپین کی دوستی کی وجہ سے اسے اپنی شادی کی تیار یوں میں شریک کر رہی ہے لیکن اسے انداز ہ تک نہیں تھا کہ وہ اس کی خوبصورتی کواستعال کر رہی تھی۔ اسے یقین تھاان سب دکانوں پر دکا نداراس کا نام بھی جمیلہ کے طفیل جانتے ہوں گے۔ چہرہ نہ بھی بیجانتے ہوں کیکن اس چادر میں لیٹے جسم کوتو باآسانی شناخت کر لیتے ہوں گے۔

ایک لفظ بھی کے بغیروہ چلنے لگی۔وہاں بازار میں کھڑے ہوکر جمیلہ سے پچھ کہنا بے کارتھالیکن سے بات مطیقی ،اسے دوبارہ اس کے ساتھ مجمحى بإزارنبيس جاناتھا۔

جمیلہ ا گلے دن اسے منانے کے لیے آ کی تھی۔

'' آخراس میں اتنا ناراض ہونے والی کیا بات ہے دکان دار کو جوگا مک اچھا لگتا ہے۔ وہ اسے رعایت دیتا ہے اور دوسروں سے زیادہ رعایت دیتاہے۔ بیتو ہماری دنیامیں ہوتاہے۔''

''میں بازار میں دکا ندارکوا چھا لگنے نہیں جاتی اور نہ بیرچا ہتی ہوں کہ کوئی مجھے دوسرں سے زیادہ رعایت دے۔'' زینی کواس کی بات پھر

'' و یکھوزینی! بیتو مانوتم کهخوبصورت لڑ کیوں کوسارے مردرعا تیں دیتے ہیں اورخوبصورت عورتیں رعا تیں لیتی ہیں۔'' '' پرمیرے ماں باپ نے مجھے بیتر بیت نہیں دی کہ میں اپنی خوبصور تی اورادا نمیں استعمال کر کے کسی ہے رعایت لیتی پھروں۔'' زینی کو اس کا پرغصهآیا۔

''تم میری بات کا پھرغلط مطلب نکال رہی ہو۔''جیلہ نے اسے برہم دیکھ کرصفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

''اس لیے کیونکہ تمہاری اس بات کا مطلب نکاتا ہی غلط ہے۔ تم دوبارہ بھی مجھےا پنے ساتھ کہیں لے جانے کے لیےمت آنار تمہاراوفت ''نرین سند دونوک انداز میں کہا ضائع ہوگا۔''زینی نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "و کیھوزین! آخر ہرج کیا ہے۔ دکان دار کے ساتھ بنسی مذاق کرنے میں یا بقول تمہارے اسے تھوڑی بہت ادا کیں دکھانے میں، آخر ہمارا

جاتا ہی کیا ہے اس میں۔ بلکہ الٹا پچھل ہی جاتا ہے۔ میں تواسے عورت کی مجھداری مجھتی ہوں کہ وہ اس طرح دکان دارہے پچھرعاتیں لے لیتی ہے۔'' " جےتم سمجھ داری کہتی ہو، میں اسے بے حیائی کہتی ہوں اور میرے ماں باپ نے مجھے پنہیں سکھایا کہ میں دکان دار کے ساتھ چار بے ہودہ

جملوں کے تباد لے کے بعد سورویے کا دویٹہ اسی رویے میں لے کراہے بڑی کامیا بی مجھوں۔ مجھےالین'' رعایتی چیزوں''میں کوئی دلچیسی نہیں ہے۔''

جمیلہ کے منہ سے پھرا کیے بھی لفظ نہیں نکلا۔ زینی اس کے پاس سے اٹھ کر باور چی خانے میں چلی گئی۔ ''افسر بن جائے گا اس کامنگیتر ،اس لیے اتن پارسا بنی پھرتی ہے۔اس محلے میں ساری عمرا لیمی زندگی جینی پڑتی تو میں دیکھتی اسٹے نخر سے کے ساتھ کیسے رہتی ۔''جمیلہ بے حد غصے میں سوچتے ہوئے چلی گئی۔

☆☆☆

'' کہاں ہے بھئ پیتہاری بہن؟''

زین کرنٹ کھا کر جا درا تارتے ہوئے بستر سے اٹھ گئ۔وہ شیراز کی آ واز تھی ،وہ حن میں رہیدہے پوچھ رہاتھا۔

" بہن توسور ہی ہے۔" رہیعہ نے صحن کا بیرونی درواز ہبند کرتے ہوئے اس ہے کہا۔

''سورہی ہےتو جا کراٹھاؤاسے۔ یا پھر میں اٹھاؤں؟''شیرازنے مسکراتے ہوئے کہااورساتھ ہی ہاتھ میں پکڑالفافہ ربیعہ کی طرف بڑھایا۔ '' یہ کیا ہے؟''ربیعہ نے کچھ حیران ہوتے ہوئے یو چھا۔

''سموے۔....گھرے لیے لایا تھا توسوچازین کے لیے بھی لے جاؤں۔''

'' تو پھرایک ہی لاتے نا۔اگر بیگم کے لیے لائے ہیں تو۔۔۔۔۔خوامخواہ چھلانے کی زحمت کیوں کی؟'' رہیعہ نے اس کی بات کا برا مانتے ہوئے لفا فدکھول کردیکھا۔

> ''میں نے سوچا شایدزین کوزیادہ کھانے ہوں۔''شیراز نے اسے چھیڑا۔ ''

''چھةوخيروه بھى نہيں كھاسكتى۔''

''نہیں تو میں بھی تو کھاؤں گااس کے ساتھ۔''شیرازنے بے حد شجیدگی ہے کہا۔

''تو یوں کہیں ناشام کی جائے پینے آئے ہیں یہاں۔''ربیعہ کچھاور ناراض ہوئی۔

''بیدی مجھو۔''

''ویسے اتنے دنوں بعد ہمارا خیال آ کیے گیا آپ کو؟ پہلے تو پھر بھی بھار آ جاتے تھے۔اب تو جیسے عید کا جا ند ہو گئے ہیں شیراز بھائی۔''ربیعہ نے اسے جمایا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہمتاز بنی اپنے بال پیٹتی دو پٹے سے سرچھپاتی باہرنکل آئی۔

'' و یکھا آ پ کی ہونے والی بیگم کوتو نیند میں بھی آ پ کی آ مد کی خبر ہوجاتی ہے۔ کسی کو جگا ٹاپڑا ہے بھلا؟'' رہید کہتے ہوئے باور چی خاند کی '۔

طرف چلی گئی۔

''میں پہلے ہی جاگ رہی تھی۔''زینی نے رہیعہ کو گھورتے ہوئے کہا جو بڑے معنی خیزانداز میں اسے مسکرا ہٹ دیتی ہوئی گئ تھی۔ ''آپ کیسے ہیں؟'' زینی نے اس مسکرا ہے کونظرا نداز کرتے ہوئے شیراز سے پوچھا۔ ساتھ ہی اس نے محسوس کیا کہ وہ ابھی تک صحن

میں کھڑاہے۔

۔ ''آپ بیٹھیںربیدنے ابھی تک بیٹھنے تک کے لیے نہیں کہا آپ سے۔''وہ سوال کا جواب لینے سے پہلے ہی صحن میں تخت کے پاس پڑی کرسیوں کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

''میںٹھیک ہوںلیکنتم اسنے دنوں سے کہاں غائب ہو؟''شیراز نے ایک کری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

'' میںمیں وہ ماہااور مائر ہیمہال پر ہیں توان ہی کے ساتھ مصروف ہوں ۔'' زینی نےنظریں چراتے ہوئے کہا۔

"اتی مصروف تھیں کہ میرا خیال تک نہیں آیا؟" شیراز نے گلہ کیا۔

''آپ بھی تو بہت مصروف ہیں آج کل ۔گھر پر کہاں ہوتے ہیں۔''زینی نے مدھم آواز میں کہا۔

'' تنہیں اچھی طرح پتاہے کب میں گھر پر ہوتا ہوں اور کبنہیں۔سیدھی طرح کیوں نہیں کہتی زینی کہتم مجھے ناراض تھیں۔''زینی نے چونک کراہے دیکھا۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہاتھا۔

" نہیں آ پ سے ناراض کیے ہو کتی ہوں میں؟" زینی نے ایک بار پھراس سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

''اس دن میں کچھ غصے میں آ گیا تھا۔خوانخواہتم کوڈانٹامیں نے۔بعد میں بہت پچھتایا۔اس دن کے بعد سےانتظار ہی کرتار ہا کہتم آ وُتو میں تم ہےا بکسکیو زکروں لیکن تم آئی ہی نہیں۔''

''کوئی ضرورت نہیں آپ کوا بکسکیو زکرنے کی۔'' زینب نے بے اختیاراس کی بات کا منتے ہوئے کہا۔'' میں آپ کے خلاف بھی اپنے دل میں پچھنیں رکھتی اور غصہ تو بالکل بھی نہیں۔''

''شکایت بھی نہیں؟''

''شکایت تھی بھی تواب ختم ہوگئ ہے۔ آ پ بھی ہی سوچیں بھی نہ کہ آ پ کو مجھ سے ایکسکیو زکر نا چاہیے۔''اس نے بے حد سجیدگ سے کہا۔ ''شکر ہے، میں توسوچ رہاتھا پتانہیں تم کتنی ناراض ہو کہ گھر آ ناہی چھوڑ دیاتم نے۔''

شیراز نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔زین مسکرائی ،اسےخوشی ہوئی تھی وہ اس کا خیال رکھتا تھا۔

''اتنے دن سے تبہارے ہاتھ کی کوئی چیز کھانے کوترس گیا ہوں۔تم نے تو سیجھ بھیجنا بھی بند کر دیا ہے۔''

شیراز نے بے حدیے نکلفی سے کہا۔ زین ہےاختیار شرمندہ ہوئی۔اس نے واقعی اپنے دنوں میں شیراز کے لیے گھر میں پکنےوالی کوئی چیز پر سریة

نہیں بھجوائی تھی۔

''آ پاکی وجہ سے اتنی پریشانی ہے کہ بس مجھے خیال ہی نہیں رہا۔''اس نے کہا۔''آپ مجھے بتادیں ، کیا کھانا چاہتے ہیں۔ میں رات کو بنا کر بھجوادیتی ہوں۔''

''اپی مرضی کی کوئی بھی چیز۔''شیرازنے بےساختہ کہا۔

"اورز ہر ہ آیا کامسکا بھی بھی حل نہیں ہوا؟"اس نے سنجیدگی ہے یو چھا۔

شیراز یک دم بنسا۔ زینب کواس کی بنسی بری طرح کھلی۔

''سائکل ما تکلتے تو چچاشایدا پی سائکل ہی دے آتے۔''شیراز نے قبیقیے کے ساتھ کہا گرزینی کے چہرے پر چھائی سنجید گی کودیکھ کروہ یک دم پھر سنجیدہ ہو گیا۔

'' بے وقوف ہے وہ میں ابو سے کہوں گا، وہ جا کرنعیم کوسمجھا کیں۔''

زین نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ چپ بیٹھی ری ۔ چند کھے پہلے چھانے والی سرشاری اورخوشی یک دم ایک بار پھر کہیں عائب ہوگئ تھی۔ '' کم از کم اب اس طرح مند بنا کرتو مت بیٹھو کہ مجھے لگے تہمیں میرے آنے کی کوئی خوشی نہیں ہے۔' شیراز نے بےساختہ کہا۔ زین نے چونک کراہے دیکھا۔'' آپ کولگتا ہے، مجھے آپ کے آنے ہے کوئی خوشی نہیں ہوئی ؟'' '' تمہارے چیرے کود کھے کرتوابیا ہی لگتا ہے۔''

شیراز شجیدہ ہوگیا۔'' میں تو سوچ رہاتھاتم بہت خوش ہوگی، ہنسوگ، با تیں کروگی لیکن تم بالکل چپ بیٹھی ہو۔'' اس نے گلہ کیا۔اس سے پہلے کہ زینی چھکہتی، رہیعہ چائے کی ٹرے لے کرصحن میں آگئی۔

''آپکوپٹاتوہے شیراز بھائی! بیتواس کی شروع سے عادت ہے۔ مجال ہےاس میں کوئی تبدیلی آجائے۔''اس نے شیراز کی بات س لی تھی۔ ''بہت بری عادت ہے اور زینی کو پیۃ ہے مجھے بیے عادت پسندنہیں ہے۔'' شیراز نے زینی کو دیکھتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا۔ رہیجہ بچھ کہنے کے بجائے ٹرے رکھ کرچلی گئی۔

زیٰ نے شیراز کو پلیٹ تھائی۔'' خالہ کیسی ہیں؟''اس نے شیراز سے ٹیم کے بارے میں پوچھا۔''امی ٹھیک ہیں۔وہ بھی تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھیں''شیراز نے ایک سموسداپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے کہا۔

''میں کل آؤں گی۔''وہ شیراز کی پلیٹ کے ایک طرف چٹنی ڈالتے ہوئے بولی۔

''اورنفیسه خاله نظرنبیس آر ہیں؟''شیراز کو کافی دیر بعد نفیسه کا خیال آیا۔

''وہ اندر ہیں۔نماز پڑھ رہی ہیں، ابھی آ جاتی ہیں۔''زینی نے جائے کا کپ اس کے آ گے رکھتے ہوئے کہا۔

''ارے میں نے تہمیں بتایا کہ ابو بحال ہو گئے ہیں۔''شیرازنے یک دم کہا۔

زین نے چونک کراہے دیکھا پھربے ساختہ مسکرائی۔

"کب؟"اس نے بے حد گرم جوشی سے یو چھا۔

"کل۔"

"الله كاشكر ب، مين توبهت دعائين كر "وه بات كرتے كرتے باختيار ركى راسے ياد آيا، وه تي پلى بارايي بى كسى بات ير ناراض

ہوا تھا۔شیراز نے اس بارا بیا کوئی رڈمل ظاہر نہیں کیا۔

'' دعا کے ساتھ دوابھی ضروری ہوتی ہےزین! چیا کے افسر نے سفارش کی ہے ابو کے محکمے میں ، ورنہ کیا خالی دعاؤں سے بحال ہوجاتے؟ ارے تم بھی توسموسہ لونامیں تہارے لیے لایا تھا۔''شیراز کو بات کرتے یک دم خیال آیا۔

'' میں لے رہی ہوں، جوبھی ہے بس شکر ہے کہ تا یا ابو کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔خالہ بھی اتنی پریشان تھیں۔'' زینی نے دوسری پلیٹ اٹھاتے

وہ اب شیراز کے اچھے موڈ کی وجہ کو با آسانی سمجھ علتی تھی۔اس نے اپنے کندھوں سے یک دم جیسے پچھے بوجھ ملکا ہوتامحسوں کیا تھا کیونکہ شیراز کے کندھوں ہے ایک بڑا بوجھ ختم ہو گیا تھا۔

بہت دنوں کے بعداس وفت شیراز کے پاس ہیٹھے چائے پیتے ہوئے اس نے بہت ساری با تیں کیں اور بہت دنوں کے بعد کسی بات بر ہنسی ۔خوداس نے شیراز کوبھی انٹرویو کے بعد آج پہلی <mark>بارا تنایر سکون اور مطمئن دیکھا تھا۔</mark>

وہ اس وفت صحن میں بچوں کو ٹیوشن پڑھار ہی تھی ، جب دروازے پر کسی نے دستک دی۔

'' فاروق! جاؤ جا کر درواز ہ کھولو۔''زین نے ایک بیجے کی کا بی چیک کرتے ہوئے اسے کہا۔

يج نے جاكر درواز ه كھول ديا۔زين نے كاني كاصفحہ يلتے ہوئے دروازے كى طرف ديكھاا در پھر جيسے كرنٹ كھاكرا بني جگہ سے اٹھ كھڑى

ہوئی۔زہرہا پنی چھوٹی بچی کو گود میں لیے حن میں دروازے سے اندر آ گئی تھی۔

'' زہرہ آیا! آپ اس طرح اچا تک'اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اپنی بات کس طرح مکمل کرے۔زہرہ اس کی بات کا جواب دیے بغیرا ندر کمرے میں چلی گئی تھی۔زینب کے بدترین خدشات جیسے تھے ثابت ہونے لگے تھے۔وہ کچھ دریم صم وہیں صحن کے وسط میں کھڑی رہی۔ پھر

کا بی فاروق کو پکڑاتے ہوئے اندر کمرے میں چکی گئی۔ ز ہرہ اور نفیسہ دونوں بستر پربیٹھی آنسو بہار ہی تھیں جبکہ رہید زہرہ کی بچی کواپنی گودمیں لیےافسر دہ بیٹھی ہوئی تھی۔زین کےاندر آتے ہی اس

بچی کو لے کر باہر چلی گئی۔ زین نے اس کی آئکھوں میں آنسود عکھے تھے۔

' دختہبیں گھر حچوڑ کرنہیں آنا چاہیے تھا جو بھی تھا، وہیں رہنا چاہیے تھا۔'' نفیسہ نے اپنے آنسوخشک کرتے ہوئے زہرہ سے کہا۔'' میں گھر چھوڑ کرآئی ہوں امی؟ انہوں نے دھکے دے کر مجھے گھرسے نکالا ہے۔'' زہرہ نے بھرائی ہوائی آ واز میں کہا۔

زین زہرہ کے یاس بیٹھ گئے۔

" بس میری قسمت بی خراب ہےامی! قسمت انچھی ہوتی تواس باراللہ مجھے بیٹادیتا، بیٹی نہیں۔ ' وہ ایک بار پھررونے لگی۔ '' يرآيا! بيڻايا بيني ہونے ميں آپ كاقصور تونہيں ہے۔ سائنس تو' زني نے زہرہ كے كندھے ير ہاتھ ركھ كر پچھ كہنا جا ہا۔ زہرہ نے اس

www.urdunovelspdf.com

کی بات بے حدناراضی سے کاٹ دی۔

''بس کروزینب!سب پتاہےلوگوں کولیکن کوئی مردسائنس سے پوچھ کرعورت کی قسمت کا فیصلہ ہیں کرتا اورایف اے فیل آ دمی کو میں کیا سے میں نہ سب سے سے سے بیا

"ابونے بھی توانف اے بی کیا ہے۔ "زین نے کہا۔

'' ہرمردابوجیسانہیں ہوتا۔ساری بات پہیے کی ہے جو ندان کے پاس ہے، نہ ہمارے پاس۔ابو کے پاس دولت ہوتی تو تنین چھوڑ، چھ اللہ بھر میں اتھ ہے تکسر کی جب مدیدہ قریب سے اندائجم کا ''

بیٹیاں بھی ہوجا تیں توکسی کی ہمت نہ ہوتی کہوہ ای<mark>ک لفظ بھی کہتا۔''</mark>

زینی اس بار پھنیں کہہ تکی۔ دوت سے میں کو بتہ نہ ہے تعد

''تمہارےابوآ جا ئیں آووہ خود جا کرنعیم ہے بات کرتے ہیں۔''نفیسہ نے زہرہ کوتسلی دینے کی کوشش کی۔ ''کیا بات کریں گے؟ فہمیدہ پھو پھونے مجھے صاف صاف کہا ہے کہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ اپنے باپ کے گھریر ہی رہوں اورا گرمجھے

شوہر کے گھر آ کررہنے کا شوق ہے تو میں اپنے باپ ہے کہوں کدوہ پہلے موٹر سائیل بھیجیں پھر بیٹی کو۔''

'' کہاں ہے لا کمیں تمہارے ابوموٹر سائنگل کے لیے پیسے؟ ابھی زینی اور رہید کی شادی کرنی ہے۔اس کے لیے بھی پیسے پاس نہیں ہیں۔ اوور ٹائم کر کے جوتھوڑی بہت بچت ہوتی ہے،اس سے کتنے مطالبے پورے کریں گے تمہارے سسرال والوں کے؟''نفیسہ ایک بار پھررونے لگی تھیں۔

''آپ نے اپنی مرضی سے میری شادی یہاں کی تھی۔ میں نے تو نہیں کہا تھا کہ مجھے پھو پھو کے یہاں بیا ہیں اور اب آپ اس طرح میرے سسرال والے کہتے ہیں جیسے میں نے مرضی سے انہیں منتخب کیا تھا۔'' زہر ہ کو ماں کی بات بری گئی۔

بیرے سسرال دالے کہتے ہیں جیسے میں نے مرضی ہے انہیں متخب کیا تھا۔'' زہرہ کو ماں کی بات بری للی۔ زینی اٹھ کر کمرے سے باہرآ گئی۔اس کا جی بیک دم ہر چیز ہے احیاٹ ہو گیا تھا۔ دو کمروں کے اس گھر میں یا ٹچے افراد پہلے ہی رہتے تھے۔

اور جب بھی زہرہ آتی تو جگہ تنگ پڑنے گئی۔ضیاءاورسلمان باہر حن میں سونا شروع کردیتے اوراب سردیاں شروع ہور ہی تھیں۔وہ صحن میں نہیں سوسکتے تتھے۔اس نے مختصر سے برآ مدے سے گزرتے ہوئے رنجید گی ہے وہاں رکھے سامان کودیکھا۔وہاں دوحیار پائیاں بچھانا ناممکن تھا۔

ہ۔ ان سے سنز سے برا مدے سے سرزے ہوئے رہیدی سے وہاں رہے سامان ودیکھا۔ وہاں دو چار پایاں بچانانا سن ھا۔ ''اورا گرز ہرہ آپا خدانخواستہ بمیشہ کے لیےا پی بچیوں کے ساتھ یہاں رہے آ گئیں تو کیا ہوگا؟'' زینی نے پریشانی کے عالم میں سوچا۔ رہید زہرہ کی چھوٹی بیٹی کو لے کرصحن میں ٹہل رہی تھی۔اتنے ہفتے گز رجانے کے باوجود بڑی ابھی بھی بے نام تھی۔رہیداور زینی کے

درمیان ایک جملے کا تبادلہ بھی نہیں ہوا۔

زین گم صم ان بچوں کے پاس جا کر بیٹے گئی جنہیں وہ پڑھار ہی تھی ۔لیکن اب اس کا انہاک اور توجہ یک دم غائب ہو چکی تھی۔وہ صرف چند منٹ ان بچوں کومزید پڑھاسکی اوران چندمنٹوں میں بھی اس نے انہیں کیا پڑھایا ،اسے ٹھیک سے یا نہیں تھا۔

''تم لوگ جاؤ بکل آنا۔''اس نے یک دم ہاتھ میں پکڑی وہ کا پی بند کرتے ہوئے کہا، جسے وہ چند منٹ پہلے چیک کرتے کرتے چھوڑ گئ تھی۔ بچے یک دم بے حدیر جوش انداز میں اپنی چیزیں سمیٹنے لگے تھے۔زپنی باپ کے بارے میں سوچ رہی تھی جوابھی چند گھنٹوں بعد گھر واپس آتے اور زہرہ کواپی بچی سمیت وہاں دیکھ کرائی طرح شاکڈ ہوجاتے۔اسے باپ پر بے حدرتم آرہاتھا۔وہ صبح بہت خوش گئے تھے۔آج وہاں کوئی پارٹی تھی۔ان کا کوئی کولیگ ریٹائر ہورہاتھا۔اوراب زین کو بےاختیار رونا آیا،اسے ماں سے زیادہ باپ کی تکلیف پررونا آتا تھا۔اوروہ جانتی تھی، آج کی شام ایک بارپھراس کا باپ پی ساری ایمان داری اور شرافت کے ساتھ کینچوا بن کراپی بیٹی کے سسرال جائے گا۔

☆☆☆

''مجھ سے بڑی غلطی ہوئی جومیں تمہاری بیٹی بیاہ کریہاں لائی۔ارے میرا بیٹا تو تب بی مجھ سے کہدر ہاتھا۔ کہ ماموں کے ہاں مت بیا ہیں، وہاں سے کیا مطنے والا ہے مگر میں نے کہانہیں، بھائی ہے میرا۔ میں اس کی بیٹی نہیں لاؤں گی تو کون لائے گا اور بھائی ایسا بھی گیا گزرانہیں۔ کچھ نہ پچھتو دے گا بی بیٹی کو۔ارے مجھے کیا پتاتھا، بھائی واقعی خالی ہاتھ ہی بجوادے گا بیٹی کو۔'' فہمیدہ پچھلے پندرہ منٹ سے مسلسل بول رہی تھیں اور ضیا ہمیشہ کی طرح سرجھ کائے خاموثی سے ان کے سامنے بیٹھے تھے۔

قہمیدہ چھکے پندرہ منٹ سے مسلل بول رہی تھیں اور ضیا ہمیشہ کی طرح سر جھکائے خاموتی سے ان کے سامنے بلیٹھے تخ ''آ پا!اپنی استطاعت کے مطابق جہیز تو دیا تھامیں نے۔''انہوں نے بوری گفتگو میں پہلی بار پچھ کہنے کی ہمت کی۔

'' وہ چار چیزیں جو جہیز کے نام پرتم نے ہمارے منہ پر ماری تھیں وہ ۔۔۔۔۔ وہ ابھی اٹھا کر لے جاؤا پنے گھر۔ ٹی وی دیا؟ فرتج دیا؟ موٹر سائکل دیا؟ فرنیچر تک تو پورانہیں تھاتمہاری بٹی کااورتم بتار ہے ہو مجھے کہتم نے جہیز دیا تھا بٹی کو۔''

''آپا! آپ کوشادی کے وقت پتاتھا کہ میں ایساہی جہیز دے سکتا ہوں۔ میں نے کوئی جھوٹا وعدہ تھوڑی کیا تھا آپ ہے جو پورانہیں کیااور آپ مجھے جتارہی ہیں۔ میں ایک معمولی کلرک ہوں میں اس سے زیادہ کیا دے سکتا تھا۔'' ضیانے بے حد شجیدگ سے باری باری نعیم اور فہمیدہ کود سکھتے ہوئے کہا۔

'' کلرکنہیں ہوتمانگم ٹیکس میں کلرک ہو۔ارے سارے لوگ لاکھوں کروڑوں کی جائیدادیں بنالیتے ہیں اورتم نے تمیں سال میں اپنی بیٹیوں کا جہز تک نہیں بنایا۔ایک موٹر سائیکل تک نہیں دے سکے میرے بیٹے کو۔''وہ اب ہمیشہ کی طرح با قاعدہ طعنے دے رہی تھی۔

"آيا!آپ کو پتاہے، بیں حرام نہیں کھاتا۔"

'' ہاں، بس اس د نیامیں ایک تم بی تو نیک ہوجوحرام نہیں کھا تا باقی ساری د نیا تو بس حرام پر ہی بل رہی ہے۔'' فہمیدہ کے لیجے میں اور تندی وتر شی آ گئی تھی۔

''آپا!اگرموٹرسائکل کی بات ہے تو میں ایک دوسال میں پیسے اسٹھے کر کے' ضیانےموضوع بدلنے کی کوشش کی مگرانہیں کا میا بی نہیں ہوئی۔

''ایک دوسال میں پیسے انتھے کر کےموٹر سائنگل دینی ہے تو پھرموٹر سائنگل کے بجائے گاڑی ہی دومیرے بیٹے کو۔ایک دوسال اس طرح کہا ہے جیسےایک دودن کی بات ہے۔''

''بس ماموں! کہددیا میں نے ۔اب مجھےز ہرہ کواس گھر میں نہیں لانا۔''

تعیم نے پہلی باراس گفتگو میں مداخلت کی تھی اوراس کالہجہ بھی فہمیدہ سے مختلف نہیں تھا۔

www.urdunovelspdf.com

''میں دوسری شادی کروں گی اپنے بیٹے کی۔ارے میرااکلوتا بیٹا ہے، بڑے بڑے گھرانوں سے رشتے آ رہے ہیں۔اس کے لیے۔گھر بھردیں گےا گلے جہزے۔''

۔ فہمیدہ کم از کم اس دن کچھ بھی سننے پر تیار نہیں تھیں۔ضیاء بے صد دل بر داشتہ ہو کر وہاں سے نکلے تتے اور وہ زندگی میں کئی باراس طرح دل بر داشتہ ہو کراس گھر سے نکلے تتے۔انہوں نے زندگی میں کبھی کہیں اور اس طرح کی ذلت آمیز با تیں نہیں سی تھیں، جتنی اس گھر سے سی تھیں وہاں نیست نیڈ سیاست قریقہ میں سی میں میں میں میں میں میں نیست کی اور اس طرح کی ذلت آمیز با تیں نہیں سی تھیں ہوں کے

بروسے ہو و میں سرے سے معلم ہوں ہوں ہوں میں میں موروں موروں ماروں میں ہے۔ انہوں نے بیٹی نہ بیا ہی ہوتی تو شایدوہ بھی رز ق حلال پردیے جانے والے طعنوں کے بعداس گھر میں قدم بھی نہر کھتے۔

ہوں سے بین مدیوں اور مائیلوہ میں دوں میں پوری جائے واسے موسے بعد میں سریاں مدم میں مدید ہے۔ سرئرک پرسائنگل چلاتے ہوئے اس دن انہوں نے زندگی میں پہلی بارآس پاس سے گزرتی موٹرسائیکلوں کودیکھا اوران کی قیمت کا اندازہ کانا المال ایس ترکیجی ان کے مدافرہ انتکار سے الدیک بیٹم کا گھر ایک ان تھریسا کا تقال انسواں سے ذرفتہ کے مالان میں میں موجود اور ال

لگانا چاہا۔ایسی بی کسی ایک موٹرسائنگل سے ان کی بیٹی کا گھر ایک بار پھر بس سکتا تھا۔انہوں نے دفتر کےعلاوہ ان ممکنہ جگہوں کے بارے بیس سوچا ، جہاں سے وہ قرضہ لے سکتے تھے اور کتنا لے سکتے تھے انہوں نے اس قرضے کوادا کرنے کے لیے ممکنہ ذرائع کے بارے بیں بھی سوچنا شروع کر دیا۔رات کے

اوقات میں انہیں کسی فیکٹری میں اکا وُنٹس کا کچھے کا م ل سکتا تھایا شام کے وقت کسی د کان پرسلیز مین کی جاب سے آ تھے۔انہوں نے ہاری ہاری ان سب کا موں کے ہارے میں سوچنا شروع کر دیا جن ہے انہیں کچھ آید نی ہوسکتی تھی۔ جمعہ کی چھٹی کے دن وہ کسی کے گھر ماریر سمجھ کی سروز میں میں فزار میں نے گھر تھے میں ساتھ میں میں میں سرور کے کسی میں سے کہ سروز کا میں سے کا م

مالی کا کام بھی کر سکتے تھے۔امکا نات نظر آنے لگے تھے۔ضیاءکو پچھاطمینان ہوا،وہ اپنی بٹی کے لیے پچھ نہ پچھ کر سکتے تھے۔

☆☆☆

''زین بیٹا! ابھی تک کیوں جاگ رہی ہو؟'' ضیاء تبجد کے لیے وضو کرنے لکھے تھے جب انہوں نے زینب کوشخن میں پڑے تخت پر گم صم بیٹھے دیکھا۔وہ تشویش میں مبتلا ہوکراس کے پاس آئے۔

'' پچھنیں،ایسے ہی۔بس نینز نبیں آرہی تھی۔''

زینب نے باپ سے نظریں چرانے کی کوشش کی گرضیاءاس کی متورم سرخ آئکھیں و کھے چکے تھے۔ '' بیٹا سونے کے لیے لیٹو گی تو نیندآ ئے گی نا۔اس طرح یہاں بیٹھ کر نیند کیسے آ جائے گی۔''

وہ اس کے پاس تخت پر بیٹھ گئے۔ بیاندازہ لگاناان کے لیے مشکل نہیں تھا کہ وہ کیوں پریثان تھی۔گھر میں اس وقت سب کی پریثانی کی احدوجہ زبرہ ہی تھی۔

'' مجھے بھی بھی اللہ سے بہت شکایت ہوتی ہے ابو!''زینی نے بھرائی ہوئی آ واز میں کہا۔'' کتنی دعا نمیں کی تھیں ہم سب نے کہ اللہ اس بار آیا کوایک بیٹا دے دے گراللہ نے کسی کی دعانہیں سنی۔اللہ بعض دفعہ دعا نمین نہیں سنتانا۔''

"برى بات ہے ذینی!اس طرح نہیں کہتے۔"ضیاءنے اسےٹو کا۔" کیا فرق پڑتا ہے بیٹے یا بیٹی ہے؟"

'' آپ کو پتاہے، کتنا فرق پڑتا ہے ابو! زہرہ آیا کو اور ہمیں فرق پڑر ہاہے نابیٹا نہ ہونے کی وجہ ہے؟''اس نے باپ کی بات کورد کرتے

''نہیں، جب لوگ رحمت کوٹھکرانے لگیں اوراسے عذاب سمجھیں تو پھروہ دوسروں کے لیے آ زمائشیں کھڑی کردیتے ہیں۔ زہرہ کا میاں اورسسرال والے اگر اللہ کی رحمت کی ناقدری اور تذکیل کرتے ہوئے اسےٹھکرا سکتے ہیں تو پھر ہم تو انسان ہیں۔ہم ان سے اچھائی کی تو قع کیسے کر سکتے ہیں؟''ضیاءنے مدھم آ واز میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

'' وہ جو چاہے کریں، تکلیف تو ان کونہیں ہور ہی۔ تکلیف تو زہرہ آپا کواور ہم کو ہی پینچی رہی ہے نا؟''

"اس د نیامیں ہاں۔ پراگلی د نیامیں خس<mark>ارے کا سامناان کو ہوگا،ہم کونہیں۔"</mark>

''اِس'' دنیامیں کون''اُس'' دنیا کا سوچتاہے؟ کوئی بھی نہیں۔''اس نے بےاختیار باپ ہے ایک بار پھر شکوہ کیا۔

'' جونبیں سوچتانہ سوچ کیکن میں اور میری اولا دتو سوچتے ہیں نا؟''ضیاءنے بے حد سنجیدگی ہے اسے دیکھتے ہوئے جیسے سوال کیا۔

زینی نے اثبات میں سرنبیں ہلایا۔اس نے باپ سے نظریں چراتے ہوئے ایک بار پھر شکایتی انداز میں کہا۔

''لیکن کیا ہوجا تاا گراللہ آ پاکوایک بیٹادے دیتا۔''

"بیٹیوں میں کیابرائی ہے؟"ضیانے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کوئی ایک برائی تھوڑی ہے۔ برائیاں ہی برائیاں ہیں۔''زین کی آنکھوں سےاب آنسوگرنے لگے تھے۔'' ہر بارز ہرہ آپا کی وجہ سے کتنی بےعزتی کرتے ہیں نعیم بھائی اور پھو پھو آپ کی۔ جب میری اور رہیعہ کی شادی ہوجائے گی تو آپ کواس طرح ان لوگوں کی باتنیں بھی سننا پڑیں گی۔'' ضیاءاس کی بات پر بےاختیار ہنس پڑے۔زین کے آنسوؤں کی روانی ہیں اب اضافہ ہو گیا تھا۔

''زین!اتی منفی باتیں کیوں سوچتی ہوتم ؟ شیراز اوراس کے گھر والے کتنا خیال رکھتے ہیں تمہارااور ربیعہ کے سسرال والے بھی بہت اچھے ہیں ۔نعیم بھی وقت گزرنے کے ساتھ ٹھیک ہوجائے گا۔اتنا آ گے کامت سوچا کرو۔جاؤاب جا کرسوجاؤ۔ صبح کالج جانا ہے تہہیں۔''

ضیاء نے اسے دلاسا دینے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔وہ اس طرح سر جھکائے بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔جوچیز ایک بارزین کے دل

میں آ جاتی ،اسے نکالنا بہت مشکل ہوتا تھا۔اس کی سوئی ایک بارجس بات پرا تک جاتی ،ا تک جاتی ۔

''آپ مانیں بانہ مانیں ابو!اللہ نے آپا کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔''

"بهت بریبات ہےزین!انسان کواتناناشکرانہیں ہوناجا ہے۔"ضیاکواس باراس کاجملہ بری طرح محملا۔

''میں ناشکری نہیں ہوں کیکن میں جب بھی آیا کے بارے میں سوچتی''

زین نے مدافعاندانداز میں کہنے کی کوشش کی لیکن ضیانے اس کی بات کا اوری۔

'' دنیااللہ نے صرف تمہاری آیا کے لیے نہیں بنائی۔ زہرہ ہے بھی زیادہ تکلیف میں جی رہے ہیں لوگتو کیا ہرایک اللہ سے ایس

باتیں کرنے لگے۔''

وہ باپ کی بات پر حجل تی ہوگئی۔'' میں نے توایسے ہی کہہ دیا۔''

''گھر کا نوکر گھر کے مالک کے بارے میں کوئی بری بات کہتو مالک کیا حال کرتا ہے اس کا۔اللہ تو پھررجیم اور غفور ہے۔ ہماری زبان پر آنے والی ہر بات اور دل میں آنے والے ہر برے خیال کو سننے اور جاننے کے باوجود ہماری دعا کمیں سنتا ہے۔ آزمائشیں دورکرتا ہے، نوازتا ہے۔ جب بھی زہرہ کے گھر میں کوئی مسئلہ ہوا،اللہ نے ختم کیانا؟'' وہ اب زین سے پوچھ رہے تھے۔

"بالسسى يالله جلدى آ زمائش ختم كيون بيس كرتا؟"اس في اضطراب كعالم بيس باب سے يوجها-

'' ہر کام کا وقت ہوتا ہے زینب! ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔''ضیانے اسے سمجھایا۔'' انسان کوانتظار کرناسیکھنا چاہیے۔صبراورشکر کے اتھ انتظار ۔''

'' میں انتظار نہیں کرسکتی ابو! آپ کو پتا ہے، مجھے ہر چیز جلدی چاہیے۔'' زینی نے بےصد بے چارگ سے کہا۔ وہ غلط نہیں کہدر ہی تھی۔اسے واقعی انتظار کرنانہیں آتا تھا۔

"بهت به وقوف بوزنی! سوجا وَ جا کر مجھے تبجد پڑھنا ہے۔"

ضیانے اس کے چبرے کو دیکھتے ہوئے اس کے آنو پو تخچے اوراٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ جانتے تھے وہ انظار نہیں کرسکتی تھی۔ اسے ہر چیز فوراً چاہیے ہوتی تھی۔ انہیں یا نہیں پڑتا تھا، وہ بھی اس کے لیے بچپن میں آفس سے واپسی پر کھانے کی کوئی چیز لائے ہوں اور زینی نے اس وقت نہ کھالی ہو۔ یہی حال کسی کھلونے ، کپڑے یا استعال کی دوسری چیز وں کا ہوتا تھا۔ زینی کو ہر چیز فوراً چاہیے تھی اوراسی وقت استعال کرنی ہوتی تھی۔ پچھ اللہ کی طرف سے بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ کہ زینی باپ سے کوئی فر ماکش کرتی اور پچھ نہ بچھ حالات ایسے بن جاتے کہ ضیا ایک دو دن میں ہی وہ فر ماکش پوری کردیتے اور پھر چیسے بیز بنی کی عادت بن گئ تھی۔ ہر چیز جلد یا لینے کی عادت۔

> '' پھرز ہرہ آپا کامسّلہ طل ہوجائے گانا؟''اس نے باپ کواٹھتے دیکھ کر بڑی بے چینی اورامید سے کہا۔''انشاءاللہ تعالیٰ'' ''کب؟''اس نے ایک بار پھراحقانہ سوال کیا۔

''جباللہ چاہےگا۔ براوقت ہمیشہ گزرجا تا ہے۔ چیزیں ٹھیک ہوجاتی ہیں۔بسانسان کاظرف آ زمانا ہوتا ہےاللہ نے۔'' زینی باپ کے آخری جملے پر بےاختیار شرمندہ ہوئی تھی۔

''نىنب كى طبيعت تھيك نہيں ہے۔''

" كيا ہوانين كو؟"

"بس سرمیں کچھ در د ہور ہاہے۔"

" توتمShort leave کے کرگھرچلی جاتیں۔"

''اگردوبارہ طبیعت خراب ہوئی تو میں اسے گھر بجوادوں گی۔' رمشہ نے کہااور سامعہ کے جاتے ہی وہ زینب سے نخاطب ہوئی۔ ''اب بس اپنی شکل ٹھیک کرلو۔گراؤ نڈ میں بیٹے کررونا شروع کردیا۔ یہ بھی خیال نہیں کہ پورا کالج یہاں پھررہاہے۔'' وہ دونوں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کلاس لے کرآئی تھیں اور رمشہ نے زہرہ کا ذکر چھیڑا تھا کہ زینب اس سے بات کرتے کرتے ہمیشہ کی طرح رونے لگی ۔گراؤ نڈ میں موجودان کی کلاس فیلو بہت کالڑکیوں نے زینب کوروتے اور رمشہ کواسے چپ کراتے دیکھا اوراس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں وہاں لڑکیوں کا جمگھ طالگ گیا تھا۔ صرف زینب ہی نہیں رمشہ کو بھی بڑی خفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اس نے ہرایک کوزینب کی طبیعت کی خرابی کا بتا کر جان چھڑائی تھی کیکن اب بھی ان کی جس کلاس فیلوکوزینب کے رونے کا پیتہ چلتا ، وہ ان کے پاس چلی آ رہی تھی۔

> '' کیافائدہ ہوا یہاں بیٹھ کررونے کا۔''رمشہ اب اس پر بگڑر ہی تھی۔'' بات بعد میں کرتی ہورونا پہلے شروع کردیتی ہو۔'' زینب کی آئھوں میں ایک بار پھرآنسوآنے گئے۔

''خداکے لیے زینب! کچھ خیال کرو۔'' رمشہ نے اس بار بے بسی سے کہا۔

''کوئی فائدہ ہوتا ہے تہہیں رونے کا؟ ہر بارتمہارا بہنوئی یہی سب کچھ کرتا ہے اورتم اسی طرح روتی پھرتی ہو پھروہ لے جاتا ہے تمہاری بہن کواورسب کچھٹھیک ہوجاتا ہے۔اب بھی لے جائے گا۔''

'' نہیں۔اس بارنہیں لے جا کیں گے۔اس بارصورت حال بہت خراب ہے تہہیں انداز ہنییں ہے۔ پھو پھونے رشتہ بھی ڈھونڈ ناشروع کردیا ہے قعیم بھائی کے لیے۔''

زينب نے بے حد متفكر لہج ميں كہا۔

''ایمانداری سے کہدرہی ہوں۔وفع کرواس طرح کے بہنوئی کواگر بیہ پھنداتمہاری بہن کے گلے سے نکل رہا ہے تو نکل جانے دو۔'' رمھہ نے بےحداطمینان سے کہا۔

''ایک پھندا گردن سے نکل جائے گا تو سودوسرے پھندے پڑ جا کیں گے۔زہرہ آپا تین بیٹیوں کوکس طرح اکیلے پالیس گی؟'' زینب نے بےحدرنجیدگی سے کہا۔

''اکیلی کیوں؟تم لوگ بھی دوسری شادی کردیناان کی ۔'' رمشہ نے اسی انداز میں کہا۔

" تین بیٹیوں کے ساتھ کون کرے گاان سے شادی۔"

" کیون؟ بیٹیوں کوان کے باپ کے پاس بھجوانا۔ وہ زہرہ آپاکی ذمہ داری نہیں ہیں۔ باپ رکھے انہیں اپنے پاس۔ ''رمشہ اب بے

حد شجيره تھي ۔

''وہ بیٹیاں ہیں، بیٹے نہیں ہیں رمشہ! کہ تعیم بھائی انہیں خوش خوشی پاس رکھ لیں گے۔سارامسکامان بی کی وجہ سے تو ہور ہاہے۔'' زینب نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

''نو آخر بیدمسئله ل هوگاکس طرح ؟''اس باررمشه بھی پچھ فکرمند ہوئی۔

"فعیم بھائی موٹرسائیل ما نگ رہے ہیں۔ابوکہاں ہے دیں گے؟ای لیے تو رونا آ رہاہے مجھے۔"نینب کی آ وازا یک بار پھر بھراگئی۔
"زینی!ایک بات میری کان کھول کرین لو۔زندگی میں آنسو بہانے سے کوئی مسئلہ النہیں ہوتا۔اگراہیا ہوتا نا تو ساری دنیاسب پچھ چھوڑ کرتمہاری طرح بیٹھ کرروتی رہتی۔آنسودنیا کو صرف بیبتاتے ہیں کہ میں بے حد کمزور ہوں۔I Need Help (میری مدد کرو)اورکوئی آنسود کھے کر مہاری طرح بیٹھ کریوتی مدد کرو)اورکوئی آنسود کھے کر مہاری کے لیے نہیں آتا سمجھیں ۔۔۔۔؟"

رمٹہ نے اس بار بے حد سنجید گی سے ا<mark>سے سمجھایا۔</mark>

'' پتاہے مجھے۔''زینب نے فنکست خو<mark>ردہ انداز میں کہا۔</mark>

"مرے پاس کھورقم پڑی ہے۔ تم قرض کے طور پر لے لواور 'زینب نے بے اختیار رمشہ کی بات کا ٹی۔

' د نہیں میں تم سے کیوں قرض لوں _ میری بہن تمہاری ذمہ داری تو نہیں اور پھر ہم لوگ اتنا بڑا قرض اتار بھی نہیں سکتے _''

"لكين-"رمشه في محي كهاجا بإ-زينب في اس كى بات كاث دى-

'''نہیں رمٹہ! مجھے قرض لینا پسندنہیں۔ میں نہیں لوں گی اور لے بھی لوں تو ابوتو اسی وقت تمہارے گھر واپس دے جا کیں گے۔ مجھ سے پر

ناراض بھی ہوں گے۔''زینب نے دوٹوک انداز میں کہا۔

رمشہ کچھ دیر کچھ سوچتی رہی پھراس نے زینب سے کہا۔

"ایک کام اور ہوسکتاہے۔"

.. بايائ..

"تم فاران بھائی سے ملی ہونا؟"

'' کون فاران بھائی؟'' زینب نے الجھ کر کہا۔

'' پیچلی بار جبتم میرے گھر آئی تھیں تو جاتے جاتے وہاں اپنے ایک کزن سے ملوایا تھا میں نے ۔خیرتمہیں یا زئبیں ہوگا۔ فاران بھائی ایک ایڈورٹا کزنگ ایجنسی چلارہے ہیں۔اس دن تمہیں دیکھنے کے بعدانہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیاتم ماڈلنگ میں انٹر سٹڈ ہو؟ ان کے پاس ایک ملٹی پیشل کمپنی کی Campaign ہے۔آج کل انہیں ایک نیاچیرہ چاہیے اور ۔۔۔۔۔''

"اسب سے میرا کیاتعلق ہے؟" زینب نے بے حدخشک کہجے میں رمشہ کی بات کا ٹی۔

«تعلق بن سکتا ہے۔فاران بھائی ایک لا کھ میں سائن کریں گے اس ماڈل کواورزینی ایک لا کھتے تمہارے بہت ہے سکے طل ہوجا کیں گے۔"

"آ گےایک لفظ بھی مت کہنا۔"زینب بے حد غصے کے عالم میں سرخ چہرے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ رمشه بوڪلا گئي''زيني!ميں۔''

" مجھےتم سے ایسی بات کی تو تع نہیں تھی تم مجھے اس طرح کی مجھتی ہو؟"

'' زین! آج کل ما ڈلنگ بہت اچھی فیملیز کی لڑ کیاں بھی کرتی ہیں۔ بہت عزت دارگھر انوں کی لڑ کیاں۔''

''ہم اس طرح کے''عزت دار''نہیں ہیں۔میراباپمسجد میں امامت کروا تاہےاورتم چاہتی ہو، میں چار پییوں کے لیےا پنا چیرہ اورا پی

زینب نے بے حد غصے اور صدے ہے کہا۔اسے وہاں کھڑے جمیلہ کی باتیں یاد آنے لگی تھیں۔وہ اس کی بیٹ فرینڈ نہیں تھی۔رمشہ تھی۔اوررمشہ کی بات نے اسے جمیلہ کی باتوں <mark>سے زیادہ تکلیف دی تھی۔</mark>

''ایک لا کھ چار پینے نہیں ہوتے زین<mark>ے''</mark>

'ایک لاکھ،ایک کروڑ،ایک ارب بھی ہوتب بھی زینب ضیاایے آپ کولوگوں کی تفریح کے لیے تماشانہیں بنائے گی۔''زینب نے بےحد تندوترش کیج میں رمشہ کی بات ایک بار پھر کائی۔

"" تم مجھے غلط مت مجھوری صرف ایک آفرتھی۔" رمشہ نے وضاحت کرنے کی کوشش کی۔

''اورالیی آ فرز دوست لے کرنہیں آتے۔''زینب نے مزید کچھ کے بغیرا پنا بیگ اٹھایا اور تیز قدموں ہے وہاں ہے چلی آئی۔ ''ميري بات سنوزين! ديكهو مجھے غلط نتمجھو، زيني پليز''

رمثہ نے اسے روکنے کی بے حد کوشش کی تھی۔ گروہ نا کام رہی تھی اس نے زینب کواتنے سال کی دوتی میں مبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ زینب کو واقعی زندگی میں بھی اتنا غصنہیں آیا تھا۔غصے سے زیادہ بید کھاورصد مدتھا کہ وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے اور اس کے گھرانے کو جاننے کے باوجودرمشہ اسےاس طرح کی پیش کش کرے گی۔جتنی ہتک اسے پچھلےان چند ہفتوں میں نعیم اورفہمیدہ کے زہرہ کے ساتھ

سلوک اور جمیلہ کے بازار والے واقعہ ہے محسوس ہو کی تھی و لیبی ہی ہتک اسے رمشہ کی بات سے محسوس ہو کی تھی۔

کالج سے نکلتے ہوئے بیغصدایک بار پھر آنسوؤں کی شکل اختیار کرچکا تھا۔اسے سڑک پر چلنے کا احساس نہ ہوتا تو وہ شاید بھکیوں کے ساتھ روتی کیکن سرک پر چلتے ہوئے وہ بار بارا پی آئکھوں کوخشک کرتی رہی۔

بس اسٹاپ پر کھڑے بس کے آنے سے پہلے ہی کسی بھکاری عورت نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلا یا تھا۔اییا کبھی نہیں ہوتا تھا کہ زینب کے سامنے کوئی ہاتھ پھیلا تااوروہ اسے بھیک نہ دیتی مگر آج اس کے پاس صرف پانچے روپے کا ایک ہی نوٹ تھااور وہ جتنی اپ سیٹ تھی جلدی سے جلد گھر بہنچ جانا جا ہتی تھی۔

'' آج پیے نہیں ہیں بس یہ پانچ رویے ہیں بس کا کرایہ' اس نے مٹھی میں بھنچ نوٹ کواس عورت کو دکھاتے ہوئے قدرے بے جارگ

www.urdunovelspdf.com

''الله تیرامقدر کھولے۔ تیرے ساتھی کولمبی حیاتی دے۔ کجھے راج کروائے۔'' زینب نے چونک کراس عورت کود یکھا۔

وہ کہدرہی تھی'' تیرے ساتھی کولمبی گاڑی اور بٹگلہ دے۔''

زینب قدرے ہے بسی سے مسکرائی اوراس نے ہاتھ میں پکڑا نوٹ اس عورت کی تھیلی پر رکھ دیا۔ وہ شیراز کو دعا نمیں دے رہی تھی۔اور

زین کے لیےاب اے نظرانداز کرنامشکل تھا۔

کرایہاس عورت کے ہاتھ میں تھادینے کے بعداس دن وہ بیدل اسٹاپ سے گھر آئی بس پروہ فاصلہ پندرہ منٹ میں طے ہوتا تھا آج وہ پینتالیس منٹ میں گھر آئی تھی اور پینتالیس منٹ کے اس سفر میں اس نے زندگی میں پہلی بارسڑک پر بھاگتی ان بڑی گاڑیوں اور راہتے میں ا کا د کا آنے والے ان بڑے بنگلوں کود یکھا جنہیں اس سے پہلے اس نے بھی دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

وہ سرکاری بنگلے تھے۔وہ جانتی تھی ، دس بندرہ سالوں میں شیراز کے کسی بڑے عہدے پر پہنچنے کے بعدایسے ہی کسی بڑے بنگلے میں وہ بھی ہوگی۔سبزرنگ کی نمبر پلیٹ والی ایسی ہی کوئی سرکاری گاڑی اس کےاورشیراز کے زیراستعال ہوگی۔ دس پندرہ سال شاید بیس سال۔اس نے ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانے کی کوشش کی۔اہے ایس گاڑی اوراہیا بنگلہ حاصل کرنے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔وہ آج گاڑی اور بنگلے کے بغیر صرف شیراز کے ساتھ کی خوشی میں جننی سرشار ہوتی کل بھی اتنی ہی سرشار ہوتی۔

اس نے پچھ گھنٹہ پہلے رمشہ کے کہے ہوئے جملوں کوذہن میں ایک بار پھر دہرایا۔ایک بار پھراسے تکلیف ہوئی۔اس نے ایساسوچا بھی کیوں تھا کہ زینب پیسے کے لیے اتنا گر سکتی ہے اسے چند ہفتے پہلے جمیلہ کی باتیں یاد آئیں۔اس کی تکلیف میں اضافہ ہوا۔

'' رو پیاوررعائتیں حاصل کرنے کے لیے زندگی میںعورت کو بیسب کچھ کرنا پڑتا ہے یا کرنا جا ہیے۔''اس نے جیسے دہل کرسوچا تھا۔ ''اوراس کےعلاوہ روپیہ حاصل کرنے کا دوسرا راستہ کون سا ہے۔کوئی مردجو باپ، بھائی یا شو ہر کے رشتے سے عورت پر اپناروپیپزرچ

سکون اطمینان کی ایک لہری اس کے اندر سے اٹھی۔اس کے پاس پہلے دونوں رشتے تتھے۔ باپ کم سہی پراس پر پیسے خرچ کرتا تھا۔ بھائی کم عمر تھا۔ بڑا ہوکر کمانے لگتا تو وہ بھی اس کی ذمہ داری اٹھا تا اور شوہر شیراز کی صورت میں وہ بھی اسے ملنے والا تھا۔اسے پییہ حاصل کرنے کے لیے کوئی غلط کام کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور بہت بیبہ نہ ہی کم بھی ٹھیک تھازیادہ کی کیا ضرورت ہے۔ آخر کرنا کیا ہے بہت سارے روپے پیے کاوہ مطمئن ہوگئی۔ ا پن گلی ہے آج کل وہ بڑےاطمینان ہے گزرتی تھی وہاں وہ لڑ کا ابنہیں ہوتا تھا شایداس نے سوچا ہوگا زینب نے مستقل طور پر باہر ٹکلنا

اس کے گھر کا درواز ہ کھلاتھا محن میں سے شور کی آ واز آ رہی تھی۔وہ کچھ حیران ہوتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔اندر محن میں نیم نزہت کے

ساتھ بے صدخوشی اور جوش کے عالم میں باتیں کرتی نظر آئی وہ مٹھائی کا ڈبہ لیے حن کے تخت پربیٹھی تھیں۔ان کے اردگر دنفیسہ، رہیعہ اور زہرہ بھی کھڑی تھیں۔اس نےسب کے بینتے ہوئے چہروں کوجیرانی کے عالم میں دیکھا۔ پہلا خیال اس کے ذہن میں یہی آیا تھا کہ شایدز ہرہ اور قعیم کا مسئلہ

اس کے اندر داخل ہونے کی آواز سنتے ہی سب نے پلٹ کراہے دیکھا اور پھر جیسے نیم مٹھائی کا ڈبہ لیے اڑتے ہوئے اس کے پاس آئیں اورائے لپٹالیا۔

''میری دھی آگئی۔ میں تو انتظار کر رہی تھی۔ارے شیراز پاس ہو گیا۔ میں نے کہامیں سب سے پہلے زینی کا مندمیٹھا کرواؤں گی۔''نسیم

نے بڑے جوش کے عالم میں ڈبہ کھولتے ہوئے ا<mark>ہے بتایا۔</mark>

زینب کادل جیسے خوش سے اچھلا۔" رز<mark>لٹ آ عمیاان کا؟"</mark>

'' ہاں۔ پوزیشن آئی ہے۔''نسیم نے بینتے ہوئے اس کے مندمیں برفی کا ایک مکراڈ الا۔ ''پہلی؟''زینبنے بےاختیار یو چھا۔

' ' نہیں دوسری۔' ' نسیم نے کہتے ہوئے ڈبہ پیچھے کھڑے لوگوں کی طرف بڑھادیا۔

"اتن شائدار کامیابی کی توقع کررہے تھے آپ؟"رپورٹرنے جائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے کپ رکھا۔ ''جی ہاں۔میں نے بہت محنت کی تھی اور میں تو پہلی پوزیشن کی تو قع لیے ہوئے تھا۔''

شیراز نے بے حداطمینان کے ساتھ اس رپورٹر سے کہا جواس ہے سوال کرنے کے ساتھ ساتھ اس گھر کا بھی گہری نظروں سے جائزہ لے ر ہا تھا جہاں وہ آ کر بیٹھا ہوا تھا۔وہ ہرسال اسی طرح کےسلیف میڈلوگوں کےانٹرویولیا کرتا تھا۔شاندارتغلیمی کامیابیاں حاصل کرنے والے۔جو

اس وقت بڑے جوش وخروش کے ساتھ اسے انٹرویو و سے بلند و ہا تگ دعوے کرتے اور اپنی فیلڈ میں آنے کے بعد اسے پہچانے بھی نہیں تھے۔اس لیےاس نے ایسے نو جوانوں کے دعووں، ہاتوں اور ارادوں سے متاثر ہونا چھوڑ دیا تھا۔

'' آخرآ پ نے انگمٹیکس کا شعبہ ہی کیوں چنا؟''اس نے شیراز سے سوال کیااوراس کے منہ کھو لنے سے پہلے دل ہی دل میں اس جواب کو د ہرایا جوشیراز کبھی اینے منہ سے نہ کہتا۔

"پیپہ بنانے کے لیے۔''

'' ہمارے ملک میں ٹیکسیشن کے نظام میں بہت زیادہ بہتری اور تبدیلیوں کی ضرورت ہے اور میں اس ڈیارٹمنٹ میں جانا جا ہتا تھا جہاں ہرروزمیرے لیے نیاچیلنے ہواور جہاں برکام کرنے میں بیاطمینان محسوں کروں کہ میں اپنی صلاحیتوں کو بہترین طریقے ہےاستعال کررہا ہوں۔''

"كيامواخاله؟"زين ني سيم ك كل م كلاس كعقب ميس سبالوگول كر بينة چرول كود يكهار

شیراز نے بے حد سنجیدگی کے ساتھ جیسے پچھارٹے رٹائے جملےادا کیے۔رپورٹر نے اس سنجیدگی کے ساتھ شارٹ ہینڈ میں جیسےان جملوں کو با۔

'' ہمارے ملک میں میکسیشن کے نظام میں سب سے زیادہ سقم اور خامیاں ہیں اور میں ان خامیوں کا فائدہ اٹھانے کے لیے اس ڈپارٹمنٹ میں جانا چاہتا تھا۔ جہاں میں ماہانہ کے بجائے روزانہ کسی فائل کے ذریعے پیسہ بناسکوں اور جہاں کام کرکے مجھے بیاطمینان محسوں ہوکہ میں اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعال کرکے کم سے کم وفت میں زیادہ سے زیادہ مال بناسکتا ہوں۔''

ر پورٹر کواپنی اس'' ڈی کوڈنگ' پرجیسے خودہنسی آئی۔ شیرازا ہے مسکرا تادیکے کرخود بھی مسکرایا۔

ر پورٹرنے انٹرویو کے اختیام پراپی جیب ہے ایک وز ٹینگ کارڈ نکال کرشیراز کی طرف بڑھایا۔ '' پیمیراوز ٹینگ کارڈ ہے شیراز صاحب!امیدہے بندے کو یادر کھیں گےاب آپ افسر بن جا کیں ۔'

'' یہ میراوزیٹنگ کارڈ ہے شیرازصاحب!امید ہے بندے کو یادر تھیں گےاب آپافسر بن جائیں گے تو ہوسکتا ہے بندہ بھی کسی خدمت کے لیے آپ کے پاس حاضر ہو۔''

''جی ، جی بالکل۔ مجھےخوشی ہوگی آ پ کا کوئی کا م کر کے۔''شیراز نے بےاختیار کارڈ پکڑ کرکہا۔

''آپ دیکھئےگا۔کتنی نمایاں جگہ پرآپ کا انٹرویوا ورتصویرلگا تا ہوں۔پہلی پوزیشن والے نے تو گھاس ہی نہیں ڈالی ہمیں۔ بیامیرلوگوں کی اولا دیں ای طرح کی ہوتی ہیں۔آپ بھی دیکھئےگا۔ہمارےا دارے کے انگلش اورار دو دونوں اخباروں میں آپ کوہی زیادہ کورتج ملے گی۔اس کوبس اتنی ہی کورتج ملے گی۔جتنی فیڈرل پلبک سروس کمیشن کی پرلیس ریلیز کے ذریعے لمی ہے۔''

ر پورٹرا پنی چیزیں سمیٹتے ہوئے اب پہلی پوزیشن پر آنے والے امیدوار کے لیتے لے رہاتھا جوسپریم کورٹ کے کسی جج کا بیٹا تھا۔اورجس نے اس رپورٹر کی انٹرویو لینے کی ورخواست میں دلچپی نہیں لی تھی۔

۔ا وربس نے اس رپورٹر کی انٹر و یو لینے کی درخواست میں ویپھی ہیں گیسی۔ شیراز اس رپورٹر کو درواز ہے تک چھوڑنے گیا اور واپس اپنے کمرے میں آتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑا وزیٹنگ کارڈ کوڑے کی

یں۔ ٹوکری میں بھینک دیا۔شیرازا کبرکے لیےنٹی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ پاکستان کی کروڑوں کی آبادی میں سےان منتخب شدہ170 لوگوں میں شامل ہونے والا تھاجنہیں حکومت پاکستان نے اس سال عوام کی خدمت کے لیے طاقت کے استعمال کا اختیار سونمپنا تھا۔اوراسی عوام سے تعلق رکھنے والے ۔

شیرازا کبرنے اس طاقت کے لیے چیبیں سال انتظار کیا تھا۔

www.facebook.com/urdunovelspdf

''السلام عليم تعيم بھائی۔''

سلمان کے قدرے ہڑ ہڑا ہٹ میں کیے ہوئے سلام کی آ واز صحن میں بیٹھے سب لوگوں نے سی قلی اور پچھ چونک کرصحن کے بیرونی دروازے سے اندرداخل ہونے والے تعیم کودیکھا جوسلمان کے سلام کا جواب دیے بغیر بے صدر عونت آ میز تاثر ات کے ساتھ اندرداخل ہوا تھا۔ ضیاعت کے تخت پر بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ وہ چو نکے اور پھر بڑے جوش کے عالم میں اٹھ کر نعیم کی طرف گئے تن ''ارے نعیم بیٹا! آ وُ،سلمان! کری لا وُبھائی کے لیے۔'' نفیسہ نے نعیم کے پاس جاتے ہوئے بے حدخوثی کے عالم میں سلمان سے کہا اس نے برآ مدے میں پڑی کری لا کرصحن میں تخت کے پاس رکھ دی۔ باور چی خانہ میں کام کرتی نینب اور رہید کوبھی نعیم کی آ مدکا پہتہ چل گیا تھا اوروہ قدرے جیرانی سے ایک دوسرے کود کیھتے ہوئے باہر سے آتی آ وازیں سنے گلیس۔

تعیم نے بے حدسر دمبری کے ساتھ ضیاء سے مصافحہ کیا۔نفیسہ سے سر پر پیاروصول کیااور پھر ماہااور مائزہ کی انگلی تھا ہے کری پر بیٹھ گیا۔ تب تک زہرہ بھی کمرے سے ہاہرآ گئی تھی۔

''السلام علیم آپ کیسے ہیں؟''اس نے کئی ہفتوں کے بعد شوہر کی شکل دیکھتے ہی پوچھا تھا۔وہ جواب دینے کے بجائے ماہااور مائر ہ سے تیں کرنے لگا۔

"السلام عليم تعيم بهائى!" زينب نے باہرآ كربرى خوشى اورطمانيت كے عالم ميں اس سے كہا۔

"وعليكم السلام "العيم في بورك كريس صرف اس كسلام كاجواب ديا تفامكراس سردمبرى كساته-

'' نعیم کے لیے کھا نالا وَ بلکہ سلمان!تم ایسا کرو، بازارے کباب لے آ وَاور۔''

ضیاءکواچا تک خیال آیا کہ وہ سبزی کھارہے تھے اور تعیم اپنے گھر میں روز سبزی دال کھانے کے باوجود سسرال میں سبزی پیش کرنے پر پھرز ہرہ کی زندگی اجیرن کردیتا۔اس لیے انہوں نے جیب سے پیسے نکال کرکہا مگر تعیم نے اس سے پہلے ہی بے حد در شتی کے عالم میں ضیا کی بات کا ان دی۔

''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اپنے بیوی بچوں کو لینے آیا ہوں ، زیادہ دیر بیٹھوں گانہیں۔''

'' ہاں ہاں کیوں نہیں تہہاری بیوی اور بچے ہیں جب چاہے لے جاؤ۔ جاؤز ہرہ!تم سامان باندھو''

نفیسہ کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا تھااورانہوں نے فورا ہی زہرہ سے کہا۔واقعی اس بارکوئی معجز ہ ہی ہو گیا تھا کہ وہ اس طرح ہیوی اور بچیوں

کومطالبہ پوراہوئے بغیر لینے آپہنچاتھا۔ورنہ پچھلے کئی ہفتوں سےوہ مختلف لوگوں کے ذریعے فہمیدہ اوراسے سمجھانے اور منانے کی کوشش کررہے تھے۔

'' کھانا تو کھانا ہی ہوگا۔کھانے کا وقت ہور ہاہے۔''ضیاءنے اصرار کیا۔

''میں نے کہا نامیں کھا نانہیں کھاؤں گا۔''

نعیم نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ درشق کے ساتھ ضیاء سے کہا۔ باپ کے پاس کھڑی زینب کو لگا جیسے وہ اس کے باپ کو جھڑک رہا ہوں۔ چندلمحوں کے لیے بھی میں بیک دم خاموثی چھا گئی تھی۔ زینب نے باپ کے چپرے کو دیکھا وہ سرخ تھا۔ وہ جانتی تھی بیغصہ نہیں تھا شرم تھی۔ اینے ہی تھی میں اپنی بیوی اور اولا د کے سامنے اپنے واما دسے جھڑکیاں کھانا۔

تعیم ٹا نگ پرٹا نگ رکھے اس رعونیت ہے کری پر بعیثا اپنی بیٹیوں کی طرف متوجہ تھا اور وہ سب غلاموں کے انداز میں اس کے آس پاس

کھڑے تھے۔

"ربيد! پانىلا ۇركىيا موابيتا! طبيعت تو ٹھيك ہے؟"

نفیسہ نے گھبرا کررہیدہ کو آ واز دی۔ساتھ ہی تعیم سے پوچھا۔اس نے اس باربھی کوئی جواب نہیں دیا۔تھوڑ اسا کھانس کرخاموش ہو گیا۔ ''آیا کیسی ہے؟''ضیانے جیسےاس خاموثی کوتو ڑنے کے لیے پوچھا۔

"بہت جلدی خیال آ گیا آپ کومیری ماں کا؟" بے حد ٹکڑا تو ڑجواب ملاضیاء ایک بار پھر خجل ہو کرچپ ہوگئے۔

تب بی رہیدیانی کا گلاس لے کرسلام کرتی ہوئی تعیم کے پاس آئی اور پانی کا گلاس اس کی طرف بردھایا۔

''میں نے کہا نانہیں پیوں گا۔ دوسروں کے گھر کا کھانا پینا مجھ پرحرام ہے۔''تعیم نے اس انداز میں کہا۔ رہیعہ تجل سے انداز میں گلاس ہاتھ میں لیے باپ کود کیھنے لگی۔

"بیٹا! یہ گھر بھی تہاراا پنائی ہے۔"

''اپناگھر ہی صرف اپنا ہوتا ہے۔ میں تو صرف شیراز کے کہنے پر زہرہ اور بچیوں کو لے کرجار ہاہوں ور نہیں تواس گھر پرتھو کنا بھی پسندنہیں کروں ۔ جاؤ دیکھے کرآؤٹمہاری ماں نے سامان باندھا ہے یا پھر یہیں رہنا جاہ رہی ہے وہ۔'' نعیم نے زبان سے کوڑے برساتے ہوئے پہلے ضیاء کو جواب دیا پھر مائزہ سے کہا۔

> '' بیٹا! میں خود دیکھ کرآتی ہوں۔''نفیسہ بے حد گھبرا کرتیزی ہے اندر چکی گئیں۔ دوقت میں میں دفید در کرمتا ہوں کی اردیو گئیں۔''

" تههاری بردی مهر بانی بیثا! کهتم زهره کو لینے آ گئے اور

ضیاءنے بڑے ممنون انداز میں تعیم ہے کہنا شروع کیا اور تعیم نے اس کمنی اور ترشی سے ان کی بات کاٹ دی۔

''ہاں۔مہر مانیوں کا تو ٹھیکہ لے رکھا ہے میرے خاندان نے۔''

''بیٹا! میں تمہاراسسر بی نہیں ماموں بھی ہوں۔''ضیاءنے جیسے اسے دشتہ یا دولانے کی کوشش کی تھی۔

'' ماموں سمجھ رہا ہوں تب ہی بیٹی بس رہی ہے میرے گھرسستمجھا ہوتا تو کب کا فارغ کر چکا ہوتا آپ کی بیٹی کو۔''

وہاں اپنے تحن میں نعیم کے سامنے کھڑے ہو کرنعیم کو سنتے ہوئے زینب کو پہلی باراس ذلت کا تیجے معنوں میں احساس ہواجواس کا باپ نعیم کے گھر جا کراٹھا تا ہوگا۔اس وقت اسے صرف اپنے ماں باپ کینچو نے نہیں لگے تھے بلکہ سلمان ، رہید ، زہر ہ اورا پنا آپ بھی کیڑے موڑ وں جیسا ہی لگا تھا۔

پانچ منٹ بعدز ہر ہ اپناسامان سمیٹے بے حد بوکھلائی ، ہڑ بڑائی ہوئی ان ہی بکھرے بالوں اور ملکجے کپڑوں میں هضعہ کو گود میں اٹھائے صحن "

میں آ گئی تھی ۔ تعیم ای رعونیت اور تکبر آمیز انداز میں اٹھ کر ماہا اور مائر ہ کا ہاتھ کپڑے پیچے دیکھے بغیر باہرنکل گیا۔اس نے زہرہ کا سامان یا هصه کو کپڑنے میں اس کی مدد کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

'' جاؤبیٹا! بہن کور کشہ تک چھوڑ آؤ۔''ضیاء نے سلمان سے کہا۔

سلمان نے زہرہ کا سامان اٹھالیا اور وہ اس کے ساتھ صحن کا درواز ہ کراس کرگئی۔ زینب اسی طرح صحن کے وسط میں کھڑی دروازے کو دیکھتی رہی جسےاب ضیاء بند کررے تھے۔

'' کیا ہوازینی؟''ضیاءنے دروازہ بند کر کے حن کے وسط میں گم صم کھڑی زینب سے کہا۔

'' چھبیں۔'' وہ چونک گئی صحن میں اب صرف وہ اور نفیسہ تھے۔

''اللّٰد کالا کھلا کھشکرہے۔کہاس نے قعیم کے دل میں نیکی ڈال دی۔'' نفیسہ قعیم کےاس رویے کے باوجودز ہرہ کوآ کر لے جانے پراس کی شکرگزارتھیں۔

> ضیاء کھ کہنے کے بجائے تخت پر بیٹھ کروہ شنڈ اسالن چیاتی کے ساتھ کھانے لگے جس کا تھی تک جم چکا تھا۔ ''میں اے گرم کردیتی ہوں۔''زینی نے آگے بڑھ کربرتن اٹھانے کی کوشش کی۔ '' کیوں اسے کیا ہوا؟''ضیانے بے ح<mark>د غائب دیا غی کے عالم میں چونک کر ٹھنڈے سالن کو دیکھا۔</mark>

'' کھانا ٹھنڈا ہوگیا ہے۔'' '' کوئی بات نبیس زینی! بس چند لقمے ہی تورہ گئے ہیں جاؤ بیٹا!تم اپنا کام کرو۔'' ضیانے ہاتھ کےاشارے سےاسے زمی ہےٹوک دیا۔

" میں بھی سوچ رہی تھی ہے آ کیے گئے لینے؟" ربیعہ نے تمخی سے برتن دھوتے ہوئے کہا تھا۔

زینب ابھی باور چی خانہ میں داخل ہو کی تھی۔

''شیراز بھائی نے ہی سمجھایا ہوگانہیں بھی اور پھو پھوکو بھی اوران لوگوں نے سوچا ہوگا کہ ایک افسر کی بات کیسے ٹالیں۔افسر کے ساتھ تو بنا کرر کھنی جاہیے۔زہرہ آیا کوگھر رکھیں گے توافسر کے ساتھ دوہری رشتہ داری ہوجائے گی۔ بڑی خوش قسمت ہوتم زینی.....!روزشکرانے کے قل پڑھا کروخاندان میں ایس قسمت کسی بھی لڑکی کی نہیں ہے۔ تمہارے ہونے والے میاں کی افسری کی وجہ سے ہم لوگوں کی بھی عزت ہوجائے گی خاندان مِي تههين کيا هوا؟"

ر بیعہ کو یک دم احساس ہوا کہ زینی نے اس کی کسی بات کے جواب میں پچھ بھی نہیں کہا۔اس نے گردن موڑ کر باور چی خانے کے ایک کونے میں چوکی برحم صم بیٹھی زینب کودیکھا۔

'' پچھیں۔''اس نے بے حدید هم آ واز میں کہا۔

"خوش نہیں ہوکیآ یا واپس چلی گئیں۔آج کمرے میں ہم اپنے اپنے بستر میں آ رام سے سوئیں گے۔" '' خوش؟ پتانہیں۔'' زینی اپناناخن کاٹ رہی تھی ، وہ بے حدا کبھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

" پریشان کیوں ہو؟" رہید کوتشویش ہوئی۔

زینی کچھ دیرای طرح اپنے ناخن کائتی رہی پھراس نے کہا۔'' انسان کے پاس بیبیہ ضرور ہونا جا ہے ۔غربت بہت بڑا عیب ہے۔''

ہیں۔کیا کر سکتے ہیں۔ بیسہ باس ہوتواور پچھنہیں،آپ کسی کے مند پر مارکر منہ بند کر سکتے ہیں۔'' " لگتا ہے۔شیراز بھائی کے سی لیکچر کا اثر ہور ہاہے۔" ربیعہ نے بڑے غورے اس کا چبرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ پہلی دفعہ اسے ایس باتیں کرتے ہوئے سن رہی تھی۔ ''تم نے سنانہیں، آج نعیم بھائی نے ابوکوکیسی باتیں کہیں۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ دکھ سے زیادہ غصر آیا۔ شیراز نہ کہتے تو وہ زہرہ آیا کو لینے ہی نہ آتے؟بس بيوقعت رکھتے ہيں ابو، زہرہ آيانعيم بھائي كي نظروں ميں؟'' "ابتهبيل پنة چلا، مجھ غصه كيول آتا ہے۔ نعيم بھائى اور فہميدہ پھو پھو ير-"ربيد نے سرجھ تك كركما۔ ز بن نے اس بار پچھنبیں کہا۔وہ چپ چاپ ناخن کا ٹتی سر جھ کائے بیٹھی رہی۔رہیداس سے مسلسل پچھ کہدرہی تھی کیکن زینب کی سمجھ میں مجرنبيس آر ماتھا۔اس کا ذہن بے حدالجھا ہوا تھا۔

''جوبھی ہے بہت ذلت ہے غربت۔ بہت زیادہ'' وہ بے حدالجھی ہوئی تھی۔'' کوئی بھی مندا ٹھا کر پچھ بھی کہددے۔ آپ کیا کہد سکتے

"عیب ہے ہیں ،ہم سب نے بنادیا ہے۔" ربیعہ نے مدھم آ واز میں کہا۔

ورواز سے پردستک کے ساتھ ہی اندر سے کسی کی آ واز کا انتظار کے بغیر کمرے کا درواز کھل گیا تھا۔ کمرے میں موجودا پنے اپنے کا موں میں مصروف نتیوں افراد نے چونک کر درواز سے سے اندر آنے والے ٹم فضل دین اوراس چوہیں پچپیں سالہ نو جوان کو دیکھا تھا جے ٹم فضل دین کمرے کے اندر آنے کی دعوت دے رہاتھا۔

". Come in. Come in. يتهاري اي بي جگه ہے۔" مُ فضل دين نے بے حد بناوٹي امريكن انگلش ميں اس كواندر آنے كا اشاره كيا

هرخودا ندرداخل هوگيا _

"Every body" (سبٹھیک ہے)

وہ اب کمرے میں موجود متینوں افراد سے بے تکلفی کا اظہار کر رہا تھا جبکہ متینوں افراد نے ایک دوسرے کے ساتھ نظروں کا تبادلہ کرتے ہوئے مضل دین کی ہیلو، ہائے کا جواب دینے کے بجائے ایک بار پھراپنے اپنے کا موں میں مصروف ہوگئے تھے۔ یا دوسر کے نقطوں میں انہوں نے مخصل دین کو گھاس بھی نہیں ڈالی تھی مگر اس چیز نے ٹم فضل دین کی ڈھٹائی آ میز مسکرا ہٹ پرکوئی اثر نہیں ڈالالیکن کمرے کے دروازے میں کھڑے کھڑے اس کو ایک بی نظر میں کمرے کے دروازے میں کھڑے کے کھڑے اس کو ایک بی نظر میں کمرے کے دروازے میں کھڑے اس کو ایک بی نظر میں کمرے کے دروازے میں گھڑے اوہ اب اپنے دونوں سوٹ کیس اندر لانے سے جھجک رہا تھا۔ کھڑے اس کو ایک بی نظر میں کمرے کے ' حالات کی کشیدگی'' کا انداز ہ ہوگیا تھا۔ وہ اب اپنے دونوں سوٹ کیس اندر لانے سے جھجک رہا تھا۔ کسی کھڑے اس کو ایک بی نظر میں کمرے کے ' حالات کی کشیدگی'' کا انداز ہ ہوگیا تھا۔ وہ اب اپنے دونوں سوٹ کیس اندر لانے سے جھجک رہا تھا۔ کسی کھڑے اس کو ایک کو کھٹوں کی دونوں سوٹ کیس اندر لانے سے جھجک رہا تھا۔

ٹم فضل دین نے مسکرا کراہے دیکھتے ہوئے کمرے کے اندرموجو د نتیوں افراد کے اس کو گھاس نہ ڈالنے والے رویہ کی جیسے تو جیہہ پیش کی۔ ''You come in.''

ٹم نے ایک بار پھراسے اندرآنے کی دعوت دی۔اس باراس نے جھمجکتے ہوئے اسے اندرآنے کی دعوت دی۔اس بار وہ جھمجکتے ہوئے سوٹ کیس اٹھائے اندرآ گیا۔اندرموجود نتینوں مردوں نے اپنے کام میں مصروف ایک لحد کے لیے نظرا ٹھا کراسے دیکھا تھا۔

ان کی نظروں میں بے حد سر دم ہری تھی۔

"You like the room?" (حمهیں پیر کمرہ پیندآیا)

ٹم فضل دین نے بے حدفخر بیاوراشتیاق بھر ہے لہجہ ہیں اس سے کہا۔ اس نے باختیار کمرے ہیں چاروں طرف نظر دوڑا کر اس کو پہند
کرنے کی کوئی وجہ ڈھونڈ نے کی کوشش کی۔ایک نظر تو کیاوہ دس سال بھی وہاں رہ کر ایک کوئی وجہ تلاش نہیں کرسکتا تھا۔ بے حدمخضر قدرے منتظیل شکل
کے اس کمرے کی تین دیواروں کے ساتھ تین میٹریس پڑے تھے۔ اور ہر دیوار پر بے شار کھونٹیوں پر ہر طرح کا سامان لٹکا ہوا تھا۔ صاف نظر آتا تھا
کہ ہر دیوار کی کھونٹیوں کے ساتھ میٹریس بچھایا ہوا تھا۔ کمرے کی چوتھی دیوار میں کمرے کا داخلی دروازہ ایک اور چھوٹا دروازہ جو بعد میں باتھ روم
ثابت ہوا تھا اورایک اسٹوو پڑا ہوا تھا۔ اسٹوو کے اردگر دکی جگہ بین ظاہر کرتی تھی کہوہ '' کمرے کا کچن' تھا۔
اس نے قدرے مایوی کے ساتھ ٹم کو دیکھا۔ زبانی طور براس نے یہاں کا جونقشہ کھینچا تھا بیجگہ اس کے بالکل برنکس تھی۔ ٹم کی آئکھوں ک

" مجھے پتہ تھاYou will like itl (یتہبیں پیندآئے گا) ٹم نے بے حد فخر بیا نداز میں کہا۔

"The cheapest place in NY."

چک یک دم برده گئا۔

ٹم نے دایاں ہاتھ اٹھا کر بے حدجذباتی انداز میں کہا۔

'' نیویارک کی گھٹیاترین جگہہ'' ایک میٹریس پر ہیٹھا ہاتھ میں شیشہ پکڑے شیوکر تافخص تر جمہ کرتے ہوئے بڑبڑایا۔اس کے ساتھ ساتھ

یقیناً ٹم فضل دین نے بھی یہ 'تر جمہ' سنا ہوگا مگراس نے مکمل طور پر یوں ظاہر کیا جیسے اس نے پچھنہیں سنا<mark>۔</mark>

"(اس سے ملو، پیتنور ہے۔) "Meet him. --- He is Tanvir."

ٹم فضل دین نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا جواسٹو ویرا یک چھوٹی سی دیکچی رکھے بڑے انہاک سے پچھ یکانے میں مصرروف تھا۔

"This is Mujahid." (پیمجاہدہے) مخصل دین نے اب شیو کرتے ہوئے آ دمی کی طرف اشارہ کیا۔وہ تمیں پختیس سال کا تھا۔

"And this is Sabir." (اوربیصابرہے) ٹمفضل دین نے اس تیسر مے مخص کی طرف اشارہ کیا جواینے میٹریس پر بیٹھاا ب ایک

شرٹ پربٹن لگانے میںمصروف تھا۔وہ قدرے فربہاورا دھیڑ عمر تھا۔ٹم اب ان تینوں ہے اس کا تعارف کروار ہاتھا۔اس کی اس یوری''مشق'' کے دوران ان نتیوں میں ہے کسی نے بھی ایک لمحہ کے لیےنظراٹھا کراہےاورٹم کوئییں دیکھا تھا۔ نداپنانام سننے پر نداس کا نام سننے پر۔وہ تینوں مکمل طور پر

> اینے کام میں مصروف تھے۔وہ کچھ شرمندہ ہو گیا۔ٹم فضل دین نہیں۔ اس کےخاموش ہونے پربٹن ٹا نکتے ہوئے صابر نے سراٹھا کر بڑے تیکھےانداز میں ٹم سے یو چھا۔

''فضل دین! پیجوتم ایک اورنموندا ٹھا کرلے آئے ہو،اسے رکھو گے کہاں؟ یہاں کوئی جگہ نظر آرہی ہے تہہیں؟''

اس کے جملے سے زیادہ اس کے لیجے کی کاٹ نے اسے حجل کیا تکرٹم فضل دین نے بےصد ناراضی سے صابر کو گھورتے ہوئے کہا۔

''فضل دین میراباپ تھا۔میرانام ٹم ہے۔''

''حالانکہ تبہارا کوئی باپنہیں ہونا جا ہےتھا۔''صابر نے اس کاٹ دار کہتے میں کہا۔ کمرے میں پہلے سے موجود باقی دونوںافراد نے پہلی باراس ساری گفتگومیس کوئی دلچیسی لی۔اس کا خیال تھا،ٹم اب آ گ بگولہ ہوجائے گا۔ آخروہ'' ما لک مکان'' تھا۔ یہ پراپرٹی اس کی ملکیت تھی اور صابر اس کا کرا۔ دارنتہا

اس کا کرایددارتھا۔

مگراییانہیں ہواتھا۔اس کے خدشات کے بالکل برعکس ٹم فضل دین نے بے حد تخل برداشت اوراعلاظر فی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے جملے کو کمل طور پر نظرا نداز کیا۔

'' پیچگہ ہے۔ یہاں میٹرلیں ڈالوں گا میں اس کا۔'' تینوں افراد کے ساتھ ساتھ اس نے بھی چونک کراینے قدموں کے نیچے اس جگہ کو دیکھا۔ جہاں وہ اشارہ کررہا تھا۔ وہ کمرے کے درمیان میں موجود بمشکل ایک میٹریس جتنی جگہ کی طرف ہی اشارہ کررہا تھااوراس وقت وہ خوداس

کے ساتھ وہیں کھڑا تھا۔

www.urdunovelspdf.com

صابر کے گلے سے پہلے ایک غرابٹ نکلی پھرایک شاندارگالی یخمضل دین نے پہلے جیسی اعلاظر فی کامظاہرہ ایک بار پھر کرتے ہوئے ان دونوں چیزوں کونظرانداز کیااور کمرے میں موجود واحد کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

''یہاں بھی میٹریس بچھا کر بندہ سلا دے گا تو ہم گز ریں گے کیے،اس کے اوپر سے کودکر جایا کریں گے کیا ایک دوسرے کے پاس؟ تیری صرف شکل ہی نہیں، کرتوت بھی دوز خیوں والے ہیں فضل دین۔''

صابراب دانت پیں رہاتھا۔ جبکہ وہ خود ہکا بکا اپنے پیروں کے بنچے اس فرش کی نظروں ہی نظروں میں پیائش کرنے میں مصروف تھا جہاں اس کوسونا تھاا ورٹم فضل دین برداشت اوراعلاظر فی کی حدوں کوچھور ہاتھاوہ اب کھڑ کی کے پاس پہنچ چکا تھا۔

"See. It has a window

When you open it....."

(يبال ايك كفركى بات كھولوتو)

ٹم فضل دین نے بڑے اطمینان کے ساتھ کھڑکی کھولنے کے لیے اس پر ہاتھ رکھا اور پھرا پنا جملہ کمل نہیں کر سکا۔ اس کے ہاتھ رکھتے ہی کھڑکی کا پورا فریم ہاہر غائب ہو گیا تھا۔ کمرے میں رہائش پذیریتیوں افراد نے بے اختیار قبقہدلگا یا اور پھروہ پاگلوں کی طرح ہنتے ہی چلے گئے جبکہ وہ خود ہونتی بنا ہکا ابکا قبقے لگاتے ہوئے ان تینوں مردوں کے درمیان کھڑا تھا۔ ٹم فضل دین نے بے ساختہ حواس باختہ ہوکر کھڑکی ہے جھا تک کر باہر دیکھا۔ وہ تقریباً لنگ گیا تھا پھریک دم بلٹ کراس نے غصے میں آگ بگولہ ہوتے ہوئے اپنے اپنے میٹریس پہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے ان تینوں مردوں کو دونا قابل اشاعت گالیاں دینے کے بعد طلق کے بل چلاتے ہوئے پنجا بی میں کہا۔

'' کھڑ کی تو ڑدی میری۔ابھی پنچ کوئی زخمی ہوجا تا یا مرجا تا تو پولیس آ کرلے جاتی جھےتو پھر کیاتم لوگوں کا باپ چھڑانے آتا مجھے؟'' وہ ابٹھیٹھ پنجا بی میں گفتگو کر رہاتھا۔اس کی انگریزی اورا مر میکن لہجا ڑن چھو ہو گیاتھا۔وہ متیوں اب بھی اس طرح قبقیے لگار ہے تھے۔ ''الو کے پٹھے۔''اس نے ان متیوں کوا یک گالی دی۔ان متیوں پر ابھی بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ ''کیس کروں گامیں تم لوگوں پر ،اپنی پر اپرٹی کونقصان پہنچانے کے لیے۔''ٹم نے ان متیوں کودھم کایا۔

یں حروں ہیں ہوتی ہوتی ہوتی ہوتی ہوتی کے سے سے سے اسے انکایا تھا ہم نے۔ ہم بارآخرتم اس کھڑی کو کھول ''نتم سے س نے کہا تھا کھڑی پر ہاتھ دکھو۔ جب تہہیں بتا ہے کہ کتنی مشکل سے اسے انکایا تھا ہم نے۔ ہم بارآخرتم اس کھڑی کو کھول کر باہر کیا دکھانا چاہتے ہو؟ سینٹرل پارک کے سامنے تمہاری بلڈنگ ہے کیا؟ سورج کی روثی تک نہیں آتی اس کھڑی سے ۔ پہٹا لیس منزلد عمارت ہے اس کے بالمقابل اور نیچے بوری گلی میں کوڑے کے قیر ہیں اور تم جس کو یہاں لاتے ہوا سے کھڑی کھول کر دکھانا شروع کر دیتے ہو۔''
صابر نے قبقہوں کے بی تی میں رک رک کراس سے کہااور بات ختم کرتے ہی پھر ہننے لگا۔

'' اب پولیس ہی آ کرتم لوگوں کی بکواس بند کرے گی ۔سمیٹ لوا پناسامان یہاں سے اور ڈھونڈ وکوئی اورٹھ کا نا۔'' ٹم فضل دین بے حد غصے

سے کہتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

وہ دھڑسے دروازہ بندکرتے ہوئے باہر چلا گیاتھا۔وہ یک دم گھبرا گیاتھا۔وہ رہائش کی تلاش میں یہاں آیاتھااور یہاں پولیس آنے والی تھی۔ کمرے میں موجودا فراداب آہت آہت مارل ہونے لگے تھے اوران میں سے کوئی بھی پریشان نظر نہیں آرہاتھا۔ ''کہیں بیٹھو کے یا''ن' کے نقطے کی طرح یہیں جے رہو گے؟''

صابر نے پہلی باراسے خاطب کرتے ہوئے کہا۔ جملہ طنزیہ تھا گر لہج میں وہ کنی یا ترشی نہیں تھی جوٹم فضل دین کی موجود گی میں تھی۔ وہ کچھ نروس سا ہو کر سوٹ کیس وہیں چھوڑتا صابر کے میٹریس کی طرف آ گیا گراس سے پہلے کہ وہ بیٹھتا صابر نے اسے ٹوک دیا۔ اپنے سوٹ کیس وہاں رکھ دو۔''اس نے دیوار کے قریب ایک خالی جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں پچھاور سوٹ کیس بھی پڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنے سوٹ کیس اٹھا کرر کھنے لگا۔ کمرے میں موجود لوگ ایک بار پھرا پنے اپنے کا موں میں مصروف ہو چکے تھے۔ وہ صابر کے پاس آ کر بے حد بے چینی اور پریشانی کے عالم میں بیٹھ گیا۔اس کا ذہن ٹم فضل دین اور پولیس میں الجھا ہوا تھا۔

'' کہاں ہے آئے ہو؟''صابرنے پہلی باراس کاتفصیلی جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"لاس ويكاس ہے۔"

"امريكه ميل كبآئ هو؟"

"ايك سال هو گيا؟"

لاس ويكاس ميس كياكرتے تھے۔"

''ایک کیسینومیں کام کرتا تھا۔''

صابر کے ساتھ ساتھ تنویرا ورمجامد نے بھی گرون موڑ کراہے دیکھا تھا۔وہ ان کی نظروں سے پچھا ورپر بیثان ہوا۔

''حجوث بولنے کی ضرورت نہیں ہے یار! یہاں سب کو بتا ہے کہ کون کہاں کیا کرتا ہے۔امریکہ ہے۔ یہاں کو کی کسی سے پچھنہیں چھپا تا۔

تو بھی نہ چھیا۔' بیمجاہرتھاجس نے اسے جیسے بہلاتے ہوئے کہاتھا۔

'' کیاچھیایا میں نے؟''اس نے قدرے الجھ کرانہیں ویکھا۔

''لاس ویگاس میں کیا کرتا تھا؟''صابرنے دو بارہ سوال دہرایا۔

" كيسينومين كام كرتا تفاك اس في اسى انداز مين كهاله فاورصاف كرتا تفا "اس في اسى سانس مين كهاله

''ایک سال ہوا تجھے امریکہ آئے۔لیگل توہے نہیں اور کا مل گیا تجھے کیسنو میں۔''صابرنے نداق ڑاتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا تنویر نے پوچھا۔

''اورکیسینوکا کام چھوڑا کیوں تونے؟''

اس نے بے حدسادہ لہجے میں کہاتھا۔ تینوں نے چونک کراسے ایک لخطہ کے لیے دیکھااور پھر تینوں یک دم ایک بار پھر کھلکھلا کر پاگلوں کی طرح ہننے لگے تھے۔ بالکل ای طرح جس طرح وہ کچھ دہریپہلے ہنس رہے تھے۔اسے لگاوہ ابناریل تھے۔

ووسال کے بعداس کمرے کو چھوڑتے ہوئے اسے احساس ہواتھا کہ وہ بھی اتنابی ابنار ال ہو چکاتھا۔

''اچھاتورزق حلال کمانے آیا ہے امریکہ۔ارے پھریہاں آنے کے بجائے سعودی عرب کیوں نہیں گیاتو؟''صابر نے اپنی ہٹسی کو کنٹرول کرتے ہوئے اس سے کہااور کمرے میں ایک بار پھر جیسے قبقہوں کا طوفان آگیا تھا۔وہ ای طرح ہونقوں کے انداز میں انہیں دیکھیار ہا۔ ''اول تو مجھے یقین نہیں کہ تو کیسنو میں کام کرتار ہاہے۔وہاں تو کسی کوچھوٹا موٹا کام دینے سے پہلے بھی سوطرح کی جانچ پڑتال کرتے ہیں پھر تیرے جیسے کنگے کو جے امریکہ میں آئے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں کیسے رکھ لیاانہوں نے کسی جان پہچان کے بغیر؟'' ''کیسینوکا مالک مجھے جانیا تھا۔''

اس کے جملے پر کمرے میں قبقہوں کا طوفان ایک بار پھرابل پڑا تھااوراس باراس نے طے کیا تھا کہ اسے مزید پچھٹہیں کہنا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ کوئی اس سے مزید سوال کرتا کمرے کے دروازے کے باہر پچھشور ہوا تھا۔ .

''پولیس.....''اس کے ذہن میں پہلا خیال آیااوروہ ہڑ بڑا کراٹھ کھڑا ہوا۔

'' کیسی پولیس؟ بیٹھ جافضل دین نیچ گرنے والی کھڑ کی سی کے ساتھ اٹھا کرر کھنے آیا ہے۔''

صابر نے ہیئتے ہوئے کہا۔اس نے بے بیٹنی ہےا ہے دیکھا پھر دروازے کی طرف چلا گیااورا سے کھول دیا۔ ٹم فضل دین واقعی ہا نیٹاایک دوسرے پاکستانی آ دمی کے ساتھ وہ کھڑکی اٹھا ئے لار ہاتھا۔اس نے بلیٹ کراندرہنسی میں لوٹ پوٹ ہوتے نتیوں آ دمیوں کودیکھااور پھر قدرے خجل سی مسکراہٹ کے ساتھ درواز ہبند کر دیا۔

اس کا ابتدائی خیال تھااس کمرے میں وہی تین آ دمی رہتے تھے جواسے اس دن نظر آئے تھے۔ بعد میں اسے پتا چلااس کمرے میں چھے افرادر ہتے تھے۔ جن تینوں سے وہ ملاتھاوہ رات کو کام کرتے تھے اس لیے دن کواس کمرے میں موجود ہوتے۔ دوسرے تینوں مرد دن کو کام کرتے تھے۔ اور وہ رات کوسونے کے لیے آتے تھا۔ تھے۔ اور وہ رات کوسونے کے لیے آتے تھاس کمرے میں ہر کوئی صرف چند گھنٹوں کی نیند پوری کرنے کپڑے بدلنے اور نہانے کے لیے آتا تھا۔ ورنہ وہاں کوئی بھی نہیں رہتا تھا۔

وہ ایک لمبے عرصے کے بعد ایک ہی کمرے میں اتنے بہت سے لوگوں کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ صابر ، مجاہداور تنویر نتینوں رات کی شفٹ میں کام کرتے تھے۔ ان میں سے صرف تنویر تھا جو کئی باردن کے وقت بھی کام کرتا اور اس کمرے میں سب سے کم وقت گزرتا تھا۔ وہ اس کمرے کا سب سے امیر اور صاحب حیثیت رہائشی تھا۔ اس کے باوجوداس نے اس رہائش گاہ کو جسے وہ نیویارک کی گھٹیا ترین جگہ کہتا تھا۔ بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اسے بیوی اور بیٹوں دونوں میں دلچیپی ختم ہوگئی تھی۔واحد دلچیپی جواسے زندگی میں تھی،وہ زرعی زمین خرید نے میں تھی۔ ہرسال وہ جتنا بھی رو پید یکما تا یا بچا تا ،اس سے وہ پاکستان میں اپنے آبائی علاقے میں زمین خرید لیتا تھا اور بیچیز اس کے اور اس کی بیوی اور بیٹوں کے درمیان اختلاف کی سب ے بڑی وجتھی جواب کراچی میں ڈیفنس کےعلا<mark>قے میں رہتے۔اچھےاسکولوں اور کالجزمیں پڑھ کراب مکمل طور پرشہری ہو گئے تھے۔انہیں گاؤں</mark> میں ہرسال خریدی جانے والی اس زمین ہے نفرت تھی اس کا ایک بیٹا شادی کرچکا تھاا ور دوسرا کرنے والا تھا مگروہ دونوں آج بھی صابر کی ہر ماہ آنے والی ہنڈی کی رقم سے اپنا گھر چلاتے تھے۔ ا چھےاسکولوں میں زبردی پڑھانے کے باوجودانہیں تعلیم میں زیادہ دلچیں نہیں تھی۔ باری باری دونوں نے کالج حچوڑ دیا پھراسی ترتیب ہے بیے بعد دیگرے کاروبار کرنے کی کئی کوششیں کیں اوران کوششوں میں صابر کا اچھا خاصا روپیہڈ بویا۔ان کوششوں میں نا کا می کے بعد صابر نے کوشش کی کہ وہ انہیں اپنے پاس امریکہ بلوالے اور اس نے کسی نہ کسی طرح انہیں وہاں بلوا بھی لیالیکن صرف حیمہ ماہ وہاں رہ کر وہ دونوں واپس یا کستان چلے گئے تھےوہ امریکہ میں باپ کی طرح''محنت''نہیں کر سکتے تھے۔وہ یا کستان میں باپ کی کمائی پرصرف''عیش'' کر سکتے تھے۔ یا کستان میں صابر کے لیے دوسری دلچیسی اس کی بیوی ہوسکتی تھی جواس کی خالہ زادتھی اور جس کے ساتھ اس نے بہت اڑ جھکڑ کر پہند کی شادی بہت کم عمری میں ہی کر لی تھی۔ چودہ سال امریکہ میں قیام کے دوران وہ عشق بھی اڑن چھوہ و گیا تھاا یک ادھیڑ عمر، بھدی، بے ڈول ،ان پڑھ ،معمولی شکل وصورت والی سادہ دیباتی عورت میں اب اسے کیا دلچیس ہوسکتی تھی۔ نکاح کے ایک کاغذاور یا کچے بچوں کے علاوہ دونوں کوآپس میں کوئی اور چیز نہیں جوژتی تھی۔اگر چەصابر بھی اتنابی ان پڑھ، بھدا، بے ڈول،ادھیڑعمراورمعمولی شکل وصورت والاتھا۔ جنتی اس کی بیوی....کین وہ نیویارک میں رہتا تھا اورا تنا فاصلہ نیو یارک اورکراچی کے درمیان نہیں تھا۔ جتنا صابر کواب اپنے اوراپنی بیوی کے ذہنوں کے درمیان فون پر بات کرتے ہوئے محسوں ہوتا

تھا۔اگراسے پاکستان آنے کی کوئی خواہش نہیں تھی تواب اس کی ہوی کوبھی اس کی کوئی خاص ضرورت محسور نہیں ہوتی تھی۔

شروع کے سالوں میں وہ فون پراس ہے اس کے پاکستان آنے کے بارے میں پوچھتی تھی لیکن اب کئی سالوں سے بیسوال بھی ختم ہو گیا

تھااورفون کالزبھی کم ہوگئ تھیں۔ایک اچھی مشرقی عورت کی طرح اس نے نانی اور دادی بنتے ہی ادھیڑ عمری میں اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا تھا۔اس نے

بڑھایا آنے سے بہت عرصہ پہلے ہی اپنے اوپر بڑھایا طاری کرلیا تھا۔ بھی اگراہےصابر کا خیال آتا بھی تو وہ اس کے پردیس میں ہونے کوقسمت کا

ان تینوں میں سے کوئی بھی وہاں لیگل نہیں تھا۔ صابر کو نیویارک آئے چودہ سال ہو گئے تھے۔ وہ اس ایک کمرے کے ایار ثمنٹ کے مالک

چودہ سال پہلے چالیس سال کی عمر میں امریکہ آنے ہے پہلے وہ اپنی تینوں بیٹیوں کو بہت کم عمری میں ہی پاکستان میں بیاہ چکا تھا۔ شایدوہ

مجھی امریکہ آنے کاسوچتاہی نداگر خاندانی دشمنیوں اور مقدمہ بازی کے ہاتھوں وہ اپنی ساری جائیداد سے ہاتھ نہ دھو بیٹھتا اور اسے بھوک کے ساتھ

ساتھ جان کے لالے بھی نہ پڑ جاتے ۔ وہ اپنی بیوی اور دو کم عمر بیٹوں کے ساتھ پہلے روز گار کی تلاش اور جان بچانے کے لیے کراچی آیا تھا اور پھر

ہوی بچوں کو ہیں چھوڑ کرخود کسی ایجنٹ کے ذریع<mark>ے امریکہ آ گیا تھا۔اس کے بعدوہ دوبارہ پاکستان نہیں گیا۔شروع میں وہ جانا چاہتا تھاکیک</mark>ن بعد میں

الم فضل دین کے گا وک سے تھاا ورغم فضل دین اس سے دبتا تھا۔اوراس کی گالیاں بھی من لیتا تھا۔

www.urdunovelspdf.com - "كالماسمجهاكر صبركر كيتي _

صابراچھا شوہراور باپ تھا۔اس نے بھی اپنی بیوی اور بچوں کے اخراجات اٹھانے کے لیے رقم بھیجنے میں غفلت نہیں کی تھی اور نہ ہی چودہ
سال کے دوران اس نے بہت سے دوسرے مردوں کی طرح دوسری شادی کی۔البتۃ ان چودہ سالوں میں کوئی نہ کوئی بنگالی،انڈین، پاکستانی یا سیاہ
فام عورت اس کی زندگی میں شامل ضرور رہی۔ جو چھاہ اس کے بیٹوں نے امریکہ میں گزارے تھے۔اس وفت بھی صابر کے ایک سیاہ فام عورت کے
ساتھ تعلقات تھے اور اس کے بیٹوں کو چند ہی ہفتوں میں اس بارے میں پتا چل گیا تھا۔ کیونکہ صابر نے بیراز ان سے چھپانے کی سرے سے کوشش
ہی نہیں کی تھی۔ اور اس راز کو جانے کے باوجود اس کے دونوں بیٹوں نے ان تعلقات کو کمل طور پریوں نظر انداز کر دیا جیسے وہ اس کے بارے میں
میں میں میں میں بیٹوں کو جانے کے باوجود اس کے دونوں بیٹوں نے ان تعلقات کو کمل طور پریوں نظر انداز کر دیا جیسے وہ اس کے بارے میں

واقف بی نہیں تھے۔واپس پاکستان جا کرانہوں نے اپنی مال کوبھی اس بارے میں مکمل طور پر بے خبرر کھاتھا۔
وہ باپ کی کسی سرگری پراعتراض کرتے تو اس رقم ہے ہاتھ دھو بیٹھتے جو صابر ہر ماہ انہیں بھیجے رہا تھا اور شاید اس کے ساتھ ایک لمبی چوڑی زرعی نرمشتمل اس جائیداد ہے بھی جو صابر نے استے سالوں میں بنائی تھی اور جس سے وہ دونوں شدید نفرت کرتے تھے لیکن اس کے باوجود یہ جانے تھے کہ جب تک ان کے باپ کا انتقال ہوگا، وہ زمین کروڑوں کی ہوچکی ہوگی اور زمین سے لاکھ نفرت سہی ،اس کو بھی کر ملنے والے بہیے ہے کسی کو نفرت نہیں تھی۔
کسی کو نفرت نہیں تھی۔

صابر نے نیویارک میں کام کا آغاز ایک پاکستانی کی گوشت کی دکان ہے کیا تھا اور چودہ سال بعد بھی وہ گوشت کی دکان پر ہی کام کرتا تھا ٹم فضل دین کی طرح تھوڑا بہت ذہین ہوتا تو نیویارک میں کوئی کاروبار کرنے کی کوشش کرتایا وہاں پراپرٹی کی صورت میں ہی کوئی انویسٹمنٹ کر لیتا گراس نے بھی وہاں کوئی برنس شروع کرنے کی کوشش ہی نہیں گی۔اسے زرعی زمین خرید نے سے فرصت ملتی تو وہ ایسا پچھ سوچتایا پھر شایداس کے ذہن میں کہیں اب بھی امریکہ '' پردیس' تھا جہاں سے ایک دن اسے والیس چلے جانا تھا۔ اور والیس جا کرگاؤں کی زمین پرکھتی باڑی ہی کرنی تھی۔اس لیے چودہ سال کے دوران اس نے بھی امریکہ کی شہریت حاصل کرنے کے لیے اس طرح کی دوڑ دھو پٹریس کی جو وہاں آنے والے غیر ملکی پہلے دن سے ہی شروع کردیتے تھے۔
اس نے بھی امریکہ کی شہریت حاصل کرنے کے لیے اس طرح کی دوڑ دھو پٹریس کی جو وہاں آنے والے غیر ملکی پہلے دن سے ہی شروع کردیتے تھے۔
امریکہ بھی وادیتا۔وہ پچھلے چارسالوں سے ایجنٹ کے ذریعہ امریکہ آنے گی کوشش کر دہا تھا اوراب اس کی شادی کو دسواں سال ہور ہا تھا ، وہ ابھی تک ال

امریکہ آتے وقت مجاہد خوابوں کی پوری گھڑی اپنے سر پررکھ کرلایا تھا۔ار پٹٹے میر ن کے باوجود وہ اپنی بیوی کو پہلی بارد یکھتے ہی اس کے عشق میں گرفقار ہو گیا تھا۔اس کا خیال تھا،امریکہ آتے ہی چند سالوں میں اسے وہاں کی شہریت تل جائے گی اور وہ اپنی بیوی کو وہاں بلالے گا اور نہ بھی بلاسکا تو کم از کم ہرسال پاکستان ضرور آسکے گا۔اس نے ایم بی اے کیا ہوا تھا اور اس کا خیال تھا کہ امریکہ میں کوئی شان داری نوکری اس کی منتظر ہوگی مگر امریکہ میں چینجتے ہی اس کے تمام خواب بری طرح چکنا چور ہوئے تھے۔

چو تنصال اس نے تمام قرض اوا کر دیا تھا اور اس وقت تک وہ بری طرح ہوم سک نیس کا شکار بھی ہو چکا تھا۔اس سال اس کا ارادہ تھا کہ وہ واپس چلا جائے اور یہی خواہش اس کی بیوی کی بھی تھی۔گھر میں صرف وہی تھی جوستنقل طور پر ہر قیمت پراس کی جلد واپسی کی خواہش مند تھی۔ مجاہدنے اپنی مال کووالی آنے کے بارے میں بتایا تھااور گھر میں جیسے کہرام بریا ہو گیا تھا۔ ''تم والیس آ جاؤ گےتو چھوٹی بہن کی شادی کون کرے گا؟تم ہے بڑی طلاق کے بعد گھر پر بیٹھی ہے،اسے دوبارہ بسانا ہے تہبیں۔امجد کی بیٹیاں جوان ہورہی ہیںاور تمہیں بتا ہے،امجد کا کوئی کاروبارنہیں ہے۔منظرابھی پڑھرہاہے،اس کی تعلیم کےاخراجات کون اٹھائے گا؟ ہم ابھی تک كرائے كے گھر ميں رہتے ہيں۔'' مجامد بھی خوش نہیں تھا۔ مگراس کا خیال تھا،اسے اس کے مسکوں کو سمجھنا جا ہے۔ اس کی ہوی کا خیال تھا۔اسے دوسروں کے ساتھ ساتھ اس کی اوراپنی زندگی کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے، وہ اپنی زندگی کے بہترین

ظاہر ہے اس نے پہلے دالے آپشن کا ہی انتخاب کیا تھا۔ اپنے سارےخوابوں کو پچھ عرصے کے لیے اس نے سرسے اتار کرر کھ دیا اور نیویارک میں کیب چلانے لگا اورای دوران وہ ان دوسرے بہت ہے پاکتانی ڈرائیوروں سے متعارف ہواجواس سے زیادہ اعلاَتعلیم یافتہ تھے مگر نیویارک میں ان میں ایک بڑی تعداد ڈاکٹرز ،انجینئر زاور وکلاء کی بھی تھیاوران میں ہے اکثر لوگ کئی کئی سالوں ہے امیگریشن کے لیے وکیلوں کی بھاری بھرکم فیسیں دے رہے تھے۔مجاہد نے بھی ایک وکیل ہائر کیا تھا مگر چندسال وہاں گز ارنے کے بعد بیوی کو وہاں بلا لینے یا ہرسال پاکستان

کیب ہی چلارہے تھے۔

جانے کا خواب بھک ہے اڑ گیا تھا۔وہ پہلی باراس طرح امریکہ آجانے پر بری طرح پچھتایا تھا مگرواپسی کا کوئی راستہبیں تھا۔ پیچھے قرض تھایا خاندان

کی تو قعات کا انبار۔اے دونوں سے نٹرنا تھا۔

جوقرض لیا تھاوہ بھی اتار ناتھا۔ وہ امریکہ میں رہ کریا تواپنی قیملی کوسپورٹ کرتا اور قرض اتارتا یا پھراپئی تعلیم کودوبارہ ہے شروع کرنے کی کوشش کرتا۔

اس کی ایک پلک یو نیورٹی سے حاصل کی جانے والی سیکنڈ کلاس ایم بی اے کی ڈگری امریکہ میں تسلیم ہی نہیں کی جاتی تھی اور اس کے

پاس اسنے پیسے نہیں تھے ندا تناوقت کہ وہ امریکہ میں تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کرسکتا اس کمرے میں رہنے والے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی ایک

بڑی قیملی کوسپورٹ کرتا تھا جس میں صرف جھوٹے بہن بھائی ہی شامل نہیں بلکہ اپنے سے پچھ بڑے شادی شدہ بھائی اوران کی قیملی بھی شامل تھی۔وہ

بہت سےلوگوں سے قرضہ لے کر قم اکٹھی کر کے امریکہ آیا تھااورا سے وہ رقم بھی ادا کرناتھی اورشادی کےسلسلے میں بھی اس نے اوراس کی فیملی نے

یہ کون کرے گا؟ وہ کون کرے گا؟ یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا ، کی ایک لمبی فہرست تھی جس سے مجاہد گھبرا گیا تھا اس نے یا کستان واپس

آنے کاارادہ ترک کردیاتھا۔ کم انکم انگے دوسالوں تک ۔اور چارسالوں میں پہلی باربیوی کےساتھ فون پراس کا جھگڑا ہواتھا۔وہ بےحدڈ پریس تھی۔

سال ایک دوسرے سے الگ رہ کرگز اررہے تھے۔ ان کا جھگڑا بہت دیر تک نہیں رہاتھا۔ چند دنوں میں مجاہد نے بیوی کومنالیا تھا۔لیکن اس کے گھر والوں نے اس کی بیوی کوتنگ کرنا شروع کر

کرتے مجاہد کو دہنی طور پر بے حدیریشان کر دیا تھا۔ وہ گھروالوں کی طرف داری کرتا تو بیوی ناراض ہوجاتی۔ بیوی کی طرف داری کرتا تو گھروالے برہم ہوتے۔واحد حل اس نے بیز کالاتھا کہ بیوی اورگھر والوں دونوں کونون کرنا کم کردیا تھا۔اس چیز نے اس کے گھر پر کوئی اثر نہیں ڈالانگراس کی بیوی کے اعصاب کو ہری طرح متاثر کیا تھا۔ وہ مجاہد کے بارے میں بہت سے خدشات کا شکار ہونے لگی اوران میں سب سے بڑا خدشہ دوسری شادی کا تھا۔ مجاہدا وراس کی بیوی کے درمیان اب فون برصرف شکوے شکا بیتیں او<mark>راس کارونا دھونا ہوتا تھا۔ اوران ہی شکوے شکا بیوں می</mark>ں ان دونوں کی شادی کونوسال گزرگئے تھے۔مجاہداب بھی مہینے میں دوباروکیل کے دفتر کے چکرلگا تا مگرشروع کےسالوں کی طرح اب وہ پہلے جیسی تو قعات اورامیدیں لے کروہاں نہیں جاتا تھا۔ رامیدیں لے کروہاں نہیں جاتا تھا۔ تنویراس کمرے میں رہنے والے لوگوں میں سب سے زیادہ خوش شکل تھااوران سب کے برمکس اس پر کوئی ذمہ داری نہیں تھی کیونکہ اس نے کوئی ذمہ داری اپنے سر پرلی ہی نہیں تھی وہ بتیس سال کا تھا اور اس امریکہ آئے سات سال ہونے والے تھے وہ اپنے گھر میں سب سے چھوٹا تھا اوراس کے گھر والوں کی مالی حیثیت بھی کافی بہتر تھی۔ مگر تنویر کو تعلیم میں کوئی دلچین نہیں تھی۔ اور وہ ایف اے میں ہی تعلیم چھوڑنے کے بعد آوارہ گردی کرنے لگا تھااوراس نے امریکہ جانے کی کوششیں شروع کردی تھیں۔ وہ امریکہ ڈالر کمانے سے زیادہ اس آزادی کے لیے آنا جا ہتا تھا جواسے پاکستان میں میسرنہیں تھی۔اس کے بڑے بہن بھائیوں نے اس کے امریکہ جانے پراس لیے سکون کا سانس لیاتھا کہ گھر کا ایک ہو جھ کم ہو گیا تھا۔اوران شکانیوں کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا جوتنوبر کی حرکتوں کی وجہ ہے انہیں

دیا تھا۔ وہ پہلے بھی ان کےروبہ سے خوش نہیں تھی ۔ مگر اب حالات زیادہ خراب ہو گئے تھے۔مجاہد کے گھر والوں کا خوف تھا کہ بیوی کے کہنے پرمجاہد

پہلے کی طرح دوبارہ بھی بھی واپسی کے لیے تیار ہوسکتا تھااوراس خوف کی وجہ سے اس کی ماں ، بہنیں اور بھائی مستقل فون پراس ہے اس کی بیوی کی

شکا تیں کرتے رہے ، دوسری طرف اس کی بیوی بھی مجاہد ہےان کی شکا تیں کرتی تھی اوراس صورت حال نے نیویارک میں رزق کے لیے جدوجہد

صرف ان سب نے ہی نہیں تنویر نے بھی امریکہ پہنچنے پرسکھ کا سانس لیا تھا۔اس کا تعلق پاکستان کے ایک چھوٹے سے شہر سے تھا۔ جہاں وہ شدید گھٹن کا شکارتھا نیویارک اس کے خوابوں کی سرز مین تھی جہاں وہ جو جا ہے کرتا اسے کوئی پوچھنے والانہیں تھا۔

ے اس کے خوابوں کی سرز مین تھی جہاں وہ جو جا ہے کرتا اسے کوئی پو چھنے والانہیں تھا۔ نے لیے جتا تھااوروہ اپنے لیے جیسے ہی وہاں آیا تھا۔ مگر وہاں آنے کے کیچھ عرصہ بعد ہی اس کی عقل ٹھکانے آگئی تھی۔وہ

یباں ہرکوئی اپنے لیے جیتا تھااوروہ اپنے لیے جینے ہی وہاں آیا تھا۔ گروہاں آنے کے پچھ عرصہ بعد ہی اس کی عقل ٹھکانے آگئی تھی۔وہ محنت کا عادی نہیں تھااورامریکہ میں ایک کم پڑھے لکھے غیر ہنرمندایشیائی کے لیے''محنت''نہیں''مشقت''تھی،وہ پاکستان میں بیخواب دیکھار ہاتھا کہ امریکہ میں سفید فام لڑکیاں ایشیائی بوائے فرینڈز پرمرتی ہیں اور جیسے ہی وہ وہاں پہنچے گا گھنٹوں کے اندرا ندرکوئی امریکن لڑکی اس پر عاشق ہو

جائے گی۔اس کی بیخوش فہمی بھی چند دنوں میں ہی رفو چکر ہوگئی تھی۔ وہ بروکلین میں رہائش پذیر تھا۔ جہاں'' خوبصورت سفید فام دل بھینک امریکن لڑکی'' ناپیدتھی۔جو چبرےاسے عام طور پرنظر آتے تھے وہ

آئے دن کہیں نہیں سے لی تھیں۔

ا پی شکل وصورت اور قد و قامت پر جوفخر اورغرور لے کر تئویر نیویارک آیا تھاوہ دنوں میں ملیامیٹ ہو گیا تھا۔ نیویارک میں صرف ''ہنر'' کے دام تصاور تنویر کے ماس کسی قتم کا کوئی ہنر نہیں تھا۔ نیویارک صرف جان تو ڑمخنت کرنے والوں کوسٹر ھیاں چڑھنے کا موقع دیتا تھااور تنویر کومخنت سے کوئی دلچیسی نہیں تھی۔وہ جن جگہوں پر چند حجھوٹے موٹے کام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔جلد ہی وہاں سے کسی نہسی وجہ سے نکال دیا گیا۔وہ بہت کام چور ، کا ہل اوربايمان تفااور نيويارك ميں ان خصوصيات كانسان حشرات الارض كى طرح مرجاتے تھے۔ تنویر بھی بہت جلد بھوکوں مرنے لگا۔اوراس سے پہلے کہ وہ واقعی مرجا تابالآ خرایک دن سڑک پر کھڑے ایک آ دمی نے اسے اپنے اسٹوڈیو جلنے کی دعوت دی تھی۔وہ ایک پینٹر تھاا در کسی انسٹی ٹیوٹ میں پینٹنگ کی کلاسز لیتا تھا،اسے آج کل کسی ایشیائی کی ضرورت تھی۔ٹوٹی پھوٹی انگلش میں اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اس آ دمی کی بات کوچھ طور پر سمجھے بغیر تنویر بے حد فخر اور جوش کے عالم میں اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کداس کا چہرہ اتنادکش ہے کہ کوئی آ رشٹ اسے بینٹ کرنا جا ہےگا۔وہ جیسے ساتویں آسان پر پہنچ گیا۔

ایشیائی پاسیاہ فام عورتوں کے تنصہ اوران معمولی شکل وصورت کی لڑ کیوں کی آئٹھوں میں بھی تنویر کود کھے کرکسی فتم کا کوئی تاثر نہیں ابھر تاتھا۔

اور ساتویں آسان سے پنچے گرنے میں اسے زیادہ در نہیں گئی۔اسٹوڈیو پہنچنے کے بعداسے پتا چلا کہ وہ آ رنشٹ اس کا چہرہ بینٹ کرنے کے لیے اسے وہاں نہیں لایا۔ وہ اپنے اسٹو ڈنٹس کوان دنو ںNude پینٹ کرناسکھار ہا تھااورا سے ماڈل کی ضرورت تھی جو ہر ہنہ حالت میں اس کے

ڈ الرملیں گے۔اورڈ الرز کی تعدادین کراس کا غصہاورشرم ایک سینڈ میں ہوا ہو گئے تھے۔

وہ پورا دن محنت کر کے بھی اتنے ڈالزنہیں کماسکتا تھاوہاں جتنے ایک گھنٹہ کے لیے بےلباس پوز کرنے کے عوض اسے ل سکتے تھے،اور آخر

آ دمی کوگالیاں دےاوراس سےلڑےاوراس سے پہلے کہ وہ ان میں ہے کسی ایک چیز پر بھی عمل کرتا۔اس آ دمی نے اسے بتایا تھا کہ فی گھنٹہ اسے کتنے

چند منٹوں میں تنویر کاغرور،خوداعتادی اورعزت نفس مٹی کا ڈھیر بن گئے تھے وہ آ وارہ اور بدکر دارتھااوراب نہیں ہمیشہ سے تھا۔ مگر پندرہ لڑ کے لڑکیوں کی کلاس کے سامنے بے لباس حالت میں پوز کرنا اے بے حد شرم ناک محسوس ہوا تھا۔ بے اختیار اس کا دل حایا تھا، وہ غصے میں اس

اسے کرنا ہی کیا تھا۔۔۔۔؟ کچھنہیں۔۔۔۔تو پچھلے چھ سال سے تنویراسی طرح کی دو تین اسٹوڈیوز میں نیوڈ پینٹنگ کے لیے ماڈلنگ کرتا تھا۔ میکام روز

نہیں ملتا تھااور جب وہ بیکامنہیں کرتا تھا تو ایکMale prostitute کےطور پر نیویارک کی ایک بے حدمشہوراور''مصروف'' سڑک پر پایا جاتا

تھا۔ جہاں امیر سفید فام اور سیاہ فام عور تیں اسے رات کواپنے ساتھ کہیں نہیں لے جاتیں ۔ان میں سے چندعور توں کے ساتھ وہ کچھ عرصہ تک دوئق

شادی نہیں تو بوائے فرینڈ کے طور پر ہی کوئی عورت اے مستقل طور پراینے ساتھ رکھ لے گی ۔اس کی بیخوش فہمی بھی بہت جلد ہی دور ہوگئی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ الیم ہی کسی امیرعورت کے ساتھ شادی کر کے بروکلین سے مین بٹن کے کسی شان دارگھر میں منتقل ہوسکے گا اور اگر

سسےOne-nights-tand والے ایک ایشیائی مرد کو نیو بارک کی بورژ وا کلاس کی کسی بھی عمر کی سفید فام عورت شوہر یا بوائے فرینڈ کے

اسٹوڈنٹس کے سامنے ہرروز چند گھنٹے کے لیے آ کر بیٹھتااوروہ اسے پینٹ کرنا سکھتے۔

کرنے کی بھی کوشش کر تارہا۔

ً طور پرساتھ رکھنے کی حماقت کرنے پر تیار نہیں تھی۔

تنویر کواگر بچیت کی عادت ہوتی تو وہ ان دونوں ذریعوں سے ہونے والی آمدنی کو بچانے کی کوشش کرتا یا کم اپنا کوئی لائف اسٹائل

ضرورر کھتا مگر تنویر کے پاس جنٹنی رقم آتی ، وہ ڈرگز ڈرنگنگ عورتوں اور نائث کلمز پراڑا دیتا۔ وہ بے حدم ہنگالباس پہنتا اور بے حدا چھا کھانا کھاتا۔

کیونکہ وہ دونوں چیزیں اسے وہ عورتیں عی دے دیتیں جواہے اپنے ساتھ escort کے طور پر لے جاتیں اور تنویر کو جب ان سفید فام عورتوں سے

فرصت ملتی تو وہ اپنے علاقے کی ان ایشیائی عورتوں کے ساتھ ڈیٹنگ میں مصروف رہتا جنہیں وہ پہلے دیکھنا تک گوارانہیں کرتا تھا۔ان سے اردواور پنجابی میں بے تکلفی اور روانی ہے وہ سب کچھ کہ سکتا تھا جوا تنے سالوں کے وہاں قیام کے بعد بھی وہ اپنی خستہ حال انگلش میں ان سفید فام عور توں سے

نہیں کہ سکتا تھا۔ وہاں رہنے والے باتی لوگوں کے برعکس وہ خوش قسمت تھا کیو کہ وہ بہت جلدامیگریشن کروانے میں کامیاب ہونے والاتھا۔

وہ بلڈنگ صابر، تنویر،مجاہداورخوداس جیسے ایشیائی مردوں اورعورتوں ہے بھری ہوئی تھی۔ وہاں اسی طرح ڈریے نماایار منتٹس میں اس طرح مختلف شفثوں میں درجنوں لوگ رہتے تھے۔جن کی حشرات الارض جیسی زندگیوں ہےان کے اپنے اپنے ملک میں درجنوں لوگ عیش وعشرت

کے مزے لوٹ رہے تھے۔خاندانوں کے رشتوں ہے جدائی، تنہائی، مشینی زندگی اور رزق کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ابنار میلٹی کب ان کے وجود کو ا پے پنجوں میں جکڑ لیتی ، وہ جان بھی نہیں یاتے۔وہاں اپنے ملک میں اپنے خاندان کے نیچ رہتے ہوئے زندگی کے گھنٹے ، دن ، ہفتے ، مہینے نہیں ہوتے ۔ وہاں زندگی میں صرف سال ہوتے ہیں۔ایک سال یہاں، دوسال وہاں۔ حارسال اس شہر میں، حیوسال اس اسٹیٹ میں۔ یا کچ سال اس گیس

المیشن پرسات سال اس اسٹور پراورزندگی ختم ہوجاتی ہے۔

اس نے اپنے آنے کے دو گھنٹے بعدصا برسے پوچھا۔

"مجد کہاں ہے یہاں پر؟"

جائے چیتے ہوئے ان تینوں نے بغوراس کودیکھا'' کیوں؟مسجد کو کیا کرنا ہے تونے؟''صابر نے اسی طرح قدرے مزاحیہ انداز میں کہا۔ ''نماز پڑھنی ہے۔''اس نے ای طرح سادہ کیج میں کہا۔

'' پڑھ پڑھ۔جنتی نمازیں پڑھسکتا ہے پڑھ، یہاں جوآتا ہے۔ پہلے پہل دھڑا دھڑ نمازیں پڑھتا ہے۔ جب تک کام نہیں مل جاتا۔وہ اس طرح جائے نماز بچھائے بیٹھار ہتاہے۔ پھرادھرکام ملتاہے۔ادھرنمازی غائب۔' صابرنے بینتے ہوئے طنزیدا نداز میں اس سے کہا۔

''لاس ویگاس میں بھی نمازیں پڑھتا تھایا صرف نیویارک میں ہی شروع کرناہے؟''

صابر کا طنزیدانداز برقرارتھا۔'' وہاں بھی پڑھتاتھا۔'' وہبات کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوگیا۔

''یعنی سال ہو گیا ہے تجھے نمازیں پڑھتے؟''

''گیارہ سال' اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ تینوں اس باراہے چونک کر کیوں دیکھنے لگے تھے۔ کمرے میں پچھ دہر خاموثی رہی یوں

جیسے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کیا کہے۔

''گیارہ سال سے ہا قاعد گی ہے پڑھ رہاہے؟''صابرنے بے یقینی سے پوچھا۔

" بال..... " وه بمجفهیں سکا کہاس کے اس انکشاف پر جیران ہونے والی کیابات تھی۔

"آپ مجھے ڈائر یک کردیں، میں مسجد ڈھونڈ لیتا ہوں۔ "اس نے جیسے ان کی جیرت سے پچھ شرمندہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"چل میں تھے چل کر بتا تاہوں ۔" صابر یک دم کے رکھ کراٹھ کھڑا ہوا، اس نے تشکر آمیزانداز میں اے دیکھا۔

باہرسر ک پرجاتے ہوئے صابرنے ا<mark>س سے کہا۔</mark>

'' تحقیے پتا ہے اس کمرے میں اتنے سالوں میں تو پہلانمازی ہے۔''اس نے جواباً پھے نہیں کہاتھا، پورا راستہ دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی، پھر جب وہ مسجد کے دروازے کے پاس پہنچے اور وہ اندر جانے لگا تو صابر نے سگریٹ سلگاتے ہوئے اس سے کہا۔

"اچھامیرے لیے دعا کرنا، نماز پڑھ <mark>کر۔"اس نے رک کراہے دیکھا۔</mark>

''کس چیز کے لیے؟''صابراس کے سوال پر جیسے سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''کس چیز کے لیے؟ پہتہیں کس چیز کے لیے، توبس کر دینا کسی چیز کے لیے۔''

صابرنے چند کمحوں کے بعد قدرے الجھ کراس سے کہا۔وہ محبد میں چلا گیا۔

وہ اگلے دوسال وہیں ای اپارٹمنٹ میں ان ہی نینوں کے ساتھ رہاتھا۔ اور صرف وہی تھا جواس اپارٹمنٹ میں ''رہتا'' تھا۔ اپی شفٹ سے فارغ ہوکراور کبھی کبھارو کیک اینڈ پر بھی۔ جب وہ مسلسل کام کرتے کرتے تھک جاتا۔ شروع میں اسے چھوٹے چھوٹے کام ملے تھے۔ بعد میں وہ بھی ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کے بعد کیب چلانے لگا تھا۔ اس کے اور اس کمرے کے باقی لوگوں کی زندگی میں واحد فرق بیتھا کہ وہ لیگل تھا۔ جب چاہتا پاکستان چلا جاتا، اور واپس بھی آسکتا تھا۔ اور اس کے اور اس کمرے کے باقی لوگوں کی زندگیوں میں مشترک بات بیتھی کہ ان کی طرح اس کے خاندان کو بھی اس وزٹ سے زیادہ امریکہ سے اس کے بھیجے گئے ڈالرز میں زیادہ دلچپی تھی لیکن وہ اس احساس کو اپنے ذہن سے جھٹکتا رہتا تھا۔ لیکن ہرروز بیا حساس کیا ہے۔ زیادہ مضبوط ہوکر سامنے آتا تھا۔

''اپنے او پربھی پییہ خرچ کیا کر۔ ہروقت پاکتان ہی مت بھیجتار ہا کر۔'' صابر نے ایک دن اسے ڈانٹا تھا۔'' جتنا پییہ بھیجے گا، پاکتان والےسب کھاجا ئیں گے۔وہ سمجھتے ہیں۔ یہاں ہم درختوں سے پیسا تارکرانہیں بھیجتے ہیں۔'' ...

صابر بے حدثی ہے کہدر ہاتھا۔

''اپنے پاس بیسہ بچایا کر۔جو بچت کرنی ہے یہاں تونے ہی کرنی ہے۔ پاکستان میں تو تیرے پیسے سے عیش کررہے ہوں گےسب موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں پر پھررہے ہوں گے تیرے بھائی اور تیری ماں اور بہنیں یا تو گھرکے لیے ٹی وی ،فرت کے وی سی آرکے نئے سے نئے ماڈل بدل رہی ہوں گی یا پھراہنے کپڑوں، جوتوں اورزیورات پراڑارہی ہوں گی۔'' اس نے صابر سے نظرین نہیں ملائمیں ۔صرف اس سے نہیں وہ حقیقت سے بھی نظریں چرانا چاہتا تھا کہ صابر کی باتوں ہیں سچائی تھی اور چھے اس کا خاندان اس کے بھیج ہوئے" رزق حلال" کو" رزق حرام" کی طرح اڑار ہاتھا۔ ''ایی کوئی بات نہیں ہے۔''اس نے سر جھکا کریے حدمعمول کے انداز میں کہا۔

'' کیون نہیں ہے؟ میرے بیوی بچے وہاں پاکستان بیٹھے یہی کررہے ہیں۔مجاہد کا خاندان یہی کررہاہے۔تنویریپیہ بھیج رہاہوتا تو اس کا خاندان بھی یہی کرتا۔ تو تیرا خاندان کیوں نہیں کرر ہاہوگا۔ 'صابر نے بےحدسر دمبری سے کہا۔

" تو پھر کیا کروں ۔ان کو بھو کا ماردوں <mark>۔ ' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تکنج ہو گیا۔</mark>

'' یہی تو مسکہ ہے زندگی میں کہ کچھ چیزوں کا کوئی حل نہیں ہوتا پاس،بس انسان جیے جاتا ہے ان کے ساتھ، جیسے انسان کوچھوٹی موثی بیار یوں کے ساتھ جینے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ایسے ہی جھوٹ اورخودغرضی کے ساتھ بھی سمجھوتا کرنا سکھ لیتا ہے۔'' صابر قیوم جب بولنے پرآتاتو لگتا ہی نہیں تھا کہوہ ایک ان پڑھ دیہاتی ہے۔

'' پیمال، بہن، بیوی،سب بہت لا کچی ہوتی ہیں۔

میرہ ں ۱۰۰۰ں بیوں اسب بہت لا پن ہوں ہیں۔ عورت کومر د کے دل میں نہیں اس کی جیب میں دلچیسی ہوتی ہے۔ دل کا کیا کرنا ہوتا ہے اس نے۔ دل کو پیچ کرتو جوتوں کا ایک جوڑا تک

یہ مجاہد تھا۔اس کے آنے کے ایک سال بعداس نے اپنی بیوی کو غصے اور شک میں طلاق دے دی تھی۔اس کے گھر والوں نے اس پراپنے چھوٹے دیورکوورغلانے کا الزام لگایا تھااوراس کی بیوی نے اس کے چھوٹے بھائی پرزیاد تی کی کوشش کا مجاہدنے وہی کیاتھا جوکوئی بھی یا کتانی مرد اشتعال میں کرتا ہے۔اس نے اپنے خاندان کی ہاتوں پریفین کرتے ہوئے اپنی بیوی کوطلاق جھیج دی تھی۔وہ بے حداشتعال میں تھااورصا براور تنویر کے ساتھ وہ بھی اس کے غصے کو شھنڈا کرنے کی کوشش اورا سے طلاق سے رو کنے کی کوشش کرتار ہا۔مجاہد نے ان کی ایک نہیں تن۔

تنویر نے ایک باراس کی بیوی کی حمایت کرنے کی کوشش کی تھی اور مجاہداس پر بل پڑا تھا۔وہ اور صابر تنویر کونہ بچاتے تو شاید مجاہداس دن تنویر کی جان لے لیتا۔''میرے بھائی۔میرے چھوٹے بھائی پرالزام لگار ہاہے۔وہ اتنا بے غیرت ہوگا کہاہے بھائی کی عزت پر ہاتھ ڈالے گا؟ مرکز بھی مجھی ایسا کام نہ کرے وہ۔میری ماں اور بہن نے قتم کھا کر بتایا ہے مجھے کہ میری بیوی آ وارہ ہے اور شروع ون سے ہی آ وارہ تھی اوروہ اس کی حرکتوں کو مجھ سے چھپاتی رہیں۔میرے بھائی کا نام کیے لے لیاتو نے ۔وہ صرف پچیس سال کا ہے۔؟''

مجامد حلق کے بل چیختار ہاتھااور تب ہی خاموش ہواجب تنوریے اس سے معافی ما نگی تھی۔

پندرہ دن بعدطلاق کے کاغذ یا کستان میں مجاہد کی بیوی کول گئے تھے۔اس کے اسلے دن اس نے خودکشی کرلی۔ مجاہد کواس نے خودکشی سے پہلے ایک خطالکھا تھا۔مجاہد کواس کی موت کے ایک ماہ بعد ملا۔ تب تک وہ اس کی موت کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ اس کے گھر والوں نے اسے اس ے بے خبرر کھا تھا۔ اس خط کے ملنے کے بعد مجاہدا گلے دوماہ گم صم رہا تھا۔ وہ کئی باردھاڑیں مار مارکران نتیوں کے سامنے رویا بھی۔خط میں اس کی بیوی نے اسے کیا لکھا تھا۔ وہ نتیوں نہیں جانتے تتھے۔ مگر وہ جو پچھ بھی تھا ،اس نے مجاہد کے ضمیر کے بوجھ کو بڑھا دیا تھا۔ حسادان نے این کے مالداں کواک کا نہیں کی اس میں نہیں بھیےان ہی لان کی کو ڈیکالی بسیدی باس سرگھ مالداں نے لیکھال مید میں نید

چھاہ اس نے اپنے گھر والوں کوایک کالنہیں کی۔ایک روپینہیں بھیجانہ ہی ان کی کوئی کال ریسیو کی۔اس کے گھر والوں نے بو کھلا ہٹ میں نیو بارک میں ہر واقف کاراورمجاہد کے ہر دوست کوفون کرنا شروع کر دیے تھے کہ وہ مجاہد کو گھر والوں کی مالی حالت کے بارے میں بتائے تا کہ وہ انہیں دوبارہ یسیے بھیجنا شروع کردے۔

چھ ماہ کے بعد مجاہد نارل ہو گیا تھا۔ گھر والوں کو ہنڈی ایک بار پھر جانے گئی تھی۔ فون بھی ہونے لگے تھے۔البتہ اس نے اپنے مجھوٹے بھائی سے دوبارہ بھی بات نہیں کی۔اس نے پاکستان واپسی کے اپنے سارے خواب بھی ختم کر دیے تھے۔اس کے باوجود کہ ان ہی دنوں اس کی امیگریشن ہوگئی تھی۔

وہ خودان ہی دنوں امریکہ میں آنے کے ڈھائی سال بعدا پی چھوٹی بہن کی شادی میں شرکت کے لیے پاکستان جانے کی تیاری کررہا تھا۔اور بے حدخوش تھا،مگروہ پاکستان نہیں جاسکا۔اس کی بہن مسلسل فون پراسے چند مزیدز پورات کے لیےرو پے بھجوانے پراصرار کررہی تھی۔ ''میرے یاس فی الحال بالکل ہیے نہیں ہیں، نکٹ کے پیپوں کے علاوہ۔تم دوماہ انتظار کرلو۔ میں شادی میں شرکت کے بعد جب واپس

امریکہ آؤں گاتو تمہیں ان زیورات کے لیے روپے بھیج دول گا۔''اس نے فون پراپنی بہن سے کہاتھا۔

''اگرشادی پرسارے زیورنہیں پہنے تو بعد میں پہننے کا کیا فائدہ ،لوگوں کو پتا کیسے چلے گا کہ میرے میکے والوں نے مجھے کتنازیور دیا ہے۔'' اس کی بہن اپنے مطالبے پرجمی ہوئی تھی۔

'''اس نے اپنی ہے ہیں واقعی پینے ہیں ۔''اس نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

'' آ پالیا کریں کہ کلٹ کے پیسے مجھے بھوادیں۔ ہاتی کی رقم امی اور ابوکہیں سے ادھار لے لیں گے۔''اس کی بہن نے بڑے اطمینان سے کہا۔ وہ بہت دیر پچھ بول نہیں سکا۔ یہ بھی نہیں کہ وہ پہلے ہی ٹکٹ خرید چکا ہے۔

" میک ہے، میں تہریس لکٹ کے پیسے بھجوادیتا ہوں۔"

'' آپ دو ماہ بعد آ جا ئیں جب ٹکٹ کے دوبار ہ پیسےا کٹھے ہوجا ئیں۔ میں شادی کی مووی بنوا کررکھوں گی آپ کو دکھانے کے لیے بھائی جان ۔''

وہ اب چہکتے ہوئے بتار بی تھی۔وہ چپ چاپ سنتار ہا۔ٹکٹ ری فنڈ کروا کراس نے دوسرے دن ہنڈی کے ذریعے وہ رقم پاکستان بھجوا دی۔ اور پھر چند دنوں کے بعد کسی جاننے والے کے ہاتھ وہ چیزیں بھی۔جو وہ بچھلے پچھ مرصے سے اس لیے خریدر ہاتھا کہ پاکستان جانے پرسب کودے۔ اس نے صابر ،تنویریا مجاہد میں سے کسی کواپنے پاکستان نہ جانے کی اصل وجہ نہیں بتائی تھی۔وہ ان کی طرح وہاں بیٹھ کراپنے گھر والوں کی عیب جوئی نہیں کرسکتا تھا۔

تفصیلات سے انہیں آگاہ کردیا جائے۔وہ اس سلسلے میں امریکہ آنے کے لیے بھی تیار تھے۔ اس نے مجاہدا در تنویر کے ساتھ زندگی کا <mark>بیرخ بھی دیکھ لیا تھا۔ پوراایک ہفتہ وہ مجاہد کے ساتھ صابر کے بیٹوں کولاش یا</mark> کستان منگوا لینے پر رضامند کرنے کی کوشش کرتار ہااورنا کام رہا۔وہ اس سلسلے میں کسی تتم کی رقم بخرچ کرنے یاا تنظامات کے لیے تیار نہیں تھے۔ مجاہدا در تنویر کے ساتھ مل کر چندہ جمع کر کے اس نے خود ہی صابر قیوم کی لاش کو یا کتان بھجوانے کا انتظام کیا تھا۔مجاہدا ورتنویر نے اسے ہی صابر قیوم کے سامان اور ڈیڈ باڈی کے ساتھ یا کتان بھجوایا تھا۔جس زمین پرصابر قیوم اینے بڑھایے میں کاشت کاری نہیں کرسکا تھا۔انہوں نے کوشش کی تھی کہ وہ کم از کم وہاں دنن ضرور ہو سکے۔ جہاز پرامریکہ سے پاکستان کے طویل فضائی سفر کے دوران صابر قیوم کی ڈیڈ باڈی کے ساتھ سفرکرتے ہوئے وہ صابر قیوم کے بارے میں نہیں سو چتار ہا، وہ صرف اپنے بارے میں سو چتار ہا۔ کیا کسی دن اسی طرح جہاز پر کوئی اس کے تابوت کے ساتھ سفر کرر ہا ہوگا۔ جہاز کا باتھ روم استعال کرتے ہوئے ہاتھ دھوتے ہوئے اس کی نظرا بنی کلائی پر پڑی تھی۔سردی اورخوف کی ایک لہرسی اس نے اپنے جسم ہے گزرتی محسوس کی تھی۔ اپنی کلائی پر پھر کے بت کی طرح نظریں گاڑے اس نے ایک'' ہولناک انکشاف'' کے ساتھ اس دن اس سفر کواپنی زندگ کا بدترین سفر سمجھا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ہاتھ روم سے نکلنے کے بعد ڈیڑھ منٹ چلنے کے بعد و Aisle سیٹ پر بیٹھتے ہوئے جس پہنجر کے یاؤں کے یاس رکھے بیگ سے ٹھوکرکھا کرگرنے والاتھا۔وہ'' خوش قسمتی' تھی جواس جہاز پر پرواز کر کے پندرھویں گھنٹے میں پچپیں سال، آٹھ ماہ، چاردن اور پندرہ گھنٹے كيطويل انتظارك بعدبالآخراس سيصطفوالي هي

اسے نیویارک میں دوسال ہونے والے تھے جب احیا تک ہارث اٹیک کی وجہ سے صابر کی موت ہوگئ تھی۔وہ ہاسپیل جانے سے پہلے

ہی دم تو ڑگیا تھا۔مجاہدنے صابر کے بیٹوں کوفون کر کے انہیں اس کی موت کی اطلاع دی تھی۔وہ رنجیدہ ہوئے تتھے۔مجاہدان سے صابر کی ڈیڈ باڈی کو

یا کتان بھوانے کے انظامات کرنے کے سلسلے میں بات کرنا جا ہتا تھا۔ گران میں سے کسی کواس کی ڈیڈ باڈی وصول کرنے بااسے پاکتان منگوانے

کے لیے بیسہ خرچ کرنے میں دلچین نہیں تھی، وہ چاہتے تھے،اسے وہیں دن کر دیا جائے البتہ اس کے پاس بینک میں موجودر قم اور دوسری جائیداد کی

نہیں پار ہی تھی۔ بے حد کوشش کے باوجود بھی اپنے وجود کوحرکت دینے میں نا کام ہور ہی تھی۔صرف اس کا سانس تھا جوابھی چل رہا تھا۔ کیوں چل رہا اتنے سالوں سے وہ اپنی موت سے محبت میں مبتلائھی؟ وہ اتنے سالوں سے کیا وہ اپنے موت کے ساتھ ایک ہی گھر میں ، ایک ہی بستر بررهتی آ ربی تھی؟ زری کوآ خری سانس لینے تک بیدیقین نہیں آ رہا تھا۔ کہوہ اس مخص کے ہاتھوں مرر ہی تھی جواس کی زندگی تھا۔ اس نے بے بیٹنی سے سامنے بیٹھے وکیل کو دیکھا۔ پھراپنے کپکیاتے ہاتھوں کومٹھیوں کی صورت میں جھینچ لیا۔اسے شرمندگی ہور ہی تھی۔ وكيل اس كى حالت د مكيدكر كيا تمجھ رہا ہوگا۔ وہ کچھ مجھ رہاتھا یانہیں۔ بہرحال اس وقت اس کے بولنے کا انتظار کررہاتھا۔ بیصرفٹیبل کے دوسری طرف بیٹھے سرسے پاؤں تک بری طرح لرزتے کا بیتے اس تمیں سالہ نو جوان کے لیے شاک تھا مگرخو داس وکیل کے پچپیں سالہ کیرئیر میں بیسب پچھے بہت بار ہو چکا تھا۔ ''دریار رائد کا سکتے میں '' "ووباره پژهکرسناسکتے ہیں؟" اس نے اپنی زبان اورجسم کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ وکیل اسے دیکھے کرمسکرایا۔ پھر بے حدمیکا نکی انداز میں ایک بار پھر وہی سب کچھد ہرانے لگا. اس نے پلکیں جھیکائے بغیر، دم سادھے پوری توجہ ہےان دس لائنز کوسنا۔ وہ تسلی کرنا جا ہتا تھا کہاہے سننے میں پچھنگطی تونہیں ہوئی۔ بچھلے ہفتے بھی ای جگہاں وکیل کے آفس میں بیٹھےاس کواس نے پانچ ہار سناتھا۔اگر وکیل کےساتھواس کی ایائمنٹ ختم نہ ہوجاتی تو شایدوہ اس وکیل

شے کی تلاش تھی۔ پینے کی اوراس تلاش میں شایدا سے بیاحساس بھی نہیں رہاتھا کہ کچھ در پہلے اس نے جے بری طرح ز دوکوب کیا تھا۔ وہ مرری تھی یا مرنے والی تھی۔ورند آخرید کیے ہوسکتا تھا کہ وہ اسے مرنے دیتا۔ آخروہ اس کا شوہرتھا۔ آخروہ اس سے محبت کرتا تھا۔ شوہر؟ محبت؟ موہر؟ اس کا ذہن اب جیسے کسی شے کو بھی لفظ کو کو کی مفہوم دینے میں تا کام ہور ہاتھا۔اوندھے منہ فرش پرگری وہ بے حد کوشش کے باوجو دبھی کراہ لیا تھا؟ موت اس کے کمرے کے فرش پرابھی بھی ادھرہے ادھر چل رہی تھی۔اس نے بے بیٹینی ہے ایک آخری بارجیسے سوچنے کی کوشش کی تو کیا

زندگی کے آخری کمحوں میں اس نے ایک بار پھراپنی موت کا چیرہ دیکھنے کی کوشش کی ،وہ نا کام رہی ۔وہ اس کے پیروں کےعلاوہ کچھنہیں

وہ فرش پراس کے پیروں کے قریب دارڈ روب میں موجود کپڑوں کو گرتے دیکھے رہی تھی۔وہ اب بھی کچھے کہدر ہاتھا۔ پھراس نے اپنے بیڈ

و کیچہ کی تھی۔فرش پر چلتے پھرتے اس کے پیر۔وہ وارڈ روب کی طرف جار ہاتھا۔ بلندآ واز میں پچھ کہتے ہوئے۔کیا کہدر ہاتھا۔ وہ سمجھ نہیں یا رہی

تھی۔اس کے ذہن نے ایک دم الفاظ کامفہوم سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔ ہرآ وا زاس کے لیے شور بن گئی تھی۔ایک بےمعنی ، بے ہتگم ، بےمقصد شور۔

سائیڈنیبل کی دراز کی طرف اسے جاتے دیکھا۔وہ کمرے میں ہرطرف کسی چیز کو تلاش کررہاتھا۔زندگی کے آخری کمحات میں بھی وہ جانتی تھی کہاہے کس

۔ کو پانچ باراوروہی کاغذاوروہی چندلائنیں پڑھنے کے لیے کہتا۔ ایس نے بعداد کی اپنٹر ڈھنگ سے محکول کے سئر بغیرگز ان انتواجہ کواس کی دکیل سے ملاقل میں موڈ کتھی ترج بیرتول ایس ن

اس نے پوراو یک اینڈ ڈھنگ سے پچھ کھائے پیئے بغیرگز اردیا تھا۔ جمعہ کواس کی وکیل سے ملاقات ہوئی تھی۔ آج پیرتھا۔اس نے زندگی میں ہمیشہ ویک اینڈ کے آنے کاانتظار کیا تھا۔ بھی اس طرح اس کے گزرنے کانہیں جمعے اور ہفتے کی رات کو وہ سونہیں سکا۔اس کی نیندیکدم پتانہیں کہاں عائب ہوگئی تھی۔اوراتوار کی رات کو وہ نیندمیں کوئی بے صد براخواب دیکھے کرایک بار پھر جاگ گیا تھا۔ پھر باقی کی رات اس نے بستر میں بیٹھے کھڑکی کو گھورنے یا کمرے کے چکرلگاتے گزاردی۔

سومواری صبح وہ اس لاء فرم کے کھلنے ہے بھی پہلے جا کروہاں بیٹھ گیا تھا جس کے ساتھ وہ وکیل منسلک تھا۔

اس کی اپوائنٹ منت ساڑھے گیارہ ہیج تھی۔وہ تب تک سخت سردی میں پارکنگ لاٹ میں بیٹھارہا۔ یوں جیسے اسے ڈرہو کہ وہ وہاں سے ہٹا تو بیسب پچھ کسی خواب کی طرح غائب ہوجائے گا۔

اوراب وہ دس منٹ سے وہاں بیٹھا ہو<mark>ا تھا۔</mark>

''آپاورکافی لیں گے؟''وکیل نے جیسےاس کاغذ کوایک بار پھر پڑھنے سے بیچنے کے لیے کہا۔

''ہاں۔''اس نے اپنے سامنے پڑے خالی ڈسپوزبل کپ کودیکھتے ہوئے کہا۔

وکیل نے خودا ٹھنے کے بجائے انٹر کام کاریسیوراٹھا کراپئی سیکرٹری کواندر بلایا۔وہ کمرے کے ایک کونے میں ہی پڑے کافی میکرے کافی کے دو کپ ان دونوں کے سامنے رکھ گئی۔وکیل نے ایک سائیڈ ٹیبل پر پڑا کو کونٹ کو کیز کا چھوٹا ساجاراٹھا کراس کا ڈھکن کھولتے ہوئے اس نو جوان کے آگے کیا۔اس نے ایک دفعہ اپنے دائیں ہاتھ کو پوری قوت سے کھولنے اور دوبارہ جھپنچنے کے بعد جار میں ہاتھ ڈال کرایک کو کی نکال لی۔وکیل نے خود بھی ایک کو کی نکالتے ہوئے جار کو دوبارہ بند کر کے اس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

سامنے بیٹھےنو جوان نے کوکی کا آ و ھے سے زیادہ حصہ دانتوں سے کاٹ کر کافی کا ایک گھونٹ لیااور ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وکیل

ہےکہا۔

''آپاس کاغذ کوایک بار پھر پڑھیں۔''وکیل کا دل چاہا، وہ اب اپنا سرپیٹ لے۔

x x x

" بیکیاہے؟" شیرازنے جیرانی ہے اس قیمتی پر فیوم کودیکھا جوزینب اس کی طرف بڑھارہی تھی۔

وہ اگلے دن اکیڈی جانے والاتھااوراس دن اسے لے کر باہر کھانا کھلانے آیا تھا۔کوئی دوسری بیٹی ہوتی تو ضیا اسے بھی اس طرح متگیتر کے ساتھ باہر جانے نیدیئے مگر بیزین تھی اوراس کی ضد پرانہوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔وہ زندگی میں پہلی بارشیراز کے ساتھا کیلی کہیں باہر جارہی تھی۔

ایک جھوٹے سے ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کے بعد وہ اسے ایک پارک میں لے آیا تھا۔ پارک کی بیٹنج پر بیٹھے با تیں کرتے ہوئے زینب نے اپنے بیگ سے وہ پر فیوم نکال کرشیراز کے ہاتھ میں تھایا تھا۔ '' آپ کے لیے ہے ہید'' زینب نے مسکراتے ہوئے شیراز سے کہا۔'' آپ کو بہت پسندتھانا۔'' وہ چار چیرماہ پہلے کی دوست کے گھر ہے وہ پر فیوم لگا کر زینب کے گھر آیا تھا۔

''ارے! میں کہاں اس طرح کے مہنگے پر فیوم خرید سکتا ہوں۔ بیتو ایک دوست کے گھر گیا تھاو ہیں استعال کرلیا۔''

اس نے تب زینب کے پوچھنے پر بتایا تھا۔ وہ شرٹ اس نے اگلے چند ہفتے دوبارہ نہیں پہنی بلکہ اسے اپنی دوسری شرٹس کے ساتھ رکھ دیا جن میں سے اس پر فیوم کی مہک آنے گئی تھی اور وہ اگلے گئی دن ان دوسری شرٹس کو استعمال کرتار ہا۔ زینب کو اس نے بنسی بنسی میں بیہ بات بتائی تھی۔

" كتنے كا موكايد پر فيوم؟" زينب نے تب بے حد سنجيدگى سے اس سے پوچھا۔

"دودٌ هائی ہزارکا۔"شیراز نے بتایا پھراس نے ایک ہلکاسا قبقہدلگا کرکہا تھا۔" بیکوئی شرث،رومال اورگھڑی نہیں ہے زینب بی بی!جوتم

<u>هُصِي</u> فوراْلا دوگي_'' الله مي الله مي الله مي الله مي الله الله مي ال

وہ جانتا تھا۔زینی اس سے اس پر فیوم کی قیمت کیوں پوچھر ہی تھی۔زینب نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔دوڈ ھائی ہزار واقعی معمولی قم نہیں تھی۔ اوراب اتنے ماہ کے بعد ہیوگو ہاس شیراز کے ہاتھوں میں تھا۔

''لکین اتنے پیے کہاں ہے آئے تمہارے پاس؟''شیراز اسے حیرانی ہے دیکھ رہاتھا۔

''بیمت پوچھیں۔''نینب نے بے اختیار کہا۔

'' پھر بھی،'شیرازنے اصرار کیا۔

''میں نے کہانا۔ بیمت پوچھیں۔''وہ اسے بینہیں بتانا جا ہتی تھی کہ اس نے پچھلے کی ماہ سے اپنے لئے کپڑوں کا ایک جوڑا بھی نہیں ہنوایا تھا۔ وہ ضیا سے جیب خرج کے طور پر ملنے والے روپے تک جمع کرتی رہی تھی۔اپنے چھوٹے موٹے اخراجات اور کالج آنے جانے کا کراہیوہ ٹیوشن

ے نکال لیتی تھی اورا تنے ماہ میں بہت کم ایسا ہوا تھا کہ اس نے کالج میں کینٹین سے پچھ کھایا تھا۔اگر شیراز ان مہینوں میں وقتا فو قتااس سے ادھاررقم نہ لیتار ہاہوتا تو زینب بہت پہلے اسے وہ پر فیوم خرید کردے دیتی۔

شیرازاب پیکنگ کھول کرقدرے جوش کے عالم میں وہ پر فیوم لگار ہاتھا۔ زینی اس کے چہرے پر پھیلی خوشی کود مکھیر ہی تھی۔اسے اس سے زیادہ پچھنہیں جیا ہے تھا کہ وہ خوش تھا۔اس کے دیے گئے سی تخفے نے اسے مسر ور کیا تھا۔

''تم بہت عجیب ہوزین!''اس نے پر فیوم دو بارہ ڈ بے میں رکھتے ہوئے ملکی ی ہنسی کے ساتھ کہا۔

" كيول عجيب كيول مول؟" زين نے چونك كراسے ديكھا۔

''محبت میں اس طرح تو مرد کرتے ہیں کہ عورت کی زبان پر کسی چیز کا مطالبہ آئے اور وہ سردھ' کی بازی لگا کراس کو پورا کر دیں۔الی عورتیں نہیں دیکھیں جو بیکرتی ہوں۔''شیراز اس بار بے حد شجید گی کے ساتھاس کا چیرہ دیکھیر ہاتھا۔

''محبت میں پیکہاں لکھاہے ۔کون کس کے لیے کیا کرے گا اور کس کوکس کے لیے کیا کرنا جاہیے۔بس بیول کی بات ہے۔ میں وہ کرتی

```
ہوں جومیرادل مجھ سے کہتا ہےاور آپ کواس خوشی کا اندازہ تک نہیں ہوسکتا جو مجھے ہوتی ہے جب میں آپ کے لیے پچھ کرتی ہوں۔ آپ کے لیے،
                                                                                           نہیں کرنا تو پھراورکس کے لیے کرناہے۔''
```

شیراز کے ہاتھ سے پر فیوم لے کراس نے بڑے قرینے اور سلیقے کے ساتھ پیک کیا۔ شیراز نے اسے قدرے بے ڈھنگے انداز میں پیک کیا تھا۔ "میں تمہارے لیے بہت کچھ کروں گازین! بہت کچھتمتم میرے گھر میں ملکہ کی طرح رہوگی۔" شیرازنے یک دم اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔اے واقعی اس وقت زینی پر بے حدییار آرہا تھا۔ " گھر میں ملکہ بنا کر جا ہے ندر کھیں مگر دل میں کنیز بن کرضر وررہنے دیں۔ "زنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ضرور کنیز بنا کررکھتاا گرتم اتنی خوبصورت نہ ہوتیں۔''وہ اب اسے چھیٹرر ہاتھا۔''لیکن اب اتنی خوب صورت لڑکی کوکوئی کنیزتھوڑی بنا تا ہے۔'' "میں بہت اداس ہوجاؤں گی آپ کے بغیر۔"زین نے یک دم اداس ہوتے ہوئے کہا۔اسے یاد آ گیاتھا کہوہ اسکے دن اکیڈی جار ہاتھا۔ "اداس ہونے والی کیابات ہے۔ میں دو ہفتے میں ایک بارتو آئی جایا کروں گا۔"شیرازنے اسے سلی دی۔ '' دوہفتوں میں چودہ دن ہوتے ہیں۔'' زینی نے بےساختہ کہا۔

''چودہ سوتونہیں ہوتے نا۔''

''آپ چاہتے ہیں،چودہ سوہوتے؟''زین نے یک دم برامان کراپناہاتھاس کے ہاتھ سے تھینے لیا۔ '' نداق کرر ہاتھامیں ۔چھوٹی چھوٹی باتوں پر برامان جاتی ہوتم۔''شیراز نے بےساختہ کہا۔ ''بیچھوٹی بات ہے کیا؟''وہ مزید برامانتے ہوئے بولی۔

''احیھا۔۔۔۔احیھابہت بڑی بات ہے۔ہاتھ تو پکڑاؤ۔''

' دنہیں،بس ابگھر چلیں،شام ہور ہی ہے۔ میں نے ابو سے کہاتھا کہ میں شام ہونے سے پہلے واپس آ جاؤں گی۔'' وہ یک دم بینج سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اے اندھیرا پھیلنے کا حساس ہوا تھا۔

''شام کیارات بھی ہوجائے تو کیا ہے۔تم میرے ساتھ ہو۔''شیراز نے ایک گہراسانس لیتے ہوئے کہا۔اورخودبھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ابو بہت ناراض ہوں گے۔ پہلے ہی انہوں نے بہت مشکل سے اجازت دی ہے۔''زینی نے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھ ہے اکیڈی ملنے آ وگی؟''شیراز نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے یو چھا۔

''نہیں،ابوروزروزاس طرح اکیلےکہیں جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔'' زینی نے بےساختہ کہا۔

''میںخود پچاہے بات کرلوں گا۔''

'فضول باتیں مت کریں۔''

''تم نےخود ہی تو کہاتھا کہتم میرے بغیراداس ہوجاؤ گی۔ میں چیا کو یہی بتاؤں گا۔''

''آپ ابو سے بیکہیں گے؟''زین نے صفحک کر بے یقینی ہے اس کو دیکھا۔

'' ہاں۔ یہی کہوں گاہتم چاہتی ہو، پچھاورکہوں تو وہ بھی بتادو۔''شیراز نے بےحد شجیدگی اوراطمینان سے زینی سے کہا۔''میں چاہتا ہوں اب ہم مہینے میں ایک دوبارای طرح کھانا کھانے کہیں جایا کریں۔پھراسی طرح کسی پارک میں۔ چپاا جازت نہیں دیں تو بھی ہم جایا کریں گے۔ میں کسی دن کالج

ہے تہیں لینے آسکتا ہوں۔" وہ ٹھٹک گئے۔دوقدم چل کرشیراز نے مڑ کردیکھا۔وہ وہیں کھڑی تھی بے حد ہکا بکاانداز میں۔شیراز نے بےاختیارا پی مسکراہٹ صنبط کی۔

'' کیا ہوازین؟ کیا پارک میں کچھ دیراور بیٹھنا جا ہتی ہو۔ میں تو پہلے ہی تم سے کہدر ہاتھا کداتن جلدگھر جانے کی کیا ضرورت ہے۔' اس

زینی کواحساس ہوا۔وہ اسے جان بوجھ کرتنگ کرر ہاتھا۔اس کی جیسے جان میں جان آئی تھی۔شیراز کا نداق اکثر اس کےسر کےاوپر سے گزرتاتھا۔

'' حالانکہ اس میں ڈرنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ آخراڑ کےلڑ کیاں Dating کرتے ہیں۔ بیاس پارک میں جواننے کیلز تمہیں نظر آ رہے ہیں۔تمہارا کیا خیال ہے کہوہ سب میاں ہوی ہیں؟"شیراز نے ادھرادھرنظر دوڑ اتے ہوئے اسے چند جوڑوں کی طرف متوجہ کیا۔

''ویسے مجھےاس طرح کی لڑ کیاں احچھی گئتی ہیں۔''اس نے مزید کہا۔ ''کس طرح کی؟''زین نے بےساختہ یو چھا۔

''میں تو ڈرگئ تھی۔''اس نے قدم بڑھاتے ہوئے بےساختہ کہا۔

'' ما ڈرن اسٹامکش لڑ کیاں۔''اس نے ستائشی انداز میں پارک میں چکتی پھرتی لڑ کیوں پرنظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اسطرح کے کپڑوں میں؟ کے ہوئے بالوں کے ساتھ ،اس طرح کے میک اپ میں؟" زینی کو جیسے یقین نہیں آیا۔

" ہال کیاغلط ہے اس سبیس _ بیوی الیم ہونی جا ہے کہ لوگ مڑ مڑ کردیکھیں ۔ ذراشادی ہوجانے دو پھر کرتے ہیں تمہارے ساتھ بھی کچھ۔'' شیرازنے بات کرتے کرتے یک دم اسے سرسے یا وُں تک دیکھتے ہوئے کہا۔وہ ایک لخطہ کے لیے گڑ بڑائی پھر ہنس پڑی۔اسے یادآ گیا

تھاشیراز کو نداق کرنے کی عادت تھی اوروہ پھراس کے نداق کو حقیقت سمجھر ہی تھی۔

سول سروسز اکیڈمی میں شیراز کا پہلا دن جیسے بادشاہ کا اپنے دربار میں پہلا دن تھا۔ پہلی چند پوزیشنز لینے والوں کے بارے میں ﷺ ہی نہیں فیکلٹی کے ہرممبرکوبھی دلچیسی تھی اور شیراز زندگی میں پہلی بارجیسے راجہ اندر بناہوا تھا۔ مگر صرف چند گھنٹوں میں ہی وہ راجہ اندرائے تخت سے معزول ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ پہلی یا نچوں بوزیشنز پر آنے والے کامنرز (Commoners)ایر کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔Ruling elite ان سب کے پورے کے پورے نہیں تو کم از کم آ دھا خاندان پہلے ہی بیوروکر لیی میں اہم عہدوں پر فائز تھا۔کسی کا باپ فیڈرل یا پرونشل سیکرٹری تھا تو ماں

تمشنر یکسی کا بھائی ایمبیسڈ رتھا تو بہن ٹریڈ قونصلر وہ سب ایک دوسرے کے خاندا نوں کواوپر سے بنچے تک جانے تھے۔کون کب کہاں پوسٹڈ تھا اور کہاں پوسٹ ہونے والاتھا۔ پہلی پانچے پوزیشنز لینے والوں میں وہ واحدتھا جواردومیڈیم سرکاری اسکول سے پڑھکرآ یا تھا۔ باقی چاروں ساری عمر انگلش میڈیم سے پڑھے تھے۔ان میں سے دو کی ابتدائی تعلیم ہیرون ملک ہوئی تھی اور وہ میڈیکل گریجویٹ تھے۔

دوسرے دو کی اسکولنگ پاکستان میں ہوئی تھی اور وہ اس کے بعد کی تعلیم باہر کی اعلیٰ ترین یو نیورسٹیز میں حاصل کرتے رہے تھے۔ وہ جاروں آپس میں جو باتیں کررہے تھے۔ وہ جیسے شیراز کے سرکے اوپر سے گزرتی رہی تھیں ۔اس کے پاس ان چاروں کو بتانے کے لیے جیسے پچھ تھا

ہی نہیں۔کوئی باپ، چیا، ماموں، بھائی،کوئی نہیں جس کے عہدے کے بارے میں بات کرکے وہ وہاں ان کواینے خاندانی ہونے کا ثبوت ویتا۔

وہ چاروں ایک دوسرے کوذاتی طور پر نہ جاننے کے باوجودایک دوسرے کے ساتھ اس طرح بے تکلفی سے بات کررہے تھے جیسے ہمیشہ ے ایک دوسرے کو جانتے رہے ہوں اور شیراز بالکل گنگ، دم سادھے ان کے نتیج بیٹھار ہاتھا۔اییانہیں تھا کہ اس کی کلاس ہے اس کامن میں کوئی نہیں تھا۔ نیچی پوزیشنز پر کچھاڑ کے لڑکیاں اس کی طرح لوئر اُڈل کلاس ہے آئے تھے اوراس کی طرح وہ بھی اپنے رکھ رکھاؤے ایر کلاس کا حصہ نہیں

لگ رہے تھے۔ مگرشیرازاٹھ کران کے پاس نہیں گیا۔وہ اس کلاس کو بہت چیچے ڈن کرآیا تھا۔اے اب اس کلاس ہے بچنا تھا۔ اکیڈی کے ہاسل میں پہلی رات شیراز نے جاگ کرگزاری۔وہ ایک ہی دن میں شدیدا حساس کمتری کا شکار ہو چکا تھا۔ پنہیں تھا کہا ہے

ان چاروں کا منرز کے انداز میں جن کے ساتھ وہ سارا دن رہاتھا اپنے یا اپنے خاندان کے لیے کسی نتم کی تو ہین یا ذلت محسوں ہوئی تھی۔اس کے برعکس وہ حیاروں اے بڑی اہمیت دیتے رہے تھے۔شایدان حیاروں نے ایک لمحہ کے لیے بھی پنہیں سوحیا ہوگا کہ وہ لوئر مُڈل کلاس سے وہاں آیا تھا اوراس کا خاندان بےحدغریب تھا۔ گریہ ساری ہاتیں شیراز کےاپنے ذہن میں تھیں۔اس کابس چلتا تو وہ اپنے خاندان ،اپنے محلےاوراپنی کلاس کی ہر شنا خت اپنے وجود سے ختم کر دیتا۔وہ ان جبیہا بن جاتا،وہ ساری زندگی خواب دیکھتار ہاتھااور جن کے جبیہا بننے کی خواہش کے لیے جدوجہدا سے

اس رات اکیڈمی کے اس کمرے میں بیٹھ کراس نے طے کیا تھا کہ وہ اپنی کلاس کی ہر چھاپ کواپینے اوپر سے رگڑ رگڑ کرمٹا دے گا۔اسے ایک ننھے بچے کی طرح ہرشے شروع ہے دیکھناتھی۔ایر کلاس کیا کھاتی تھی،کس طرح کھاتی تھی ،کیا پہنتی تھی۔کس طرح پہنتی تھی۔ایر کلاس کس طرح جیتی تھی۔کیاسوچتی تھی۔کیا کہتی تھی۔کیا زبان بولتی تھی۔کن ایشوز کے بارے میں بات کرتی تھی۔شیراز اکبرسول سروسز اکیڈمی میں پہلی رات کو ہی جیسےاینے وجود کی کلوننگ کرر ہاتھا۔

''شیرازے بات ہوئی؟''رمشہ نے اس سے پوچھا۔

'''نہیں، کیسے ہوگی؟''نینب نے قدرے مایوی سے کہا۔'' اکیڈی میں مصروف ہیں۔''

"اس ویک اینڈیرگھر آ رہاہے یانہیں؟"

'' پتائبیں شاید۔'' نینب نے اس انداز میں کہا۔ وہ کالج کے گراؤنڈ میں ایک فری پیریڈ میں مجرز ہی تھیں۔
شیراز کے پوزیشن لینے کے چند دنوں بعد ہی نینب اور رمشہ دوبارہ سے شیر وشکر ہوگئ تھیں۔ رمشہ کے علاوہ نینب کی اورکوئی دوست نہیں تھی
اور رمشہ نے زینب سے بہت زیادہ معذرت کی تھی۔ شاید زینب کچھ عرصہ اسی طرح موڈ آف رکھتی گرشیراز کی کامیابی کی وجہ سے وہ اتنی خوش تھی کہ اس
نے رمشہ کوفو رأمعاف کردیا تھا۔ البنۃ وہ اس کے بعد دوبارہ اس کے گھر نہیں گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی، وہاں فاران سے اس کا دوبارہ آمناسامنا ہو۔
پچھلے کچھ مہینوں سے ان کے تعلقات بھر پہلے جیسے ہی ہو چھے تھے۔ رمشہ پہلے ہی کی طرح وقا فو قا شیراز کے بارے میں اس سے پوچھتی
رہتی تھی۔ آج بھی وہ اسی طرح استفسار کر رہی تھی۔

''چلو،اس و یک اینڈ پرنہ ہی ،اگلے و یک اینڈ پر ہی ہی گرآ تو جائے گا۔تمہارے خطوں کا جواب دیا ہے؟''رمٹ کو یک دم یادآ یا۔ ''نہیں۔ابھی تک تو مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ گر جانے سے پہلے وہ کہہ کر گئے تھے کہ میں انہیں خطائھتی رہوں چاہے جواب ملے یا نہ ملے۔''اس نے سادگی ہے کہا۔

'' بیرکیابات ہوئی؟''رمثہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔اسے بیہ بات بہت بری گئی۔'' وہ جواب بھی نہ دے اورتم اسے خطاصتی رہو۔'' '' خط پر خط کیا،صرف تین خطاتو لکھے ہیں۔'' زینی نے جیسے شیراز کا دفاع کیا۔

'' وہ تمیں کہتا تو تم تمیں بھی لکھ دیتیں مجھے خط لکھنے پراعتراض نہیں ہے جواب ندآنے پراعتراض ہے۔''

''جمهیں پتاہےوہ کتنے''

رمشہ نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔'' پیۃ ہے مجھے کہ کتنا مصروف ہوگا وہ وہاں۔ مگر چار لائنیں لکھ دینے کے لیے گھنٹوں نہیں جا ہیں۔اس بارآ ئے تو بات کرنااس سےاوروہ جواب نہ دینو تم بھی خطالکھنا چھوڑ دینا۔''

رمثہ نے بے حد سنجیدگی سے کہا، زینب قائل نہیں ہوئی گراس نے رمثہ کے ساتھ بحث نہیں کی۔وہ اسے بینہیں بتاسکتی تھی کہا ہے اس کے جواب کا انتظار نہیں تھا۔اس کے لیےا تنا کافی تھا کہ شیراز کو یہ پہتہ چلتارہے کہ وہ اس کے لیے کیامحسوس کرر ہی ہے اس کی عدم موجودگی ہیں۔

☆☆☆

'' بیکون ہے؟'' جواد نے شیراز کے کمرے میں اس کی اسٹڈی ٹیبل پر پڑی زینی کی ایک فریمڈ تضویر ہاتھ میں لیتے ہوئے بے صدد کچپی سے پوچھا۔ وہ اس کےکامن کا بی ایک ساتھی تھااور پچھلے بچھ دنوں سے وہ اور شیر از زیادہ تر وقت ساتھ گزارتے رہے تھے۔

'' بیمیری منگیتر ہے۔''شیراز نے یک دم بڑے جوش کے عالم میں زین کا تعارف کروایا۔ کم ان کم اس کے پاس ایک الیم چیز تھی جواس کے لیے فخر کا باعث تھی۔ایک غیر معمولی طور پر حسین منگیتر۔

''اوہ! آئی سی۔'' جواد نے اس کے جواب پر بے حدغور سے اس تصویر کو دیکھا۔'' ویری پریٹی۔'' اس نے ستاکش انداز میں کہا۔'' کیا کرتے ہیں تمہارے سسر؟''اس نے اس روانی ہے اگلاسوال کیا۔ '' انکم ٹیکس میں کلرک ہیں۔' اس وقت تک شیراز کا خیال تھا۔اس کے اپنے باپ کی نسبت ضیا پچپا کی جاب قابل عزت تھی۔ '' کلرک؟'' جواد نے بے ساختہ بے حد حیرانی سے کہا۔'' او ہ۔'' پھرائ انداز میں فوٹو فریم قدرے لا پروائی کے عالم میں اسٹڈی ٹیبل پرر کھ دیا۔ یوں جیسے یک دم اس چبرے کی خوب صورتی میں اس کی دلچپی ختم ہوگئ تھی۔شیراز نے اس کے ہرانداز کو لاشعوری طور پرمحسوس کیا تھا۔اس کی واحد قابل فخر ملکیت بھی ایر کلاس کے سامنے کھڑے اس فر دکومرعوب کرنے میں ناکام رہی تھی۔

"اچھا پھرکب تک باہرآ رہے ہو؟" جواد نے اس سانس میں اگلاسوال کیا۔

''کہاں جارہے ہوتم ؟''

'' کھانا کھانے ،سیما کی برتھ ڈے ہے۔ وہی لے کر جارہی ہے۔خا قان اور نوشین بھی جارہے ہیں۔ میں نے سوچا ہمہیں بھی ساتھ لے لوں۔''سیما جواد کی منگیتر تھی اور اسی کامن میں سول سروسزا کیڈمی میں تھی۔

''نہیں، مجھے کچھ نوٹس تیار کرنے ہیں۔تم لوگ جاؤ۔'' شیراز نے یک دم جیسے ایک بہانہ کیا۔سیما کی برتھوڈے پر جانے کا مطلب ایک عدد تحفہ اورایک اضافی خرجیا تھا۔

رایک اضافی خرجاتھا۔ ''بند کریہ پڑھائیاں پڑھاکو....۔اکیڈمی تو پہنچ گیاہے پوزیشن لےکر۔اب اور کیا کرناہے تونے''جوادنے بڑی بے تکلفی سےاسے

جھڑکا۔

‹‹نېيس، واقعي ميس پر^د هناچا ښتا هون اور......''

 اس رات پی سے ریسٹورنٹ میں بیٹھے شیراز صرف سیمااورنوشین کا بی نہیں اس ریسٹورنٹ میں بیٹھی دوسری لڑکیوں کا بھی جائزہ لیتار ہا۔ بلا شبہ وہاں موجود کو ٹی لڑکی بھی خوب صورتی میں زین کے مقابل کھڑی نہیں کی جاسکتی تھی۔اس کے باوجود وہاں موجود ہرلڑکی شیراز کوزین سے زیادہ اٹریکٹونگ رہی تھی۔

بے صد جدید تراش خراش کے ملبوسات میں ملبوس، تراشیدہ بالوں اور میک اپ کے بے صدخوداعتادی سے انگلش میں بات کرتی وہ لڑکیاں
سی بھی مردکوا پنے طرف متوجہ کراور متوجہ رکھ سکتی تھیں اور زینب ضیا کیاتھی، اس کی طرح ایک سرکاری اسکول سے تعلیم یافتہ گر بجویٹ جے لباس پہننے
کا ڈھنگ اور قرینہ آتا تھا نہ انگریزی میں اس طرح دنیا کے ہرایشو پر بات کرنے کا سلقہ جے وہ اگرا لیے کسی ہوٹل میں لے آتا تو وہ حواس باختہ ہو
جاتی ۔ وہ اپنی چا در سنجالتی پھرتی یا ادھرادھر ٹھوکریں کھاتی مردوں کی نظروں اور موجودگ سے اپنا جسم چرائے بیٹھی رہتی جو اس ڈاکمنگ ٹیمل پر موجود
کسی کا نئے اور چی کوشیح طریقہ سے پکڑ بھی نہیں سکتی تھی ۔

وہاں بیٹے اس کے ساتھی اگر کیس مارتے ، تیقیہ لگاتے ہوئے اس وقت اور موقع کو انجوائے کررہے تھے تو شیراز اندر ہی اندرسلگتے ہوئے اس وقت صرف اور صرف زینب ضیاءاور اس کی شخصیت کا پوسٹ مارٹم کرنے ہیں مصروف تھا۔ ہرا ندازہ ، ہرتجزبیا اس کی فرسٹریشن ہیں اضافہ کر رہا تھا زینب ضیا کی ذات پر چھلے چارسال سے کیے جانے والافخر اور غرور یک دم تاش کے چوں کی طرح دھڑام سے بینچ آن گرا تھا۔ زینب ضیاوہ لڑکی نہیں متحی جسے اس کی شریک حیات ہونا چاہیے تھا۔ اکیڈی کے تبیسرے ہفتے ہی شیراز اکبرکواس بات کا احساس ہوگیا تھا۔

☆☆☆

" آ وَيار ارك كيول كئے ۔اندر آ وُ؟"

جواد نے مڑکرشیراز سے کہا۔جوسعیدنواز کے گھر کے پورچ میں کھڑی مختلف ہا ڈلز کی گاڑیوں کود مکھے کر بے حدمرعوب نظرآ رہاتھا۔جواد کے ٹو کئے پروہ اس کے پیچھے گھر کے اندر داخل ہوا۔

''صاحب ناشتے پرآپ لوگوں کا انتظار کررہے ہیں۔''آگے چلتے ملازم نے جواد کو جیسے اطلاع دی مگر جواد سے زیادہ بیاطلاع شیراز کے لیے تھی۔ کیونکہ وہ جواد کے چپا کا گھر تھااوروہ وہاں اکثر آتا جاتار ہتا تھا۔ گرآج پہلی بارو بیک اینڈ پر جواد اصرار کر کے شیراز کواپنے ساتھ وہاں لے کر آیا تھا۔ سسی انگھ ٹیکس کمشنر کے گھر پر بیشیراز کا پہلا وزئے تھا اوروہ مرعوب ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے خاکف بھی تھا کیونکہ کل کواسے اس ڈپارٹمنٹ میں بی آگے آتا تھا۔ اس کے برعکس جواد ڈسٹر کٹ مینجمنٹ گروپ میں تھا۔

وہ دونوں اب ڈائنگ روم میں داخل ہورہے تھے۔ناشتے کی ٹیبل گی ہوئی تھی مگر وہاں صاحب کا کہیں دور دورتک نام ونشان نہیں تھا۔ ''آپ لوگ بیٹھیں میں صاحب کواطلاع کرتا ہوں۔' ملازم نے ان سے کہااور کمرے سے نکل گیا۔ شیراز کی نظر ٹیبل پرر کھے ناشتے کے ان لواز مات پڑتھی جنہیں وہ زندگی میں پہلی بارد کمچے رہا تھا۔ان میں سے ستر فی صد کے نام کے تلفظ، کی ادائیگی بھی وہ ٹھیک طرح سے نہیں کرسکتا تھا۔ استعال تو خیر دورکی بات تھی۔اسے اپنے ماتھے کے ساتھ ساتھ اپنی ہتھیلیوں پر بھی پسیند آتا محسوس ہوا تھا۔ " بیٹے جاؤیار!انکل آتے ہی ہوں گے۔"جواد نے پہلے کی طرح ایک ہار پھراس سے کہااورخودڈ اکٹنگٹیبل کی ایک کری تھینے کر بیٹے گیا۔اس سے پہلے کہ شیراز بھی اس کی پیروی کرتا قدموں کی آ ہٹاس کے عقب میں سنائی دی تھی اورایک ملازم کے ساتھ سعیدنواز کرے میں داخل ہوئے۔ " ہیلوائکل!" جواد نے ان کے آتے ہی کہااوراٹھ کر سعیدنواز سے ہاتھ ملایا۔شیراز پچھاورنروس ہوگیا۔سعیدنواز اور جواد کے درمیان چند رسی جملوں کا تبادلہ ہواتھا۔سعیدنواز شیراز کی طرف متوجہ ہوئے۔

"انكل! ميمرادوست بشرازا كبر-"

جواد نے اس کا تعارف کرایا۔شیراز نے بےاختیار آ گے بڑھ کرسعیدنواز سے ہاتھ ملایا۔سعیدنواز نے بھی اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے اتنی ہی گرم جوثی سے اس سے ہاتھ ملایا تھا۔

''آئیں،ناشترتے ہیں۔'سعیدنواز کہتے ہوئے اسے لے کرخود بھی ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ چند ہی کھوں میں ملازم نے انہیں سرو کرناشروع کر دیا تھا۔سعیدنواز اب شیراز سے اس کی پوزیشن اور ڈپارٹمنٹ کے بارے میں پوچھر ہے تھے۔اورشیراز بے حدنروی انداز میں انہیں جواب دے رہا تھا۔ایک اکم ٹیکس کمشنر کے گھر پراس کی ٹیبل پراس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا شیراز کے لیے اس سے پہلے صرف ایک خواب ہی تھا۔ اے تو تع نہیں تھی کے سعیدنواز اے اتنی اہمیت دیں گے۔

'' مجھےسلیف میڈلوگ بہت اچھے لگتے ہیں کیونکہ وہ بہت آ گے تک جاسکتے ہیں۔'' سعیدنواز نے اس کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں جاننے کے بعد بے حدستائشی انداز میں کہاتھا۔

'' هینا جاگ رہی ہوتی تو میں تنہیں اس سے بھی ملوا تا۔وہ بہت انجوائے کرتی تمہاری کمپنی کو'' سعیدنواز نے جس کا نام لیا تھا،شیراز اس کے بارے میں پوچھنے کی جراُت نہیں کرسکا کہوہ کون ہے۔ بیمشکل جواد نے ہی آ سان کی۔

"شیناسعیدانکل کی بیٹی ہےوری میلندا"

جواد نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی تعریف کی۔شیراز صرف ایک ہلکی سی سکراہٹ دے کرخاموش بیٹھار ہا۔اسے سعیدنواز کی ٹیلنلڈ بیٹی میں کیادلچپی ہوسکتی تھی۔

''شیرازکونیکسٹ و یک اینڈ پرمیرے فارم ہاؤس پرہونے والی پارٹی میں انوائیٹ کیاتم نے؟''سعیدنوازان دونوں کوچھوڑنے ہاہر پورچ تک آئے تتھاورو ہیں الوداعیہ کلمات کہتے کہتے انہیں جیسے یک دم یاد آیااورانہوں نے جواد سے چونک کر پوچھا۔

‹‹نہیں _ مجھے یا نہیں رہا۔'' جواد بھی چونکا تھا۔

'' نوبس میں انوائیٹ کررہاہوں۔میں اکثر ایسی پارٹیز دیتار ہتاہوں تہہیں بہت مزہ آئے گاوہاں آ کر۔'' سعیدنو از نے انتہائی در ہے کی بے نکلفی کا مظاہرہ کیا۔شیر از کے لیے میمکن ہی نہیں تھا کہ وہ ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا۔

'' تمہارےانکل بہتا چھے ہیں۔'' وہاں سے واپسی پرشیراز نے راستہ میں جواد سے کہا۔ وہ گاڑی ڈرائیوکرر ہاتھا۔

'' ہاں خیرا چھے تو وہ ہیں ہی۔1 wish تم شینا سے ل پاتے۔انکل واقعی ٹھیک کہدرہے تھے۔تم دونوں ایک دوسرے کی تمپنی کو بہت انجوائے کرتے۔''

جواد نے ایک بار پھر شینا کا ذکر کیا۔وہ اس کا کزن نہ ہوتا تو شیرازیقیناً اس باراس سے شینا کے بارے میں کھل کر پوچھتا کیکن شیراز اس بار بھی دانستہ جیپ ہور ہا۔

☆☆☆

'' كھاؤبيڻا! كھانا كھاؤ...... ہاتھ كيوں كھينج ليا؟''

سنیم نے بے حد پریشان ہوکراس ہے کہا۔شیراز ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی پورے ایک مہینے کے بعداس و یک اینڈ پرگھر آیا تھا۔اورا پنے محلے میں داخل ہوتے ہی اس کا دل وہاں سے غائب ہوجانے کو چاہا تھا، یہی حالت اس کی اپنے گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے ہوئی تھی۔اکیڈمی کی شاندار عمارت میں ایک ماہ رہنے کے بعدا سے وہ گھر یک دم ایک ڈربہ لگنے لگا تھا۔اس کا دل چاہا تھا، وہ اس وقت وہاں سے بھاگ جائے۔

''نہیںبس اتن ہی بھوکتھی مجھے۔''شیرازنے کہا۔وہ خاص طور پراس کے لیے بنایا ہوا کھانا بھی اس کے حلق سے پیچئیں اتر رہاتھا۔ ''بھائی! کہاب تولیس نا، یہ میں نے صرف آ پ کے لیے بنائے ہیں۔''

نزجت نے جیسے قربان ہونے والے انداز میں کہا۔

وہ بیرنہ بھی کہتی تب بھی شیراز جانتا تھا کہ کہاب صرف خاص حالت میں ہی گھر کے مینوکا حصہ بنتے تھے۔عام حالات میں کھانے پر کہا بوں کے بارے میں سوچنے کا مطلب مہینے کے پورے بجٹ کوخراب کرنے کے مترادف تھا۔

''جاوُشانہ! بھائی کے لیے پھل کاٹ کر لاؤ۔''سیم نے دوسری بیٹی سے کہا۔ جونورا کمرے سے باہر چلی گئی۔ پورا گھر جیسے شیراز کو کھانا کھلانے کے لئے اس کےاردگر دبیٹھا تھااور شیراز کو بے صدالبحصن ہور ہی تھی۔ بینیس تھا کہا کیڈمی نے ماں باپ یا بہنوں سے اس کی محبت میں کمی کر دی تھی۔ان سے اس کی محبت ویسے ہی تھی گران کے وہ طور طریقے جن پرکل تک وہ غور تک نہیں کرتا تھا آج اسے بری طرح چینے لگے تھے۔

د دنہیں بس ٹھیک ہے۔''اس نے ٹیبل پیچھے کر دی۔

'' بھائی کے لیے جائے بنالاؤ۔''نسیم نے برتن اٹھاتی نز ہت سے کہا۔

' دنہیں۔ جب مجھے جائے کی ضرورت ہو گی تو میں خود کہددوں گا۔''شیراز نے منع کیا۔

"اب زینب کے گھرہے ہوآ وروز پوچھنے آتی ہے تمہارا۔"

نئیم نے اس سے کہا۔ شیراز کاموڈ سچھاورآ ف ہوگیا۔اب وہ اس وقت زینب سے ملنے کا خواہش مندنہیں تھا۔

''صبح جاتے ہوئے ل لوں گا۔''شیرازنے کہا۔

''، گر۔'' وہ جھنجلا یا۔اس سے پہلے کشیم اصرار کرتی ،اکبرنے مداخلت کی۔

''تم کیوں مجبور کررہی ہواہے۔ چلا جائے گا ان کے گھر جب اس کا دل چاہے گا۔ ابھی تو تھکا ہوا ہوگا، آرام کرنا چاہتا ہوگا۔سونے دو اے۔''اکبر کہتے ہوئے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

''کیسی ہوزینی؟''شیرازنے بیک پیک کرتے ہوئے مسکرا کرزین ہے کہا۔وہ ابھی پچھ دیریہلے بی کمرے میں داخل ہوئی تھی اورشیراز کو د کیھتے ہی اس کا چہرہ اور آئکھیں حیکنے لگی تھیں۔اس کے سامنے ہوتے ہوئے اس سے بے رخی یا بے اعتنائی برتناد نیا کامشکل ترین کام تھا۔شیراز نے اسے د مکھتے ہوئے دل میں اعتراف کیا اور شایدوہ پچھلے کچھ ہفتوں سے اس کے خلاف آنے والے خیالات کی وجہ سے اس سے پچھنادم بھی ہوا۔

'' آپ کب آئے؟ مجھے پتاہی نہیں چلا۔''وہ بے صدیر جوش انداز میں کہ _دہی تھی۔ "مين كل شام كوآيا تها،اب جار باهول<mark>"</mark>

''کلشام کو؟ مجھے پتاہوتا تو میں ای و<mark>مت ملئے آتی۔''</mark>

" الله الله الله على المحد مصروف موسكيا تفاور نه مين بهي علية تا- "

شیراز نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہاتھا کہوہ زینی ہے کیابا تیں کرے، چند ہفتوں میں اس کے بدلتے خیالات نے اس کے اورزینی کے پیجا ایک بجیب ہو دیوار کھڑی کردی تھی جے شیراز محسوس کررہا تھا مگرزی نہیں۔

'' ابھی چلے جائیں گے کیا؟''زینی نے قدرے جیرانی ہےاس کے بیگ کود کیھتے ہوئے کہا۔

'' ہاںا کیڈمی میں بہت سے کام کرنے ہیں۔ میں بہت ساری چیزیں ادھوری چھوڑ کرآیا تھا۔'' شیراز نے اسی انداز میں کہا۔''مجھ سے ملے بغیر جارہے تھے؟''زینی نے شکوہ کیا۔

'' نہیں ہم سے ل کر ہی جاتا، میں ابھی آنے ہی والاتھاتمہاری طرف۔''شیرازنے جان بوجھ کرجھوٹ بولا۔زینی کے چہرے پراطمینان

شیراز کی سمجھ میں نہیں آ رہاتھا کہ وہ اس سے کیابات کرے۔وہ جس طرح کی باتیں زین کے ساتھ کرکے خوش ہوتا تھاوہ باتیں اکیڈمی کے چند ہفتوں کے بعدا سے بےصد بے کاراور بچکانہ لگنے گئی تھیں۔آخرز بنی ہے چند گھنٹوں کی روما ننگ گفتگو کےعلاوہ وہ اور کیا ڈسکس کرسکتا تھا۔ملک کی اکانومی کرنٹ پوٹٹیکل چویشن، فارن پاکیسی کو درپیش گلوبل چیلنجز ، انتظامی اصلاحات.....؟ آخر کیا ڈسکس کرسکتا تھا۔ وہ ہوم اکنامکس اور اسلامیات اختیاری کے ساتھ گریجویشن کرنے والی اس سادہ اور گھریلولڑ کی ہے جس کے عشق میں وہ پچھلے حیاریا پنچ سال ہے بری طرح گرفتار تھا۔ وہ ایک بار پھرا سے جانچنے پر کھنے کے ممل ہے گز رر ہاتھااوراس سے پچھ فاصلے پر کری پر بیٹھی زینی کو بیا حساس ہی نہیں ہویا یا تھا کہوہ اس کی اسکریننگ کرر ہاتھا جیسے کوئی مشین کسی ممکنہ خطرے سے بیچنے کے لیے کرتی ہے۔

"آپ کی اکیڈمی کیسی جارہی ہے؟"

ایک بار پھرخاموشی۔

''آپ کومیرے خط ملے؟''

''ہاں!''شیرازنے قدرے چونک کرکہا۔

"اورآب نے مجھے جواب بھی نہیں دیا۔"

'' میں بہت مصروف ہوتا ہوں زین!''ا<mark>س کا جواب زینی کے لیے غیرمتو قع نہیں تھا۔</mark>

'' میں جانتی ہوں۔ کیابہت پڑھناپڑ تاہے؟''زینی نے بے حدسادہ لہج میں کہا۔

" ہاں بہت زیادہ۔''ایک بار پھرمخت**فر جواب_**

زین کوپہلی بارشیراز کا انداز قدرے غیرمعمولی لگااس کے انداز میں وہ بے تکلفی نہیں تھی۔جوپہلے ہوا کرتی تھی۔'' شایداس لیے ہے کیونکہ

وہ بہت مصروف رہنے لگا ہے۔''زینی نے خود کوسلی دی۔

" بچااورخاله کیسے ہیں؟ "شیراز کوبہت دیر بعد خیال آیا۔

'' وہٹھیک ہیں۔آپان سے ل کرجائیں گے نا؟ابوگھریرہی ہیں۔''زینی نے بےساختہ کہا۔

"اب کی بارتونہیں مگراگلی بار ملنے آؤں گا۔"شیراز نے بیک کی زیب بند کرتے ہوئے کہا۔

''اگلی بارکبآئیں گے؟''

''بيڌو پيةنبيل_د يڪھو، کبآ تا ہول_''

''میں نے آپ کے لیے پچھٹرٹس بنائی ہیں۔ابھی لے کر.....' زین کو یک دم یاد آیا اور وہ بےاختیاراٹھ کر کھڑی ہوگئی گراس سے پہلے سے جات جات ہے۔

کہ وہ کمرے ہے تکلتی ،شیراز نے اسے روکا۔

'' ''نبیس زین! رہنے دو۔۔۔۔۔ابتم ان چیز وں پراپناوفت ضائع مت کیا کرو۔ا کیڈی میں بہت اچھی ٹیلرڈ شرٹس پہنی جاتی ہیں۔وہاں میں میں کے دائیں

اس طرح کی شرٹس پہنوں گا تولوگ نداق اڑا کیں گے۔'شیرازنے بے حدصاف گوئی سے کہا۔

زین مشک گئے۔ 'آپ یو نیورٹ میں بھی تو میری شرٹس پہنتے تھے۔ کیاو ہاں بھی کی نے ان کا نداق اڑا یا؟''

یو نیورٹی کی بات اورتھی۔ بیسول سروسزا کیڈمی ہے یہاں''جومرضی نہیں پہنا جاتا۔''شیراز نے بےحدلا پروائی سے کہا۔

زینی کواگراس کی بات سے رنج ہوا بھی تھا تواس نے طا ہز ہیں کیا۔

ہوسکتا ہے وہ ٹھیک ہی کہدر ہاہو۔ آخر وہاں سارے افسر ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے وہاں واقعی بہت اچھالباس پہنا جاتا ہو۔

اس نے دل ہی دل میں خود کوایک بار پھرتسلی دی۔لیکن اس کا دل منہیں مان رہاتھا کہاس کے ہاتھ سے سلا جانے والا کپڑاایک دم اتناغیر

معیاری ہو گیا تھا کہ پہنا نہ جا سکے۔

www.urdunovelspdf.com

واپس گھر جا کراس نے وہ ساری شرٹس نکال کرانہیں بغور دیکھا تھا۔اس کی سلائی اب بھی اتنی ہی بہترین تھی۔ان شرٹس کو دیکھے کر کوئی میہ

انداز ہنیں لگاسکتا تھا کہ وہ ایک زنانہ ہاتھ سے سلائی شدہ تھیں ۔۔۔۔۔ شیراز نے ہمیشہ اس کے ہاتھ سے سلی ہوئی شرش کو بڑے پنج اتھا پھراب کیا ہوگیا تھا۔ زینب ضیا تب بھی یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھی کہ تبدیلی شیراز کے لباس کے انتخاب میں نہیں آئی تھی اس کی سوچ کے انداز میں آگئ تھی۔ فرق اس کی سلائی میں نہیں آیا تھا شیراز کے اندرآ گیا تھا۔

فرق اس کی سلائی میں ہمیں آیا تھا شیراز کے اندرآ سمیا تھا۔ اگلے کئی دن وہ مستر دشدہ ان شرنس کے بارے میں سوچ کر پریشان ہوتی رہی۔زندگی میں پہلی بارنہ بن سفیا کے ہاتھ کی سلی ہوئی کوئی چیز پہننے سے کسی نے اٹکار کیا تھا۔کسی نے پہلی باراس کی کسی شے میں خامی جتائی تھی۔زینب ضیا کیوں پریشان نہ ہوتی۔

¢☆☆

سعیدنواز کے گھرپر بیشیرازی پہلی اور آخری آمدنییں تھی۔ سعیدنواز کے ہاں اس کا کافی آنا جاناشروع ہوگیا تھا۔ سعیدنواز اسے اپنے ہاں
ہونے والی ہردعوت میں انوائیٹ کرتے تھے اور ہردعوت میں اسے خاص اہمیت دیتے ہوئے سب لوگوں سے متعارف کرواتے تھے۔ بیا یک اتفاق
ہی تھا کہ ان تمام مواقع پرایک بارجھی هینا ہے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ ہر بارکہیں اور مصروف ہوتی مگر صرف سعیدنواز ہی نہیں اس کی فیملی کے
دوسرے افراد بھی هینا کا اکثر ذکر کرتے نظر آتے۔ وہ سعیدنواز کی اکلوتی بیٹی تھی۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کا ذکر نہ ہوتا۔ روز بہروز شیراز کی هینا

میں دلچیں اور تجسس بڑھنے لگا تھا۔ میں دلچیں اور تجسس بڑھنے لگا تھا۔ اور پھر بالآخریہ تجسس ختم ہوہی گیا۔سعید نواز نے تقریباً ڈیڑھ دو ماہ کے میل جول کے بعد اس دن اپنے گھریر پہلی بار ھینا ہے اس کی

ملا قات کروائی اورشیراز پہلی ہی نظر میں شینا پردل و جان ہے فریفتہ ہو گیا۔ جینز اور بے حدمخضر ٹاپ میں ملبوس وہ جس وقت لا وُ نج میں داخل ہوئی اس وقت وہ سعید نواز کے ساتھ بیٹھا جائے پی رہاتھا۔ شینا کود مکھے کر

وہ ہےاختیاراٹھ کھڑا ہوا۔سعیدنواز نے دونوں کا تعارف کروایا۔شینا نے اسےاو پر سے بنچ تک بے حد سنجید گی سے دیکھا پھر ہلکی م سمرا ہٹ کے ساتھ اس نے شیراز کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ایک لمحہ کے لیے شیراز کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔اس نے اس سے پہلے بھی زندگی میں کسی لڑک سے مصافحہ نہیں کیا تھا۔اور وہ بھی اس کے باپ کے سامنے مگر سعیدنواز بے حد نارمل انداز میں مسکرتے ہوئے دونوں کو دیکھتے

رہے۔شیراز نے قدرے جھجک کر ہاتھ بڑھایا جے شینا نے بے حدسر سری انداز میں تھام کر چھوڑ دیا۔

''تم دونوں بیٹھو، با تیں کرو۔ میں ایک فون کال کر کے آتا ہوں۔''سعیدنوازان دونوں کووہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ ھینا بڑے اعتاد کے ساتھ اس کے سامنے دوسری کری پر بیٹھ گئی۔ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پررکھتے ہوئے اس نے شیراز کوایک بار پھر

میں برے ، مارسے ماط من سے مائے روسری کو پر بیطان کے بیٹ مائٹ کا دوسری مائٹ پر دسے ،ویے ، ویے ، مائٹ میرار دو بیٹ ہار ہار بے حدد کچپی سے دیکھا جو شینا کی موجود گل سے میک دم ہی بے حد کانشس ہو گیا تھا۔ شینا نے اس کی گھبرا ہٹ کومحسوس کر لیا اور وہ جیسے اس سے بے حد محظوظ ہوئی تھی۔ایئے تر اشیدہ بالوں کوگر دن کے جھکے سے پیچھے کرتے ہوئے اس نے سامنے پڑی ٹرالی میں سے ایک پسکٹ اٹھایا اور بڑی نزاکت کے ساتھ اس کو کترنے گئی۔شیرازنے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے بے حدمحتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

"آپکياکرتي ٻيي؟"

" پروفیشنلی ؟" و پسکٹ کھاتے کھاتے اس کے سوال پررکی۔

"Nothing. I don't need to." (کچھ ہیں۔ مجھے کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں) مکڑا توڑ جواب آیا۔شیراز کھیانے انداز

'' وہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ کوضر ور<mark>ت نہیں ہے۔''</mark>

"اورآپ کی ہابیز کیا ہیں؟"اس نے کچھ دیر کے بعدا گلاسوال کیااور پہلے سے زیادہ پچھتایا۔

"I flirt." شینا نے بے حداظمینان کے ساتھ بسکٹ منہ میں ڈالا پھرٹرالی پرایک اورنظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔شیراز کو بے اختیار

جائے پیتے ہوئے اچھولگا۔ هینا نے سراٹھا کراہے دیکھا۔

''حائے کچھذیادہ گرم تھی۔''شیرازنے جیسے وضاحت دی پھرخود ہی ہنسا۔

"آپ Sense of humou (حسمزاح) بهت احجاب-"اسے لگاشینانے اس کے ساتھ مذاق کیا تھا۔

اس کی ہنسی سے هینا کی شجید گی میں کوئی فرق نہیں آیا۔'' آپ دنیا کے پہلے آ دمی ہیں جے میراسینس آف ہیومر(حس مزاح) نظر آیا ہے

اورغلط بات میں نظر آیا ہے۔ میں سیریس ہول مجھے مردوں سے فلرث کرنے میں مزا آتا ہے۔اس سے زیادہ مزے کی ہانی کیا ہوسکتی ہے۔'' شیرازاس باربمشکل ہنسا۔ پھراہےاحساس ہوا وہ اپنے محلے کی کسی لڑ کی سے بات نہیں کرر ہاتھا۔ بورژ وا کلاس کی نمائندگی کرتی ایک لڑ کی

ہے بات کرر ہاتھا۔ جومنہ میں سونے کا چچے لے کرپیدا ہو کی تھی۔

"اور کیا ہابیز ہیں آپ کی؟"

"Shopping, Changing out with friends."

"So tell me about yourself, your life, your hobbies.

(این بارے میں کچھ بتائے)

اس کے جواب پر شینا نے اسے بے حدغور سے دیکھا پھر یو چھا۔

''آ میں، میں،' شیراز نے اس کے سوال پر لفظوں کا انتخاب کرتے ہوئے اٹکا۔''میں ہی ایس ایس کے امتخان میں دوسری

' پوزیشن لینے کے بعداس وقت سول سروسزا کیڈمی میں ٹریننگ لے رہا ہوں۔ میراڈ پارٹمنٹ'' '

شیراز نے کسی رٹوطو طے کی طرح چند جملے دہرانے شروع کیے اوراس سے پہلے کہ وہ پورامضمون سنا تا ، هینا نے ٹوک دیا۔

"You know what----

I am sick and tired of hearing about this bloody academy.

بے حدسر داور کا اے دارا نداز میں کہے گئے اس کے جملے نے شیراز کی رنگت فق کر دی تھی۔

"It stinks----"

اس شہر میں اتنے آ وارہ کتے نہیں ہوں گے جتنے ہمارے خاندان میں بیوروکریٹس ہیں۔ بچپن سے اب تک بہت س لیا ہے اس اکیڈمی کے بارے میں ،اس لیے آپ اپنے بارے میں اپنی لائف اور ہا بیز کے بارے میں بات کریں۔''

اس نے اس بار بے حدکلیئر کٹ انداز میں کہا تھا۔اور جیسے شیراز کے کندھوں کے بنچے سے بیسا کھیاں نکال دی تھیں۔وہ اس وقت بے یار ومد د گارانداز میں بیٹھاسوچ رہا تھا۔ کہاس کی کیا ہا بیڑھیں اور جو پچھو وہ زندگی کے مختلف اوقات میں کرتار ہا تھایا کرسکتا تھا۔

پٹنگ بازی کرنا، کنچے کھیلنا،گلی ڈنڈا سے لطف اندوز ہونا۔ برسات کے پانی سے مینڈک پکڑنا اور ان کے بیروں میں دھا کہ باندھ کران کی ریس کروانا، محلے کی بیری سے پھر مار مارکر بیرتو ڈکر کھانا اور بڑے ہوکر صرف ٹیوش پڑھانا تا کہوہ باپ کے ساتھ گھر کا بوجھا ٹھاسکے یا پھروہ سیدھا سیدھا

اس سے بیر کہددے کہ وہ جس کلاس سے تعلق رکھتا تھا وہاں ہا بیز نہیں ہو تیں ،صرف ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

''میں میوزک سنتا ہوں اور کتابیں پڑھتا ہوں۔''اس نے بالآ خرا یک طویل سوچ بچار کے بعدد وعدد بے حدمہذب ،مفیداور بےضرر ہابیز ڈھونڈ کر پیش کیں۔جن کا ثبوت وہ دے سکتا تھا۔

" كياسنتے بين؟ بارڈ ،راك ،ميثل ، جاز؟"

''هینانے ایک ہی لیمے میں اس کی پہلی ہانی کا تیا یانچہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ ہونق نظروں سے اسے دیکھیار ہا۔

''میں کتابیں زیادہ پڑھتا ہوں۔''شیراز نےحواس باختہ ہوکرخودکواورصورت حال کوسنجالنے کی کوشش کی۔

"كياير صع بي؟" شينا كالبجداس بار بهدردان تها_

''لٹریچر۔''شیراز نے محفوظ ترین آپشن کا انتحاب کیا۔

کے کسی ادیب کوجانتا ہی نہیں تھا۔

"اوه پھرتونیوزی لینڈ کے شارٹ اسٹوری رائٹرزکوآپ نے ضرور پڑھا ہوگا۔"

ھینانے پہلی باراس کے کسی جواب میں دلچیسی دکھائی اورشیراز کے جیسے چودہ طبق روثن ہو گئے۔ آخر نیوزی لینڈ کے شارٹ اسٹوری رائٹرزاتنی اہمیت کب سے اختیار کر گئے تھے کہ ان کے بارے میں بات کی جائے انگلش لٹریچر میں وہ برطانیہ اورامریکہ کے علاوہ کسی تیسرے ملک ۔

www.urdunovelspdf.com

۔ شینا کو بالآ خراس پرجیسے ترس آ گیا تھا۔''او کے، نائس میٹنگ یو۔'' وہ بڑے آ رام سے کہتے ہوئے آٹھی اور تیز قدموں سے کمرے سے باہر چلی گئی۔شیراز نے ٹیبل پر پڑے ٹشو کے ڈ بے سے ٹشو نکال کراپنے ماتھے کا پسینہ خٹک کیا۔

وہ زندگی میں صرف ماں بہنوں اور زین ہی ہے واقف تھا جوسب اس کے قدموں میں بچھتی اور اس پر قربان ہوتی رہتی تھیں۔جن میں ہے کوئی اس کی مرضی کے خلاف اس سے بچھے یو چھنبیں سکتا تھا۔کسی عورت کے ہاتھوں ذلیل ہونے کا بیاس کی زندگی کا پہلاا تھاق تھا۔

مگر شینا اس خفت آمیز ملاقات کے باوجودا سے بے حداجھی گگی تھی۔وہ ولیم ہی عورت تھی جیسی عورت وہ اپنی لائف پارٹنر کے طور پر چاہتا تھا۔ ماڈرن ،اسٹامکش ،اعلی تعلیم یافتہ ،خودمختار ،خوداعتما داوردولت مند۔

> اس رات وہ هینا اور صرف هینا کے بارے میں سوچتار ہاتھا۔ نہ نہ نہ

"شراز بھائی ہے کوئی رابطنہیں ہور ہاآج کل تمہارا؟"اس دن ربیعہ نے زینب سے بوچھا۔

" نہیں، رابط کس طرح ہوگا؟ ہوتا تو میں تہیں بتاتی ۔ ' زینی نے قدرے اداسی سے کہا۔

''شیراز بھائی تواکیڈی نہیں گئے، یوں لگتاہے جیسے ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔''

ربید نے نداق میں کہا۔ زین نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ چپ چاپ دو پٹے پرکڑھائی کرتی رہی۔

''اور بہت دن ہو گئے ہتم نے شیراز بھائی کے لیے کوئی نئ شرث بھی نہیں تی۔''ربیعہ کو یک دم پچھاور یاد آیا۔

''وه ابگریس ملی ہوئی شرمیں نہیں پہنتے۔'' زینی کوشیراز کی بات یاد آئی۔

"كيول؟" ربيعه في قدر حراني ساي ويكها-

'' پیتنہیں۔شایدوہاں اکیڈمی میں کوئی بھی ایسے کپڑے نہیں پہنتا اس لیے۔'' زینی نے کہا۔

''عجیب بات ہے،اکیڈمی میں کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہوتی ہے کیا؟ یو نیورٹی میں تو بڑے شوق سے پہن کر جاتے تھے۔اب

ا کیڈمی میں کیا ہوگیا۔اب تو ہم سے ملنے بھی نہیں آتے ورنہ میں پوچھتی ان سے۔''ربیعہ نے بڑ بڑاتے ہوئے کہا۔

زین نے اس بار پھرکوئی جواب نہیں دیا۔وہ کڑھائی میں محقی ما کم از کم یہی ظاہر کررہی تھی۔

اس سے پہلے کہان دونوں میں اس موضوع پر کوئی اور بات ہوتی دروازے پر دستک دے کر محلے کی ایک عورت اندر داخل ہوئی۔

"السلام عليم خاله!" ربيعه اورزين نے انہيں ويھتے ہي كہااور حن كى جاريائى سے چيزيں سمينے لگيں۔

" وعليكم السلام جيتي رہو _ كہاں ہے تمہارى امال؟ "

"اندر کمرے میں ہیں، میں انہیں بلاتی ہوں۔" زینی نے اٹھتے ہوئے کہا خالہ جاریائی پر پڑا دو پٹداٹھا کر دیکھنے لگی جس پرزینی کڑھائی کر

رہی تھی۔

''بہت خوبصورت کڑھائی کی ہے۔۔۔۔۔ ماشاءاللہ۔اپی زین کے ہاتھ میں بہت نفاست ہے۔'' خالہ نے تعریف کی۔ ''جی خالہ! آپ بیٹھیں نا، کھڑی کیوں ہیں؟'' رہیعہ نے ان کے لیے جگہ بناتے ہوئے کہا۔اس سے پہلے کہ خالہ چار پائی پر بیٹھتیں نفیسہ اورزینی اندر کمرے سے باہرنکل آئیں۔

"كياحال ہے ذكيہ؟" نفيسہ نے انہيں و كيھتے ہى كہا۔

''میںٹھیکہوں،تم نے زین کی شادی کی تیاریاں شروع کر دیں اور مجھے خبر بھی نہیں گی۔'' خالہ نے قدرے شکایتی انداز میں کہا۔ ''ارے نہیں ذکیہ،الیک کوئی بات نہیں۔ابھی شادی کہاں۔بس ویسے ہی تھوڑی بہت کڑھائی وغیرہ کا کام کررہی ہے زینی اپنے کپڑوں اور دوپٹوں پر۔تیاری تو تب شروع کریں گے جب تاریخ طے ہوگ۔''

''ابھی تاریخ طے نہیں ہوئی کیا۔'' ''

« نہیں ۔ مگر شیم نے کہا ہے کہ چھ ماہ تک<mark>شادی کرنا ہے انہیں۔''</mark>

'' پھرتو زیادہ وفت نہیں ہے۔اللہ زینب کی قسمت اچھی کرے بلکہ میں تو کہتی ہوں۔ ہرلڑ کی کی قسمت زینب جیسی کرے۔'' خالدنے بے حددعا ئیدا زمیں کہا۔

> ''میں نے تواپی پوتی کا نام بھی زینب ہی رکھاہے۔'' خالہ نے بتایا۔ ''بعد میں میں سے میٹر نام کی میٹر کردہ'' نزید نے کھیں ا

''اچھا۔نام رکھ دیاتم نے اصغری بیٹی کا؟''نفیسہ نے دلچیسی لی۔

''ہاں۔آج ہی رکھا ہے۔ یہی بتانے تو آئی ہوں کہ میں نے زینب کے نام پراس کا نام رکھا ہے کہ اللہ اس کا مقدر بھی زینی کی المرح کھول دے۔''

''بس ذکیہ! تم دعا کیا کرو۔ زینی اور رہیعہ کی طرف سے ماشاءاللہ مجھے کوئی فکرنہیں ہے۔اللہ نعیم کو پچھ عقل دے دے تو سب ٹھیک ہو جائے۔ مجھے تویقین مانو ، زہرہ کےعلاوہ اور کسی کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔'' نفیسہ نے ذکیہ کے پاس مبیٹھتے ہوئے کہا۔

زین سامان سمیٹتے ہوئے اندر چلی گئی۔

"فكرمت كرو _ بهوجائے گاوه بھی ٹھيک _ آخر كب تك اس طرح كى حركتيں كرے گا۔اجھاميں چلتی ہوں _"

''ارے خالہ! میں تو جائے بنانے جارہی ہوں آپ کے لیے۔' ربیعہ نے فورا کہا۔

"احچھا۔ چلو پھرٹھیک ہے، جائے پی کرہی جاؤں گی۔' خالہ نے بینتے ہوئے کہا۔

''اورزین کے شادی کے کپڑوں وغیرہ پرکڑھائی کے سلسلے میں اگر مدد کی ضرورت پڑنے تو بتانا مجھے ۔۔۔۔'' خالہ نے نفیسہ کو پیش کش کی۔ ''ہاں ہاں ذکیہ! کیوں نہیں۔ایک بار تاریخ طے ہوجائے تو پھر بتاؤں گی میں تنہیں۔'' نفیسہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''سعیدانگل کوتو بہت امپرلیں کردیا ہے تم نے۔' جواد نے گاڑی ڈرائیوکرتے ہوئے اچا تک موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ ''کیوں کیا ہوا؟''شیراز نے چونک کراس کودیکھا۔وہ پچھ کتابیں لینے کے لیے باہر نکلے تھے۔ ''ہونا کیا ہے ۔کل رات فیملی ڈنر پر تمہاری بہت تعریف کررہے تھے۔سب کو بتارہے تھے تمہارے بارے میں۔'' شیراز کے دل کی دھڑکن بے اختیار پچھ تیز ہوئی۔ایک استے اعلاع ہدے پرفائز آ دمی کا اس سے متاثر ہونا۔ ''میں تو خودان سے بہت امپر یسڈ ہوں۔''شیراز نے بے ساختہ کہا۔

'' بیربتایاتم نے انہیں؟''جواد نے مسکرا<mark>تے ہوئے کہا۔</mark>

' 'نہیں بتایا تونہیں۔''

"ارے یار! بتانا چاہیے تھا ۔۔۔۔ و یہ مجھے پتا ہے کیا لگتا ہے؟" جواد نے یک دم نجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "کیا؟" شیرازاس کے سوال پر حیران ہوا۔

'' مجھےلگتا ہے وہ شینا کے لیے تمہیں کنسیڈ رکرر ہے ہیں۔'' شیراز کے دل کی دھڑکن ایک لمحہ کے لیے جیسے رک گئی تھیں۔

'' کیا؟''اس نے بشکل حلق کوصاف کرتے ہوئے یو چھا۔

" الى، مجھ سے يو چھر ہے تھے كہتم مير ڈياانگيجد تونہيں ہو؟" جوادنے بے حد معنی خيز انداز ميں كہا۔

'' پھر؟''شیراز کا دل ایک لمحہ کے لیے ڈوبا۔وہ اس لمحہ پر پچھتایا جب اس نے زینی کی فوٹو گراف اپنی اسٹڈی ٹیبل پررکھی تھی۔

''میں نے تو یہی کہا ہے کہ شایدتم انگیجڈنہیں ہو۔'' جواد نے ایک ایک لفظ پرز وردیتے ہوئے کہا۔شیراز کا دل چاہا، وہ اسے گلے لگا لے۔

ه واقعی دوست تھا۔

''اوربھی بہت کچھ پوچھ رہے تھے تہارے ہارے میں۔ مجھے لگتا ہے جلد ہی اس سلسلے میں تم سے کچھ بات کریں گے۔۔۔۔۔ویسےاگروہ ایس کوئی بات تم سے کریں تو تمہارارسپانس کیا ہوگا۔میرامطلب ہے،ان کوتو میں نے نہیں بتایا مگر بہر حال تم انگیجڈ تو ہو ہی۔'' جواد نے بے حد نے تلے انداز میں اس سے کہا۔

''میں ''''شیراز کی مجھ میں نہیں آیا کہوہ''میں'' کے بعد کیا کہے۔

اس کا دل چلا چلا کر کہدر ہاتھا۔ کاش وہ اس سے ایسی بات کریں تو وہ فوراً سے پیشتر اس پروپوزل کوقبول کر لے۔اس کی خاموثی سے جواد نے کوئی اورمنہوم نکالاتھا۔

'' دیکھوشیراز! زندگی میں سیلف میڈ ہونے کی بھی پچھ Limits (حدود) ہوتے ہیں۔کہیں نہ کہیں کئی اسٹیپ پر کسی نہ کسی ک کندھے کی ضرورت پڑتی ہی ہے۔خاص طور پرسول سروس میں'اس نے بے حد سنجید گی ہے کہا۔

"جانتاہوں۔"

''جانتے ہوتو پھرتم کیا کررہے ہوآ گے بڑھنے کے لیے؟''

"میں" شیرازا لکا۔" میں محنت کررہا ہوں یہاں اکیڈی سے بھی ڈسٹنکشن کے ساتھ یاس آؤٹ ہوں گا۔"

جواداس کی بات پر بےاختیار بنس پڑا۔''بس تم ساری عمریہ ڈسٹنسکشن کے چکر میں ہی پڑے رہنا۔اوہ بار! کچھاور بھی ہاتھ پاؤں مار۔۔۔۔۔ یہ بھانت بھانت کی لڑکیاں ہمارے کامن میں ہیں۔ان میں سے کسی پر ہاتھ صاف کر۔۔۔۔کسی اسٹرونگ بیک گراؤنڈوالی پر۔اپنے خاندان کا

انتخاب انسان خودنہیں کرسکتا۔ وہ قسمت کرتی ہے۔ گربیوی اور بیوی کے خاندان کا انتخاب انسان خودکرسکتا ہے۔'

"مطلب؟"

شیراز نے سوال کیا مگر جوا داور وہ خود د<mark>ونوں جانتے تھے کہ وہ سوال نہیں</mark> تھا۔

"مطلب یہ کہ شادی کسی بہت او تجی جگہ پر کرو۔اگراپنے خاندان کی سپورٹ نہیں ہے تو پھر بیوی کا خاندان گلزا ہونا چاہیے۔اس اکیڈی سے پاس آؤٹ ہونے والا کوئی الوکا پٹھا ہی ہوگا جو کسی غریب گھرانے ہیں شادی کرے۔ایک منگنی کی حیثیت ہی کیا ہے یار End it (ختم کرو اسے) جواد نے جیسے اس کی مشکل حل کردی تھی۔شیراز بے اختیار مسکرایا۔وہ جان گیا تھا جوادا سے کوئی مشورہ نہیں دے رہا تھا۔وہ اس تک کوئی پیغام

پہنچار ہاتھا.....وہ اس سال پاکستان کا دوسراسب سے ذہین ترین آ دمی تھا۔وہ اتنااحمق نہیں تھا کہ ایسے پیغام کونہ مجھ پاتا۔

"End it" بيحل تھا۔"ليكن كيے؟" بيشيراز كوسو چنا تھا۔

ھینا کے ساتھ وہ ملاقات اس کی پہلی اور آخری ملاقات نہیں تھی۔اس کے بعد بھی اکثر اس کا ھینا ہے آ مناسامنا ہوتار ہا طرح انہیں آ منے سامنے بیٹھ کر بات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔رسی سی ہیلو ہائے ہوتی پھر ھینا دوسرے لوگوں کے ساتھ مصروف ہوجاتی اور شیراز ک نظریں اس کا تعاقب کرتی رہتیں۔

وہ جان محفل تھی اور جہاں وہ ہوتی وہاں پرصرف وہ ہی وہ نظر آتی تھی اور ہرگز رتے دن کے ساتھ شیراز زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔اسے احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ زینی کب بیک گراؤنٹر میں چلی گئی تھی۔ زینی کے خطاب بھی آتے رہتے تھے اور وہ انہیں کھولنے تک کی زحمت نہیں کرتا تھا۔

ان خطوں میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جے جانے میں شیراز کودلچیسی ہوتی ۔زینی کے جذبات اورا ظہار محبت میں بھی اس کوکوئی دلچیسی نہیں تھی ۔وہ لفظ بہت عرصہ پہلے ہی اس کے لیے جذباتی مفہوم یا حیثیت کھو گئے تھے جن کی وجہ سے وہ ان خطوط کو پڑھتا تھا۔

سعیدنواز نے اس پرنواز شات اور تحا کف کی بھر مارکر دی تھی۔وہ سعیدنواز کی بیوی سے نہیں ملاتھا جس سےان کی علیحد گی ہو چکی تھی ۔مگروہ اب تک پیضرور جان چکا تھا کہ وہ بھی کسی بہت بڑے سرکاری آفیسر کی دوسری بیوی تھیں اور ھینا کے علاوہ ان کی بھی کوئی اولا زنہیں تھی۔

شیراز کواگر جواداشارے کنائے میں نہ بھی بتا تا تو تب بھی وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہان عنایات کی کیا وجہ ہوسکتی تھی اورایسااگر ہو جا تا توبیشیراز کے لیے جیک پاٹ کے مترادف تھاسعیدنواز کا داماد ہونا کیامعنی رکھتا تھا۔شیرازا کیڈمی آنے کے چند ماہ کے اندر ہی جان گیا تھا۔ وہ اب برانڈ ڈاشیا استعال کرتا تھا جوسعیدنواز وقٹا فو قٹا اسے مختلف مواقع پر بھجوایا کرتے تھے برانڈ ڈشرٹس، ٹراؤزرز، جوتے، پر فیوم، اور دوسری Accessories شیراز اکبر کی وارڈ روب اور رکھ رکھاؤے اب بیانداز ہ لگا نامشکل ہو گیا تھا کہ اس کی کلاس کیا تھی۔ واحدخدشه جوشيراز کووقنا فو قنامحسوس ہوتا، وہ اس کی منگنی کا انکشاف تھا۔اگر سعیدنواز کو بیہ پتا چل گیا کہ اس کی منگنی ہو چکی ہےتو پھر کیا ہوگااور

ال' ' پھر' کے بعد شیراز کے لیے جیسے ایک تاریک <mark>غار آ جا تا تھا۔</mark>

بعض دفعہ وہ خود کوتسلی دیتا کہ ہوسکتا ہے جواد نے سعید نواز کواس کی منگنی کے بارے میں بتاہی دیا ہو۔ آخر وہ سعید نواز کا بھتیجاتھا۔ اتنی اہم بات سعیدنوازے کیوں چھیا تا۔ گر پھراہے خیال آتا کہ جواد نے اسے بتایاتھا کہ اس نے سعیدنواز کویہ بات نہیں بتائی۔ آخرا یک منگنی کی حیثیت ہی کیاتھی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہاتھا کہ وہ اس منگنی ہے جان کیسے چھڑائے کسی وجہ کے بغیر منگنی تو ڑنا خاندان بھر میں اے اوراس کے والدین کو خفت اوررسوائی کا نشانہ بنا تا۔شیراز کوتو خیراس کی پرواہ نہیں تھی۔اس کی ملامت کی کیا ہوتی مگرمسئلہاس کے والدین کا تھا۔ آخروہ انہیں کس طرح اس منکنی کوختم کرنے پر تیاریا آ مادہ کرتا۔

''میں کسی دن تہارے گھر آ نا جا ہتا ہوں۔''

اس دن سعیدنواز نے بالآ خروہ بات شیراز ہے کہہ ہی دی تھی جے سننے کے لیے شیرازاتنی بےصبری ہے انتظار کرر ہاتھا۔ ''میں جا ہتا ہوں، میں تمہارے گھر آ کرتمہارے پیزنٹس ہے ملوں پھروہ میرے گھر آ کر هینا ہے ملیں اور بات کچھآ گے بڑھے۔''

انہوں نے بیہ بات اتنی اچا تک کہی تھی کہ تو قع کرنے کے باوجود شیر از فوری طور پر بوکھلا گیا۔

'' جمہیں توانداز ہ ہوگا ہی کہ شینا تمہیں کتنا پند کرتی ہے'' شیراز نے چونک کرسعیدنواز کودیکھا۔

اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شینا اسے پسند کرتی ہے۔آخراہے بیانداز ہ ہوبھی کیے سکتا تھا۔ شینا نے بھی اپنے کسی انداز سے

اس کا اظہار نہیں کیا تھا گراب سعید نواز کی بات پروہ جیسے خوشی سے پھولے نہیں سار ہاتھا۔ ''میریا یک بی بیٹی ہے شیرازاورمیرا جو کچھ ہےاس کا ہے۔ تتہبیں توانداز ہ ہوگا بی کہاس کے لیے کیے دشتے آ رہے ہوں گے۔لیکن

میں اپنی بیٹی کی شادی صرف اس کے ساتھ کروں گا جو مجھے اور اسے دونوں کو پہند ہواورتم بہت شریف انسان ہو۔ پیسے کی مجھے کوئی پروانہیں ہے۔ وہ میں ا پی بٹی کو بہت دے سکتا ہول کین میں چاہتا ہول کہ جے میں اس کے لیے نتخب کروں ، وہ بھی اس کا ای طرح خیال رکھے جس طرح میں رکھتا ہوں اورتم

ایک بہت اچھے انسان ہو۔ مجھے پورایقین ہے کہ هینا تمہارے ساتھ بہت خوش رہے گی۔''

شیراز کا دل بلیوں انچپل رہاتھا۔ بیاس کی زندگی کاسب سے اہم لمحہ تھاا بیالمحہ جواس کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے بدل دینے والا تھا۔

سعیدنواز نے بات ختم کرتے ہوئے یوں سرسری انداز میں اس سے پوچھا جیسے انہیں کسی اعتراض کی قطعاً تو قع نہ ہومگروہ پھر بھی سرسری طور پر پوچھ رہے ہوں۔

''میں بہت خوش قسمت ہوں سر! کہآپ نے مجھےاس قابل سمجھا۔''شیراز نے بمشکل اپنے حواس بحال کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے والدین یاتمہاری کہیں اور پسندیدگی یا کوئی مثلنی وغیرہ ……؟'' سعیدنواز نے اس سرسری انداز میں پوچھتے ہوئے جملہ ادھورا مدید دیا گئی نے مالک میزید میں نیشر میں میں میں مصرف جسید میں ان سے ایس قعرفی میں ک

چھوڑ ااور نیاسگارسلگانے گئے۔انہوں نے شیراز سے توجہ ہٹا کر جیسے اسے جھوٹ بولنے کے لیے موقع فراہم کیا۔ No, no, no, sir.''

"That's good" "سعیدنواز نے مسکراتے ہوئے شیراز کودیکھا۔" او کے پھرتم اپنے بیزٹش سے بات کرو۔ میں چاہتا ہوں بات آگ

د هے۔''

سعید نواز نے اس کے لیے سب ہے مشکل مرحلہ طے کرنے کا اشارہ دیا۔ جہ جہ جہ

اکبراور نیم بے حد ہکا بکا انداز میں شیراز کا منہ دیکھ رہے تھے۔ وہ سعید نواز سے بات ہونے کے اٹلے ہی ویک اینڈ پرگھر آیا تھا اور بلا تکلف اور تو قف اس نے اکبراور نیم سے زینب کے ساتھ اپنی منگنی کے بارے میں ناپہندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

> '' مگر بیٹا! بیرشتہ تو تمہاری پہنداوراصرار پر ہوا تھا۔''نسیم نے جیسےاسے یاد دلایا۔وہ بےحد پریشان ہوگئ تھیں۔ ۔۔

'' بے وقو فی اور حماقت تھی وہ میری آپ لوگوں نے مجھے سمجھانے کی کوشش تک نہیں گی۔''شیرازنے بے حد جھلا کر کہا۔

سبوری مورمات ک کارہ بیرن ہے و رک سے جانے کا کہ ان سے ہیں۔ ''آ خرآ پخود بتا ئیں۔میرااورزین کا کوئی جوڑ بنآ ہے؟ کس لحاظ ہے وہ میرے ہم پلہ ہے؟''شیراز نے اپنی معمولی شکل وصورت کو ہالکل

انظرانداز کرتے ہوئے کہا۔" پہلے میٹرریڈر باپ کی وجہ سے مسئلوں کا سامنا کرتار ہا۔اب کلرک سسر کی وجہ سے اپنی مصیبتوں میں اضافہ کرلوں۔"

ا کبرکا چېره اس کے جملے پرسرخ ہوگیا تھا۔ پیةنہیں پیڈنفت کا احساس تھایا ہتک کا۔

'' دلیکن بیٹا!ا تنے سال پرانی منگی تو ژنا آ سان بات نہیںخاندان والے کیا کہیں گے۔''نسیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ۔ دور

'' جہنم میں جا کیں خاندان والے۔ان دو تکھے کےلوگوں کو میں اہمیت نہیں دیتا۔'' شیرا زنے خودسری سے کہا۔

''لیکن آخرکیا وجہ بتا نمیں ہم؟ صرف بیرکتہ ہیں اب ضیا کی حیثیت پراعتراض ہونے لگاہے۔''اکبرنے اس بارقدرتے تی سے کہا۔''اور پھر منگنی تو ربھی دیں تب بھی کون سے لینڈ لارڈ کی بیٹی بہو بن کر آئے گی۔ یہاں ۔۔۔۔۔اپنے ہی جیسے لوگوں کے ہاں رشتہ ہوگا تمہارا۔''نسیم نے جیسے

> اسے یا دوہائی کروائی۔ دن میں

''ضروری نہیں ہے کہاہے ہی جیسے لوگوں میں ہو۔ایک بہت بڑاسر کاری افسرا کلوتی بٹی کی شادی مجھ سے کرنا چاہتا ہے۔''شیراز نے بے

''سرکاری افسر؟''اکبرنے قدرے حیرانی سے کہا۔

" ہاں اکم سیکس کمشنروہ یہاں آپ سے ملنے کے لیے آنا چاہتے ہیں ای مقصد کے لیےمیں نے انہیں بنہیں بتایا کہ میری مثلّی ہو

چکی ہے۔''

شیرازانہیں سعیدنوازاور هینا کے بارے میں بتار ہاتھااورا کبراور نیم بےحد خاموثی سے قدرے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی باتیں

ن رہے تھے۔

''وہ اگلے ہفتے یہاں آئیں گے اور آپ ان سے میری مثلنی کے بارے میں کوئی بات مت سیجئے گا۔''

وہ حتی انداز میں کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا تھا اور اکبراور نیم بے حدیرِیثانی کے عالم میں وہیں بیٹھے رہے۔ کسی وجہ کے بغیراس طرح

ا جا تک مثلی تو ڑنے کے لیے انہیں خاصی جراکت اور ہمت کی ضرورت تھی جووہ دونوں میاں بیوی اس وقت اپنے اندر نہیں پارہے تھے۔

شیرازاس رات وہاں رکانہیں تھا۔وہ واپس اکیڈمی چلا گیا تھا۔اور بیا یک اتفاق ہی تھا کہ زینب اگلے دن اپنے ہاتھ سے پکائی ہوئی بریانی نسیم کودیئے آئی تھی اوراس نے نسیم اور گھر کے دوسرے افراد کے انداز اور لہجے میں تبدیلی فوراً محسوس کرلی تھی نسیم

جبکه نز بت اورشیراز کی دوسری دوبهنی عجیب سی سردمبری اور بے اعتنائی دکھار ہی تھیں۔

''سب خیریت توہے خالہ؟''زینی نے کچھ پریشان ہوکر پوچھا۔

" ہاں۔ سب ٹھیک ہے۔ " نشیم نے قدرے گڑ ہڑا کر کہااور سلائی میں مصروف ہو گئیں۔

"شیرازتو ٹھیک ہیں نا؟" زینی کوفورا شیراز کی فکر ہوئی۔

'' ہاں، وہ ٹھیک ہے۔''نیم نے ای انداز میں اس کی طرف و کیھے بغیر کہا۔ زین سوچ میں پڑگئی۔اگر گھر میں سب پچھ خیریت تھی۔شیراز بھی ٹھیک تھاتو پھر کیا مسئلہ تھا۔

"زینی!تم بھی اپنے گھریر بھی رہا کرو۔"

اس سے پہلے کرزین نیم سے کوئی اور سوال کرتی۔ نزمت نے اسے بریانی کی خالی پلیٹیں واپس لا کردیتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد کٹیلا تھا۔ مگرزینی نے اس کی بات کو مذاق سمجھا اور برتن لیتے ہوئے ہنس کر کہا۔

'' یہ بھی میراہی گھرہے۔کیوں خالہ؟''اس نے نیم کی طرف دیکھ کرکہا۔جوایسے موقعوں پر ہمیشداس کی حمایت میں بوتی تھیں مگرآج انہوں نے اسے کمل طور پرنظرانداز کر دیا تھا۔وہ سلائی مشین کی سوئی میں دھا گہڈا لنے میں مصروف رہیں یا کم انہوں نے ظاہریہی کیا تھا۔

"اپنا گھر ہی صرف اپنا ہوتا ہے۔ "نزہت نے ایک بار پھر بردی سنجید گی سے کہا۔

اس بارزین نے قدرے چونک کراہے دیکھا،اس سے پہلے کہوہ کچھ کہتی نیم نے مداخلت کی۔

''نز ہت! جاؤاندر سے میراسوٹ لے آؤ کا ٹائے مجھے ابھی اورزینی! تم نفیسہ کوسلام دینا۔''

یہ جیسےاسے جانے کااشارہ تھااورزندگی میں پہلی باراہے پکڑ پکڑ کر بٹھانے کے بجائے جانے کوکہا جار ہاتھا۔زینی چندکمحوں کے لیے پچھ خیبیں یائی۔

"جی خالہ!" وہ قدرے الجھی ہوئی وہاں سے باہرآ گئی۔

ا پنے گھرواپس آ کروہ بہت دریر پریشان بیٹھی رہی۔رہیعہ نے اس کی خاموثی اور پریشانی کونوٹ کیا۔'' کیا ہوا؟''اس نے پوچھا۔

'' کی نیس نین نیات ٹالنے کی کوشش کی ۔

'' پچھنیں تواس طرح مندائکا کر کیوں بیٹھی ہواور آج خالہ کے گھرے اتنی جلدی کیسے واپس ہوگئیں؟''زینی پچھد مریخاموش رہی پھراس

نے ربیدے کہا۔

''آج خالہ کے گھر میں سب کارویہ بہ<mark>ت عجیب تھا۔''</mark>

'' کیامطلب؟''ربیعہ بھی چونک کر سنجیدہ ہوگئ۔ زین نے آ ہستہ آ ہستہ اے ساری ہات بتائی۔

''تم بھی زین!خوامخواہ چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان ہوجاتی ہو۔کوئی مسئلہ ہوگاان کے گھر میں اور ہوسکتا ہے،نز ہت کے دشتے کا ہی کوئی مسئلہ ہو جمہیں تو پیۃ ہے،اس کی وجہ سے خالہ اورخو دنز ہت کتنی پریشان رہی ہے۔''ر بیعہ نے بے حدلا پر وائی سے زینی کی پریشانی کو نداق میں اڑتے ہوئے کہا۔

'' ہاں گرتمہیں تو پیۃ ہے، میں خود ہرنماز کے بعد نزہت کے لیے کتنی دعا 'میں کرتی ہوں۔ مجھے پتاہے خالہ، خالواورخودشیراز کتنا پریشان ہیں اس کی وجہ سے پھرنز ہت مجھ سے کیوں اس طرح ناراض ہے۔''زینی متفکر ہوئی۔

'' ناراض نہیں پریثان ہےوہ اور چھوڑ وان باتوں کو۔ دو چاردن بعد خود ہی ٹھیک ہوجائے گی وہ۔ پھر پوچھ لینا آج کے واقعہ کے بارے میں۔'' رہیعہ نے اسے تسلی دی مگر وہ دونوں نہیں جانتی تھیں کہ ایسے سوال وجواب کا موقع ہی نہیں آئے گا۔ زینی دوبارہ بھی شیراز کے گھر نہیں جا

سکے گی ۔

www.facebook.com/urdunovelspdf

سعیدنوازا گلے ہفتے آنے کے بجائے دودن بعد ہی شیراز کوا کیڈی سے لیتے ہوئے اس کے گھر آن موجود ہوئے تھے۔ان کی شاندار گاڑی اس محلے میں آنے والی کسی بڑے سرکاری افسر کی پہلی گاڑی تھی ۔گرصرف یہی نہیں تھا۔وہ پھلوں کی پیٹیوں اور مٹھائیوں کی ٹوکریوں کے ساتھ بہت ساری دوسری چیزوں کا بھی انبار لے کر آئے تھے۔

ان کے ڈرائیوراورگارڈنے جب اس سامان کوا کبراورٹیم کے حن میں لاکررکھنا شروع کیا تو ان کا تقریباً پوراضحن مختلف اشیاء کے کریٹس،

شیراز کی گردن اگر نخر سے تنی ہوئی تھی تو اکبراور نیم کی مرعوبیت سے جھک گئے تھی۔

سعیدنواز بے حدملنساری کامظاہرہ کرتے ہوئے اکبرکوساتھ لیےصوفے پر بیٹھے باتیں کرتے رہےاورشیراز،اکبراورشیم کےہمراہ بےحد تابعداری سےسعیدنواز کی باتیں سنتار ہا۔پھران ہی کےساتھ وہ فہمائٹی قہقے بھی لگاتے رہے۔

بالآخرايك بهت پرتكلف جائے كے بعد سعيدنوازاس موضوع پرآ گئے تھے جس كے ليےوہ وہاں آئے تھے۔

''آپکابیٹاشیرازبہت قابل اور لائق نوجوان ہے۔ مجھے بہت اچھالگتا ہے اور میں ہجھتا ہوں کہ یہ بہت ترتی کرےگا۔''
سعید نواز نے تمہید باندھناشروع کی۔شیراز کے ساتھ ساتھ اکبراور نیم کاول بھی دھڑ کنے لگا۔
''آج آپ سے ملاقات کے بعد تو مجھے لگ ہی نہیں رہا کہ میں کسی اور گھر بیٹھا ہوں ، یوں لگ رہا ہے۔گھریر ہوں۔''
''بیشک ، بے شک بیآپ کا اپنائی گھر ہے۔''اکبر نے بے ساختہ کہا۔

''میرااگر کوئی بیٹا ہوتا تو میری خواہش ہوتی کہ وہ شیراز جیسا ہوتالیکن اللہ نے بس مجھےا بیک بیٹی ہی کی نعمت سےنوازا۔شیراز تو هینا سے ملتار ہتا ہے۔ دونوں کی بہت اچھی انڈراسٹینڈنگ ہے۔''

سعیدنواز نے قدرے مبالغہ آمیزی ہے کام لیتے ہوئے شیراز کود یکھا جس نے پر جوش انداز میں سر ہلاتے ہوئے ان کی تائید کی یوں جیسے واقعی ایساہی تھا۔

''میری خواہش ہے کہ میں شیراز کواپنا میٹا بنالوں۔'' سعیدنواز نے بالآخرا پئی خواہش کا اظہار کیا۔''شیراز کیا پئی مرضی بھی یہی ہےاور میری بٹی بھی شیراز کو بہت پیند کرتی ہے۔'' سعیدنواز نے اکبراور نیم کی خاموثی پرایک بار پھراپنے لفظوں پرزورد بیتے ہوئے جتانے والےانداز میں کہا۔ ''جی جی بھائی صاحب!ہماری تو بڑی خوش قتمتی ہوگی کہ آپ کی بٹی ہماری بہو ہے۔''اکبرنے بالآخرا پنی خاموثی تو ڑتے ہوئے پر جوش ''

انداز میں کہا۔

سعیدنواز نے بے حدخوش ہوکر مزید کچھ کہنے کے بجائے اپنی جیب سے ایک لا کھروپے کی ایک نئی گڈی نکال کرشیراز کے ہاتھ میں تھا دی۔ان کا بیا قدام اتناا چا نک تھا کہ شیراز ،اکبراور نیم بری طرح بوکھلا گئے تھے۔ان کی حواس باختگی کی وجہنوٹوں کی وہ گڈی تھی۔زندگی میں بلاشبہ پہلی باروہ اتنے زیادہ نوٹ اکٹھے دکھے رہے تھے اورا کبراور نیم کے لیے بہت مشکل تھا کہ وہ شیراز کے ہاتھ سے نظریں ہٹا کر سعیدنواز کے چہرے پر مرکوزکر سکیں۔

''بس تو پھر سیمجھیں ، آئ سے شیراز میرابیٹا ہے۔ میں اس بارتو کچھ لانہیں سکا مگراگلی بارانشاءاللہ آپ سب کے لیے پچھ نہ کچھ لے کر آؤں گا۔''انہوں نے دانستہ طور پر کسرنفسی سے کام لیا تھااور شیرازتم اپنے گھر والوں کو دیک اینڈ پر ہماری طرف لے کرآؤ تا کہ میں ہینا سے انہیں ۔ سعیدنواز نے اگلاجملہ شیراز سے مخاطب ہوکر کہاتھا۔ان کے انداز میں بلاک بے تکلفی تھی شیراز کا ذہن مکمل طور پر ہاتھ میں پکڑی اس گڈی کی طرف تھا۔وہ ان کی ہاتیں بھی ٹھیک طرح سے سنہیں یار ہاتھا۔

" میں گاڑی اورڈ رائیو بھیج دوں گا اورتم سب کو لے کراس و بک اینڈ پرڈ نر ہمارے ساتھ کر لینا۔"

''جی!''شیرازنے بے حدنروس انداز میں کہا۔

سعیدنوازاس کے بعدزیادہ در نہیں رکے،ان کا کام ہو چکا تھا۔انہیں اب وہاں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔

☆☆☆

" کتنے ہوں گے؟" اکبرنے بے حد بے تابی سے شیراز سے پوچھا جوگڈی کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ "ایک لاکھ۔" شیراز نے بے حد جوش کے عالم میں کہا۔

سعیدنواز کے جاتے ہی سارا گھر اس کمرے میں اکٹھا ہو گیا تھا۔ ہرایک ایک لا <u>کھروپ</u>ے کو ہاتھ لگانا چاہتا تھا۔ بیہ واقعی ان کی زندگی کا

نا قابل يقين لمحد تھا۔

ن کھے تھا۔ '' کوئی صرف'' ہاں'' ہونے پرایک لا کھروپید یتاہے کیا؟''نسیم کوابھی بھی یقین نہیں آر ہاتھا۔

'' بیرو برای اس اس ایک لا کھان کے نز دیک ایک ہزار کے برابر ہے۔''شیراز نے اس انداز میں کہا۔ '' بیرو کوگ ہیں اس کے ایک لا کھان کے نز دیک ایک ہزار کے برابر ہے۔''شیراز نے اس انداز میں کہا۔

'' پرایک لا کھ بہت ہوتے ہیں بھائی!''نزہت کوجیسے اب بھی یقین نہیں آیا تھا۔

'' آپ لوگوں نے ان کا گھرنہیں دیکھا۔ان کی گاڑیاں نہیں دیکھیں۔لا کھروپے تو سعیدانکل اکثر شینا کوشا پنگ کے لیے دیتے ہیں۔ میرے سامنے کی بارانہوں نے چیک کاٹ کرشینا کودیا۔''شیراز نے نزہت کو ہتایا۔

''شکر ہےاللّٰد کا کہاس نے میرے بیٹے کے دن پھیردیے۔''نیم نے بےحدگلو گیرآ واز میں دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

سر ہے، مدہ کہ ان سے بیر سے ہیں ہے۔ یہ سے ہوئے ہیں۔ ان میں دوں تارین دووں ہا تھے ہور ہے ہوئے ہیا۔ ''آپ خود سوچیں امی! جولوگ صرف رشتہ طے ہونے پرایک لا کھ دے رہے ہیں۔ وہ شادی پر کیا کیانہیں دیں گے۔''شیراز اب آگ دیکھ رہاتھا۔

''اور بیٹا!ان میں سے کچھ پیے مجھے دینا۔ میںا پنے اگلے بچھلے کچھا دھار چکاؤں گا۔''ا کبرکو یک دم خیال آیا۔

'' خوامخواہ اس طرح پیبہ ضائع مت کرنا، ابھی ہمیں رسم کرنے ہینا کے گھر بھی جانا ہے۔ان ہی پیپیوں سے اس کے لیےانگوشی اور دوسرا

"برا الوك ايسے بى ہوتے ہيں۔" اكبرنے شيم كى بات كاث كركبار

''اب آپاوگ ایک دودن میں ضیا جھا کے گھر جا کرمنگنی کا سامان واپس کریں ۔لیکن ابھی کسی سے سعیدنوازیا ہینا کے بارے میں بات

' دمنگنی کا سامان؟ آخرتھا کیامنگنی کے سامان میں ۔ایک انگوشی ، چارجوڑے ،شیراز تواپنے جوڑے کب کے استعمال کر چکا۔بس میرے اور بچیوں کے کپڑے پڑے ہیں میں انگوشی کے ساتھ واپس کرآ وک گی۔''

تسیم نے اس بار بڑے تنفرہے کہا۔ نز ہت اپنی بہنوں کے ساتھ صحن میں پڑا سامان اب کمرے میں لا کرر کھ رہی تھی۔

''شیراز کہدتو گیاہے،مگرمیری سمجھ میںنہیں آ رہا کہ نفیسہ کوئس طرح جا کرا نکارکروں۔ آخروجہ کیابتاؤں؟'' دودن کے بعد نسیم ایک بار پھر ا کبرکے پاس بیٹھی پریشان ہورہی تھی۔'' آپ میر مےساتھ چلیں۔''

' دنہیں، میں توکسی صورت تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔''ا کبرنے فوراً ہے پیشتر ا نکار کرتے ہوئے کہا۔

'' زیادہ کمبی چوڑی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔بس تم ان سے جا کر کہددینا کہ شیراز اس رشتہ سے خوش نہیں ہےاورتم اس کے کہنے

یرانکارکرنے آئی ہو۔'ا کبرنے جیسے انہیں سمجھایا۔

نے آئی ہو۔''ا کبرنے جیسے آئیں سمجھایا۔ '' پھر بھی ……شیراز کے انکار کی بھی تو کوئی وجہ بتانی پڑے گی۔ورنہ پورا خاندان یہاں آ کر ہم سے پوچھے گا۔ آخر ہم نے بھی بیٹیاں بیانی ہیں۔خاندان والوں کو ناراض کر دیا تو بڑے مسکلے پیدا ہوجا کیں گے۔''نسیم اب فکر مند ہور ہی تھیں۔

'' جمیں خاندان میں بیٹیاں تھوڑی بیابنی ہیں کہتم پریشان ہورہی ہو۔شیراز نےتم سے پہلے ہی کہددیا تھا کہتم اپنی بیٹیوں کے بارے میں یریشان نه ہو۔ وہ خود ہی کچھ کر لے گا۔''ا کبر کا اطمینان قابل دیدتھا۔

> ''قسمت میرے بیٹے کا ساتھ دے رہی ہےتو میں بھی اس کا ساتھ دوں گا۔ جا ہے خاندان والے جومرضی کہیں۔'' ا كبرنے جيسے فيصله سنايا اوراس نے ٹھيک انداز ہ لگايا تھا۔ قسمت واقعی شيراز كاساتھ دے رہی تھی۔

زینب اس دن کالج سے واپسی پراپنی گلی میں داخل ہوئی تو کئی ماہ کے بعد اس نے ایک بار پھرای لڑکے کو دیکھا۔ بےاختیار اس کا دل الحچل كرحلق مين آگيا تھا۔

اس لڑ کے نے پہلے کی طرح اس باراس پر جملے نہیں اچھالے تھے۔ وہ تھوڑی دیراس کے ساتھ چلتا رہا۔ پھرا چا تک اس کا رستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

نینب نے چندبارآ گے جانے کی کوشش کی مگروہ ہر باربڑی ڈھٹائی سے اس کے سامنے آتار ہا۔خوف سے زینب کی بری حالت ہورہی تھی۔ اس نے کوشش کی کہ وہ اس لڑ کے کوڈا نئے یا برا بھلا کہے۔ مگراس کی آ وازعین وقت پر جواب دے گئے تھی۔اس کا ذہن بری طرح ماؤف ہور ہاتھا۔ اس اڑے نے اپنی جیب سے ایک رقعہ نکالا اور زینب کی طرف بڑھاتے ہوئے بڑی فرما نبرداری ہے کہا۔

''اسے گھر جاکر پڑھ لیں اور پھر مجھے اس کا جواب دے دیں۔ میں کل یہیں آپ کا انظار کروں گا۔'' نینب نے رقعہ پکڑنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا، بلکہ وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ گئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ بھی پیچھے کر لیے۔ لڑکا چند قدم آگے بڑھ کر شاید دوبارہ اسے رقعہ پکڑانے کی کوشش کرنا چاہتا تھا۔، گر اس سے پہلے کہ وہ ایسی کوئی حرکت کرتا، اس کے عقب میں قدموں کی جاپ سنائی دی۔

''شیراز بیش بیاز کا۔' زینب نے ہکلاتے ہوئے وضاحت دینے کی کوشش کی۔اس کی پییثانی بسینہ سے تر ہوگئ تھی۔شیرازاس کی بات سننے کے بجائے آگے بڑھااوراس نے اس کے بیروں میں پڑاوہ رقعہ اٹھالیا۔ پھر بے مدسر دمبری سے اسے کھول کر پڑھنے لگا۔اس نے رقعے کی تحریر بنظر دوڑا نے میں چند سیکنڈ لگائے تھے اوراس کے چہرے پرا بھرنے والی نفر ت اور تھارت کو پہچانے میں زینب نے چند سیکنڈ بھی نہیں۔ پرنظر دوڑا نے میں چند سیکنڈ لگائے تھے اوراس کے چہرے پرا بھرنے والی نفر ت اور تھارت کو پہچانے میں زینب نے چند سیکنڈ بھی نہیں۔ ''شیراز ، بیاڑ کا مجھے تھے کرتا ہے۔''

اس نے کہنے کی کوشش کی اور شیراز نے ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی بات سننے کی زحمت نہیں کی۔رقعہ ہاتھ میں لیے وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔زینب فتی چبرے کے ساتھ اسے جاتا دیکھتی رہی۔وہ گلی نہ ہوتی تو شایدوہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے جاتی۔اس سے معافی مانگتی۔ اسے منانے کی کوشش کرتی۔وہ ہمیشہ اس کے ناراض ہونے پراس طرح منت ساجت کر کے منایا کرتی تھی۔گرآج وہ اتنی پریشان ہوگئی تھی کہ پچھ بھی نہیں کرسکی۔

شیراز جب گلی کاموڑ مڑ چکا تھا تو زینب بے حد تیزی ہے تقریباً بھا گتے ہوئے گھر کی طرف بڑھی۔ دروازہ نفیسہ نے کھولا اور زینب کی حالت و مکھے کروہ گھبراگئی تھیں۔

> ''تہہیں کیا ہواہے؟''نینب نے کچھ کہنے کے بجائے یک دم نفیسہ کے ساتھ لیٹ کررونا شروع کردیا۔ ''کیا ہوازین! کچھ بتاتی کیوں نہیں، کیوں ہولارہی ہو مجھے؟'' نفیسہ کی آواز پر رہیعہ کھانا مچھوڑ کر پریشانی کے عالم میں باہرنگل آئی۔

"كيا موازين؟ كيول رور بي مو؟" وه بھي گھبرا گئي تھي۔

'' وہاڑ کا،وہاڑ کا۔۔۔۔۔اس اڑکے نے آج میری طرف ایک خط پھین کا اورشیرا زاجا تک وہاں آ گئے۔'' زینب نے بچکیوں میں کہا۔ '' کون سالڑ کا؟ کیسارقعہ؟'' نفیسہ بوکھلا ئیں۔

'' میں خالہ کے گھر جارہی ہوں۔شیراز بہت ناراض ہوکر گئے ہیں۔ مجھےان کومناناہے'' وہ اسی طرح روتے ہوئے اپنا بیگ فرش پرر کھ کر

''اس ونت تم مت جاؤ۔ابھی امی جائیں گی۔ یا ابوکوآنے دو۔ پھروہ جائیں۔شیراز بھائی اگر ناراض ہوئے ہیں توخمہیں دیکھے کروہ اور ناراض ہوجائیں گے۔''

> '' مگرر ہید! مجھےان کومنا ناہے۔اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔'' وہ ای طرح رور ہی تھی۔ ''

'' آخرتم دونوں مجھے کچھ کیوں نہیں بتار ہیں؟'' نفیسہ کی پریشانی اب عروج پرتھی۔

'' پتانہیں شیراز نے گھر جا کرخالہ سے کیا کہا ہوگا۔؟ تم اس وقت وہاں مت جاؤ۔'' رہید نے زینب کے رونے کے باوجوداسے باہر

جانے ہےروکا۔

''نہیں، وہ خالد کو پچھنیں بتا ئیں گے۔مجھسے جتنا مرضی ناراض ہوں مگروہ اس طرح میری کوئی بات خالہ سے نہیں کہیں گے۔'' اس نے بہتے آنسوؤں میں اعتماد کے ساتھ کہا۔

*** ovelends

'' مجھےکیا پتا،کون سالڑ کا ہے وہ؟ بیآ پ جا کراپنی بھانجی ہے پوچھیں کہ کس سے گلی میں کھڑے ہوکرر فتے دصول کرتی پھر رہی ہے وہ۔'' شیراز نے طیش میں آ کروہ خط دور بھیئکتے ہوئے کہا۔وہ ابھی پچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچا تھااوراس نے گھر آتے ہی وہ رقعہ پڑھ کرنیم کو سنادیا تھا۔نیم ہکا بکااس کا چہرہ دیکھیر ہی تھیں۔

. ''مجھےتو یقین ہی نہیں آ رہاشیراز۔''

'' کہددیں، میں جھوٹا ہوں۔اینے پاس سے گھڑ کرسب کچھ بتار ہاہوں۔'' وہ بھڑ کا۔

" " بہیں میں نے بیک کہاہے؟ " انسیم گھبرا ئیں۔

''نہیں نہیں۔ کہددی آپ یہ بھی، آپ کی میبہ سے بی میں مصیبت میرے گلے پڑی ہے۔''

'' میں اسے کیا مجھتی تھی اور یہ کیا نگلی تم ٹھیک کہتے ہو۔ کوئی بات ہو، تب بی لڑ کے پیچھے آتے ہیں، یونہی راہ چلتے کوئی رفعہ نہیں پکڑا دیتا۔''

نسیم نے بلاآ خرجیے شیراز کی بات پریقین کرتے ہوئے کہا۔

''اوررقعه میں با قاعدہ اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ رشتہ جیجنے کی بات لکھی ہوئی تھی۔ میرا تو خون کھول رہا ہے بیسوچ سوچ کر کہ وہ مجھے بے

وقوف بناتی رہی۔ آج میں نے بیسب پچھ دیکھا ہے۔ اور گلی میں بتانہیں کون کون بیسب پچھ دیکھتا ہوگا۔لوگ کیاسو چتے ہوں گے۔ کیابا تیں کرتے ہوں گے۔ بیہ محلے میں رہنے والی لڑکیاں یہی سب پچھ کرتی چیں۔ آپ کواب پتا چل گیا ہوگا کہ میں کیوں اس سے شادی نہیں کرنا چا ہتا تھا۔ پت

> نہیں میرے علاوہ اور کتنے لڑکوں کے ساتھ چکر چلار ہی ہوگی۔'' شن کے معمد حسیر اس میں اس اس اس اس اس استان میں استان میں معمد

شیراز کے مندمیں جوآ رہاتھا، وہ بولتا جارہاتھا۔ غصے میں تو خیروہ تھا، لیکن اس غصے کے ساتھ ساتھ اس وقت اسے واقعی بے حد ہتک اور

"تم اگر ہمارے طرف ندآ تیں تو میں خودتمہاری طرف آنے والی تھی۔ بیتمہاری بیٹی کیا گل کھلاتی پھرر ہی ہے؟" نشیم نے چھوٹتے ہی کہا۔ ''آیا! زین کا کوئی قصور نہیں۔وہ لڑ کا بہت عرصے سے اسے تنگ کرر ہاتھا۔''نفیسہ نے بے حدلجا جت سے کہا۔ '' ہماری بیٹیوں کوتو کوئی تنگ نہیں کرتا یوں آتے جاتے۔''تسیم نے دو بدو کہا۔ ''وہ کالج آتی جاتی ہے آیا۔رہتے میں سوبر لے کر کے ہوتے ہیں۔'' ''برےلڑ کے شادی کی دعوت نہیں دیتے پھرتے۔''نسیم نے ان کی بات کا ئی۔ ''شادی کی دعوت؟''نفیسہ بےاختیار چونگیں۔ '' بیتم اپنی بٹی سے جاکر پوچھو۔شیرازنے خودرقعہ پڑھکرسنایا ہے مجھے۔اس لڑکے نے تمہارے گھررشتہ بھیجنے کے بارے میں پوچھا ہے۔'' ''اللّٰد نہ کرے آیا! ہم ایسے کسی لڑ کے کے ماں باپ کواپنے گھر بلوا کیں ۔ آپ شیراز کو بلا کیں ۔ میں خودمعذرت کرکیتی ہوں اس ہے۔'' '' کوئی ضرورت نہیں ہے معافی کی ۔ نزہت!مثلنی کا سامان لے آؤ۔ ہمیں تمہاری بیٹی کوئییں بیا ہنا۔' نسیم نے بلند آواز میں نزہت کو آواز '' آپا! آپ کیا کہدر ہی ہیں اتنی چھوٹی می بات پرمنگنی تو ژر ہی ہیں؟'' نفیسہ کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمیں نکل گئ تھی۔ ''تمہارے لیے جوچھوٹی بات ہے۔وہ ہمارے جیسے عزت داروں کے لیے بہت بڑی بات ہے۔میرا بیٹاافسر ہے۔ دنیااسے سلامیں کرتی بھرے،ادرتمہاری بیٹیاس کی عزت کو گلی محلوں کے لڑکوں کے ساتھ اچھالتی پھرے۔'' زہت تب تک ایک تھیلے میں منگنی کا سامان لے کر باہر آ گئی تھی۔

۔ تو ہین کا حساس ہور ہاتھا۔ آخراس کی مثلیتر گلی میں کھڑی کسی لڑے سے خط لیتی پکڑی گئی تھی۔شیراز نے جو پچھاپی آ تکھوں سے دیکھا تھااور جو پچھوہ

فرضی طور پرتصور کرتے ہوئے اپنے ذہن میں دیکھ رہاتھا۔ان دونوں میں بہت فرق تھا۔ وہ اس وقت اپنی آئکھوں سے دیکھے جانے والے منظر پر

''صرف منگی کا سامان نہیں ، بیسب کچھ بھی لے جا کیں ۔''شیراز نے غصے سے کہااور کمرے میں موجودالماری کھول کراس کےاندرموجود

'' خاله آئی ہیں باہر دروازے پر۔'' تب ہی نزہت نے تیزی ہے اندر آ کراطلاع دی۔شیراز اور نیم نے ایک دوسرے کو دیکھا پھرشیراز

''تم منگنی کی چیزیں باہر لے کرآ ؤ۔''سیم نے نز ہت ہے کہاا ورخود باہرنکل گئیں۔دروازے پر نفیسہ بے حد پریثان ی کھڑی تھیں سیم

''تم فکرمت کرو۔ میں ابھی اوراسی وقت ان کی چیزیں ان کے مند پر مار کرآتی ہوں۔''نسیم نے بیٹے کوسلی دی۔

بحروسا كرنے كے بجائے اپنے ذہن كى آئكھ ہے ديكھے جانے والے منظر پراعتبار كرر ہاتھا۔

'' میں سامنانہیں کرر ہاان کا_میرا یوچھیں توبتادیں کہ میں گھریزنہیں ہوں۔''

ساری چیزیں باہر پھینکنے لگاجوزین اسے وقتا فو قتادی<mark>ی رہی تھی۔</mark>

کے درواز ہ کھولتے ہی وہ اندرآ کئیں۔

. نفیسہ ہےاختیاررونے لگیں۔

"' بیسب پہلے سوچنا تھا اب کوئی فائدہ نہیں۔ شیراز اس سے شادی پر تیار نہیں ہے۔اور شیراز کیا، کوئی بھی عزت دار آ دمی الیی لڑکی کے ساتھ رشتہ کیوں جوڑے گا۔''

'' آپا!صرفایک موقع دے دیں۔ میں زینی کوگھر بٹھالوں گی۔وہ کالج تو کیا کہیں نہیں جائے گی۔جوآپ لوگ کہیں وہی کرے گی کیکن مینگنی نہ تو ڑیں۔میری زین مرجائے گی۔''

ہ میں مسامی مساری میں۔ ''وہ محلے کےلڑکوں کے ساتھ چکر چلاتے ہوئے تو مری نہیں اور اس مثلّی کے ٹوٹنے پر مرجائے گی۔اتنی باحیا ہوتی تو وہ اس لڑکے سے قعہ لیتے ہوئے مرجاتی۔''

> یہز ہت تھی جس نے بے حدیثک آمیزانداز میں وہ سامان باہر چار پائی پرلا کر پھینکا تھا۔ یدیدید

'' کچھ بھی نہیں ہوگا زین! تم خوامخواہ پریشان ہور ہی ہو۔شیراز بھائی تھوڑا بہت ناراض ہوں گے پھرٹھیک ہوجا کیں گے۔''نفیسہ کے جانے کے بعدر بیعہ نے زینی کوتسلی دیتے ہوئے کہا۔

'' تھوڑ ابہت ناراض بھی کیوں ہومیرے ساتھ۔میرا تو ہالکل بھی قصور نہیں ہے ربیعہ!''اس نے پریشانی کے عالم میں کہا۔'' پہلے ہی اسخے ہفتوں کے بعد میرااوران کا آ مناسامنا ہوا تھااور وہ بھی اس طرحوہ کیاسو چتے ہوں گے کہ میں کیا کر دہی ہوں۔''

'' کیا کررہی ہو؟ کچھنیں کرر ہیں۔اب اتن کمی منگنی کے بعد بیقو جان ہی گئے ہوں گے شیراز بھائی کہتم کیسی لڑکی ہو، پھرتم کیوں ڈررہی ہو۔ بیسوچ سوچ کر کہوہ تم پرشک کریں گے۔''

''تم ٹھیک کہدر ہی ہو مگر مجھے پھر بھی ان کے غصے سے بہت ڈرلگتا ہے۔''

اس سے پہلے کہ رہید کچھ کہتی دروازے پردستک ہوئی۔

'' لگتا ہےامی آ گئیں۔''رہیعہ نے کہااورجلدی سے اٹھے کرصحن کے بیرونی دروازے کی طرف کیکی۔

دروازے پرواقعی نفیسہ بی تھیں مگران کے چہرے کے تاثر ات اور ہاتھ میں پکڑے تھلے نے زین کوبھی اٹھ کرنفیسہ کی طرف آنے پرمجبور کردیا۔ ''کیا ہواا می؟'' رہیدنے روتی ہوئی نفیسہ سے بے حدیریشان ہوکر ہو چھا۔

زین کی چھٹی حس اسے جیسے کسی خطرے ہے آگاہ کر رہی تھی۔اس کی نظریں نفیسہ کے چیرے پرنہیں ،ان کے ہاتھ میں پکڑے تھیلے پر تھیں ۔وہ انداز ہ لگاسکتی تھی کہ اس میں کیا ہوسکتا تھا۔اوراس چیز کا خیال بھی اس کے لیےسو ہان روح تھا۔ ''انہوں نے مثلیٰ توڑ دی۔'' نفیسہ روتے ہوئے تھن کے تخت پر بیٹھ کئیں۔ زینی کولگائس نے اس کی شاہ رگ پر یک دم پاؤں رکھ دیا۔ رہیعہ بھی اسی طرح ہکا بکا کھڑی رہ گئی تھی۔

ایک لفظ کیے بغیرز نی پاگلوں کی طرح ہیرونی دروازے کی طرف کیکی۔رہیدنے یک دم آ گے بڑھ کراس کا راستہ روک لیا۔ ''تم کیاں حاربی ہو؟''

"میں شیراز کے پاس جارہی ہوں۔ میں خودان سے بات کروں گی۔" نفیسہ تیزی سے اٹھ کراس کے پاس آئیں۔

"شراز گھرینہیں ہے۔ صرف اس کی ماں اور بہنیں ہیں یم کیابات کروگی ان ہے جا کر؟"

'' میں پوچھوں گی ان ہے، وہ کس طرح میرااورشیراز کارشتہ ختم کر علق ہیں۔ میں بتاؤں گی انہیں سب پچھے'' زینی نے بے حد بے چارگ سب کی

کے عالم میں کہا۔ دری میں فی میں میں آئی میں میں ایک میں

'' وہ کچھ سننے پر تیارنہیں ہیں۔انہوں نے میری بہت بےعز تی کی ہے۔ مجھ سے کیا کیا کہا ہے۔وہ میں اپنی زبان پر بھی لانہیں سکتی۔'' '' شیراز کو کچھ پیتے نہیں ہوگاان سب چیز وں کے بارے میں۔ورندوہ بیسب بھی نہ ہونے دیتے۔ بیسبان کی ماں اور بہنوں نے کروایا ہے۔میں خود بات کرتی ہوں جاکر۔میرے راستے سے ہٹور ہید۔''

''تمہارےابوشام کوآ ئیں گے تو وہی ان ہے بات کریں گے تمہارے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' نند نیاں سن کی ششہ کا تھا کی نبعد سے آتھا کی سات کی ساتھ کا سے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

نفیسہ نے اسے رو کنے کی کوشش کی مگروہ رکی نہیں۔ رہیعہ کوتقریباً دھکا دیتے ہوئے وہ تیزی سے حن کے دروازے سے ہاہرآگئی۔ تیز قدموں سے تقریباً بھا گئے والے انداز میں اس نے اپنے گھر سے شیراز کے گھر کا فاصلہ طے کیا۔ دروازہ بندتھا۔ زین نے دروازے کو یوری قوت سے بجایا۔ بیدروازہ ساری زندگی اس پر بندنہیں ہواتھا پھر آج کیسے ہوسکتا تھا۔

ے ببایا میں کھڑ اشیراز 'نیم اورنز ہت وغیرہ یک دم چونک گئ تھیں۔ اندر صحن میں کھڑ اشیراز 'نیم اورنز ہت وغیرہ یک دم چونک گئی تھیں۔

''خالہ! درواز ہ کھولیں۔''اس سے پہلے کہ شیراز دروازے کی طرف جاتا، باہر سے زینی کی آ واز آئی۔ ہرایک اپنی اپنی جگہ پرٹھٹک گیا۔ '' درواز ہ کھولنے اور اس سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس سے کہددیں کہ میں گھریز نہیں ہوں۔''شیراز نے مدھم آ واز میں

تیزی ہے کہانیم سر ہلاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔

'' کیا کام ہے تمہیں؟''شیم نے دروازے کے قریب جا کراسے کھولے بغیراندرسےخت لہجے میں پوچھا۔

" مجھے آپ سے بات کرنا ہے۔" زین کے انداز میں لجاجت تھی۔

، 'جو بات کرناتھی ہمہاری مال سے کر لی میں نے۔ پچھاور کہنا یاسننا ہوتو اپنے باپ کو بھیج دینا مگر تہ ہیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' نسیم نے تیز اور بلند آواز میں کہا۔

''خالہ! دروازہ کھولیں، مجھے اندرتو آنے دیں۔میری بات توسنیں۔ میں آپ کوسب کچھ بتاتی ہوں۔ آپ دروازہ تو کھولیں۔''وہ

ورواز ہ کے باہر کھڑی منت سے کہدر بی تھی۔

''میں نےتم سے کہانا کہتم یہاں سے چلی جاؤ۔ مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سنی۔''شیم نے ایک بار پھروہی بات دہرائی۔ '' میں نہیں جاؤں گی ، میں آپ سے ملے بغیر نہیں جاؤں گی۔'' زینی نے بے حد ضدی انداز میں کہا۔ '' تو پھر کھڑی دروازہ بجاتی رہو۔''شیم نے بے حد غصے سے کہا۔

زین پوری قوت سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں سے اس درواز ہے کو بجانے لگی۔ ذلت میبھی ہوتی ہے، وہ اب جان رہی تھی۔اور میبھی ایک جگہ سے یا ایک ہی انداز میں نہیں ملتی ۔اسے میبھی پیتہ چل گیا تھا۔

وہ تب تک دروازہ بجاتی رہی جب تک گلی کے دوسرے گھروں سے لوگ باہر نہیں نگلنے لگے اور شایدا بھی نہ جانے کب تک دروازہ بجاتی رہتی اگر رہیعہ اور نفیسہ زبر دکتی اسے آ کر وہاں سے نہ لے جا تیں۔جو بات شایدا گلے چند دنوں میں محلے والوں کو پیتہ چلتی،وہ چندمنٹوں میں پیتہ چل گئ تھی۔ زینی پر شیراز کے گھر کا دروازہ بند ہوناکسی بم دھا کے سے تم نہیں تھا۔

www.urdដ្ឋាំកំovelspdf.com

"ساراقصورتمہاراہے۔تم ہی نے اتن چھوٹ دے رکھی تھی اپنی بیٹی کو۔"

اکبراب ضیاپر برس رہے تھے۔ضیاتھوڑی دیر پہلے ہی آفس سے گھر آئے تھے اور گھر کینچتے ہی انہیں بیذبرمل گئ تھی۔وہ اس طرح الٹے قدموں اکبر کے گھر چلے آئے تھے وہ شیراز سے خود ملنا چاہتے تھے گمرا کبراور نیم دونوں نے یہی ظاہر کیا تھا کہ شیراز وہاں نہیں ہے۔جبکہ شیراز دوسرے کمرے میں موجود ماں باپ اور ضیا کے درمیان ہونے والی گفتگوئن رہاتھا۔

''سوسولیکچردیتے تھے مجھےاخلا قیات اورا بمانداری پر۔اپنی بیٹی کودینا کیوں بھول گئے؟''ا کبرکو پرانی بھڑاس نکالنے کاموقع مل رہاتھا۔ ''اکبر بھائی! بیں قتم کھانے کو تیار ہوں کہ زینی کی کوئی غلطی نہیں ہے۔اس کا قصور ہوتا تو بیس بھی آپ کے ہاں نہیں آتا۔'' ضیاء نے لجاجت سے کہا۔

'' تمہارامطلب ہے کہاس کا قصور نہیں ہے۔ہم جھوٹے ہیں۔''ا کبرنے ای انداز میں کہا۔زندگی میں پہلی بارانہیں کسی پر برسنے ،کسی پر حاکمیت جمّانے کاموقع مل رہاتھااوروہ بھی اپنے اس چھوٹے بھائی پرجس کی سرکاری نوکری اورعزت سےوہ ہمیشہ سے خارکھاتے تھے۔

''خدانخواستہ میں ایسا کیوں کہوں گا اکبر بھائی! بیسب پچھ کسی غلط نہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ورنہ آپ جانتے ہیں زینی کووہ بھلا اس طرح کا کوئی کام کیے کرسکتی ہیں۔''

''کسی دوسرے کی اولا د کے بھیدوں کوہم کیے جان سکتے ہیں۔''نیم نے بے حد تلخی سے کہا۔'' ماں باپ کا تو کام بی پردے ڈالنا ہوتا ہے۔ تم اس کی حمایت کر کے کون ساانو کھا کام کرد ہے ہو یتم اپنے منہ سے بیا قر ارکیسے کروگے کہ تمہاری بیٹی کا کردارٹھیک نہیں ہے۔'' '' بھا بھی! میری بیٹی کے کردار کے بارے میں ایک لفظ بھی مت کہیےگا۔'' ضیا نیم کی بیہ بات برداشت نہیں کر سکے تھے۔ کی آ وارہ لڑکی ہمارے بیٹے کے لیے ہی رہ گئی ہے۔'' ''آپ کورشتہ ختم کرنا ہے، کردیں کیکن میری بیٹی کے کردار پر کیچیڑا چھالنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔'' ضیاء نے بیک دم کہا۔ا کبراور نیم کی ہاتیں اورا ندازاب ان کے لیے واقعی نا قابل برداشت ہور ہاتھا۔ ''ارےا چھا ہوا۔ ہمیں یہ سب پہلے پتا چل گیا۔شادی کے بعد بتا چلٹا تو میرے بیٹے کی گتنی بدنا می ہوتی۔''نیم نے کہا۔

'' چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔تم ہمارے گھر بیٹھے ہوہم تمہارے گھرنہیں بیٹھے۔''ا کبرنے بلندآ واز میں ضیاء سے کہا۔'' سارے زمانے

سیاوے بیٹ را بہانہ برورت من بیل بیا چل گیا۔شادی کے بعد پتا چلتا تو میرے بیٹے کی گتنی بدنا می ہوتی۔'نسیم نے کہا۔ ''ارےا چھا ہوا۔ہمیں بیسب پہلے پتا چل گیا۔شادی کے بعد پتا چلتا تو میرے بیٹے کی گتنی بدنا می ہوتی۔'نسیم نے کہا۔ ''واقعی بہت اچھا ہوا کہ بیسب کچھ مجھے بھی پہلے پتہ چل گیا۔شادی کے بعداس طرح کی کوئی تہمت آپ میری بیٹی کے دامن پرلگا۔'

'' واقعی بہت اچھا ہوا کہ بیسب کچھ مجھے بھی پہلے پیۃ چل گیا۔شادی کے بعداس طرح کی کوئی تہمت آپ میری بیٹی کے دامن پرلگاتے تو کرتا۔''

۔ "
" نہارے بیٹے کی عزت تمہاری بیٹی کی عزت ہے گئ گنازیادہ اور قیمتی ہے۔معاشرے میں اس کا مقام ہے۔ تمہاری بیٹی کیا ہے اور خودتم کیا ہو۔ "اکبرنے بے صد تقارت ہے کہا۔

''ٹھیک کہتے ہیں آپ! آپ کے بیٹے کا معاشرے میں ایک مقام ہے۔وہ سرکاری افسر ہے۔اسے شرم آئے گی ایک کلرک کی بیٹی کواپئی ہوی بناتے ہوئے۔ مجھے تو بیسب پہلے ہی جان لینا تھا۔ پچھ تو تھا نا اس کے اور آپ کے دل میں کدا کیڈی جانے کے بعدوہ ایک بار اس بچا کے گھر نہیں آیا، جہاں وہ مہینے میں کئی کئی بار آتا تھا۔میری بیٹی پرکوئی تہمت لگانے کے بجائے صرف سے کہددیتے کداب آپ کے بیٹے اور میری بیٹی کا جوڑ نہیں رہا۔اتنا لمباڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔آپ کی چیزیں میں صبح بھجوادوں گا۔''

ے مہاہم و رامنہ رے ہوئے ہوئے آخری چندلفظ ان سے کہاور پھران کے گھر سے نکل آئے۔ ضیاء نے کھڑے ہوئے ہوئے آخری چندلفظ ان سے کہاور پھران کے گھر سے نکل آئے۔ کندھوں پرانہیں اتنا ہو جھمحسوس نہیں ہور ہاتھا جتنا دل پر۔ بیان کے خونی رشتے تھے۔ان کے ماں جائے۔وہ فہمیدہ آپا ہوتیں یاا کبر....

ان کے لیے دونوں سانپ سے زیادہ زہر میلے ثابت ہوئے تھے۔دونوں کی آئھوں پرحرص وہوں کی پی بندھی تھی جس نے انہیں اندھا کرر کھا تھا۔ ﴿﴿ ﴿ ﴿ ﴿ ﴾ ضیابہت دیر تک اکبر کے گھر پر رہے تھے اور اس سارے عرصے میں زینی جلے یا وُس کی بلی کی طرح صحن کے چکر کا ٹتی رہی تھی۔صرف وہی

نہیں،رہید،نفیسہاورسلمان بھی بےحد پرنیثانی کے عالم میں حن میں بیٹے ہوئے تھے۔ ضیابالآ خرجس وقت شیراز کے گھر سے واپس آئے،اس وقت رات کافی ڈھل چکی تھی۔ دروازے پران کے دستک دیتے ہی زینی بھاگتی

ہوئی دروازے کی طرف گئی۔اس نے دھڑ کتے دل کے ساتھ دروازہ کھولااور ضیا کے تاثرات نے جیسےاس کے بدترین خدشات کی تقعدیق کردی تھی۔ ''کوئی بات نہیں بیٹا!ایک مثلنی فتم ہونے سے زندگی فتم نہیں ہوتی ۔اللہ تہہیں شیراز سے بہتر شخص کی رفاقت دے۔'' ضیانے نم آئکھوں کے ساتھ زین کے سرپر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور جیسےا سے زندہ قبر میں درگور کر دیا۔وہ بے بیتی سے باپ کا چہرہ دیکھتی رہی۔ ہر بار جب وہ زہرہ کا مسئلہ لکرنے جاتے تھے تو اس کا مسئلہ لکر کے ہی آتے تھے۔ ہمیشہ اچھی خبرلاتے تھے۔وہ بھی الی ہی اچھی خبرکی توقع

کے بیٹھی تھی اور بدکیے ہوگیا تھا کہاسے زندگی میں پہلی بارمسکے کا سامنا کرنا پڑااور باپاس کے لیے پچھنبیں کرسکااوراب اسے مثلی کے خاتبے پرصبر کی تلقین کرر ہاتھا۔زین پھٹی پھٹی آئکھول کے ساتھ ضیاء کود مکھر ہی تھی۔ جونفیسہ سے کہدرہے تھے۔ ''صبح متنگنی کا سامان واپس دے آنا۔احچھا ہوا،ان لوگوں کا اصلی چہرہ ساہنے آ گیا، ورنہ کل کوزہرہ کی طرح وہ زینی کوبھی تنگ کرتے۔''وہ

کہتے ہوئے اندر کمرے میں چلے گئے۔ نفیسہ دو پٹہ منہ پررکھ کررونے لگی تھیں۔شایدوہ بھی زین کی طرح ضیا کے وہاں جانے سے کوئی آس لگائے بیٹھی تھیں۔زینی ای طرح صحن کے دروازے کے پاس کھڑی ماں، بہن اور بھائی کود مکھرہی تھی۔ بیسب پچھکوئی خواب تھا، کوئی بھیا نک خواب مگرمسکلہ بیتھا کہزینی نے بھی زندگی میں کوئی بھیا تک خواب تک نہیں دیکھا تھا۔ کوئی آسان سے زمین پر کس طرح گرتا ہے، بیزینب ضیاسے زیادہ بہتر نہ تو کوئی محسوں کرسکتا تھا، نہ بتاسکتا تھا۔

"زنی!اس طرح کھڑی مت ہو، بیٹھ جاؤ۔"رہید نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بے صدرری سے کہا۔زینب کو یکدم جیسے ہوش آگیا۔اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے وہ تیزی سے ضیا کے کمرے میں چلی گئی وہ پریشانی کی حالت میں اپنے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ زینب کے اندرآنے پر چو نکے۔

''آپ نے شیراز ہے بات کی؟''زینی نے اندراؔ تے ہی ضیاہے پوچھا۔ ' دنہیں، وہ گھریزنہیں تھا۔ا کیڈمی چلا گیا تھا۔''ضیانے م^{رهم} آ واز میں کہا۔

''ابو! آپشیرازے بات کریں۔ان کو بیسب پیتنہیں ہوگا۔ مجھے یقین ہےوہ''زینب نے لجاجت سے کہا۔ ''اس کوسب پتا ہوگا۔انہوں نے اس کے کہنے پریمنگنی تو ڑی ہے۔''ضیانے اس کی بات کا منتے ہوئے کہا۔ '''نہیں، میں بیمان ہی نہیں سکتی۔ آپ شیراز سے بات کریں یا مجھےا کیڈی لے جائیں۔میں ان سے بات کروں گی۔'' '' رہیں ،ابشیراز ہے کوئی کچھنیں کے گا۔ندمیں نتم۔''ضیانے شایدزندگی میں پہلی بارزینب سے خق ہے بات کی۔ ''ابو! صرف ایک باران سے بات کریں،ایک بار'' وہ ضیا کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کربچوں کی طرح رونے لگی۔وہ روئے گی

اورضیامان جائیں گےاسے یفین تھا۔ آخر باپ نے زندگی میں اس کے آنسوکب دیکھے تھے۔اس باراس کا یہ یفین بھی باطل ثابت ہوا۔ ' دنہیں زین! جب رشتختم ہوگیا تو ہوگیا۔ میں ان سے کہہ آیا ہوں کہاب وہ جا ہیں گے تو بھی تمہارارشتہ انہیں نہیں دوں گا۔''ضیانے ای

'' آپ بیک طرح کہدیجتے ہیں۔ آپ کو پتاہے آپ جانتے ہیں شیراز میرے لیے کیا ہیں۔''وہاب بلک بلک کررونے لگی تھی۔ ''جبعزت پرحرف آنے گئے تو محبت کوچھوڑ وینا چاہیے۔ میں سیبھی برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی تمہارے کردار پر کیچیڑ اچھالے،

ضیا کے لیجے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔اے اس طرح روتے دیکھے کران کے اندر چاہے جوہور ہاتھا،ان کے چیرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی یا فرق نہیں پڑا تھا۔

"ایک بارابوا صرف ایک بار"

''جو چیزاللدنه دے زینی!اسے انسانوں سے نہیں مانگنا جا ہے۔''

"اسے اللہ نے ہی مجھے دیا ہے ابو!"

دیا''تھا۔''ضیاءنے اینے لفظوں پرزوردے کرکہا۔''جو چلا گیااس کے لیےمت روؤ۔''

'' آپاتنے ظالم کیوں بن رہے ہیں ابو امیری زندگی کا سوال ہے اور آپ کوا حساس تک نہیں ہے۔''وہ ای طرح رو تی رہی۔ ''احساس ہے مجھے،اسی لیے کہدر ہاہوں اسے بھول جاؤ۔اللہ تنہیں'زینی نے روتے ہوئے ناراضی سے ان کی بات کا ٹی۔

" نہیں بھول سکتی میں۔ آپ مجھاس سے ملنے دیں۔"

" تا که پہلے انہوں نے تمہارے مال باپ کی بے عزقی کی ہے ابتہاری کریں۔"

'' وہ سب کچھ خالہ نے اور ہاتی گھر والوں نے کیا ہے۔شیرا زایسے نہیں ہیں۔وہ میرے ساتھ بیسب نہیں کر سکتے۔''

''انہوں نے تم پراپنے گھر کا دروازہ تک بند کر دیا۔ تم کیاسوچ کراس گھر میں جانا جا ہتی ہوں۔''

''شیراز نے تو درواز ہٰبیں بند کیا تھا۔وہ درواز ہبند کرتے تو.....''

ضیانے اس کی باقی بات نہیں نی تھی۔وہ اپنے دونوں گھٹنوں پردھرے اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسے اس طرح چھوڑ کراٹھ کر باہر چلے گئے تھے۔ بیآج زینی کے لیے دوسرادھچکا تھا۔ایسا کب ہوا تھا کہ باپ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا ہو،اس کی بات نہ مانی ہو۔کیاان کواس کا حساس ہی نہیں تھا۔

اس رات ضیائے گھر میں کھانا پکا تھانہ ہی کوئی رات کوسویا تھا۔ ہرایک آنے والے وقت کے بارے میں خدشات لیے جاگار ہاتھا۔ زینب کی نظروں کے سامنے دو پہر سے رات تک کئی واقعات فلم کی طرح بار بارچل رہے تھے۔ ضیااور نفیسہ کے کانوں میں اکبراور نیم کی کہی ہوئی باتیں۔ صبح ہونے تک زین تیز بخار میں پھٹکنے گئی تھی۔ ضیا آفس جاتے ہوئے اسے دیکھنے آئے تھے۔ زینی نے آئی تھیں نہیں کھولیس، ندان کی سمی بات کا جواب دیا۔ وواینی آئی کھوں پر باز ور کھے جیت لیٹی رہی۔ ضیا کا دل کٹنے لگا۔

'' آج منگنی کاسامان ان لوگوں کے گھر بھجوا دینا۔'' ضیانے بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے نفیسہ سے کہا۔

''آپناشتہیں کریں گے۔''

« نہیں بھوک نہیں ہے۔''

''میں سوچ رہی تھی اگرایک بارخاندان کے پچھلوگوں کواکٹھا کر کے شیرازاوراس کے گھروالوں سے بات'' نفیسہ نے بے حدلجا جت آمیزانداز میں پچھ کہنے کی کوشش کی ۔ ضیانے ان کی بات کاٹ دی۔ ''تم چاہتی ہو،جو ہا تیں انہوں نے ہم سے زین کے بارے میں کہی ہیں ،وہ انہیں پورے خاندان کے سامنے دہرا کیں؟ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ چند دن گزریں گے پھرزین ٹھیک ہوجائے گی۔'' وہ کہتے ہوئے سائکل لے کرصحن سے باہرنکل گئے۔

☆☆☆

"امی کہدر ہی ہیں ،ہمیں مثلنی کا سامان بھجوانا ہے۔"

رہید ضیائے گھرہے جانے کے تھوڑی دیر بعد نفیسہ کے کہنے پراس کے پاس آئی تھی۔وہ اپنے بستر پراس طرح چت پڑی ہوئی تھی۔اسے بہت تیز بخار تھا۔ گراب وہ رونہیں رہی تھی نہ بی آئی تھیں بند کیے ہوئے تھی۔ بے حد ماؤف ذہن کے ساتھ وہ جھت کو تک رہی تھی۔ بخار نے اس کے سوچنے بچھنے کی صلاحیتوں کو بری طرح متاثر کیا تھا اور شایداس وہنی حالت میں بیاس کے لیے بہتر ہی ہوا تھا۔ ''بھیج دیں۔''اس نے خالی نظروں سے رہید کود کھے کر کہا۔

> '' یہ بھی چاہیے۔''ربیعہ نے جھمجکتے ہوئے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔ مدر میں کے سیسر فرمیں کا سیسر کا میں متا

'' کیا؟''زینب کی پچھیجھ میں نہیں آیا، وہ کیا چیز مانگ رہی تھی۔

" دمنگنی کی انگوشی - "ربیعہ نے بالآ خرکہا۔

نینباب بھی اس طرح ساٹ نظروں سے اس کودیکھتی رہی۔

ربیعہ پچھ دیر منتظر رہی پھراس نے جھک کراس کا ہاتھ پکڑ کراس کی انگل سے وہ انگوشی اتار لیکھی۔ زینب نے کسی قتم کی مزاحمت نہیں کی۔ وہ بالکل بے جان انداز میں اسے اپنے ہاتھ سے انگوشی اتارتے دیکھتی رہی۔ وہ انگوشی اتنے سالوں میں اس کے وجود کا ایک حصہ بن گئی تھی۔ وہ سونے کا وہ واحد زیورتھا جو پچھلے جاریا نچے سالوں سے زینب کے جسم پرتھا اور اب اسے اس سے الگ ہونے میں چند سیکنڈ زبھی نہیں لگے تھے۔

''میں تمہارے لیے ناشتہ لے کرآتی ہوں، ساتھ کوئی میڈیس بھی دیتی ہوں۔ بخاراور تیز ہور ہاہے تمہارا۔'' ربیعہ نے قدرے فکرمند وتے ہوئے کہا۔

> '' کچھمت لانا، میں کچھنیں کھاؤں گی۔''زینی نے کروٹ لیتے ہوئے اپنے آپ کوسرسے پاؤں تک چادر میں چھپالیا۔ پنزیکن

وہ اگلے تین دن ای طرح بخار میں جھکتی گم صم اپنے بستر پر پڑی رہی۔ رہیدا ورنفیسہ زبردستی اسے تھواڑ ابہت کھلاتی رہیں۔ ضیا کے کئی بار کوشش کرنے پر بھی اس نے ان سے بات نہیں کی۔اسے اگر شیراز کے گھر والوں کے علاوہ کسی اور سے گلہ تھا تو وہ ضیا ہی تھے۔ وہ رشتہ ختم ہوجانے میں انہیں بھی مور داالزام تھہرار ہی تھی۔''اگرزہرہ آپاکے لیے وہ فہمیدہ پھو پھو کے سامنے ہاتھ جوڑ سکتے ہیں تو میرے لیے کیوں نہیں؟''اس کا ذہن ایک ہی بات سوچتار ہتا۔ اس کی مثلنی ٹوٹنے کی خبر جنگل کی آ گ کی طرح ہر طرف پھیل گئی تھی۔سارا دن نفیسہ محلے کی عورتوں کومثلنی ٹوٹنے کی وجو ہات بتاتی رہتیں۔ مسكه بيقها كه شيرازاب افسرتهاا وركوئى بھى اس بات پريفين كرنے كو تيارنہيں تھا كەشيراز جيسے لائق اورشريف نوجوان نے بغيركسى وجە كے زينى كوچھوڑ دیا تھا۔ ہرعورت نفیسہ سے سارا قصہ سننے کے بعد جیسے تصدیق کے لیے شیراز کے گھر بھی جاتی جہاں پرنسیم اور نز ہت انہیں بیروا قعہ مرچ مسالے کے ساتھ بتاتیں۔وہ عورتیں دوبارہ ان باتوں کو بتانے باشایدان پرنفیسہ کی رائے لینے کے لیے زینی کے گھر آتیں اور پھران کا اصرار ہوتا کہ وہ زینی سے ملنا چاہتی ہیں تا کہاس سے ہمدر دی کرسکیس اور زینی کمرے میں بند صحن میں ہونے والی باتیں سنتی رہتی۔ " میں نے توجب سے زینب کی مثلی ٹوٹنے کا سنا ہے، تب سے میراجی برا ہور ہاہے۔ آخر ہوا کیا تھا؟" میہ ہرعورت کے ابتدا سکیہ جملے ''بسیجھ لیس بقسمت خراب تھی زینی کی۔'' نفیسہ کا گہراسانس اور جوابی جملہ '' پر محلے میں تو کچھاور شور محاموا ہے۔''اگلا تیر۔ '' کیساشور؟''نفیسه کی پریشانی۔ '''سیم تو کہدر ہی ہے کہ زینب کے لڑکوں کے ساتھ تعلقات ہیں۔شیراز نے رینگے ہاتھوں پکڑا ہےا ہے کسی لڑکے کے ساتھ۔''روح فرسا الزام ياانكشاف

پھرایک موہوم ی امیداس کے اندر جا گئے تھی کہ شیراز جلدیا بدیرا ہے ماں باپ کودو بارہ رشتہ جوڑنے کے لیےان کے گھر بھیجے گا۔ آخریہ

ہو کیے سکتا تھا کہ وہ اتنی آ سانی سے زین سے قطع تعلق کر لیتا۔ وہ سارا دن اپنے بستر پرلیٹی پیتنہیں کیا کیا سوچتی رہتی۔

و مساب ۔ '' حجموٹ بول رہی ہے، تہمت لگارہی ہے میری بیٹی پر _ خدا کا خوف نہیں ہےا ہے ۔'' نفیسہ کا داویلا ۔ معن میٹیان کہ تنہ مدی میں سے سمجے میں کرمیٹ کی اور میٹی کا کے سمب میں اور نکا کے سمب میں دار کے سات کے ایک میا

اور زینی اندر بستر پر پڑی بیسب بچھ سوچ کراورادھ موئی ہوئی جاتی۔اس کا کمرے سے باہرنگل کرکسی سے سامنا کرنے کا حوصلہ اکٹھا ہونے سے پہلے ہی ختم ہوجا تا کِل تک جوعور تیں اپنی بیٹیوں کا نام اس کے نام پر رکھتے ہوئے اس کی قسمت پر دشک کرتی تھیں۔آج وہی اس پر ترس کما نیالا بکا ڈاشاہ کھیز علی آئی تھیں۔

کھانے یااس کا تماشاد کیھنے چلی آ ربی تھیں۔ نینب ضیانے آج تک اپنی قسمت کے اچھا ہونے کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا۔لوگ سوچتے تھے اورلوگ کہتے تھے لیکن آج اپنی قسمت کے خراب ہونے کے بارے میں اسے کوئی شک نہیں تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ واقعی بہت برقسمت ہے زہرہ آپاسے زیادہ۔محلے کی ہرمطلقہ،

بیوہ مورت سے ریادہ۔ اے اب اس اڑکے پر بھی غصر نہیں آتا تھا۔اے لگتا، وہاڑ کانہیں تھا۔ بدشمتی تھی جواس دن اس کے اور شیراز کے درمیان آ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ سارا دن وہ کمرے میں بستر پر چپ چاپ پڑی رہتی اور ساری ساری رات صحن میں ننگے پاؤں پھرتی رہتی یا پھر کسی جگہ بیٹھی رہتی۔ جب تبجد کے وقت ضیاا ہے نے کمرے سے باہر نکلتے تو وہ جیب چاپ صحن ہے اٹھ کروا پس کمرے میں چلی جاتی۔ نہ وہ پہلے کی طرح ضیا ہے بات کرتی ، نہ وضو ضیانے بہت باراس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگرزین کے پاس ایک جیپ کے سوااور پچھ تھا ہی نہیں۔ وہ باپ سے بینہیں کہنا جا ہتی تھی کہا سے صرف اور صرف ان ہی سے گلہ تھااور کسی سے نہیں ۔ شیرا زیااس کے گھر والوں سے بھی نہیں ۔

گراس سب کے باوجودا سے ابھی بھی کوئی آستھی کہ پچھدن اورگز رنے پرشیراز کسی نہ کسی طرح اس سے رابطے کی کوشش کرے گا، وہ اسے یا دکرے گا اورسب کچھ پھریہلے کی طرح ہوجائے گا۔سب پچھ۔

اس رات بھی وہ ای طرح صحن میں بیٹھی ہوئی تھی جب رہید ہاہر آ کراس کے یاس بیٹھ گئی۔ "سوجاوُزیٰی! کب تک اس طرح جا گ<mark>تی رہوگی؟"</mark>

''مجھےایک ہارشیرازے ملناہے۔''ز<mark>پی نے جواب دیا۔</mark>

'' کیا کروگی اس ہے ل کر،ابونے کہا تو ہے، وہ سب ایک جیسے ہیں۔'' ' د نہیں وہ باقی لوگوں جیسے نہیں ہیں۔'' زینی نے فی میں سر ہلا کر کہا۔

"زين....."

اس نے رہیعہ کی بات کاٹ دی۔'' میں انہیں منالوں گی۔ جتنا بھی ناراض ہوں مگر وہ میرے سامنے مجھے دیکھ کرناراض نہیں رہ سکتے۔ حمهیں پیدتوہے۔''

''انہوں نے مثلنی تو ڑی ہےاورشیراز کی مرضی سے تو ڑی ہے۔''

''غصے میں ،صرف غصے میں ۔ورندشیراز میرے بغیر کیسے دہیں گے۔''زینی نے بے جارگ ہے کہا۔

''جیسے مرضی رہے ہمیں کیا ہم سے تو رشتہ ختم ہو گیاان لوگوں کا ۔ابونے کہاہے نا کتمہیں انشاءاللہ تعالیٰ شیراز سے بہتر آ دی ملے گا۔''

' دنہیں۔شیرازنہیں تو کوئی بھی نہیں۔''زینی نے یک دم دوثوک انداز میں کہا۔

''میں ان کی جگہ سی کوئیں دے سکتی۔''

''ابھی نئ نئ بات ہے، کچھودت گز رے گا تو وہ تبہارے دل ہے نکل جائے گا۔''

'' نہیں نکلےگا،سوسال بھی گزرجا کمیں تو بھی وہ میرے دل سے نہیں نکلےگا۔کوئی اس طرح دل ہے کیسے نکل سکتا ہے۔''

''تم اے نکال دوگی تو نکل جائے گا۔''

''تم عمران کواینے دل سے نکال سکتی ہو؟''

'' بیفرق ہوتا ہے تعلق میں اورمحبت میں ۔ میں تو شیراز کوکسی بھی قیت پراپنے دل سے نہیں نکال سکتی اور نہ نکالوں گی اور میں اب کسی اور ہےشادی بھی نہیں کروں گی۔'' زینی نے دوٹوک انداز میں کہاا وراٹھ کرا ندر چلی گئی۔

'' ہاں،اگروہ مجھےاس طرح اپنی زندگی ہے نکال دے تو میں بھی اسے اپنی زندگی سے نکال دوں گی۔''رہیعہ نے اسی انداز میں کہا۔

شیراز کا وہ رقعہ پکڑنا اس کے اوراس کے گھر والوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا تھا۔ زینی کے رشتے سے جان چھڑا نا شیراز کو جتنا مشکل لگ ر ہاتھاوہ اتناہی آ سان ہو گیا تھا۔

اینے جھوٹ کو بچے ثابت کرنے کے لیے شیراز کے گھر والوں نے جی بھرکرزیٰ کے کر دار کے بارے میں محلےاور خاندان میں باتیں کی تھیں ۔کوئی ایک فردبھی ایسانہیں تھاجس نے ان کی **باتوں پراعتبار نہ کیا ہواور مثلّی تو ڑنے کوچیج قدم قرار نہ دیا ہو۔**

کون تھا جوا یک بی ایس بی آفیسر کے خاندان کی کسی غلط بات کوغلط کہہ کراس ہے دشمنی یا ناراضی مول لیتا۔ ہرا یک کومنتقبل قریب یا بعید میں شیرازاوراس کے سرکاری عہدے کی ضرورت پڑسکتی تھی۔

پھرزینب ضیاایک چیونٹی سے زیادہ اہمیت کہاں رکھتی تھی لڑ کیوں کی منگنیاں ہوتی رہتی ہیں ٹوٹتی رہتی ہیں تھیجے یاغلط سی بھی وجہ سے پھراب

کیا خاص بات ہوگئی تھی۔ اور زینب کی منگنی ختم ہونے سے پورے خاندان کے لیے شیراز اکبرایک بار پھر سے اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ پورے خاندان کے لوگوں کی

نظریں ایک بار پھرسے اکبر کے گھرانے پر آ کرٹک گئی تھیں کہ اب قرعہ س خوش قسمت لڑکی کے نام نکاتا ہے۔ حیاریا کچے سال ہے جس لڑکی کوخاندان کی خوش قسمت ترین لڑ کی کے خطاب ہےنوازا جار ہاتھاوہ یک دم اس خطاب ہےمحروم کر دی گئی تھی۔اب کسی اور کی باری تھی اور ہرایک کواپنی بیٹی ہی شیراز کامناسب زین جوژلگ ربی تھی۔

ضیا کودکھاس بات کا تھا کہ محلےاور خاندان کے کسی فرد نے ان سے اس رشتہ کے ختم ہونے پرا ظہارافسوس نہیں کیا تھا۔ ہرایک نے ان سے صرف اس لڑکے کے قصے کے حوالے سے وضاحت ہی ما نگی تھی۔ محلے کا کوئی مروزینی کا نام نہیں جانتا تھااوراب وہ ہرایک کے ہونٹوں پریہ نام س رہے تھے۔ کسی باپ کے لیے اپنی بیٹی کا نام غیرلوگوں کی زبان پراس طرح سننا کس قدراؤیت ناک ہوتا ہے۔ بیو ہی جانتے تھے۔

اوراس ہے بھی تکلیف دہ چیززینی کاروبیاوراس کی حالت تھی۔وہ دنوں کے اندر بدل گئتھی۔وہ کئی باررات کو سحن میں اس کے قدموں کی آ واز سنتے اور جاگ جاتے اوراس کے بعد پوری رات سونہیں یاتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ساری ساری رات صحن میں بیٹھی رہتی ہے۔شیراز

ہے اس کی جذباتی وابستنگی کوکوئی ان سے زیادہ اچھی طرح نہیں جانتا تھااوراب اس کی ڈبنی کیفیت کوکوئی ان سے زیادہ بہتر طور پرنہیں سمجھ سکتا تھا۔ان ے بس میں ہوتا تو وہ ہر قیمت پرشیراز کے ساتھاس کارشتہ جوڑ دیتے مگریہ سب پچھان کے ہاتھ میں نہیں تھااوروہ یہی چیز زینی کوسمجھانے سے قاصر تھے۔وہ پہلے کی طرح ان سے جیب خرچ کیتی تھی ندان کی لائی ہوئی کھانے کی کسی چیز کو ہاتھ لگاتی تھی۔اس نے ضیا کے سامنے آنا تک چھوڑ دیا تھا۔ رشدتو شے سے شیراز کے گھر کو پچھنہیں ہوا تھا مگر ضیا کے گھر میں دراڑیں پڑگئے تھیں۔

شیراز اوراس کے گھر والوں کواس و بک اینڈ پر شینا کے گھر جانا تھا مگرا چا تک سعیدنواز نے اسے شینا کے دو ہفتے کے لیےا سلام آباد جانے کا بتا ما اور ساتھ ہی ریکہا کہ وہ جیسے ہی وہاں سے واپس آتی ہے وہ اس کے گھر والوں کو کھانے پر بلوا نمیں گے۔شیراز کوا جانک خدشات تنگ کرنے لگے تھے۔ کیونکہا گلے پچھ دن سعیدنواز ہے اس کا رابطہ بالکل نہیں ہوسکا تھا۔ دوسری طرف اس کے گھروالے اس سے بار بارھینا کے بارے میں پوچەر ، تھے۔شراز كوية خوف محسوس ہوا كەكہيں <mark>سعيدنواز كااچا تك ارادہ نه بدل گيا ہو۔</mark> اس نے بہانے بہانے جواد سے هینا اوراس کے اسلام آباد جانے کے بارے میں پوچھا۔ جواد کواس بارے میں کچھ پتانہیں تھا مگراس

نے شیراز کو بیسلی ضرور دی کہ هینا اکثر ٹریول کرتی رہتی ہاوراس کے اکثر سفر کسی پیشگی اطلاع کے بغیر ہوتے ہیں۔شیراز مطمئن تو خیر کیا ہوتا مگراس نے جواد کوسعید نواز کے پروپوزل کے بارے میں بتا دیا۔ عیدنواز کے پروپوزل کے بارے میں بتادیا۔ جواد نے بے حدخوثی کا اظہار کرتے ہوئے اسے مبارک باد دی گر شیراز کو یوں محسوس ہوا جیسے سعیدنواز اسے پہلے ہی اس بارے میں

بتا چکے تھے۔مبارک باد دینے کے ساتھ ہی جواد نے اس سے اگلاسوال اس کی پچھلی مثلّیٰ کے بارے میں پوچھااور شیراز نے اس سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ وہ کئی ہفتے پہلے اس رشتہ کوختم کر چکا تھا۔جواد نے اس پراسے ایک بار پھرمبارک باودی۔

منگنی ٹوٹنے کےانگلے دوہفتوں میںا ہے بیے بعد دیگرے زینب کے تمین طویل خط اکیڈی کےایڈریس پر ملے۔اس نے صرف پہلا خط

پڑھااس میں زینب نے اس لڑکے کے تنگ کرنے کے احوال کے ساتھ ساتھ اس سے معذرت کی تھی اورالتجا کی تھی کہ وہ ایک باراس سے ال لے۔ شیراز نے اگلے دونوںخطوں کو پڑھے بغیر پھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ زینب ضیااب اس کے ماضی کا ایک عم گشتہ باب تھا جے وہ بند کر چکا تھا۔

اس کی زندگی کا اگلاسنہری باب هینا سعیدنواز کے وجود سے سجایا جانے والا تھااورا سے اس وقت صرف اس کی فکرتھی۔

دو ہفتے وہ مسلسل سعید نواز ہے کسی طرح رابطے کی کوشش کرتا رہا مگراہے کا میا بی نہیں ہوئی۔وہ اسے گھریز نہیں ملے اور دو ہفتے کے بعد جب وہ بے صدفرسٹرٹیڈ ہو چکا تھا تو بالآ خرسعیدنواز کی طرف سے اسے اوراس کے گھر والوں کو کھانے کی دعوت مل گئی۔شیراز کا دل بے اختیار سجدے میں گر جانے کو جایا۔

اس نے اپنے گھر والوں کواس دعوت کی اطلاع وینے کے ساتھ ہی سعیدنواز کے دیے گئے پیپیوں سے منگنی کا سامان بھی خریدلیا تھا۔

سعیدنواز کی بھجوائی ہوئی شاندارائیر کنڈیشنڈ گاڑی میں شیراز ،اس کے ماں باپ اور بہنوں نے زندگی میں پہلی بارا کشھاسفر کیا تھا۔وہ نئے خریدے ہوئے بہترین لباس میں ملبوس تھے۔انہیں دیکھ کریوں لگ رہاتھا جیسے وہ کسی شادی کی تقریب میں شرکت کے لیے جارہے ہوں۔منگنی کی تقریبان کے لحاظ سے شادی ہی کی تقریب تھی اور وہ سوچ رہے تھے کہ سعید نواز کے گھر بھی اس طرح کا اہتمام ہوگا اوران کا شاندارا سنقبال ہوگا۔ خاص طور پراکبراورنسیم سنیعہ کےسلیولیس بازوؤں والی شرٹ اورٹراؤزرنما پاجاہے کودیکھ کراسی طرح ہکا بکا نظر آرہے تھے۔ باقی کی کسراس گھراس ے ڈرائنگ اور ڈائننگ روم میں نظر آنے والے سامان کو دیکھ کریوری ہوگئ تھی۔شیراز کے گھر والے سعیدنواز اور سنیعہ ہے باتیں کم کررہے تھے اور کمرے میں رکھے سامان کوزیادہ گھوررہے تھے۔نیتجتاً سعیدنواز اور سنیعہ کی زیادہ تر گفتگوشیراز ہے ہی ہوتی رہی جودونوں خاندانوں کے درمیان اس قدرنمایاں فرق کو ہر طرح سے چھیانے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ ڈنر جوکسی دوسری فیملی کےانوائٹ کیے جانے پر بہت دیر بعد شروع ہوتا ، وہ سعیدنواز نے شیراز کی فیملی کے آنے کے پندرہ منٹ بعد ہی سروكرنے كا كہدديا تھا۔ ''لکین بھائی صاحب! پہلے آپ بیٹی کوبلوالیتے اور ہم لوگ رسم کر لیتے تواحیعاتھا۔''نسیم نے کہاتھا۔ ''هینا ابھی ڈنر پرہمیں جوائن کر لے گی اور رسم کی کوئی بات نہیں ،اتنی فارمیلٹیز کی ضرورت نہیں ہے۔بس دونوں خاندانوں کے درمیان

بات طے ہوگئی بیکا فی ہے''سعیدنواز نے ہنتے ہوئے انہیں ڈائننگ نیبل کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

ان کی تو قعات غلط ثابت ہوئی تھیں ۔سعیدنواز کے ہاں وہ اورسنیعہ ان کی سابقہ بیوی کےعلاوہ ان کوریسیوکرنے کے لیے کوئی نہیں تھاوہ

سعیدنواز اورسنیعہ اگر شیراز اوراس کے گھر والوں کے بھڑ کیلے ملبوسات دیکھ کر جیران ہورہے تھے تو دوسری طرف شیراز کے گھر والے

دونوں میاں بیوی خود بے حد بلکہ کسی حد تک عام لباس میں ملبوس تھے۔ گاڑی پر پہلے چکر میں شیرازا کبر بسیم اور نز ہت آئے تھے اور سعیدنواز اوران کی

ہوی نے صرف انہیں ہی ریسیو کیا تھا۔ دوسرے چکر میں آنے والی شیراز کی دو بہنوں کوریسیو کرنے کے لیے کوئی نہیں تھا۔انہیں خود شیراز ہی اندرلایا

تھااورسعیدنوازاورسنیعہ انہیں دیکھ کرقدرے حیران ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ شاید صرف اکبر نسیم اور نز ہت ہی رسم کے لیے آئے تھے۔

حلیے نے اسے بے حدا ٹریکٹو بنادیا تھا۔ واحد جھٹکا جونسیم کواہے دیکھ کرلگا تھا، وہ اس کا جینز اورا بکے مختصری شری میں ملبوس ہونا تھا۔وہ سوچ رہی تھیں کہ وہ با قاعدہ طور پرکسی دلہن کے جلیے میں دو پٹہ سے سرڈ ھانیےان کے سامنے نمودار ہوگی اوروہ پھررسم کریں گے۔ یہاں شینا ہیلو کہہ کرنسیم کے بالمقابل نیبل کے دوسر ہے طرف

خدشات پچھلے کئی دنوں سے ستار ہے تتھے وہ یک دم غائب ہو گئے تتھے۔شینا زینی جیسی خوبصورت بے شک نہ نہی مگرخوبصورت تھی اوراس کے انداز اور

ڈ ائننگ ٹیبل پرسب کے بیٹھنے کے بچھ دہر بعد ہی شینا بالآ خرآ گئی تھی نسیم اور شیراز کی بہنوں کولڑ کی کی شکل وصورت کے بارے میں جو

اپنی مال کے برابر میں بیٹھ گئے تھی ۔سعیدنوازاب ہینا ہے شیرازاوراس کی قیملی اس کا تعارف کروار ہے تھے۔اوراس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ باری باری ان سب چہروں کو دیکھا تھا جواس کے آنے کے بعد سے مسلسل اسے گھورر ہے تتے یا شایداشتیاق بھری نظروں سے دیکھ رہے تتے۔ شینا

فوری طور پر دونوں میں تفریق نہیں کرسکی۔

تشیم نے'' ماشاءاللہ'' کہتے ہوئے بالآ خرهینا کی تعریف کی تھی جس پر هینا نے ایک اوراچٹتی سی نظران پر ڈالی۔ملازم اب کھانا سروکررہے تھے۔اورمیز پریڑی آ دھی سے زیادہ ڈشنز کوشیراز کا خاندان پہلی بارد مکھر ہاتھا۔ یہی حالت ٹیبل پریڑی کراکری اورکٹلری کی تھی۔شیراز کےعلاوہ ان اس کے باپ اورایک چھوٹی بہن نے سوپ کے لیے رکھے ہوئے پیالوں میں سوپ سرو کیے جانے کا انتظار کرنے سے پہلے ہی چکن کری کا سالن ڈال لیا تھا۔ نز ہت اور دوسری بہن نے ملازم کے سوپ سروکرنے پر سوپ پیالے میں تو ڈال لیا تھا مگر اسے پخنی سمجھ کر چپاتی کے فکڑے اس میں ڈبوڈ بوکر کھانا شروع کر دیا تھا۔ وہ تھا کی سوپ تھا۔

سیم نے سوپ پیالے میں ڈال لیاتھا۔ گراہے چھوڑ کراس نے'' چکن فرائیڈ رائس' اپنی پلیٹ میں ڈالے اور پھرٹیبل پر پڑی خشک بھنی ہوئی
'' دال'' کوان چاولوں پر ڈال کروہ ہمیشہ کی طرح اپنے ہاتھوں سے چاول کھانے گئی۔اس نے ہمیشہ چاول ہاتھ سے ہی کھائے تھے۔ چمچی کا استعال اس
نے اپنے گھر میں کبھی نہیں کیاتھا تو یہاں کس طرح کرتیں۔سعیدنوا زاورسنیعہ نے کمال تخل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکٹنگٹیبل پرشیراز کے گھر والوں ک
بدحواسیوں کو کمل طور پرنظرانداز کیااور یوں ظاہر کیا جیسے انہوں نے اپنی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔وہ مسلسل شیراز سے با تیں کرتے رہے۔

بروسیدں و سارت ہوں ہوں ہوں ہے۔ ہوں ہے ہوں ہیں ہوں ہاری ہاری ہوں ہے۔ ہوں ہے۔ دوسری ہارنزہت ہے۔ چچے ہے وال کھانے ک دود فعی ٹیم الزاستعال نہ کرنے کی وجہ ہے ہرا یک کی بلیث کے اردگر دچا ولوں کی ایک چھوٹی دیوار بن گئی تھی۔ صرف ہے کی بلیث کے گرداییا نہیں تھا کیونکہ وہ ہاتھ سے لقمے لے رہی تھی۔ اس رات اکبرنے '' چکن چلی ڈرائی'' کو چپاتی کے ساتھ کھایا۔ نزہت نے چکن پائن ایبل میں سے پائن ایبل کے نکڑے مربہ بچھ کرنکال دیے جبکہ شاند نے چکن آ لمنڈ میں سے صرف بادام ہی چن کر کھائے۔ صرف اتناہی نہیں تھا ان سب نے آخر میں گرین ٹی

ڈائننگ ٹیبل کا ماحول اتنا فارل تھا کہان میں ہے کسی کی ہمت نہیں تھی کہوہ میز پر پڑی ڈشز کا نام یا کھائے جانے کا طریقہ بھی پوچھنے کی ہمت کر سکتے ۔وہ صرف جلداز جلد کھا بی کراس مشکل مرحلے ہے گز رجانا جا ہتے تھے۔

ٹیبل پرصرف شیناتھی جو بالکل خاموثی سے ان سب لوگوں کو کھا نا کھاتے ہوئے بغور دیکھے رہی تھی۔ وہ بےحد''سنجیدہ''تھی اورصرف شیراز تھا جواب ان سب کوا کٹھے وہاں لے آنے پر''شرمندہ'' تھا۔

سیرارها بواب ان سب واسطے وہاں سے اسے پر سرسدہ تھا۔ کھانے کے فوراُ بعدوالیں ڈرائنگ روم میں آنے پرمنگنی کی مختصر سم ہوئی نسیم نے شینا کووہ انگوشی پہنانے کی کوشش کی جووہ ساتھ لے کر آئی تھس مگر سعید نواز اور سدیعہ نے انہیں منع کردیا۔

" ہمارے یہاں انگوٹھیوں وغیرہ کا تبادلہ ہیں ہوتا،صرف بات طے ہوتی ہے۔ بیانگوٹھی ہماری طرف ہے آپ رکھ لیں۔ "

سنیعہ نے کہاتھا۔انہوں نے منگنی کاوہ دوسراسامان بھی یہی کہہ کرنہیں رکھاتھاجوشیراز کے گھر والےلائے تھے۔صرف وہ پانچ ہزاررو پیہ لےلیا تھاجوا کبر شینا کودینا چاہتا تھا۔شینا مزیزنہیں رکی ، وہ فوراًاٹھ کر چلی گئی۔

. جبکه سعیدنواز نے شیرازاوراس کے گھر والوں کورخصت کرتے ہوئے ایک بار پھر تھا نف اور سامان کا ایک انباران کے ساتھ کر دیا تھا۔

واپسی پرسعیدنواز نے اپنی ایک گاڑی کے دوچکرلگوانے کے بجائے اپنی دوگاڑیوں میں انہیں گھر بھجوایا تھا۔

وہ رات شیراز کے گھر والوں کی زندگی کی سنہری را توں میں سے ایک تھی۔ان سب کوشینا کا گھر اور ماں باپ دونوں بہت اچھے لگے تھے اوراس سے بھی بڑھ کر شینا کی سادگی اور خاموثی اچھی گئی تھی۔شیراز فخر بیا نداز میں شینا اور سعید نواز کی بی تعریفیں یوں سنتار ہا جیسے وہ واقعی اس کی دریافت تھے۔ پچھ گھنٹوں پہلے کی شرمندگی کا اب کہیں نام ونشان بھی نہیں رہاتھا۔ یہ یہ یہ یہ

☆☆☆

''بہت اجھے لوگ ہیں لڑکا ابھی جوئیر کلرک بھرتی ہوا ہے ہمارے ہی محکمہ میں ۔ خالدصاحب تو بہت ہی شریف آ دمی ہیں۔ بیٹا بھی ان جیسا ہی ہے۔ زین کے بارے میں من کر بہت تسلی دی مجھے پھر آج رشتہ کی بات کی۔ کہدر ہے تھے کہ میں نے اگر پہلے زین کا رشتہ نہ کر دیا ہوتا تو وہ پہلے ہی زین کے سلسلے میں مجھ سے بات کرتے ۔ پچھلے سال جب گھر آئے تھے توزین سے ملے تھے۔ بہت خوش ہوئے تھے۔''
منیا ہے حدخوشی اور جوش کے عالم میں نفیسہ کو بتار ہے تھے۔ آج منگئی ٹوٹے کے بعد پہلی باران کے چہرے پر مسکرا ہے اور خوشی تھی۔ ۔

'' دیکھ لو، میرامولا کتنارجیم ہے۔ایک دروازہ بند کیا ہے تو فوراً ہی دوسرا دروازہ کھول دیا ہے۔اس نے۔میں تو ابھی شکرانے کے نفل ادا کروں گا مسجد جاکر کہاس نے مجھے اور میری بیٹی کواس تکلیف سے نجات دی۔''

مسجد جا کرکہ اس نے جھے اور میری بی اواس تکلیف سے نجات دی۔'' نفیسہ بھی بے حدخوثی سے ان کی بات من رہی تھی۔ ضیا کے اس دفتر کے ولیگ اور دوست کو وہ بہت عرصے سے جانتی تھیں۔ انہوں نے ضیا سے ان کا کافی ذکر سنا تھا۔ وہ واقعی ان ہی کی طرح کے شریف لوگ تھے اور اب ان حالات میں چند ہفتوں میں ہی اس رشتہ کا آ جانا ان کے لیے معجزے سے کم نہیں تھا۔ شیر از اور اس کے گھر والے زینب کے کر دار پر اتنا کیچڑ ندا چھالتے تو خالی مثلّی ٹوٹے کی صورت میں خاندان اور محلے کے ٹی گھر زینب کے دشتے کے خواہش مند ہوتے۔ اس کی خوبصور تی کی وجہ سے لیکن اب جو حالات ہو چکے تھے۔ ان میں ایسا اچھارشتہ آ جانا ان کے یے واقعی رحمت کی طرح تھا۔

وہ دونوں صحن میں بیٹھے یہ ہاتیں کرتے ہوئے بینہیں جانتے تھے کہ زینب نے ان کی گفتگوں لیکھی۔ایک آتش فشاں تھا جواس نے باپ کے خلاف اپنے اندر پھٹتے محسوس کیا۔ آخر کتنے دن ہوئے تھے اس کی منگئی ختم ہوئے؟ اور کتنی آسانی سے شیراز کی جگہ کی دوسرے کی بات کرنے لگے تھے وہ دونوں اس سے پوچھے بغیر۔ یوں جیسے وہ جانورتھی یا کوئی ہے جان شے۔

"اس گھر میں میرے لیےاب کوئی ندآئے اوراگرآئے گا بھی تو میں سے سامنے نہیں آؤل گا۔"

اس کی چپ بالآخرٹوٹ گئی تھی۔استے دنوں میں پہلی بارزینب نے باپ کو ناطب کیا تھا۔وہ ضیااور نفیسہ کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ زندگی میں بھی اس طرح وہ ماں باپ کے سامنے کھڑنے بیس ہوئی تھی۔

ضیااورنفیسہ کے چہرے پر جھلکنے والی خوشی کیک دم غائب ہوگئی۔

" تم اندر جاوَز بني إمين آ كرتم سے بات كرتى ہوں ـ " نفيسه نے اٹھتے ہوئے كہا ـ

''میں اندرنہیں جاؤں گی ، جو بات ہوگی ، یہیں ہوگی ۔''اس نے تندی سے کہاضیا گنگ اس کا چہرہ دیکھد ہے تھے۔

"ابشیراز کے لیے ہم نے تم کو بٹھائے تو نہیں رکھنا کہیں نہیں بیا ہنا تو ہے۔ ''نفیسہ کوغصہ آ گیا۔

''میں ساری عمرشیراز کے نام پر بیٹھ سکتی ہوں۔''زینی نے تندآ واز میں کہا۔

"جو کچھانہوں نے کیا ہےاس"زین نے مال کو بات مکمل کرنے ہیں دی۔

'' جو پچھ ہوا، وہ شیراز کا قصور نہیں تھا۔ شیراز نے کیا کیا ہے؟''

" پدرشته.....'

زین نے ایک بار پھرنفیسہ کو بات کمل <mark>کرنے نہیں دی۔</mark>

"میں اب کسی سے شادی نہیں کروں گ<mark>ی۔"</mark>

'' زین! میں تمہاراباپ ہوں تمہارے بھلے' ضیانے اس دوران پہلی دفعہ کچھ کہنے کی کوشش کی ۔ زینی نے ان کی بات بھی کا دی۔

"كيها بهلا.....؟ كون سا بهلا؟ بهلا تو آپ صرف زهره آيا كاكرتے رہ ميرے ليے كيا كيا آپ نے؟ ميري تو زندگي تباه كردي

آپنے۔"ا

. "باپ سے اس طرح بات کرتے ہیں۔"نفیسہ نے بے حد غصے سے اسے ٹو کا مگر ضیانے انہیں روک دیا۔

'' کہنے دواہے۔ یہ بولے گی تواس کے دل کا غبارا ور بوجھ کم ہوجائے گا۔''

'' کوئی بوجھ، کوئی غبارٹہیں میرے دل پر۔ صرف حقیقت ہے۔ آخر آپ نے زین کے لیے کیا کیا؟ آپ کو صرف اپنی عزت پیاری تھی، اس لیے آپ شیراز کے سامنے نہیں جھکے۔ آپ اس سے نہیں ملے، اس سے بات کرنے کی کوشش کے بجائے آپ میرے لیے دشتے ڈھونڈ رہے ہیں۔ زہرہ آیا کی طرح مجھ پر ترس کیوں نہیں آیا آپ کو؟ کتنی نمتیں کی تھیں میں نے آپ کی۔''

وہ بے حدث لیجے میں بولتی جارہی تھی۔اس کے اندر کا زہر باہر نکل رہا تھا۔

''شیراز برا ہوتا تو وہ بیسب کچھ آپ سے کہتا، مجھ سے کہتا۔اس نے تو کچھ نہیں کہا۔کوئی ایک بات بھی نہیں کی۔وہ ناراض ہی ہوتا اور

آپ کی جگہ جو باپ اپنی بیٹی سے واقعی محبت کرتا وہ اس کے پیچھے جاتا اس سے ملتا۔ اس کو مناتا۔''

'' تم مجھتی ہو، ہیں اس کے پاس نہیں گیا۔'' زینی کو یک دم جھٹکا لگا تھا۔وہ بات کرنا بھول گئی تھی۔

ضیانم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہدرہے تھے۔''گیا تھااس کے پاس تمہارے لیے گیا تھا۔اس کووضاحت دینے اور صفائی پیش

کرنے۔"

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" زین کی زبان پہلی باراز کھڑانے لگی تھی۔

'' کیا بتا تا کہاس کواب تمہارے باپ کی چا در میں لگے پیوندنظر آنے لگے ہیں۔وہ وہاں اکیڈمی میں بیٹھ کران چیزوں کو گننے لگاہے جو

اہے میری بیٹی ہے شادی کر کے نہیں ال سکتی تھیں ۔''

''آپوکوئی غلط^{ان}بی'زینی نے رکے ہوئے سانس کے ساتھ کچھ کہنے کی کوشش کی۔ ''میں نے بھی اپنے آپ سے بہی کہاتھا کہ جو پچھ میں نے شیراز کی زبان سے سنا، وہ میر سے کا نوں کا دھوکا ہے۔لیکن اس کی آ واز کی گونج ابھی تک بلکی نہیں ہوئی۔اس نے مجھ سے کہا آپ کی بیٹی''جہیز'' کے نام پر پچھٹیں لائے گی مگر کم از کم''عزت' تو لے کر آئے۔'' زینی کولگا کسی نے مجر سے بازار میں اس کے سرسے چا در تھینچ کرا تار دی ہو۔ بے حس وحرکت وہ باپ کودیکھتی رہی۔ پلیس جھپکائے بغیر سانس لیے بغیر۔ خاموثی کا ایک لمباطویل وقفہ اس کے اور ضیا کے بیچھ آیا تھا۔خاموثی ،خاموثی ،خاموثی لگتا تھا ساری کا مُنات ساکت ہوگئ تھی۔

خاموثی کا ایک لمباطویل وقفداس کے اور ضیا کے پیچ آیا تھا۔ خاموثی ، خاموثیلگتا تھاساری کا سُنات ساکت ہوگئ تھی۔ پھرزینی نے بالآخر کہا۔

'' میں یقین نہیں کرسکتی۔'' اس کی آ واز بے حد متحکم تھی مگروہ اس ایک جملے کے بعد وہاں تھہری نہیں تھی ، وہ یک دم پلٹ کراپنے کمرے گڑتھی۔۔

"میری بٹی بہت لگژریز کی عادی ہے۔" گالف کورس پراس کے ساتھ گیند کے تعاقب میں جاتے ہوئے سعیدنواز شیراز سے کہدرہے تھے۔جو

صیا کولگا،ان کی چینتی اولا وانهیں'' حجمونا'' کہدگئ تھی۔ ضیا کولگا،ان کی چینتی اولا وانهیں'' حجمونا'' کہدگئ تھی۔

ہے حد فرماں برداری اور تابع داری ہے ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ درخمیر میں میں میں میں کا سے جاتا ہے گئی ہے ہیں۔

''جہبیں تو ہمارےلائف اسٹائل ہے پتا چل ہی گیا ہوگا کہ شینا کوئس طرح کی زندگی گزارنے کی عادت ہے۔'' ''جی!''شیرازنے اینالیندیدہ جواب دیا۔

''جی!''شیراز نے اپنا پہندیدہ جواب دیا۔ ... س

''شینا کوکسی اور چیز پراعتراض نہیں ہے سوائے اس محلے کے جس میں تم رہتے ہو۔'' شیراز کا دل چاہا، وہ خودا پنے محلے کو جا کرآ گ لگا دے۔اسے شینا سے'' زیادہ''اپنے محلے پر''اعتراض'' تھا۔

''ای لیے بیں سوچ رہاتھا کہ شینا کوا بناایک بنگلہ شادی پر گفٹ کر دوں۔''

شیرازاس بار'' جی'' بھی نہیں کہدسکا۔خوثی سے جیسےاس کی آ واز ہی بند ہوگئی تھی۔آ خراس نے بیکہاں سوچا تھا کہ شادی پر شینا کو جہیز میں

سر ہے۔ سعیدنوازابشیرازکوڈیفنس کاوہ فیزبتارہے تھے۔ جہال ان کاوہ بنگلہ تھااورشیراز سابقہ دن کےاخبار میں ڈیفنس کے گھروں کی قیمتوں کو سعیدنوازاب شیرازکوڈیفنس کاوہ فیزبتارہے تھے۔ جہال ان کاوہ بنگلہ تھااورشیراز سابقہ دن کےاخبار میں ڈیفنس کے گھروں ک

ذ ہن میں دہرانے کی کوشش کرر ہاتھا جواس نے اتفا قابی دیکھی تھی۔ دونتہد میں میں گہر تھی ماکھ میں جائیر ہوف کے جس ط

'' تنہیں سرکاری گھر تو ملے گا مگرایک جوئیمر آفیسر کوجس طرح کا گھر ملے گا ،اس میں ہینا تو بھی نہیں رہے گی ،اس لیے میں سوچ رہا تھا کہ تم لوگ اس گھر میں شفٹ ہو جاؤیتم ایک دودن میں فارغ ہوکر وہاں جاؤاور دیکھو۔اگر پچھآ رائش اور مرمت کی ضرورت ہے تو مجھے بتاؤ۔ ہینا ہے جس ممنونیت اور مرعوبیت کی گرفت میں تھا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کتے کی طرح ہما گنا ہوا جائے اور اپنے منہ میں گیند دہائے لا کرسعید نواز کے قد موں پر دکھ دے۔ صرف اتنائی نہیں وہ اپنی زبان سے ان کے بیروں کو بھی چا تناچا ہتا تھا۔ سب پچھ نہیں کیا تھا جو شیخص سات دن میں کر رہا تھا ھینا ہے اس کے عشق میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔

وہ اپنے دل میں عزم کر رہا تھا وہ ساری عمر شینا کو سر پر بٹھا کر رکھے گا۔ بھی اس سے نا راض نہیں ہوگا۔ بھی کوئی ہو تہ انفظ نہیں کے گا۔ بھی ھینا کو سی کام سے نہیں روکے گا۔ بھیشد اس کا بہت خیال رکھے گا۔ بھی ھینا کو سی کام سے نہیں روکے گا۔ بھیشد اس کا بہت خیال رکھے گا۔ بھی لاکر اے دے وقتا کو گی کام نہیں لگا کے گا۔ بھی ہوگا۔ کہی ھینا کو سی کام سے نہیں روکے گا۔ بھیشد یا در کھا کرے گا۔ اے وقتا فو قتا تنی انسان میں اس کے لیے بھول لا یا کرے گا۔

لاکرا ہے دے دیا کرے گا۔ بھرا کی سے اپنے اخراجات کے لیے بیسے لیا کرے گا اس کی سالگرہ اور ویڈی نگ اینورسری بہیشہ یا در کھا کرے گا۔ اسے وقتا فو قتا تنی انسان میں ہوئے ہوئے وہ ہوئے وہ ہوئے وہ ہوئے دو بارہ مخاطب کیا۔ گیند کی طرف جاتے ہوئے وہ ہوئے وہ ہیں ہوئے اس کے بلے بھراور سادہ می ہو۔ صرف تبہارے اور میرے گھروالے اس میں شامل ہوں۔ میں بے حدسادہ جان بھی ہی ایک ہی ہوئے رکھتی ہے، اس لیے بیں چاہتا ہوں کہ دونوں خاندان کی قشم کی فضولیات میں نہ ہوئے۔ اور پرانے خیالات کا آدی ہوں اور ہینا بھی ایک ہی ہوئے رکھتی ہے، اس لیے بیں چاہتا ہوں کہ دونوں خاندان کی قشم کی فضولیات میں نہ ہوئے۔ اور پرانے خیالات کا آدی ہوں اور ہینا بھی ایک ہی سوچ رکھتی ہے، اس لیے بیں چاہتا ہوں کہ دونوں خاندان کی قشم کی فضولیات میں نہ ہوئے۔ اور پرانے خیالات کا آدی ہوں اور ہینا بھی ایک ہی سوچ رکھتی ہے، اس لیے بیں چاہتا ہوں کہ دونوں خاندان کی قشم کی فضولیات میں نہ ہوئے۔

بھی کہوں گا کہوہ بھی وہاں ایک چکرلگائے اور ہاں ہتم اپنے لیے گاڑی بھی پسند کر کے بک کروالو۔ بیتمہارے لیے شادی کا تحفہ ہوگا۔''وہ اس بار پھر

''جس شوروم سے میں اور هینا گاڑی وغیرہ خریدتے اور بدلتے رہتے ہیں، وہاں کل ڈرائیور کے ساتھ تہمیں بھجوا دول گا۔''

سعیدنواز گالف کورس پر ہول کے آس پاس کےعلاقے میں گیند تلاش کررہے تھے۔شیراز کولمبی گھاس میں گیندنظر آ گئی تھی۔وہ اس وقت

جی کہنا جا ہتا تھا،ایک بار پھر جی نہیں کہہ سکا۔

سعیدنواز نے جیسے شیراز کی آخری مشکل بھی آسان کردی تھی۔

''جیجیجی بالکل متفق ہوں آپٹھیک کہتے ہیں انگل!''شیرازخود بھی الی کوئی تقریب منعقذ نہیں کروانا چاہتا تھا جس میں اتنی مشکل سے چھپایا ہوااس کا خاندان اور خاندانی بیک گراؤنڈ منٹوں میں بیوروکر لیمی کے جم غفیر میں اسے زیر کردیتے ۔اسے ابھی متگنی کا احوال از برتھا۔ ''جیسے ہی تمہاری ٹرینگ ختم ہوتی ہے، ہم ایک سادہ می تقریب میں شینا اور تمہاری شادی کردیں گے۔'' سعیدنوازنے اس کے رسپانس

ے بے صدخوش ہوتے ہوئے جیسے فیصلہ سنایا۔ ''اورایک بات اورتم نے دو چار بار شینا کو گھر پر کال کی ہے۔ شینا نے مجھ سے ذکر کیا۔ بیٹا! میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں بہت

پرانے خیالات کاما لک ہوں اورخود ہینا بھی ان چیز وں کو پہندنہیں کرتی ۔'' شراز کے ماتھے پرشرمندگی ہے پسیند آگیا۔سعیدنو از کالہجہ بے حدزم مگر دوٹوک تھا۔وہ ان سے یہ بھی نہیں کہد سکا کہ ہینا ہے بات کرنے ''سوری۔'اس نے بالآخر'' بی 'کےعلاوہ کچھ کہا۔وہ اس وقت بنہیں جانتاتھا کہوہ مستقبل میں اس کا دوسراپسندیدہ ترین جواب بننے والاتھا۔ سعید نواز نے مسکراتے ہوئے اس کی پشت تھپتھپائی اور گیند کے پاس پہنچ گئے۔

☆☆☆

'' 'تہہیں کچھ پتا چلانفیسہ؟ شیراز کی منگنی ہوگئی ہے۔'' زینی کے ہاتھ میں پکڑا شخشے کا گلاس بےاختیار ہاتھ سے جھوٹ کرفرش پرگرا۔ رہیعہ کے مصریح

نے چونک کراہے دیکھا۔

صحن میں محلے کی عورت نفیسہ ہے بات کر رہی تھی۔ زینی بالکل ساکت فرش پر پھیلی گلاس کی کرچیوں کے درمیان کھڑی تھی۔ بےس و حرکت ، یوں جیسے ایک بل میں وہ پھر کا مجسمہ بن گئی ہو۔فوری طور پر رہیعہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے یااس سے کیا کے۔

رکت، یوں جیسے ایک بل میں وہ پھر کا مجسمہ بن گئی ہو۔ فوری طور پر رہیعہ کی سمجھ میں ہمیں آیا کہ وہ کیا کرے یا اس سے کیا کہے۔ ''ابھی نسیم سب سے چھیار ہی ہے، مجھ سے بھی کہدر ہی تھی کہ میں کسی کونہ بتاؤں مگرخودوہ اور اس کی بیٹمیاں خوشی سے بے حال ہور ہی تھیں۔ کسی

> آنکم ٹیکس کمشنر کی اکلوتی بیٹی ہے۔کروڑوں کی جائیداد کی اکلوتی وارث۔'' زند جیمین سے میں جیمی سے میں میں میں میں میں میں اس

زین نبیں جانی تھی کہاں آ وازمیں زیادہ چیس تھی یا گلاں کے تکڑوں میں جو بے احتیاطی ہے ایک قدم اٹھانے پراس کے پاؤک ذخی کردیتے۔ ''بات طے ہونے پرشیراز کے ہاتھ پرایک لا کھ رو پیدر کھ کر گئے ہیں۔ مجھے یقین تو نہیں آ یا تھا مگر جوسامان اس نے منگلی کا مجھے دکھایا، مجھے یقین کرنا ہی پڑا نسیم کوسونے کا سیٹ دیا ہے بہت وزنی۔اس کی تینوں بیٹیوں کو بھی سونے کے جھمکے دیے ہیں۔ساتھ سب لوگوں کو پانچ یا نچ

سوٹ۔ پھلوں کی پیٹیاں تو میں نے خود دیکھی ہیں۔ سمجھو پوراڈ ھیر ہان پیٹیوں کاان کے گھر۔ مجھے بھی ان ہی میں سے پھل کھلایا اس نے۔ ''او کے …..تمہاری ترجیح کیا ہوگی۔ایک خوبصورت عورت ان تمام خصوصیات کے ساتھ یا ایک خوبصورت عورت کروڑوں کیش کے ساتھ۔'' کوئی آواز زین کے ذہن میں لہرائی تھی۔ دھوکا …..خوش فہمی …..وہ چند کمھے پہلے جانی تھی کہ شیراز نے کس عورت کوترجے دی ہوگی۔

ری ، دروری سے و س میں پروں ں در رہ مصطوری کا مصطوری کے مصطوری ہے۔ کیا بے بطینی سی بے بطینی تھی یا خو دفر ہی سی خو دفر ہی جس کا وہ شکارتھی۔

'''سیم بتار بی تھی ،شیراز کی بیوی کو جہیز میں بنگلہ ملنے والا ہے۔اور وہ سب لوگ اس میں شفٹ ہوجا ئیں گے۔کہہ رہی تھی۔شیراز کے لیے گاڑی بھی بک کر وادی ہےان لوگوں نے ۔''

'' وہاں بیٹے کر وہ ان چیزوں کو گننے لگ گیا تھا جوا ہے میری بیٹی سے شادی کر کے نہیں ملنی تھیں۔اس نے مجھ سے کہا۔آپ کی بیٹی جہیز کے نام پر پچھنیں لائے گی مگر کم از کم''عزت' تو لے کرآئے۔''

۱ پیدندی دهارزینی کی کنیٹی سے نیچے بہنے گئی تھی۔اس نے باپ سے کہا تھا''اسے یقین نہیں ہے۔''لیکن اس رات بھی ان لفظوں کوئ کر اس کے اندرالی ہی توڑ بھوڑ ہوئی تھی جیسی اب ہورہی تھی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ باپ کی بات پریفین نہ کرتی ۔وہ باپ کو جانتی نہ ہوتی تو اس پریفین نہ کرتی گروہ باپ کو'' جانتی''تھی۔اسے''یفین''آ گیا تھا کہ شیراز نے بیسب کچھ کہا ہوگا گر''اعتبار''نہیں آ رہا تھا کہ وہ بیسب کچھ کہ سکتا تھا۔ آخر ' دننیم بی بھی بتار ہی تھی کے لڑکی بڑی خوبصورت اور پڑھی کھی ہے۔ بڑی ماڈرن ہے۔ کہدر ہی تھی کہ شیراز کو بہت پیند کرتی ہے وہ لڑکی اور اس کا باپای لیے دشتہ کررہے ہیں۔''

'' د کیے کرزینی! پاؤں میں جوتانہیں ہے۔تمہارے پاؤں زخمی ہوجا ئیں گے۔''

اس نے قدم اٹھایا تو رہید نے بےاختیارا سے روکا۔ چند کمحوں کے لیے وہاں کھڑی زینی کولگا اس کا اپنا وجوداس کے جسم سے الگ ہو گیا تھا۔ زینب ضیا کے مند پر جیسے کسی نے ساری دنیا کی کا لکسل دی تھی۔ کس نے ۔۔۔۔؟ شیراز نے ۔۔۔۔؟

ایک آگنھی جس کے شعلوں نے زینی کواپٹی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ تو شیراز کوکو کی غلط نہمی نہیں ہو کی تھی اسے موقع ملاتھا ،سنہری موقع کہ وہ میرے منہ پر کا لک ملے اور مجھ سے جان چھڑا لے۔میری عزت جیسے دوکوڑی کی بھی نہیں تھی۔واقعی مجھے تو اس نے دوکوڑی جیسی اہمیت بھی نہیں دی۔ اس کا دل چاہا، وہ بےافتیار بنس پڑے۔

میرے خدا۔۔۔۔۔ میں ایک باربھی شیراز کا اصلی چ_{بر}ہ نہیں پہچان سکی۔اتنے موقع ۔۔۔۔۔اتنے موقع آئے۔۔۔۔۔ پھربھی نہیں۔۔۔ کیوں تھا کہوہ بھی میرے عشق میں ای طرح پاگل ہے جیسے میں تھی۔

''زین!احتیاط سے ۔۔۔۔میں کہدری تھی ، پاؤں میں شیشہ نہ لگ جائے؟'' ربیعہ نے بے حد تشویش سے کہا۔ زین کاا گلاقدم واقعی شیشے پر پڑا تھااور ربیعہ نے خون نکلتے د کھے لیاتھا۔

'' ذرا پاؤل دکھاؤ، دیکھوں زیادہ تو.....''

ر ہیدنے آگے بڑھ کراس کے پاؤں کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔اسے پتا تھازینی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف بھی برداشت نہیں کرسکتی تھی،وہ پاؤں پکڑ کر بیٹھ جاتی اور روتے ہوئے کراہتی رہتی پراب ایسا کچھنیں ہواتھا۔

رہیدے پاؤں پر ہاتھ رکھنے سے پہلے بی زینی نے زخمی پاؤں کواٹھایا اور پھر کسی احتیاط کے بغیر بے حد تیزی سے پاؤں میں کھیا ہوا شخشے کا کھڑا ایک ہی جھکے سے کھینچ کرنکالا اورا کیٹ طرف بھینک دیا اور بغیر کس لڑ کھڑا ہٹ کے تیزی سے چلتی ہوئی کچن سے باہرنکل گئی۔ رہید بے حدحواس باختگی اور بے بھینی سے کچن کے فرش پرخون کے نشان دیکھتی رہی ، جوزین کے پاؤں چھوڑ کر گئے تھے۔ ضیائے گھر میں داخل ہونے پر بے بیٹی سے زین کودیکھا۔ دروازہ اس نے کھولاتھااور سلام بھی کیاتھا۔ یہ پی ہفتوں کے بعد پہلی بارہواتھا۔
وہ پچھ در یعد ہمیشہ کی طرح ان کے لیے پانی کا گلاس بھی لے کرآ گئی۔ ضیانے بغوراس کا چپرہ دیکھا، وہ بے حد کمزوراورزردنظرآ رہی تھی اور اس کی آئیسوں کے گرد جاتھ بھی پڑے ہوئے تھے بگراس کے چپرے کے گرد بے حدسکون اوراطمینان تھا جوانہوں نے کتنے دن بعد آج پہلی باردیکھا تھا۔
" پاوں کو کیا ہوا؟" ضیانے اس کے پاوس کے گرد بندھی پٹی دیکھے کر کہا۔

'' پچینہیں،معمولی چوٹ لگ گئی۔''اس نے لا پروائی سے کہا۔ پہلے وہ باپ کو چوٹ کی تفصیل سنانے بیٹے جاتی تھی۔انگلی میں ایک معمولی سوئی لگنے پر بھی زین کئی دن اپنی انگلی کپڑے بیٹے ساتھ ضیاء کوروز درد میں کمی بیشی کے بارے میں بتاتی رہتی ۔بعض دفعہ ضیا کوان معمولی چوٹوں پر اس کی تکلیف، سنجیدگ، پریشانی اور تفصیل پر ہنمی بھی آ جاتی تھی گروہ زین تھی جس کی ہر بات سننا اور اس پر سر ہلانا ضیا کی جیسے عادت بن گئ تھی۔

اب وہ یہی تو قع کررہے تھے کہ وہ انہیں کچھاور بتائے گی لیکن اس نے پچھٹیں کہا۔ پانی کا خالی گلاس کیکروہ واپس چلی گئی۔ ''آج تو زینی بالکل ٹھیک لگ رہی ہے۔' ضیاء نے نفیسہ سے کہا۔

'' ہاں، آج ماشاءاللہ اسی طرح کام کرتی کھررہی ہے۔ کھانا بھی پکایا تھا۔ کئی ہفتوں کے بعد ساری نمازیں پڑھی ہیں۔''نفیسہ نے پاس بیٹھے ہوئے کہا۔'' ورنہ میں تو بے حدیریثان ہورہی تھی کہاب پتانہیں وہ کیا کرے گی۔''

"'کیوں؟"

''شیراز کی مثلنی ہوگئی ہے۔''

ضیاءان کے انکشاف پر چو نکے نہیں۔وہ جانتے تھے،جلدی یابد ہریہ ہوناہی تھا گرزینی کے ردمل نے انہیں بے حد مطمئن کر دیا تھا۔ نفیسہ اس عورت سے معلوم ہونے والی ہاتیں انہیں تناتی رہیں۔

''یہی ہونا تھا،منگنی ای لیے تو ڑی تھی انہوں نے۔اچھا ہوا، ان کا لا کچ پہلے ہی ہمارے سامنے آ گیا اور میری بیٹی ماشاءاللہ اس طرح ٹھیک رہے تو مجھے کوئی غمنہیں ہے۔وہ جہاں چاہے اپنے بیٹے کو بیاہ دیں۔''

ضیااس دن زینی کابدلا ہوارو بیدد کمچے کر بے حدمسر ورہور ہے تھے۔انہیں لگ رہاتھا کہان کے کندھوں سے کوئی ہو جھ ہٹ گیا۔ '' کچھ دن گزرجا کیں تو پھر میں دوبارہ خالد سے رشتے کی بات کروں گا۔ مجھے یقین ہے،اب زینی کوئی اعتراض نہیں کرے گ اسے کھانالاتے ہوئے دکچھ کرکہا۔

نفیسہ نے ٹھیک کہا تھا۔ زینی واقعی نارٹل ہوگئ تھی۔ وہ اس رات ضیاسے پہلے تبجد پڑھنے کے لیے بیٹھی ہو نی تھی۔ ضیانے بے حد خوشی سے اسے تبجد کے لیے باہر نکلتے ہوئے ویکھا۔وہ کئی ہفتوں سے زینی کے ٹھیک ہونے کی دعا کرر ہے تتھا وران کی دعا کیں بالآخررنگ لارہی تھیں۔

```
کئی ہفتوں کے بعداس نے باپ کووضوکروایا پھر ہمیشہ کی طرح ان کے پاس بیٹھ گئی۔انہوں نے سلام پھیرا تواس نے کہا۔
                                   "میرے لیے دعا کریں ابو!" ضیانے گردن موڑ کراہے دیکھا۔ وہ بےحد پرسکون اور شجیدہ تھی۔
 ''میں تو پہلے ہی بہت دعائیں کرتا ہوں اپنی زین کے لیے۔''ضیانے ہمیشہ کی طرح اسے بڑے پیار سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔
                                                   "بہت نہ کریں ،صرف ایک دعا کریں۔"زینی نے اس پرسکون انداز میں کہا۔
                                                                                     '' کیا؟''ضیانے چونک کراہے دیکھا۔
                                                                                  ''میں جلدی مرجاؤں ۔''ضیالرز گئے <del>تھے۔</del>
                 ' نہیں مروں گی تو آپ کے لیے بہت مسئلہ ہوگا ،اس لیے آپ دعا کریں کہ زین جتنی جلدی مرسکتی ہے ،مرجائے۔''
وہ بے حدیرسکون انداز میں ان کے ہاتھ میں ایک شیچ دے کر کھڑی ہوگئی وہ کچھ نہ سجھنے والے انداز میں سراٹھائے اسے دیکھتے رہے۔
                                                                                           ایک عجیب ساخوف ان کے اندر پیدا ہوا تھا۔
                                '' زین! کوئی غلط کام نہ کرنا۔''وہ خود بھی نہیں جانتے تھے، وہ اس ہے کس غلط کام کا کہہ رہے تھے۔
                      ''نہیں ابو! کوئی''غلط کام''نہیں کروں گی۔اب میں ہر کام بالکل''ٹھیک'' کروں گی جیسے کہاس کو ہونا جا ہیے۔
اس نے ای پرسکون انداز میں کہا پھراندر چلی گئے۔ضیانے گردن موڑ کراسے اندر جاتے ہوئے دیکھا۔انہیں ایک عجیب سی بے چینی ہوئی تھی۔
                                                 رہیدنے خوشگوار حیرت ہے صبح صبح زنی کو کالج جانے کے لیے تیار ہوتے دیکھا۔
                                                                                                   ''تم کالج جار ہی ہو؟''
                                                ''ہاں۔''اس نے مختصر جواب دیا۔اور بیگ بند کرتے ہوئے اس کی طرف مڑی۔
                                                                  '' کچھ میے ہیں تمہارے یاس؟''اس نے ربیعہ سے یو چھا۔
                                                                                            ''حتنے بھی دے سکو، دے دو۔''
                                                                                        ''تم کیا کروں گی اتنے پپیوں کا؟''
```

'' پیسے دینے سے پہلے حساب لے رہی ہو؟'' اس نے شجیدگی سے کہا۔ ربیعہ اس کی بات پر قند رے شرمندہ ہوگئی۔ ''اور آج کالج سے پچھ دریہ وجائے گی۔'' ''ک سے'' سن سیاس قبر میں اور سیک

"كيول؟" ربيدني اين بيك سرقم تكالتے ہوئے كها-

''رمٹہ کے گھر جاؤں گی۔''زینی نے اس سے پیسے لیے اور کمرے سے باہرنکل گئی۔ نئر پہنر کے

فاران نے بےحد حیرت ہےا ہے سامنے کھڑی زینب کودیکھا پھریک دم اٹھ کھڑا ہو گیا۔

"نينبآپ سين، ووتو قع بھي نہيں كرسكتا تھا كداندرآنے والى زينب، زينب ضياء بوسكتى ہے۔

'' پلیز بیٹھیں؟''نینب کرس تھینچ کر بیٹھ گئی۔وہ رمشہ سےاس کا ایڈریس لے کروہاں آئی تھی۔

"كياليس كى آپ؟" فاران نے انٹر كام كاريسيورا شماتے ہوئے كہا-

''بہت کچھ'' وہ مدھم آ واز میں بڑ بڑا<mark>ئی۔</mark>

"جی؟"فاران نے اس کی بروبرد امٹ من لی تھی۔

'' فی الحال کچھنیں۔آپ نے پچھ عرصہ پہلے رمشہ کے ذریعے مجھ تک ایک آفر پہنچائی تھی۔''وہ فورا موضوع پرآ گئی۔

"جس پرآپ نے بہت بری طرح ری ایک کیا تھا۔" فاران نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"جى _وقت وقت كى بات ہے۔" وەمسكرائى _" ميں اب وه آ فرقبول كرنا جا ہتى ہوں _"

" مگررمشہ نے تو بتایا تھا کہ کچھ عرصہ میں آپ کی شادی ہونے والی ہے۔ ' فاران کو یاد آیا۔

"ابنبيس موربى -"زيني كى مسكرا مث يك دم غائب موگئ -ايك بار پيركهيس ايك ميس اللي تقي هي -

'' ما ڈ لنگ کے ذریعے ایک سال میں کتنا پیر کماسکتی ہوں میں؟''اس نے فاران کے مزید کچھ پوچھنے سے پہلے ہی موضوع بدلا۔

"It depends مگر مجھے یقین ہے کہ آ پ عنقریب ایک اشارین جا کیں گی۔ آپ میں بہت بیٹیشنل ہے۔"

'' مجھےاسٹارنہیں بنتا ،صرف ہیسہ کما ناہے۔ بیروا حد چیز ہے جس میں مجھے دلچیسی ہے۔''

''اگرآ پ کوفوری طور پرضرورت ہے تو میں آپ کو دے سکتا ہوں آپ بعد میں مجھے واپس کر دیں۔ آخر کتنارو پیہ چاہیے آپ کو؟ دی،

ہیں ہزار، لا کھ دولا کھ' فاران نے بے حدلا پر وائی ہے کندھے جھٹک کرکہا۔ وہ زینب کی مالی حیثیت کے بارے میں جانتا تھا۔

'' مجھے کروڑوں روپیہ چاہیے۔''

زینب نے سیاف کہے میں کہا۔فاران اس کے جملے پرچونکا۔

"ماڈ لنگ کے ذریعے؟"

''کسی بھی چیز کے ذریعے۔''

فاران اس كود كيشاره كيا_

سر جھکائے اس نے فرش پرنظر آنے والے پیروں کو ہاری ہاری دیکھناشروع کیا۔ نکاح خواں ، ایجاب وقبول کی عبارت سے پہلے کے چند جملے اوا کر رہا تھا۔ اس کے اندر جیسے لا وااہل پڑنے کو تیار تھا۔ وہ سارے ان لوگوں کے پاؤں تھے جواس کے وجود کوسٹرھی بنا کراو پر جانا چاہج تھے۔ اس کا ہاپ، ماں ، بہنیں۔ چند کھول کے لیے اسے لگا وہ سارے پیراس کے جسم کے او پر سے گزرر ہے تھے۔ ہاتھیوں کے سی جھنڈ کی طرح اسے روندتے رگیدتے ہوئے، چند کھول کے لیے اسے واقعی اپنا وجود بے حد کچلا اور مسلا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے جیسے گہرا سانس لے کرخود کوسنجھا لئے کی کوشش کی۔

آ خروہ کیوںان لوگوں کے لیے سیڑھی ہے ،انہیں اپنے اوپر سے گز رنے دے؟ اس نے سوچا۔لیکن وہ کرکیا سکتی تھی۔اس کے ہاتھ کشے ہوئے تھے۔

پھراسے یک دم کسی کا خیال آیا۔خوف کی ایک لہری اس کے جسم کے اندرے گزری۔

"" تم نے اگر ہاں کی تو میں خود کو گالی مارلوں گاتمہارے گھرہے تمہاری بارات جائے گی تو میرے گھرہے میراجنازہ۔"

اس کے کا نوں میں اس کی دھمکی گونجی ،اسے یقین تھا، وہ جو کہتا تھا کر گزرتا تھا۔وہ یہ بھی جانتی تھی۔وہ اس وفت ریوالور لے کروہیں کہیں

آس پاس ہوگا۔وہ'' ہاں'' کہتی ، نکاح خواں باہر جا کراعلان کرتااوراس کے بعد.....

میک اپ سے لیے پئتے چہرے پر بھی اسے پسینے کے قطرے نمودار ہوتے ہوئے محسوں ہوئے۔اسے باہر بیٹھے اپنے سے بائیس سال بڑے بوڑھے بے حد معمولی صورت کے اس'' امیر آ دی'' سے شدید نفرت محسوں ہوئی۔ جوشادی کے نام پر اس کا'' سودا'' کرنے آیا تھا۔اسے اتن ہی نفرت اس کمرے میں موجودا ہے'' خونی رشتوں'' سے ہوئی جن کی مرضی اور خوثی سے وہ سودا طے پایا تھا۔

ساری دنیا میں صرف ایک ہی مختص تھا جواس ہے محبت کرتا تھا اور وہ مختص اس شادی کی صورت میں اپنی جان دینے کو تیار تھا۔ اسے وہ سارے وعدے یاد آئے جو وہ چارسال سے ایک دوسرے کے ساتھ کر رہے تھے۔سارے منصوبے،سارے خواب۔اوراب نئی بھیا تک تعبیران کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی تھی۔کہوہ اسے بھی ایک خواب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ایک ڈراؤنا خواب۔

مووی کیمرے کی تیز روشی جیسےاس کے چ_{ار}ے کوجلا رہی تھی۔ کمرہ اس وقت لوگوں سے بری طرح بھرا ہوا تھا۔اس کے پچپا، ماموں، بچپاں،ممانیاں، محلے کی چند دوسری عورتیں ہرا یک و ہاں جیسے کوئی تماشا د کیھنے کے لیے کھڑا تھا یا کم از کم وہ جس ذہنی حالت میں تھی اس کوا یہا ہی لگ رہا تھا۔

ٹکاح خواں اب بالآ خراس سے وہ سوال کرر ہاتھا جس کے جواب کی تیاری وہ پیچھلے ایک ہفتہ سے کرر بی تھی ، کمرے میں یک دم خاموثی جیما گئی تھی۔ ''آج بہت جلدی گھر آ حمیس ۔۔۔۔کالج تواتنی جلدی بندنہیں ہوتا۔''رہیہنے دروازہ کھولتے ہوئے زینی سے کہا۔

'' ہاں، بس آ گئی۔' اس نے بے حدمبہم جواب دیااور پھراندر کمرے کی طرف جانے کے بجائے صحن میں بچھی چاریائی کی طرف آ گئی۔

''سونے لگی ہو؟''رہیعہ نے اسے جار پائی پر لیٹتے ہوئے دیکھ کرجیرانی سے پوچھا۔

" ہاں۔" زینی نے اس ہاربھی اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ پھر جار پائی پر چت لیٹ گئے۔ربیعہ پچھے نہ سبحھے والے انداز میں اس کودیکھتی رہی۔ زینی جاریائی پر حیت کیٹی دیوار پر چڑھی انگور کی بیل کود کھے رہی تھی۔

"کیاسوچ رہی ہو؟" رہیداس کے پ<mark>اس آگئی۔</mark>

'' کچھنیں۔'اس نے رہید کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ '' رمشہ سے ملیں؟'' رہیداس کے پاس چار پائی پر بیٹھ گئ۔ '' ہاں!'' وہ بدستورا گلور کی بیل کود کیھتے ہوئے رہید کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

" تمہاری اتنی کمبی غیر حاضری ہے تو بہت پریشان ہوئی ہوگی وہ۔ "

'' دنہیں۔وہ خود بھی چھٹی پرتھی۔اسلام آبادگئی ہوئی تھی ایک ہفتہ پہلے دوبارہ کالج جوائن کیا ہےاس نے ویسے بھی اب تو فارغ کرنے والے بیں ایک دودن میں۔ساری کلاسزنہیں ہور ہی ہیں اب۔''

''اس کو پتا ہے تہمارے اورشیراز کے بارے میں؟''ربیعہ نے پچھتامل کے بعداس ہے یو چھا۔

''پورے کالج کو پتا ہے میری مثلّی ٹوٹنے کے بارے میں۔ محلے کی جولڑ کیاں کالج پڑھتی ہیں،انہوں نے سب پچھ بتایا ہوا ہے وہاں۔ رمٹہ کوبھی کسی نے بتادیا تھا۔''

" كيابتادياتها؟"

''یبی کہ میرے مگیترنے مجھے ریکے ہاتھوں کسی لڑے کے ساتھ گلی میں پکڑا ہے۔''

ر بیعہ کا دل کثا۔اس نے ایسی لاتعلقی سے کہا تھا جیسے وہ اپنے بارے میں نہیں کسی دوسرے کے بارے میں بات کررہی ہو۔

جارسال سے دیکھر ہے ہیں سب تنہیں وہاں ،اس بکواس پرتو کسی نے یفین ہی نہیں کیا ہوگا۔''

ر بید کے لیجے میں بے حداعتا دتھا۔ زینی نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ ای طرح خاموثی سے انگور کی بیل کی کودیکھتی رہی جس پرصحن سے ایک چڑیا اڑ کر جاہیٹھی تھی۔شایداسے وہاں کوئی کیڑانظر آیا تھا اور اب وہ پتوں میں اس کیڑے کو تلاش کرنے کے لئے چونچیں مارنے میں مصروف تھی۔ رہید کچھ دریاس کے جواب کی منتظر رہی لیکن جب اس نے کچھنہیں کہا تو رہیدنے جیسے قدرے بے صبری کے ساتھ اس سے دوبارہ پوچھا۔

" کیا کہاسب نے؟"

''سیجے نہیں۔''اس نے اس التعلقی سے کہا۔ ربیدنے بے لیمینی سے اسے دیکھا۔'' کچھ بھی نہیں؟ کسی نے کچھ بھی نہیں کہا؟''

زین مجھی پریشان کالج چلی جاتی تھی تو سولوگ اس کوتسلیاں دیتے بھرتے تھے۔وہ بھی جواس کوجانتے تک نہیں ہوتے تھے اوروہ گھر آ کر

بڑے فخریدا نداز میں رہید کو بیسب بتاتی تھی اوراب اس کی منگنی ٹوٹ گئے تھی اور کسی نے پچھنہیں کہا۔ بینا قابل یقین تھا۔ان چارسالوں کے دوران بورے کالج کوزینی کی صرف منتنی کے بارے میں ہی نہیں بیتک پتاتھا کہاس کامنگیتر بے حد قابل ہےاورسول سروس کےامتحان میں بیٹھنے سے لےکر

اے کوالیفائی کرنے تک سب کچھ کالج میں پنچتار ہاتھا۔ان ساری معلومات کو پہنچانے میں زینی کانہیں محلے کی لڑکیوں کا ہاتھ تھا جوزینی کے کالج میں ہی اس کی جونیئر پاسینئر تھیںاس کی مثلنی کا کالج کی لڑکیوں کو پتانہ ہوتا تو بہت <u>سے رشتے زین</u> کے لیے کالج سے برگ

'' زبان ہے تو مجھ ہے کسی نے پچھنہیں کہا۔۔۔۔نظروں ہے بہت پچھ کہا۔'' زینی ابھی بھی اس چڑیا کو دیکھ رہی تھی'' لڑکیاں مجھے دیکھ کر سرگوشیوں میں باتیں کرتی رہیں، کچھ بنستی رہیں، کچھ گھورتی رہیں یوں جیسے منگنی ٹوٹنے کے بعدمیرے سرپرسینگ نکل آئے ہوں۔''

وہ اب بھی اس طرح بات کررہی تھی جیسے کسی اور کی بات کررہی ہو۔ربیعہ کو دھچکالگا۔ "رمشہ نے تو کچھ کہا ہوگاتم ہے؟" ربیعہ نے جیسے کی آس میں پوچھا۔

'' ہاں.....وہ پریثان تھی۔لڑ کیاں میری عدم موجود گی میں اس ہے آ کراس لڑ کے کے بارے میں پوچھتی رہیں،جس کے ساتھ شیراز نے مجھے بکڑا تھا۔ان میں سے بچھ رمشہ کو کالج کے گیٹ پر کھڑے ہونے والے بچھاڑ کوں کے نام اور حلیے بتاتی رہیں جومیرے لیے وہاں کھڑے

ہوتے تھے۔ان کا خیال تھا میں ان ہی میں ہے کسی لڑے کے ساتھ انوالوڈ تھی۔

سمی گاڑی والے امیرلڑ کے کے ساتھ اس کے پینے کے لئے ، کیونکہ سب کو پتا ہے کہ میں غریب ہوں ،غربت کی وجہ سے میں لا کچ میں ىه گۇنقى-'' چڑیا کوابھی تک وہ کیڑانہیں ملاتھاوہ ایک ہے سے دوسرے پر پھدک رہی تھی۔اس کی ہرحرکت کے ساتھ زینب کی نظریں اس کا تعاقب

''بس سب نے یہی کہا، کسی نے پچھاور نہیں کہا؟'' ربیعہ کو جیسے شاک لگا۔

'' نہیں۔اوربھی بہت کچھ یوچھتی رہی تھیں لڑ کیاں ۔۔۔۔۔ یہ کہ شیراز نے مجھےاس لڑ کے کےساتھ کس حالت میں پکڑا تھا؟ کیااس نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ یا ہم کوئی اور قابل اعتراض حرکت کررہے تھے گلی میں؟ کچھاڑ کیوں نے رمشہ کو بتایا کہ شیراز نے مجھے گلی میں نہیں پکڑا ،کسی لڑکے کے ساتھاس کی گاڑی میں پکڑا تھا۔ کچھنے رمشہ ہے کہا کہ شیراز نے دراصل مجھے کی لڑے کے ساتھ کالج کے باس کسی جھوٹے ہول کے کمرے میں پکڑا

تھا۔وہ ہوٹل کا نام جاننا جاہتی تھیں ۔ پچھنے کہا کہ شیراز کوا کیڈی میں اس لڑکے نے اپنے ساتھ میرے پچھ بلویزمٹس بھیجے تتھے۔جن کوصرف شیراز نے

' نہیں وہاں پوری اکیڈی نے دیکھااورشیراز کی بے حدرسوائی ہوئی۔ کچھنے رمٹ کونٹم کھا کربتایا کہانہوں نےخود کئی بار مجھے کا کج کے باہرمختلف کڑکوں کی گاڑیوں میں بیٹھ کرجاتے دیکھاتھا بعض نے بتایا کہ میں گیٹ پرکسی کڑ کے کود کھے کرمسکراتی تھی اورا شارے کرتی تھی۔'' گاڑیوں میں بیٹھ کرجاتے دیکھاتھا بعض نے بتایا کہ میں گیٹ پرکسی کڑے کود کھے کرمسکراتی تھی اورا شارے کرتی تھی۔''

رہیدے ماتھے پر پسیند آگیا۔اس کاجسم کا بینے لگا تھا۔وہ پچھتار ہی تھی۔اس نے کیوں میج اسے کالج جانے سے نہیں روکا تھا۔ ''اللہ ان لوگوں کو،ان بہتان لگانے والوں کو بھی معاف نہیں کرے گا۔''رہید کو بےاختیار رونا آگیا۔ ''اللہ سب کارب میں وہ سب کومعاف کر دیتا ہے'' زینی کر لیج کی ہر دمیری نے بعد کواوں الیا۔

"الله سب كارب ہے۔ وہ سب كومعاف كرديتا ہے۔"زينى كے ليج كى سردمبرى نے رہيد كواوررلايا۔

زین ابھی بھی چڑیا کود مکیر بی تھی۔ رہید نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ زین کود میصا۔ وہ چار پائی کے سر ہانے والی کلڑی کے فریم پرسرنگائے لیٹی ہوئی تھی۔ صحن میں اترتی دھوپ اس کے چہرے پر پڑری تھی اور اس دھوپ نے اس کے رنگ کوسنہری مائل سرخ کر دیا تھا۔ اس کے گلے اور کانوں میں پھینیس تھا۔ البتہ بالوں کی بہت ی چھوٹی بڑی کٹیس اس کی گردن ، پیٹانی اور چہرے کے اطراف چبکی ہوئی تھیں۔ کالج کے سفید یو نیفارم کی شرٹ کے کالر پر بھی اس کے بالوں کی جہتہ چھوٹی چھوٹی تھیں چبکی ہوئی تھیں۔ رہید نے سفیدرنگ کسی پرزین سے زیادہ ہتا نہیں دیکھا تھا۔ لیکن پھر سوال یہ تھا کہ اس پر کیانہیں ہتا تھا۔ اس کی جہد تھی تاک کے اطراف میں پینے کے بہت سے چھوٹے چھوٹے قطرے نمودار ہور ہے تھے۔ وہ قطرے اس کے ماتھ کوئی موی مجسمہ گئی تھی جے دھوپ آ ہت مقطرے اس کے ماتھ ، پیٹائی اور گردن پر بھی نمودار ہور ہے تھے۔ چار پائی پر اس حالت میں لیٹی وہ رہید کوئی موی مجسمہ گئی تھی جے دھوپ آ ہت میں گئی وہ رہید کوئی موی مجسمہ گئی تھی جے دھوپ آ ہت میں گئی گئی دور بید کوئی موی مجسمہ گئی تھی جے دھوپ آ ہت میں گئی ہوئی سے بیٹول دی تھی۔ لیکن اس کے ماتھ ، پیٹائی اور گردن پر بھی نمودار ہور ہے تھے۔ چار پائی پر اس حالت میں لیٹی وہ رہید کوئی موی مجسمہ گئی تھی جے دھوپ آ ہت میں گئی ہی دین اس کے ماجود والان مس تھا۔

یہ بہت ویں مان میں میں ہوئی ہوئی۔ اس مان میں مان میں مان میں میں میں میں میں میں میں میں میں ہوئی۔ اس کی خوب صورتی و کیھ کرر بیعہ کواوررونا آیا مگرزینی اردگرد سے بے خبراس بیل پراس چڑیا کودیکھنے میں محوضی۔آخرا سے رزق کیوں نہیں اتھا؟

ل رباتفا؟

ربیعہ کو یا ذہیں پڑتا تھا بھی اس نے زینی کوکسی کا دل دکھاتے دیکھا ہو۔اس کی یا دداشت میں اس سے منسوب الیمی کوئی چیز نہیں تھی جسے وہ اس کا گناہ کہتی یا جس کے لئے وہ الیمی سزا کی حق دار کھم رتی وہ اسے اندر باہر سے جانتی تھی۔وہ جتنی خوب صورت باہر سے تھی ،اس سے زیادہ اندر سے خوب صورت تھی ،زینی کود کیکھتے ہوئے اسے بےاختیار اللہ سے شکوہ ہوا۔ آخراس نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔

''رمٹہ کوتو کسی بات پریفین نہیں آیا ہوگا۔'' بہتے آنسوؤں کے درمیان اس نے ایک بار پھرزینی کومخاطب کیا۔اس کے بات کرنے کا انداز اسے چبھد ہاتھا۔'' بیزین ہیں ہےوہ اس طرح بات نہیں کرتی تھی۔''

رہ ملات میرین ہے۔ وہ من مرب ہت میں من منت ''اس نے بینیس کہا کہا ہے ان باتوں پر یفین ہے گراس نے مجھے میرسب پچھ بتایا۔اس کوان باتوں پریفین نہ ہوتا تو وہ سب پچھ مجھے نہ

بتاتی۔''زینی نے اس انداز میں جواب دیا۔

'' وہ بے چاری کنفیوز ہوگئ ہوگی ۔۔۔۔ بیسب کچھین س کریتم نے اسے بتاناتھا کہ بیسب کچھ جھوٹ ہے، بہتان ہے۔'' '' کیوں؟''زینی نے جیسے کلڑا تو ڑجواب دیا۔

'' يەتوبتانايژ تاپ نا كەنچى كياہے۔''

www.urdunovelspdf.com

''میرے پاس کیج بتانے کے لئے وقت نہیں تھا۔ مجھے جانا تھا کہیں۔''زینی نے سیاٹ کہیج میں کہا۔

''تم کالج ہے کہیں گئے تھیں؟'' رہیعہ چونک گئی۔

''گھر آ گئی تھی۔''زین کاانداز ویساہی ٹھنڈااورلاتعلق تھا۔

"رمعه نے تم كوسلى تودى ہوگى؟"

"وه میں نے اسے دی تھی۔"اس نے سیاف لیجے میں کہا۔ ربیداس کی بات سمجھ نہیں سکی۔

'' مجھے پتاہے جمہیں بہت زیادہ دکھ ہو<mark>ا۔۔۔۔''</mark>

''کس چیز کاد کھ۔۔۔۔؟''اس نے رہیعہ کی بات کاٹ دی۔ چڑیا کو کیڑامل گیا تھا۔وہ اب اے کھار ہی تھی پھروہ یک دم بیل ہےاڑگئی۔ دینر کی نظام میں بیل میں اس کی اس کرات تری کی میں نظام میں تھا ہے گئے وہ بینے دم

زین کی نظروں نے بیل ہے آ سان تک اس کا تعاقب کیا۔ پھروہ نظروں ہے اوجھل ہوگئ۔ زینی نے مطمئن ہوکر پوری گفتگو میں پہلی بار

ببعدكود يكصاب

ہا۔ ''ان سب ہاتوں کا دکھ۔۔۔۔'' رہیعہ نے رنجید گی ہے کہا۔

''چېرے کوصرف کا لک ملنے والا پہلا ہاتھ میلا کرتا ہے۔اس کے بعد لا کھ ہاتھ چېرے پر کا لک ملیں۔ آ دمی ان کو بھی نہیں گنتا۔ صرف پہلا ہاتھ یا در ہتا ہے۔''

ر بیچہ کچھ بول نہیں تک۔اسے لگازین کے دماغ کو کچھ ہوگیا تھا۔ور نہ وہ اس طرح کی باتیں کب کرتی تھی اور آج وہ رونی تک نہیں ور نہ وہ تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنسوؤں کا سیلاب لے آتی تھی اور آج ان باتوں میں کوئی بھی چھوٹی بات نہیں تھی۔اس کی سمجھ میں نہیں آیا، وہ زینی ہے کیا کہے۔وہ اس وقت کسی آسلی کسی دلا ہے کی مختاج نہیں لگ رہی تھی۔

> ''احچھااباٹھو، جاکرنماز پڑھو۔اذان ہور ہی ہے۔'' زین نے ربیعہ کا ہاتھ تھیک کر بڑے پیار سے اسے پچکارا۔ ''تم نہیں پڑھوگی؟'' رہیعہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

> > "نیک اوگ پڑھتے ہیں۔میری عبادت کی ضرورت نہیں ہے اللہ کو۔"اس نے آئکھیں بند کر لی تھیں۔

رہیداس سے پچھ کہنا جا ہتی تھی مگراس نے نہیں کہا۔وہ حن میں لگتل سے وضوکر کے اندر کمرے میں نماز پڑھنے چلی گئی۔

بیں منٹ کے بعدر بید نماز پڑھ کرصحن میں نگلی تو ایک لمحہ کے لئے دھک سے رہ گئ تھی۔ محن کے وسط میں تیز دھوپ میں زین اپنے کا لج کی سفید چا درسر سے پاؤں تک اوڑھے لیٹی تھی۔اس چار پائی پراس کا وجو در بید کو چند لمحوں کے لئے کسی لاش جیسالگا تھا۔وہ تیزی سے اس کے پاس آئی اور اس نے چا دراس کے سرسے تھینچ کر پکارا۔''زینی !''زینی نے آئیسیں کھول کے اسے دیکھا۔اس کی آئکھوں میں سرخی تھی یوں جیسے وہ پکی نیندسے اٹھی ہو۔ '' يہاں سے اٹھ جاؤ۔ اندر كمرے ميں كپڑے بدل كرليك جاؤ، امى آنے والى موں كى۔ تمهيں اس طرح يہاں ديكھيں كى تو پريشان

ہوں گی۔'

ربیدنے کہا توزین اس جا درکوا تارتے ہوئے خاموثی سے اٹھ کر بیٹھ گئ۔

ربیدنے باور چی خانے میں جاتے جاتے ایک باراسے بلیٹ کردیکھا پھر پچھ طمئن ہوگئی۔وہ اپنی چا درتہد کرنے میں مصروف تھی۔ ربید کوشخن میں اسے سفید حیا دراوڑ ھے لیٹاد کی کرکوئی شائبہیں ہوا تھا۔

''زینی واقعی مرگئی تھی۔''

ہے ہی ہے ہی ایکا انداز میں دروازے پر کھڑے ڈرائیورکودیکھا۔ ''نینب بی بی کو بھیج دیں،گاڑی آگئ ہے۔''

اس نے ایک بار پھر مودب انداز میں اپنا جملہ دہرایا۔ شایدا سے لگا تھا کہ نفیسہ کواس کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے درواز ہ کھٹکھٹایا تھا۔نفیسہ اس وقت صبح سویر ہے تھن کے کونے میں دانہ چکنے والی چڑیوں کے لئے دانہ پچینک مزید میں نہیں دکھریات

ر ہی تھیں۔انہوں نے درواز ہ کھولاتھا۔

۵٬۲۰۰۰ نفیسہ نے ہکا بکا انداز میں یو چھا۔

''فاران صاحب نے بھجوائی ہے۔''

'' کون فاران؟ تنهیں غلطی ہوئی ہے شایدتم کسی غلط محلے میں آ گئے ہو۔'' نفیسہ کو یک دم خیال آ پالیکن اس سے پہلے کہ ڈرائیور پچھ کہتا ،اس

نے ان کے عقب میں نمودار ہوتی زینب کود کھ لیا تھا۔

''تم باہر بیٹھو، میں آتی ہول۔''نفیسہ نے یک دم پلٹ کرزینب کودیکھا جوڈ رائیور سے مخاطب تھی۔ دوجہ میں د'' سے سے معلم

''جی اچھا!''وہ کہہ کر چلا گیا۔

" يكس گاڑى كى بات كرر ہاتھا.....كہاں جانا ہے تہہيں؟"

نفیسہ نے بےحد پریشان ہوکرزین سے پوچھا۔جواپنے بیک میں پچھڈالتے ہوئے اسے بندکرر ہی تھی۔

'' کام پرجاناہے مجھے۔''اس کےانداز میں بلا کااطمینان تھا۔

'' كيسا كام؟تم كوتو كالح جاناتها۔''نفيسة مزيد پريشان ہوئيں۔

'' کالج جانا حجھوڑ دیاہے میں نے اور کام شروع کر دیاہے۔'' زینی نے آ گے بڑھتے ہوئے کہا۔

" تمہارا د ماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔ ماں باپ کو پتانہیں۔ ماں باپ سے یو چھانہیں اور نوکری کرنے لگیں۔ یہ کیسی نوکری ہے؟ کہاں جانا

ہے جہیں؟''نفیسے نے بے اختیارا پنے سینے پر ہاتھ رکھ کرشاک کے عالم میں کہا۔ ''سب کچھ آ کر بتاؤں گی۔ فی الحال تو مجھے دیر ہور ہی ہے۔''اس نے ماں کونری سے حن کے کھلے دروازے سے بٹایا اور باہرنکل گئی۔ نفیسہ کو جیسے غش آ گیا تھا۔

'' وہ کہاں چلی گئے تھی۔اسے کیا ہو گیا تھا۔''انہوں نے بےاختیار حن کی دہلیز سے باہرنگل کر دیکھا۔زین تیز قدموں کےساتھ گلی کا موڑ مڑ رہی تھی۔نفیسہ کولگاوہ بمیشہ کے لئے ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تھی۔

د کھانسان کو یا توریت کی دیوار کی طرح ڈھادیتا ہے یا چٹان کی طرح کھر درااور سخت بنادیتا ہے۔ بہت باریہ ہواتھا کہ زینب ضیاء ریت کی دیوار کی طرح ڈھے گئے تھی مگر چٹان کی طرح کھر دری پہلی باربی تھی۔ ریت شیشہ بن جائے تو ہاتھ لگانے والوں کواس طرح زخی کرتی ہے کہ وہ دو بارہ ہاتھ لگانے سے ڈرتے ہیں۔

شیراز نے زین کے بارے ہیں ایک کے سواسارے انداز سے ٹھیک لگائے تھے۔ وہ گھریلو ملبھی ہوئی ،سلیقہ مندلڑکی بری طرح اس کے عشق میں گرفتارتھی۔ وہ اس کے ساتھ سوسائٹی میں نہیں چل سکتی تھی جس کا حصد بننے کا شیراز خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھ وہ دولت نہیں لاسکتی تھی۔ جس دولت کے شیراز خواب دیکھتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ان موضوعات پر بحث نہیں کرسکتی تھی جن موضوعات پر شیراز اس سوسائٹی کی عورتوں کے ساتھ بات کرسکتا تھا وہ غریب تھی ، جذباتی تھی ، کمزورتھی ، ڈر پوک تھی ،خوداعتا ذہیں تھی ،نصورات میں رہنے والی تھی دوسروں پر انحصار کرنے والی تھی۔ والی تھی۔

لیکن وہ بے وقوف نہیں تھی۔

اس نے کالج میں چاہے اسلامیات اختیاری اور ہوم اکنا کمس پڑھی تھی۔اس نے ساری عمر چاہے اردومیڈیم میں پڑھا تھا، وہ چاہے شراز کی طرح امتخانوں میں ٹاپ نہ کرتی رہی تھی۔ گرزینب ضیاء بہر حال بیوتو ف ہرگز نہیں تھی۔صرف بیتھا کہاس کو بھی اپنی ذہانت کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی نہ ہی بھی ایساموقع آیا تھا۔نینب ضیاء نے اگر چارسال کی منگئی میں شیراز کی فطرت کو نہیں جانا تھا تو یہی فاش غلطی شیراز اکبر نے بھی کتھی۔اپٹی تمام تر ذہانت اور علم کے دعوے کے باوجودوہ زینب ضیاء کو نہیں جان سکا تھا۔

"بال كان دين اس ك_ات لي بال ماؤلنگ مين نبين حلت "

زین کھلے بالوں کے ساتھ سیلون کے آئینے میں اینے آپ کو دیکھر ہی تھی۔ گھرسے باہر کسی نے آج تک اس کے سر کے بالوں کونہیں

کیمرہ کی آئھے سے زینی کونہ دیکھنے کے باوجود فاران کو یقین تھا کہاس کا چہرہ فوٹو حبینک تھا۔صرف فوٹو حبینک نہیں بلکہوہ پچھلے ٹی سالوں میں اس کی نظروں میں آنے والاسب سے خوب ص<mark>ورت چبرہ تھا۔</mark> زینی کی زندگی کا پہلافو ٹوشوٹ اس کی زندگی کابدترین فوٹوشوٹ تھا۔ فاران کی بےحدکوششوں کے باوجود وہسکرانہیں یار ہی تھی یا کم از کم اس کی مسکراہٹ فاران کومصنوعی لگ رہی تھی۔ آ دھ گھنٹہ کی کوشش کے بعد فاران کوانداز ہ ہو گیا تھا کہ زینی کےساتھ کوئی مسئلہ ہےاوراہےاس مسئلے کو اس نے شوننگ روک دی اور وہ اسے لے کراپنے آفس آگیاوہ جاننا جا ہتا تھا کہ کیا وہ کیمرہ کانشس ہور ہی تھیوہ نروس تھی وہ بیارتھی یا کوئی اورمسئلہ تھا۔کوئی گھریلو جھگڑا،کوئی مالی مسئلہ یا بچھاور۔اس کے پاس آنے والی ماڈلز کے ساتھ یہی سب مسئلے ہوتے تھے۔ کافی کے گے کو ہاتھ میں تھا ہے اس میں ہے اٹھتے دھوئیں کود کھتے ہوئے زینی کسی بت کی طرح فاران کی ہمدرداندا نداز میں کی جانے والی باتوں کوسنتی رہیوہ اسے بنہیں بتا سکتی تھی کہوہ ان میں ہے کسی مسئلے کا شکار نہیں تھی ۔ کم از کم اس وقت نہیں۔ اس کامسکلہ فاران سمیت وہ حیاروں مرد تھے جن کے ساتھ وہ شوٹ کروار ہی تھی۔وہ ان میں سے کسی کی نظروں کو برداشت نہیں کریار ہی تھی۔ان میں سے کسی مرد کی نظریں بھی قابل اعتراض نہیں تھیں۔وہ بالکل پروٹیشنل انداز میں اس کے ساتھ کام کررہے تھےانہوں نے زینی کی خوبصورتی کے حوالے ہے تو شاید کچھ سوچا ہوگا مگراس کے جسم کے حوالے ہے ان کے ذہنوں میں کچھنہیں آیا ہوگا۔وہ دن رات ماڈلز کے ساتھ کام کرتے تتھے۔ فاران نے جان بوجھ کراہے پہلی بار بے حدمہذب لباس میں شوٹ کروا ٹا شروع کیا تھا۔ زینی کے بیک گراؤنڈ سے واقف ہونے کی وجہ سے وہ جانتا تھا کہ ایک دم سے ماڈرن لباس پہن کربھی کیمرہ کے سامنے کمفرٹیبل نہیں ہوسکتی تھی۔ زین کاجسم ممل طور پران کپڑوں میں چھیا ہوا تھا۔اس کے باوجوداے لگ رہاتھا جیسے وہ ایک اسٹوڈیومیں چارمردوں کے سامنے دو پٹے کے بغیر نہیں کھڑی کسی میدان میں چار ہزار مردوں کے درمیان کھڑی ہے۔وہ فاران کو یہبیں بتاسکتی تھی کہ ہر بار فاران یاا شامکسٹ جب اس کے یاس آ کراس کے چیرے یاجسم کے کسی دوسرے حصے کوکسی خاص بوزیاا یکشن کے لئے سیٹ کرنے کے لئے ہاتھ لگاتے تو وہ کمس زینی کے لئے جیسے

دیکھا تھااوروہ آج یہاں ان دوغیر مردوں کے سامنے بال کھولے بیٹھی تھی۔ تکلیف اسے صرف اپنے سراورجسم سے اس چا درکوان لوگوں کے سامنے

میں ہیراسٹامکسٹ کے ہاتھ میں دیکھتے ہوئے سوچا....اس کے بعد سوچنے کی نوبت نہیں آئی۔ ہیراسٹامکسٹ کے ہاتھ اب بےحد پروفیشٹل انداز میں

کے بعدد گیراس کے بالوں کی مختلف لٹوں کو Clippers کے ساتھ برق رفتاری سے کاشنے لگے تھے۔وہ زینب ضیاء کے بورث فولیو کے لئے اس کے

پہلے شوٹ کی تیاری تھی جوایک بڑی ملٹی نیشنل ممپنی کے ایک نے برانڈ کی کمپین کے لئے ماڈل کے انتخاب کے سلسلے میں فاران کو پریزنٹیشن کے لئے

وہ بال شیراز کو بے حدیبند تھ پیند؟ نہیں وہ مرتا تھاان پر۔اس نے Clippers کے ساتھ کٹنے والی بالوں کی اپنی پہلی لٹ آئینہ

ا تارتے ہوئے ہوئی تھی جووہ اوڑھ کروہاں تک آئی تھی ، بال کھولتے ہوئے نہیں۔

'' کسی جلتے ہوئے انگارے کالمس ہوتا ہے۔ اس کے جسم اور چیرے کوزندگی بھر کسی نامحرم مرد نے نہیں چھواتھا۔اوروہ اس چیز سے بھی بے حد خا نف رہتی تھی۔۔۔۔۔اسے تو کالج میں اگر کوئی لڑکی کسی وجہ کے بغیر ہاتھ لگاتی یا پاس سے گزرتے ہوئے تکرا جاتی تو وہ اس چیز کوبھی محسوس کرتی تھی اور یہاں وہ چاروں اتنی بے تکلفی کے ساتھ آ کراس کی ٹھوڑی ،گردن ،کندھے اور ہازووں کو ہاتھ لگارہے تھے۔وہ گوشت پوست کے زندہ وجود سے یک دم کمرے میں پڑی کوئی آ راکشی شے

بن گئ تھی جے ہرکوئی اپن مرضی ہے، اپنی پسند کے طریقے اور جگہ پرسیٹ کرنا جا ہتا تھا۔

''اگرکوئی مسئلہ بیں ہے تو پھر کیا مسئلہ <mark>ہے؟''</mark>

فاران نے ہرسوال کے جواب میں اس کی نہیں نہیں سے نگ آ کر بے ساختدا یک بے تکاسوال کیا۔ دوسری طرف مکمل خاموثی تھی۔ زین کافی کامگ اینے اندرانڈیل رہی تھی۔

"شوٹ اسٹارٹ کریں ، میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔بس پچھوفت کھے گا۔"

کافی کا کپ خالی کرتے ہوئے اس نے فاران سے کہااوراٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

. فاران نے بے حدمختصر شوٹ کروائی تھی۔اسے صرف ہیدد مکھنا تھا کہ زین کی فوٹو گرافس کے رزلٹ کیسے آتے ہیں۔ چار گھنٹوں میں پڑش

ا گئے تھے۔

فاران نے پہلی تصویر پرنظرڈالتے ہی ہےا ختیارٹیبل کے دوسری طرف اپنے مقابل بیٹھی زینی کو دیکھا۔ پھراس نے دوہارہ زینی کونہیں دیکھا۔ پورے پندرہ منٹ وہ ایک کے بعدا کیے تصویر دیکھتار ہا۔ آخری تصویر دیکھنے کے بعداس نے اسے میز پررکھااورانٹر کام کاریسیورا ٹھا کراپنی سیکرٹری ہےکہا۔

«مس زینب کا کانٹر کیٹ تیار کروائیں اور سائنگ اماؤنٹ کا چیک بھی۔"

وہ پندرہ منٹ میں پہلی بارزینی کود مکھے کرمسکرایااوراس نے ریسیورر کھ دیا۔ زینی بے تاثر انداز میں اسے دیکھتی رہی تھی۔

''اگرایک برے شوٹ کی تصویریں اتنی کمال کی آسکتی ہیں توایک اچھے شوٹ کے ساتھ تو تم قیامت ڈ ھادوگی۔'' ناران سے زیان تصویر دن کوز غربی کے بلے فریکھ کا ستے موسوئز کیا ہے نئے سے زیان تصویر دن پر نظافہوں ٹالل مومناریان کو

فاران نے ان تصویروں کوزین کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔زین نے ان تصویروں پر نظر نہیں ڈالی۔وہ فاران کودیکھتی رہی۔ '' مجھے نہیں پتا،اس کمپنی کے کلائے شہمیں پسند کرتے ہیں یانہیںگر میں اپنی ایڈورٹائز نگ کمپنی کے لئے تہمیں سائن کررہا ہوں'

فارلان نراس سركما

آ دھ گھنٹہ کے بعد فاران نے کانٹریکٹ سائن کروالیا تھا پھراس نے ایک لفافہ میں زینی کواس کی زندگی کا پہلا چیک دیازی نے لفافہ کھول کراس پرایک نظرڈ الی۔وہ ایک لا کھ کا چیک تھا۔

فاران کویقین تھا۔ وہ اب ضرور سکرائے گی۔ آخروہ بیسے کے لئے ہی اس فیلڈ میں آئی تھی مگروہ مایوں ہوا۔اس نے کسی سکراہٹ کے بغیر

چیک واپس لفافے میں ڈالا اوراسے بیک میں رکھ لیا۔

"میں نے پڑھلیا ہے۔"زین نے بیگ کی زپ بندکرتے ہوئے ای بتاثر چرے کے ساتھ کہا۔

وہ شام پانچ ہے گھرلوٹی تھی اور رہیداور نفیسہ تب تک بنا پچھ کھائے ہے اس کے انظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ نفیسہ کا خیال تھا۔ وہ صبح انہیں نہیں تو رہید کوتو ضرور پچھ بتا کر گئی ہوگی۔ عرر ہیدہ کو پچھ بتا نہیں تھا کہ وہ کس کام ہے اور کہال گئی تھی۔ نفیسہ کے بتانے پرخوواس کی حالت بھی غیر ہوگئ تھی۔ اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا۔ ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا۔ سلمان گھر آیا تھا گرانہوں نے اس سے بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ سلمان نے خود ہی زین کے بارے میں بوچھا تھا گرر ہید نے اس سے جھوٹ بول دیا کہ وہ رمشہ کے ہال گئی ہے ، سلمان مطمئن ہوکر ٹیوشن پڑھنے چلا گیا۔

پانچ بچے تک نفیسے کی بارگلی میں جھا تک چکی تھیں اور رہیعہ سلسل صحن کے چکر کا ٹ رہی تھی۔ دونوں کے درمیان اب کسی بات کا تبادلہ بھی نہیں ہور ہاتھا۔ آخروہ ایک دوسرے سے کیابات کرتیں۔

ٹھیک پانچ بجے دروازے پردستک ہوئی اور رہیعہ بھا گتے ہوئے درواز ہ کھولنے کے لئے گئی۔زینی کو دروازے پردیکھ کرجیسےاس کی جان میں جان آگئی تھی۔ کچھ یہی عالم حن میں کھڑی نفیسہ کا تھا۔

زینی چپ چاپ اندرداخل ہوئی پھر کچھ کے بغیر کمرے کی طرف چلی گئے۔ربیعہ اور نفیسہ اس کے پیچھے گئی تھیں اور نفیسہ نے اندرجاتے ہی بے اختیارا پنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔زینی چا درا تارکر رکھ رہی تھی اوراس کے اسٹیس میں کٹے ہوئے بال اس کے کندھوں سے پنچے تک جھول رہے تھے۔ ''تم نے بال کٹوالیے؟''

زینی نے بلیٹ کر بے حداظمینان سے ماں کودیکھااور چا درالماری میں رکھتے ہوئے بولی'' ہاں!''

ر بید صدمے کے عالم میں اس کے چہرے کو دیکھے رہی تھی۔اس کی جلد چک رہی تھی۔اس کی بھنووَں کی ھیپ اس ھیپ سے مختلف تھی جو صبح گھر سے نکلتے وقت تھی۔زینی اگر چہ بہت اچھی طرح اپنا میک اپ صاف کر کے آئی تھی پھر بھی اس کے چہرے پر ایک نظر ڈال کریہا ندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ بیوٹی یارلرسے ہوکر آئی ہے۔

· ' مگر کس لیے؟'' رہیعہ پر کیکیا ہٹ طاری ہوگئ تھی۔

'' کہاں گئی تھیں تم ؟'' نفیسہ نے بالوں کے بارے میں پوچھنے کا فیصلہ ملتوی کرتے ہوئے کہا۔ پہلے ضروری تھا کہاس سےاس چیز کے بارے میں پوچھا جا تا جس نے انہیں صبح سے ہولا یا ہوا تھا۔ "كام كرنے ـ" وه اب اپنے بستر پر بیٹھ كر ہاتھ سے اپنے جوتے كے اسٹیر میں كھول رہى تھی ـ

'' کیا کام؟کون تھاوہ ڈرائیور؟ اور یانچ بجے تک تم کہاں رہی ہو؟''نفیسہ نے یک دم سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

''میں نے ماڈ لنگ شروع کر دی ہے۔'' زینی کا اطمینان قابل دیدتھا۔

نفیسه کوجیے عش آنے لگا اور رہیدہ کا اوپر کا سانس اوپر رہ گیا۔

"میرےاللہ....تہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ تہمیں پتاہے، سارامحلہ تمہارے بارے میں پہلے ہی کیسی کیسی باتیں کررہاہے۔ ''نفیسہ

نے بے اختیار چلاتے ہوئے کہا۔

" مجھاب اس سے فرق نہیں پڑتا کہ کوئی میرے بارے میں کیا کہتا ہے۔" زینی اس طرح پرسکون تھی۔

'' تحقی فرق پر تا ہویانہ پر تا ہو۔ تیرے باپ کو پر تا ہے۔ان کی عزت ہے اس''

زینی نے تلخ ہنسی کے ساتھ مال کی ہا<mark>ت کا ٹی' ' کتنی عزت ہے ان کی ، میں جانتی ہوں۔''</mark>

«جمهیں کیا ہوگیا ہے زینی؟"اس بارر بیعد آ گے بڑھی۔

'' مجھے عقل آگئی ہے۔''زینی نے اطمینان سے کہا۔

'' مجھے پتا ہے،تم بیسب کچھصدے کی وجہ ہے کر رہی ہو۔تم شیراز کی مثلنی کے بعدرو ئیں نہیں نااس لیے.....ایک باراچھی طرح رولو،

تمہارے دل کا غبار نکل جائے گا تو پھر

زین نے بے حدغصے سے اپنے کندھے پر رکھار بیعہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔'' کیوں روؤں میں؟ ہر دفعہ میں ہی کیوں روؤں؟ اور میرے دل

میں کوئی غبار ہیں ہے جسے نکالنے کے لئے مجھے آنسوؤں کی ضرورت پڑے۔''

"تو پھرتوبیسب کچھ کیول کررہی ہے؟"نفیسہ نے بے چارگی سے کہا۔

"پیے کے لئے۔"

نفیسهاورر بیعهاس کا مندد مکی کرره کنیس به

'' بیشریف لڑ کیوں کے کامنہیں ہیں زین!'' نفیسہ نے سمجھایا۔ ''

''ای کئے تو کررہی ہوں۔ میں بھی تو شریف نہیں ہوں۔''

''تم ہے کس نے کہاہے،تم شریف نہیں ہو۔''

''کسی نے نہیں کہا؟ جا کر محلے والوں سے پوچھیں ۔رشتے داروں سے پوچھیں اور پچھنہیں تو میرے کالج جا کر پوچھیں۔''

اس نے بے حد پرسکون انداز میں کہا مگراس کے لیجے میں کسی چیز نے نفیسہ کو ہری طرح کا ٹا۔

" بکواس کرتے ہیں سبتمہیں کسی کی بات سننے کی ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے آئکھوں میں اٹرتی نمی کوروکتے ہوئے بھرائی آواز

''یہی تو میں آپ سے کہدر ہی ہوں کہ آپ کو کسی کی بات سننے کی ضرورت نہیں ہے۔'' زینی نے نفیسہ کی جیسے زبان پکڑی۔وہ پچھدد پر پہلے اسے اسی محلّہ سے ڈرار ہی تھیں۔

" بيتمهار _ پيے ـ "اس نے بيك كھول كرر بيعه كوايك دن پہلے ادھار ليے ہوئے پيے لوٹائے ـ

'' کھانے میں کیا ہے؟'' وہ اب یوں رہیعہ سے یو چھر ہی تھی جیسے گفتگوختم ہوگئی تھی ،رہیعہ کواس کا دہنی توازن واقعی خراب لگا تھا۔

''تمہارے باپ کو پتا چلے گا تو وہ''اس نے بلیٹ کر ماں کی بات کاٹ دی۔

''وہ پچھنیں کہیں گے۔۔۔۔۔اگر کہیں گے بھی تو مجھتے کہیں گے۔۔۔۔۔میں بات کرلوں گی ان سے۔۔۔۔کھانا ملے گایا میں باہر جاکر کھا آؤں۔'' نفیسہ کولگا۔ قیامت پہلے نہیں آئی تھی۔ قیامت اب آنے والی تھی۔ ربیدا ورنفیسہ اسے اس طرح دیکھر ہی تھی۔ جیسے وہ ان دونوں کے لئے بھوت بن گئی تھی۔ زینی چند لمحے ان کے جانے کی منتظر کھڑی رہی پھرخود ہی کمرے سے نکل گئی۔

"ابوكوبتادين اي! اے وہي روك سكتے ہيں۔ بيہ ماري بات نبيس مانے گی۔ "ربيعہ نے شاك كے عالم ميں مال ہے كہا۔

'' آخر کتنے عذاب انتھے کروں میں ان کے لئے۔ کتنے ہفتوں کے بعدوہ پچھلے چند دنوں سے پچھ سکون میں ہیں اوراب کیا سوچیں گے وہ۔میری توسمجھ میں نہیں آ رہا کہاں کو ماڈ لنگ کا خیال کہاں ہے آگیا۔اس نے تو مبھی ٹی وی تک شوق سے نہیں دیکھا۔''

" رمث نے کام دلوایا ہوگا ہےاس نے اس سے بچھ عرصہ پہلے ماڈ لنگ کا کہا تھا۔ "ربیعہ نے نفیسہ کو بتایا۔

نفیسہ یک دم اب رہیعہ پر برسنے گلیس کہ اس نے انہیں اس بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا۔ور نہ وہ اس کااور رمشہ کامیل جول ختم کروا دیتیں۔ رہیعہ گھبرائے ہوئے انداز میں وضاحتیں دیتی رہی اور کچن میں بیٹھی زینی بے حداظمینان سے کھانا کھاتے ہوئے اندر سے آنے والی : یا سنتی ہی

آ وازیں سنتی رہی۔

ضیابے بیٹنی سے زینی کا چہرہ و یکھتے رہے۔ نفیسہ نے ان کے آفس سے آنے کے پچھ دیر بعد ہی انہیں زینی کی ماڈلنگ کے بارے میں بتا ویا تھااور ضیاء کو یقین نہیں آیا تھا مگراس کے کمرے میں جا کراس کا سامنا کرتے ہی انہیں جیسے کرنٹ لگا تھا۔اس نے بے صددھڑ لے سے اقر ارکیا تھا کہ جو پچھانہوں نے نفیسہ کے منہ سے سنا ہے وہ سب پچ ہے۔

"مجھ سے پوچھے بغیرا تنابر اقدم.....''

اس نے باپ کی بات کا ان دی۔'' آپ سے پوچھتی تو آپ اجازت دیتے ؟'' ''نہیں ۔ کیونکہ میں تمہیں ایسا کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا جس پرلوگ انگلیاں اٹھا کیں۔'' ''لوگ پہلے ہی مجھ پر انگلیاں اٹھار ہے ہیں۔''اس نے کمی سے کہا۔

« نهیں زین! عزت دارگھر انوں کی اڑکیاں ایسے کا مہیں کرتیں۔''ضیاء نے اسے زم آ واز میں سمجھایا۔ '' تو پھرکیا کرتی ہیں؟……شوہروں کے ہاتھوں جہزکم لانے کی وجہ سے پٹتی ہیں؟ یا پیسے کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنی منگنیاں تڑواتی ہیں۔ پیے کے بغیر کوئی گھرانہ عزت دارنہیں ہوتانہ کہلا تاہے۔'' ''تم نامجھی کی ہاتیں کررہی ہو۔''ضیانے اسے ٹو کا۔ المیں آپ کووہ سے بتارہی ہوں جس ہے آپ نے ہمیشہ نظریں چرائیں۔ اس نے ترکی برتر کی کہا۔ ''زین.....!''ضیانے اسے پچھ کہنا جاہا۔ "آج آپ کے پاس بیبہ ہوتا تو آپ کی بیٹیوں کے ساتھ بیسب کچھ نہ ہور ہا ہوتا۔"اس نے کمخی سے کہا۔ ''شیراز کے لا کچ اور کم عقلی''اس نے ضیاء کی بات کاٹ دی<mark>۔</mark> ''شیرازنے کچھ غلط نہیں کیا۔۔۔۔۔اس نے جو کیا ٹھیک کیا۔ آخر کیا ملتا اس کوآپ کی بیٹی سے شادی کر کے۔''وہ باپ کے بالمقابل کھڑی ہو گئی۔''غلطی آپ نے کی کہآپ نے بھی نہیں سوچا کہآپ کواپنی بیٹیاں بیانی ہیں اور جب ان کو بیا ہنا ہے تو ان کو کچھ دینا بھی ہے۔۔۔۔۔کم از کم اتنا تو ویناہی جاہیے جتناونیا آپ ہےمطالبہ کرتی۔'' ''میں نے تم لوگوں کو ہمیشہ حلال کھلا یا اور مجھےاس پر فخر ہے۔'' ضیانے دل گرفتی سے کہا۔ بیوہ اولا دھی جس نے ان سے تو کیا کبھی کسی کے ساتھ اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی۔ ''اوراس فخرکی وجہ ہے آپ کی ایک بیٹی سسرال میں تماشا بنی ہوئی ہےاور دوسری خانمان میں۔'' "میں نے بھی پنہیں سوحیاتھا کہ بیسب کچھ مجھ ہے تم کہوگی۔" '' آ پ مجھے ماڈ لنگ چھوڑنے کا کہیں گے تو میں یہی سب پچھے کہوں گی آ پ ہے۔'' '' کیوں اس طرح کرنے گلی ہوزینی تم؟'' ضیانے رنجید گل سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ زینی اس بار کچھنہیں بولی۔ باپ کی سی بات نے پہلی باراسے خاموش کروایا تھا۔ ضیاء کے سوال کا جواب زینی کے پاس نہیں تھا۔اسے خود بھی ریہ بتانہیں تھا، وہ بیسب پچھے کیوں کرنے لگی تھی۔ انسان کواگراس نے چھوڑا ہوجس سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے تو وہ رنج میں اس کوسب سے زیادہ تکلیف پہنچانے لگتا ہے جواس سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو۔ زین بھی یہی کررہی تھی۔ بیانقام نہیں ہوتا سیلف میکنزم ہوتا ہے، دوبارہ ولیی تکلیف سے بیچنے کی کوشش۔ وہ کچھوے کی طرح اپنے خول میں بند ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔اپنے اردگرد دیواریں کھڑی کرنے کی کوشش میں اس نے ان سارے تعلقات، سارے رشتوں،ساری محبتوں کوخوداینے ہاتھوں سے کا ٹنا شروع کر دیا تھا۔اس خوف اور عدم تحفظ کے احساس کے ساتھ کہ کل کوکوئی اس کے ساتھ دوبارہ وہی کچھ کرسکتا ہے جوشیراز نے کیا تھا۔ وہ صرف پیجھول گئی تھی کہ وہ سارے اس کے'' خونی رشتے'' تھے۔

وه کسی دوسرے کواپنے احساسات کیاسمجھاتی۔اسے تو خود بھی احساس نہیں تھا کہ وہ کیا چیز تھی جواسے مار رہی تھی۔ ہتک،شرم، ذلت، غربت،فریب،غم،غصہ یا پھرشیراز کا حچھوڑ دینا۔

اس کے اندرسوالوں کا ایک جبحوم تھا اور ان میں ہے کسی کا بھی جواب اسے لنہیں پار ہا تھا۔اس کے وجود کے اندر جیسے دھند ہی دھندتھی جس میں اس کورستہ نہیں ٹل پار ہاتھاوہ در د Epicente 15 ڈھونڈ تی پھرر ہی تھی اور اس تلاش نے اس کو در دسے زیادہ بےحال کر دیا تھا۔

ضیاء نے اس رات اس سے مزید بات نہیں کی۔انہیں اندازہ ہو گیا تھا۔وہ ان کی بات نہیں سنے گی۔ پرانہوں نے ہارنہیں مانی تھی۔وہ مزیدکوشش کرنا جا ہتے تھے۔

ا گلے چند دن نفیسہ، رہیعہ، سلمان اس کو دن رات سمجھاتے رہے۔ وہ روز انداطمینان سے فاران کے آفس جاتی شام کو آ کران سب کی با تیں سنتی پھراطمینان سے جا دراوڑ ھے کرسو جاتی۔اگلی صبح وہ ایک بار پھر آفس جانے کے لیے تیار ہوتی۔

ایک شان دارگاڑی میں روز وہاں آ مدورفت نے محلے میں مزید سرگوشیوں اور چہ سیکوئیوں کوجنم دیا تھا۔نفیسہ اور رہید لوگوں سے جھوٹ ہولتے ہوئے تھگ آگئ تھیں اورانہیں یقین تھا کہ کسی نے ان کی اس بات پریقین نہیں کیا ہوگا کہ زینی کسی دفتر میں کام کرنے لگی تھی آخروہ کون سادفتر تھا جس کی ایس شان دارکارایک عام ورکرکواس کے گھر سے پک اور ڈراپ کے لئے بھجوائی جاتی تھی اوروہ بھی زینی کے لئے جس نے ابھی بی اے ک ڈگری تک نہیں کی تھی۔شیراز اور اس کے گھروالوں کے الزامات پر جیسے مہر شبت ہونا شروع ہوگئی تھی اور نفیسہ اور ربیداس دن سے ڈررہی تھیں جب زینی کا پہلا اشتہار منظر عام پر آتا اور ان کے جھوٹ کا پر دہ فاش ہوجاتا۔

اور ضیاء وہ اب زینی کو بیجھنے کی کوشش کور کر کے صرف اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح ان کے آفس کے وہ دوست زین کے لئے اپنے بیٹے کا رشتہ لے آئیں۔ انہیں زینی کی فوری شادی ہی اس مسئلے کاحل نظر آرہی تھی۔ خالد صاحب ان دنوں اپنی بیٹی کی شادی کی تیار یوں میس مصروف تھے اور انہوں نے ضیاء سے اس شادی کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ گھر آنے کے بارے میں وعدہ کیا تھا اور ہرگز رنے والا دن ضیاء کو جیسے قیامت کا دن محسوس ہوتا تھا۔

ఘఘఘ

زین کواس ماحول میں خود کوایڈ جسٹ کرتے زیادہ دن نہیں گئے تھے۔صرف شروع کے دن تھے جب وہ ٹھنکتی جھجکتی ، پہکچاتی ،سکڑتی ، سمٹتی رہی تھی۔ پھر جیسے ایک ہی منتر تھا جو وہ اپنے آ گے آنے والی ہرر کاوٹ، ہرگرہ پر پھو نکنے لگی تھی۔ ''وہ آپ کے گھرسے جہیز کے نام پر پچھنیں لے کر آئے گی کم از کم عزت تولائے۔''

A beautiful woman with all these qualities or a

beautiful woman with laods of cash

(ایک عورت ان تمام خصوصیات کے ساتھ یا ایک خوب صورت عورت کروڑ ول کیش کے ساتھ؟) وہ پہلامنتر پھونکتی۔وہ کام نہ کرتا تو دوسرا یاد کرتی ہے زت اور حیانام کی چیز چند لمحول کے لئے بھک سے اس کی دنیا سے غائب ہو جاتی ۔وہ شوٹ کرواتے وقت فوٹو گرافریااس کے اسٹنٹ کی ہدایات نہیں سنتی تھی۔

"Smile, chin up, move to the left, don't bend, straighten your shoulders, bend backwards, pout your lips, raise your left eye brow, look upwards, tuck your tummy in, hold your breath, there it is."

وہ نوٹوگرافر کی ہدایت پڑمل کرتے ہوئے اپنے کا نوں میں پچھاور من ہوتی تھی۔ شیراز کا خط پکڑنا نہیم کا دروازہ نہ کھولنا، نفیسہ کامتگنی کا سامان واپس لانا، ضیا کا اکبراور نیم کے گھر سے نامراد واپس آنا، شیراز کو لکھے جانے والے خط، اپنے ہاتھ سے ربیعہ کا انگوشی اتارنا، ضیاء کا اکیڈمی میں شیراز سے ملاقات کے دوران کہی جانے والی ہاتیں دہرانا۔

ہرفوٹوشوٹ کے دوران اس کا ذہن ان ہی سب باتوں کو دہرار ہاہوتا اوران سب واقعات کے ساتھ منسلک تکلیف اور ذلت کا احساس اتنا شدید تھا کہ وہ کسی بھی قابل اعتراض لباس کو پہن کرمحسوس کی جانے والی ذلت کو قتی طور پر جیسے فراموش کر دیتی تھی۔ ماضی اس کے لئے جیسے حال میں استھیزیا کا کام کرنے لگا تھا۔

وہاں آنے والے بہت سے دوسرے ماڈل لڑکوں اورلڑ کیوں کے ساتھ اس کی جان پیچان اور ہیلوہائے ہونے لگی تھی۔ گرزین کے روپے میں کوئی بات ایسی تھی کہ سب اس سے بدکتے تھے یا پھر خار کھاتے تھے اور رہی تہی کسراس کی خوب صورتی اور اسٹائل پورا کررہے تھے۔وہ ہر ماڈل لڑکی کوخوف اور عدم تحفظ کا شکار کر رہی تھی۔کل کس کا تھا؟ یہ ہرا یک کو پہلے ہی دیوار پر ککھا نظر آنے لگا تھا۔

فاران ایک مشہورا شامکسٹ ہے اس کی گرومنگ کروار ہاتھا۔ وہ سارا سارا دن چھ چھاٹج کی بیل کے ساتھ کیٹ واک کرنا سیکھتی رہتی۔ اس کے چلنے کے انداز میں قدرتی طور پر شاہانہ پن تھااوراس کے جسم میں بے پناہ لوچ اور میدچیزیں فاران اوراس اسٹامکسٹ نے پہلی باراہے کیٹ واک کرانے کی کوشش کرتے ہوئے نوٹ کرلیا تھا۔ باتی ساری چیزیں اس کوسکھا ناان کے لئے کیک واک ثابت ہور ہی تھی۔

فاران کوکوئی شبہبیں تھا کہ وہ پاکستان کی پہلی کیٹ واک کوئین کوگر وم کرر ہاتھا۔اوراسے بیبھی یقین تھا کہ وہ اگلے پانچ سالوں میں اگر اسے صرف اپنے ساتھ کام کرنے پرآ مادہ رکھ سکا تو تو وہ اس کے ذریعے کروڑ وں کمانے والاتھا۔

 '' بھائی! بیگھراب ہماراہے؟''شبانہ نے بیقینی سے گھر میںادھرادھر پھرتے ہوئے شیراز سے پوچھا۔وہ اس دن اپنے پورے خاندان کووہ بنگلہ دکھانے کے لئے لےکرآیا تھاجو شینا کو جہیز میں ملنے والاتھا، وہاں آج کل مرمت ہور بی تھی۔ میں اس میڈگل میں ترکیش نوٹ کی کہ مال کے جیس میز ہیں۔ تاریخیوں اور میں میں ایک میز میں برا میز لیکے منتز

اوراس بنگلے میں آ کرشیراز کے گھر والوں کو جیسےا پنے آپ پر قابونہیں رہاتھا۔وہ سب ادھر سے ادھر گھومتے ہوئے اپنے لیے کمرے منتخب ہے تھے۔

شیراز بے حدفخر بیا نداز میںانہیں ایک ایک چیز دکھا رہا تھا۔ یوں جیسے وہ سب کچھاس کی بیوی کے جہیز کانہیں تھا اس کی اپنی برسوں کی بحنت کا حاصل تھااورا کبرتوا ہے بیٹے پر نثار ہور ہے تھے۔انہوں نے کہاں سوچا تھا کہان کی اکلو تی نرینۂاولا دےمقدر میں اتنا'' رزق' تھا۔

محنت کا حاصل تھاا درا کبرتوا پنے بیٹے پرنثار ہور ہے تھے۔انہوں نے کہاں سوچا تھا کہان کی اکلوتی نرینہ اولا دکے مقدر میں اتنا'' رزق' تھا۔ '' بیہ ماسٹر بیڈروم ہے۔ بیمیں آپ دونوں کے لئے تیار کروا رہا ہوں۔ میں اور هینا دوسرے بیڈروم میں رہیں گے۔''شیراز نے نسیم اور اکبرکو ماسٹر بیڈروم میں لے جاتے ہوئے کہا۔خیرانہیں ماسٹر بیڈروم کی تو کیا سمجھ آتی ،ان کے لئے بس یہی کافی تھا کہ گھر کے سب سے بڑے کمرے

ا برو محربیدروم ین سے جائے ہوئے ہا۔ بیرا بیل ماسر بیدروم ی تو کیا بھا ی،ان سے سے بن کای ھا کدھر سے سے بر سے سرے میں ان کا بیٹا ان کور کھر ہاہے۔

''اور بھائی! میں اوپر والی منزل پرالگ کمرہ لوں گی۔''نز ہت نے فوراً یا د دلایا۔ ''لے لینا بھئ، لے لینا۔اوپر والے سارے کمرے خالی ہیں۔تم لوگ لے لیناا بک ایک۔''شیراز نے مسکراتے ہوئے بہن کواطمینان دلایا۔ ''میں تو بھائی یہاں آتے ہی اپنے محلے کی ساری سہیلیوں کواپنے گھر بلاؤں گی۔انہیں بھی تو پتا چلے،ہم کہاں رہ رہے ہیں۔''شانہ نے

> بھی اپنے متنقبل کے ارادوں کا ظہار کیا۔ ''بلالینااپی سہیلیوں کو گریہلے اس گھر میں ہم کو آتو لینے دو۔''شیرازنے اس کا سرتھپتھیایا۔

''اوروہ جواپنا گھرہے،اہے کیا کریں گے؟''اکبرکوخیال آیا۔ ''در بھی سے میں میں مماس جا جو بڑے کر جمعی کی میں ''ڈی میں نہ میں میں میں

''اے چو یں گے۔اباس محلے کے استے چھوٹے سے گھر کا ہمیں کیا کرنا ہے۔''شیرازنے اپناارادہ بتایا۔

" نیچنے کے بجائے کرائے پر چڑھادیں تو ماہانہ کچھ آمدنی ہوتی رہے گی۔ "اکبرنے کہا۔

''کتنی ماہاندآ مدنی ہوجائے گی۔سات آٹھ سوروپے۔چھوڑیں،اب وہ زمانے گئے کہاس ماہاندآ مدنی پرجئیں گے ہم لوگ۔اب تواس سے دو گناروزان خرج کیا کریں گے ہم۔''شیرازنے بےحد تنفر سے کہا۔

> '' کیوں بیٹا! کتنی تنخواہ لگے گی تمہاری؟''نسیم نے بے حداشتیاق سے پوچھا۔ در تئن کے جدید روز در بر بر زی بر مدرد تئن بدین نہوں تنہ درس برید'' قرید س

اس کی بات پرا کبرنے بلند آواز میں قبقہہ لگایا۔افسراولا دکاباپ ہونے کا نشہ ہی کچھاور ہوتا ہے۔

'' پھر بھیمحلے کی عور تیں پوچھتی ہیں۔ مجھے بتانا ہے انہیں۔''نسیم نے اصرار کیا۔

''ایک تو آب اس محلے کی عورتوں کو بھول جا کیں اب۔ ہم اب ان جیسے نہیں رہے۔ ان سے اوپر ہو گئے ہیں۔ ان سے میل جول ختم

' کریں۔ بینہ ہوکہ یہاں پر محلے کےلوگوں کی قطاریں لگ جائیں۔''شیراز نے بیک دم کسی خدشے کے پیش نظر کہا۔ ' د نہیں! نہیں بیٹا! تم فکر ہی مت کرو۔ ہم کوئی بے وقوف ہیں کہ محلے کے لوگوں کو یہاں بلانا شروع کر دیں۔''ا کبرنے فوری طور پر

"اور ہاں، وہ گاڑی کا کیا ہوا۔"ا کبرکو یک دم یادآیا۔

" گاڑی بھی آ جائے گی۔ایک نیاماؤل آنے والا ہے۔ میں اس کا انتظار کرر ہا ہوں۔ جب سسرال والوں سے گاڑی لینی ہے تو پھرلیشٹ

ماۋل كيوں نەلوي''

شیراز نے ہنس کر کہا۔نسیم اورا کبردونو<mark>ں فہماکشی انداز میں ہنے۔</mark> '' تمہارے سرال والے بڑے دل کے لوگ ہیں۔ دو چار لا کھ کم زیادہ ہو جانے سے ان کوفرق نہیں پڑے گا۔ اکبرنے سعید نواز ک

تعریف کی.

"بيتو مجهي جهي پتاہے،اي ليے توانظار كرر باہوں نے ماؤل كا-"

'' بیٹا! ہمیشداپے سسرال والوں کی عزت کرنا،ساس سسر کے فرماں بردارر ہنا۔''نٹیم نے یک دم شیراز کونفیحت کرنی شروع کر دی۔ ''ایسےا چھےلوگ کہاں ملتے ہیں آج کل کے زمانے میں۔''ا کبرنے بھی مداخلت کی۔'' وہمہیں اپنابیٹا بنارہے ہیں توتم بیٹا بن کر دکھانا۔''

''انشاءالله تعالیٰ۔''شیرازنے بےساختہ کہا۔ ماں باپ نہجی کہتے تو بھی بیتواس کےاپنے دل کی آ وازتھی۔

تشیم کابس چاتا تو وہ اس وقت شیراز کی ایڈا پشن کے کاغذات تیار کر کے شیراز کوسعیدنواز کامتنٹ بنادیتیں۔وہ اس کروڑ وں کے گھر کود مکھے کر

اس وفت اتنی ہی جذباتی ہور ہی تھیں۔

''اور مبھی شینا کوکوئی تکلیف نہیں ہونا جا ہیے۔ میں اسے بہونہیں ، بیٹی بنا کراس گھر میں لا وَں گااور یا درکھنا ،اسےتم سے کوئی شکایت ہوئی تو مِن تمہاری شکل تک نہیں دیکھوں گا۔''

ا کبربھی کچھمزید جذباتی ہو گیا۔اس وقت شینا کے لیےسب کے دل میں پیار کےسوتے پھوٹ رہے تھے۔

''میں تو خیراس کو بیٹیوں سے بھی بڑھ کرر کھوں گی۔''نسیم نے اپناعز م دہرایا۔

''اور میں نے تو بھابھی کوکسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے وینا۔ میں تو کھانا اپنے ہاتھوں سے کھلاوک گی انہیں اورا یک سال تک تو ہم نے ان ہے ویسے ہی کوئی کام نہیں کروانا۔''نز ہت کے دل میں بھی بھا بھی کی محبت جوش مارر ہی تھی۔

'' بالکل، اپنی بہوکو تھیلی کا چھالہ بنا کررکھنا ہے میں نے ۔''نسیم نے تائید کی ۔ آخر ھینا نے ان سب کی قسمت بدل دی تھی تو پھر کروڑوں کی اس جائیداد کے ساتھ آنے والی بہو پر کس کو پیارنہ آتا۔

شیرازمسکراتے ہوئے ان سب کی باتیں سنتار ہا۔ اس کے تصور میں اس وقت هیناتھی۔ وہ اب اسے اس گھر میں اپنے ساتھ گھو متے

"سناہےزیٰ نے کوئی نوکری کر لی ہے۔"

ربیدگی ہونے والی ساس اس دن ان کے گھر آئی تھیں اور نفیسہ کو ان دنوں اگر کسی کی آمد کا اندیشہ تھا تو وہ ان ہی کی آمد تھی۔ زبیدہ ان کی چھوٹی بہن تھیں اور نفیسہ کے ساتھ بے حدانسیت رکھتی ہیں اور اس وقت بھی نیم کے پاس سے ہی آرہی تھیں اور شایدزی کی اس نوکری کے بارے میں بھی انہیں نیم نے ہی مطلع کیا تھا۔

زبیدہ کواگر چیشیراز اورزینی کی منگنی ٹوٹنے کا افسوس تھا مگر بہر حال انہوں نے ابھی تک اس بارے میں نفیسہ سے افسوس کے علاوہ زینی کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ شایدان کے دل میں کہیں زینی کے لئے کوئی نرم گوشہ تھا جواب بھی اسے قصور وار سبجھنے سے انکاری تھا۔ وہ اس سے پہلے بھی دو تین بارآئی تھیں اور ہر بارزین کی حالت دیکھ کروہ مزید رنجیدہ ہوکروا پس جاتی تھیں۔

''گرکیوں؟ آپاآپ کو پتاہونا چاہیے۔خاندان والے پہلے ہی بہت با تیں کررہے ہیں اس کے بارے میں۔''زبیدہ نے اعتراض کیا۔ ''وہ چھوڑ دے گی۔ذرادل بہل جائے گا،اس لیے کام کررہی ہے۔چھوڑ دے گی وہ۔''نفیسہ نے جھوٹ بولا۔

'' ول بہلانے کے لئے نوکری ہی کرنارہ گیاہے۔ پہلے بھی اس کے گھرسے باہر نکلنے کی وجہ سے ہی مسئلہ ہوا۔ آپ کو تو چاہیے تھا کہ اس کو

گھرے باہرہی نہ جانے دیتیں۔''

نفیسہ نے قدرے شرمندہ انداز میں چائے لاتی ہوئی رہیعہ کودیکھا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے نظریں چرائیں۔ رہیعہ نے چائے ک ٹرے تپائی پررکھ دی۔ وہ بے حد پریثان تھی۔ زبنی کے آنے کا وقت ہور ہاتھا اور وہ نہیں چاہتی تھی۔ زبیدہ سے زبنی کی ملاقات ہو۔ وہ اگر چہا بھی بھی چادر لے کر ہی باہر آتی جاتی تھی مگر اس کے جلیے میں زمین آسان کا فرق آچکا تھا اور تر اشدیدہ بالوں کے ساتھ زبیدہ کے سامنے آتا جیسے قیامت لانے کے متر ادف تھا۔ ربیعہ کوزینب کے حلیہ کا ہی خوف نہیں تھا بلکہ اس کوزینی کی زبان سے بھی خوف آر ہاتھا۔ زبیدہ اس سے جاب کے حوالے سے بچھ یوچھ یہتیں تو۔۔۔۔؟

'' نہیں، عام طور پر تو جلدی آ جاتی ہے۔ آج کہہ کرگئ تھی کہ ذرا دیر ہے آئے گی۔ کسی دوست کی طرف جانا ہے۔'' نفیسہ نے بمشکل

رہیے۔جلدی سے دروازے کی طرف گئی۔ درواز ہ کھولتے ہی اس نے چوکھٹ پر کھڑی زینی سے گھبرائے ہوئے انداز میں سر گوشی کی۔ '' حچھوٹی خالہ آئی ہیں۔انہیں مت بتانا کہ ماڈ لنگ کر رہی ہواور نہ ہی ان کے سامنے اپنے بال دکھانا۔ جا درکوا حچی طرح لیسٹ۔۔۔۔۔'' رہیے۔ کی بات ادھوری رہ گئی۔زینی اسے بڑے آ رام سے ایک طرف کرتے ہوئے اندرداخل ہوگئے تھی۔

''السلام علیم خالد!'' وہ اندر داخل ہوتے ہی اپنی چا درا تارتے ہوئے سامنے بیٹھی زبیدہ کی طرف گئ۔ چار پائی پر زبیدہ کے ساتھ بیٹھی نفیسہ نے بے اختیار اپنے دانت پیسے۔ زینی کے عقب میں کھڑی رہید نے بے بسی سے ماں کودیکھا اور زبیدہ چائے کا دوسرا گھونٹ لیتے لیتے رک

سینیں۔ان کی نظریں زینی کے بالوں پڑھیں۔ایک نظرانہوں نے زینی کودیکھا پھرنفیسہ کو۔

"تم نے بال كب كثوائے؟" انہوں نے سلام كاجواب دينے كے بجائے اس سے سوال كيا اور زينى نے اس بات كومسوس كيا تھا۔

" پیتہیں، میں نے تاریخ تو لکھ کرنہیں رکھی۔"اس نے جا در تہد کی اور جاریائی پر بیٹھتے ہوئے قدرے سردمبری سے کہاز بیدہ نے اس کے

نداز کومحسوس کیا۔

ں کیا۔ انہوں نے زندگی میں پہلی بارزینی سے اس انداز میں کوئی بات بی تھی۔ انہیں جیسے کرنٹ لگا تھا۔

''میں نے توابیے ہی پوچھاتم بڑی نمازیں اور تہجد پڑھتی ہو۔اسلام میں بال کٹوانا جائز نہیں ہے۔''انہوں نے اگلے ہی جملے میں حساب صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔

"الله معاف كرنے والا ب خاله! الله معاف كرديتا ہے۔"

"كياكام كرربى موتم ؟"انهول في بالآخرموضوع بدلات موع كها-

'' ماڈ لنگ۔'' اس نے اپنے لمبے ناخنوں پرنظر ڈالتے ہوئے ان کے سر پر بم پھوڑ ااور ایسا کرتے ہوئے اس نے دور کھڑی رہیعہ کومسکراتے ہوئے بے حد معنی خیز نظروں سے دیکھاجو ہالکل ساکت اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

زبیدہ نے ہونٹوں سے لگایا کپ دوبارہ پر چیس رکھ لیا۔انہوں نے گردن موڑ کرزینی کودیکھاجواب اپنے برش نکال کربالوں میں پھیررہی تھی۔ ''تم ماڈ لنگ کررہی ہو؟ لیکن آپاتو کہدرہی تھیں ،تم آفس میں کام کررہی ہو۔'' زبیدہ نے نفیسہ کو دیکھا جواس وقت شرم سے پانی یانی ہورہی تھیں۔

'' پتانہیں، یہ تو آپ ای سے پوچھیں۔''

اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ زبیدہ نے نفیسہ سے کچھ یو چھنے کے بجائے اپنایرس کھولا اوراس میں سے کچھنوٹ نکال کر بے حدسرو

انداز میں زینی کی گودمیں رکھ دیے۔

۔ ''میں شیراز کی طرف گئی تھی آج، وہ آیا ہوا تھا۔اس نے مجھے بیرقم دی کہ تہمیں دے دوں۔ بیپ پندرہ ہزار ہیں۔ وہ کہدر ہاتھا کہ تمہاری چوڑیوں کی قیمت سے پچھزیادہ بی رقم ہے بیہ''

بالوں میں برش کرتے ہوئے زین کا ہاتھ رک گیا۔

"تمنے اپی چوڑیاں اس کو کیوں دیں؟"

نفیسہ اپناغصہ بھول کریک دم بولیں۔ زینی ہزار ہزار کے ان نوٹوں کو دیکھنے گئی۔ وہ چندلمحوں کے لئے ماضی میں لوٹ گئ تھی۔شیراز نے آخری ادھارلوٹا نافرض سمجھا تھا۔ا ہے باقی چارسالوں میں لیے گئے ان گنت چھوٹے بڑے ادھاریا ذہیں آئے۔

'' کہدر ہاتھا،اس سے دوچوڑ میاں آرام سے بن جائیں گی۔نہ بنیں تواسے بتادوں،وہ مزیدرقم بھیج دےگا۔''زبیدہ نے مزید کہا۔ ''جب شادی نہیں ہونی توچوڑ میاں بنوا کر کیا کرناہے مجھے۔''زین نے نوٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔

نفیسہ نے بےاختیار ہوکراس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔'' کیوں شادی نہیں ہونی۔ دونوں وفت مل رہے ہیں، بری بات منہ ہے مت نکالو۔'' زین نے کوئی جواب دینے کے بجائے ان نوٹوں کو زبیدہ کے ہاتھ میں تھا دیا۔'' ان چوڑیوں کی قیت اتی نہیں تھی خالہ! کسی چیز کی قیت ''ضرورت'' طے کرتی ہے'' پییہ''نہیں اور ان چوڑیوں کی قیمت کتنی ہے، بیشیر از کو وفت آنے پر بتاؤں گی۔ قیمت تو اداکرے گا وہ مگر میری مرضی ک

ا دا کرےگا۔ابھی اس سے کہیں ،ر کھا ہے پاس۔'' اس نے نوٹوں کوان کی تقیلی پرر کھ کرمٹھی بند کرتے ہوئے سر دمہری سے کہاا ورا پی چا درا وربیگ اٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

شیراز چند کمھے چپ جاپ خالہ زبیدہ کود مجھارہا پھراس نے ان کے ہاتھ سے نوٹ لے لیے اور اپنا والٹ نکال کر بے حد ناراضی کے عالم میں نوٹ اس میں رکھتے ہوئے بولا۔

'' ٹھیک ہے۔اسے میہ پینے نہیں چاہئیں تو نہ نہی، میں نے پہلے ہی اسے زیادہ رقم بھجوائی تھی لیکن اب اگروہ چاہتی ہے کہ میں دوستی می چوڑیوں کے لیےاسے لاکھوں روپے بھجواؤں تو میں بیتو نہیں کرسکتا لیکن بہر حال خالہ! آپ گواہ رہیے گا کہ میں نے چوڑیوں کے پیسے بھوائے تھے۔'' ''بالکل زبیدہ! یا درکھنا میہ بات۔ بیا تنے کمینے لوگ ہیں کہ ان دو چوڑیوں کو ہزار جگہ دہرائمیں گے۔''نسیم نے بے حد غصے کے عالم میں

کہا۔''اورتم نے زبان دیکھی اس کی۔کیے دھمکی دے رہی ہے ہمیں کہ قیمت لے گی میرے بیٹے سے۔ارے اس کے باپ نے کون می جائیدا دوے دی میرے بیٹے کو کداب قیمت لینے کلی ہے وہ۔''

سیم کوبے حد غصد آر ہاتھا۔ زبیدہ نے ان کے گھر آ کرحرف بہحرف زینی کی بات دہرادی تھی۔

"" أيا! مين توخوداس كرنگ و هنگ د كير حيران ره كلي مون وه تو يهلے والى زين لگ بى نبيس ربى تقى بال كؤاليے بين ميك اپ كيا موا

ہے۔مال کہتی ہے، آفس میں کام کررہی ہے۔ بیٹی کہتی ہے،ماڈ لنگ کررہی ہوں۔میں تو آج خود پریشان ہوگئی ہوں۔'زبیدہ واقعی پریشان تھیں۔ "ماڈ لنگ!"شیراز بےاختیار چونکا۔ بيآ خرى چيزهمي جوکوئي زيني ہے تو قع کرسکتا تھا۔ " ہاں، یبی کہااس نے مجھے۔

'' اب یفین آ گیا ناتمہیں کہ میرے بیٹے کو کوئی غلط قہمی نہیں ہوئی تھی۔اس لڑکی کےلڑکوں کے ساتھ واقعی چکر تھے۔اب تو پتا چل گیا

عمهیں ۔''نسیم کا جیسے سیروں خون بڑھ گیا تھا۔ خاندان بھر میں بیز بیدہ ہی تھیں جوڈ ھکے چھے لفظوں میں زینی کی حمایت کرتی تھیں اوران کا خیال تھا کہ شیراز کوکوئی غلط نہی ہوگئی تھی۔

'' نہیں آیا! آپٹھیک کہتی ہیں، میں ہی غلط تھی۔ زینی کے طورا طوار واقعی خراب ہیں۔ میں تو بس منگنی ٹوٹنے کے بعداس کی حالت دیکھ کر کپیجی رہی ۔اس وفت بڑی خراب حالت تھی اس کی <mark>۔''</mark>

شیراز نے باقی باتیں نہیں سنیں، وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ پچھ دیرے لئے ضمیر جاگا تھااس کا، پچھ دیرے لئے وہ پریشان ہوا تھا۔اسے زین کی کسی بات نے پریشان نہیں کیا تھا۔ نہ پیسے واپس کرنے نے ، نہایٹی مرضی کی قیمت کی دھمکی نے۔وہ جانتا تھا، زین کچھٹیں کرسکتی۔

بیسب غصیس کے ہوئے چند جملوں سے زیادہ اور کچھ نہیں۔اسے صرف ایک جملہ چیھا تھا۔ '' جب شادی نہیں ہوتی تو چوڑیاں ہنوا کر کیا کروں گی۔'' آخریہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زینی کی شادی نہ ہو۔وہ اتنی خوبصورت ہے۔خاندان

میں کتنے لڑ کے اس سے شادی کرنا جا ہتے ہیں اور خاندان نہیں تو محلے میں یا چھا کے جاننے والوں میں ۔ٹھیک ہے،میرے جیسارشتہ نہیں ملے گا اسے کیکن کوئی نہ کوئی رشتہ تو مل جائے گااہے۔منگنیاں ٹوٹ جاتی ہیں لڑ کیاں رودھوکرٹھیک ہوجاتی ہیں پھرشادی کے بعدسب پچھ بھول جاتی ہیں۔آخر

میں بھی تو زینی کو بھول گیا ہوں پھرزینی مجھے کیوں نہیں بھولے گی۔'' شیراز نے اپنے بستر پر جیٹھتے ہوئے اپنے ضمیر کو دوبارہ تھا کیاں دے کرسلانا شروع کیا۔اسے اس وقت ایک کمھے کے لیے لگا کہ وہ بھی ابھی

تک زین کونہیں بھولا تھا۔ پچھے نہ بچھ تھا جو بھی نہ بھی اسے بے چین کرتا تھا مگر وہ بھی بیرماننے پر تیارنہیں تھا کہ بیمجیت تھی۔وہ اب صرف اور صرف شینا سعيدنواز ہے محبت کرتا تھا۔

اس نے جیسے خود کو یا د دلایا اور ایک عجیب سی خوشی محسوس کی ۔'' دیکھامیں کہتا تھا نا کہ میں زینی سے اب محبت نہیں کرتا ، اب شینا سے محبت کرتا ہوں۔محبت تو خوشی دیت ہے جیسے میں هینا کے بارے میں سوچ کر ہوتا ہوں۔محبت بے چین تھوڑی کرتی ہے جس طرح میں زینی کے بارے میں سوچ کر ہوتا ہوں۔''

شیرازنے جیسےاطمینان کاسانس لیااورشکر کا بھی۔اس نے زین کے بارے میں اتنے ہمدرداندانز میں سوچتے ہوئے ایک بارجھی پنہیں سوجا تھا کہاس نے اوراس کے گھر والوں نے زینی کے کر دار کے بارے میں شرمناک انداز میں کیچڑ احیمالی تھی ۔ شایدا سے پیداگا تھا کہ کسی لڑکی کوکسی اییانہیں تھا کہ شیراز نے اس کڑ کے بحط دینے کی کوشش پرزین کے چیرے کا خوف نددیکھا ہویازین کا اس خط لینے سے انکار نہ سنا ہو۔ وہ ان دونوں چیزوں سے بھی آگاہ تھالیکن وہ آگاہی اس وقت اس کے کام نہ آتی۔

اسے چند لمحول کے لیے اندھابن جاناتھا اور پھراس کی قسمت بدل جاتی۔ رشتے کی اس ڈورکووہ خود پر کوئی حرف آئے بغیراور کوئی سوالیہ نشان بے بغیر توڑیا تا۔

ا ہے صرف بیا نداز ہنبیں ہواتھا کہ اس ڈورکوتوڑنے کی کوشش میں اس نے زینی کی انگلیاں کا ث ڈالی تھیں۔

سوئی ہوئی زینی کی آ نکھ بچوں کے شور سے کھلی تھی۔اس نے پچھ دیر آئٹھیں کھلی رکھ کرشور کا ماخذ سجھنے کی کوشش کی۔ یقینا زہرہ آپا آئی تھیں۔اس نے کروٹ لے کردوبارہ سونے کی کوشش کی مگرنا کام رہی۔زہرہ صحن میں نفیسہ کے پاس بیٹھی روتے ہوئے پچھ کہدری تھی۔

زین اٹھ کر بیٹھ گئے۔ بیا ندازہ لگانااس کے لئے مشکل نہیں تھا کہ اب کیا مسئلہ ہوگا پھرکوئی نیا جھگڑا، کوئی نیا مطالبہ۔اس بار کا فی مہینے گزرگئے تھے خیریت سے اورا سے خود حیرانی تھی کہ اسنے مہینے قیم بھائی کی طرف ہے کسی مطالبے کے بغیر کیسے گزرگئے تھے۔

وہ اٹھ کر باہر آ گئی اور اسے دیکھتے ہی نفیسہ کی برہمی اور زہرہ کے آنسوؤں میں اضافہ ہو گیا تھا۔

" پھرنکال دیاسسرال والوں نے یاکسی نے مطالبے کے ساتھ بھیجاہے آپ کو؟"

'' بیسبتمہاری وجہ سے ہور ہاہے۔تم سے بار بار کہدر ہی تھی کہ چھوڑ دو بیسارے کام کیکن نہیں۔تم بہنوں کے گھر تباہ کروا کر چھوڑ وگی۔'' نفیسہ نے طیش میں اس کومخاطب کر کے کہا۔

''احچھا، یعنی اس بارمبری ماڈلنگ کا بہانا بنا کرآپ کونکالا ہے۔''اس نے اطمینان سے صحن میں کھیلتی بچیوں کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ ''اب دوبارہ آپ واپس اس گھر میں مت جائیں۔کیا ہے وہاں پر جس کے لیے اتنی ذلت اٹھار بی ہیں۔آٹھ سورو پیہ ماہانہ؟ وہ میں آپ کودے دوں گی۔آپ یہیں رہیں۔''

'' میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں زین! حچھوڑ دویہ سب کچھ۔ابھی انہوں نے مجھے گھر سے نہیں نکالاصرف دھمکایا ہے کیکن وہ نکال دیں گے مجھے۔میری بیٹیوں کی زندگی خراب ہوجائے گی۔''زہرہ آپانے روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

'' آپ میرے سامنے ہاتھ نہ جوڑیں۔ میں نے اپنے باپ کی نہیں مانی تو آپ کی کیسے مانوں گی۔''اس نے بے حد صاف اور دوٹوک لفظوں میں کہا۔''لیکن آپ سے بیضر ورکہتی ہوں کہ آپ کی بیٹیوں کی زندگی کو پچھنیں ہوگا۔''اس نے پلٹ کرز ہرہ آپاسے کہا۔

''امی! آپ کیون نہیں سمجھا تیں اسے؟'' زہرہ پھوٹ پھوٹ کررونے لگی۔'' بیشیراز کابدلہ ہم سے کیوں لینے لگی ہے۔ پہلے شیراز کی وجہ سے اس کا د ماغ ساتویں آسان پرتھا کہ اس کامنگیتر تو سرکاری افسر بینے والا ہے بیسرکاری افسر کی بیوی ہے گی۔''

زین نے پلٹ کر بہن کو تعجب سے دیکھا۔ بیکب ہوا تھا کہ اس کے انداز میں اس کی اپنی بہن کوغرور کا شائبہ ہوا تھا۔ ایساغرور جس کا وہ آج حوالہ دے رہی تھی۔سرکاری افسر کی بیوی؟اس نے تو زندگی میں بھی اس چیز کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ وہ تو شیراز کی بیوی بنتا جا ہتی تھی۔ عاہے شیراز جومرضی ہوتاوہ عہدے کے پیچھے یا گلنہیں ہوئی تھی،وہ محبت میں خوار ہور ہی تھی۔ ''اوراب اگرمنتنی ٹوٹ گئی ہے تو اس نے آسان سر پراٹھالیا ہے۔اتنی خودسر ہوگئی ہے بیاور آپ اورابواس کوروک نہیں رہے۔میرے گھر

کو کچھ ہوا ناا می توبیسب کچھزینی کی وجہ ہے ہوگا۔ میں ساری عمراہے معاف نہیں کروں گی۔''

زین نے جواب میں پھے نہیں کہا، وہ پل<mark>ٹ کر کمرے میں چلی گئے تھی۔</mark>

ا پے بستر پرجا کردوبارہ لیٹتے ہوئے اسے یادآیا۔ پہلے ہمیشہ زہرہ آیا کے اس طرح گھر آنے پروہ بھی ان کے ساتھ رونادھونا شروع کردیتی

تھی پھرنمازوں کے ساتھ وظیفے شروع ہوجاتے تھے۔ آج ایسا پھینیں ہواتھا۔وہ اطمینان سے اندر آ کربستر پرلیٹ کرسونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ '' کیامیں واقعی بے س ہوگئ ہوں؟''<mark>اس نے بے اختیارا پے آپ سے یو چھا۔</mark>

"شاید_"اس نے جیسے خود ہی جواب دیااور آ تکھیں بند کرلیں۔

" نینب! کہال تھیں یار! میں کب سے ڈھونڈر ہا ہوں تہہیں۔"

فاران اسے دیکھتے ہی تیر کی طرح اس کی طرف آیا اور پھراس نے زینی کواپنے ساتھ لپٹالیا۔

'We cut the deal" اس في تبقيد لكات بوئ زيني كومبارك بادوى _زين في حيراني ساس الك بوت بوئ حيراني

ہےاہے دیکھا۔

''کون ی ڈیل؟''

''تم بہت کلی ثابت ہوئی ہومیرے لیے۔''

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہدر ہاتھا۔زین کو پچھے چبھا۔وہ اب اے اس انٹرنیشنل برانڈ کے بارے میں بتار ہاتھا جس کی کمپین کے لئے اس نے دودن پہلےا سے چندلوگوں سے ملوایا تھا۔ کاسمیٹکس کا وہ برا نڈپہلی بارکسی ملک میں سٹیبلش ماڈل یاا بکٹریس کو لینے کے بجائے ایک نئے

چبرے کو لے رہاتھا۔ان کااس تمیین کے لئے ابتدائی بجٹ ایک کروڑتھا۔فاران کو ملنے والی بیاب تک کی سب سے بڑی تمیین تھی۔

''تم کوانداز ہ بی نہیں ہے کہ برانڈ کوانٹروڈ یوں کروانے کے لئے کون کون مرر ہاتھا۔ یہ میین تم کولائف اسٹائل دے گی۔ایک بہت شان

دارلائف اسٹائل۔ایک باریمین لانچ ہوجائے توتم ایک کیٹ واک کے لیے اتنے پیسے لوگی جنٹی ٹاپ کی ماڈلزا تنے سالوں سے لےرہی ہیں۔ یہ برا نڈتمہاری ایک ایک چیز کا خیال رکھے گا۔'' فاران اسے تفصیل بتار ہاتھا۔ وہ اب اس کے آفس میں داخل ہو گئے تھے۔

" تهاری دار دُروب، تمهاراا شامکسٹ ،تمهاراهميئر اشامکسٹ ،تمهاري دُريس دُيزائنز ،تمهار Accessorie تمهاري بيونميشن سب ده

ہائر کریں گے ہتم صرف ان کور پریذنٹ کروگی ۔''

www.urdunovelspdf.com

'' کافی ملے گی؟''نینب نے کہا۔وہ صوفہ پر بیٹھ گئے تھی۔

'' ہاں ہاں ، آج سب کچھ ملے گا۔'' فاران نے انٹر کام اٹھا کرا پی سیکرٹری کو کافی کے ساتھ ریسٹورنٹ سے کچھ دوسرے اسٹیکس منگوا کر بھجوانے کے لیے کہا۔ زینی بیگ سے ہیر برش نکال کراہیے بالوں میں برش کرنے گئی۔

'' نەصرف بەبلكە بوراا يك سال تىمبارى سارى كاسمىيلىس وېى دىي گےاوراس كى مالىت بھى لاكھوں ميں ہے۔''

فاران نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے سلسلہ کلام جوڑا۔

''لیخ کہاں سے منگوار ہے ہوآج ؟'' زینب نے اس کوایک بار پھرٹو کا۔ ''تم بتادو۔'' فاران نے فوراً کہا۔'' یا ایسا کرتے ہیں ، کہیں چلتے ہیں۔'' '' یہٹھیک ہے۔'' زینی نے سر ہلا یا اور دو بارہ برش کرنے گئی۔

'' یہی نہیں، وہ کہدرہے ہیں کدان کی کمپین کے دوران تم شوزیا شوٹس میں جتنی بھی وارڈ روب استعال کروگی، وہ استعال کے بعدتمہاری

ملکیت ہوگی۔''فاران اے ایک ایک چیز بتادینا جاہ رہاتھا۔

"تم كوئى سلىپنگ پلزليتے ہو؟" زينب نے ايك بار پھر مداخلت كى وہ جيسے اس كى گفتگو سے بالكل لاتعلق تھى۔

" ہاں۔"فاران نے چونک کراسے نام بتایا۔

'' مجھے بھی منگوادو<u>'</u>'

''میں دیکھتا ہوں۔شایدمیری دراز میں پڑی ہو۔ ندہوئی تو میں سائرہ ہے کہتا ہوں۔''

فاران نے دراز کھولتے ہوئے دیکھا۔اسے سلیپنگ پلزمل گنی تھیں۔

'and guess what پہلا کمرشل کہاں شوٹ کرنا ہے۔ملا میشیا ہیں۔''اس نے سلیونگ بلززینی کوتھا کیں۔جنہیں اس نے اپنے بیک

مي*س رڪوليا*۔

وہ اب نیل فائل نکال کراپنے ناخنوں کورگڑ رہی تھی ۔ فاران یک دم چپ ہو گیا۔

«زمتههیں خوشی نہیں ہور ہی؟"

"کسبات کی؟"

وہ اس کا مند دیکھ کررہ گیا۔'' زینب ضیاء یےOnce in a lifetime chanc ہے جوتہ ہیں ملاہے یا یہ مجھوبتم نے جیک پاٹ ہٹ کیا ہے۔ ہماری سپر ماڈلز ترستی ہیں ایسے چانسز کے لیے۔'' وہ اسے اس کمپین کی اہمیت کا حساس دلار ہاتھا۔

'' ایک رات، ایک ایڈاورا گلے دن بورا یا کستان بیجان رہاہو گانتہیں۔ ہرایک کے ہونٹوں پرایک ہی نام ہوگا۔ زینب ضیاء.....زینب

وه به اختیار چونگی ـ "زینب ضیاء کیون؟ خالی زینب کیون نہیں؟"

'' کیوں کیا ہوا؟ زینب نام کی تو اور بھی لڑ کیاں ہیں۔خالی زینب تونہیں دے سکتے۔''

" پھرنام بدل دوميرا<u>۔</u>"

''گڈآ ئیڈیا.....کیا تا مرکھیں؟'' فاران بےاختیارمحظوظ ہوا۔

''کوئی بھی نام جس میں میرے باپ کا نام نہ آئے۔اس کا لک میں ان کا کوئی حصہ بیں ہونا چاہیے۔''اس نے آخری جملہ مندہی مند میں بروبڑاتے ہوئے کہاتھا۔

2

'' تنہیں کیا ہوا؟''زینی نے کمرے میں داخل ہوئے ہی رہید کی سرخ اور متورم آ تکھیں دیکھ لیتھیں۔وہ ابھی چند کمیے پہلے ہی باہر سے آئی تھی۔رہیداپنے بستر پر گم صمبیٹھی ہوئی تھی۔

، پید سپ دسر پر ۱۱ سال ۱۰ سال ۱۰ '' حچهو ٹی خاله آئی تھیں۔'' زینی اپنا بیگ رکھتے رکھتے ٹھٹک گئی۔ان کا اتنی جلدی دوبارہ آنا کوئی احچھا شگون نہیں تھا۔

" پهر؟ "زين يك دم بے حد شجيده بوگئ_

'' پھر بیکہ وہ بتا گئی ہیں کہا گرتم نے ماڈ لنگ نہ چھوڑی تو وہ عمران کے ساتھ میری مثنی تو ڑ دیں گی بلکہ وہ کہہر ہی تھیں کہ عمران تو اصرار کرر ہا ہے کہ رشتہ ختم کر دیں۔''

''توختم کردیں۔''زین نے بے حدسر دمہری سے کہا۔

" تم كتنى خودغرض موكنى موزين!" ربيداس كى بات پرجيس رئي كنى ـ

''منگفی تو ژنے کی بات وہ کررہی ہیں اورخودغرض میں ہوگئی ہوں۔''اس نے سلگ کر کہا۔

"وہتمہاری وجہ سے منگنی توڑنا حاہتی ہیں۔"ربیعہ نے اس کی بات کائی۔

''میری وجہ سے نہیں ،ان کو بھی کہیں مال نظر آ ناشروع ہو گیا ہوگا۔''زینی نے کلخی ہے کہا۔

رہیدا ہے بستر سے اٹھ کراس کے بستر پر آگئی اوراس نے زینی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

''زنی پلیز، چھوڑ دوبیسب کچھ۔اس میں بڑی بے عزتی ہے۔'اس نے جیسے منت کرنے والے انداز میں زنی سے کہا۔

'' پیے کے بغیرد نیامیں ویسے ہی بڑی بے عزتی ہے۔''اس نے بے حد ٹھنڈے انداز میں کہا۔'' یہ بےعزتی مجھے دنیامیں بےعزتی سے

بچالےگی۔'' ..

"اورجب تك يهموكا، آيا كا گفريتاه موچكاموكا ميري منتفي نوث چكي موگي، "ربيد فياس كي بات كافي -

''شادی کے پانچ سالوں میں پچیس بارآ پا کا گھر ٹوٹنے ٹوٹنے رہ گیا۔اس میں میرا ہاتھ تونہیں تھااور جہاں تک تمہاری مثلنی ہے تو ٹوٹنے دواس مثلنی کو۔جورشتے محبت کے بجائے بلیک میلنگ کی وجہ سے جڑے ہوں ،ان کوختم کر دینا چاہیے۔عمران تم سے شادی کر رہاہے ،مجھ سے تونہیں کر رہا پھراس کوکیا تکلیف ہے۔میں جو چاہے کروں۔''اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"مرد بےعزتی محسوں کرتے ہیں ایسے خاندانوں میں رشتہ کرتے ہوئے جہاں"اس نے ربیعہ کو ہات مکمل کرنے نہیں دی۔ "سالی ماڈ لنگ کرے گی تو وہ کسی کومنہ نہیں دکھا سکے گا۔سسر پیٹ کاٹ کر جہیز کا سامان دے گا تو اس کو لیتے ہوئے اس کی عزت کو پچھنیں ہوگا۔"وہ بےاختیار اپنی۔

"زنی"ربیدنے ایک بار پر کہنا<mark> جاہا۔</mark>

"مردوں کی بے خزتی کے معیار کتنے جھوٹے ہیں ہارے معاشرے میں ۔ایک آپاک شوہر ہیں، جنہیں ہوئی کے باپ کے دیے ہوئے بستر میں سوکر، بیوی کے لائے ہوئے برتنوں میں کھا کر بیوی کوگا لی دیتے ہوئے، ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی ۔ ہاں بے عزتی محسوس ہوتی ہوئے ہا ہے، جب بیوی کی بہن ماڈ لنگ کرنے گئے۔ایک تمہارام گلیتر ہے جو بالکل آپاکے شوہر کی طرح میرے باپ سے بیٹی کے ساتھ ساتھ جہیز کی صورت میں ان کی باتی جمع پوٹی بھی ہتھیائے گا اور پھرا کے لبی فہرست بھی تھائے گا ،ان تمام کا موں کی جن سے اس کی ممکنہ بے عزتی ہو گئی ہے اور اس میں سر فہرست ہوگی بیوی کی بہن کی ماڈ لنگ۔''

وه کھکھلا کرہنس رہی تھی یوں جیسے اپنی بات سے خود بے حد محظوظ ہوئی ہو۔

''ان کوابوک عزت کا حساس نہیں ہے۔تم کو ہے تو تم چھوڑ کیوں نہیں دیتیں ہے کام۔'' ربیعہ کواس کی ہنسی بہت بری گئی۔اس کے باوجود کہ آج کئی مہینوں بعداس نے زینی کو ہستے

ر بید کواس کی ہنٹی بہت بری تھی۔اس کے باوجود کہآج کئی مہینوں بعداس نے زینی کو ہنتے دیکھا تھا مگرزینی اس طرح بھی ہنستی بھی تونہیں تھی۔ ''میں اپنے باپ کی نافر مان اولا د ہوں کیکن اپنے باپ کے علاوہ اس د نیا میں فی الحال میں کسی دوسرے مرد کی عزت نہیں کرتی۔''وہ یک .

دم سنجيده ہو گئی۔

''حچوڑ دوزین! بیسب چھوڑ دو۔''ربیعہ نے ایک بار پھراس کی منت کی۔

''اور چھوڑنے کے بعد کیا کروں، آپا کی طرح کسی مرد سے شادی کر کے اس کے تلوے چاٹوں، گالیاں کھاؤں اور جہیز کے نام پر مار کھا کر دوبارہ یہاں آ بیٹھوں۔''اس کے لیجے میں زہر کے علاوہ کچھنیں تھا۔

> '' تهہیں کیا ہوگیا ہے زینی! کیوں ہرایک کوتم ایک جیسا سمجھنے گئی ہو؟ ساری دنیا بری نہیں ہوتی۔' ربیعہ زیج ہوگئی تھی۔ '' جب مجھے دنیا میں کوئی اچھا نظر آیانا تو میں تمہاری بات پریقین کرلوں گی۔ فی الحال دنیا بری ہی ہے میرے لیے۔' وہ اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

تھی۔ان کےسامنے قابل اعتراض کپڑے پہن کرفوٹوشوٹس کرواتی تھی۔اے آخراب کس چیز ہے جھجک محسوس ہوتی۔ زینب ضیاء کی تصویرزندگی کے کینوس پر نے رنگوں سے پینٹ کی جارہی تھی۔ وہ لڑکا بہت لمبے عرصے تک دوبارہ اسے نظر نہیں آیا۔ شایدوہ بہت دنوں تک زینب کا انتظار کرنے کے بعد مایوں ہو کر کہیں اور چلا گیا تھا حمرزینی نے اس کا انتظار نہیں چھوڑا۔ شعوری اور لاشعوری طور پر ہرروز گاڑی ہے اتر تے ہوئے وہ ایک نظراطراف میں ڈالتی تھی۔وہ ایک باراس لڑ کے ہے دوبارہ سامنا جا ہتی تھی اور بیموقع اسے بہت جلدیل گیا تھا۔ ایک لمبے عرصے کے بعداس نے بالآ خرگھر واپس آتے ہوئے اسے اس دن وہیں دیکھا تھا، جہاں وہ ہمیشداس کا انتظار کیا کرتا تھا۔وہ گاڑی میں تھی اوراس نے اپنے اندر جیسے لا واپھوٹتے محسوس کیا تھا۔ ڈ رائیورنے گاڑی روک دی۔زینی نے اپنا بیگ کھول کر چندنوٹ نکا لےاورڈ رائیورے ہاتھ میں تھاتے ہوئے کہا۔ '' بیلز کاد مکھ رہے ہو؟''زین نے اس کڑے کی طرف اشارہ کیا۔ ''جی۔'' ڈرائیورنے بچھ چونک کراس کڑ کے کودیکھا جوخود بھی اب اس گاڑی کی طرف متوجہ تھااور شایداس نے زینی کوبھی دیکھ لیا تھا۔ '' بیرنگ کرتا ہے مجھے۔ابھی میں اتروں گی تو بیمیرے پیھیے آئے گا۔ میں حاہتی ہوں ہتم اس کی اتنی پٹائی لگاؤ کہ بیددوبارہ اس محلے میں آنے کی جرائت ندکرے۔'اس نے ڈرائیورکو ہدایت کی اور گاڑی سے اتر گئی۔ وہاں گلی میں پچھاورلڑ کے بھی کھڑے تھے اورانہوں نے ہمیشہ کی طرح زینی کود مکھ کر ہلکی سی شیاں بجائیں اور مہنتے ہوئے پچھ جہلے کے۔ روزیبال سے گزرتے ہوئے اب اس کا استقبال اسی طرح ہوتا تھا۔ پہلے ان میں سے کوئی زینی کونظراٹھا کرنہیں دیکھتا تھا۔وہ ضیاءصاحب کی بیٹی تھی اور اس کی عزت کرنے کے لیے بیچوالہ کافی تھا۔اس کی شیراز کے ساتھ منگنی ہوجانے کے بعدوہ اس محلے میں اور بھی قابل احترام ہوگئے تھی۔ وہ محلے کے ہی ایک دوسرے ایسے لڑ کے سے منسوب تھی جو صرف اپنے خاندان کانہیں ،اس محلے کا سب سے قابل لڑ کا تھا جس کی تعلیمی کامیابیوں کی وجہ سے پانچویں جماعت کے وظیفے کے امتحان سے اس کی تصویریں اخباروں میں سب دیکھے چکے تتھے اور سب جانتے تھے کہ وہ افسر بنے والا تھایا ہالآ خربن جا تااور پھرکون تھا جوزینب ضیاء کی طرف نظرا ٹھا کربھی دیکھتا۔اس کے باوجود کہسب اسے محلے کی حسین ترین لڑ کی سمجھتے تھے

ز بیدہ کوزینی کی ماڈلنگ کا پتا چلنے کے بعدیہ بات زیادہ دیر تک رازنہیں رہی۔ آ ہتہ آ ہتہ پورے خاندان اور محلے کواس بارے میں پتا

اس سے پہلے بھی ایسانہیں ہوا تھا کہ زین کواپنے محلے کے کسی لڑ کے نے تنگ کیا ہومگراس کی ماڈ لنگ کا پند چلنے کے بعداب اکثر ایسا

وہ اب مردول کے ساتھ کام کرتی تھی۔ان سے گلے ملتی تھی۔ان کے ساتھ بیٹھ کرہنسی نداق کرتی تھی۔ان کے ساتھ بیٹھ کر کر کھانا کھاتی

ہونے نگاتھا کہ وہ اس گاڑی میں آنے اور جانے کے دوران کسی نہ کسی ہے ،کوئی نہ کوئی جملہ سن لیتی ۔عجیب بات تھی ۔اسے اب کسی ،نظر ،کسی ہنسی ،کسی

بات سے خوف نہیں آتا تھا۔ وہ خوف جوتب تک اسے اپنے حصار میں لیے رہے تھے، جب تک وہ نظر جھ کا کرسر نیچا کر کے چلتی رہی تھی۔

چل گیاتھا۔ محلے میں پہلے ہی زینی کےروزاندگاڑی میں جانے اور آنے کی وجہ سے چیمیگوئیاں ہورہی تھیں۔

اوربہت سے شیراز پرصرف ای ایک وجہ سے دشک کرتے تھے۔

www.urdunovelspdf.com

اوراباب وہ ضیاءصاحب کی بیٹی تو تھی کیکن اپنے منگیتر کا متر و کہا ثاثہ جسے کسی لڑکے کے ساتھ پکڑا گیا تھا اور جس کاحسن بہت جلد اخبار وں اور ٹی وی کی زینت بننے والا تھا۔ وہ اب کسی کی عزت نہیں تھی ،صرف ایک ماڈل تھی اور زینی کویقین تھا، آج وہ لڑکے اس لڑکے کواس کے پیچھے گل معرب اند مکمتہ تاہیں جہ سبر کا سبر تگی ہے کر دیمار ہزیں ہے تاہم سے بھی ہو نہ اس کی اور نہیں ہو ہے کہ کھی پیٹر

میں جاتاد کیھتے تو آج نہ بھی کل ہمی گرشے کاشکارضرور ہوتے اور پھراس کے پیچھے صرف ایک لڑکانہیں آتا کوئی بھی بھی اٹھ کراس کے پیچھے چل پڑتا۔ اس کلانداز والکل ٹھک بنزا اس کڑ سر زاس کا تعاقب کیا تھا۔ و خاموثی سرچلتی رہی۔ و دلڑ کا بھی رہر سراطمعنان سے اس کے پیچھ

اس کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا۔اس لڑکے نے اس کا تعاقب کیا تھا۔وہ خاموثی سے چلتی رہی۔وہاڑ کا بھی بڑےاطمینان سےاس کے پیچھے مین میں اور سے سے سے سے پہنچنی اتھی ہے۔ ادب مہل سے کنفیزیدی میں میں اور سے مہا گل میں ہوسے اور کی سمارتا

چلتار ہا۔ زین ابلژکوں کےاس گروپ کے پاس پہنچنے والی تھی اور وہ لڑکا کہلی بار پچھ کنفیوز ہوا۔اس نے اس سے پہلے گلی میں اس جگہ لڑکوں کا اتنا حمکھ طانبیں دیکھا تھا، نہ ہی اس سے پہلے یہاں کھڑےا کا دکالڑکوں کو بھی زینی پر آ وازے کتے سنا تھا۔ آج وہ واضح طور پرزینی پر ہی قبیقیے لگاتے سیسیسی سے بہتے ہے۔

ہوئے آ دازیں کس رہے تھے۔وہ دور سے بھی یہ بے حد آسانی سے دیکھا ورسمجھ رہاتھاا وربیہ چیزاس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

زین لڑکوں کے اس گروپ کے سامنے ہے روز کی طرح نہیں گزری، وہ یک دم ان کے سامنے کھڑی ہوگئی اور یک دم پلٹ کر اس لڑک کے بالمقابل آگئی۔لڑکوں کے گروپ کا شورا جا تک تھم گیا۔وہ بھی کچھکنفیوز ہوئے تنے۔وہ ان کے سامنے کیوں رکی تھی مگرا بھی انہیں مزید حیران ہونا

تھا۔ زینی کے پیچھے آتا وہ لڑکا بری طرح گڑ بڑایا تھا۔اس کے تو فرشتوں نے بھی بھی پنہیں سوچا ہوگا کہ سنسان گلی میں گھبراتی ، ہکلاتی وہ لڑکی اشنے لوگوں کے بچ میں اس کی آئکھوں میں آئکھیں ڈال کر کھڑی ہوجائے گی۔اس کے ہاتھوں کے تو تے نداڑتے تو کیا ہوتا۔

'' کیا کام ہے آج تہمیں مجھ ہے؟ سلام کرنا ہے؟ ہاتھ بکڑنا ہے؟ اظہار محبت کرنا ہے؟ خط بکڑانا ہے؟ یا بیخبر سنانی ہے کہتم اپنی مال کو * ہے کہ ایجہ میں میں ہے ہے ''

میرے گھرر شتے کے لیے بھیجنا حاہتے ہو؟''

لڑکوں کے بھی پچھ دریے لئے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

''وہ جس نے پچھلی بارتمہارا خط پکڑا تھانا، وہ مگلیتر تھا میرا۔ مثلّی تو ڑ گیاوہ اور بیجو کتے بھونک رہے ہیں نا، بیتمہاری وجہ سے بھونکنا شروع ہوئے ہیں۔''

اس نے لڑکوں کے گروپ کی طرف اشارہ کیا۔وہ لڑکا پچھ کہنے کے بجائے یک دم بھا گنے کے لیے وہاں سے پلٹا مگرڈ رائیور تب تک اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔اس نے آؤ دیکھانہ تاؤاس لڑکے کی بٹائی شروع کردی۔وہ اسے بڑی بے دمی اور بے دردی سے پیٹ رہاتھا۔لڑ کا مزاحمت کی کوشش کررہاتھا مگر کیم شیم ڈرائیور کے سامنے اس کامنحنی ساوجود کتنی مزاحمت کرسکتا تھا۔

کوشش کررہاتھا مگر کیم تھیم ڈرائیور کےسامنے اس کا تھنی ساوجو دکتنی مزاحمت کرسکتا تھا۔ گلی میں اب مکمل سکتہ تھا جسے اس لڑکے کی چیخوں اور پٹائی کی آ واز وں کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تو ڑر بی تھی۔لڑکوں کا وہ پورا گروپ سانس رو کےاس لڑکے کود کمیے رہاتھا جس کی ناک اور منہ ہے اب خون بہنا شروع ہو گیا تھا۔

وہ معافی ما نگتے ہوئے زینی کواپنی بہن بنانے کا اعلان کرر ہاتھا۔ زینی مزید وہاں نہیں رکی ۔اس نے بلیٹ کرایک نظراڑ کوں کےاس گروپ

www.urdunovelspdf.com

کو بے حد چیلنج کرتی ہوئی نظروں سے ننفرآ میزانداز میں دیکھا پھروہاں سے چلی گئی۔ اس گلی میں دوبارہ زینی پرکسی نے جملہ کساتھانہ کوئی اس کے پیچھے آیا تھا۔ مہر میں میں دوبارہ کریں ہے جملہ کساتھانہ کوئی اس کے پیچھے آیا تھا۔

شیرازابCTP کے بعد STP کی ٹریننگ کررہاتھا۔ا کیڈی میں کسی کوشیراز کی مثلنی کا پتانہیں تھا۔سعیدنواز نے استیخی سے نع کیاتھا کہ وہ نادی ہوں نہ سے مہلکسی سیجھی اس مارت کا ذکر نے کرے وہ سعیدنواز کا دلیاد سینشراز مشر از بقیدنالان کی تھم عدولی کرے خود کوستفتیل میں ملنے والا

شادی ہونے سے پہلے کی سے بھی اس بات کا ذکر نہ کرے کہ وہ سعید نواز کا داماد بننے والا ہے۔ شیراز یقیناً ان کی تھم اعز از سب کود کھا تا۔ اگر جواداس کے کامن میں نہ ہوتا جو وقتا فو قتا سعید نواز کی ہدایات شیراز کے گوش گز ارکر کے جیسے اس کے جذبات پر بند باندھتار ہتا تھا

اعز از سب کودکھا تا۔ اگر جواداس کے کا من میں نہ ہوتا جو وقا کو فیاسعید کو اڑی ہدایات سیراز کے کوئی کڑار کرتے بیسے اس کے جذبات پر بند ہاندھتار ہتا؟ اور کسی انکشاف کی صورت میں سعید نواز کے مکندر دمل ہے بھی اسے ڈرا تار ہتا تھااور بید همکیاں شیراز کے لیے کافی کارگر ثابت ہوئی تھیں۔

سعیدنوازیقیناً اس کے بیک گراؤنڈ کی وجہ ہے اتنے مختاط تھے۔ یقیناً ان کے نز دیک بیہ بات شرمندگی کا باعث ہوتی کہ وہ اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی شیراز جیسے خاندان میں کررہے تھے اور وہ اپنے حلقہ احباب کے بے جااعتر اضات سے بیچنے کے لیے ہی اتنی احتیاط کررہے ہوں گے۔ شہر میں میں میں کر میں تاریخ ہوں کے ذریکہ ماریک سے تاریخ ہوں ہے۔

شادی کی تاریخ بھی اتنی ہی سادگ سے طے ہوئی تھی ہجتنی سادگ سے منگئی ہوئی تھی۔اس بارشیراز نے پورے خاندان کولے جانے کی حماقت نہیں کی تھی۔اس باروہ صرف اکبراور نیم کو ہی لے گیا تھا اور لے جانے سے پہلے وہ انہیں تین چار مرتبہ ایک ہوٹل میں لے جاکر کھانے کے برتنوں اور کھانے کے آداب کے بارے میں سمجھا تار ہا۔جب اسے یقین ہوگیا کہ حالات میں کچھ ذیادہ بہتری نہیں آئی تواس نے انہیں صرف ایک ہدایت کی۔

ا کبراورنیم نے اس بار قابل رشک پر فارمنس کا مظاہرہ کیا تھاانہوں نے سوپ لینے سے انکار کیا تھا۔ چاول لینے کی حماقت نہیں کی تھی۔ صرف قور مدلیا تھااورا سے نان کے ساتھ کھاتے رہے۔ وقاً فو قناوہ شیراز کود کیھتے رہے جوانہیں آئکھوں ہی آئکھوں میں مختلف ہدایات دیتار ہا۔

ا کبراورنسیم نے بےحد جی للچانے کے باوجو دٹیبل پرموجود دوسری کسی ڈش کونہیں لیا جتیٰ کہ کبابوں کوبھی نہیں کیونکہ انہیں کا نئے سے کھا نا پڑتا کسی نے ان سےاصرار کیا بھی نہیں شیراز کی ہدایات کےمطابق انہوں نے آخر میں گرین ٹی پینے سے بھی ا نکار کر دیا۔

ھینااس بار بالآخران کے سامنےشلوار قیص میں آئی تھی گرشیراز نے اپنے دل میں اعتراف کیا کہاں شلوار قیص کے مقابلے میں وہ جینز اور ٹاپ زیادہ مہذب تھے۔سیلولیس قیص کا گلاصرف آگے ہے ہی نہیں پیچھے ہے بھی بے حد نیچا تھا۔وہ تقریباً کمرتک آرہا تھااوراس پر قیامت بیھی کہ هینا آج بالوں کو بنانا کلپ کے ساتھ گردن ہے کچھاو پر لیکٹے ہوئے تھی۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔

ر بی سبی سراس کی قبیص کے لیم چاکوں نے پوری کر دی تھی جس کے دونوں اطراف سے اس کی خوبصورت سفید کمرنظر آر رہی تھی۔ اس کے شلوارنمایا جامہ کے یائجے اوپر چڑھ گئے تھے۔وہ اکبر کے بالکل سامنے ٹانگ پرٹانگ رکھ کر بیٹھی ہوئی تھی اورا کبرکو پسیند آرہا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں پہلی ہار کسی لڑکی کو اس طرح کے لباس میں ملبوس دیکھا تھا اور وہ بھی وہ لڑکی تھی جواس کی بہو بننے والی تھی۔
'' لکین بیتو ماڈ ران زمانے کی بچی ہے۔ او نچے خاندان کی لڑکی ہے۔ امیر خاندانوں میں اس طرح کے بہنا وے ہوتے ہیں۔ اب اس کا باپ بھی تو پاس بیٹھا ہے۔ اسے کوئی اعتراض ہوتا تو ھینا کیوں ایسے کپڑے بہن کر آتی ۔شادی ہوجائے گی تو شیرازخو دہی اسے بھا دےگا۔''
اکبراپٹے آپ کوخو دہی سمجھانے میں مصروف تھا۔ جبکہ نیم نے ان ساری چیزوں کو کھل طور پر نظرانداز کر دیا تھا۔'' جب بہواتی وولت لا رہی ہے تو خوائخواہ میں اس طرح کی چھوٹی موٹی ہاتوں پر کیااعتراض کرنا۔ ویسے بھی اب ہم کوئی محلے والے تو نہیں رہے۔ بنگلوں میں رہنا ہے انہوں نے ۔'' وہ اپنے آپ کوتا ویلات دے رہی تھیں۔

اور شیراز ھینا کے سامنے بیٹھا اس پر کھل طور پر قربان ہور ہاتھا۔ ھینا اے کھل طور پر نظرا نداز کے بیٹھی تھی۔ وہ صرف سعید نواز اور سنیعہ کی باتیں۔ اور شیراز ھینا کے سامنے بیٹھا اس پر کھل طور پر قربان ہور ہاتھا۔ ھینا اے کھل طور پر نظرا نداز کے بیٹھی تھی۔ وہ صرف سعید نواز اور سنیعہ کی باتیں۔ انہیں دیکھا تھا۔

جبکہ شیراز کواس کی خوداعتمادی مارر ہی تھی۔اسے صرف بیانداز ہبیس تھا کہ هینا میں اور بھی بہت کچھ تھا جواسے مارنے والا تھا۔ شادی کی تاریخ طبے ہونے کے کچھ دنوں بعد سعید نواز نے شادی کی تیار یوں کے لیے پانچ لاکھ روپے کا چیک دیتے ہوئے اسے بیر مرکز سند کی سال میں میں تاریخ سے میں میں تاریخ کے ایک سے میں شاہر معرکسے کے شاہد میں میں میں میں میں میں میں م

، ہدایت دی کہ وہ بے حدسادگ سے شادی چاہتے ہیں۔وہ خاندان کے قریبی لوگوں کے علاوہ شادی میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں چاہتے۔ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ شیراز کی طرف سے بھی۔انہوں نے شیراز تک هینا کا بیہ مطالبہ بھی پہنچایا کہ شادی کا صرف ایک مشتر کہ فنکشن ہونا چاہیے۔ دوسرےالفاظ میں وہ بیہ کہدرہے تھے کہ شیراز و لیمے کا اہتمام نہ کرے۔

سر رک سامان میں بہتے ہیں۔ ہے سے سر سر سیدنواز کو'' نہ'' کہنا ناممکن تھا۔ شیراز بے حدسعادت مندی سے آئییں'' ہاں'' کہہ کرآ گیا تھا مگراس کے گھر والوں کو پہلی بار پچھاعتراض ہوا۔

ان کا اکلوتا بیٹا تھااوروہ اس کا بھی ولیمہ نہ کرتے جس کا صاف صاف مطلب بیتھا کہ محلےاور خاندان کےلوگوں کو بیہ پہتہ ہی نہ چاتما کہ وہ

کیے امیر گھرانے سے بہولارہے ہیں۔ کیے اونچے خاندان سے ان کی رشتہ داری ہور ہی ہے اور خاندان اور محلے کے لوگوں کو یہ پتاہی نہیں چاتا کہ ''وہ امیر ہوگئے ہیں'' توبیان کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کامقام تھا۔ شدید کی میں کی خوج اس سے ساز میں کے خوص سے دیا ہے جو سے معرب میں سے میں میں سے کیسے مکھوں گ

شیراز کی بہنوں کو بیٹم تھا کہان کی سہیلیاں ان کی خوبصورت، ماڈرن اورامیر بھابھی کے ڈھیرسارے زیورات کیسے دیکھیں گ شیرازخود بھی پچھر نجیدہ تھا کیونکہ وہ خود بھی اپنے پورے کامن کواپنی شادی میں بلاکرافسروں کا ایک جمکھطا اکٹھا کر کےاس میں راجہ اندر کی میں میں میں میں میں میں میں قوم سے میں اور میں ہیں ہے۔

طرح پھرنا چاہتا تھا۔زندگی میں دوبارہ ایساموقع اسے کہاں ملنے والا تھالیکن اب.....خیر..... اس نے ماں باپ اور بہنوں کو پانچے لا کھ کا چیک دکھاتے ہوئے انہیں سادگی کے فوائداوراس کی اہمیت پرایک لیکچر دیا جس میں اس نے

حسب ضرورت کچھاسلامی حوالے اور حدیثیں بھی استعال کیں۔ بتیجہ حسب توقع اور حسب سابق رہا۔گھر والوں پرفوری اثر ہوا تھا البتہ اس'' اثر'' کومزید'' موثر'' کرنے کے لئے اس نے اس قم سے ان

☆☆☆

''ا گلے مہینے گ' پندرہ''تاریخ کوشادی ہوری ہے شیراز کی۔' کسی نے زین کے دل پر گھونسہ ماراتھا، و مسانس لینا بھول گئ تھی۔

''سیم اورا کبرجارہے ہیں گھر چھوڑ کر۔ شیراز کو گھر بھی ملاہے جہیز میں نیم بتارہی تھی۔ بہت بردا بنگلہ ہے ڈیننس میں۔اس گھر کوتو ابھی بند

کررہے ہیں۔ کہدرہے تھے کہ اس تھے داموں بچ دیں گے اور نہ بھی کجھ تو پڑارہے گا۔اب انہیں کوئی ضرورت نہیں اس گھر کی۔شادی بڑی سادگ سے

کررہے ہیں۔ خاندان اور محلے میں ہے کسی کوئیس بلارہے نیم کہدرتی تھی کہ بیٹے کے سسرال والے بھی زیادہ لوگ نہیں بلارہے اور بیلوگ و لیمہ بھی

کررہے ہیں۔ خاندان اور محلے میں ہے کسی کوئیس بلارہے اسے کہاں ہم جیسے لوگوں کومزدگا کمیں گے بیلوگ ہے نے ذیخ کے لیے کیا سوچا؟''

میں کررہے ۔ ہاں بھٹی ،اب بیٹا بڑا افسر بن گیا ہے۔اب کہاں ہم جیسے لوگوں کومزدگا کمیں گے بیلوگ ہے نے ذیخ کے لیے کیا سوچا؟''

صحن میں بیٹھی محلے کی کوئی عورت نفیہ کوشیراز کی شادی کے بارے میں بتانے کے بعدا بزین کے بارے میں پوچورہی تھی۔

اندربستر پرلیٹی ہوئی زینی کی دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔اس نے یہ کیوں سوچا تھا کہ اب شیراز کے بارے میں کچھ بھی میں کراہے تکلیف نہیں ہوگی تی تو شادی تو ہونائ تھی پھراسے یہ کیوں مور ہاتھا جیسے کوئی اس کا گلا گھو نٹنے لگا تھا۔اتی جلدی وہ کی دومری عورت کا ہوجانے والا تھا۔

اس نے بی لیٹھی ہوئی ذین کے بیر اس کی پوروں پردن گئے تھے۔

اس نے بیلیٹی ہوئی تھی تو شادی تو ہونائ تھی نے بیر اس کے دیا تھے۔

کوئی اورعورت اس کی زندگی میں آنے والی تھی اس کی جگہ لینے والی تھی۔'' تکلیف'' تواب''محسوس'' ہونا شروع ہوئی تھی۔اس نے ساری زندگی شیراز کے نام کواپنی ملکیت سمجھا تھا۔اب وہ نام کسی دوسری کے نام کے ساتھ منسلک ہونے والاتھا۔

اس نے بہت باراپ نام کے ساتھ زینب ضیاء نہیں ، زینب شیراز لکھا تھا اور ہر باراس نام پرنظر ڈالتے وہ ایک عجیب می سرشاری محسوس کرتی اوراب کتنے آرام ہے کوئی اوراس نام کواپنے نام کے ساتھ لگالینے والاتھا۔ قانونی ، ندہبی ،معاشرتی اورا خلاقی استحقاق کے ساتھ ۔ نیند تو اب ''اڑنے'' والی تھی۔

پتانہیں اسے کیا ہوا، وہ چا دراوڑھ کر بیگ پکڑ کر باہرنکل گئی۔نفیسہ نے اسے پیچھے کتنی آ وازیں دیں ،اس نے نہیں سنیں۔وہ اس سہ پہر پیدل ہر جگہ ہے مقصد پھرتی رہی۔ بھی کوئی دن ایسانہیں گیا تھا جب اس نے شیراز کے بارے میں نہ سوچا ہو مگر کوئی دن ایسانہیں گیا تھا جب اس نے شیراز کے ساتھ کسی دوسری عورت کے بارے میں سوچا ہو۔اسے بھی اس کی منگیتز کا''جسمانی وجود'' ہونے کا احساس بی نہیں ہوا تھا۔وہ ہمیشہ نوٹوں کی گڈیوں ، بنگلے اور چیزوں کی شکل میں اس کے سامنے آتی رہی تھی۔

آج پہلی باراس نے اس منگیتر کے جسمانی وجود کے بارے میں سوچا تھا۔ پہلی باراسے''عورت''سمجھ کراس کے بارے میں سوچا تھااور یہ تکلیف بچھلی تکلیف سے زیادہ تھی۔ساری دنیا کی عورتیں اس وقت اس کے سامنے سرف ایک عورت بن کرآئی تھیں۔

وه اس سے اسی طرح بات کرتا ہوگا جس طرح مجھ سے کرتا تھا۔ اس کواس طرح دیکھتا ہوگا جس طرح مجھے دیکھتا تھا۔ اس کودیکھ کرمسکرا تا ہو

گا،اس سے ملتا ہوگا،اسے باہر لے جاتا ہوگا اوراس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہوگا۔میرے خدا۔۔۔۔۔

ایساغم وغصہ تو اس نے تب بھی محسوس نہیں کیا تھا، جب اس کی منگئی ٹوٹی تھی پھراب کیوں؟ استے دن بعد کیوں؟ وہ نہیں جانتی، وہ کب ہر جگہ سے پھرتے بھرتے سول سروسزا کیڈی کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ اسے بیہ پتانہیں تھا کہ وہ STP کرنے کے لیے اب وہاں سے جاچکا تھا۔ اندر جانے کی کوشش کرنے کے بجائے وہ باہرا یک فٹ پاتھ پر بیٹھ گئی تھی۔ اسے یقین تھاوہاں سے گزرنے والے اسے پاگل مجھ رہے ہوں گے یا کوئی آ وارہ لڑکی۔اسے پروانہیں تھی کہ لوگ اسے کیا تبجھ رہے تھے۔

۔ سول سروسزا کیڈی کے دروازے کود کیھتے ہوئے اسے یادآ یا۔وہ شیراز کے کہنے پرکس طرح خشوع وخضوع سے اس کے وہاں جانے کی دعا کیں مائگتی تھی۔اس نے تو تہجہ بھی صرف شیراز کا مقدر بدلنے کے لیے پڑھنا شروع کیا تھا۔اسے نہیں پتاتھا،وہ صرف شیراز کا مقدر نہیں بدل رہی، وہ اپنا مقدر بھی بدل رہی تھی۔کوئی یوں کی کوا پی زندگی سے گندگی کی طرح نکال پھینکتا ہے۔اسے وہاں بیٹھے اکیڈی کا دروازہ دیکھتے اپناوجود گندگی ہی محسوس ہور ہاتھا۔

" تم پاگل ہور ہی ہوزینی!" اس نے ا<mark>پے آپ سے کہا۔</mark>

'' ہاں، میں پاگل ہور ہی ہوں نہیں میں پاگل ہو چکی ہوں، ورنہاس وفت اس حالت میں یہاں بیٹھی ہوتی۔''اس نے اپنے آپ ہے کہا۔ نہے ہیے

'' زینی! کہاں ہے؟''ضیاءنے ہمیشہ کی طرح گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھاتھا۔ آ مناسامنا توان کااب زینی سے شاذ ونا درہی ہوتا کیکن اس کے باوجود گھر میں آتے ہوئے ضیاء کا پہلاسوال اب بھی اس کے بارے میں ہوتا تھا۔

'' پتانہیں کہاں ہے۔آج تو جلدی گھر آ گئی تھی گمر پھر پتانہیں کہاں نکل گئی۔ میں تو پہلے ہی پریشان ہور ہی ہوں۔شام ہوگئی ہے گمرا بھی تک واپس نہیں آئی۔''

> ضیاء کے پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئ تھی۔ آج سے پہلے وہ شام تک تو بھی باہر نہیں رہی تھی۔ ''متہیں کچھ بتا کر گئی۔ کہاں جارہی ہے یا کب آئے گی؟''

'' کچھ بتا کرکہاں جاتی ہے۔ محلے کی ایک عورت آئی ہوئی تھی۔ میں اس کے ساتھ صحن میں بیٹھی باتیں کررہی تھی۔وہ مجھے شیراز کی شادی طے ہونے کے بارے میں بتار ہی تھی۔بس یہ یک دم کمرے سے باہر آئی اور باہرنگل گئی۔ پیچھے مڑ کرمیری آ واز تک نبیس نی۔''نفیسہ نے ضیاء کو بتایا۔ ''شیراز کے گھر تو نہیں گئی؟''ضیاء کو یک دم خدشہ ہوا۔

'' نہیں، وہانہیں گئی۔ میں پیچھے گئ تھی اس کے۔وہ بس کلی یارکر گئے۔''

ضیاء چپ چاپ نیم کود کیھتے رہے پھرسائکل کھڑی کر کے تھکے ہوئے انداز میں باہرنکل گئے۔

انہیں یقین نہیں تھا کہ وہ اس وقت وہاں گئی ہو گی لیکن پتانہیں کیوں انہیں خدشہ تھا، وہ وہیں گئی ہوگی۔اگروہ شیراز کی شادی کی خبرس کر گئ تھی تواہے وہیں ہونا جا ہے تھا۔

اوروہ و ہیں تھی، وہ رکشہ پر وہاں آئے تھے پھرر کشہ سے اتر نے سے پہلے ہی انہوں نے زینی کوفٹ یاتھ پر ہیشاد کھے لیا تھا۔وہ ان کی اولا د تھی سب سےخوبصورت ،سب سے چہیتی اولا د جے انہوں نے بچپن میں بھی گود سے اتار کر پیدل نہیں چلایا۔فٹ پاتھ پر بٹھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھااوروہ اس وقت اس گرداور دھول سے اٹی فٹ یاتھ پر بھکاریوں کی طرح بیٹھی تھی۔ انہوں نے بھرائی ہوئی آ واز میں رکھے والے کواس کے قریب رکشہ لے جانے اور رو کئے کے لیے کہا۔ زین رکشد کی آواز پر چونکی اور پھراس نے جیرت سے اسے اپنے پاس رکتے دیکھا۔ ضیاء نے دروازہ کھول کراس سے کہا۔ ''آ جاوُز نِی!''زینی کچھ دیرو ہیں بیٹھی خالی نظروں سے باپ کودیکھتی رہی پھراٹھ کررکشہ میں آ ببیٹھی۔ رکشہ چلنے لگا تھا۔ ضیاء پھوٹ پھوٹ کررونے لگے۔ زین نے ایک نظر باپ کودیکھا، وہ زندگی میں بھی اس طرح پھوٹ پھوٹ کرنہیں روئے تھے۔ وہ آج رور ہے تھے۔اسے پتاتھاوہ کس لیےرور ہے ہیں۔ پوری دنیا میں صرف وہی تھے جو آج زینی کے دل کی حالت کو مجھ سکتے تھے۔ ضیاء نے زندگی میں ہمیشہ بڑے بھائی کو باپ کی جگہ سمجھا تھا۔ بھی ان کے سامنے او نجی آ واز میں بات نہیں کی تھی۔ بھی ان کی تھم عدولی نہیں کی تھی۔ آج پہلی بارا بنی بٹی کووہاں فٹ یاتھ پراس حالت میں بیٹھاد مکھ کرانہیں بھائی سے شدیدنفرت محسوں ہوئی تھی۔ '' تباہ ہوجا کیں گے بیسب لوگ زینی! تباہ ہوجا کیں گے۔ان کا بہیہ،ان کاغرورسب مٹی میں ال جائے گا۔ پچھنہیں رہے گاان میں سے تسمسی کے پاس۔کوئی افسر۔۔۔۔کوئی رتبہ۔۔۔۔ کچھنیں۔ بید نیامیں بھی رسوا ہوں گے۔ بیآ خرت میں بھی دوزخ میں ڈالے جا کیں گے۔'' زندگی میں پہلی بارزین نے اپنے باپ کوکس کے لیے بدعا کرتے سناتھااور وہ بھی اپنے خونی رشتے کے لیے،اپنے بڑے بھائی اوراس خاندان کے لیے۔اس کا دل جاہ رہاتھا،وہ باپ سے کیے بددعاؤں ہے کسی کا پچھنہیں بگڑتا۔ بددعاصرف وہ کرتے ہیں جو پچھاورنہیں کر سکتے۔ پوراراسته ضیاءای طرح روتے رہے تھےاوروہ حیپ جاپ رکھے کی پشت سے ٹیک لگائے سڑک پرچلتی ٹریفک کی جلتی مجھتی روشنیوں کو ضیاءرکشہ والے کوکرا ہیدے رہے تھے، وہ ان کا انتظار کیے بغیر گھر میں داخل ہوگئی۔نفیسہ،ربیعہ اورسلمان نتیوں نے دروازے پراس کا استقبال کیا تھا مگراس کے چہرے کے تاثرات نے کسی کو پچھ کہنے ہیں دیا۔وہ جپ چاپ صحن کے تخت پر آ کرسر جھکا کر ہیٹھ گئ تھی۔

نفیسہ نے اس سے پچھ پوچھاتھا جواس کی سمجھ میں نہیں آیا۔اس نے سرنہیں اٹھایا۔ضیاء چند منٹوں کے بعد گھر آ گئے تھے۔ان کی متورم اور سرخ آئکھیں دیکھ کرنفیسہ کواحساس ہو گیاتھا کہ ذینی کس کے ساتھ آئی ہے۔ ضیاء بھی اندرجانے کے بجائے اس کے پاس آ کرتخت پر بیٹھ گئے۔

"اسے دل سے نکال دوزین! وہ اوراس کا خاندان تمہارے لائق نہیں تھا۔" انہوں نے بے حدر نجیدگی سے کہا۔ زینی سر جھکائے نفی میں سر ہلانے لگی۔

'' وہ میرے دل ہے نہیں نکلتا ، میں نے بہت کوشش کر کے دیکھا ہے۔ میں نہیں بھول سکتی اسے۔''

کہاں وہ زین کے لیے دعا کی نہیں کرواتے رہے تھے۔ پرسب کچھابھی بھی ویباہی تھا۔

وہ تین سال کھی جب اس نے ان کے ساتھ بندر کا تماشاد یکھا تھا اور پھرو ہیں کھڑے کھڑے اس بندر کو گھر لے جانے کی فرمائش کی تھی۔
ضیاء ہننے گئے تھے۔ انہوں نے اس فرمائش کواس کی معصومیت سمجھا تھا گرید زین کا ''مطالبہ'' تھا، بیانہیں چندمنٹوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ بندر کے بغیر وہاں سے جانے کو تیاز نہیں تھی اور ضیاء ایک قدم بھی وہاں سے اٹھاتے تو وہ چینیں مار مار کرروتے ہوئے بری طرح ان کی گرفت میں مچلنے گئی۔
انہیں یقین تھا وہ اسے بنچا تارتے تو وہ زمین پر بیٹھ کرای طرح ٹانگیں چلاتی۔ انہوں نے اس سے بہت سے وعدے کیے تھے، بہت می دوسری چیزیں دلوانے کی کوشش کی گرزین کو بندر اور صرف بندر چا ہے تھا اور ابھی چا ہے تھا۔ وہ باول ناخواستہ مداری سے بندر کوخرید نے کے لیے مورس چیزیں دلوانے کی کوشش کی گرزین کو بندر اور صرف بندر چا ہے تھا اور ابھی چا ہے تھا۔ وہ باول ناخواستہ مداری سے بندر کوخرید نے کے لیے بھا کا تاکہ کرنے گئے۔ مداری وہ بندر بیچنے پر تیار نہو گیا تھا گراس کا گھر جس کچی بھا کو تاکہ کرنے گئے۔ مداری وہ بندر بیچنے پر تیار نہیں تھا، البتداس کے گھر پر ایک اور چھوٹا بندر تھا جے وہ ضیاء کو بیچنے پر تیار ہو گیا تھا گراس کا گھر جس کچی بستی میں تھا، وہ وہ بال سے چارمیل دورتھی ۔

وہ زمین پرنظریں جمائے جیسے بڑ بڑارہی تھی۔ضیاءکورنج ہوا۔ کیا تھا جوانہوں نے اتنے ہفتوں میں زینی کو پڑھ کر دم نہیں کیا تھا۔ کہاں

جون جولائی کے موسم میں جب پسینے میں شرابور گھر پہنچ تو اس وقت عشاء کا وقت ہور ہاتھا۔ زین بے پناہ خوش تھی۔ساراراستہ باپ کے ہاتھ میں پکڑی رہی ہے بندھے بندر کواپنے ساتھ چلتے دیکھ کرہنتی اور باپ سے باتیں کرتی رہی اور ضیاء اسے دیکھ کرخود بھی ہنتے رہے۔ وہ ایک سرکاری دفتر میں ملازم تھے،ایک بندر کی رسی کو ہاتھ میں لیے گھر آتے دیکھ کران کے جانے والوں نے کیا سوچا ہوگا، ضیاء نے بیٹیں سوچا تھا۔ان کے لیے اتنا کافی تھا کہ ذینی پہلے کی طرح چہک رہی تھی۔

ضیاءزین کواٹھائے پیدل اس بندروالے کے ساتھ اس بستی میں گئے ، وہاں سے وہ بندرخریدااورایک بارپھر چارمیل کا فاصلہ طے کر کے

نفیسہاس بندرکود کیھ کر بے صدناراض ہوئی تھیں بیہ جان کراس سے زیادہ کہوہ بندرضیاء کی اس ماہ کی تنخواہ کے چوتھائی ھے سے خریدا گیا تھا * مضری سے ساتھیں میں خریب ایساتہ

گمرنفیسہ کی ناراضی اب بے کارتھی ، بندرخریدا جا چکا تھا۔ اگلے کئی دن زین صحن میں بند ھے اس بندر کے ساتھ کھیلتی رہی۔ بیسلسلہ مزید طویل ہوتا اگرا کیک دن ضیاء کی موجود گی میں وہ بندرا جا تک زین پر جھیٹ کراس کے بازوکوا پنے کھرونچوں سے زخمی نہ کرویتا۔ ضیاء نے شکراا دا کیا تھا کہ وہ اس وقت وہاں تھے، ورنہ بندرزینی کوزیا دہ نقصان بھی پہنچا سکتا تھا۔ وہ اس گھر میں بندر کا آخری دن تھا۔ ضیاءا گلے دن اسے کسی کودے آئے تھے۔ زینی اگلے کئی دن اس بندر کے لیے روتی رہی مگر پھر آ ہستہ آ ہستہ بہل گئی۔

مگراس کے بعداسے ہمیشدا پی مرضی کی چیز ہر قیمت پر لے لینے کی عادت پڑگئی ہی۔وہ ضیاء کے ساتھ عید کے میلے میں جاتی اور سب سے مہنگے کھلونے پر ہاتھ رکھتی۔ضیاءایک لفظ کے بغیراسے وہ چیز دلا دیتے۔

زین نے زندگی کوعید کا میلہ مجھ لیا تھا، جہاں وہ جب بھی جاتی ،سب سے مہنگی چیز کے ساتھ لوٹتی کیونکہ وہ باپ کے ساتھ جاتی تھی اور یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ باپ زینی کوخالی ہاتھ لے آتااور آج کہلی ہار باپ اپنی اولا دکوخالی ہاتھ دیکھ رہاتھااور یہ چیزان سے برداشت نہیں ہور ہی تھی۔ ''خالدصاحب کابیٹا بہت اچھا، بہت شریف لڑ کا ہے۔شیراز سے شکل وصورت میں کئی گناا چھاہے ۔صرف افسرنہیں ہے مگرزینی!وہ لوگ بہت قدر کریں گے تہاری۔'ضیاءنے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"بات شکل وصورت اورافسری کی ہے ہی نہیں۔بات توشیراز کی ہے۔وہ جومرضی ہو،شیراز تونہیں ہوگا۔"

اس نے ایک بار پھرای طرح کہا تھا۔ضیاءکو ہےاختیاروہ بندریاد آ گیا تھا جواہے بعد میں زخمی کرکے گیا تھا۔وہ نہیں جانتے تھے ،ٹھیک ای وقت زینی کوبھی وہ بندر ہی یاد آ رہاتھا مگراہےاس کے زخم یا زنبیں آئے ۔صرف یہ یاد آ رہاتھا کہ باپاس بندر کوخود ہی ایک دن کہیں جھوڑ آ یا تھااوروہ پھر

'' وہ بازار کی کوئی شے ہوتی تومیں ہر قیمت پراسے خرید کرتمہیں لا دیتا، پروہ انسان ہے۔ میں انسان کو کیسے خرید کرلا وُں۔'' ضیاءنے دل گرفتگی ہے کہا۔

"اس کی مگیتر کے باپ نے تواسے خرید کردے دیاا بنی بیٹی کو۔انسان خریدے نہیں جاتے تواس نے کیسے اسے خرید کراپنی بیٹی کا مقدر بنایا۔" وہ اب بھی جیسے عید کے میلے میں کھڑی تھی، جہاں کا سب سے مہنگا تھلونا اس کے بجائے کوئی اور بہتر دام دے کراپنی بٹی کے لیے لے گیا تھا۔ ''جوانسان پیسے سے خریدا جاسکتا ہو، میں اپنی زین کا مقدراس کے ساتھ تو مجھی نہ جوڑتا۔''زینی نے گردن اٹھا کر باپ کودیکھا۔

" چاہے زین روروکر مرجاتی ؟"اس نے باپ سے سوال کیا۔ ضیاء نے سرجھکالیا۔ان کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو ہنے لگے تھے۔''میں بہت بےبس ہوں زینی!بہت بےبس۔میرے ہاتھ میں

کیجے نہیں ہے۔اولا دکا مقدر ماں باپ کے ہاتھ میں ہوتا تو سارے ماں باپ پوری دنیااتھا کرصرف اپنی اولا دکودے دیتے۔''

'' دنیا کی بات نہیں تھی ، بیتو صرف'' ایک آ دمی'' کی بات تھی صرف ایک آ دمی کی۔''

''چھاربانسانوں میں''میرا''بس وہی''تھا''اوروہی''ہے''باقیوں کی مجھکوضرورت نہیں ہے۔بہتر ہوں یابہترین، مجھے کیا کرناہے کسی کا۔'' اس کی آ واز میں شکست خورد گی تھی۔

"آپ سے کوئی گلنہیں ہے مجھے اب گلہ تو مجھے اللہ سے بھی نہیں ہے لیکن سیجھ میں نہیں آتا کہ اتنی تکلیف اللہ مجھے کیے دے سکتا ہے۔" ''وہ تکلیف اس لیے دیتا ہے کہ ہم اسے یا در کھیں ، یا دکریں۔''

وہ ان کی بات پر جیسے تڑپ گئی۔

'' بیرنہ کہیں ۔کم از کم آپ بیرنہ کہیں ۔ کب یاونہیں کرتی تھی میں اسے ۔ کب یاونہیں رکھامیں نے اسے ۔اللہ اگر دلوں کا حال جانتا ہے تو اس کو بیتو پیته ہوگا کہ شیرازمل جاتا تو وہ مجھے اوراحسان مندیا تااور ذکر کرنے والا اوراورشکر کرنے والا۔''

'' کوئی گناہ کیا ہے میں نے ابواجس کے لیے اتنی ذلت، اتنی تکلیف دے رہاہے اللہ مجھے۔ پچھ تو خرابی ہے مجھ میں کہ اللہ نے میرے

َ ہاتھ خالی کردیے ہیں۔ پچھ تو خامی ہے آپ کی زینی میں جو آپ کونظر نہیں آ رہی ، پوری دنیا کونظر آ رہی ہے۔'' وہ روتے ہوئے اٹھ کرچلی گئی۔ضیاء بے بسی سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔اس رات ان کے گھر میں ایک ہار پھر کسی نے پچھ نہیں کھایا تھا۔

"تم کچھکھا کیون نہیں رہے بیٹا۔کھاؤ۔"

البد المساح الم

''یہاں پراس طرح کی کوئی حرکت نہ کریں کہ ملازم ہنسیں ،اور بعد میں میرےسسرال والوں تک بینچہ۔ بید دونوں ملازم جواس گھر میں ہیں ، یہ سعیدانکل نے اپنے گھرہے بھجوائے ہیں۔ایک ایک بات کی خبر دیں گے، وہاں۔''شیراز نے سب کو مطلع کر دیا تھا۔

تواب مجبوراًسب کرسیوں پر بیٹھ کرئی کھانا کھارہے تھے۔اورشیرازخود کھانا کم کھار ہاتھا، وہ نیبل پر بیٹھے ہاتی پاٹچ افراد کو کھانا کھانے کے آواب کے ہارے میں کیکچرزیادہ دے رہاتھا۔وہ جب بھی ان کے ساتھ کھانا کھاتا،اس کا زیادہ وفت اس کام میں گزرتا۔وہ اس پورےٹو لے کواپر کلاس کا حصہ بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کازورلگار ہاتھا۔اس کابس چلتا تو وہ اخبارات میں اپنی اور پورے خاندان کی تصویریں چھپوا کراشتہارلگوادیتا۔

مور خد فلاں فلاں تاریخ سے میں اور میرا پورا خاندان لوئر ٹدل کلاس کے بجائے اپنی بیوی اوراس کے خاندان کے طفیل اپر کلاس کا حصہ بن گئے ہیں۔ آئندہ ہرکوئی ہمیں خاندانی سمجھےاور ہمیں'' خاندانی''لوگوں کی طرح ٹریٹ کرے۔

شکریه ایک''خاندانی''خاندان

شیراز کوصرف بیہ بتانہیں تھا کہ خاندانی کہلانے کے لیے کم از کم دونسلوں کا منہ میں سونے کا چچپہ لے کرپیدا ہونا ضروری تھا۔ صرف اپنے ہاتھ پاؤں مار کر دولت اکٹھی کر لینے سے کوئی خاندانی نہیں بن جاتا نہ ہی اشرافیہ کا حصہ کہلاتا ہے اوراس لحاظ سے خود سعیدنواز بھی ایک' ٹمال کلاسیا'' ہی تھا۔ '' بیٹیا! کھاؤ۔۔۔۔۔ کیوں نہیں کھاتے۔''

سے نے ایک بار پھرواویلا کیا۔شیراز کا دل چاہا، وہ ان سے کہے۔'' پہلے آپ' تمیز سے کھا ٹیں' پھر میں کھاؤں گا۔''سیم فلیٹ ڈنر پلیٹ میں صرف چچے کی مدد سے چاول کھانے کی کوشش میں پلیٹ کے ارد گرد چاولوں کی چارد یواری بنار ہی تھیں۔ وہ کا ٹنا پکڑے ہوئے تھیں۔ گراسے صرف پکڑے ہوئے تھیں۔ وہ کا ٹنا پکڑے ہوئے تھیں۔ گراسے صرف پکڑے ہوئے تھیں۔ وہ بھی شیراز کے پرزوراصراراور دباؤپر اکین اسے استعمال نہیں کر رہی تھیں۔ نتیجہ وہی تھا، جس طرح کا ہینا کے گھرمنگلی پر نکلا تھا۔ لیکن آج شیراز کوزیادہ تکلیف نہیں ہور ہی تھی کے ونکہ یہاں اس کی سسرال میں سے کوئی موجود نہیں تھا۔

اس نے روانی میں سوچا پھریک دم گز بردا کراہیے جیلے کی تھیج کی۔

''ابھی شادی میں کچھدن ہیں، میں تب تک انہیں سدھالوں گا۔''

www.urdunovelspdf.com

''سکھالوںگا۔''اس نے ایک نظرمیبل پرموجودتمام لوگوں پرڈالتے ہوئے بالآ خران کبابوں کواپی پلیٹ میں ڈالاجنہیں لینے پرنسیم اصرار

برائی ہاتھ سے کھانے یاز مین پر بیٹھ کر کھانے میں نہیں تھی۔ برائی شیراز اوراس کے خاندان کی سوچ میں تھی وہ زبردتی اپر کلاس کا حصہ بننے

کے لئے اپنے طور طریقوں کو آلائش سمجھ رہے تھے۔

جوانسان اپنے اصل ہے بھا گتا ہے، وہ پھرساری زندگی بھا گتا ہی رہتا ہے۔ کیونکہ اصل مبھی نہیں چھپتا ببھی ختم نہیں ہوتا۔اس پرلحاف

ڈالیں،غلاف یامٹی۔ یہ کہیں نہ کہیں سے پھر ہا ہرنکل آتا ہے ہزار سروں والے اڑ دھے کی طرح جس کا ہزارواں سر کا شنے کا شنے پچھلے نوسوننا نوے

شیراز کواحساس نہیں تھا کہ جڑی بوٹیاں صاف کرتے کرتے اس نے اپنی جڑیں کا ٹٹا شروع کر دی تھیں۔ایر کلاس ،رولنگ ایلیٹ بوژوا، Haves اس نے صرف بیڑمزسی تھیں صرف ان کا پرتغیش لائف اسٹائل للچاتے ہوئے ساری عمر دیکھا تھا۔اس نے تصویر کا دوسرارخ نہیں دیکھا تھا۔

اس نے ان کی زندگی جی کرنہیں دیکھاتھا۔وہ اب جینے والانتھا۔یا پھر''جی'' کرمرنے والانتھا۔

ڈرائیورنے دروازے پردستک دی۔نفیسہ نے دروازہ کھولا۔اس وفت زینی آیا کرتی تھی گر آج وہاں ڈرائیور کھڑا تھااس نے سلام کر کے ایک لفافہ نفیسہ کی طرف بڑھایا۔

> '' بیکیاہے؟ زینی کہاں ہے؟''نفیسہ نے گھرہے قدم نکال کر باہرد کھتے ہوئے قدرے تشویش ہے کہا۔ ''وہ اینے گھر میں ہیں۔''ڈرائیورنے انہیں بتایا۔

''اپناگھر؟ کیساگھر؟''نفیسہ کوجیسے کرنٹ لگا۔

''انہوں نے ڈیفنس میں گھرلے لیا ہے۔ کہہر ہی تھیں، آپ کو بتا دوں اور بیخط دے دوں ۔'' نفیسہ کو تھنڈے بسینے آ گئے۔ ڈرائیور کے ہاتھ سے خط لے کر بناایک لفظ کھے انہوں نے درواز ہبند کر دیا۔ زین ہرروز ایک نئ قیامت ان

یرتو ژر بی تھی ۔اور بیسلسلہ پتانہیں کہاں جا کرر کنے والاتھا۔

کا نینتے ہاتھوں سے لفا فہ کھولتے ہوئے انہوں نے خط نکالا اوراسے کھول کریڑھے لگیس۔

میری وجہ سے آپ کے گھر میں بہت مسئلے پیدا ہورہے ہیں۔ میں نہیں چاہتی میری وجہ سے زہرہ آپا،رہیےہ یاسلمان کی زند گی خراب ہو۔ اس لیے میں نے بہتر سمجھا کہ میں آپ کا گھر حجبوڑ دوں۔اس بارے میں پریثان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنا خیال رکھنا سکھ لیا ہے۔

مت آئیں۔میں واپسی کے سارے رائے بند کرآئی ہوں۔ آپ کی برقسمت اور نا فرمان بیٹی زينب ضياء نفیسہ کا ذہن ماؤف ہونے لگا ،انہوں نے بھی زینی کواس طرح گھرے رخصت کرنے کا تصور بھی نہیں کیا تھااورانہیں اگر شک بھی ہوجا تا کہ وہ گھر چھوڑنے کی نیت ہے مبیح سامان اکٹھا کر کے بیگ میں بھررہی تھی تو وہ بھی اسے گھرسے نکلنے نہ دیتیں۔وہ گھرسے چندایک چیزیں ہی لے کر گئی تھی۔زیادہ لے جاتی توانبیں شک بھی ہوتا۔لیکن اب ان کی سمجھ میں نہیں آ رہاتھا کہوہ زہرہ اورر سعہ کے سسرال والوں کا کس طرح سامنا کریں گی۔زین کے بوں چلے جانے پرانہیں کون سانیا جھوٹ گھڑ کرسنا ئیں گی اورضیاءشام کو گھر آئیں گے توان سے کیا کہیں گی۔انہیں اپنے شوہر پراس وفت بے پناہ ترس آیا تھا۔

آ آپ کوایئے گھر کا بتا بھجوار ہی ہوں۔ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ لوگ میرے پاس آئیں اور مجھ سے ملیں ۔لیکن دوبارہ مجھے واپس لے جانے کے لیے

وہ فاران کی بات پر کھڑ کیوں سے باہرنظر آتے لان کور نکھ کر چونگی۔وہ اس کے پاس آن کھڑ اہوا تھا۔وہ دونوں لا وُنج میں کھڑے تھے۔

''اچھاہے۔''زینی ملیٹ کرصوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔اور بیگ سے منرل واٹر کی بوتل نکال کر گھونٹ گھونٹ یانی پینے لگی۔ فاران باختیار جعلایا تھا۔''آخر کیا چیزخوش کرے گی تہیں؟''

"Why are you so cold" وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔اس نے چھلے سالوں میں درجنوں ماڈلز کوشو بر میں انٹروڈ یوس

کروایا تھا۔ گرصرف سامنےصوفے پربیٹھی ہوئی بوتل ہے گھونٹ گھونٹ پانی پیتی لڑکی تھی جسے وہ سمجھ نہیں پار ہاتھا۔ وہ رمشہ کی وجہ سے اس کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں ایک ایک بات جانتاتھا، یہاں تک کہ شیراز اور اس کے رشتے کی تفصیلات

بھی لیکن اس کے باوجودزین اس کے لیے معمہ بنی ہوئی تھی۔وہ اس کے اندر جھا تک نہیں سکتا تھااور یہ چیز اسے زچ کررہی تھی۔

ڈ ھیروں ماڈلز تھیں جوا یسے ہی حالات کا شکار ہوکراس کے پاس آتی رہی تھیں۔ کچھمنگنیاں تڑوا کر، کچھشادیوں کے ناکام ہونے کے بعداور کچھBreak-ups کے بعد، کٹی اس کے پاس بیٹھ کرروتی رہی تھیں۔ کئی

اس کے گلے لگ کر بلکتے ہوئے اپنے بوائے فرینڈ یا شوہر کی بےوفائی کے قصے سناتی رہی تھیں ۔کئی روتے ہوئے اپنے سابقہ یا حالیہ بوائے فرینڈ کو

گالیاں دیتے ہوئے اس سے نشولے لے کرآنسو یو چھتی رہی تھیں۔ مگرزینی کی طرح حیب سادھ کراس کے سامنے گونگوں کی طرح نہیں بیٹھی رہی تھیں۔

اس کے پاس ماڈ لنگ کرنے والی لڑکیاں پیسے کے لیے آتی تھیں ۔شہرت کے لیے، اپناٹیلنٹ دکھانے کے لیے بابدلے کے لیے، وجہ جو

' بھی ہوتی تھی لیکن پیسہ دیکھے کروہ آ پے سے باہر ہوجاتی تھیں اور جس کلاس سے زین کا تعلق تھا،اس کلاس سے آ نے والی لڑکیاں تو پیسہ دیکھے کرخود پر قابو ہی نہیں رکھ پاتی تھیں ۔خوشی ان کے پورے وجود سے چھکلتی تھی ۔ اور سال رزنی سردمہ ی کی ہے، تک ۔ رزاز نظر آتی تھی ۔اگر معہ خشنہیں کرتا تھا تہ بھر آخ وہ لینز کہ اتا آئی تھی ہاؤنگ میں۔

اور یہاں زینی سردم ہری کی صد تک بے نیاز نظر آتی تھی۔اگر پییہ خوش نہیں کرتا تھا تو پھر آخروہ لینے کیا آئی تھی ماڈ لنگ میں۔ '' مجھے تو یہ پتانہیں میں دنیامیں کیا لینے آئی ہوں ہتم ماڈ لنگ کی بات کرتے ہو۔' اس کے اس سوال پروہ بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ '' گاڑی چاہیے مجھے اپنی اورا یک ڈرائیور بھی۔ کب تک تمہاری گاڑی لے کر پھروں گی۔' اس نے فاران کے مزید پچھے کہنے سے پہلے ہی

بات بدل دی۔

'' چند دنوں میں آجائے گی وہ بھی۔' فاران نے اسے مطلع کیا۔ ''تم اکیلی رہوگ۔ یہاں؟'' زین نے پانی کا گھونٹ لیتے ہوئے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''میرامطلب ہے ہتمہاری فیملی ساتھ شفٹ نہیں ہور ہی؟'' فاران اس کی نظروں سے پچھ بخل ہوا۔ '' فی الحال نہیں ۔لیکن کوشش کروں گی ، وہ لوگ بھی جلد ہی آجا کیں یہاں۔'' اس نے اپنے یا وُں ٹیبل پررکھتے ہوئے کہا اور یانی کی بوتل بند کرنے گئی۔

اسے اپنا گھریاد آرہا تھا۔اس شان دارکرائے کے بنگلے میں بیٹھ کراپنے باپ کارزق حلال کی کمائی سے بنایا ہواد و کمرے کاوہ گھریاد آرہا تھا۔

☆☆☆

چوکیدارنے بیل بجانے پر پہلے باہرجھا تک کرد یکھا پھر گیٹ کھول کر باہر لکلا۔

''کس سے ملناہے؟''اس نے ضیاء سے پوچھا۔

" يہال ميري بڻي ہے۔نينب!"

ضیاء نے مملاتے ہوئے کہا۔ وہ گھر پہنچتے ہی اسے واپس لانے نکل کھڑے ہوئے تھے۔لیکن یہاں اس بنگلے کے سامنے کھڑے ہوئے

ان کو یک دم اپنا آپ بونا کلنے لگا تھا۔ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔وہ زینب سے اپنا کیارشتہ بتا کیں۔

چوکیدار نے سرہے پیرتک انہیں دیکھا، پھرکہا۔

''بیتومیڈم پری زاد کا گھرہے۔'' ''بیتو میڈم پری زاد کا گھرہے۔''

ضیاء کچھ بول نہیں سکے۔انہوں نے اس کاغذ پر نظر ڈالی جس پر زینب کے ہاتھ سے اس گھر کا ایڈریس لکھا ہوا تھا۔ پھر گھر کی نمبر پلیٹ پر نظر ڈالی اور چوکیدار کی طرف کاغذ بڑھایا۔

"دیکھیں، بیاس گھر کا ایڈریس ہے،اس گھر کا فون نمبرہے؟"

چوکیدار نے کاغذیر نظردوڑائی۔'' ہاں فون نمبر بھی بہیں کا ہے۔ برمیڈم نے تونہیں بتایا کہ۔''وہ پچھ کہتے کہتے سوچ کررکا۔'' تمہاری بیٹی

ضیاء کولگاکس نے انہیں زندہ قبر میں گاڑ دیا تھا۔

كرنے والى تېجدگزار بينى كا تعارف اس كى 'جوانى'' اور' خوبصورتى'' سے ہوگا۔

"اچھاہماری میڈم بھی کچھاسی طرح کا کام کرتی ہے۔ پروہ تو ملائیشیا گئی ہے کچھ ہفتوں کے لیے۔"

"اوه بابا کچه بولو "چوکیداراب بے چین مور ہاتھا۔ ''وہ ماڈ لنگ کرتی ہے۔''ضیاء نے سر جھکا کر کہا۔

اس اجد چوکیدار نے اپنی مجھ بوجھ کےمطابق ضیاء سے بیٹی کی شناخت پوچھی مضیاء بولنہیں سکےکوئی باپ بیٹی کو بھی نہیں'' ویکھا۔''

"جوان ہے؟ خوبصورت ہے؟" چوكيدار نے ان كے چپ رہنے پرا گلے سوال كيے فياء كوجيے كى نے گالى دى۔اب كياان كى اس پرده

وہ اپنی پہلی ماڈ لنگ اسائمنٹ پر فاران کے ساتھ ملائیٹیا جانے سے پہلے رمشہ سے ملئے گئی تھی۔ رمشہ کی منگنی ہونے والی تھی ان ہی دنوں میں فاران نے اسے بتایا تھا تبزیٰ کواحساس ہوا کہ وہ ماڈ لنگ شروع کرنے کے بعدا یک بار بھی رمشہ سے نہیں ملی نہ ہی رمشہ نے اس سے رابط کرنے کی کوشش کی تھی۔ بی اے کے پیپرز ہوگئے تھے اور زینی نے پیپرز نہیں دیے تھے۔ورنہ اور کہیں نہیں توامتحان کے دوران ہی رمشہ سے اس کی ملاقات ہوجاتی۔

اس نے رمشہ کے گھر جانے سے پہلے فون پراسے اپنی آ مد کی اطلاع دی۔اس نے کسی گرم جوثی کے بغیراسے اپنے ہاں آنے کا کہا۔وہ خوثی اس کے لہجے میں مفقودتھی جو پہلے زین کے اس کے گھر آنے کی اطلاع پر ہوتی تھی اوراس کے گھر جاکرزینی کواحساس ہواتھا کہ وہ ٹھنڈک صرف اس کی آواز میں ہی نہیں اس کے رویے میں بھی تھی۔

ان کے درمیان پہلے کی طرح باتیں نہیں ہوئی تھیں ۔ مسلسل ، بے مقصد ، بے معنی اور بے تعاشا۔ آج صرف سوال جواب تھے۔وہ بھی بے حد مختصراور خاموثی کے بہت ہے چھوٹے بڑے وقفے پھر چندلواز مات اور جائے پھر چندا ورسوال جواب۔

کوئی اور دوست ہوتی تو زینی اس کے گھر ان حالات میں بھی نہ جاتی ۔ مگر وہ رمشہ کی ممنون ہوکر وہاں گئی تھی۔اس کے ریفرنس سے وہ فاران کے پاس گئی تھی۔اور زینی کواحسان یا درکھنا آتا تھا۔

زینی نے اس سے ملاقات کے دوران ایک ہار بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کرنہیں دیکھا تھا۔اپنے گھرسے ہاہر صرف رمشہ کی نظرین تھیں جواس کی آنکھوں کے خالی پن کو پہچان سکتی تھیں۔صرف دہ تھی جوBefore اور After کی تاریخ سے واقف تھی۔

گراہے جیرت تھی،رمشہ کے انداز میں اتن ٹھنڈک کیوں تھی۔کیاان سب الزامات کی وجہ سے جواس نے کالج میں اسے سنائے تھے؟وہ سمجھ نہیں یار ہی تھی۔گرمعمہ زیادہ دیر تک معمنہ بیں رہاتھا۔

رمشہ زینی کو ہمیشہ کی طرح پورچ میں چھوڑنے آئی تھی۔فاران کی گاڑی زینی کو لینے کے لیے آئی ہوئی تھی۔زین اس سے گلے ملنے کے بعد گاڑی کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے اس میں ہیٹھنے والی تھی۔جب رمشہ نے اس سے کہا۔

Faran Bhai is married Zeni.

He has a beautiful wife and two kids.

(فاران بھائی شادی شدہ ہیں زینی!اوران کی ایک خوبصورت بیوی اور دو بیچے ہیں)

: زین کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔ بے حد شاک کے عالم میں اس نے رمشہ کو دیکھا۔ وہ بیسب پچھ پہلے ہی جانتی تھی۔ پھر رمشہ اسے بیسب کیوں بتار ہی تھی۔

> ''ان کی اپنی فیملی ہے۔ان کا اپنا گھرہے۔اوراس میں''کسی دوسرے'' کوجگٹبیں ملے گی۔'' رمضہ نے اب اور زیادہ صاف لفظوں میں اس سے کہا، زینی پلکیں جھیکائے بغیراسے دیکھتی رہی تو وجہ فاران تھا۔

'' نہیں ہمہیں نہیں پتا۔ دیکھو، اگرتمہارا گھر بننے سے پہلے ہی ٹوٹ گیا ہے تو اس میں تمہاراا بنا تو کوئی قصور ہوسکتا ہے، پر دنیا کی دوسری الیع ورت کاقصورنہیں جو گھر بنا بیٹھی ہے۔'' وہ بے حد پرسکون انداز میں اسے جا بک مارر ہی تھی۔

''تم اب ایک ماڈل ہوہتم کسی عورت کے جذبات اورا حساسات کونہیں سمجھ سکتیں۔ پھر بھی میں تم سے یہ کہدر ہی ہوں کہتم میری بہت اچھی دوست رہی ہو۔ میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ایسا پچھمت کرنا کہ مجھے تمہارے ساتھا ہے تعلق پر پچھتاوا ہو۔''

زینی بے حد خاموثی سے دھواں دھواں چہرے کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔اس نے پچھ کہنا چاہا۔ مگر لفظ نہیں تھے۔اس نے پچھنہیں کہا۔ اثبات میں سر ہلا یا اور پلٹ کرگاڑی میں بیٹھ گئی۔

گاڑی رمشہ کے گھرسے ہاہر آگئی تھی۔وہ جانتی تھی۔وہ دوبارہ بھی اب رمشہ کا سامنا کرنانہیں جاہے گی۔

اس نے اپنے اور فاران کے تعلقات کے حوالے ہے رمشہ کو کوئی وضاحت نہیں دی تھی۔ یہ ٹھیک تھا کہ وہ فاران کے ساتھ گھوتی پھرتی تھی۔اور فاران اس پر بے تحاشا عنایات کر رہا تھا۔ مگرزین جانتی تھی، وہ بیعنایات زینی پڑئیں کر رہا تھا۔ سونے کی اس چڑیا پر کر رہا تھا جسے وہ اپنے پنجرے میں قیدر کھنا جا ہتا تھا۔

اسے فاران میں، فاران کی زندگی میں اوراس کے گھر میں کوئی دلچین نہیں تھی۔اسے دنیا کے کسی مرد کے گھر میں دلچین نہیں تھی۔اور فاران تووہ آخری آ دمی بھی نہ ہوتا جس کا گھروہ تو ڑنا چاہتی۔رمشہ اسے یا دولاتی نہ دلاتی ، زینی کو یا دتھا کہ وہ رمشہ کا کزن تھا۔وہ اس کے لیے ہمیشہ رمشہ کا کند میں ہوتا

"سگریٹ ہے تمہارے یاس؟"

ڈرائیورنے جیرانی سے بلیٹ کراہے دیکھا، وہ پہلی باراس سے سگریٹ ما نگ رہی تھی۔ بہت ساری ماڈلز سگریٹ پیتی تھیں وہ جانتا تھا پرزین نے اس کے سامنے بھی سگریٹ نہیں پیا تھا۔'' پھرآج کیوں؟''

ڈرائیورنے خاموثی سے اپناسگریٹ کا پکیٹ اور لائٹر پیچھے بڑھادیا۔ زینی نے ایک سگریٹ نکال کرسلگالیا۔

بہت ضروری تھا، وہ کسی چیز کوجلاتی ،اندر پہلے ہی سب کچھ خاکستر ہو چکا تھا۔ باہر جلانے کے لیےسب سے موزوں چیز وہ سگریٹ ہی تھا۔

WWW

الٹی گنتی شروع ہوگئی تھی۔وہ ملا پیشیا میں شوننگ کے دوران روز ایک ایک دن گنتی۔ پندرہ تاریخ نہیں آ رہی تھی۔زین کو یوں لگ رہا تھا جیسےاس کی بھانسی کا دن قریب آ رہا تھا۔وہ سگریٹ تو پہلے ہی پی رہی تھی ملا پیشیا میں اس نے شراب بھی بینا شروع کردی تھی۔وہ جیسے دنیا کی ہروہ شے استعال کرنا جاہتی تھی جس سے محبت جیسے روگ کا علاح ہوجا تا۔وہ اسے بھول جاتی نتیجہ وہی تھا۔روگ وہیں تھا۔اورزندگی بہی تھی۔ یوں لگنا تھا جیسے دنیا کا کوئی علاج اس پر کارگر ثابت نہیں ہور ہاتھا۔ وہ رات کو نیندگی گولیاں نہ لیتی تو اسے نیند نہ آتی وہ ساری ساری رات شیراز اور اس کی ہونے والی ہیوی کے بارے میں سوچتی رہتی۔ اس
کا DOP کینڈین تھا اور اس نے پہلے دو دن کی Photage کے بعد اسے وارنگ دے دی تھی، کہ وہ رات کوسوئے بغیر شوٹ کے لیے نہ آئے،
کیونکہ اس کی Photage کے رزلٹ بہت برے آرہے تھے۔ یہ وارنگ صرف اس نے نہیں فاران نے بھی اسے دی تھی۔ وہ لوگ ما ڈلز کی لیٹ
نائٹ پارٹیز اور ایکٹیو ٹیٹیز کے عادی تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ ما ڈل خواہ کتنی خوبصورت ہو شوشک کے لیے ساری رات جاگی ہوئی ما ڈل سے زیادہ بدتر
چبرہ کی کانہیں ہوسکتا تھا۔

'' چاہے سلیپنگ پلز لے کرسوؤیا شراب پی کر۔ بہر حال مجھے تہ تہارا چہرہ فریش چاہیے۔ آنکھوں میں کسی سرخی اور تھکن کے بغیر۔ بید کا نٹریکٹ ختم ہوا تو تنہیں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔لیکن میری کمپنی ہے اور بھی بہت سے کلائنٹس چلے جا کمیں گے۔'' فاران نے اسے دوٹوک لفظوں میں صاف متادیا تھا۔

"زین رات کونیند کی گولیاں لے کرسونے لگی تھی ۔ مگر پچھلے پچھ عرصے سے انہوں نے اس پراٹر کرنا چھوڑ دیا تھا۔

ملا بکشیا میں اس کے کمرشل کی شوننگ بہت اچھی ہوئی تھی۔ فاران کا گبڑا ہوا موڈ خود ہی ٹھیک ہو گیا تھا۔اس کےالتفات اورعنایات کا سلسلہ ایک بار پھرشروع ہو گیا تھااور بے تکلفی بھی کچھ بڑھنے گئی تھی۔

وہ ملا پیشیا سے واپسی پر دو بن آئے تھے۔ زینی EPB کی طرف سے منعقد کروائے جانے والے ایک فیشن شومیں اپنی زندگی کی پہلی کیٹ واک کرنے جار ہی تھی۔اس کے ساتھ اس شومیں باقی آٹھوں ماڈل لڑ کے لڑکیاں پاکستان کے سپر ماڈلز تھے صرف وہ واکلڈ کارڈ انٹری تھی اوراس میں بھی بڑا

ہاتھ فاران کے اس دوست ڈیز ائٹر کا تھاجس کے ملبوسات چند دوسرے ڈیز ائٹر کے ساتھ اس شویٹس ڈس میلے (Display) کیے جانے تھے۔ You are going to steal the show."

اسے یقین تھا، وہ اگلی رات وہاں موجود پاکستان کی تمام سیر ما ڈلز کے دل دہلا دینے والی تھی۔ باقی تمام ما ڈلز تمین دن پہلے وہاں آ کرریہرسلز شروع کر چکے تھے۔ زینی کے پاس ریبرسلز کے لیے صرف دودن تھے۔

شواگلی رات تھا۔ گر فاران کو یقین تھا، وہ صبح آتی اور اسے رات کو بھی شوکر نا ہوتا تو وہ کر لیتی ۔ وہ ملا پیشیا میں اس شو کے لیے اسے بہت زیادہ تیاری کروا تار ہاتھا۔

گرفاران صرف ایک بات نہیں جانتا تھا۔وہ شو پندرہ کی رات کوتھا۔ٹھیک اسی وقت جب پاکستان میں شیراز کی شادی ہورہی ہوتی۔ بیصرف زینی جانتی تھی۔اسے اس رات رومپ پرنہیں چلنا تھا۔ جلتے ہوئے کوئلوں پر چلنا تھا۔

☆☆☆

" کیا ہور ہائے مہیں؟"

فاران نے کچھ حیران ہوتے ہوئے بیک اللیجاس سے یو حیا۔اس کی رنگت خطرناک حد تک زرد ہور ہی تھی۔

ہیئر اسٹامکسٹ ابھی اس کے بال بنار ہاتھا۔اس کا میک اپ کچھ دیر میں شروع ہوجا تا۔اوروہ سامنے آئینے میں اپنے مکس کود کیھتے ہوئے کہیں اور پینچی ہوئی تھی۔اسے یقین تھا اس وقت شیراز کی ہونے والی بیوی بھی کسی پارلر پر بیٹھی میک اپ کروار ہی ہوگ۔ شایدا پنے بال بنوار ہی ہوگی اوراسی طرح آئینے میں اپنے آپ کود کھے رہی ہوگی۔

''لیکن وہ میری طرح خاموش نہیں ہیٹھی ہوگی۔وہ اپنے ہیئر اسٹائل اور میک اپ کے بارے میں بیوٹیشن کو بار بار ہدایات دے رہی ہو گی۔وہ آج کے دن اپنے آپ کوشیراز کے لیے تیار کر دہی ہوگی۔

"اور میں این آپ کوس کے لیے تیار کررنی ہوں؟ ایک چیک کے لیے؟"

آج ہے پہلے زینی کو بھی اپنا چہرہ دیکھ کراتنا ترس نہیں آیا تھا جتنا ترس اس وقت آیا تھا۔ سامنے آئینے میں نظر آنے والا اس کا چہرہ سب کچھ کہدر ہاتھا۔کون ہاراتھا؟ کون جیتا تھا؟ سب بول رہاتھا۔

> وہ اپنے ہی عکس سے نظرین نہیں ملا پار ہی تھی۔وہ عکس جیسے اس کی شکست بن کراس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ''کیا ہور ہائے تہیں؟''فاران اتفا قاس کے پاس آیا تھا ور نہ وہاں اس کا کوئی کا منہیں تھا۔ 'زینی! یہ تہاری زندگی کی پہلی کیٹ واک ہے۔

> > "You have to give your besi" فاران نے اسے چیئر اپ کرنے کی کوشش کی تھی۔

'' فاران! یہاں سے چلے جاؤ، مجھے خاموثی کی ضرورت ہے۔''اس نے یک دم بے حد ترشی سے اس کی بات کا ث دی۔ فاران ہولے بولتے چپ ہوگیا۔اس کے ماتھے پرنا گواری تھی گروہاں سے چلاگیا۔

میک اپ آرشٹ اب اس کے پاس آ کراس کا میک اپ کرنے لگا تھا۔ آ کینے میں اپنانکس دیکھتے ہوئے اس کا دل جاہا۔ وہ شیراز ک بیوی کودیکھے۔ بیددیکھے کہ کیاوہ اس جیسی خوبصورت ہے۔ کیاوہ شیراز کوزینی جیسی خوبصورت لگ سکتی تھی۔اسے اس وقت اپناچ ہرہ بے حد بدصورت لگنے لگا تھا۔ بے حد۔

"Great skin, lovely features."

میک اپ آ رشث اس کامیک اپ کرنے ہوئے بے اختیار کہدر ہاتھا۔

"Your face is a beautician's delight."

زین کولگاوہ اس پرطنز کرر ہاتھا۔اس کے چہرے میں خوبصورتی کہاں تھی صرف آٹکھیں، ناک اور ہونٹ تھے۔گال، ماتھااور ٹھوڑی تھی اور پیساری چیزیں ہرایک کے چہرے پر ہوتی ہیں۔

خوب صورتی تواس چبرے میں ہوتی جے شیرازمحبت ہے دیکھتا جے وہ جھوتا۔اس نے اس کی بیوی کا نام سوچنے کی کوشش کی ۔ کیا نام ہوگا اس کا؟اور شیراز کے ہونٹوں ہے کیسالگتا ہوگا۔گر کیا شیرازاس کو نام ہے ایکارےگا یا کچھاور کہےگا۔

'' آئکھیں کیوں بند کرلیں؟''زنی نے آئکھیں کھول دیں۔

'' کیا آنکھ میں کچھ پڑ گیا؟''اس نے اس کی مسکارالگی آنکھوں میں الڈتی نمی کود کھے کرکہا۔ زینی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ بڑی احتیاط سے اس کی آنکھیں چیک کرتے ہوئے بولا۔

" کیا نکالوں؟"

'' بینائی ۔'' وہ مدھم آ واز میں بزبروائی ج<mark>ووہ سنہیں سکا۔</mark>

'' مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔''

در مجھے بھی کچھ نظر نہیں آ رہا۔ 'وہ ایک بار برد بردائی۔وہ دوبارہ مطمئن ہوکراس کامیک اپ کرنے لگا۔

اسے پارٹی وئیر کےSegment میں کیٹ واک کرنی تھی اور فاران بے حد نروس تھا۔اس کا اسنے دنوں کا اعتاد ختم ہو چکا تھا۔ اسے جس موڈ میں دیکھے کر گیا تھا،اس کے بعداس نے اپنی ساری امیدوں اور تو قعات کوایک طرف رکھ دیا تھا۔

اےSana and Safinaz کی پارٹی لائن کے لیے پہلی کیٹ واک کرناتھی۔وہ اس کا پہلا Segment اوروہ چوتھے نمبر پڑھی۔ اس سے پہلے کی نتیوں ماڈلزرن وے پرآ چکی تھیں۔

فاران نے زندگی میں پہلی ہارآ ڈینس میں بیٹھ کرانگلیاں چٹھا کیں۔اے اسٹیج پرآنے میں چند سیکنڈز کی تاخیر ہوچکی تھی اس سے پہلے آنے والی متنوں ماڈلزرن وے کا چکرلگا کراسٹیج پراپنی جگہیں لے چکی تھیں اوررن وے خالی تھا۔ چوتھی ماڈل ابھی تک نہیں آئی تھی۔

فاران نے اسے بےافتیار زیرلب گالی دی اوراس سے پہلے کہ وہ اٹھ جاتا''پری زاد'' اٹنیج پر آگئی تھی۔وہ بےافتیار بیٹھ گیا۔اس کی نظریں پری زاد پر چپک گئی تھیں۔صرف اس کی نہیں پورے ہال کی نظریں پری زاد پر چپک گئی تھیں۔

وہ واقعی رن وے پرکوئین کی طرح چلتی آ رہی تھی۔رن وے کے اطراف میں بیٹھے نوٹو گرافرز اور کیمرہ مین کے کیمروں کا رخ بدل گیا تھا۔۔۔۔'' میکون ہے؟'' فاران نے اپنے آس پاس سر گوشیاں سنی شروع کر دی تھیں۔ ہال میں بیٹھنے فیشن جزنکٹس نوٹس لینا شروع ہو گئے تھے۔وہ رن وے کے درمیان آ چکی تھی۔

فاران نے بےساختہ اعتراف کیا تھااس نے زینی کو بھی اس سے زیادہ شان دارا نداز میں کیٹ داک کرتے نہیں دیکھا تھا۔اس نے زین کو بھی اس سے زیادہ باوقارنہیں دیکھا تھا۔اس نے بھی زینی کواس سے زیادہ ہوش اڑانے والےانداز میں نہیں دیکھا تھا۔

وہ رن وے پرنہیں چل رہی تھی۔ ہال میں بیٹھے مردوں کے دلوں پر چل رہی تھی۔اس کے انداز میں غرورتھا۔ تفاخرتھا، تمکنت تھی۔ملکہ جیسے اپنے در بار میں آئی تھی۔وہ رن وے کے چکرلگا کراب آٹیج پراپئی جگہ لینے واپس جارہی تھی۔ پانچویں ماڈل آٹیج پرانٹری دے رہی تھی۔ ہال میں کسی کواب یانچویں ،چھٹی ،ساتویں ، آٹھویں ماڈل میں دلچپی نہیں رہی تھی۔ پورا ہال صرف اس ایک کونے کود کیھنے میں مصروف تھا جہاں پری زاد کھڑی تھی ، جہاں پری زادتو قف کررہی تھی ، جہاں پری زاد نے قدم اٹھایاتھا۔ جہاں پری زاد نےExit کی تھی۔

فاران نے ٹھیک سوحاتھا کیٹ واک کوئین آچکی تھی۔

وه الگلےsegment میں یانچویں نمبر پر آئی تھی۔اس باروه ایک ایوننگ گاؤن میں تھی۔

جو Off the Shoulde تھااور" ہال کا حال 'ایک بار پھر پہلے جیسا ہی ہوا تھا۔

اس باراے اسٹیج پرٹھبرنانہیں تھا،صرف کیٹ واک کر کے چلے جانا تھااوراس کے Exit یوائنٹ کی طرف جاتے ہوئے فاران بھی ہال سے تقریبا بھا گتے ہوئے بیک اللیج چلا گیا تھا۔وہ اپنالباس تبدیل کروانے کے لیے سی کومدد کے لیے کہدرہی تھی۔

اس نے فاران کوتمتائے ہوئے چبرے کے ساتھ دورے آتے و مکھ لیا تھااوراس کے پاس آنے سے پہلے ہی اسے بے حد منحی اور تنہیب کرنے والے انداز میں ہاتھ کے اشارے سے کہا" Dont" فاران کے قدم وہیں جم گئے۔

وہ اے ایک بار پھر پچھ کہنے ہے روک رہی تھی۔اس کی آئکھوں میں ایک بار پھرولی ہی وحشت تھی۔ فاران اس کے قریب نہیں آ ماگر

اس وفت اس پری زاد ہےلوگوں کو دورر کھنا تھا۔ ڈیز ائنرز ہے، جرنلسٹ ہے، فیشن کوار ڈینیٹر ز ہے۔ وہ اس کی دریافت تھی۔اس کی

محنت بھی۔اس کا کھل بھی اس کو کھا نا تھا۔

زین کپڑے تبدیل کر کے اب بیک اٹنج کے ایک کونے میں بیٹھ کرسگریٹ پرسگریٹ پھونک رہی تھی اور فاران لوگوں کواس کی طرف آ نے نہیں دےرہاتھا۔

''آپ مجھےاس کامینجر سمجھ لیں ،مجھ سے بات کریں۔'' زینی نے اسے کس سے کہتے سنا۔

‹‹مینجر _''وه بزیزائی_وه ایک بار پھرشیراز کی شادی میں جا پینچی تھی۔

'' نکاحاب یقیناً نکاح ہور ہاہوگا۔''اے لگاجیسے کسی نے اس کے سامنے اس کی زندگی کے سب سے قیمتی ا ثاثے کی بولی لگا ناشروع کر دی ہو۔اسے یا زہیں اس نے کتنی بارتصور میں ابنااورشیراز کا نکاح ہوتے دیکھا تھا۔سینکٹروں نہیں، ہزاروں باروہ اپنی زندگی کےاس سب سے قیمتی

لمحے کی بے حد شدت سے منتظر تھی ۔ کاغذ پر چند دستخط شیراز کو ہمیشہ کے لیے اس کی ملکیت بنادیتے اوراب چند دستخط اسے کسی اور کا بنار ہے تتھے۔ اوراب شیراز منتظر ہوگا وہ اپنی بیوی کو دیکھے،اس کی بیوی اس کےسامنے لائی جانے والی تھی۔

"اوہ زین ٹینا اسٹیج سے اترتے ہوئے سلب ہوگئ ہے،اس کے یاؤں میں موچ آ گئی ہے۔وہ فائزہ سمیح Segmentk نہیں

کرسکتی ۔ فائزہ جاہ رہی ہے تم ٹینا کو Replace کرلو۔' فاران کچھ ہائیتا کا نیتا کے دم اس کے پاس آیا۔

'' کر کیتی ہوں۔'' وہ شکست خوردہ انداز میں اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ چندمنٹوں میں فائزہ کی یوری ٹیم اس کے گرد کھڑی تھی وہ ان

Accessories کود مکیر ہی تھی جواہے پہنناتھیں۔ تب ہی فائزہ کااسشنٹ اس کالباس لے کرآ گیا تھا۔ زینی نے نظراٹھا کردیکھااور ساکت رہ گئی۔وہ عروی لباس تھا۔

'' میں کسی برائیڈل کی ماڈ لنگ نہیں کروں گی۔'' وہ یک دم غرا کرفاران ہے بولی۔

'''لیکن کیوں زینی! بیفائزہ کا آج کاسب ہے قیمتی برائیڈل ہے اور بیٹینا کی بدشمتی ہے کہ وہ سلپ ہوگئ ورنہ تو''

"بیٹینا کی نہیں میری برقتمتی ہے کہ وہ سلپ ہوگئی۔"زینی برد بردائی تھی۔

"جوبھی ہے میں بنہیں پہنوں گی۔"ا<mark>س نے بلندآ واز میں کہا۔</mark>

ا گلے پانچ منٹوں میں وہاں جمگھٹا لگ گیا تھا۔ فائزہ سمیج سمیت ہرایک اسے وہ لباس پہننے پرمجبور کرر ہاتھا۔

" آخرا نکار کی وجہ کیا ہے؟ لباس بالکل قابل اعتراض نہیں۔سب سے مہنگاہے۔کلربھی تنہارے کھیلیکیشن پرسوٹ کرےگاتے ہمیں برا

تلکنے کا بھی مسئلہ ہیں ہے۔ '' ہرا یک اس سے اس لبا<mark>س کوند پہننے کی وجہ جاننا جاہ رہاتھا۔</mark>

وہ ان سے کہنا جا ہی تھی ۔ مسئلہ لباس کے ساتھ نہیں ہے۔ مسئلہ آج کی رات کے ساتھ ہے۔

*** ovelspan.com

اسے فیشن شوز میں دلچین نہیں تھی۔اسے جن لوگوں سے ملنا تھا،انہیں اس شومیں دلچین تھی۔حل وہی تھا جووہ ہمیشہ نکلا کرتا تھا۔وہ تقریباً اس وقت ہال میں آیا تھاجب شواپنے اختقامی آ دھ تھنٹے میں واخل ہو چکا تھا۔

فائزہ سیج کی برائیڈل لائن ڈسلے کی جارہی تھی۔اس نے سیل فون پر بات کرتے ہوئے اپنی مطلوبہ میزکو تلاش کیااوراس کی طرف بڑھنے لگااور تب ہی شوکی آخری ماڈل شوکا آخری لباس پہن کراسٹیج پرنمودار ہوئی تھی۔اس نے سرسری نظروں سے اسے دیکھااوراس کے بعدوہ سیل فون پر بات کرنا بھول گیا۔اس کے چہرے کارنگ چند کھوں کے لیے فق ہو گیا تھا۔

وہ پخفر کے بت کی طرح کھڑاا سے رن وے پر کیٹ واک کرتے اپنی طرف آتے و یکھتار ہا۔اس نے زندگی میں کسی عورت کوسرخ عروی لباس میں اس قدرخوبصورت لگتے نہیں و یکھاتھا۔سرخ لباس اسےخوبصورت بنار ہاتھایا وہسرخ لباس کو۔اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

You are in my way'' وہ چونک کر پیچھے مڑا۔ کسی نے اس سے کہا تھا اور پھرا سے راستے سے بٹنے کے لیےا شارہ کیا۔ وہ سب
سے قریبی میز کی چند خالی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ وہ ران وے کے آخری جھے پر پہنٹے چکاتھی اوراس کی میزاس کے بالکل سامنے تھی۔ دونوں
کی نظریں ایک لیحہ کے لیے بلی تھیں پھر پری زاد وہاں کھڑی ہوگئ۔ پورا ہال اسے سرسے پاؤں تک دیکھنے میں مصروف تھا۔ مرداس کے جسم کے دکش خدو خال کو سراہ رہے تھے۔ عور تیں اس کے لباس کی ڈیز اکٹنگ اور کام کو۔ صرف وہ تھا جس نے ایک لیمے کے لیے بھی پری زاد کے چہرے سے نظر نہیں ہٹائی تھی۔ اس کے لیے پری زاد آج کے بعد صرف ایک ہی چہرے کا نام تھا۔

یری زاداب رن و نے پر داپس جار ہی تھی۔وہ زندگی میں پہلی باراس فیشن شومیں پہلے نہ آنے پر پیچستایا۔

۔ کا درینگ روم تک آتے آتے اتارآ نی تھی۔اسٹامکسٹ نے بڑی احتیاط سے اس کا دو پٹھا تارا تھا اور ساتھ اسے تنبیبہ کی تھی۔وہ بڑی لاپروائی اور جلا اور بینگ روم تک آتے آتے اتارآ نی تھی۔اسٹامکسٹ نے بڑی احتیاط سے اس کا دو پٹھا تارا تھااور ساتھ اسے تنبیبہ کی تھی۔وہ بڑی لاپروائی اور جلد بازی سے چیزیں اتارر بی تھی۔وہ کباس خراب ہوتا تو ڈیزائٹر بہت ناراض ہوتی۔

" مجھے پتاہے، بیمیرالباس نہیں ہے۔ یکی کاہے۔ "اس نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔

ڈرینگ روم کے قد آ دم آئینوں کے سامنے اپنے آپ کود کیھ کروہ چندلمحوں کے لیےخود بھی ٹھٹک گئی تھی۔اسے نہیں پتاشیراز کی بیوی نے آج کون سالباس پہنا تھا مگر وہ اپنی شادی پر سرخ لباس ہی پہننا چاہتی تھی۔شیراز بھی یہی چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا، وہ سرخ لباس میں بہت خوبصورت لگتی۔

وہ خوب صورت لگ رہی تھی۔ کم از کم آئینے تو اس ہے یہی کہدرہے تھے۔وہ زیورا تارکر باہراسٹا مکسٹ کود ہے چکی تھی۔وہ بغیر زیوراور بغیر دو پٹے کے صرف وہ سرخ عروی لباس پہننے ہوئے تھی جس کی مالیت لاکھوں میں تھی۔فرق صرف بیتھا،وہ اس کی شادی کالباس نہیں تھا۔ وہ ایک ماڈل تھی دلہن نہیں تھی۔اسٹیے پراس پر پڑنے والی نظروں میں ستائش ہوتی ، چاہ نہیں۔کوئی زینی کو ماڈل اورعورت ہونے کا فرق اس سے زیادہ اچھی طرح نہیں سمجھا سکتا تھا۔

☆☆☆

وہ اس کے بعد وہاں نہیں تھہری تھی۔فاران اس پر چیختا چلاتار ہاتھا گروہ ہوٹل میں اپنے کمرے میں آگئے۔وہ اس کے پیچھے کمرے تک بھی آیا تھا گرزینی نے درواز ہنییں کھولانہ ہی فون کاریسوراٹھا یا جو ہار ہارنگ رہاتھا۔اسے یقین تھا۔وہ اب انٹرکام کے ذریعے اسے درواز ہ کھولنے پر مجبور کرتا۔اس نے اپناسیل فون پہلے ہی بند کردیا تھا۔

انٹرکام جب و تنفے و تنفے سے ہار ہار بجنے لگا تواس نے ہالآ خراسے اٹھا کر بے حدناراضی میں کسی کوبھی اپنے کمرے میں آنے یا کوئی پیغام یا کال اس کودینے سے انہیں تختی سے منع کردیا۔کسی نے وو ہارہ اسے ڈسٹر بنہیں کیا۔

کمرے میں جتنے سگریٹ تھے۔اس نے چند گھنٹوں میں انہیں پھونک دیا۔ پھروہ سلیپنگ پلز کی بوتل نکال کر بیٹھ گئی۔اس کے بغیرا سے مرح نی تھی

ایک لیجے کے لیے اس کا دل چاہا، وہ ایک گولی کے بجائے بوتل کی پوری گولیاں نگل لے۔ کم از کم اس کے بعداس کی زندگی میں کوئی اگلا دن نہ آتا۔ پھراسے اخبار میں لگنے والی خبریں اور اپنے گھر کے باہرا خبار والے اور ان میں کھنے ضیاء کا چہرہ نظر آیا۔ اس نے گولیوں کی بوتل واپس دراز میں رکھ دی۔وہ اب موتا بھی نہیں چاہتی تھی۔

کرے میں چکر کا منے کا منے وہ ایک بار پھر شیراز کے پاس پہنچ گئی تھی۔ '' زینی! تم جانتی ہو، میں تہہیں شادی پر کیا تحفہ دوں گا؟''

"'کہا؟''

" ڈائمنڈرنگ "

www.urdunovelspdf.com

"ات پیے کہاں ہے آئیں گے؟"

'' بھئی! کہیں ہے بھی آئیں تہہیں کیا۔بس تہہیں دوں گامیں۔''

کمرے میں ننگے پاؤں چکر کاشتے زینی نے بے بسی سے سوچا۔ کیاوہ اسے ڈائمنڈ رنگ دے رہا ہوگا۔وہ رنگ جواسے زینی کودین تھی۔ کمرے میں یک دم اسے بے حد تھٹن محسوں ہونے لگی تھی۔اس نے پہلے کولنگ تیز کی پھر کھڑ کی کھول کر بالکونی میں سانس لینے چلی گئی۔سانس نہیں

آ رہاتھا۔ پیتنہیں۔ آج کی رات سب کچھ کیول خراب تھا۔وہ دوبارہ اندرآ گئی۔ جیپ جاپ کھڑی کمرہ دیکھتی رہی۔

پھروہ ننگے پاؤں اپنے کمرے سے باہرنکل کر نیچے ہوئل کی لابی میں آگئی تھی۔وہ اس وقت تنہائی سے بھا گنا جا ہتی تھی۔لوگوں کا شورسننا

جا ہتی تھی شاید باہر کا شوراس کے اندر پھیلی قبر جیسی خاموثی کوتو ڑ دیتا شاید باہر لوگوں کے چے آ کران کے چہروں کود کیھتے وہ یہ بھول جاتی کہ وہ اس

وقت کسی دوسری عورت کے ساتھ تھا۔اس کے بیڈروم میں۔

بسریعورت کے ساتھ تھا۔اس کے بیڈروم میں۔ زین کی دحشت بڑھ رہی تھی۔وہ بےمقصد ننگے پاؤں لانی میں ادھرسےادھر پھر رہی تھی ، پیرجانے بغیر کہاس کا حلیہاورانداز اسے بہت لوگوں کی توجہ کا مرکز بنارہے تھے۔

پراہے کیا پروا ہوتی۔ایک ہلکی ہی ڈھیلی جینز اور ٹاپ میں ملبوں کسی میک اپ اور جیولری کے بغیرتر اشیدہ بالوں کو کھلا چھوڑے۔ وہ اس وفت بھی اس لا بی میں موجود اور ادھر ہے ادھر جانے والی حسین ترین عورتوں میں سے ایک تھی۔ وہاں موجود ایشیا کی اور پورپی

مردوں نے اسے شام کے شوکی ایک ماڈل کے طور پر پہچانا ہو یانہ پہچانا ہولیکن بہر حال وہ اب اسے دیکھ رہے تھے۔اور جواس کا چہرہ دیکھ کراس کی طرف متوجہٰ بیں ہوئے تھے۔وہ اس کے ننگے پیروں کودیکھ کراہے دیکھنے لگے تھے۔

Excuse me Yadam! Are you looking for someone?

(ایکسکیوزمی میڈم! کیا آپ کوکسی کی تلاش ہے؟)

ہوٹل کے عملے کے ایک رکن نے اسے بار بارایک ہی جگہ پھرتے و کھے کرروکا تھا۔ زین ٹھٹک گئی۔ تو کیا اب بیدونیا کوبھی نظر آنے لگاہے کہ میں کسی کوڈھونڈر ہی ہوں۔اس نے وحشت بھری نظروں سےاس آ دمی کود کیھتے ہوئے سوچا۔

''No'' وہ ایک بار پھرای طرح پھرنے گلی تھی۔ عملے کے اس رکن کواس کے دبنی توازن پرشبہ ہوا۔ مگر پھروہ کندھےاچکا کروہاں سے چلا گیا۔ یہاں اس ہوٹل میں اس طرح کے بہت ' بین' آتے تھے۔

اور تب ہی وہ لا بی میں بنے ایک سٹنگ لا وُرخ میں جا کر بیٹھ گئی۔اس نے آس پاس کےصوفوں پر بیٹھے دوسرے مردوں کونہیں دیکھا تھا۔ان میں کچھ غیرملکی تھے۔صرف ایک ایشیائی تھااورزین کو بیہ پتانہیں تھا کہ وہ بہت دیر ہے اسے دیکھ رہاتھا۔اس کی ہرحرکت، ہرسرگرمی کوتب ہے جب وہ ً لفٹ کا درواز ہ کھول کر لا بی میں آئی تھی۔وہ نہیں جانتا تھااسے کیا پریشانی تھی۔اس کا کیا مسئلہ تھا مگروہ بیضرور جانتا تھا کہوہ پریشان تھی۔وہ کیا کوئی بھی اس کی شکل د کھے کر جان جاتا مگروہ بیتو قع نہیں کر رہاتھا کہوہ اس کے اپنے قریب آ کر ہیٹھ جائے گی۔ وہ فیشن شومیں اگران لواز مات کے ساتھ قیامت لگ رہی تھی تو ان تمام لواز مات کے بغیراس بدرنگی جینز اور ٹاپ میں بھی اینے ہی تباہ کن حسن کی ما لکتھی۔اس نے پری زاد کود کیھتے ہوئے اعتراف کیا۔

پری زادیازین؟ وہ سوچتے ہوئے اٹکا۔ وہ کسی دوست کے ساتھ شو کے بعد بیک آئیج گیا تھا۔ وہ زینی سے ملنا چاہتا تھا۔ایک باراس کو قریب سے دیکھنا جا ہتا تھااور وہاں اس نے زینی کوفاران کے ساتھ جھگڑتے ویکھا تھا۔ فاران اس کوزینی کہدرہا تھا۔ دوسر بےلوگ پری زاد۔ وہ اس کے پاس نہیں گیا۔اےفوراًاحساس ہوگیاتھا کہوہ اس کے پاس جانے کامناسب اورموز وں وفت نہیں تھا۔وہاں سے آتے ہوئے اس نے قدرے مایوی کے ساتھ سوچا تھا۔ شایداب وہ دوبارہ اس چہرے کونبیس دیکھ سکے گا۔وہ انگلی مبح کی فلائٹ سے واپس کینڈ اجار ہاتھا۔ فلائٹ بہت مبح کی تھی۔اپناسامان پیک کرنے کے بعدوہ ہمیشہ کی طرف سونے کے بجائے لائی میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔اے فلائٹ سے پہلے

بھی نیندنبیں آتی تھی۔وہ پہلے کے چند گھنٹے ای طرح ضائع کیا کرتا تھا۔ ں ان کی۔وہ چیجے چیلا مصفے ای طری صاح کیا حرتا تھا۔ کیکن آج معجز وں کی رات تھی۔ کم از کم اس کے لیے کہ وہ نہ صرف اے دوبارہ بلکدا پنے اپنے قریب دیکھ رہا تھا۔

''سگریٹ لے سکتی ہوں؟'' اس نے یک دم پری زادکواٹھ کرایک قریبی صوفے پر بیٹھے غیر ملکی کے پاس جا کرسگریٹ مائلتے دیکھا۔اس غیرمککی نے اپناسگریٹ ایش

ٹرے میں رکھتے ہوئے زینی کونہ صرف ایک سگریٹ دیا بلکہ لائٹر سے اسے سلگا بھی دیا۔ وہ شکر بیادا کر کے دوبارہ اپنے صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ ایک ہاتھ سے سگریٹ کے کش لیتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے اپناما تھا پکڑلیا۔

قریبی صوفے پر بیٹے اس کا دل جا ہا، وہ اس کے پاس جا کراس سے بات کرے۔اس سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھے۔کیا پریشانی ہو سکتی ہے بری زاد کو؟اس نے دلچیسی سے سوحا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کراس کے پاس جاتا۔اس نے پری زاد کوایک بارا ٹھتے اور پہلے کی طرح لابی کے چکر کا شتے و یکھا۔وہ جیسے نیند میں چلنے

والے کی طرح بےمقصد پھرر ہی تھی۔اس نے دور بیٹھےاس کے ننگے پیروں کودیکھا۔اسے یقین تھاوہ خوب صورت نرم وہ نازک پاؤںاب تک بہت گندے ہو چکے ہوں گے۔

وہ ایک باراٹھ کراس کے پاس جانا چاہتا تھا۔ پچھ دریبیٹھاوہ لفظ ڈھونڈتار ہاجس سے وہ پری زاد سے بات شروع کرتااور جب تک اسے

لفظ ملے،اس نے بری زاد کودوبارہ لفٹ میں سوار ہوتے دیکھا۔

وہ بے حدیجچتایا۔۔۔۔۔ بیاس کی زندگی کاسب سے بڑامسکہ تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ مختاط تھا۔ضرورت سے زیادہ سوچتا تھا۔ ضرورت

سے زیادہ وقت لیتا تھااورا کثر چیزیں کھودیتا تھا۔اس نے ایک بار پھرکسی کو کھودیا تھا۔اسے ایک عجیب سی بے چینی ہوئی۔

وہ اٹھ کرریسپشن پرآ گیا۔اس نے پری زاد کے کمرے کانمبر یو چھااور پھرریپشنسٹ سے اس سے بات کروانے کے لیے کہا۔ ''سوری سراانہوں نے منع کیاہے کہ ہم کوئی بھی کال انہیں نیدیں نکسی کوان کے مرے میں جانے دیں۔'' ''لیکن وہ ابھی یہال تھیں ۔''اسے حیرانی ہوئی۔

'' ہاں،کیکن وہ شوکے بعد ہے کسی ہے نہیں مل رہیں۔ پچھلوگ ان کے کمرے کا درواز ہ بجا کربھی آئے ہیں۔انہوں نے درواز ہبیں

وہ کچھ دیر کھڑا سوچتار ہا پھراس نے رئیپشنسٹ کے پیچھے دیوار پر لگےاس وال کلاک کودیکھا جو دوین کالوکل ٹائم بتار ہاتھا۔ا سے چیک

''میرے کمرے سے میراسامان منگوا دیں۔ میں چیک آؤٹ کرنا جا ہتا ہوں۔''اس نے کہاریپشنسٹ فون کاریسوراٹھا کر عملے کے کسی رکن کواس کے سامان کے متعلق ہدایات دیے گئی۔

اس نے اپناوالٹ نکالا اوراس سے اپناایک وزیٹنگ کارڈ نکالا اوراس کی پچھلی طرف کچھلکھا۔ پھراسے ریبیشنسٹ کی طرف کھسکا دیا۔ '' پری زادکب چیک آ ؤٹ کررہی ہیں؟''اس نے یو چھا۔

"آج دس بجے۔"

'' ٹھیک ہے،آپ تب انہیں میرایہ کارڈ دے دیں۔''

''اوکےسر۔''ریپشنٹ نے سر ہلاتے ہوئے وہ کارڈ لےلیا۔

وہ تین ہفتے کے بعدلا ہورواپس آئی تھی اور آتے ہی چند گھنٹوں کی نینر لینے کے بعداس نے بینک سے بچھر قم نکلوائی اوروہ چیزیں نکالیس جواپنے گھر والوں کے لیے لے کرآئی تھی، وہ جانتی تھی۔اسے گھر جاتے ہی بہت لعنت ملامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔اس طرح احیا نک بغیر بتائے تحمر چھوڑ دینا بہت بڑا فیصلہ تھا۔اسے یقین تھا کہ ضیاءاسے واپس لے جانے کے لیے وہاں آتے رہے ہوں گےاور وہ بیجی جان گئے ہوں گے کہ

چوکیدارنے استفسار پراسے بتادیاتھا کہ کوئی آ دمی زینب کو تلاش کرتا وہاں تک آیاتھا اوراس نے اسے پری زاد کے ملا میشیا جانے کا بتادیا۔ وہ دوبارہ نہیں آیا۔زین جانتی تھی وہ ناراض ہوں گے۔

> "آپ كانام زينب بكيا؟" چوكيدارنے اس سے يو چھارزين نے كوئى جواب نہيں ديا۔ چوكيداركوجواب ل كيا۔ زین اپن گاڑی میں بیٹے کر گھرے نکل گئے۔ چو کیدار کووہ نورانی چبرے والا آ دمی یاد آیا جس کے ماتھے پرمحراب تھی۔

'' کیسے کیسے شریف اور نیک آ دمیوں کی اولا دیں ایسے کاموں میں آ جاتی ہیں۔۔۔۔ٹھیک ہی کہتے ہیں،اولا دبڑی آ زمائش ہوتی ہے۔''

پہلی گلی سے گزرتے ہوئے اس نے پچھلوگوں کو بہت عجیب انداز میں خود کو گھورتے پایا۔ ان کی نظروں نے اسے کوئی عجیب سااحساس دیا۔ وہ اپنی تنگ گلی میں داخل ہوگئ۔ چند گھروں کے بعداس کا گھر تھا اور اس نے اپنے گھرے پہلے ایک پھر دوسری عورت کونکل کر گلی میں دوسری طرف جاتے دیکھا۔انہوں نے اس طرف نہیں دیکھاتھاور نہوہ زینی کودیکھ لیتیں۔ اینے گھر کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اسے احساس ہوا، اس کے گھر کا دروازہ ابھی تک کھلاتھا۔ یہ عجیب بات تھی ،کسی نے ان عورتوں کے نکلنے کے بعد درواز ہبند کیوں نہیں کیا۔وہ اب درواز ہ کےسامنے پہنچ گئی تھی اور تب ہی اےا ندر پچھا ورعورتوں کے ہونے کا بھی احساس ہوا۔ دروازہ واقعی کھلاتھا۔ایک لمحہ کے لیے وہ ان عورتوں کے اندر ہونے کی وجہ سے اندر جانے سے جھجکی تھی۔وہ اس وقت ان کے سوالوں کا سامنا گربېر حال جي کڙا کر کےاس نے قدم دروازے ہے اندر رکھا اور پھرو ہیں جم کررہ گئی۔ صحن میں سفید جا در پر پچھ عورتیں بیٹھی سیارے پڑھ رہی تھیں۔اس نے نفیسہ کودیکھا۔اس نے زہرہ کودیکھا۔اس نے رہیعہ کودیکھا۔اس کے ہاتھ میں پکڑے شاپرزگر پڑے۔اسے پتا چل گیا تھاوہ سفید جا در کس کے لیے بچھی ہو کی تھی۔

گاڑی گلی میں اس جگہ کھڑی کروا کرزینی گاڑی ہے شاپرز لیے اتر گئی۔ آج پہلی باروہ چاور کے بغیر صرف دو پٹہ گلے میں ڈال کراس محلے

میں آئی تھی۔اب کیا بناوٹ اورمنا فقت کرتی وہ۔ چند ہفتوں میں اس کا پہلا کمرشل آن ایر ہوجا تا۔جگہ جگہ بل بورڈ زلگ جاتے۔ پھرسرڈ ھانپ کر کیا

اس نے گیٹ بند کرتے ہوئے سوجا۔

وہ (aisle) سیٹ پر بیٹے اس مسافر کے پیروں کے پاس پڑے بیگ کی اسٹریپ سے الجھ کر گرتے گرتے بچاتھا۔ اگر سیٹ کی پشت کا سہارا نہ ملتا تو وہ صرف لڑ کھڑا تانہیں، بلکہ منہ کے بل گرتالیکن شوکت زمان اس سے معذرت کرنے کے بجائے بیک دم طیش میں اٹھ کراس پر برسنے لگا۔ ''اندھوں کی طرح چلتے ہیں، یوں جیسے جہاز پرنہیں ٹرین پرچل رہے ہوں، اس لیے پی آئی اے پرسفر کرنا چھوڑ دیا میں نے۔ایک سے ایک اجڈ، گنوار، جانل سفر کررہا ہوتا ہے اس پر۔''

شوکت زمان نے ان تین جملوں سے پہلے اسے کم از کم ستر گالیاں دی تھیں۔اردگر دبیٹھے باقی پینجر بے زاری کے عالم میں شوکت زمان کو دھاڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔صرف وہ تھا جو ہکا بکا شوکت زمان کی شکل دیکھ رہا تھا۔اس کی سجھ میں نہیں آ رہا تھا،اس نے ایسا کیا کیا ہے جس پراس نے یوں گالیاں بکنا شروع کر دیں۔

ا گلے چندمنٹوں میں ایر ہوسٹس نیج بچاؤ کی نبیت ہے وہاں پہنچ گئی۔ بیاور بات تھی کہ دہاں نیج بچاؤ والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔جھگڑ انکمل طور پر بیک طرفہ تھا۔صرف شوکت زمان تھاجو بول رہا تھا۔

پر پیکسرودھا۔ سرف موست رہان ھا جو بوں رہا ھا۔ ''کیا ہوا؟'' امیر ہوسٹس کے استفسار پر شوکت زمان نے اپنے گالیوں کے ذخیرے سے پچھ مزید گالیاں پیش کرتے ہوئے بے حدمخضر الفاظ میں اسے اس کی جراُت کے بارے میں بتایا۔وہ ابھی بھی اسی طرح حیرت سے شوکت زمان کود مکھے رہاتھا۔

''آپ نے اپنا بیگ او پر کمپارٹمنٹ میں کیوں نہیں رکھا۔ نیچے کیوں رکھا؟''ایر ہوسٹس نے قدرے ترشی سے شوکت زمان سے کہا۔ '' کیوں، میں نے کرائی بیس دیا کیا؟ جہاں مرضی رکھوں میں اپنا بیگ۔''شوکت زمان نے لئی سے کہا۔ ''آپ کے بیگ کے اسٹریپ سے کوئی اور مسافر بھی الجھ کر گرسکتا ہے۔'' '' تو میں کیا کروں؟''

"آپ بیکریں کداپنا بیک اٹھا ئیں اوراہے اپنے کمپارٹمنٹ میں رکھیں سر!"ار پہوسٹس نے تل ہے کہا۔

''ورنہتم کیا کروگی؟ مجھے جہاز سے باہر نکال دوگی یا پھر میرا بیگ باہر پھینک دوگی؟'' شوکت زمان نے اس انداز میں کہا۔اس وقت اعلیا کہ اسے احساس ہوا کہ وہ شراب کے نشے میں تھا۔شوکت زمان اورا پر ہوسٹس کواس طرح آپس میں الجھتا چھوڑ کروہ اپنی سیٹ کی طرف آگیا۔وہ اس وقت جس ذبنی کیفیت میں تہ بھی ہوتا تو بھی کسی کے ساتھ اجھنے کے قابل نہیں تھا اوروہ اس ڈبنی کیفیت میں نہ بھی ہوتا تو بھی کسی کے ساتھ جھگڑ اوہ آخری کام تھا جو وہ کرتا۔

وہ چپ چاپ آکرا پی سیٹ پر بیٹھ گیا۔اس کی سمجھ میں نہیں آر ہاتھا، وہ اس وقت صابر قیوم کے بارے میں سوچے،اپنے بارے میں یا چند منٹ پہلے بغیر کسی وجہ کے گالیاں دینے والے اس مسافر کے بارے میں ۔وہ ذبنی طور پراتنا ہی اپ سیٹ تھا۔ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر نے اس سے پچھ کہاتھا مگر وہ سمجھ نہیں سکاتھا۔ ۔ اپنی سیٹ کو پنچ کرتے ہوئے اس نے پچھ در کے لیے سونا بہتر جانا مگر آئٹھیں بند کرتے ہی اسے احساس ہو گیا.....کہ نیند کی کوشش بے کار ہے۔ وہ سونہیں سکتا تھا۔ اس کے ذہن میں خیالات کا ہجوم تھا۔ نیو انک میں میں میں جو بعض دفیاں سوگاڑا تھا۔ دو اگل مور نے والاں میں ایشاں مول کی خام دشی اوز میں میں کا تھے دول کا شد

نیویارک میں رہتے رہتے بعض دفعہ اسے لگتا تھا، وہ پاگل ہونے والا ہے یا شاید ہور ہاتھا۔ وہاں کی خاموثی اذبت ناکتھی، وہاں کا شور ہول ناک یعض دفعہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ وہاں کیوں اور کس طرح جی رہاہے پھراسے یاد آتاان سب لوگوں کے لیے جو پیچھے پاکستان میں بیٹھے ہوئے اس کے بھیجے جانے والے''ڈالز'' کا انتظار کرتے تھے۔

وہ اپنے لیے بھی بھی نہیں جیا تھا۔ وہ اب بھی اپنے لیے نہیں جی رہا تھا۔ فضل دین کے فلیٹ کے اس کمرے میں رہنے والا ہر بندہ اس کی طرح کی لو کی ننگڑی زندگی لیے ہوئے تھا۔ وہ ایک دوسرے سے بات کرنے پر آتے تو گھنٹوں بولتے رہنے۔ فاموثی کا وقف آتا تو ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے گھنٹوں ایک لفظ کا تبادلہ کیے بغیر ہرایک اپنا کام کرتار ہتا۔ کسی بات پر ہننے پر آتے تو بغیر وجہ کے گتنی ہی دیر ہننے جاتے اور لڑنے پر آتے تو ایک دوسرے کوچسے جان سے ہی مار دینا جا ہے۔

وہ سب جیسے پھر کے دور میں واپس چلے گئے تھے survival of the fittest۔

(بقا)والی ماڈرن تہذیب میں رہتے ہوئے۔

وہ امریکہ میں رہ رہے تھے۔

land of the opportunity

میں، جہاں بے شارمواقع تھے اور ان کو ملنے والا موقع صرف وہ ایک ڈالر کا نوٹ تھا جوان کے اپنے ملک میں جا کرمٹھی بھرنوٹوں میں تبدیل ہوجا تا تھااوراس مٹھی بھرنوٹوں سے وہ اپنے خاندان کے لے آسائشیں خریدر ہے تھے۔ ہرروز ہراضا فی کمایا جانے والا ڈالر پیچھے پاکستان میں لائف اسٹائل کومزید تبدیل کررہا تھا۔مطالبات میں مزیداضا فہ کررہا تھا۔ ہوس اورخواہش کواور بڑھارہا تھا۔

ا پنے گھر والوں کے لیے''جنتیں'' بنانے کی خواہش میں وہ سب'' دوزخ'' میں آبیٹھے تھے۔روز رات کواپٹی اپٹی شفٹ ختم کر کےاس کمرے میں ہرکوئی پورادن یارات کمائے جانے والےا پنے اپنے ڈالرزاور سینٹ گن رہا ہوتا۔

ان میں ہے کوئی بھی ان کو ڈالرز میں نہیں گنتا تھا۔ ہرایک روپے میں گن رہا ہوتا تھا۔اب45 روپے،235روپے، 77روپے۔۔

''آج دوسوروپے زیادہ کمائے ہیں۔''

"آج کل ہے پانچ سوروپیکم کمایاہے۔"

کوئی نہ کوئی گننے کے بعد خوشی میں یا مایوی سے اعلان کرتا۔

وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ کریہی کچھ کررہا ہوتا تھا۔

بہن کی شادی بھائی کی فیسمکان کا کراہیہ مہینے کا خرچ پلاٹ کی قسطعلاج کے اخراجاتگاڑی کی قسط مکان کی مرمت کاخرجاگھر میں اے ی لگوانے کے پیسے باتھ روم میں ٹائلزلگوانے کی رقمگھر میں ماربل لگانے کے اخراجات بیچ کو انگلش میڈیم اسکول میں داخل کروانے کے اخراجات بہن کے جہز کے سامان کی تیاری اورخر بداری ہوی کے زیورات کے لیے رقم قرضے کی رقم کی واپسی کے لیے پیسے بھائی کے کاروبارشروع کرنے کے لیے رقم بہن کے بیچے کی پیدائش پرتھائف کے لیے رقمگھر کے نے فریخر کی قیتگھر میں کاریٹ ڈلوانے کے پیسے پاکستان کا چکر لگانے کے لیے ٹکٹ اور تنحا نف خریدنے کے لیے رقم وہاں ہرمہینے ہرکوئی کسی نہیں چیز کے لیےرقم جوڑر ماہوتا۔اگلامہینہ آتااورایک نیاخرچہ آجاتا۔ یا کستان جیسےان سب کے لیےایک اندھا کنواں بن گیاتھا،جس میں وہ جو کچھ کماتے،جو کچھ بناتے، ڈا**ل آت_** واحد عیاشی جووہ کرتے تھے، وہ و یک اینڈ پر نیویارک کی کسی سڑک پر کھڑی سب سے ستی hooker کے ساتھ چند گھنٹے گز ارنا تھایا اگر ہفتے میں کچھزیادہ بچت ہو جاتی تو اس کے ساتھ پوری <mark>رات گز ارتے اوروہ اس چیز کے لیے خمیر کے کسی بوجھ بھی ملامت بھی شرم بھی ندام</mark>ت کا شکار نہیں ہوتے تھے اور نہ بی اس کمرے میں موجود مردایک دوسرے کواس کے لیے لعن طعن کرتے تھے۔land of the opportunity میں سیمجت کی تلاش کی کوشش تھی یا صرف ضرورت کی تھیل ۔اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ اس کمرے کا واحد مرد تھا جو ویک اینڈ کسhooker کے ساتھ نہیں گز ارتا تھا۔اس کی چھبیں سال کی زندگی میں کوئی عورت نہیں آئی تھی۔اس عورت کے سوا جواس کی منگیتر تھی اور ویک اینڈ پر وہ سب سے پہلے اسے کال کرتا تھا۔ دس منٹ کی کال میں آٹھ منٹ صرف وہ بولتی۔ پہلے اس کا حال پوچھتی پھراس کی سرگرمیاں پھر پوچھتی کہاس نے اس دن کیا کھایا ہے۔ پھراس سے پہلاشکوہ کرتی پھردوسرا پھرتیسرا پھر چوتھا پھرروتی رہتی اور غصے میں بولتی رہتی۔ تب تک آٹھ منٹ ہو چکے ہوتے اوروہ بےحد حیب چاپ افسر دگی کے ساتھ اس کی ساری باتیں سنتا۔اس کا کوئی گلہ غلط نہیں تھا،اس کی کوئی شکایت جھوٹی نہیں تھی کیکن اس کے پاس اس کے کسی مسئلے کافی الحال کوئی فوری حل نہیں تھا۔ آخری ڈیڑھ منٹ میں وہ اس ہے ایک بار پھراپی محبت کا ظہار کرتا۔اس سے بوچھتا کہاہے کسی چیز کی ضرورت تونہیں تھی پھراس سے وہی جھوٹا وعدہ دہرا تا جووہ ہمیشہ سے دہرا تا آرہا تھا۔ ''انشاءاللہ الگے ماہ آنے کی کوشش کروں گا۔'' وہ بچھلے جیوسال سے اس سے یہی وعدہ کرر ہاتھااس کی منگلیتر کو پیتہ تھا کہ وہ وعدہ نہیں تھا، وہ خواہش تھی۔ وہ روتے ہوئے اسے خدا حافظ کہتی ۔اپنا خیال رکھنے کے لیے کہتی ۔وہ بھی یہی کہتا۔تب تک کال ختم ہوجاتی ۔وہ پوراہفتہان باتوں کودن میں کئی کئی بارا پنے ذہن میں دہراتا۔اس کی آواز کو بار بارا پنے تصور میں لانے کی کوشش کرتا۔ اگلادیک اینڈ آنے تک وہ سب باتیں اسے ذہن نشین ہو چکی ہوتیں۔

وہ اس سے شدید محبت کرتا تھا،اس میں تواہے کوئی شبہ بھی رہاہی نہیں تھا۔ وہاں اس کمرے میں رہنے والے اکثر مرداینی ہیویوں اور منگیتروں

اس کی زندگی میں بیمجت نہ بھی ہوتی ہتب بھی کسی عورت کوخر پد کراس کے ساتھ وفت گز ارنے کا وہ بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔وہ اپنی مال، بہنوں اور متکیتر سب سے بے حدمحبت کرتا تھا۔سب کی بے پناہ عزت کرتا تھا۔سب کا بے تحاشا خیال رکھتا تھا مگروہ عورت کوقابل اعتاز نہیں سمجھتا تھا۔لاس ویگاس کے ایک سال نے عورت کے اس بت کواس کی نظروں میں بری طرح مسنح کر دیا تھا جس بت کووہ بچپن سے اپنی سوسائٹ میں دیکھیا آرہاتھا، پیسے کے لیے '' کچھ بھی'' کرنے والی عورت سے وہ امریکہ آ کر ہی متعارف ہوا تھاا دریہ تعارف اس کے لیے جیسے اس کی زندگی کا سب سے بڑا شاک تھا۔ اس نے مغربی عورت کے بارے میں وہاں آنے سے پہلے بھی بہت پچھسنا تھا مگروہ سب پچھ پہلی بارد مکھر ہاتھا۔ اور پھر آ ہتہ آ ہتہ وہاں رہتے ہوئے اسے احساس ہونے لگا تھا کہ صرف مغربی عورت نہیں، کچھ عورتیں بیسے کے لیے پچھ بھی کر سکتی ہیں۔اس میں مشرق یامغرب کی تخصیص نہیں تھی اور پھر کئی باروہ'' پچھے **عورتوں'' پرا** نکنے لگا۔ پچھے **عورتیں ، یاعورتیں؟ یا''عورت''** اس کی الجھن دن رات بڑھتی جار ہی تھی۔ ہرخبر ، ہر واقعہ ، ہر حادثہ اسے مزید الجھار ہاتھا۔ وہ ماں ، بہنوں ، بیویوں اور بیٹیوں کے ہاتھوں میں استعمال ہونے والے مردوں ہے مل رہاتھا۔انہیں دیکھ رہاتھا۔ ہر مردوہاں صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیے بیٹھا تھا۔ ''عورت کومر دمیں نہیں،اس کی جیب ہے دلچیں ہوتی ہے۔اس سےاس کارشتہ جا ہے کوئی بھی ہو۔'' وہ گونگوں کی طرح بیٹھ کریہ نتیج سنتار ہتا پھرو یک اینڈ پراپنی ماں ، بہن اور منگیتر کے لیجے میں لالچ کھو جنار ہتا ۔ بھی وہ نا کام رہتا تو خوش ہوتااور جب ڈھونڈ لیتا تو مایو*ں ہوتا۔*

کے ساتھ ای طرح کی شدید محبت کاشکار ہوتے مگراس کے ساتھ ساتھ ان سب کی زند گیوں میں کوئی دوسری عورت شامل رہتی یا آتی جاتی رہتی۔

میں نہ کسی خاری ہے کہیں نہ کہیں اور اپنے آپ کو بیفریب دیتا رہتا تھا کہ اس کے گھر کی عور تیں پوری دنیا کی عورتوں سے مختلف ہیں۔ان کو اس سے محبت ہے۔اس کے وجود ہے،اس کے پیسے نہیں۔کہیں نہ کہیں''ضرورت' اس کے اس' فریب' کے پیشڑ سے اڑاتی رہتی۔
وہ اپنے گھر پر بات کرتے ہوئے کہی کسی ایسے ویک اینڈ پر کسی ایسی کال کا انتظار کرتا رہتا جس میں اس سے کوئی فرمائش، کوئی مطالبہ نہ کیا جاتا ۔بعض دفعہ اسے گلتا اس کی کال کا اس لیے انتظار نہیں کیا جاتا کہ وہ اس کی خیریت جاننا جا ہتے تھے بلکہ اس لیے انتظار کیا جاتا تھا کیونکہ کسی نہ کسی کو اس سے پچھ نہ پچھ چھے چھے ہوتا تھا۔

صرف اپنی منگیتر کو کی جانے والی وہ دس منٹ کی کال ایسی ہوتی تھی جس میں اس کی طرف سے کوئی فرمائش ، کوئی مطالبہ نہیں ہوتا تھا ، وہ اس کے لیے اس کاشکر گزارتھا گربعض دفعہ وہ سوچتا ، شاید وہ ابھی منگیتر ہے ، بیوی نہیں ،اس لیے مطالبے نہیں کر رہی ۔ شاید وہ اس لیے اس سے کوئی فرمائش نہیں کرتی کیونکہ وہ اکثر اوقات کسی آنے جانے والے کے ہاتھ اسے پچھ نہ پچھ بچوا تار ہتا تھا۔ بعض دفعہ رویے بھی ۔ اگر وہ ایسانہ کرے تو کیا

پھر بھی ان کارشتہ ای طرح کسی لا کچے بہمی غرض کے بغیر ہوسکتا ہے۔ کیاوہ وہی عورت تھی جس کو پیسے سے دلچپی نہیں تھی اس کی زندگی کاسب سے بڑامسکلہ'' شاید'' تھا۔اس کی زندگی میں'' شاید'' نہ ہوتا تو ذہنی طور پروہ بہت پرسکون رہتا۔

اس کے کندھے کوکسی نے تھیکا ،اس نے بےاختیار چونک کرآ تکھیں کھول دیں اور آ تکھیں کھولتے ہی وہ بےاختیار سیٹ پرسیدھا ہوکر

َ بیٹھ گیا تھا۔اس کے پاس ایک ہار پھر شوکت زمان کھڑا تھا جواب بالکل بدلے ہوئے موڈ میں اس سے پوچھر ہاتھا۔ ''کیامیں نےتم سے جھگڑا کیا تھا؟''

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔ ہاں کہے یانہ مااس کو get lost (وقع ہوجاؤ) کہے۔

''میں نےتم سے جھکڑا کیا تھا کیا؟''شوکت زمان نے ایک بار پھر پو چھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ یک دم اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا جس کا مسافر شاید ہاتھ روم گیا تھا۔

" پية نبيل يار! كيا موكيا مجھے؟ خوانخواه تم سے مندماري كر بيٹھا مجھے معاف كردينايار!"

وہ اب دونوں ہاتھ جوڑے بے حدالتجا ئيدا زميں اس سے کہدر ہاتھا اوروہ ايک بار پھرای ہونق انداز ميں اس کا مند ديکھنے لگا۔ "بہت گناہ گار ہوا ہوں ميں تم سے لڑ کر۔ مجھے امر ہوسٹس نے بتاياتم کسی ڈیڈ باڈی کے ساتھ سفر کررہے ہو۔"

اس نے ایک بار پھرا کجھے ہوئے انداز <mark>میں سر ہلا دیا۔وہ شوکت زمان سے یک دم خا نف ہو گیا تھا۔وہ آ دمی اسے ذہنی طور پرٹھیک</mark> نہیں لگ رہا تھا۔ نشے میں تھابی تو اسے معلوم تھا مگراس کی حالت نشے میں دھت لوگوں جیسی نہیں تھی۔

''کس کی ڈیڈباڈی کے ساتھ سفر کررہے ہو؟''شوکت زمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے حد ہمدر دی سے پوچھا۔ اس نے مختصر لفظوں میں صابر قیوم کے بارے میں بتایا اور پھر ہےا ختیار پچھتایا۔

شوکت زمان نے اس کی پوری بات س کر چندلمحوں کا تو قف کیا پھر پھوٹ پھوٹ کررونے لگا۔ آس پاس کی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے ایک باراس کود کیھنا شروع کردیا مگراس بارکسی نے شوکت زمان کے لیے ماتھے پر بلنہیں ڈالے۔صرف وہ تھا جومشکل میں پھنس گیا تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آر ہاتھا، وہ شوکت زمان کوکس طرح دلاسا دے کر جیپ کروائے۔

> ''بڑا نیک آ دمی تھاصا برقیوم۔''شوکت زمان نے پیکیوں کے درمیان کہا۔وہ اس کی بات پر ہمکا بکارہ گیا۔ '' آپ جانتے تھے اسے؟''

' ' نہیں الیکن نیک ہی ہوگا کدمرنے کے بعدوا پس پاکستان جار ہاہے۔''اسے شوکت زمان کی منطق سمجھ میں نہیں آئی۔

شوکت زمان وہاں بیٹھا آ دھے گھنٹہ تک اس شخص کے لیے بچکیوں کے ساتھ روتا رہاجس کے ساتھ اس کا واحد رشتہ بیٹھا کہ اس نے بھی

اپنی پوری زندگی شوکت زمان کی طرح با ہرگز اری تقی ۔

اس سیٹ کا مسافراس دوران و ہاں آ کرشوکت زمان کوروتے دیکھ کر بے حد کنفیوز ڈانداز میں کسی اور خالی نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔اس دوران ابر ہوسٹس دو بارشوکت زمان کو چپ کروانے آئی تھی کیکن شوکت زمان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی ۔

آ دھ گھنٹہ کے بعدوہ خود ہی خاموش ہوگیا۔ جیب سے ایک رومال نکال کراس نے اپنے آنسو پو تخیجے، ناک صاف کیااوراس سے کہا۔ ...

"مير ب لائق كوئى خدمت؟"

'' نہیں شکریہ''اس نے بےساختہ کہا۔

وه تکی اور خبطی آ دمی اس کی کیا خدمت کرسکتا تھا۔

"باڈی لینے کون آئے گا؟"

"باڈی کہاں جائے گ؟"

''خودوه کہاں تھبرےگا؟''

وہ اب اس سے ایک کے بعد ایک سوال کررہاتھا۔ اس نے اسے صابر قیوم کی باڈی کو پاکستان لانے کے سلسلے میں اس کی فیملی کی عدم دلچیں کے بارے میں بتایا۔ سطرح چندہ اکٹھا کر کےوہ اس کی باڈی کو یہاں لارہے تھےاور کس طرح اسے اس کے ساتھ آنا پڑا۔ شوکت زمان کی رنجیدگی میں اضافہ ہوتا گیا مگراس کے تمام خدشات کے باوجودرویانہیں بلکہاس نے دوبارہ ایک لفظ بھی نہیں کہا۔وہ جیسے مم میں ہو گیا تھا۔ باتی کا سارا رستہ شوکت زمان اس کے پاس اس حالت میں کچھ کھائے چیئے بغیر بیٹھار ہاتھا۔اس نے اس مسافر کے ساتھ اپنی سیٹ تبدیل کرلی تھی۔اس فلائٹ میں صرف وہی دونوں مسافر نتھ جو پچھ کھا پی نہیں رہے تھے، وہ اپنی حالت کی وضاحت دے سکتا تھا۔اس کا صابر قیوم کے ساتھ تعلق تھا مگر

شوکت زمان صرف فلائٹ میں نہیں،اگلے دودن بھی اس کے ساتھ رہاتھا۔صابر قیوم کی تجہیز وٹکفین کے انتظامات اس نے یااس کے خاندان

نے میں کیے، وہ شوکت زمان نے خود ہی اپنے ذمے لے لیے۔

شوکت زمان کس صدے کی وجہ ہے بولناا ورکھانا بینا بھول گیا تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

صابر قیوم کے بیٹے اسے بھی اپنے باپ کا کوئی پرانا دوست سمجھ رہے تھے کیونکہ شوکت زمان خوداس سے زیادہ تم ز دہ لگ رہا تھا۔ وہ خود جیسے بیک گراؤنڈ میں چلا گیا تھا۔سب کچھ جیسے شوکت زمان نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور وہ اس کے لیے اس کا پچھ مشکور بھی ہوا تھا۔اے اسر پورٹ پرلینڈ کرتے ہی انداز ہ ہوگیا تھا کہ شوکت زمان بے صدوسیع تعلقات اوراثر ورسوخ رکھتا تھا۔ وہ سب کچھے''ایک کال' سے کروار ہاتھا۔اور

کیوں کروار ہاتھا؟ بیا ہے بہت بعد میں بتا چلاتھا۔

وہ تو خودصابر قیوم کی باڈی اس کے آبائی گاؤں میں دفتا کرایئے گھر چلا گیا تھا۔ جب کہ شوکت زمان ابھی گاؤں میں ہی تھا۔اسے صابر تیوم کی تدفین کے بعد بھی اس کے لیے چھکام کرنے تھے۔

شوکت زمان نے اس کا فون نمبراورا ٹڈرلیں لینے کے بعد بے حدگرم جوثی کے ساتھا سے رخصت کیااوراس سے کہاتھا کہ وہ اس کے شہر میں اس کے گھر آ کراس سے ملےگا، نەصرف بەبلكداس نے اس كی واپسی كی فلائٹ كی تاریخ، وفت اورا برلائن كانمبر بھی پوچھاتھا، وہ اس كے ساتھ واپسی كا

وہ عجیب آ دمی تھامگروہ عجیب آ دمی اپنے گھر جاتے ہی اس کے ذہن سے عائب ہو گیا تھا۔

وہ نوسال بعدیا کتان آیا تھا۔نوسال میں اس کے گھر میں بہت کچھ بدل چکا تھا۔اس سے چھوٹی دونوں بہنوں کی شادی ہو پچکی تھی ۔ان

دونوں کی شادیاں اس کی عدم موجود گی میں ہوئی تھیں۔اسے اپنے ہی بہن بھائیوں ،اپنے ماں باپ ،اپنے گھر ،اپنے محلے کو پہچانے میں بہت وقت لگا تھا۔سب پچھ ویسانہیں تھا جیسا وہ چھوڑ کر گیا تھا۔سب پچھ بدل گیا اور پھراسے اندازہ ہوا کہ صرف اسے ہی نہیں ،انہیں بھی پہچانے میں بہت وقت ہورہی تھی۔ وہ چھییں سال کی عمر میں چھتیں سال کا لگ رہا تھا لیکن اس کا خیال تھا اس کے جلیے میں تبدیلی اس کے چہرے کی کلیروں ، آنکھوں کے صلقوں اورسر کے جابج اسفید بالوں نے پیدا کی تھی۔ صلقوں اورسر کے جابج اسفید بالوں نے پیدا کی تھی۔

وہاں بیٹنے کے پچھ بی دیر بعدا سے پیۃ چلااس کا اندازہ غلط تھا۔ کوئی اس کے چیر سے کود کیے بی نہیں رہا تھا۔ تبدیلی اس کے امریکی لباس، جوتوں اور گھڑی نے پیدا کی تھی۔ اس محلے اور ان کے خاندان میں کویت، دبئ ،سعودی عرب اور گلف کے دوسر سے ملکوں سے بہت لوگ آتے تھے لیکن امریکہ سے اس محلے اور ان کے خاندان میں کوئی پہلی بارآ یا تھا۔ ہرایک کو امریکہ میں خریدا جانے والاسکینڈ ہینڈلباس بے حدم ہنگا لگ رہا تھا۔ یہ کتنے ڈالرکا۔۔۔۔ یہ کتنے ڈالرکا۔۔۔۔ یہ کتنے ڈالرکا۔۔۔۔؟

ا سے پچھ در کے لیے لگا،اس کے جسم پرلباس، جوتے اور گھڑی نہ ہوتی تو اچھاتھا پھر کم از کم کوئی اس سے اس کے دل کی بات کرتا۔وہ دو دن صابر قیوم کی تدفین اوراس کی تدفین کے دوران اس کے بیٹوں کی سر دمبری دیکھار ہاتھا۔وہ اس ذبنی حالت میں اپنے گھر آ گیا تھا اور یہاں آ کر اے لگ رہاتھا کہ پچھ نہ پچھالیا تھا جو یہاں بھی ٹھیکے نہیں تھا۔ گمروہ یہیں کہ سکتا تھا کہ اس کے لیے گرم جوثی نہیں تھی۔ ہر کوئی اسے لیٹار ہاتھا۔ اس سے خوشی اور جوش سے ل رہاتھا۔ اس کے لیے

سروہ بیدیں جہ سما ھا کہ اسے بے حرم ہوں ہیں ہے۔ ہروں اسے چہار ہا۔ اس سے حوں اور ہوں سے سی رہا ھا۔ اس سے بعد ہرکوئی اس سے امریکہ کے بارے میں بات کرنے بیٹھ جاتا۔ وہ وہاں کیا کرتا تھا، کتنے ڈالرروز کے کمالیتا تھا، کہاں رہتا تھا، کیا کھاتا تھا، امریکہ میں کیا کیا ہوتا تھا؟ کسی کواس سے بات کرتے ہوئے یہ یاد ہی نہیں آ رہاتھا کہ وہ''پاکستان' آ گیا ہے۔کوئی اسے امریکہ سے نگلنے ہی نہیں دے رہاتھا۔

''واپسی کب ہے تمہاری بیٹا؟'' اس کے باپ نے اس کی آمد کے دو گھنٹے کے بعد کھانے کے دوران اس سے پوچھا۔وہ کچھ دیرروٹی کا نوالہ ہاتھ بیس لیےان کا چہرہ دیکھار ہا۔ '' پچپیں کو۔''اس نے مدھم آواز میں کہا۔

> ''اح پھا۔۔۔۔۔ پورام ہینہ بنتا ہے پھر تو بڑے دن رہوگے۔ کام کاحرج تو نہیں ہوگا پیچھے؟'' ''اس کی بھوک میک دم اڑگئی۔اس کے باپ کے لیجے میں اس کے لیے بے حد تشویش تھی۔ ''جی نہیں ، کام کاحرج نہیں ہوگا۔''اس نے مدھم آواز میں کہااور نوالدر کھویا۔ ''میں کہ مدور قد مدر سے سے مرکزہ'' سے محمد آئی میں نہیں تھا۔

" بھائی جان!باقی سامان کب آئے گا؟"اس کی چھوٹی بہن نے بے حداشتیاق سے پوچھا۔ وہ اپنے ساتھ صرف ایک سوٹ کیس لے کرآیا تھا۔ " باقی سامان؟" اس نے چونک کران لوگوں کو دیکھا۔اسے احساس ہوا، وہ صرف جھوٹی بہن کا سوال نہیں تھا، ہرایک کا سوال تھا۔ " بس اتناسامان ہی ہے۔ میں نے بتایا نا کہ میں کسی کی ڈیڈ باڈی کو لے کرآیا ہوں پچھا ورخرید نے یالانے کا تو خیال ہی نہیں رہا مجھے۔"

نہیں، بھوکنہیں ہے۔'اس کادل واقعی اچائے ہو گیاتھا۔ وہ نرمی سے کہتے ہوئے کھانے کی میز سے اٹھ گیا۔
رر کمرے میں آ کراس نے کپڑے تبدیل کیے اوراس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتا اس کی ماں اندر آئی۔
کہیں جارہے ہو بیٹا؟''
ہاں، میں ذراعا فی سے ملنے جارہا ہوں۔''اس نے مسکراتے ہوئے ماں سے کہا۔
کوئی ضرورت نہیں ،ہم نے کل تمہاری مثلّی تو ژ دی ہے۔' وہ دوسراسانس نہیں لے سکا۔

جيساس كاخيال آياتها به

اس نے بے حدمعذرت خواہاندا نداز میں سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔اے اب خیال آرہاتھا، وہ نوسال بعد آرہاتھا۔اے پچھ تولانا ہی

'' کوئی بات نہیں ، بھائی یہیں سے خریداری کروا دے گاتم سب لوگوں کو۔ا<mark>ب آ</mark>رام سے کھانا کھانے دومیرے بیٹے کو۔''اس کی مال کو

"'کہابلوبیٹا!"

دروازے پرمسلسل دستک ہورہی تھی ۔غنودگی کے عالم میں اسے بیشور تبھے میں نہیں آ رہاتھا۔ پھر آ ہستہ آ ہستہ جیسے اس کے لاشعور نے اس شور کو تبجھنا شروع کردیا تھا۔

کوئی دروازہ بجار ہاتھا، آ ہت ہ آ ہت ہ گربہت دیر ہے۔۔۔۔۔مسلسل۔۔۔۔زینی نے اپنی بوجھل آ تکھوں کوبمشکل کھولا۔اسےاس شور سے عجیب نفرت محسوں ہوئی۔اس کاسراور پوراجسم بے حد بھاری ہور ہاتھا۔ آ تکھیں کھلی رکھنے کے لیے بھی جیسےا سے جدوجہد کرنی پڑر ہی تھی۔

ں ہوئی۔اس کاسراور پورا بھم بےحد بھاری ہور ہاتھا۔آ تکھیں تھی رکھنے کے لیے بھی جیسےاسے جدوجہد کرتی پڑر ہی تھی۔ کچھ دیر کے لیے چپ بستر پرلیٹی وہ جی<mark>ب کو گھورتے ہوئے پڑی رہی پھریک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔اسے چکرسا آیا تھا۔ایک لحہ کے لیےاسے لگا</mark>

وہ کھڑی نہیں ہوسکے گی گریے سرف ایک لمحہ کا ہی احساس تھا، وہ دوسرے ہی لمحاہ پنے پیرول پر کھڑی تھی۔اسے سردی محسوس ہوئی تھی۔ کمرے میں ایر کنڈیشنر کی کولنگ کی وجہ سے کمرہ بے حد ٹھنڈا ہو گیا تھا۔اس نے دروازے کی طرف جانے سے پہلے ایر کنڈیشنز کو بند کیااور پھر جا کر دروازہ کھول دیا۔

و دہ فاران صاحب آئے ہیں۔ پہلے بھی دوچکرلگا چکے ہیں۔ کہدرہے ہیں کہ آپ سے ضروری ملناہے آج انہیں۔''

بہ اللہ ہے۔ اس اللہ ہے۔ اس کا لہجہ بے حدمعذرت خواہانہ تھا۔ کتنے دنوں سے وہ اس طرح کمرے میں پڑی رہتی ملازم نے دروازہ کھلتے ہی زینی کواطلاع دی تھی۔اس کا لہجہ بے حدمعذرت خواہانہ تھا۔ کتنے دنوں سے وہ اس طرح کمرے میں پڑی رہتی تھی اوراس نے ملازم کواسے کسی کو آنے کی اطلاع دینے سے بھی منع کردیا تھا۔ وہاں فاران کے سواا بھی آتا بھی کون تھا مگروہ فی الحال فاران کی شکل بھی نہیں دیکھنا جا ہتی تھی۔

'' جاکر کہدوو، مجھے نہیں ملنا۔''اس نے ایک بار پھر درشتی سے ملازم سے کہا۔

''میں کہدویتا ہوں مگروہ کہدرہے ہیں،انہیں آج ہرحالت میں آپ سے ملنا ہے۔وہ تب تک یہاں سے نہیں جا کیں گے، جب تک آپ ان سے لنہیں لیتیں۔'' ملازم نے جیسےا سے خبردار کیا۔

'' تو ٹھیک ہے،اس ہے کہو کہ وہ پھر بیٹھار ہے۔''

۔ پیسے ہوں سے درواز ہ بند کیا تھا۔ کمرے کی کھڑ کیوں کے پردے ہٹا کروہ ایک بار پھراپنے بیڈ پرآ بیٹھی۔خالی اور بوجھل تھے۔

ایک اور دن آپنچاتھا پھر چندگھنٹوں کے بعدایک اور رات آجاتی پھرایک اورپھرایک اوراے وحشت ہوئی زندگی اتن کمبی کیوں ہوتی ہے۔اس قدرطویل کہ کاٹنے پر بھی ختم ہی نہیں ہوتی ۔اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ آج کون سادن تھا،کون می تاریخ تھی ،اسے یا زنہیں آیا۔ وقت اس کے لیے پچھلے کی دنوں سے صرف روشنی اوراند ھیراصرف دن اور رات تھا۔ تاریخ اور دن نہیں تھے۔

اس نے ایک نظرا پنے کمرے میں بیڈ کے آس پاس کارپٹ کو دیکھا۔ جابجا شراب کی جھوٹی بڑی خالی،ادھ خالی اور بھری ہوئی بوتلیں نفعہ سئیس نامیشہ کا جمعہ سرینتر نامیان کے سے محدس سگے میس نامیان کا سے میں میں کری ڈینکا ہوئی نامیشیشاں

پڑی ہوئی تھیں۔ بیئر کے خالی ٹن لڑھکے ہوئے تھے۔ خالی اور گندے گلاس۔سگریٹ کے خالی اور بھرے ہوئے بیکٹ،ٹرینکولائزر کی خالی شیشیاں، کچھ دوسرے اینٹی ڈیریسنٹ۔ایشٹرے میںسگریٹ کے ٹکڑوں کا پہاڑتھا جواب ایشٹرے سے باہر بھی آچکا تھا۔ کاریٹ پر بھی کئی جگہ را کھاور کلڑے پڑے تھے۔کئی جگہ سے کارپٹ سگریٹ کے کلڑوں کی وجہ سے جلا ہوا تھا۔ بیڈسائیڈٹیمبل اور کمرے میں پڑی دوسری تپائیوں پر گرد کی تہہ جمی ہو کئی تھی۔وہ کسی نارمل انسان کا کمرہ نہیں لگ رہاتھا، وہ کسی نارمل انسان کا کمرہ تھا بھی نہیں۔ وہ بہت دنوں سے اس کمرے میں مقیدتھی۔ جب جاگتی تو یہی کرتی۔شراب پیتی،سگریٹ پیتی،اینٹی ڈیپریسنٹ لیتی پھرسو جاتی۔ گئ گھٹے وہ ان چیزوں کے زیرا ٹرسوئی رہتی۔غنودگی تتم ہوتی وہ جاگتی، نئے سرے سے ان چیزوں کو استعمال کرتی اور دو بارہ سو جاتی۔ ملازم کھانے کی ٹرے کمرے میں رکھ جاتا اور پھرائی طرح جوں کی توں اٹھا کرواپس لے جاتا۔ اس کی مرضی ہوتی تو وہ کسی چیز کو کھاتی، ورنہ پورا پورا دن کھانا توا یک

طرف پانی کا گھونٹ تک نہیں پیتی تھی۔ بعض دفعہ تو وہ ٹرینکولائز راورا پنٹی ڈیپر پینٹ بھی شراب کے ساتھ نگلتی تھی۔شراب اورسگریٹ ختم ہوتے تو وہ بیگ سے چند کرنی نوٹ نکال کرملازم کوتھا دیتی۔ملازم جا کر دونوں چیزیں لے آتا۔وہ فاران کا ملازم تھا۔ فاران نے اسے وہاں رکھوایا تھا۔وہ جس طبقے کے گھروں میں کام کرتا تھا، وہاں شراب نوشی عام تھی گراس نے بھی کسی عورت کواسی طرح اوراتنی شراب استعال کرتے نہیں دیکھا تھا۔ بعض دفعہ تو اسے لگتا کہ وہ کسی دن شراب بی بی کرمرجائے گی لیکن وہ ایک ملازم تھا، وہ گھر کے مالکوں کومشور نے نہیں دے سکتا تھا۔

> زین نے ایک بار پھر پاس پڑے گلاس میں موجود شراب اٹھا کراپنے اندرانڈیل لی۔وہ اس کو پیتے پیتے سوئی تھی۔ گلاس خالی ہوگیا۔زین نے ایک سگریٹ سلگالیا۔وہ ایک بار پھراپنے گھر پڑنچے گئی تھی۔

جاتی تخبے کیوں نہیں دفنا دیا میں نے مجھے پیۃ ہوتا کہ باپ کی جان لے لے گی توتو میں پیدا ہوتے ہی تیرا گلا گھونٹ دیتیاپنے ہاتھوں سے مار دیتی تخبےنکل جامیر ہے گھر ہے چلی جا یہاں ہےدوبارہ شکل مت دکھانا ہمیںمجھ تیرے باپ کے ساتھ ہم سب

''چکی جاؤیہاں ہے، کیا لینے آئی ہواب یہاں۔ باپ کو مار دیا، گھر اجاڑ دیا ہمارا، باپ کے بجائے تو کیوں نہیں مرگنی زین.....تو مر

بھی مرگئے تیرے لیےنکل میرے گھر ہے.....'' سر میں میں تاریخ اللہ میرے گھر ہے''کا

ایک دھکا، دوسرادھکا، تیسرادھکا۔وہ باہرگلی میں آگئی تھی۔ای طرحپھر کے بت کی طرح ساکت ماں کود کیھتے ہوئے۔ نفیسہاباس کے لائے ہوئے شاپرزاٹھا کر دروازے سے باہرگلی میں اس کے اوپر پھینک ربی تھیں۔اس کی لائی ہوئی ساری چیزیں اس کے اردگردگلی میں بھرگئی تھیں ۔نفیسہ نے روتے ہوئے گھر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا اوروہ بند دروازے کو پھٹی پھٹی آئھوں سے دکھیر ہی تھی۔گلی کے دوسرے گھروں سے عورتیں اور بچے باہرنگل کراپی اپنی چوکھٹوں پر کھڑے اس تماشے کود کھیر ہے تھے۔

تب ہی ساتھ والے گھرسے ایک عورت باہر نکلی اوراس نے روتے ہوئے زینی کوساتھ لپٹانے کی کوشش کی۔زینی اب بھی اس طرح مم یں۔

""كياره دن موكة زين اورتم اب آئى مور" وهاس سے ليك كرروتے موئے كهدري تقى ـ

''گیاره دناور مجھے پی*ة تکنہیں چلا ک*ەمیراباب.....گیاره دن <u>.</u>''

۔ زین شاک کے عالم میں کھڑی رہی۔ایک دواورعور نیں اب اس کے پاس آئی تھیں اور اس سے افسوں کر رہی تھیں۔ پچھے کہہ رہی تھیں جب کے دوسری طرف سے نفیسہ کے رونے کی آواز آرہی تھی۔

چند عورتوں نے اس کے آس پاس بھری چیزوں کواکٹھا کر کے شاپرزمیں ڈالناشروع کر دیا۔

زین کی ٹانگیں کا پینے لگیں تو اس کا باپ اس لیے پیھے نہیں آ رہاتھا کیونکہ وہ ۔۔۔۔۔اس کے حلق میں پھندے لگنا شروع ہوگئے تھے۔ورنہ یہ کیسے ہوتا کہ وہ زینی کوھونڈنے ،اس کوواپس لانے کے لیے نہ آتا۔اس کا جسم کا پینے لگا۔وہ عورت اب بھی اس کے ساتھ لپٹی روتے ہوئے اس سے پچھ کہدرہی تھی۔زینی کو پچھ بچھ میں نہیں آ رہاتھا،اس کی آتکھیں دھندلانے لگیں۔

> زین کا ما تھاچومنے والا اوراس پر پڑھ پڑھ کر پھو نکنے والا مرداس دنیا سے چلا گیا تھا جواسے دنیا میں لا یا تھا۔ ''آپ دعا کریں، میں جلدی مرجاؤں، ورنہ آپ کے لیے بہت مسئلہ ہوجائے گا۔'' اس نے فاران کے پاس جانے سے ایک رات پہلے ضیاء سے دعا کرنے کے لیے کہا تھا۔

''کوئی غلط کام مت کرنازین!'' ضیاء نے اس سے کہا تھالیکن اسے یقین تھا کہ باپ نے اس کے لیے نہیں، اپنے لیے جلد مرجانے کی دعا کی ہوگی۔اس سے پہلے کہ وہ زین کے کسی غلط کام کا نتیجہ دیکھتے۔

اس نے اس عورت کوخود سے الگ کردیا تھا اور وہ گلی میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بلک بلک کرروئی تھی۔ساتھ والی عورتوں نے اسے اٹھا کراپنے گھر لے جانے کی کوشش کی مگرزینی وہاں سے نہیں اٹھی۔ وہاں گلی میں بیٹھ کراس نے اس خسارے کی پہلی فصل کا ٹی تھی جس کے نتج اس نے اپنی زندگی میں بوئے تتھے پھروہ وہاں سے روتے ، ننگے پاؤں بھا گتے ہوئے اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔اس نے اپنے گھر میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔وہ کسی منہ سے اب اس گھر میں جاتی ، جہاں اس کا باپنہیں تھا۔

زین نے گلاس میں پچھاورشراب انڈیلی اوراس میں برف ڈالے بغیراسے ایک بار پھراپنے اندرانڈیلنے گلی۔روزیبی ہوتا تھا،وہ اس دن کے ایک ایک لیمے کو یا دکرتی تھی۔ پیتی رہتی تھی۔سگریٹ پھوکتی جاتی تھی اور پھرٹرینکولائز رلے کرسوجاتی۔

وہ ملا پیشیامیں تھی ، جب ضیاء کی و فات ہوئی تھی ، وہ وہی رات تھی جس رات اس نے پہلی بار پی تھی۔

اس نے ایک اورسگریٹ نکال کرسلگالیا۔اتنے دنوں میں ایک باربھی اسے شیراز کا خیال نہیں آیا تھا۔ نداس کا نداس کی بیوی کا۔صرف باپ کا خیال آتا تھا،وہ جیسےاس کے لیے کا ئنات بن گئے تھے۔

پوراسگریٹ اس کی انگلیوں میں دباد ہارا کھ بن گیا۔ پچھ دیر کے لیے ذین کو یہ یاد ہی نہیں رہاتھا کہ وہ سگریٹ پی رہی تھی۔ وہ صرف اپنے باپ کے بارے میں سوچ رہی تھی اوراپنے بارے میں یہنٹی زین کے بارے میں ۔ ساری عمر باپ کی انگلی پکڑ کر باپ کے ساتھ ساتھ سیدھے رہتے پر چلتی رہی تھی ۔ صرف ایک باروہ انگلی اس کے ہاتھ ہے چھوٹی تھی اوراس کے بعدوہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا تھا۔ سگریٹ نے یک دم اس کی انگلیوں کوجلایا۔اس نے چونک کرانگلیوں میں پھنے سگریٹ کے باقی ماندے حصے کوالیش ٹرے میں پھیٹکا پھر اس نے ایک اور سگریٹ نکال کرسلگالیا۔ استے دن میں ایک باربھی اس نے باپ کوخواب میں نہیں دیکھا تھا۔ مبلی سی جھک۔ کوئی آ وازکوئی شائبہ....کوئی خیال..... پچھ

نہیںوہ جب تک جاگتی، ہوش میں ہوتی۔ باپ کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے ہوتا کیکن وہ باپ سے خواب میں ملناحیا ہتی تھی دیکھنا جا ہتی تھی، اس کے دیا ہے تھے۔۔۔۔ پوچھنا جا ہتی تھی، وہ کیوں اس طرح اس کی دنیا سے ھائب ہوگئے۔ وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ سننا چا ہتی تھی، وہ کہاں ہیں جو گئے۔ اس کی دنیا سے ھائب ہوگئے۔ لیکن وہ اسنے دنوں سے ایک بارانہیں خواب میں بھی نہیں دیکھ پائی تھی۔ وہ ترس گئی تھی ان کے لیے۔ وہ تو ضیاء کی زندگی میں، ان

ین دہ بسے روں ہے۔ بیٹ ہور میں دب بیس دیکھتی تھی تواب کیا ہوگیا تھا۔ایسا بھی کیا ہوگیا تھا کہ۔۔۔۔۔ کے پاس رہتے ہوئے ہر دوسرے چوتھے دن باپ کوخواب میں دیکھتی تھی تواب کیا ہوگیا تھا۔ایسا بھی کیا ہوگیا تھا کہ۔۔۔۔۔ زین کاسگریٹ پھر را کھ بن گیا تھا۔اس نے اسے بھی ایش ٹرے میں پھینکا۔ اس سے پہلے کہ وہ ایک اورسگریٹ سلگاتی ۔ دروازہ کھول کرفاران اندر داخل ہوا۔ زینی نے سراٹھا کراہے دیکھا۔اشتعال کی ایک لہراس

کے اندر سے آتھی۔ بہی تو تھا جوا سے یہاں سے لے گیا تھا۔وہ نہ لے جاتا تواس کا باپ زندہ ہوتا۔ ''out، out'' ''اغی حالت دیکھوزٹی!اپنے آب ررحم کرو۔'' فاران کواندازہ تھا کہاس کی حالت خراب ہوگی لیکن جو کچھوہ دیکھر ہاتھا،اس نے اسے

''اپنی حالت دیکھوزینی!اپنے آپ پردتم کرو۔'' فاران کواندازہ تھا کہاس کی حالت خراب ہوگی کیکن جو پچھوہ دیکھیر ہاتھا،اس نے اسے فا۔ ''مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے، سمجھے تم۔'' وہ ایک بار پھر چلائی۔'' جاؤیہاں سے اور مجھے اپنی شکل مت دکھاؤ۔'' وہ حلق کے

بل چیخ رہی تھی۔فاران کواندازہ ہور ہاتھا کہ وہ نشے میں تھی۔ ''میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، جب تک تم ان دونوں چیز وں کونہیں چھوڑ تیں۔'' فاران نے اس بارفندرے بخت لیچے میں کہا۔ اس بارزینی نے کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی ،وہ یک دم دوبارہ کارپٹ پر بیٹھ گئی۔وہ اب ایک اورسگریٹ سلگارہی تھی۔فاران کواس پرترس آیا۔اس کی مجھ میں نہیں آ رہاتھا،وہ اس سے کیا کہے۔

'' مجھے بہت افسوس ہے زینی! بلیومی۔ مجھے انگل کے بارے میں'' اس نے پچھ کہنے کی کوشش کی ۔ زین نے بے حدر تثی سے اس کی بات کا ٹ دی۔ '' مجھے کوئی ایکسکیو زمت دینا، بیمت کہنا کہ تہمیں پتانہیں تھا کہ''اس نے بات ادھوری حجھوڑ دی۔ ''

''I swear زیٰ! مجھے نہیں پتاتھا۔'' فاران نے جھوٹی قتم کھائی۔اسے ضیاء کے بارے میں ای دن پتا چل گیا تھا۔ زینی کے گھر والوں نے رمشہ کے ذریعے اس سے رابطے ک

کوشش کی تھی اور رمشہ نے فوری طور پر فاران کوفون کیا تھا۔ فاران کے لیے یہ بے حدنازک وقت تھا۔اس کمرشل کی شوئنگ پر ڈھیروں روپیپز چ ہو

کر ہاتھا۔اباگروہ یک دم سب پچھے چھوڑ کر پاکستان چلی جاتی تو اسے بہت بڑا سیٹ بیک ہوتا۔ بے صدخودغرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے رمشہ کو اپنا مسئلہ بتایا تھا اور اس سے چپ رہنے کی درخواست کی تھی۔رمشہ کو تامل ہوا تھا گر پھر اس نے زینی کی فیملی سے جھوٹ بول دیا کہ وہ فاران سے رابط نہیں کریار ہی۔

اوراب وہ اس کے سامنے بیٹھا جھوٹی قشمیں کھار ہاتھا۔اسے یقین تھا، وہ اس پراعتبار کرلے گی۔ آخراس کا جھوٹ کیسے پکڑا جاسکتا تھا۔ ''تم نے بکواس کرلی۔ میں نے بکواس من لی۔Now get out ''(اب دفع ہوجاؤ)۔

فاران کا چبرہ سرخ ہوگیا۔اس نے زندگی میں کسی ماڈل کی زبان سے اس طرح کے کلمات اپنے لیے نہیں سنے تھے۔اس کے ماڈل اس اس کی عدم موجود گی میں جوچا ہے کہتے تھے گراس کے سامنے کوئی فاران سے اونچی آ واز میں بات کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا اور ہو تکے کی ماڈل اپنے آپ کو کیا سمجھ رہی تھی۔اس نے اس پرعنایات اور نوازشات کا ڈھیرلگا دیا تھا اور وہ رتی بھراس کی مشکور نہیں تھی بلکہ الٹا بکواس کر رہی تھی۔فاران کا پارہ ہائی ہور ہاتھا۔وہ ماڈلز کو تیر کی طرح سیدھار کھنے میں ماہر تھا۔ایک معمولی نخراکر نے پروہ کسی بھی ماڈل کا کانٹریکٹ ختم کر دیتا تھا پھروہ اس سے گڑگڑ اکر معافی مائلتے تو وہ انہیں واپس لیتا اور ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔یا ہے کہ کیا سمجھ رہی تھی۔۔

وہ اے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر خاموثی کے وقفے میں اس نے چند سکینڈ زمیں سارا حساب کتاب کرلیا تھا اور اس کا غصہ جھا گ کی طرح بیٹھ گیا۔وہ بری طرح پھنسا ہوا تھا اس وقت۔وہ اسے فارغ کرتا تو کمپین کھودیتا۔اس کے ساتھ کچھا ور بڑے کلائٹٹٹوٹے۔بڑے کلائٹٹٹوٹے تو مارکیٹ میں اس کے بارے میں افوا ہوں کا بازارگرم ہوجاتا۔ چاردن میں اس کی بنی بنائی ساکھ زمین پر آجاتی اور زینی۔۔۔۔اس کا کیا جاتا۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔کیونکہ اس کا بھی تک بچھ تھا ہی نہیں۔

ایک گهری سانس لے کروہ مسکراویا۔

" مجھے تبہاری پرواہزین!اس کیے.....''

زین نے اس کی بات کاٹ دی۔ ' تم اپنی پروا کرو،میری چھوڑ دو۔''

فاران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بہت ہو گیا تھا۔ایک لفظ کے بغیروہ درواز ہے کی طرف گیا اور درواز ہ کھولا ، تب ہی اس نے اپنے عقب میں زینی کی آوازئی۔

" میں بہت رلا وُل گی تہہیں فاران! یا در کھنا بہت رلا وُل گی۔"

فاران نے بلٹ کردیکھا، وہ گلاس میںشراب دوبارہ انڈیل رہی تھی۔ ہونٹ بھینچتے ہوئے وہ کمرے سے باہرنکل گیا۔ زین نےخواب آ وردواڈھونڈ ناشروع کی ۔اسے ضیاء کوخواب میں دیکھنے کی ایک اورکوشش کرناتھی۔ کے گھر آ ناپڑاتھااوراس محلے کی شکل دیکھنی پڑئی تھی جس سے انہوں نے اتنی مشکل سے جان چیز انگی تھی۔

اکبرکو بھائی کی اس طرح اچا تک موت کا کسی حد تک صد مہ ہوا تھا مگر پھراس نے اسے اللہ کی رضا قرار دے کر سر جھنگ دیا۔ وہ گھر سے باہر ہی ضیاء کے جنازے میں شرکت کر کے اور سلمان سے تعزیت کر کے چلا گیا اور پچھائی طرح کی تعزیت نیم نے بھی کی تھی۔ اس نے نفیسہ سے بات نہیں کی تھی۔ شایدا سے بیضد شد تھا کہ وہ فم وصد مہ کی حالت میں ضیاء کی موت کا ذمہ دار انہیں نہ تھہرانے لگیں ، وہ زہرہ اور رہید سے تعزیت کر کے بات نہیں کی تھی۔ شایدا سے بیضد شد تھا کہ وہ فم وصد مہ کی حالت میں ضیاء کی موت تعزیت کر کے بیشے اس محلے کی عورتوں سے زیب نے گھر سے چلے جانے کا احوال معلوم ہوگیا تھا۔ نیم نے اگر کہیں کوئی رنجید گی یا تھی تو رہی کیا تھا تو زینی کہاں طرح گھر سے چلے جانے سے جوہ وہ از گیا۔

کے اس طرح گھر سے چلے جانے سے جسے وہ انر گیا۔

'' یعنی بیرصرف زینی ہی تھی جو باپ کی موت کی ذمہ دارتھی۔''نیم نے بے حداظمینان سے موچا۔

'' لیکٹی بیرصرف زینی ہی تھی جو باپ کی موت کی ذمہ دارتھی۔''نیم نے بے حداظمینان سے موچا۔

الے گئی دن ان کے گھر میں ضیاء کی موت سے زیادہ درخی کی گمشدگی ڈسکس ہوتی رہ کو تی تی نہی در کسے ہوگئی تھی کہ اس نے گھر

ضیاء کی موت نے شیراز کی شادی کی تاریخ اورا نظامات پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا تھا۔سوائے اس کے کہ اکبراورنسیم کوایک بار پھر زینب

ا گلے کُی دن ان کے گھر میں ضیاء کی موت سے زیادہ زین کی گمشدگی ڈسکس ہوتی رہی تھی۔ آخرزین اتنی بہادر کیے ہوگئ تھی کہ اس نے گھر چھوڑ دینے جیسا بڑا قدم اٹھالیا تھا۔ ہرایک اس کے بارے میں بات کرتے ہوئے جیسے صرف ایک سوال کا جواب چاہتا تھا۔ بیجانتے ہوئے بھی کہ اس سوال کا جواب ان میں سے ہرایک کو بہت پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔

ہ کا بواب ان میں سے ہرایک و بہت پہنے ہی صوم ہوچہ ھا۔ شیراز کی شادی مقررہ تاریخ کو بڑی'' دھوم دھام'' ہے ہوئی۔ بارا تیوں کا''' حجم غفیر'' دولہا کی تین بہنوں اور ماں، باپ کے علاوہ دو کسیز نک بڑے کے بعد میں میں شدہ سے کہ میں کردہ سے کہ میں میں میں میں مشتری ہوئی ہے۔

ڈرائیور،ایک نوکرانی،ایک نکاح خواں اورشیراز کے ایلیٹ کلاس کے سب سے نئے اوراہم دوست جواد پرمشتل تھا۔ دلہن کے گھرپران کا استقبال کرنے کے لیے اس ہے بھی'' بڑی تعداد'' موجودتھی جس میں دلہن کے باپ کے ساتھاس کی ماں اور ماں کا نیاشو ہر بھی شامل تھے۔اس کے علاوہ دوسو تیلے بہن بھائی بھی موجود تھے۔صرف یہی نہیں بلکہ جواد کا باپ، ماں اوراس کی منگیتر.....سیما بھی وہیں تھے

اورگھر کے نوکروں کی ایک کمبی چوڑی تعداداس کے علاوہ تھی۔ ہارات اگراستقبال کرنے والوں کود کچھ کرسٹسٹدرتھی تو پچھائ طرح کی حالت استقبال کرنے والوں کی ہارات کود کچھ کرتھی۔ شادی کی پوری تقریب میں صرف دورسومات ہوئی تھیں۔ نکاح اور کھانا۔ پہلی سے دلہن کی جان جارہی تھی اور دوسری سے دولہا کی۔ یہ''شادی کا کھانا''تھا۔ بیناممکن تھاشیراز کے اہل خانہ بیکھانا نہ کھاتے اور دولہا ہے ہونے کی وجہ سے شیراز کے لیے اب بیمکن نہ تھا کہ مدانہیں بکھانا کھا۔ نہ سے نگر کا بیار میں میں اتا مقیم وہ این تقاصد اور میں اتھا۔ مدد کہا ہے اور کی تھی جس بکا کھانا صرف اور اور سے نکھا انتہاء

یہ ستادی کا کھانا تھا۔ بیناسمن کھاسیراز کے اہل خانہ بیکھانا نہ کھا کے اور دولہا ہے ہونے کی وجہ سے سیراز کے سیے اب بیسمن نہ کھا کہ وہ انہیں کھانا کھانے سے ''روکتا''یا کوئی ہدایات دے پاتا۔ نتیجہ ویساہی تھا جیسا ہوسکتا تھا۔ بیوہ پہلی شادی تھی جس کا کھانا صرف بارات نے کھایا تھا، اہل خانہ نے ہیں۔ اہل خانہ نے ہیں۔ اہل خانہ نے ہیں۔ کاح کے فوراً بعد ہوا داور اس کی فیملی چلی گئی تھی۔ انہیں کسی اور شادی میں بھی شرکت کرنی تھی۔ کھانے کے فوراً بعد ہویا کی رخصتی ہوگئ

تھی۔وہ آج ایک ساڑھی میں ملبوس تھی اورایئے سسرال والوں کے کھانے سے فارغ ہوجانے کے انتظار میں اپنے ماں باپ کے ساتھ خوش گپیوں

نشیم اور شیراز کی بہنوں نے اسے بھی کھانا کھلانے کی دو جار بارنا کام کوشش کی مگر شیراز فی الحال کھانا کھانے کے نام پراس وقت اس گروپ کا حصہ نہیں بن سکتا تھا جےاس وقت گھر<mark>ے ملازم تک گھوررے تھے۔</mark> دوڈ ھائی مہینے میں سکھائے جانے والے ٹیبل میز زاورا پٹی کیٹس چارمنٹ میں کھانا لینے کے لیےاٹھائی جانے والی پہلی پلیٹ کے ساتھ ہی لپیٹ کرر کھ دیے گئے تھے۔شیراز مخمصے میں تھا، وہ ماں باپ اور بہنوں پرترس کھائے یا غصہ۔ دونوں باتوں کا اظہار وہ اس وقت ھینا کے گھر پرتہیں ایک گہراسانس لے کراس نے اپنی خوبصورت اسٹامکش بیوی پرنظریں جمانے کی کوشش کی جوسیاہ سلک کی کام والی ساڑھی کے ساتھ ایک بے حد مختصر بلا وُز پہنے ہوئے تھی۔وہ بیوٹی پارلرہے دلہن بنی بارات کے وہاں پہنچنے کے پندرہ منٹ بعد آ کئے تھی اوراس نے نسیم کو ہولا دیا تھا۔ شادی پرسیاہ لباس؟ کچھ دیر کے لیے تو وہ حواس باختہ انداز میں اپنی بیٹیوں اور شوہر کودیکھتی رہی کیونکہ شیراز اس وقت ان سے نظرین نہیں ملار ہاتھا پھراس نے کمرے میں موجودان دوسرےلوگوں کی دادو تحسین پرغور کیا جوشینا کی ساڑھی ،میک اپ اور ہیراسٹائل کوسراہ رہے تھے۔ ''شاید بڑے لوگوں کی بیٹیاں ای طرح دلہن بنتی ہیں۔'' تشیم نے ایک بار پھراپنے آپ کوتسلی دی اوراپنی بیٹیوں کوبھی جواس صدھے سے دو چارتھیں کہ بھابھی نے لہنگانہیں پہنا، دو پٹہ بھی نہیں لیا جس کو پکڑنے اور سنجالنے کے لیےوہ نتیوں بےحد تیار یوں کے ساتھ آئی تھیں۔ بھابھی کوتو اس وقت کسی کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہور ہی تھی۔شرم اور جھجک کی توانہیں خیر پہلے بھی کوئی تو قع نہیں تھی کیونکہ وہ شینا کومنگنی پر دیکھ چکے تھے مگر شینا کوتو لگتا تھا،کسی کی مد د کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ یے صدمہ بہت دیر تک چلتا،اگر سعیدنواز نکاح کے فور اُبعد شیراز کو گاڑی کی جا بی اوراس کی قیملی کوایک بڑے بیک میں زیورات کے ڈیے نہ تھا دیتا۔اس کی شاید بیکوشش تھی کہ وہ لوگ گھر جا کراہنے زیورات دیکھیں مگر بیناممکن تھا۔نسیم اوراس کی بیٹیوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے زیورات کے ڈ بے نکال کر کھول کھول کر انہیں دیکھنا شروع کر دیا اور ان ڈبول کو کھول کر دیکھتے ہوئے ان سب کے ہاتھ کا نپ رہے تھے۔ نیم نے کنگنوں کی جوڑی کو کا بہتے ہاتھوں سے نکال کران کا وزن کرنے کی کوشش کی تھی۔اس نے پوری زندگی میں بھی ایک ڈیڑھ تولہ سے زیادہ وزنی چیز نہیں پہنی تھی۔اس کے باوجودا سے یقین تھا، وہ دونوں کنگن 20 تولے ہے کم کےنہیں تھے۔20 تولے سونے کی مالیت؟نسیم نے وہیں بیٹھے بیٹھےانداز ہ لگا ناشروع کیا

میںمصروف تھی ۔صرف دولہا تھاجودلہن کی طرح اکیلالا وُنج کے ایک صوفے پر ببیٹا تبھی اپنے ماں باپ اور بہنوں کودیکیےر ہاتھااور بھی اپنی بیوی اور

پہلے شینا وہاں سے بتتی پھر باری باری وہ سب کھانے کی کوئی چیز لینے کا بہانہ کر کے کھسک جاتے اور پھرایک بار پھران لوگوں کا گروپ کمرے کے کسی

اورکونے میں اکٹھا ہو جاتا۔ایک بار پھران کے درمیان کسی ایثو پر بات ہونے لگتی اورشیراز ہونقوں کی طرح ان کے پاس سے ہٹ کرواپس صوفیہ پر

شیراز نے دو حیار باران کے پاس جا کر کھڑا ہونے کی کوشش کی مگر ہر باراس کے ان کے پاس جاتے ہی خاموثی حیصا جاتی پھرسب سے

اس کے اہل خانہ کو جولا وُنج کے ایک کونے میں کھڑے باتیں کررہے تھے۔

اوراندازے نے اس کے ہاتھوں کی کیکیا ہے کہ بڑھادیا۔ اسے اچا تک احساس ہونے لگا کہ اسے رات کو واپس گھر تک جانا ہے، اب اتن مالیت کے زیور کے ساتھ گھر تک جانا ، اس کا دل گھبرانے لگا تھا۔ بجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کنگنوں کو پہنے یا ڈ بے میں رکھ کر دوبارہ بیگ میں رکھ دے اور بیگ میں رکھ دے اور بیگ میں رکھ دے اور بیگ میں رکھنے کی صورت میں بیگ کس کو پکڑائے۔
میں رکھنے کی صورت میں بیگ کس کو پکڑائے۔
اس وقت اسے اپنا شوہر بھی قابل اعتبار نہیں لگ رہا تھا اور ساتھ آنے والی نوکر انی اور دونوں ڈرائیوروں کو دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ تینوں بیٹیاں بھی کیدم اسے غیر ذمہ دار کگئے گئی تھیں۔ واحد ذمہ داراور قابل بھروسا آ دمی اسے اس وقت شیراز ہی نظر آیا تھا۔ ڈ بے میں سے کنگن نکال کرڈ یہ بیگ میں رکھکروہ شراز کے باس آئی اور شراز کی ساری بچکے ہے۔ بھی اور شرمندگی کے باوجوداس نے شراز کے کوئے کی اندروالی

ہوتا تھا۔ میوں بیمیان بی بیک دم اسے عیر ذمہ دار کتنے تی ہیں۔واحد ذمہ داراور قابل جروسا ا دی اسے اس وقت سیراز ہی نظرا یا تھا۔ ذہبیں سے
کنگن نکال کرڈ بہ بیک میں رکھ کروہ شیراز کے پاس آئی اور شیراز کی ساری بچکچا ہٹ، جھجک اور شرمندگی کے باوجوداس نے شیراز کے کوٹ کی اندروالی
جیب میں کنگن رکھوا کر دم لیا۔

شیراز نے حتی المقدور کوشش کی تھی کہ بیہ ذات آ میز کام وہ اپنے سسرال والوں کی نظروں سے بچا کر کرے مگر وہ اس میں کس حد تک کامیاب ہوا تھا، وہ نہیں جان سکا۔ اس کی بہنیں زیور کے معاملے میں زیادہ جرائت مند نکلی تھیں۔انہوں نے اپنے اپنے جیولری سیٹ اسی وقت ڈبوں سے نکال کر پہن لیے تھے۔

اس کی بہیں زیور کےمعاملے میں زیادہ جرآت مند تکی تھیں۔انہوں نے اپنے اپنے جیولری سیٹ اسی وقت ڈبوں سے نکال کر پہن کیے تھے۔ تشیم نے تنیوں کے پاس آ کراس پر خفگی کا اظہار کیا تھا تگران میں ہے کوئی بھی اپناز یورا تار نے پر تیار نہیں تھی۔ تشیم کو بالآ خر ہار ماننی پڑی، ورنہ وہ ان تنیوں سیٹوں کو بھی شیراز کی جیبوں میں رکھوا کر دم لیتی لیکن اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ گھر جاتے ہی

نشیم کوکافی وزنی محسوس ہوئے تضاوراس نے اکبر کو ملنے والی انگوٹھی ہے پہلے ہی اپنے لیے ایک لاکٹ سیٹ بنوانے کا فیصلہ کرلیا تھا جبکہ اکبراپی انگوٹھی پہنے اس کو پچ کراس ہے اپنے نئے اور پرانے قرضے اتارنے کے منصوبے بنار ہاتھا۔

و مری طرف شیرازگاڑی کی جانی ہاتھ میں لیے بیہ طے کررہاتھا کہ اسے کل کس وقت ڈرائیونگ سیکھنے کے لیے پہلی بار پر بیش کرنے جانا تھااور ساتھ اسے چیک پرتحریر قم جاننے کا بھی تجسس ہورہاتھا جو سعیدنواز نے ایک بندلفانے میں اس کے حوالے کیا تھا۔وہ کم از کم اپنے اہل خانہ کی

طرح اتنا بے صبرا ثابت نہیں ہوا کہ وہیں وہ لفا فہ کھولنے کی کوشش کرتا۔ شینا کودلہن کے روپ میں سیاہ ساڑھی میں د کیھنے کا ابتدائی صدمہ جلد ہی اس چیک، چابی اور زیورات نے بھلا دیا تھا۔ شینا کسی کودلہن لگ رہی ہویانہیں گر'' پیاری'' ضرورلگ رہی تھی۔

کرتے کرتے وہ ملکان ہور بی تھیں ۔ هینا کوان کے زیورات میں کوئی دلچپی نہیں تھی ۔ وہ اس کے لباس سے پی نہیں کرتے تھے۔ اے ان کی لائی ہوئی دوسری چیزوں میں بھی دلچپی نہیں تھی ۔ان کالایا ہواسوٹ کیس بغیر کھولے واپس گاڑی کی ڈکی میں رکھوادیا گیا۔ نیم

کھانے کے فوراُ بعدر حصتی ہوگئ تھی۔ شینا کووہ اکلوتا سیٹ اور چھ چوڑیاں پہنانے کی حسرت نسیم کے دل ہی میں رہ گئی تھی جن کی حفاظت

کا خیال تھا، ھینا شادی کے بعدان چیزوں کواستعال کرے گی۔ بعد میں انہیں احساس ہوا، بیان کی خوش فہمی تھی، وہ ان کے''اسلامی'' ملبوسات کوکسی قیمت پر نہ پہنتی۔ قیمت پر نہ پہنتی۔ ھینا کوگاڑی میں میشر گؤتھی۔ البتہ اس نے درواز ویند کے لیے تیم یااس کی بیٹیوں کوکسی قشم کا تر دونہیں کرنا پڑا تھا۔ وہ خود بی اپنے اہل خانہ سے گلے۔ ملنے کے بعد گاڑی میں بیشر گؤتھی۔ البتہ اس نے درواز ویند کریہ ترہوں کرنز ہمیہ کوگاڑی میں بیٹھنے۔ سرو دکا جواس کی طرف سے گاڑی میں بیٹھنا جاو

ھینا لوکاڑی میں بیٹھ گئھی۔البنداس نے دروازہ بند کرتے ہوئے نزہت کوگاڑی میں بیٹھنے سے روکا جواس کی طرف سے گاڑی میں بیٹھنا چاہ ملنے کے بعد گاڑی میں بیٹھ گئھی۔البنداس نے دروازہ بند کرتے ہوئے نزہت کوگاڑی میں بیٹھنے سے روکا جواس کی طرف سے گاڑی میں بیٹھنا چاہ رہی تھی۔ دوسرے دروازے سے نیم پہلے ہی گاڑی میں بیٹھ پھی تھی اوراس کے ساتھ شیراز کی جھوٹی بہن بھی۔اب نزہت کے بیٹھنے کا مطلب میہوتا کہ ہینا ان متنوں کے درمیان سینڈوج بن جاتی۔

''آپ دوسری گاڑی میں بیٹھیں۔'' هینا نے بے حد دوٹوک انداز میں اس سے کہا اور دروازہ بند کرلیا۔ ڈرائیور کے برابر بیٹھے ہوئے شیراز نے فوراً گاڑی سے اتر کر پچھلی گاڑی میں نزہت کو بٹھایا۔

کچھاسی شم کاسین شیراز کے گھر پہنچ کر ہوا تھا، جب شینا کے گاڑی ہے اتر تے ہی اس کی نندوں اور ساس نے اسے باز و سے تھام کراندر لے جانے کی کوشش کی ۔اس نے بڑے آرام ہے اپنے باز وؤں ہے ان کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

> '' بیمیرا گھرہے، ہزار بارآ چکی ہوں یہاں۔ مجھے یہاں گائیڈنس کی ضرورت نہیں۔'' وہ بیکہ کر دولہا کواس کے'' اہل خانہ'' کے پاس چھوڑ کرا ندر چلی گئی تھی۔

'' ظاہر ہےامی! گھر تو دیکھا ہوگا اس نے۔اس کا جو ہے۔۔۔۔۔'' شیراز نے مسکرا کران سب سے کہا جو بے حد ہونق انداز میں اس کو دیکھ

'' ہاں ہاںکوئی بات نہیں۔'' چلوسب اندر چلو۔ شینا بیٹی ہے با تیں کرنی ہیں ابھی۔'' اکبرنے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے ماحول کوخوش گوار کیا۔اندر پہنچ کراس کا انداز ہٹھیک نکلا۔ شینا بیٹی کوواقعی ان سے باتیں کرنی تھیں۔

'' ماسٹر بیڈروم کس کے زیراستعال ہے؟'' وہ لا وَنج میں کھڑی انہیں لوگوں کی منتظرتھی مخاطب شیراز تھااور لہجہ کڑا۔ ماسٹر بیڈروم؟ وہ امی کے پاس ہے۔''شیراز پہلے ہکلا یا پھراس نے مسکرانے کی فاش غلطی کی۔

یوں. ''وہ……'' شیراز انکنے لگا۔ی ایس ایس میں دوسری پوزیشن حاصل کرنا آ سان تھا۔اپنے سے بہتر خاندان سے لائی ہوئی بیوی کے کسی

وہ سیراز اسے لگا۔ ہی ایس ایس میں دوسری پوریس طاعل سرنا اسمان تھا۔اپنے سے بہمر طائدان سے لای ہوئی بیوی نے سوال کا سیح جواب دینا بے حدمشکل ۔ مذکر میں دیمیں میں میں سے سیرین تاریخ میں نا سیریس سے سیری میں جاھوں سے سے میں میں پہتے ہے۔

یہ مشکل شینا نے آسان کردی ، وہ کچھ کے بغیر گراؤنڈ فلور کے اس دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی جوان کی مکنہ قیام گاہ ہو سکتی تھی۔ شیراز کی جیسے جان میں جان آئی تھی اور کچھا بیا ہی حال شیراز کے گھر والوں کا تھا ہینا کے وہاں سے جاتے ہی سب کے چبروں کی رنگت بحال ہوگئی تھی۔ شیراز باہر جا کرمٹھائی اور پچلوں کے ٹوکروں کے علاوہ ان دوسری چیزوں کورکھوانے لگا تھا جوسعید نواز کے گھر ہے آئی تھیں جبکہ نیم اپنی ّ بیٹیوںاورشو ہر کےساتھابان ملبوسات کو کھول کرد کیھنے میں مصروف تھیں جوان لوگوں کوسعیدنواز کے گھرسے ملے تھے۔انہیںا نداز ہنہیں تھا کہان کابیٹا پہلی بارھینا کےرویے سے متفکر ہواتھا مگر نی الحال وہ اس پریشانی کوئسی پرِ ظاہرنہیں کررہاتھا۔

 $\Leftrightarrow \Leftrightarrow \Leftrightarrow$

شادی کی رات کو هینا کے بیڈروم میں داخل ہونے سے پہلے شیراز نے ان تمام ڈائیلا گز اور وعدوں کی پریکٹس کی جواسے هینا سے کرنے تھے۔ هینا کا بے حدسر دمہری اور زُوڈ روید دیکھنے کے باوجودا سے یقین تھا کہ هینا کے دل میں اس کے لیے کوئی نہ کوئی نرم گوشہ ضرور ہوگا، ورنہ وہ کسی طرح اس سے شادی پر تیار نہ ہوتی۔ وہ سعیدنواز کی اکلوتی بیٹی تھی۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ سعیدنواز اس پرکوئی جبر کرتا۔

تواب اسے صرف اس نرم گوشہ کو تلاش اور اس کا استعال کرنا تھا۔ اس نے ان ساری باتوں کو بھی اپنے ذہن میں دہرایا تھا جووہ زین سے کیا کرتا تھا اور زینی اس پر جان دینے کے لیے تیار ہوجاتی تھی۔

ز بنب ضیاءاور هینا سعیدنواز میں کیا فرق تھا۔ بیاس رات اے اپنے بیڈروم کا درواز ہ کھولتے ہی سمجھ میں آگیا تھا۔

ھینا ایک جیز اور شرٹ میں ملبوس ایک بیل فون پر کسی سے ناراضی سے بات کرتے ہوئے کمرے کے چکرلگار ہی تھی۔اس نے شیرازکو اندرآتے دیکھا تھا مگر صرف دیکھا تھا،کسی تاثر کے بغیر۔ یوں جیسے کمرے میں کوئی آیا ہی نہ ہو۔

شیراز بالکل بے حس وحرکت کمرے کے وسط میں کھڑاا ہے اپنے سامنے ادھر ہے ادھر جاتے ہوئے دیکھیار ہا۔ ھینا نے زیادہ کمی بات نہیں کی۔ شایدوہ پہلے ہی اپنی بات کا اختیام کرنے والی تھی۔

فون بند کرتے ہی اس نے شیراز سے پوچھا۔

"میرافرنیچر، ماسٹر بیڈروم کے بجائے یہاں کیوں لگوایاتم نے؟"

''وہ ماسٹر بیڈروم میں امی اورا ہو ہیں۔وہ میں نے ان کودے دیا ہے۔''شیرا زنے اس بارقد رے متحکم کیجے گرپست آ واز میں کہا۔ ''وہ شادی میں شرکت کے لیے آئے ہیں ، انہیں ماسٹر بیڈروم کی کیا ضرورت تھی۔ صبح ملازموں سے کہہ کر کمرے کا سامان وہاں ۔ ''

نٹ کروا نا۔''

شینا کے اگلے جملے نے شیراز کے جیسے چودہ طبق روثن کردیے تھے۔

‹‹نهبیں.....وه....وه تومستقل شفٹ ہو گئے ہیں یہاں۔''اس کااعتاد چندسکینڈ زمیںاڑن حچوہوگیا۔

''---What کیا سمجھ کرشفٹ ہو گئے ہیں یہاں؟ میمرا گھرہے،میرے ماں باپ نے میرے رہنے کے لیے دیا ہے۔تمہارے ماں باپ کر ہنے کے لینہیں۔' ہینا نے تیز لہج میں کہا۔

''لیکن اب تووہ لوگ آ گئے ہیں یہاں۔''شیراز نے بے چارگی سے کہا۔

"تومیں کیا کروں، مجھے یو چھ کرتوان کو یہال نہیں لائے تم۔"

''گریس بڑوں کے ہونے سے برکت ہوتی ہے ہینا!''شیراز نے بے صدجذب کے عالم میں بے صداحقانہ بات کی۔ ''اگر مجھے برکت کی ضرورت ہوئی تو میں اپنے باپ کواپنے گھرلے آؤں گی۔'' ''گر''

''هینانے اس کی بات کائی۔

"I dont need your.

ifs and buts---

صبح بتاد وانہیں کہ شادی ختم ہوگئ،اب وہ جائیں۔'' ''لیکن وہ کہاں جائیں؟''

" كيون؟ گرنبين بكياان كا؟ ياسب كچه الله كرآئ موتم لوگ يهان؟ "هينا في اتن بدتميزي كساته كها-

"(تم مجھے گاڑی کی چالی دو)")Now give me the car key."

· 'تم کہاں جارہی ہو؟'' وہ گھر کارونا کی دم بھول گیا۔

'' بیسوال مجھ سے دوبارہ بھی مت کرنا۔میرے باپ نے مبھی مجھ سے بنہیں پوچھا تو تم کیا چیز ہو۔ جانی دو۔''

شیراز نے فق ہوتی ہوئی رنگت کے ساتھ جیب ہے گاڑی کی چابی نکال کراہے دے دی۔وہ ابھی کچھ دریر پہلے ہی اس گاڑی کے پاس میز ماک میں متر رہ میں سال دار میں نے پہنچیں

تصویر بنواکر آیا تھا جواس کے سسرال والوں نے دی تھی۔

هینا نے تقریباً چھینے والے انداز میں اس سے وہ جانی لی اور پھراس پرایک نظر ڈالے بغیر کمرے سے باہرنکل گئی۔

شیراز نے ایک گھنٹہ لا وَنَح میں شینا کے بگڑے تیوروں سے شادی کی اس رات کے بارے میں جوبھی متوقع برےاندازے لگائے تھے، ان میں بیانجام کہیں بھی نہیں تھا۔اسےانداز ہنہیں تھا۔

بيانجام نبيس تقاءبيآ غازتقابه

شیراز نے وہ ساری رات بیڈروم کی ایز ی چیئر پر لیٹے گز اردی تھی۔وہ اپنے دل اور د ماغ کو هینا کے اس رویے کے لیے ہرممکن تاویلیس دینے کی کوشش کرر ہاتھا۔ مگر پچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہاتھا اوراس سب سے بھی بڑھ کرمسئلہ اب بیتھا کہوہ اس وقت کہاں گئے تھی؟

بيمعمه بهت ديرتك معمة بيس ربابه

وہ فجر کے پچھ دیر بعد آگئ تھی اور باہر پور چ میں گاڑی کی آ واز سنتے ہی شیراز یک دم چاق وچو بند ہو گیا تھا۔وہ چند منٹوں میں اندر تھی اور اس کے چہرے پرایک نظر ڈالتے ہی شیراز کوانداز ہ ہو گیا تھا کہ اس کا موڈ اب رات جیساخراب نہیں تھا۔اس چیز نے اسے پچھ لی دی۔غصہ ہرانسان کو آتا ہے، ھینا کو بھی کسی بات پر آگیا ہوگا۔ورنہوہ شیراز نے قدرے پرسکون انداز میں سوچا۔ ۔ شینا آتے ہی واش روم میں گھس گئی تھی، چند منٹوں بعدوہ اپنا نائٹ ڈریس پہن کر باہر آئی۔ کھڑ کیوں کے باہراب سفیدی جھلک رہی تھی اوروہ سونے کی تیاری میں مصروف تھی۔

شیرازنے اس وقت ہمت کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔' دخمہیں بہت دریہوگئ؟''

هینانے ڈرینگ ٹیبل کی طرف جاتے جاتے اسے مؤکر دیکھا۔

« کیسی دریصرف صبح ہوئی ہے اور میں عام طور پر اسی وقت گھر آتی ہوں ۔ "

شیراز کادل چاہاتھا، بےاختیار پوچھے''کیوں؟''لیکن وہ رات کاسبق ابھی بھولانہیں تھا۔ا تناغنیمت تھا کہ وہ اسے بتار ہی تھی۔

مراره ورا چانان جا مير روي ميري و دراي و

ھینا اب اپنے بالوں میں برش کرتے ہوئے آئینے میں اپنے آپ کود کیھر ہی تھی۔شیراز کواس وفت وہ ڈائمنڈرنگ یاد آئی جووہ ھینا کودینا

''مین همهیں کچھودینا جاہتا تھا۔''

ھینا نے چونک کر پہلے آئیے میں سے اسے دیکھا پھر گردن موڑ کر۔ شیراز تب تک ڈییا میں سے انگونگی نکالے اس کے ہاتھ بڑھانے کا منظرتھا۔ گرھینا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے کے بجائے انگونگی لینے کے لیے ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا۔ شیراز نے قدرے تامل کرتے ہوئے انگونگی اس کی ہفتیل پر کھینک ہوئے انگونگی اس کی ہفتیل پر کھینک ہوئے انگونگی اس کی ہفتیل پر کھینک دی۔ انگونگی ساپ ہوتے ہوئے ایک میں کارپٹ پر گرپڑی۔ شیراز نے بے صد ہتک محسوس کی مگریے ہتک محسوس کر اوقت نہیں تھا۔ دی۔ انگونگی ساپ ہوتے ہوئے ہوئے اس کے پیروں میں کارپٹ پر گرپڑی۔ شیراز نے بے صد ہتک محسوس کی مگریے ہتک محسوس کر اوقت نہیں تھا۔

' ، حتمہیں پسندنہیں آئی ؟''اس نے پیتنہیں کیاسوچ کراس سے پوچھا۔

' د خہیں۔''ھینا نے بالوں میں برش چلاتے ہوئے کہا۔

'' ڈائمنڈرنگ تھی۔''شیراز نے ساتھاس کی قیمت بتانے سے زبردی خودکوروکا۔

'' میں صرفTiffany کے ڈائمنڈ زیہنتی ہول تم اپنی ماں یا بہنوں میں سے کسی کودے دینا۔' شینا نے اسی لا پر واانداز میں کہا۔

'' يتمهارے ليے شادي كاتحفہ تھا۔''شيراز نے اسے پچھ جمانا جاہا۔

''تحفه خوشی کے موقع پر دیاجا تاہے۔''

ھینا نے اپناہیر برش بھی انگوشی وا کے انداز میں نمیبل پر پھینکا اور بیڈی طرف چلی گئی ایکن اس سے جملے نے شیراز کی ساری جان نکال دی تھی۔ مینا نے اپناہیر برش بھی انگوشی والے انداز میں نمیبل پر پھینکا اور بیڈی طرف چلی گئی ایکن اس سے جملے نے شیراز کی ساری جان نکال دی تھی۔

" تم اس شادی سے خوش نہیں ہو؟" اس نے بیقینی سے شینا سے یو چھا۔

د د ښير د د ښير لاپ

''کیوں؟''شیرازاس بارخود کوسوال کرنے سے نہیں روک سکا۔

"اینے آپ کوآئینے میں دیکھوتمہیں پتا چل جائے گا کیوں اب مجھے سونے دو میں تمہاری بک بک سننے کے لیے تمہیں یہاں

www.urdunovelspdf.com "يَلْ الْكُنْ يَـ"

شینا نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا۔ وہ آئکھیں بند کر چکی تھی۔ شیراز کو یقین نہیں آیا کہ اس نے بیسب پچھاس سے کہا تھا..... چند لمعے شینا کو د کھے کراس نے بلٹ کرآئینے میں اینے آپ کودیکھا۔

اسے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جواہے کسی عورت کے لیے نا قابل قبول بناتی۔وہ مناسب خدوخال رکھتا تھااوران ہی خدوخال پرزینی مرتی تھی۔ اس نے بے حد گڑ بڑا کرچورنظروں سے آئینے سے بیڈ پرسوتی ہوئی شینا کودیکھا۔ بیزینی یہاں کہاں آگئ تھی یہاں اس کا کیا کام تھا۔ اس نے اسے اپنے ذہن سے جھٹکا۔

ابھی اسے شینا کے بارے میں سوچنا تھا۔ جس سے پچھلی رات کواس کا نکاح ہوا تھا۔ وہ ایک بار پھر جا کرایز ی چیئر پر بیٹھ گیا۔اس نے بیڈ پرسوئی ہوئی شینا کوایک بار پھردیکھا پھراپنے کمرےاوراس میں پڑی چیز وں کو، چندلھوں میں اس کا ڈپریشن غائب ہوگیا تھا۔

ٹھیک ہے۔وہ شینا کا دلنہیں جیت <mark>سکا تھا۔گرشادی کے جوئے میں اس نے بہت کچھ جیتا تھا۔ایک عورت کا دلنہیں تو نہ س</mark>ہی۔وہ پر سکون ہوگیا تھا۔بہرحال شینا کاشو ہرتو وہی تھا۔سعیدنواز کے داماد کے نام سے تو سوسائٹی اب اسے ہی پہچا ننے والی تھی۔

☆☆☆

شیراز گیارہ بارہ کے قریب سوکراٹھا تھا۔ ھینا تب بھی گہری نیند سورہی تھی۔ اٹھتے ہی ایک بارا سے رات اور شیح ھینا کے ساتھ ہونے والی تمام گفتگو یاد آئی اور پھر یک دم اسے اس ڈائمنڈ کی انگوٹھی کا خیال آیا۔ وہ بیڈ سے اٹھتے ہی سیدھا ڈرینگ ٹیبل کے پاس گیا اور کار پٹ پررنگ ڈھونڈ نے لگا۔ چند کھوں میں اس نے انگوٹھی تلاش کر لیتھی کار پٹ پر پڑی ہوئی اس انگوٹھی پر اس نے بڑی رقم خرج کی تھی اور اس کا خیال تھا ھینا کو وہ ضرور پسند آئے گئ آخروہ پچاس ہزار کی تھی۔ گراب اسے کار پٹ پر پڑا دیکھی کراسے رنج ہور ہاتھا کہ اس نے خوامخواہ پچاس ہزار ضائع کیے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ کوئی ستی کی انگوٹھی خرید لاتا۔ کیونکہ ھینا اس کا بھی یہی حشر کرتی۔

وہ اپنے بیڈروم سے جس وقت باہر آیا۔اس وقت اس نے اکبراور نیم کولا ؤنج میں بیٹھے دیکھ لیا تھا اور ماں باپ کے چہرے کے تاثر ات نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ یقیناً شینا کورات کو گھرسے جاتے اور قبح آتے دیکھے تھے،اسے پہلے ہی بین خدشہ تھا مگراس نے بظاہر بڑے نارمل سے انداز میں ملازم کو ناشتہ لگانے کے لیے کہا اوران دونوں کے پاس بیٹھ گیا۔

''هينا كہاں ہے بيٹا؟''نسيم نے بی گفتگوكا آغاز كيا۔

''وہ سور ہی ہے۔''شیرازنے لیجے کو بے حد نارمل رکھتے ہوئے کہا۔

''رات کووہ کہیں گئ تھی۔ پھر میں نے دیکھا ، جبح فجر کے بعد آئی ؟''نسیم نے کسی تمہید کے بغیر پوچھا۔

" الىو وانكل كى طبيعت كيح فراب تقى توانهوں نے اسے بلوا یا تھا۔ "شیراز نے جھوٹ بولا ۔

'' بھائی سعیدنواز کی؟ان کوکیا ہوا؟''شیم نے یک دم پریشان ہوکر یو چھا۔

'' کیچھنیں۔بسشاید هینا کی شادی کی وجہ سے کچھاداس تھے۔ذرابلڈ پریشر ہائی ہوگیا تھا۔''شیراز نے جھوٹ پر جھوٹ بولا۔ ''ادرتم نے بہوکوا کیلے بھیج دیا۔وہ بھی رات کے وقتتہہیں خودساتھ جانا چاہیے تھا۔ کیاسوچ رہے ہوں گے سعید بھائی۔''اکبر نے ں ڈانٹتے ہوئے کہا۔

'' میں آج جاؤں گا ،ابھی ناشتے کے بعد۔''شیراز نے انہیں تسلی دی۔

" بلکہ ہم دونوں کو بھی ساتھ لے جاناہم بھی ان کی طبیعت پو چھے لیں گے۔ " نشیم نے کہا۔

'' نہیں نہیں امی! اس کی ضرورت نہیں بلکہ آپ شینا ہے بھی ان کی بیاری کے بارے میں بات مت سیجئے گا.....وہ خوامخواہ پریشان

ہوگی۔''شیراز کو یک دم اپنے جھوٹ کے پکڑے ج<mark>انے کا اندیشہ لاحق ہوا۔</mark>

"الوبھلا،ابہم بہوسےاس کے باپ کی خیریت بھی نہ پوچھیں۔"انسیم نے باختیار برامانا۔

« نهیں امی! ابھی نہیں ۔ '' میں خود آپ کو آ کر سعیدانکل کا حال بتادوں گا۔ هینا کہدر ہی تھی وہ بالکل ٹھیک ہیں۔''

شیراز نے جلدی جلدی کہاا کبراور شیم نے ایک دوسرے کودیکھا پھرشیراز کو۔

''میراخیال ہےناشتہ لگ گیا ہے۔ میں ذراناشتہ کرلوں۔''شیراز نے بہتر سمجھا کہاس وقت وہاں ہےٹل جائے۔

4

''هینا بالکل بچی ہے،بعض دفعہاس طرح کی باتنیں کردیتی ہے۔تم خوامخواہ پریشان ہورہے ہو۔''

وہ کچھ دیریہلے ہی سعید نواز کے پاس آیا تھاا ورسعید نوازاس کی ساری با تیں س کر بڑےاطمینان ہے ہنس کر بولے تھے۔

''لکین انکل!اس نے مجھ سےخود کہاہے کہ وہ مجھے پسندنہیں کرتی۔''شیراز نے بے حد سجیدگی ہے انہیں بتایا۔

''وہ نہ بھی کرے، میں تو کرتا ہوں نا!''انہوں نے ای انداز میں کہا۔

"غصے کی تیز ہے اور کوئی بات نہیں۔"

''لیکن انگل!اس نے مجھ سے بیبھی کہا ہے کہ میں اپنے ماں باپ کو واپس بھیجوا دوں۔'' شیراز اب اس بات کی طرف آیا جواس کی پریشانی کی اصل وجڑھی۔

'' بیٹا! بیتو کوئی نامناسب مطالبہ ہیں۔ وہ گھر میں نے تم دونوں کورہنے کے لیے دیا ہے۔ شینا کو جوائنٹ فیملی سٹم میں رہنے کی عادت

نہیں۔وہ تو یہاں میرےساتھ رہتی تھی تو اوپر کا پورا پورش استعال کر ^تق تھی۔اب میری سمجھ میں آیا،اس کا موڈ کیوں آف ہوائیم جلدا زجُلدا پنے گھر مل کے دیسے جسم ''

کچھ دیر پہلے کی مسکراہٹ اوراطمینان اب سعیدنواز کے چہرے پرنہیں تھا۔ وہ بے حد شجیدہ تنھے اور شیراز کچھ مزیداپ سیٹ۔اس کا خیال

تھا۔ سعیدنوازاس کے ماں باپ کو وہیں رکھنے کے سلسلے میں اس کی حمایت کریں گے۔

''لیکن انکل! میں اتنی جلدی انہیں واپس شفٹ نہیں کرسکتا۔ابھی کچھ دن لگیں گے مجھے کرائے کا کوئی گھر تلاش کرنے میں۔''اس نے مقد میرکہ ا

'' کیوں،وہتمہارے پرانے گھر کوکیا ہوا؟''وہ چو نکے۔

'' وہہم نے کرائے پر دے دیا۔''اس نے جھوٹ بولا۔

'' تو خالی کروالو بلکه میں خالی کروا دیتا ہوں ۔''سعید نواز نے فورا کہا۔

''نہیں انگل! میں اب انہیں وہاں نہیں رکھنا چاہتا کیونکہ وہ گھر ذرا جھوٹا ہے۔'' شیراز نے فوراً کہا'' میں کوئی اور گھر کرائے پر لے کرانہیں میں :

وہاں رکھوں گا۔''

''لیکن بیکام جلد ہونا چاہیے۔ فی الحال تو میں هینا کو سمجھا دوں گا۔لیکن بیاس کا گھر ہے۔اگراہے وہاں پرائیولیی نہیں ملے گی تو وہ ری ایکٹ تو کرے گی۔''سعیدنوازنے بے حد شجید گی اور سر دم ہری ہے کہا۔ان کے انداز میں کسی تشم کا لحاظ یا گرم جوشی مفقود تھی۔

''جی!''شیراز نے بےحد پست آ واز میں کہا۔اس کی پریشانی اب شروع ہوئی تھی۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہاتھا کہ وہ گھر والوں ہے ہی س طرح کے گا کہ''انہیں اس گھرہے جانا ہے وہ انہیں ساتھ نہیں ر کھ سکتا۔''

☆☆☆

سعیدنواز کے پاس اس دن جانا شیراز کو بہت مہنگا پڑا تھا۔سعیدنواز نے شام کے وقت فون کر کے شینا ہے کچھ بات کی تھی اوراس کے دس منٹ بعد شینا غصے میں آگ بگولہ اپنے بیڈروم سے باہرنگل آئی تھی۔شیراز اوراس کے گھر والے اس وقت مٹھائی اور پھلوں کے ٹو کرے کھولے ان کے حصے بخرے کرنے میں مصروف تھے جوانہیں اپنے مختلف رشتے داروں کو بھجوانے تھے۔

"تم میرے باپ کے پاس جا کرمیری شکایت کرکے آئے ہو؟"

ھینا نے لا وُنج کے درمیان میں آ کرشیراز سے کہا جس کی ٹانگیں کا نمینا شروع ہوگئی تھیں۔ وہاں صرف اس کے ماں باپ اور چھوٹی بہنیں بی نہیں تھیں ،اس وقت دوملازم بھی تھے اور اس وقت اس کی شاوی کا دوسرادن تھا۔

' ' نہیں۔ میں نے کوئی شکایت نہیں کی' 'شیراز نے تھوڑا سا کھنکار کرحلق ہے آ واز نکالی۔

"جھوٹ مت بولو تمہارا خیال تھا کہ مجھے کچھ پتانہیں چلے گا۔"

ھینا نے پہلے سے بھی بلند آ واز میں کہا۔ دونوں ملازم خود ہی وہاں سے چلے گئے تھے۔ وہ شینا کے گھر کے ملازم تھے جان گئے تھے، اب گے کیا ہونے والاتھا۔

ا کبراورنسیم کےساتھ شیراز کی نتیوں بہنیں بھی منہ کھو لے بیٹھی تھیں ۔انہوں نے بھی سوچا بھی نہیں تھا کہان کا لائق فاکق سرکاری افسر بھائی یوں کسی کےسامنے منمنائے گااوروہ بھی کسی عورت کےسامنے انہوں نے تو ساری عمرشیراز کے نخرے اٹھائے تھے۔ ''میں'' وہ ہکلایا، شینا نے اسے بات کمل نہیں کرنے دی''تم سیجھتے ہو، میراباپ تمہاری بکواس س کرتمہارے ساتھ ہمدر دی کرے گا؟'' ''میں' شیراز نے کچھ کہنا جاہا۔ ''میں' شیراز نے کچھ کہنا جاہا۔

''شٹاپ ہتم میں ہمت تھی تو میرے سامنے کھڑے ہوکر بات کرتے۔ میرے باپ کے پاس کیوں بھاگے گئے؟'' ''میں''شیرازنے قدرے بے چارگی ہے اپنے اہل خانہ پرنظر ڈالتے ہوئے شینا ہے ایک بار پھر پچھے کہنے کی کوشش کی۔ ''خبر دار۔ آئندہ میرے باپ کے پاس گئے تم جو بات کرنا ہے۔ مجھ سے کروور ندا پنا مند بندر کھواورا بھی اوراسی وقت اس چڑیا گھر کو

میرے گھر سے نکالو۔ آئندہ میں شکل نہ دیکھوں ان میں سے کسی کی یہاں پر۔ بیمیرے باپ کا گھرہے۔ تمہارے باپ کا گھرنہیں ہے کہتم اپنا پورا

خاندان لے کرآ گئے ہو یہاں۔''

شیراز نے اس بارمنمنانے کی کوشش نہیں کی۔ هینا نے بھی مزید کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ پاؤں پٹختی ہوئی تیز قدموں سے لاؤنج سے واپس اپنے کمرے میں چلی گئے تھی۔

شیرازا پنے گھر والوں کے ساتھ کا ٹو تو بدن میں لہونہیں کہ مصداق لا وُ نج میں مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکروں کے درمیان کھڑا تھا اور ہرایک حد در مکن انتہا

اس کا چېره د مکيور با تفا۔ پت

وہ عورت اس کا انتخاب تھی۔ بیشا دی اس کا فیصلہ تھی اور بیہ بےعزتی اس کا مقدر۔ وہ اس سے بھاگ کر کہاں جاسکتا تھا۔لیکن اب مسئلہ بیہ تھا کہ وہ ان سب کو لے کر کہاں جاتا۔ عینا کے پاس جا کر بھیک ما تگئے یا منت کرنے میں اسے کوئی عار نہ ہوتا اگر اسے یقین ہوتا کہ ھینا اس کی بات مان جائے گی لیکن اس کے ساتھ شاوی کوصرف چوہیں گھنٹے گز رنے کے باوجود اسے یقین تھا کہ ھینا سے جاکر اس معاملے کے بارے میں بات کرنے کا مطلب مزید ہے عزتی تھی اور سعید نواز سے بات کرنے کا مطلب اپنے ماں باپ کے ساتھ خود بھی اس گھر کوالود اع کہنا تھا۔ وہ ایک ہی

حماقت دن میں دوبارنہیں کرسکتا تھا۔ ''آپلوگ اپناتھوڑا بہت سامان پیک کرلیں۔ میں آپ کے لیے کسی جگہ کا انتظام کر کے آتا ہوں۔'' شیراز نے سب سے نظریں

چراتے ہوئے کہا۔ ''لیکن بیٹا! بہوکوہم سے کیاشکایت ہوئی ہے؟''نٹیم نے آ نسو بھری آ تکھوں کے ساتھ پوچھا۔ کسی اور نے بیسوال نہیں پوچھا۔ شیراز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بیدوہ سوال تھا جس کا جواب فی الحال اس کے پاس بھی نہیں تھا شینا اس طرح کیوں کر دہی تھی؟ اور اسے

سیرار نے بون بواب بین دیا۔ بیدوہ سوال ها جواب فی افال اس نے پال میں بین هاسینا اس سرے بیوں سررہی فی اور اسے یہ یہی سب چھرکرنا تھا تواسے شیراز سے شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ ای بند اللہ فرم سیس سیاسی میں اس میں میں میں میں میں کا میں کا میں کا میں میں میں میں میں میں میں کا میں دیا گ

لیکن فی الحال شیراز کے پاس گھیاں سلجھانے کا وفت نہیں تھا۔مشائی اور پھلوں کے اس ڈھیر کو وہیں جھوڑ کر وہ سب لوگ افسر دگی اور رنجیدگی کے عالم میں اپناا پناسامان اٹھانے لگے۔شیراز نے ایک ہوٹل میں چنددن کے لیے بکنگ کروالی تھی۔فی الحال وہ یہی کرسکتا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں ان لوگوں کوچھوڑ کررات گیارہ ہبجے وہاں ہے واپس آتے ہوئے شیراز بے حدا فسر دہ تھااورا کبراور نیم دل گرفتہ۔ ً انہوں نے بھی خواب میں بھی پنہیں سوچا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کی دوسری رات بے گھر اور بے درگز اریں گے۔وہ پہلی رات تھی جوان یا نچوں نے ہوٹل کےاس کمرے میں جا گ کرگز اری تھی کچھ کھائے ہے بغیر۔اس رات ان یا نچوں کوزینی بہت یا د آئی تھی۔

'' وفتر والے کہدرہے ہیں،ابوکے پراویڈنٹ فنڈ میں زیادہ رقم نہیں ہے.....ابووقٹا فو قٹا قرضہ لیتے رہے ہیں.....اورپنشن جاری ہونے میں بھی در کگے گیاتنی جلدی پنشن نہیں ملے گی۔''

سلمان نے بے حد مایوی سے نفیسہ کو ہتایا۔وہ آج ضیاء کے دفتر ان کے واجبات کے حصول کے لیے گیا تھا۔

'' کتنی دیر؟'' نفیسہ نے بےصد بے چینی سے پوچھا۔ ضیاء کی وفات کو بیدوسرامہینہ ہونے والاتھااور جوجمع پونجی تھی وہ اب قریب انتخم تھی۔ " كوئى سفارش موئى تو جلدى ملنے لكے كى ورند كئى مہينے لگ سكتے ہيں - "

نفیسه کادل ڈو ہے لگا کی مہینے کا کیام طلب تھا۔وہ اچھی طرح سمجھ سکتی تھیں۔

اس گھر میں آمدنی کا واحد ذریعہ ضیا کی تنخوا تھی اوراب وہ نہیں تضے تو نفیسہ کی سمجھ میں نہیں آر ہاتھا، گھر کیسے چلے گا پہلے ضیاء کے جانے کاغم تھاجس نے انہیں بے حال کر دیا تھا۔اب بھوک کا خوف تھاجوانہیں اور ہوا کررہا تھا۔

تھر میں پہلے ہی بے شارسکاے اکٹھے ہو چکے تھے۔زہرہ،ضیاء کی وفات پراپنے بچوں سمیت آئی تھی اوراس کے بعد ہے واپس نہیں گئی تھی۔نعیم اورفہمیدہ نے اسے واپس لے جانے سے انکار کر دیا تھا۔فہمیدہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ کہیں قعیم کی بات طے کرچکی ہیں اوراب اس کی شادی کی تیاری کررہی ہیں۔وہ صرف بھائی کی بیک دم وفات کی وجہ سے زہرہ کوطلاق بھجوانے سے پچھ جھجک گئی تھیں ورنہوہ زہرہ کوطلاق بھجوانے کا ہی ارادہ رکھتی تھیں لیکن انہوں نے زہرہ کوصا ف طور پر بیہ بتادیا تھا کہ اگراس نے دوبارہ نعیم کے گھر آنے کی کوشش کی تو وہ اسے طلاق دلوا دیں گی نعیم

دو بیو باں رکھسکتا تھانہ ہی اس کے گھر میں دو بیو یوں کے لیے گنجائش تھی اور جس بیوی کووہ گھر میں رکھنا جا ہتا تھاوہ ابھی آنے والی تھی۔ نفیسہ نے ضیاء کی موت کے تم کے ساتھ زہرہ کی واپسی کو بھی زہر کے گھونٹ کی طرح پی لیا۔ جب مصیبت آتی ہے تو اکیلی نہیں آتی اس

کے ساتھا لک ہزارا یک مصبتیں ہوتی ہیں۔

ضیا کی وفات کے پچھدن بعد ہی رہید کی ساس آ کررہید کی مثلنی کا سامان واپس کر گئی تھیں۔انہوں نے مثلنی تو ڑنے کی ایک ہی وجہ دی تھی کے عمران رشتہ پر تیارنہیں تھا۔وہ کسی ماڈل کی بہن کو بیوی نہیں بناسکتا تھا۔

نفیسہ نے آنسو بھری آئکھوں سے مثلنی کا سامان دیکھتے ہوئے سوجاتھا کہ ضیاخوش قسمت تھے جنہوں نے اپنی بیٹیوں کواس طرح برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ورنہوہ کیا کرتے ۔ان پر کیا گزرتی ، جتنے صبر سے نفیسہ نے مثلنی کے ٹوٹنے کولیا تھا۔اتنے ہی صبر کے ساتھ رہیعہ نے بیدد کھ بر داشت کیا تھا۔اس نے ایک باربھی نفیسہ پراینے کسی انداز سے بینطا ہز ہیں کیا کہ اسے دکھ ہواتھا۔وہ ماں کی اذبیت میں اضافہ ہیں کرنا جا ہتی تھی ۔لیکن باپ کی موت یرزینی کے لیےاس کے دل میں جونفرت ہیدا ہوئی تھی ،وہ اپنی منگنی ٹوٹنے پراور گہری ہوگئی تھی۔

''آپفکرندکریںامی! میں کسی اسکول میں نوکری کرلوں گی۔' رہیعہ نے ماں کوٹسلی دی تھی۔ اس وقت وہ سارے ہی سلمان کے گردا کیٹھے ہوکر ہیٹھے تتھے یوں جیسے وہ گھر کا سربراہ تھا۔ ''میں بھی ایک دولوگوں سے کہدر ہا ہوں ۔کہیں نہ کہیں کوئی سیز مین کی نوکری تو مل ہی جائے گی۔''

سلمان نے بے چارگی ہے کہا۔اسے اندازہ تھا کہ اس طرح کے کام ہے گھر میں موجود سات افراد کے اخراجات نہیں اٹھائے جاسکتے تھے۔ نفیسہ نے ایک لفظ نہیں کہا۔ وہ صرف ان چھوٹے موٹے قرضوں کو ذہن میں دہرا رہی تھیں جوان کو محلے کے مختلف گھروں میں واپس

کرنے تھے۔

زندگی کیا چیز تھی؟ انہیں پہلی بار مجھ میں آنا شروع ہوئی تھی۔ نشک کیا چیز تھی؟ انہیں پہلی بار مجھ میں آنا شروع ہوئی تھی۔

"بى بى جى! بىلى دالے ميٹر كائے آئے ہيں۔" ملازم نے اسے اطلاع دى۔ وہ بے اختيار چونك كئ۔

''میٹر کا منے؟ کیوں؟''؛ www.urdunovelspdi ''بل نہیں دیااس لیے۔''

"توبل كيون نبيس ديا.....؟" وهمزيد حيران موئي _

''جی مجھے نہیں پا۔ آپ کو پتا ہوگا۔ آپ نے تو مجھے بل جمع کروانے کے لیے نہیں کہا۔'' زینی بیڈے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ان کوجا کر کہو، ہم کل جمع کروادیں گے۔وہ کل آ کر چیک کرلیں۔" ملازم خاموثی ہے باہر نکل گیا۔

اس وقت وہاں بیٹھےزین کو پہلی باراپنے گھر کا خیال آیا۔ کس طرح چل رہا ہوگا گھر؟ کون بل دےرہا ہوگا؟وہ بے چین ہونے لگی۔ ''اتنے دن ہوگئے اور میں نے بیرجاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ابو کے بعداب''

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئے۔وہ دراز سے رقم نکالنے گئی۔ دراز خالی تھی۔اس نے چیک بک ڈھونڈ نا شروع کی مگراہے چیک بک کہیں نظر نہیں آئی۔جس ذہنی حالت میں وہ تھی۔اس میں تواسے سامنے پڑی چیزیں نظر نہیں آ رہی تھیں اور بیتوا یک چھوٹی سی چیک بکتھی۔

وہ پوراا کی گھنٹہ چیک بک تلاش کرتی رہی اور پھر آخر چیک بک مل گئی۔اس نے ایک چیک کاٹ کرملازم کودیا۔''ڈرائیور سے کہو، یہ کیش

كروالائے۔'اس نے ساتھ ہدايات ديں۔

ملازم چیک لے کر گیااور چند ہی منٹوں میں واپس آ گیا۔

" ڈرائیور کہدر ہاہے، گاڑی میں پٹرول نہیں ہے۔"

وہ اس کی بات پر بےاختیار جھنجھلائی'' اس سے کہو،اینے پاس سے ڈلوالے، چیک کیش ہوجائے پھر میں اسے دے دوں گی۔''

''اورداشٰ بھی منگوانا ہے جی ۔۔۔۔۔ پکن میں سب پکھٹتم ہور ہاہے۔ میں نے اپنی جیب سے بھی پیسے ڈالے ہیں۔' ملازم نے اسے اطلاع دی۔ ''احچھاسٰ لیا ہے میں نے ۔'' وہ مزید جھنجھلائی اور دوبارہ اوند ھے منہ بستر پر گرگئی۔ ڈرائیور آ دھ گھنٹے میں bounced چیک کے ساتھ ایک بار پھر گھر پر موجو دتھا۔ اس کے اکا وُنٹ میں چندسورو پے تھے اور چیک کی

ڈرائیورا دھ تھئے میں bounced چیک لے ساتھ ایک بار چر کھر پر موجود تھا۔ اس کے اکاؤنٹ میں چندسورو پے تھے اور چیک ی مالیت ہزاروں میں تھی۔ زینی کوشاک لگا۔ اس نے اتنی رقم کہاں خرچ کی تھی؟ پھراسے یاد آیا کہ وہ پچھلے پچھ موسے سے صرف رقم خرچ کر رہی تھی۔ کمانہیں رہی تھی۔

گھر کا ایڈوانس، گاڑی کے لیے رقم اس نے فاران سے ادھار لی تھی مگر باقی اخراجات وہ خود بی کرر بی تھی اوراب اس کا ا کا وُنٹ امپر وہو

يكاتھا۔

اس نے دارڈ روب کھول کر بہت دنوں کے بعد وہاں سے اپنے لیے ایک سوٹ نکالا اور باتھ روم میں کھس گئے۔وہ بھیا تک لگ رہی تھی۔ آئینے میں خود پر پہلی نظر ڈالتے ہی اس نے اعتراف کیا۔ بہت دنوں کے بعد دہ آج پہلی بارکمل طور پر ہوش میں تھی۔الکھل یاا پنٹی ڈیپر بیننٹ کو استعمال کیے بغیر۔

اور جب وہ ہوش میں تھی تواسے احساس ہور ہاتھا'' ہے ہوش' رہنا کتنامشکل تھا۔ دنیاسے کنارہ کش ہونے کے لیے بھی روپیہ چاہیے تھا۔ وہ جس وقت فاران کے آفس پینچی ، وہ کسی ماڈل کی شوٹ کروار ہاتھا۔ وہ اس کے آفس میں بیٹے کرکی دنوں بعد پہلی بار کافی پینے گئی۔ فاران دو گھنٹے کے بعد آیا تھااور زینی پر پہلی نظر پڑتے ہی اس نے خدا کاشکرادا کیا۔وہ بالآخر باہر آگئی تھی۔

'' مجھے پیسے جاہئیں کچھ؟''اس نے فاران کودیکھتے ہی اعلان کرنے والےانداز میں کہا۔ فاران کو پتا چل گیاوہ کیوں آئی تھی۔

'' پیے لینے کے لیے کام کرنا پڑتا ہے۔ پری زاد۔'' فاران نے دانستہاس کا دوسرانا م لیا۔

'' کام کرتورہی ہوں میں۔''زینی نے اس کے طنز کونظرا نداز کرتے ہوئے کہا۔ فی الحال وہ فاران سے لڑنے کی متحمل نہیں تھی۔

"جسطرح كاكامتم كردى مواسسے بيبه كمايانبيں جاتا بيبه كنواياجا تاہے۔"

""تم پہلے مجھے لیکچردو کے یا پیسے؟" زین نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''تم پہلے اپی شکل آئینے میں دیکھواور دیکھوکہتم میری اتنے ماہ کی محنت کوئس طرح ڈبوآئی ہو۔''فاران نے اسے ملامت کی۔

'' و مکھآئی ہوں آئیند میں اور لعنت بھی بھیج آئی ہوں اپنے آپ پر ۔۔۔۔۔ کچھاور؟''زینی نے سردمہری سے کہا۔

''اگرتمہیں پیسےاس لیے جاہئیں کہ ایک بار پھرتم گھرے اس کمرے میں بیٹھ کرشراب میں ڈبوؤ تو زینی میں شہیں ایک پائی نہیں دوں گا۔''

" نے فکررہو، نکل آئی ہواس کمرے سے ہاہر۔اپنے گھر بھجوانے ہیں پینے 'زینی نے ایک بار پھراس کی بات کا ٹی۔

''میں چیک کاٹ کر دے رہا ہوں تمہیں ۔۔۔۔لیکن کل ہے آفس آنا ہے تمہیں۔ ابھی کچھ دن توشکل ٹھیک ہونے میں لگیں گے۔۔۔۔''

فاران نے چیک کا شتے ہوئے بربروانا جاری رکھا۔

www.urdunovelspdf.com

"ابناad دیکھاہے؟"اے یک دم جیے خیال آیا۔

"کون ساad?"زین نے چونک کراسے دیکھا۔

فاران کاول جا ہا ابناسر پید لے۔" کتنے ad کیے ہیں تم نے زین؟"

اس نے ناراضی سے چیک ٹیبل پراس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

'' دیکھاوں گی ۔ کوئی جلدی نہیں ہے مجھے۔'' زینی نے چیک پرایک نظر دوڑ ائی اوراٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"آج شام کو پارلرجانا ہے تہمیں۔ میں تمہاری بگنگ کروار ہاہوں۔ "فاران نے فون اٹھاتے ہوئے اپنی سیرٹری کو ہدایات دیں۔

'' چلی جاؤں گی۔''زینی نے میکا نکی ان<mark>داز میں کہااور کمرے سے باہرنکل گئی۔</mark>

''اس سے کہددینا،ہمیں اس کے پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ اپنا پیپیدا پنے پاس رکھے۔'' نفیسہ نے بے حد کمنی سے ڈرائیور سے کہا جس نے درواز ہ کھولنے برایک لفافدان کی طرف بڑھایا تھا۔

ڈرائیورنے مزید کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن نفیسہ نے دروازہ بند کر دیا۔

"کون تھاا می؟" زہرہ نے ڈرائیورکود کھے لیا تھا۔

''زینی نے پیے بھجوائے تھے۔ میں تو اس کے پیسے پرتھو کتا بھی پندنہیں کروں ، کیا مجھتی ہے وہ کہا پنے پیسے سے ہمیں خرید لے گی۔'' نفیسہ نے بے حد غصے کے عالم میں کہا۔

''ہم کیااتنے بے غیرت ہیں کہ اب اس کا پیسہ استعال کرنے لگیں ۔۔۔'' وہ کہتے ہوئے اندر چلی گئیں۔ زہرہ وہیں گھڑی رہی۔
گھر کی حالت روز بدروز اہتر ہورہی تھی۔اس کی ہڑی نجی کا اسکول چھوٹ گیا تھا کیونکہ نہ تو کوئی اسے اسکول لے جانے والا رہا تھا نہ بی
اس کی فیس کے لیے پیسے تھے۔سلمان نے تعلیم چھوڑ کر کہیں کا م ڈھونڈ نا شروع کر دیا تھا۔وہ کا م ڈھونڈ تا پھرضیاء کے دفتر واجبات کے حصول کے لیے
چکرلگا تا۔ رہید کو البتہ ایک اسکول میں جاب ل گئی تھی۔ گرتین سورو پے ما ہوار کی معمولی جاب گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے نا کافی تھی۔
چکرلگا تا۔ رہید کو البتہ ایک اسکول میں جاب ل گئی تھی۔ گرتین سورو پے ما ہوار کی معمولی جاب گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے نا کافی تھی۔
ایسے میں زینی کی طرف سے آنے والی رقم کم از کم زہرہ کو غیبی مدد کے متر ادف محسوس ہوئی تھی۔ لیکن وہ یہ بات گھر کے سی دوسرے فرد سے نہیں کہہ سمتی

☆☆☆

'' انہوں نے پیےنہیں لیے ۔'' ڈرائیورنے گاڑی میں بیٹھتے ہی پچھلی سیٹ پربیٹھی زینی کی طرف لفا فہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ بہت دیرجیب جاپ ڈرائیور کا چپرہ دیکھتی رہی پھراس نے شکست خوردہ انداز میں وہ لفا فہ پکڑلیا۔اس لفافے کا واپس آ جانااس کے

بورڈ پرکسی لڑکی کا ایک بے حد شناسا چېره دیکھا۔اس کی آئکھیں ،اس کا چېره ،اس کی مسکراہٹ اور پھرجیسے ایک دھا کا اس کے ذہن میں ہوا۔وہ اس کا ا پناچېره تھا۔ وہیad جس کا ذکر فاران کرر ہاتھا۔اس نے بےاختیاراس بل بورڈ سے نظریں ہٹا کیں ۔اسے نگاتھا جیسے وہ چېرہ اس کا **ندا**ق اڑار ہاتھا۔ یا جیسےاسے کچھ جتانے کی کوشش کررہاتھا۔ بل بورڈ گزرگیا۔گاڑی اسے پیھیے چھوڑ آئی تھی۔زینی دوبارہ کھڑ کی ہے باہرد کیھنے لگی۔ایک اوربل بورڈ قریب آرہا تھا۔اس نے ایک عجب ی پنی اینا ندراتر تے محسوں کی۔وہ یک دم' انسان' سے 'اشتہار' بن گئ تھی زین سگریٹ سلگانے لگیوہ فی الحال اور پچھنہیں کرسکتی تھی۔ فی الحال دولت سے خریدی جانے والی صرف یہی ایک چیز تھی جواس کے کام آرہی تھی۔

لیے کوئی شاکنبیں تھا پھر بھی زینی کوجیسے کوئی موہوم ہی آستھی کہ شایدوہ کسی طرح لفا فیدر کھلیں ۔ کوئی ضرورت کوئی مجبوری انہیں مجبور کردے۔

ڈ رائیورگاڑی چلار ہاتھااوروہ خالی ذہن کےساتھ گاڑی ہے باہر دیکھ رہی تھی اور تب پہلی باراس نے ایک بڑی سڑک پر سگے ہوئے بل

بهت دنوں بعدوہ ہوش وحواس میں اس رات جا گی تھی اور ساری رات جا گی تھی

وہ اب سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہا ہے پاس دائیں سیٹ پر پڑے ایک سفید لفافے کے اندر موجود نوٹوں کواپنے گھر

والوں کے لیے''رزق''بنانے کے لیےوہ کیا کرے

ایے بیڈروم کےصوفے پر بیٹھ کریانی کے ایک گلاس کو ہاتھ میں لیے وہ یانی کے اس گلاس میں جیسے اپنی زندگی دیکھتی رہی....اسے پچھتاوا نہیں تھازندگی میں وہاں چلے آنے کا جہاں وہ اس وفت تھی۔وہ ذلت کے رائے سے نہ گزر کر آتی تو پچھتاتی لیکن صرف ایک ثناک تھاجس سے وہ باہر

نہیں آیار ہی تھی۔وہ ضیاسے اس آخری ملا قات کی باتیں یاوکررہی تھی۔باپ کااس طرح بلک بلک کررونااس نے زندگی میں بھی نہیں و یکھا تھااوروہ جانتی تھی،باپاس کے لیےرور ہاتھااوراسےاس وقت باپ کوروتے دیکھ کر کچھ بھی محسوں نہیں ہواتھا۔کوئی دکھ،کوئی تکلیف،کوئی رنج نہیں۔ایک عجیب سی بے

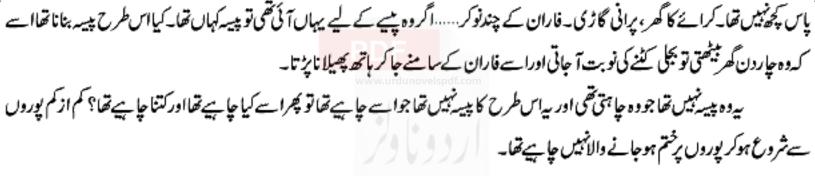
حسی تھی جس نے تب اس کے وجود کواپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔ بے حسی یا کوئی شکایت تھی جواس کے دل سے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اوراب جب ضیاء نہیں تتھے تواہے لگ رہاتھا جیسے بچھ تھا ہی نہیں۔ بچھ بھی نہیں۔اس کی زندگی سے شیراز چلا گیا تھا تو و نیااس کے لیے خالی ہوگئی تھی اور ضیاء چلے گئے تھے تو وہ خالی ہوگئی تھی۔

پہلے باہر پچھنیں تھا۔اب اندر بھی پچھنیں تھا۔

اس رات وہاں اپنے کمرے میں بیٹے کراس نے اپنی انگلی کی پوروں پراپنے خونی رشتوں کو گننا شروع کیا۔ آخر کون تھا جواب بھی اس کا

تها؟ كوئى ايك بهي نهين "مال، بهنين، بهائىاور؟

اس نے دوستوں کو گننا شروع کیا۔انگلیوں کی پوریں ایک بار پھرخالی رہیں۔ دنیا میں اب کوئی نہیں تھا جسے وہ اپنادوست کہ یمکتی۔رمشہ بھی نہیں۔اس نے محبت کونہیں گنا، وہ اس کی زندگی میں تھی ہی نہیں اور دولت؟اس نے اپنے اثاثے گننے کی کوشش کی۔ دولت کے نام پر بھی اس کے



تتمریز پاشااورانورحبیب نے ایک دوسرے کودیکھا،ان دونوں کی نظروں میں ستائش تھی۔اندر داخل ہوکرٹیبل کے دوسری طرف جیٹھنے والى الركى اسكرين برآ ديشن كى شي و كيصة موئ انبيس جتنى خوبصورت لكى تقى جقيقى زندگى ميس اس سے زياده خوبصورت تقى ــ

'' میں نے تو آپ کوپہلی باربل بورڈ پرد کیھتے ہی طے کرلیاتھا کہ پاشا پروڈ کشنز کی اگلی ہیروئن یہی ہوگی۔ کئی ہفتے لگے مجھے آپ کا کا عکیٹ نمبرحاصل كرے كے ليے اور پھرآ ڈيشن كے ليے بلوانے كے ليے۔''

زینی نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ اس کی ساری باتیں سی تھیں۔ تین دن پہلے انور حبیب نے اس کا آڈیشن لیا تھااور آج وہ وہاں بیٹھی تھی۔ "شوبزمین کس طرح آئیں؟"

تبریز پاشا نے اس سے بوچھا، وہ جاننا چاہتا تھا۔ بازارحسن کے کس گھرانے سے اس کاتعلق تھااورا گروہ لاہور سے نہیں تھی تو پھر کس علاقے کے بازارے آئی تھی۔ملتان؟ فیصل آباد؟ گوجرانوالہ؟ جھنگ؟

"اس چیز کا آپ کی فلم ہے کیا تعلق ہے؟ یہ کچھ غیر ضروری سوال نہیں ہے؟"

تبریز پاشانے اپنی پورے قلمی کیریر میں ایک قلم میں پہلی دفعہ کام کرنے کی خواہش مند ہیروئن ہے اس طرح کی بات نہیں تھی یا تو اسے پاشا پروڈ کشنز کا پیتہ نہیں تھایا تہریز پاشا کا۔ یہاں میز کے دوسری طرف بیٹھ کر ہیروئن بننے کی خواہش مندادا کارائیں پہلے یاشا پروڈ کشنز کے گن گاتیں پھرتبریز یاشا کے اور بیاس سے کہدر ہی تھی کہ وہ غیرضروری سوال کر رہا تھا۔انور حبیب اور تبریز یاشا کے درمیان پہلے نظروں کا تبادلہ ہوا پھر

مسکراہٹوں کا۔زینی نے دونوں چیزوں کونوٹس کیا مگروہ لا پروائی سے سگریٹ پیتی رہی۔ " وْ وْانْسَ آتَا الْهِ آ كِ كُو؟ "اس بارتبريز في سوال بدل ويا_

''زین نے کہا۔

'' گڈ۔'' تبریز نے اطمینان سے کہا۔اسے یقین تھا، وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ بیمکن نہیں تھا کہادا کاری کی خواہش مندلڑ کی کوڈانس کے بارے میں کچھ پیندندہولیکناس کے''حجوث'' سننے میں مزہ آ رہاتھا۔

'' ٹھیک ہے،کل کا نٹریکٹ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ آپ سائن کر کے بھیجے دیں۔''

تبریز پاشا نے چندسکینڈز میں طے کیا۔اس کا خیال تھا، وہ کم از کم اب احسان مندی کا اظہار کرے گی مگر ایسانہیں ہوا تھا۔زینی نے سگریٹ کے پیکٹ سے ایک اور سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

" كانٹريكٹ بھجوانے سے پہلے ضروري ہے كہم مالى معاملات كو طے كريں ."

آج تنبریز پاشااورانورحبیب کی زندگی کا'' نا قابل فراموش' دن تھا۔ پاکستانی فلم انڈسٹری میں پہلی بارکوئی لڑکی ان دو بڑے تاموں کے سامنے بیٹھ کرسائن کرلیے جانے پراحسان مندی کےاظہار کے بجائے مالی معاملات طے کرنے کی بات کررہی تھی یا تو وہ بےوقوف تھی یا انجان اور یا

بھرواقعی اس کاتعلق اس بازار کے کسی گھرانے سے نہیں تھا۔ور نہاہے پہۃ ہوتا کہاڑ کیاں یا شاپروڈ کشنز جیسےاداروں کی فلم میں کاسٹ ہونے کے لیے پیینهیں کیتی تھیں، پیےاور تخفے دیتی تھیں۔ ڈائر بکٹر کو بھی اور پروڈیوسر کو بھی اور بیربہت بعد میں ہوتا کہ بیادارے کسی ہیروئن کو پیے دینا شروع کرتے۔ بیلم انڈسٹری کا ان کہا قانون تھا۔ادا کارائمیں فلمز کے معاوضے سے امیرنہیں ہوتی تھیں ۔وہ فلمز سے حاصل ہونے والی شہرت کوسیاست دانوں، برنس مین اور دوسرے مردوں کوٹریپ کرنے کے لیے استعال کر کے امیر ہوتی تھیں۔

تمریز اورانورحبیب کو یک دم اس میں بے حدد کچیسی پیدا ہوگئی تھی۔

' دختہیں شاید پتانہیں ہے کہ پاشا پروڈ کشنز کی ہیروئن بننا ہی کسی *لڑ* کی کے لیے اعز از کی بات ہے۔''

تبریزنے بالآ خراس کے لیےتم کا صیغہ استعال کرنا شروع کر دیا۔ کسی ادا کارہ کے لیے آپ کا صیغہ استعال کرتے ہوئے اس کی زبان

" بیر پاشا پروڈ کشنز کے لیے اعز از کی بات ہے کہ پری زاوان کے لیے کام کررہی ہے۔ "زین نے اس انداز میں کہا۔ '' پری زاوکوفکم انڈسٹری میں کوئی نہیں جانتا۔''انور صبیب نے مداخلت کی۔

'' پہلی فلم ریلز ہوتے ہی پورا پاکستان جانے لگےگا۔'' زین کےانداز میں اس بارتھی تبدیلی ہیں آئی۔

'' چلوٹھیک ہے،ٹوکن منی دیں گے ہم تمہیں پچاس ہزار.....اور پچھلے پندرہ سالوں میں ہماراادارہ پہلی بارکسی نئی ہیروئن کواتنی ٹوکن منی وےگا۔'' تبریز یاشانے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔اے پری زاد پیند آئی تھی اوراس نے اس کے لیے فیورکرنے میں تامل نہیں کیا تھا۔

''اس صورت میں میرا خیال ہے کہ میں آپ کی فلم میں کا منہیں کرسکتی۔آپ ٹو کن منی کا اعزاز کسی دوسری لڑکی کو دیں۔آپ لوگوں سے مل کرخوشی ہوئی۔بائے۔''

اس نے سگریٹ کا پیکٹ ایک ہاتھ میں لیا۔ بیگ دوسرے ہاتھ میں اور چند کھوں میں اپنی کری سے اٹھ کر کمرے سے با ہرتھی۔ کمرے میں دوا فراد تھے مگر دونوں سکتے میں تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ کوئی لڑکی تبریز یا شااورا نورحبیب کے سامنے فلم سے انکار کر کے ان سے اجازت لیے بغیراٹھ کر چلی جائے گی مگر پری زاد جا چکی تھی۔وہ ٹو کن منی سمیت اس سال کی سب سے بڑی فلم ان کے منہ پر مارگئی تھی۔

فاران نے شو بزنیوز کاصفحہ کھولتے ہوئے جوس کا گلاس اٹھایا اور پھر گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹتے جھوٹتے بچا۔اس کے یاؤں کے پنچے سے جیسےاس وفت زمین نکل گئی تھی۔شو بز کے صفحات پرسب سے بڑی خبریا شاپر وڈ کشنز کی آنے والی فلم کی تقریب کے حوالے سے تھی اور پری زاو سفیرخان ،تبریز پاشااورانورحبیب کےساتھ پرلیس کانفرنس سےخطاب کررہی تھی۔

وہ ناشتہ چھوڑ کرآ گیا تھا۔اس کا دل چاہ رہا تھا، وہ جا کرپری زاد کا گلااپنے ہاتھوں سے گھونٹ دے۔اس فلم کوسائن کرنے کا مطلب

فاران کی ایڈورٹائز نگ ایجنسی کوڈ بودینا تھااوروہ ڈبورہی تھی۔

کوئی اور حالات ہوتے تو وہ اسے فون کرتا مگر اس وقت وہ اندھا دھندگاڑی چلا کر اس کے گھر پہنچا تھا۔ اسے یقین تھا، وہ اس وقت شوٹ کے لیے نگلنے کی تیاری کر رہی ہوگی اورا گروہ اس کے گھر نہ جاتا تو ان دونوں کی ملاقات آفس بیااسٹوڈ یو میں ہوتی۔ اس کا اندازہ ٹھیک تھا، وہ واقعی شوٹ کے لیے تیارتھی اور لا وُنج میں کسی سے پیل فون پر بات کر رہی تھی۔ جب فاران آندھی طوفان کی

طرح لاؤنج میں داخل ہوا۔ زینی کواس کی اس تسم کی آمد کی تو قع تھی گمراہے بیا ندازہ نہیں تھا کہ وہ اتن صبح اس کے گھر آن دھیکے گا۔اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ فون بند کر دیا۔

> ''تم کس طرح کرسکتی ہو بیمیر ہے ساتھ؟''فاران اسے دیکھتے ہی اس پردھاڑا تھا۔ ''کیا؟''زینی نے کمال بے نیازی سے پوچھا۔ ''فلم سائن کرلی ہے تم نے؟''وہ غرایا۔

> www.urdunovelspdf.com ''اوہ احجِعا۔۔۔۔۔اس کی بات کررہے ہو۔۔۔۔۔ہاں۔''اس نے بے حداظمینان سے فون اپنے بیک میں رکھا۔

''تم جانتی ہو، پانچ سال تک تم نسی اور کے ساتھ کوئی پر وجیکٹ نہیں کر سکتیں۔کوئی فلم ،کوئی ٹی وی سیریل نہیں۔کانٹریکٹ میں ہے بیسب کچھ۔''زین صوفہ پر بیٹھ گئی۔

''اورایک سال تک تو تم اس ملٹی نیشتل کمپنی کےعلاوہ کسی دوسرے کے لیے کوئی پروجیکٹ نہیں کر سکتیں اور تم سائن کررہی ہوفلم۔وہ تمہارا کانٹریکٹ ختم کریں گےاور تمہارے ساتھ ساتھ میرابھی۔''وہ ای طرح چلایا۔

"اور میں یہی جا ہتی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ مزید کا منہیں کرسکتی۔"

اس کا اندازا تناسرسری تھاجیسے وہ اسے بتار ہی ہو کہ وہ اس کے ساتھ جائے نہیں پی سکتی۔فاران کواپنے کا نوں پریفین نہیں آیا۔ یہ وہ لڑکی تھی جس پراس نے عنایات کی بھر مارکر دی تھی جسے اس نے چندم ہینوں میں پاکستان کی ٹاپ ماڈلز کے برابرلا کھڑا کیا تھا اور وہ احسان فراموثی کی ساری صدیں تو ڈر ہی تھی۔

''نتہیں اگرمعاوضے کے سلسلے میں کوئی شکایات ہیں تو''اس نے فوری طور پراپنے کیجے اور الفاظ میں تبدیلی کی۔زین نے اس تیز رفتاری کے ساتھ اس کے بات کاٹ دی۔

" " نہیں، میں نے کہانا۔ میں تمہارے ساتھ کا منہیں کرنا جا ہتی اور نہیں کرنا جا ہتی تو نہیں کرنا جا ہتی۔''

"تم كانتريك تورنبيس سكتيل "فاران في اسے دهمكايا ـ

''ورنهٔتم کیا کروگے؟''

'' میں تہہیں کورٹ میں لے جاؤں گا۔ کوئی دوسری ما ڈلنگ ایجنسی تہہیں سائن نہیں کرے گی میمہیں کا منہیں دے گی۔''

'' پھرٹھیک ہے،تم مجھے کورٹ میں لے جاؤ۔ باتی معاملات ہم وہیں طے کرلیں گےاور جہاں تک ماڈ لنگ ایجنسی کے نہ ملنے کاتعلق ہے تو میں نے سوچا ہے۔ میں اب ایکٹرلیں بنوں گی کیونکہ میرا خیال ہے، مجھ میں ایکٹنگ کا بہت زیادہ ٹیلنٹ ہے۔تمہارا کیا خیال ہے؟'' وہ اب ایک سگریٹ سلگار بی تھی اورایک سلگادینے والی سکراہٹ ہونٹوں پرسجائے ہوئے تھی۔ '' تم احسان فراموش ہوں۔ برحداحسان فراموش'' اس۔ نردانیت مستر ہوں کیکا۔

"تم احسان فراموش ہو، بے حداحسان فراموش ۔"اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"شوہز میں احسان نہیں ہوتا ، کام ہوتا ہے۔ پہلے مجھے تم سے تھا، اب نہیں ہے۔"

" تم سب ما ڈلز کی ایک ہی ذات ہوتی ہے۔ بدذات '' فاران خود پر قابونہیں رکھ پایا تھا۔

''اگریدtip of the day ہے تو میں اسے یا در کھوں گی اور اگریتمہاری زندگی کی فلاسفی ہے تو میں اس کے لیے تہہیں داودیتی ہوں کین اس فلاسفی میں صرف معمولی ترمیم کی ضرورت ہے۔ ماڈلز کے ساتھ تہہیں ایڈورٹائز نگ ایجنسیز کے مالکان کا نام بھی لینا چاہیئے۔اس سے تمہاری فلاسفی'' ذاتی تجربہ''نہیں لگے گی۔''وہ اپنا بیگ اٹھا کراب وہاں سے جارہی تھی۔

اس نے کہاتھا، وہ اسے بہت رلائے گی۔وہ اپنے پہلے وعدے پرحرف بہحرف پوری اتری تھی۔

ہند ہند ہند

تیریز پاشانے زین کے اپنے آفس سے نکلنے کے چند سکینڈ ز کے بعد ہی اس کے پیچھے اپنا چپرای دوڑا دیا تھا۔ وہ جب دوسری بار کمرے میں داخل ہوئی تو کمرے کا ماحول تبدیل ہو چکا تھا۔ تیریز پاشااورانور صبیب اب مسکرار ہے تھے۔ان کے انداز میں پہلے والی رعونت نہیں تھی۔وہ فلمی لڑکی نہیں تھی ،وہ اسے قلمی ہتھکنڈوں سے قابونہیں کر سکتے تھے۔ بیانہیں اندازہ ہوگیا تھا۔

''تم كتنامعاوضه جائتي هو؟''تبريز پاشانے اس كے بيٹھتے ہى پوچھا۔

'' پانچ لا کھ۔'' زینی نے بے حد شجیدگی ہے کہا۔ تبریز پاشانے پہلے قبقہہ لگایااور پھروہ ہنستاہی گیا۔انور حبیب البتہ مسکرا تارہا۔ ''تہ ہیں پتا ہےانڈسٹری کی سب سے ٹاپ ایکٹرلیں شمسہ اس وقت کتنا معاوضہ لے رہی ہے۔ تین لا کھروپے اور اس تین لا کھروپ کے پیچھے تیرہ سالوں کی محنت ہے۔'' تبریز پاشانے بے حدمحظوظ ہوتے ہوئے جیسے اسے بتایا۔

''میں کسی محنت کامعاوضہ نہیں مانگ رہی ، میں تواس بدنا می کی قیمت کو پچھ قابل قبول بنانا جا ہتی ہوں جوایک فلمی ادا کارہ کالیبل مجھے دےگا۔'' اس کے جملے نے تیمریز پاشااورانو رحبیب کے چہرے سے مسکراہٹوں کو غائب کر دیا تھا۔ پری زادواقعی عجیب تھی۔انہوں نے اس طرح کی بے دھڑک اور بےلحاظ باتیں کرنے والی کہاں دیکھی تھی۔

اس لیبل سے تم صرف بدنا می نہیں کماؤگی ، کروڑول رو پیہ بھی بناؤگی۔' اس بارتبریز پاشانے بھی کسی لحاظ کے بغیر کہا۔ ''اس لیے آپ سے صرف پانچ لاکھ مانگ رہی ہول، پانچ کروڑ نہیں۔' اس بارانور حبیب نے قبقہدلگایا تھااور تبریز پاشا صرف میبل کے دوسری طرف بیٹھی ہوئی لڑکی ان دونوں کو بیک وقت اچھی گئی تھی۔ وہ ان عورتوں سے ملتے رہتے تھے جومیک اپ کے تمام لواز مات سے خود کو آ راستہ کیے مصنوعی بلکوں اور کا جل اور آئی لائنز کی کلیمروں کے ساتھ مردوں کے دلوں میں اترنے کی کوشش کرتی تھیں جو زبان میں کسی'' امیر مرد'' کے لیے''شیریٹی'' کے علاوہ اور پچھنیں رکھتی تھیں اوروہ مرداگر پروڈیوسریا ڈائز کیٹڑ ہوتا تو اس شیرین کی مقدار میں اوراضا فہ ہوجاتا تھا۔

اورسامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کے لیچے میں''مٹھاس'' کے علاوہ سب پچھ تھا اور مٹھاس کیوں نہیں تھی؟ غرور کی وجہ سے یا بے نیازی کی وجہ سے؟ بیدوہ سوال تھا جس کے جواب کو جاننے میں تہریز یا شااورا نور حبیب کودلچپی پیدا ہور ہی تھی۔

" ٹھیک ہے، یانچ لا کھ ہی دیں گے ہم تہ ہیں۔اور پچھ؟" تبریز یاشانے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں اور پھینیں۔'' تبریز پاشا کا اگریہ خیال تھا کہ وہ اور پچھ کا سنتے ہی پچھا ورفر مائشیں بھی کرے گی تو ایک بار پھریہ خیال غلط ثابت ہوا

تھا۔وہ ہیروئنز کے مند بھاڑ کرفر مائشیں کرنے اورانہیں بوری کرنے کاعادی تھا۔

سامنے بیٹھی ہوئی لڑی اس بازار سے نہیں تھی۔ انہیں یقین آگیا اور ساتھ ہی تشویش ہوئی تھی۔ اگراسے واقعی ڈانس نہیں آتا تھا تو یہ ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ صرف اس کے لیے نہیں کسی بھی پروڈیوسر کے لیے۔ جو کلاس پاکستان میں سینما جاتی ہے، وہ صرف ہیروئن کو ناچتا و کیھنے کے لیے جاتی ہے۔ اس کی خوبصورتی ، اس کا اجتم ، اس کی اسکیٹ سب ٹانوی حیثیت رکھتی تھیں اور پری زاد نے بتا دیا تھا اسے ڈانس نہیں آتا تھا۔ جس کا مطلب فلم انڈسٹری کی زبان میں تھا کہ ہیروئن' گنگڑی'' ہے۔

تیمریز پاشانے اس خدشے کا اظہار پری زاد ہے نہیں کیا۔اس کے جانے کے بعدانور حبیب سے کیا جس نے بڑی لا پروائی کے ساتھ کہا۔ ''اس نے کہا ہے،وہ سیکھ لے گی تو مجھے یفین ہےوہ سیکھ لے گی۔جوتیم ریز پاشا جیسے آ دمی سے پانچ لا کھ لے سکتی ہے۔وہ ڈانس بھی سیکھ سکتے سکتی ہے۔وہ تو بہرحال آسان کام ہے۔'' تیمریز پاشااس کی بات پر ہنس پڑا تھا۔

انورحبیب نے دوسرے دن ہے ہی فلم انڈسٹری کے ایک نامور ڈانس ڈائر بکٹرکو پری زاد کے گھر ڈانس سکھانے پر ہامورکر دیا تھا۔اگر چہ اس نے تیمریز پاشا کی بات کواس وقت لا پروائی سے نظرانداز کر دیا تھا۔مگروہ جانتا تھا تیمریز کا اندیشہ بالکل ٹھیک تھا۔مسئلہ صرف ڈانس کانہیں تھا۔اس ڈانس کا تھا جس پرسینماہال میں بیٹھے مردنا چتے۔اور پری زاداس بازار سے ہوتی تو وہ مردوں کی نبض کو جانتی ۔اب بازار سے نہیں تھی تواس کوسب بچھ سکھانا پڑنا تھا۔

' انورحبیب کواس وقت احساس ہونے لگاتھا، وہ سب پری زاد کواس سال کی سب سے مبتگی فلم میں کاسٹ کر کےاپی زندگی کاسب سے بڑا رسک لے چکے تھے۔

زین کا اگریہ خیال تھا کہ فاران سے جان چیٹرانا آ سان تھا تو یہ خیال اگلے چنددن میں ہی غلط ثابت ہو گیا تھا۔ اسے ایک کے بعد ایک لیگل نوٹس آ ناشروع ہو گئے تھے۔

اوراس کے بعد فاران نے آخری حربہاستعال کیا تھا۔اخبار میں اس کے بارے میں خبریں لگنا شروع ہوگئی تھیں۔ پری زاد کے لالچ کے بارے میں،اس کی ہےا بمانی کے بارے میں،اس کے فریب کے بارے میں اخباروں میں آنے لگا کہ فاران نے کس طرح ایک لوئر ڈرل کلاس لڑ کی کوایک ٹاپ ماڈل بنایا۔اس کا کیرئیر بنانے کے لیے کس طرح اپنے دن رات ایک کر دیئے اور پری زاد چار پیسے زیادہ ملنے کی وجہ ہے کس طرح اسے چھوڑ کریا شاہروڈ کشنز کی فلم کرنے لگی۔

> شروع میں بیسب پچھ' نامعلوم ذرائع'' کی''اطلاعات''ہوتیں اورزینی تلخ مسکراہٹ کےساتھان''حقائق'' کو پڑھتی۔ پھرفاران بالآ خر پردے کے پیچھے ہے نکل کر تھلم کھلا سامنے آ گیا تھا۔

اس نے ایک پریس کانفرنس منعقد کر کے پری زاد کی' دکمینگی، لا کچ ،خودغرضی ،گھٹیا پن ،کم ظرفی ،اوراحسان فراموثی' کے بارے میں تفصیلات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اس برحتی المقدورر کیک الزامات لگائے۔اس کی شراب نوشی کی تفصیلات دیں۔اسے منشیات کا عادی قرار دیا۔ بہت سے مردوں کے ساتھ اس کے تعلقات کے حوالے ہے اس پر الزامات لگائے ، یہاں تک کہاس پر شوٹ کے دوران اپنی رقم اور شوٹ کے لیے استعال ہونے والی جیواری کی چوری تک کے الزامات لگائے۔

زین نے اگلے دن اخبارات میں اس پریس کانفرس کی تفصیلات کو بے حد دلچسی سے پڑھا۔اسے کسی ایک بات،ایک جھوٹ،ایک الزام يرغصه نبيسآ ياتفابه

وہ شیراز نہیں تھاجس کی زبان سے نکلنے والےلفظ اسے مار دیتے۔وہ اس کے لیے'' کوئی آ دمی'' تھااسے دلچیپی نہیں تھی ،اس آ دمی کے منہ سے نکلنے والے الزامات س کراور پڑھ کرد نیاا سے کیا مجھتی تھی۔

گراس پریس کانفرنس کی تفصیلات پڑھنے کے کچھ در بعد ہی تہریز یا شانے اسے فون کیا تھا۔ وہ پچھلے کچھ دن میں اخبار میں آنے والے اسکینڈل کے بارے میں تمام خبریں پڑھ رہاتھااوروہ پری زاد کےشوبز میں المیج کےحوالے سے بہت زیادہ تحفظات رکھتاتھا۔اس لیےوہ پری زاد سے اس سارے مسکے کے بارے میں جاننا جا ہتا تھا۔

اس نے پندرہ منٹ زین کی بات سنی اس کے بعداس ہے کہا کہ وہ اس کے لیے فوری طور پرگھر کا انتظام کرر ہاہے وہ فاران کا دلوایا ہوا گھر

اس نے زینی کو دہ سارے لیگل نوٹس بھی ڈرائیور کے ہاتھ اسے بھجوا دینے کے بارے میں کہاتھا، جو فاران نے اسے بھجوائے تھے۔

۔ شام کوزینی ڈیفنس کےعلاقے میں ہی ایک نے بنگلے میں منتقل ہو چکی تھی اور وہ اب بے حدریلیکس ہوگئی تھی۔تیمریز پاشا فوری طور پراس کے لیے فرشتہ بن کرآیا تھا۔

اگلی ضبح کے اخبار میں اس کے اسکینڈل کے بارے میں کوئی خبرنہیں تھی۔ یہ زین کے لیے نا قابل یقین بات تھی۔ وہ اگلے دو تین دن اخباروں کا ڈھیر لے کربیٹی رہی۔ کسی اخبار میں اس کے حوالے سے کوئی منفی خبرنہیں تھی۔ یہ مکن نہیں تھا کہ تیر یز پاشاا پی فلم کی ہیروئن کوفلم آنے سے پہلے ہی جاہ ہونے دیتا۔ اسے صرف چند ڈوریاں ہلا نا پڑی تھیں۔ اورا خباروں نے فاران کی با تیں شائع کرنا بند کردی تھیں۔ فاران یک دم جیسے کہیں عائب ہوگیا تھا۔ تیریز پاشانے اس مسئلے کو کیسے مل کیا یا فاران کے ساتھ کیا احساس کی ، زینی اس بارے میں پھنیس جانتی تھی۔ لیکن یہ ضروری ہوا تھا کہ اب پہلے کی طرح اس کو جو Crank calls آنے گئی تھیں ، ان کا سلسلہ یک دم بند ہوگیا تھا اور فاران نے اس سے دوبارہ بھی را لیطے کی کوشش نہیں گی۔

وہ سٹرھی کے دوسرے ڈنڈے پر چڑھ آئی تھی اور فاران نام کا باب اس کی زندگی ہے نکل گیا تھا۔

ជជជ

''انہوں نے مجھے سے صاف صاف کہددیاا می کہ انہوں نے مجھے نہیں رکھنا ، مجھے طلاق چاہیے تو وہ مجھے بھواسکتے ہیں یا پھر میں ان کے نام پر بیٹھی رہوں ،کیکن دوبارہ اپنے گھرلے کرنہیں جائیں گےوہ۔''

زہرہ نے سکتے ہوئے نفیسہ اور رہیعہ کو ہتایا تھا۔وہ آج اپنی چھوٹی بیٹی کو لے کرنعیم کی دوکان پڑٹی تھی۔ گرنعیم نے ہرطرح کا لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے گالیوں کے ساتھ اس کی بے عزتی کی۔

''تم اس ہے کہتیں کہ وہ تمہارانہ ہی ، بچوں کا ہی کچھ خرچ اٹھالے۔'' نفیسہ نے بیٹی کوروتے و مکھ کررنجیدگی ہے کہا۔

''امی!وہ کچھنہیں دیں گے مجھے،وہ مجھےد مکھ کراتنا آ گ بگولہ ہور ہے تھے تو پیسے مانگنے پرتو۔۔۔۔۔''زہرہ بات ادھوری چھوڑ کررونے لگی۔

"میری بچیوں کا توکسی کوبھی خیال نہیں ہے۔ ندان کے باپ کو، ندآ پ کو۔" زہرہ نے مال سے گلہ کیا۔

"میں نے کیا کیا زہرہ؟" نفیسہ کو جیسے د کھ ہوا۔

''زنی بار بار پسیے بھیجے رہی ہے۔اورآ پ بار باراس کے پیسے واپس کردیتی ہیں۔ کتنے مسئلے ل کر سکتے ہیں وہ پیسے ہمارے۔''زہرہ نے من مل کی اور کا کہ کا دورا کی اور کا کہ اور کا کہ مناطقات کی مسئلے میں کا کہ کا دورا کی کا دورا کی کا دورا کی ک

بالآخرآج اپنے دل کی بات کہددی۔

''اس کا نام مت لیس آبا!اس کے ای پیے کی وجہ سے ابو کی جان گئی اور آپ چاہتی ہیں کداب ہم وہی پیسہ استعال کرنے لگیں۔''رہیمہ نے تڑپ کرنفیسہ کے کچھ کہنے سے پہلے زہرہ سے کہاتھا۔

''جوہونا تھاوہ ہو گیا۔ کتنی دیریبی سب کچھ لے کربیٹھی رہو گی تم۔ آخر بہن ہےوہ ہماری۔ ہماری مدد کرنا چاہتی ہے۔'' ''جوہونا تھاوہ ہو گیا۔ کتنی دیریبی سب کچھ لے کربیٹھی رہو گی تم۔ آخر بہن ہےوہ ہماری۔ ہماری مدد کرنا چاہتی ہے۔''

www.urdunovelspdf.com

زہرہ نے رہید کی بات کاٹ کر کہا۔

زہرہ نے ایک بار پھرای طرح سسکتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

''جھوڑ دویے حرام حلال کی تکرار۔۔۔۔ پیسے صرف پیسے ہوتا ہے۔کوئی حرام حلال نہیں ہوتا۔ آج ہمارے پاس پیسے ہوتے تو بھرے بازار میں نعیم میری بے عزتی کرتے؟ ٹھیک کیاز پی نے جو کیا۔ بیش تو کررہی ہے نا۔ آرام سے گھر میں تو بیٹھی ہے نا۔ ہماری طرح چندرو پوں کے لیے دھکے کھاتی تو نہیں پھررہی۔''

ز ہرہ روتے ہوئے اٹھ کراندر کمرے میں چلی گئی تھی۔رہیداورنفیسہ جیےسا کت وصامت صحن میں بیٹھی رہیں۔

زہرہ میں آنے والی تبدیلی اچا تک نہیں تھی۔وہ پچھلے چند دنوں سے بار بارزینی کا ذکر چھیٹرتی تھی کین ان دونوں کو بیا ندازہ نہیں تھا کہ دہ

اتنے کھلےفظوں میں زینی کی حمایت کرے گی۔

گھر کی حالت واقعی خراب تھی۔ بجلی کٹ چکی تھی۔انہوں نے ہمسائے کے گھر سے ایک تاریے کر بلب لگایا ہوا تھا۔ محلے کے وہ گھر اب آ ہستہ آ ہستہ ان چھوٹی بڑی رقموں کا تقاضا کرنے لگے تھے۔ جوضیا کی تدفین اور تدفین کے بعد مختلف اخراجات کے سلسلے میں نفیسہ نے لوگوں سے لی

تھیں۔گھر کی بہت ی چھوٹی بڑی چیزیں۔اب تک بک چکی تھیں۔ضیا کیا گئے تھے۔اس گھر کے رزق ہے برکت جلی گئے تھی۔

سلمان ایک دوکان پرلیز مینی کرر ہاتھا۔زہرہ چھوٹی موٹی سلائی کرنے لگی تھی اور رہیےہاسکول میں پڑھانے کے بعد گھر میں ٹیوشنز بھی پڑھاتی۔اس کے باوجودان کی گزربسر بے حد تنگ دی کی حالت میں ہور ہی تھی۔ضیاء کی پنشن کے لیے چکر لگاتے لگاتے سلمان نے تھک ہار کر دہاں جانا حجوز دیا تھا۔

وہ نہ تو ٹرانسپورٹ کےاتنے لیے چوڑے کرائے وے سکتا تھا۔ نہ ہی روز روز چھٹی لے سکتا تھا۔

زینی کا حال احوال محلے کی عورتوں کی ذریعے نفیسہ اور باقی لوگوں کو پتا چلتا رہتا تھا۔ کیونکہ وہ اب ایک ماڈل تھی۔سلیمان جس دکان میں کام کرتا تھا۔اس سڑک پرایک بل بورڈ پراس کی بڑی بہن کا چہرہ روز اس کونظر آتا تھا اور وہ روز اس بل بورڈ کے آگے سے گزرتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہوجا تا یوں جیسے ساری دنیا ہے جانتی ہو کہ وہ اس کی بہن تھی۔

اس نے بھی گھر میں جا کر ماں یا بہنوں کواس بل بورڈ کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ گراہے یقین نہیں آتا تھا کہوہ چہرہ زینی کا ہوسکتا تھا۔ اس کی تبجد گزار بہن اس طرح۔اسے یقین نہیں آتا تھا۔

محلے کی عورتیں اب جب نفیسہ کے گھر آتیں تو زین کے بارے میں پچھاور انداز سے بات کرتیں۔ان کے انداز میں اب دلچپی ہجسس اوراشتیاق ہوتااور حسرت بھی۔

یوں جیسےزین ایک ایسی و نیامیں چلی گئ تھی جس میں جانے کی سب کوخواہش تھی۔

چندہ ماہ پہلے تک ان کے لیجے میں زین کے لیے جھلکنے والاشک، شبہ، حقارت، ملامت اور ترس اب یک دم غائب ہو گیا تھا۔ اور بہتبدیلی

نفیسہ نے نوٹ نہیں کی تھی۔ربیعہ نے کی تھی۔

www.urdunovelspdf.com

''زینیآ کر ملنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی ؟''

''سناہے پیسے بھجواتی ہے؟''

" کہاں رہتی ہے؟"

"كى دفعه يبال اين ڈرائيور كے ساتھ اتنى لمبى كاڑى ميں آ كربيٹھى ہوتى ہے۔"

''ایسے شان داراورا جھے کپڑے ہوت<mark>ے ہیں اس کے۔''</mark>

PDF

''تم لوگوں کو کیاا پنے ساتھ لے جارہ<mark>ی ہےوہ؟''</mark>

"سناہے بہت بڑے بنگلے میں رہتی <mark>ہےوہ۔"</mark>

'' پتاہے سفیرخان کے ساتھ ہیروئن آ رہی ہے۔''

" اللهزين ناح كى كيد؟"

"اتن اسارٹ ہوگئ ہے زین کہ کیا بتاؤں؟ پہتنہیں جیولری کہاں سے لے کر پہنتی ہے وہ۔"

" میں نے تو زینی کو بھی ایک جوڑا دوسری بار پہنے ہیں دیکھا۔ بدائے کپڑے کون دیتا ہے اسے۔"

"اتنی خوبصورت لگتی ہےوہ، پانہیں میک اپ کہاں ہے کرواتی ہے۔ پند ہی نہیں چلتا کہ میک اپ کیا ہے۔"

''اب تولوگ بری زاد کہتے ہیں اے۔''

"بيري زادنام كامطلب كيا مواخاله؟"

''میں نے اخبار میں پڑھا تھا۔فلم میں کام کرنے کے پانچ لا کھلیں گے۔اسے ہائے خالہ....! زینی کے پاس تو بہت پیسہ آ گیا۔ کیسے

خرچ کرے گی اہے۔''

''میرا تو دل جا ہتا ہے زینی ہے ملنے کا ۔ پتانہیں اب ہمیں پہچانے گی بھی یانہیں۔''

"رات کومیں نے ٹی وی پردیکھا ہے۔وزیراعظم کے ساتھ کھڑی تھی۔دوسری ایکٹرسوں کے ساتھ۔سب سے اچھی لگ رہی تھی۔"

''خالہ! زینی کا ایڈریس یافون نمبر ہے تو مجھے دیں ، مجھے ملنا ہے اس ہے۔ بڑا جی حیا ہتا ہے۔''

"اسباراس كاذرائيورآئة محموبتانا خاله! ميس نے زین كاپية ليناہاس سے۔"

''ابغصة تھوک بھی دوخالہ۔ بیٹی اتنی بڑی اسٹار بن رہی ہےاورتم ابھی تک ناراض ہواس ہے۔''

کون کہتا ہے،رنگ صرف گرگٹ بدلتا ہے میا آسانانسانوں سے زیادہ تیزی سے رنگ کوئی نہیں بدلتا۔

نفیسہ کے گھر میں پہلے بھی زین کا ہی ذکر ہوتا تھا۔ آج بھی زین کا ذکر ہور ہاتھا۔ ایساممکن نہیں تھا کہ محلے کی کوئی عورت ، کوئی لڑکی ان کے

ز ہرہ،ربید،نفیسہ پہلےسر جھکا کرشرمندگی ہے زین کا تذکرہ نتی تھیں اوراب سراٹھا کرجیرانی ہے۔ آخرد نیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لوگوں کی زبان کیوں بدلتی رہتی ہے۔انسانوں کو کیا ہوجا تا ہے۔

کسی کوید دلچین نہیں تھی کہ ضیاجیسے نیک اورایمان وارانسان کے اہل خانہ کس حالت میں جی رہے تھے۔ان کے مسائل کیا تھے؟ انہیں کس چیز میں مدد کی ضرورت تھی۔وہ کس طرح نین کے بجائے دووقت کا کھانا کھانے پرمجبور ہوگئے تھے۔

وہاں ہرایک کویدد کچین تھی کہ پری زاد کہاں رہتی تھی۔ کسی طرح رہتی تھی۔ کتنے پیسے کماتی تھی۔ کس ماڈل کی گاڑی میں پھرتی تھی۔ کتنے کنال کے گھر میں رہتی تھی۔ کتنے اہم لوگوں کے ساتھ نظر آتی تھی۔ کتنی ماڈرن اوراسٹائکش ہوگئ تھی۔ مقابلہ ایک ہار پھرفیاء اور زینب کے بچی تھا۔ مقابلہ ایک ہار پھرفیانب جیت رہی تھی۔ نفیسہ نے اس دن ذین کے جہیز کی ساری چیزوں کو دھوپ لگوانے کے لیے نکلوا کر ہا ہر محن میں رکھا تھا۔

اس میں زینی کی شادی کا جوڑا بھی تھا۔اس جوڑے کودیکھتے ہوئے انہیں بےاختیاررونا آگیا۔ کتنے چاؤے ایک ایک چیز بنائی تھی اس نے۔چارچار ماہ لگا کرایک ایک دوپٹہ کا ڑھا۔

''الیی تونہیں تھی میری زین ۔ پیت نہیں کیا ہو گیا اے۔''نفیسہ نے بھر ائی ہوئی آ داز میں ربیعہ سے کہا۔ جوان کے ساتھ ال کروہ کپڑے باہرلائی تھی ۔ ربیعہ نے جواب میں کچھنیں کہاوہ صرف سردمہری ہے اس دو پلے کودیکھتی رہی ۔اسے ماں کی طرح زینی پرترسنہیں آیا تھا۔ شاید آجا تا اگران کی زندگی میں پچھلے چھے ماہ نہ آئے ہوتے۔

نفیسه تو مال تھیں ان کپڑوں اور چیزوں کود مکھے کرانہیں زینی کی وہ خوشی ، وہ بنسی یا د آ نگی خووہ انہیں خرید تے انہیں بناتے ہوئے محسوس

ڪرتي تھي۔

ایک ایک پھول ،ایک ایک پیۃ ،ایک ایک ٹا نکہ ،کوئی ان کپڑوں کود مکھ کر با آسانی بتاسکتا تھا کہ وہ ایک ہی لڑکی کے ہاتھ کے ہیں۔ اور جس لڑکی کے ہاتھ کے ہیں اس نے ان چیزوں کو بنانے میں اپنی جان ماری ہوگی۔اپنے دن رات لگادیئے ہوں گے۔

نفیسہ اس کی شادی کالباس گود میں لیے بہت دیر بیٹھ کرروتی رہیں۔اس کی شادی کے دویے کے پچھ جھے پر گوٹا کناری ابھی بھی باتی تھا۔
زینی نے حسب عادت سوئی دویئے کے ساتھ ہی اٹکا کرر کھی ہوئی تھی۔وہ سوئی ابھی بھی وہیں تھی۔وہ دو پٹہ ابھی بھی پورانہیں ہوا تھا۔ نفیسہ کوا یک بار
پھر سب پچھ یاد آنے لگا تھا۔وہ وہیں اس صحن میں ،اس تخت پر سارا سارا دن اس دویئے کو گود میں لیے بیٹھی رہتی تھی ۔کسی کو صاف ہاتھ بھی نہ لگانے
دین کہ کہیں ہاتھ کی قدرتی چکنائی کا کوئی داغ ،کوئی دھبہ دویئے پر نہ آجائے۔اور ہرروز کا کام ختم کرنے کے بعد انہیں دوپٹہ کا اتنا حصہ بے صدخوثی
دین کہ کہیں ہاتھ کی قدرتی چکنائی کا کوئی داغ ،کوئی دھبہ دویئے پر نہ آجائے۔اور ہرروز کا کام ختم کرنے کے بعد انہیں دوپٹہ کا اتنا حصہ بے صدخوثی

''ان چیز وں کودھوپ کیوں لگوار ہی ہیں؟''رہیعہ نے ان کے انبہاک کوتو ڑاتھا۔اس کوتو اب ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوگی؟''

ربيعه كااشاره زيني كى طرف تقابه

"تہارےکام آئیں گی بیساری چیزیں۔"نفیسے ایے آنسوخٹک کرتے ہوئے کہا۔

''میںاس کی کوئی چیزاستعال نہیں کروں گی۔جہیز میں لے کرجانا تو دور کی بات ہے۔ان ساری چیز وں کو پچ ویں۔پھنکوا دیں۔یا خیرات کر دیں ۔گرمیرے لیے ندر کھیں۔ مجھے انہیں استعال نہیں کرنا۔''

ر بیعہ نے بے حدسر دمہری کے ساتھ نفیسہ کو دوٹوک انداز میں بتایا اوراٹھ کروہاں سے چلی گئی۔

نفیسهاے جا تادیکھتی رہی۔

زینی نے اپنے اور تبریز پاشا کے درمیان صوفے پر پڑے ڈائمنڈسیٹ کے کھلے ڈبے کوایک نظر دیکھا پھر تبریز پاشا کوجس کے چبرے کے تاثرات نے کسی تشم کا کوئی ابہام نہیں رہنے دیا تھا۔

وہ اس فارم ہاؤس میں اپنی پہلی فلم کی مہورت کے بعد ہونے والی اپنی پہلی فلمی پارٹی میں شرکت کرنے کے لیے آ ٹی تھی۔انڈسٹری کی ہر برزی ہیروئن تیریز پاشا کی اس پارٹی میں موجود تھی۔اور فلم انڈسٹری کا ہر برزا پروڈ یوسراورڈ ائر بکٹر وہاں موجود تھا۔

زین کے لیے یہ پہلیفلمی پارٹی ضرورتھی گرپہلی پارٹی نہیں تھی۔وہ ماڈ لنگ کا آغاز کرنے کے بعدا سی طرح کی لیٹ نائٹ پارٹیز اٹینڈ کرتی رہی تھی۔وونوں پارٹیز کےلواز مات ایک تھے۔شراب،ڈرگز،ڈانس اورعور تیں۔

''البنة ان''لواز مات'' کی کوالٹی میں فرق تھا۔ ماڈ لنگ کے دوران اٹینڈ کی جانے والی پارٹیز میں میوزک انگلش ہوتا اور بولی جانے والی زبان بھی۔اس فلمی پارٹی میں سب کچھ پنجا بی میں تھا۔

تبریز پاشاا سے ساتھ لے لے کر ہر جگہ پھرا تار ہاتھا۔ پروڈ یوسر سے ہیروئنز تک وہ جن جن سے اسے انٹرڈ یوس کرواسکتا تھا۔ اس نے کرایا تھا۔ وہ اس پارٹی میں موجود ہر چھوٹی بڑی ہیروئن کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اس پررشک کیا جار ہاتھا۔ اس سے حسد کیا جار ہاتھا۔ اور اس سے نفرت کی جار بی تھی۔ وہ پاشا پروڈ کشنز کی نئی ہیروئن تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ انڈسٹری میں ایک نیا سورج طلوع ہونے والا تھا اور اس سورج کے طلوع ہونے سے کتنے جیا ندوں کو گہنا ناتھا۔ ہرایک کو یہی خدشہ تھا۔

رات ڈھلے تیریز پاشااسے فارم ہاؤس کے اس کمرے میں لے آیا تھااوراس پوری پارٹی میں بید پہلاموقع تھاجب زین خالف ہوئی تھی۔ تیریز پاشاہیے ہوئے تھا بلکہ ضرورت سے زیادہ ہے ہوئے تھا۔ مگراس کے باوجودا پنے ہوش وحواس میں تھا۔

زین کو کمرے میں لانے کے بعداس نے زین ہے وہی کہا تھا جس کا زین کو خدشہ تھا۔ پچھ دیر کے لیے زین کے حواس جواب دے گئے تھے۔ شوہز میں بیہ پہلاموقع تھا جب کوئی مرداس ہے اس طرح کا مطالبہ کررہا تھا۔ فاران اور دوسرے بہت سے ماڈلزاوراس کے پرستار مرداس سے فلرٹ کرنے کی بیا فیئر چلانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ ان کی کوششوں کونا کام بنادیتی تھی۔

مگرتبریز یاشابه

'' میں انڈسٹری میں بیسب کرنے نہیں آئی۔''وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ '' تو پھر کیوں آئی ہو؟ گھر میں بیٹھتیں۔''

تیمریز پاشانے بے حدتو ہین آمیزانداز میں کہا۔وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

· · فلم انڈسٹری کے طور طریقوں کا اب تک تو پتہ چل جانا جا ہے تھا تنہیں ۔ ' وہ کہدر ہاتھا۔

'' کھڑی مت رہو، بیٹے جاؤ۔ یہاں کوئی تم سے زبر دسی نہیں کرے گا۔'' زینی کوایک لحظے کا تامل ہوا پھروہ اسی صوفہ پربیٹھ گئی جہاں پہلے ہوئی تھی۔

''میں نے تہمیں تمہارے مند مائے معاوضے پرسائن کیا۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔؟ تم کوئی سپراسٹارتونہیں تھیں۔ٹھیک ہے، ماڈلنگ میں تمہارا نام تھا۔ گر جو کلاس فلمیں دیکھنے سینما آتی ہے۔وہ کسی ماڈل کونہیں پہچانتی۔وہ ہیروئن کو پاشا پروڈ کشنز کی ہیروئن کے نام سے جانتی ہے۔تو تمہیں سوچنا تو چاہیے تھا کہتم پراتنی عنایات کیوں کررہا ہوں میں۔''

زین پلکیس جھیکائے بغیراہے دیکھ رہی تھی اور طے کررہی تھی کہاس کو کیا کرنا ہے۔

''فاران والاسئلہ ہواتو میں نے تمہاراساتھ دیا۔ورنداخبار والے تو چار دن میں خبریں لگا کر کھاجاتے تمہیں گھر بٹھا دیتے تمہیں گھر کا مسئلہ ہواتو میں نے تمہار کے انتظام کروایا۔ تمہارا کیا خیال تھا،ان سب چیزوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے پری زاد ہر چیز کی ۔انڈسٹری میں کوئی چیز مفت نہیں ملتی۔اورتم کیا سمجھ رہی تھیں کہ میں بیسب کچھ تمہارے حسن سے متاثر ہوکرتم پرلٹار ہا ہوں۔'' تبریز پاشا کے لہجے میں تھی ۔طنز بھی نہیں تھا۔ پچھاور تھا۔اوروہ بچھاور کیا تھا، زینی اسے بچھ نہیں پار ہی تھی۔

تنمریز پاشااب منی بار کی ایک closet سے ایک جیولری کیس نکال رہاتھا۔ وہ ایک ہاتھ میں اس ڈیے کو لیے دوسرے ہاتھ میں شراب کا پیگ لیے اس کے پاس آ کرصوفے پر بیٹھ گیا۔اوراس نے ڈبیصوفے پرر کھتے ہوئے اسے کھول دیا۔

"م اس انڈسٹری میں رہنا جا ہتی ہوتو اس ڈ بے کواٹھا لو۔ ورنداس کمرے کا دروازہ وہ ہے۔تم باہر چلی جاؤ مگریدیا در کھو، بیتیریز پاشا کے کمرے سے باہر نگلنے کا درواز خبیں ہے۔ بیانڈسٹری سے باہر جانے کا دروازہ ہے۔

وہ اس کے برابر بیٹھا شراب پی رہاتھااوراس کےاورزینی کے درمیان صرف'' ڈائمنڈز'' تھے۔تبریز کی آواز میں کوئی ایسی چیزتھی جس نے زینی کے رو تکٹے کھڑے کر دیئے تھے۔

وہ سانپ اور سٹرھی کا تھیل تھیلتے تھیلتے 99 پر آ کررک گئی تھی اوراب آ گے جانا تھا۔ یا پیچھے آنا تھا، بیاسے طے کرنا تھا۔ تبریز پاشا کے گلاس میں شراب کے چار گھونٹ تھے۔ زندگی اورموت کے درمیان بعض دفعہ چار گھونٹ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ۔۔۔۔۔۔ کرم علی کوشنخ سعد بن جابر کے اصطبل میں کام کیسے ملا اور کیوں ملا بیشنخ جابر کا ملازم بننے کے تین دن تک کرم کو پتانہیں چلا۔اور صرف وہی نہیں کویت میں اس کے شناسا باقی سار ہے لوگ بھی اس کی قسمت پررشک کررہے تھے۔ تین دن تک خودوہ بھی اپنی قسمت پررشک کرتا رہا تھا۔ تیسرے دن سب بدل گیا تھا۔

سعود بن جابر کااصطبل کویت کے سب سے بہترین اصطبلوں میں سے ایک تھا اور وہاں کا کوئی ملازم ایبانہیں تھا جوتر بیت یا فتہ یا تجربہ کار نہ ہو ،صرف کرم علی ایسا تھا جس نے گھوڑوں کی تصویریں دیکھی تھیں یا پھرانہیں پاکستان میں تانئے میں جتاد کھتا تھا مگر کسی گھوڑ ہے کو ہاتھ لگانا تو ایک طرف وہ بھی کسی گھوڑے کے قریب تک نہیں گیا تھا اور اب وہ دنیا کے مہنگے ترین گھوڑوں والے اصطبل میں ایک سائیس کے نائب کے طور پر متعین کر دیا گیا تھا۔

اوراس حیثیت بین اسے رہائش کے لیے جو کمرہ اور سہولیات دی گئ تھی ، انہوں نے کرم علی کوزندگی بین پہلی بارسیح معنوں بین حواس باختہ کر دیا تھا۔وہ کو یت کی سبزی منڈی بین سبز بوں کی دکان بین سوتے سوتے اب جس اسطبل کی رہائش گاہ بین آیا تھاوہ دو کمرےاورا نیچ باتھ روم اور پکن پر مشتمل ایک ائیرکنڈیشنڈ اور فلی فرنشڈ کوارٹر تھا۔کرم علی کم از کم ایک گھنٹہ ایک ہی جگہ کھڑے ادھرے ادھراپنے بیروں پر گھومتار ہااس کوارٹر بین بلاشبہ سب سے عجیب اور غیرموزوں چیز خود وہی تھا۔کرم کوخود سے اعتراف کرنے میں کوئی عاربیس ہوا۔

سبزی منڈی ہے اصطبل کا سفراس کے لئے جیسے حقیقت سے خواب تک کا سفرتھا۔ وہ اس دن بھی منڈی میں کریٹ ہی اٹھار ہاتھا جب ایک کو پتی اورا یک یا کتانی اس کے پاس آئے تھے۔

''شخ سعود بن جابر کے اصطبل میں کام کرو گے؟''

اس پاکستانی نے اس کا نام دریافت کرتے ہی اس ہے پوچھا۔ وہ ہونقوں کی طرح ان دونوں کا منہ دیکھتار ہا۔اسے لگا کہانہیں غلط فہمی ہے۔

''آپ مجھے کہ رہے ہیں؟'' کرم علی نے اشکتے ہوئے اس پاکستانی سے پوچھا۔

'' ہاں..... ﷺ کے اصطبل میں ایک کام کرنے والے کی ضرورت ہے۔''اس پاکستانی نے اس کی جیرت اور تعجب کونظرانداز کرتے ہوئے کہا۔اس سے پہلے کہ وہ پچھ کہتا۔اس کی وکان کا پاکستانی ما لک بڑی تیزی سے اس کے قریب آگیااوراس نے کرم علی ہے کہا۔

'' تنهبیں ضرور شیخ کے لیے کام کرنا جا ہیے۔ایساموقع روز روزتھوڑی ملتاہے۔'' کرم علی نے اس بار جیرانی ہے آ صف بھٹ کا چیرہ دیکھا تھا۔ اے تو قع نہیں تھی کہ وہ اتنی سہولت سےاہے بیآ فرقبول کرنے کو کہے گا۔

"آپ جانتے ہیں انہیں؟" كرم على نے آصف بھٹ سے يو چھا۔

''میں کیا بورا کو یت جانتا ہے شیخ سعود جابر کو یتم بس دیر نہ کرو ۔ فوراً ان کے ساتھ چلے جاؤ۔''اے آصف بھٹے کے انداز برجیرت ہوئی۔

آ خراتنی جلدی کیاتھی ان کے ساتھ بھیجنے کی۔ وہاں کام کرنے والے دوسرے مز دوربھی اب ان کے آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔ دولان میں مصطلب میں میں کے ساتھ موجہ ہے۔

«لکین میں اس اصطبل میں کیا کام کروں گا؟ <u>مجھے تو</u>......''

پاکستانی نے اس باراس کی بات کا ف دی۔

'' بیتہبیں وہاں جا کر پتہ چلےگا۔ یہاں کھڑے کھڑے کیے بتا کیں۔''

'' ہاں ہاں ہتم اطمینان سےان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ جوبھی کام ملے کر لینا۔'' آ صف بھٹہ نے ایک بار پھر مداخلت کی۔''تم جاؤ۔

ا پناسامان اٹھاؤاوران كےساتھ چلے جاؤ۔''

'' ابھی؟'' کرم علی نے کچھ کہنا چاہا گراس پاکتانی نے ایک بار پھراس کی بات کا دی۔ '' ہاں ابھی اوراس وقت ہم صرف تمہیں لینے ہی آئے ہیں۔''

کرم علی مجمع میں کھڑا کچھ نہ مجھنے والے انداز میں باری باری آ صف بھٹے اوران دولوگوں کود کھے رہا تھا۔وہ اسے لینے آئے تھے مگر کیوں؟ کیا انہیں اصطبل میں کسی کام کرنے والے کی ضرورت تھی؟ یا پھرصرف اس کی ضرورت تھی؟ اور وہ کیا وہ اسے پہلے ہے کسی حوالے ہے جانتے تھے؟ ۔

کس حوالے ہے؟ اور وہ اس کا نام کیے جانتے تھے۔ایک کے بعد ایک سوال ،اس کا ذہن الجھ رہا تھا۔ گراس کے پاس اب وہاں بیٹھے ان سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کے لیے وقت نہیں تھا۔

ب د معوندے نے سیے وقت بیل تھا۔

اصطبل میں ایک آ دھ کےعلاوہ کوئی پاکستانی نہیں تھااور کرم علی کوشش کے باوجودان پاکستانیوں سے بات نہیں کرسکایا بیے کہنا زیادہ بہتر تھا کہانہوں نے اس سے بات نہیں کی ۔وہ ان کےرویے بھی سمجھ نہیں سکا۔ مگروہاں کی باقی چیزیں بھی کہاں سمجھ پار ہاتھا۔

شیخ سعود بن جابر کے اصطبل میں گھوڑوں کی تعداداتنی زیادہ نہیں تھی۔کویت میں بہت سے دوسرے اصطبلوں میں سینکڑوں کی تعداد میں

گھوڑے تھے۔ گرسعود کے اصطبل میں دنیا کی ہربہترین نسل کا گھوڑا موجودتھا۔

سواری ہے لے کرریس کے گھوڑ وں تک، ہرنایا ب قتم کا گھوڑ ااس کے پاس تھااوران گھوڑ وں کے لیےاس نے دنیا کی بہترین سہولیات میں میں کے بعد میں میں میں مال سے میں میں میں میں میں ہوتا ہے۔

اور بہترین عملہ مہیا کر رکھا تھا۔ پھران میں کرم علی اینے آپ کوس فٹ نہ مجھتا تو کیا سمجھتا۔

۔ بیٹے سعود بن جابرکواس نے وہاں اپنے آنے کے تیسرے دن ہی دیکھ لیا تھا۔ وہ اس سائیس کے ساتھ چندگھوڑوں کو باہر لار ہاتھا۔ جب رائڈ نگ گیئر میں ملبوس ایک آدمی گھوڑا دوڑا تا ہواان کی طرف آیا تھا۔ اس نے سائیس اور آس پاس کے چند دوسرے ملازمین کو یک دم مختاط ہوتے دیکھا۔ اس وقت تک اسے بیاندازہ نہیں تھا کہ وہ شیخ سعود بن جابر ہوسکتا تھا کیونکہ وہ اسے کوئی ادھیڑ عمر پوڑھا آدمی تبجھ رہاتھا مگروہ چالیس سال کی عمر کا ایک بے حد بہینڈ سم اور لمبامر دتھا۔

اس كے قريب آنے پردوسرے ملازموں كى طرح اس نے بھى اسے سلام كيا تھا۔

سعود بن جابر کی نظریں کچھ دیر تک اس پرجمی رہیں پھراس نے سائیس سے انگریزی میں کچھ کہا۔ سائیس نے جوابا کچھ کہااس بارسعود بن جابر نے اسے دیکھااور پھر بے حدصاف اردومیں اس سے کہا۔

''اپنی شرث ا تاردو۔''

" کرم علی کواس کے مند سے اردوس کر جتنا جھٹکالگا تھا،اس جملے کوس کراس سے زیادہ شاک لگا۔وہ اس وقت نیکر اور شرف میں ملبوس تھا۔
وہ تقریباً ای طرح کا لباس تھا جو وہاں کام کرنے والے زیادہ تر ملازم پہنے ہوئے تھے اور اب شیخ سعود بن جابرا سے سب کے سامنے شرٹ اتار نے

کے لیے کہدرہا تھا۔ کرم نے پچھلے کئی سالوں میں برص کا مرض ظاہر ہونے کے بعد بھی کی کے سامنے اپنی شرٹ نہیں اتاری تھی اور کہاں یہ کہ یہاں

کھلے عام سب کے سامنے وہ اپنی شرٹ اتاردیتا۔ گویا جو رازوہ پچھلے اٹھارہ سالوں سے چھپائے پھررہا تھا، اسے نتی چورا ہے میں فاش کردیتا۔ اس کا

حلق میک دم خشک ہوگیا تھا اسے شدید ہتک کا احساس ہوا تھا۔

'اپنی شرث ا تاردو۔''

اس بارسعود بن جابرنے بے حد کرخت کہج میں اس سے کہااوراس سے پیشتر کہ وہ کچھ کہتا یا کرتا دوملازم آ گے بڑھے تھےاورانہوں نے چند سکینڈ زمیں کرم علی کی شرے اتار دی۔کرم علی نے مزاحمت نہیں کی۔مزاحمت بے کارتھی۔وہاں موجود ہرشخص کی نظریں کرم علی کے پیداور کمر پر موجود برص پرجم گئی تھیں اور کرم علی کی نظریں سعود بن جابر کے گھوڑے کے پیروں پر۔

اس نے اپنے جسم کے بال کھڑے ہوتے ہوئے محسوں کیے تھے۔سعود بن جابرابا پنے گھوڑے پر ببیٹھااسے آ ہستہ آ ہستہ حرکت دیتے ہوئے کرم علی کے گرد چکرلگار ہاتھا اور چکرلگانے کے ساتھ ساتھ وہ بڑی سنجیدگی سے کرم علی کے جسم پرموجودان نشانات کود کمچے رہاتھا، پھر جیسے پچھ مطمئن ہوتے ہوئے اس نے کرم علی سے پوچھا۔

''جسم پراوربھی کہیں برص کے داغ ہیں؟''اس باراس کے لہجے میں پہلےجیسی کرختگی نہیں تھی۔کرم علی نے گھوڑے کے پیروں سے نظریں اٹھا کرسعودکود یکھااور پھرخشک ہوتے ہوئے حلق کے ساتھ کہا۔

> ومنهیں '' ''عبیل ب

''شرٹ پہن لو۔''سعود نے اس سے کہااور پھرسائیس ہے ایک بار پھرانگلش میں پچھ کہنے لگا۔ کرم علی نے اس دوسرے ملازم کے ہاتھ

سے شرث لے کر پہن لی ،جس نے اس کی شرث اتار دی تھی۔

سعودین جابرکاروبیاس کے لیے نا قابل فہم تھا گر باقی سب پچھ کہاں اس کی سمجھ میں آ رہاتھا۔سعودین جابرصرف چندمنٹ اوروہاں تھہرا

تھا۔ پھرای طرح گھوڑا دوڑاتے اور کرم علی پرایک نظرڈ التے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

کرم علی کا خیال تھا کوئی نہ کوئی اب اسے وہاں سے چلے جانے کے لیے کہے گا۔ برص دیکھنے کے بعدیہی ہونا چاہیے تھا،اس کا خیال ایک بار پھرغلط نکلاتھا۔ کسی نے اسے وہاں سے جانے کے لیے ہیں کہا۔ برص کے ان داغوں کو دیکھے کربھی نہیں، پچھے نہ کے خلط ضرورتھا مگرغلط کیا تھا؟ بیکرم کی

وہاں کام کرنے والا ہر مخص اس ہے پچھ فاصلے پر تھا۔ گراس فاصلے میں کرم کونفرت یا حقارت کی جھلک نہیں آ رہی تھی اور یہ چیز بھی اسے

الجھار ہی تھی پیفرت اور حقارت نہیں تھی تو پھر کیا چیڑھی جوان سب کواس ہے دورر کھر ہی تھی۔وہاں آ مدے ساتویں دن اسے پیھی پتا چل گیا تھا۔ اس دن اپنے کوارٹر میں جا کر بہت دیر تک کرم اس پورے واقعہ کے بارے میں سوچتار ہاتھا۔ ہتک کا احساس بےحد شدید تھا مگر 'پیسے ک

ضرورت اس سے زیادہ شدید۔اس کا جی جاہ رہاتھا کہ وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہاں سے چلا جائے اوراس کا دیاغ اس سے کہدر ہاتھا وہ بیہماقت نہ کرے۔ آخراس کا گیا ہی کیا ہے۔ صرف اس کی شرف ہی توبارہ پندرہ لوگوں کے پچ میں اتر وائی گئی تھی اورتو بچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

وہ اب ایک عربی شیخ کا ملازم تھا اور وہ جا ہتا تو اس کے ساتھ اس ہے بھی براسلوک کرسکتا تھا۔ وہ اپنے میل جول کے لوگوں سے عربوں کے اپنے ملازموں کے ساتھ بدسلو کی کے قصے سنتار ہاتھا اور یہ بدسلو کی تو ان قصوں کے مقابلے میں پچھ بھی نہیں تھی۔ کم از کم ایسی نہیں کہ وہ اس ملازمت کوچھوڑ کر چلا جائے۔

وہ بار بارخود کوتسلیاں دے رہاتھا۔ گراس کے اندر ہونے والی چین بےحد شدیدتھی وہ ساری رات روتار ہاتھا۔اپنے گھرے نکلنے کے بعد وہ کو بت آنے کے بعد کئی باررویا تھا۔ مگرزندگی میں پہلی باریہاں آ کروہ بے بسی کے احساس سے رور ہاتھا۔ پہلی باراسے وہ ساری زنجیریں تکلیف دیے لگی تھیں۔جنہوں نے اس کے مقدراوررزق کو شیخ سعود بن جابر کے اصطبل کا حصہ بنادیا تھا۔

اگلی مبح وه پهرنهیک تھا۔ جب کام کرنا تھا تو پھرروکر کیا اور ہنس کر کیا۔سعود بن جابر سے سات دن تک اس کا دو ہارہ سامنانہیں ہوا، وہ

دوبارهاس كاسامنا كرنابهي نبيس حيابتا تقابه اصطبل میں بظاہرسب پچھنارمل تھا مگر کرم کومحسوں ہور ہاتھا کہ ہرگز رتے دن کے ساتھ اصطبل کے عملے میں ایک عجیب طرح کی بے چینی

اور پریشانی مائی جار ہی تھی۔

اصطبل کے ڈاکٹر ہرونت ایک کے بعدایک گھوڑے کا معائنہ کرتے نظر آتے تھے۔ گھوڑوں کو دیا جانے والا جارہ عجیب طرح کے حفاظتی اقدامات میںاصطبل سے باہر سے منگوایا جاتا تھااور پھر چندخاص افراد ہی اس چارے کو گھوڑوں کودیتے تھے۔ گھوڑوں کودی جانے والی باقی خوراک بھی سیلڈ ہوتی تھی اور وہی افرادانہیں گھوڑ وں تک پہنچاتے تھے، یہی حال اس یانی کا تھا، جوگھوڑ وں کو پلایا جار ہاتھا۔اصطبل میں کام کرنے والے کسی

چھے دن گھوڑ ل کو باہر پھرانے کے لیے نہیں نکالا گیا اور ساتویں دن کرم علی نے سعود بن جابر کوخود بھی اصطبل میں پایا۔وہ بے حدفکر مند انداز میں ایک ایک گھوڑے کے پاس جار ہاتھا۔ کرم علی کی بہت کوشش تھی کہ سعود بن جابر سے اس کا سامنا نہ ہومگر میمکن نہیں تھا۔ وہ کئی باراس سے تکرایااور ہر بارسامنا ہونے پر کرم علی کواس کی نظریں بےحد عجیب لگیس۔ ر برید معلی کا خیال تھا شفٹ ختم ہونے پروہ وہاں ہے چلا جائے گا۔ گراہے بتایا گیا کہاہے اس رات بھی اصطبل میں ہی رہنا تھا۔ کرم علی کا خیال تھا شفٹ ختم ہونے پروہ وہاں ہے چلا جائے گا۔ گراہے بتایا گیا کہا ہے اس رات بھی اصطبل میں ہی رہنا تھا۔ اس کا جواب بھی کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ رات کرم نے اصطبل کے ایک کونے میں بیٹھے سوتے جاگتے گزاری۔وضوکر کے فجر کی نماز بھی اس نے وہیں اس کونے میں پڑھی اور نماز کے بعد کس وقت اسے نیندآ گئی اسے پہ پنہیں چلاوہ و ہیں زمین پر لیٹ کرسو گیا تھا۔ دوبارہ اس کی آئکھ گیارہ ہے کے قریب کھلی تھی اور کرم علی ہڑ بڑا کرا ٹھا تھا۔ اصطبل میں معمول کے مطابق سرگرمیاں جاری تھیں، گھوڑوں کو دودن کے وقفے کے بعداصطبل سے نکالا جار ہاتھا۔ کرم علی پچھ دریبیشا ا پنے حواس بحال کرتار ہا پھراس کی نظرا ہے ہے تھے فاصلے پر کری پر بیٹھے ہوئے دوآ دمیوں پر پڑی، جواس پر نظریں جمائے بیٹھے تھے وہ انہیں سعود بن جابر کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ شایدوہ اس کے سیکر یئری تھے۔ یا کسی اور طرح کے مددگار۔ کرم علی نے قدر بےشرمندگی کے عالم میں آئکھیں مسلتے ہوئے انہیں دیکھااوراٹھ کھڑا ہوا۔اسے انداز وبھی نہیں تھا کہوہ اس طرح وہاں بیٹے بیٹے سوجائے گا۔اے اٹھتے دیکھ کروہ آ دمی بھی اٹھ کھڑے ہوئے اوران میں سے ایک نے آ گے بڑھ کراہے ایک لفا فہ تھایا۔ کرم علی کچھ جیرانی کے ساتھ اس لفانے کو دیکھتار ہا پھراہے کھول کر دیکھنے لگا اوراہے ایک اور جھٹکا لگا۔اس لفانے میں کویتی دینار تھے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔وہ دونوں وہاں سے چلے گئے ۔کرم کے معمے بڑھتے جارہے تھے۔اصطبل میں کام کرنے والےلوگ اس وقت بھی کرم کود مکھ رہے تھے اور وہ ان کی

آ ہ دمی کی رسائی یانی کےاس ذخیرہ تک نہیں تھی ۔جس کا یانی ان گھوڑ وں تک نلوں کے ذریعے پہنچایا جا تا تھا۔

ہی ہوتا جار ہاتھااوران میں سے زیادہ تر تعداد Vets کی تھی۔

کی اس فوج کا کیا مطلب تھا؟

اصطبل کے تمام ملاز مین اپنی اپنی شفٹ میں جب وہاں کا م کرنے جاتے تو ان کی کمل طور پر تلاشی لی جاتی تھی وہاں سو کے قریب گھوڑ ہے

کرم علی کی سمجھ میں بیسب پچھنہیں آ رہاتھا۔اس نے زندگی میں جا ہےاس طرح کا کوئی اصطبل پہلےنہیں دیکھا تھا۔مگروہ اتناا ندازہ ضرورکر

تھے۔اوران سوگھوڑوں کی حفاظت اور دیکھے بھال کے لئے تقریباً یا نچے سو کے قریب عملہ اور ہرگز رنے والے دن کے ساتھ اس عملے کی تعدا دہیں اضافیہ

سكتا تھا كەاصطبل اس طرح ڈاكٹر زہے بھرے نہيں ہوتے۔ پھراس اصطبل ميں كيا مسئلەتھا۔اصطبل ميں كوئي گھوڑا بيار بھی نہيں نظر آ رہا تھا۔ پھر ڈاكٹر ز

کچھ دیراس لفانے کو ہاتھ میں بے مقصد پکڑے رہنے کے بعد کرم علی بالآخراس سائیس کے پاس گیا جس کے مدد گار کے طور پروہ کام کر رہا تھا۔اس نے ٹوٹی پھوٹی عربی میں اسے اس لفانے کا قصد سنانے کی کوشش کی مگراس نے پوری بات سننے سے پہلے ہی اسے ٹوک دیا اور اسے بتایا کہ وہ لفا فداس کے لیے شخصعود بن جابر نے بھجوایا تھا۔

'' کیوں ۔۔۔۔۔؟'اس سوال کا جواب سائیس نے نہیں دیا۔ اس نے اس کوکوارٹر میں جاکر آرام کرنے کے لیے کہاا ورساتھ اس سے یہ بھی کہا کہ اس بر روز وہاں آکرکام کرنے کی ضرورت نہیں، اس کا جب جی چاہوہ آکرکام کرے۔ بی نہ چاہے تو نہ کرے۔ کرم علی کولگا وہاں سب اس کے ساتھ نداق کرنے گئے تھے۔ کوشش کے بغیر کام کا ملٹا اور کام کے بغیر پسے۔ ایسا کہاں ہوتا تھا۔ کیا صرف شیخ سعود بن جابر کے اصطبل میں؟ یا پھر وہاں صرف اس کے ساتھ، کیونکہ وہ وہاں باتی تو برخض کوکام کرتے دیکھ رہاتھا۔ تقریباً اس طرح کام کرتے اور جان مارتے جیسے شیخ سعود کے اصطبل میں آنے سے پہلے تک وہ کیا کرتا تھا۔

کوارٹر میں آ کراس نے وہ دینار گنے وہ ایک ہزار دینار تھے۔اس نے اس قم کوای طرح رکھ دیا۔ بیدہ رقم نہیں تھی جس کے لیےاس نے محنت کی تھی اورا سے خرچ کرسکتا تھاا ہے لگا آج اگراہے ہزار دینار دیے گئے تھے تو کل اس سے ہزار دینار واپس بھی مائے جاسکتے تھے۔

سہ پہر کے قریب وہ وہاں ہے باہر جانے کے لیے گیٹ پر آیاوہ آصف بھٹے کے پاس جانا چاہتا تھا۔ پکھ دوسرے ساتھیوں سے ملنا چاہتا تھا۔ بیسب پکھانہیں بتانا جاہتا تھا۔

گیٹ پر کھڑے گارڈ زنے اے باہر جانے نہیں ویا۔

''شخ كاحكمنبيل ب-'ان ميسايك ناس بتاياتها-

کرم علی کولگا جیسے وہ کچھ غلط وقت پر ہاہر جانے کے لیے نکلا تھا۔اس لیےا سے روکا گیا۔اس نے گارڈ سے پوچھا کہ وہ کس وقت ہاہر جانے کے لیے نکل سکتا ہے۔

''کسی وقت پر بھی نہیں۔''اس گارڈ نے اس انداز میں جواب دیا۔

" شیخ نے کہا ہے کہ آپ بہاں سے باہر نہیں جاسکتے۔"

کرم علی کوچی معنوں میں پسینه آ گیا تھا۔'' تو کیاوہ وہاں قیدی تھا؟''

وہ واپس کوارٹر میں آگیا اور ایک بار پھر ہزار دینار سے بھرے ہوئے لفانے کو نکال کردیکھنےلگا۔اسے اب غصر آرہا تھا بیخ سعود بن جابر پراس اصطبل پراوراپنے آپ پر، وہ آصف بھٹی دکان پر کھڑے بیخ سعود کے دوآ دمیوں کے ساتھ آنے سے انکار کر دیتا تو کوئی اسے کیسے یہاں لا سکتا تھا۔ بیکرم علی کی غلط خبی تھی ۔وہ وہاں آنے سے انکار کر دیتا تو بھی اسے اس اصطبل میں لے آیا جاتا کیونکہ بیخ سعود بن جابر کو اپنے گھوڑوں کی زندگی کے لیے کرم علی کے وجود کی ضرورت تھی۔

اس رات سعود بن جابر ہے اس کی دوبارہ ملاقات ہوئی تھی۔ اس باروہ بچھلی رات ملاقات کی طرح سنجیدہ نہیں تھا وہ اس ولا کے ایک کمرے کے بار میں بیٹھا شراب پی رہاتھا۔ جب کرم علی کوایک ملازم وہاں چھوڑ کرآ یا۔ اس نے پرسکون انداز میں مسکراتے ہوئے اس طرح کرم کا استقبال کیا تھا، جیسے وہ طویل عرصے کے بعد کسی دوست سے ملا ہو۔ صرف فرق بیٹھا کہ وہ کرم علی کے پاس نہیں آیا تھا اور کرم علی سے گلے ملاتھا نہ اس نے کرم علی سے باتھ ملایا تھا مگراس نے کرم علی کا حال احوال بے حدگر مجوثی سے یو چھنے کے بعد اسے بیٹھنے کے لیے کہا تھا اور خود اس کمرے میں موجود منی بار پر کھڑے ہوکرا پنے لیے شراب کا پیگ تیار کرنے لگا تھا۔

اس کے کہنے کے باوجود کرم علی فوری طور پر بیٹے نہیں سکا۔وہ کمرہ اس قدرشا ندارتھا کہ کرم علی کولگاوہ کسی کری یاصونے پر بیٹھے گا تووہ خراب ہوجا کیں گے۔حالا نکہوہ بے حدصاف ستھرے لباس میں تھا پھر بھی۔

'' بیٹے جاؤ۔''سعود بن جابر نے بغیر مڑے اپنے کام میں مصروف اس سے کہا تھا یوں جیسے اسے پتہ ہو کہ وہ ابھی بھی کھڑا ہوگا۔ اس بارکرم علی ہمت کر کے ایک کری پر بیٹے ہی گیا تھا۔

'' کیالو گے؟''سعود نے بےحددوستانداز میں اپنا گلاس تیار کرکے پلٹتے ہوئے اس سے پوچھااورساتھ ہی ایک کے بعدایک شراب کا گ

کرم علی ہونقوں کی طرح اس کا چہرہ دیکھتار ہا۔اس نے زندگی میں وہ نام بھی نہیں سے تھے بگروہ بیضرور جانتا تھا کہ بار پر کھڑے ہوکروہ اے شراب کےعلاوہ کسی اورمشروب کانہیں یو چھ سکتا تھا۔

. سعوداب منتظرتھا کہ وہ کچھ کیے گرکرم علی کے حلق ہے آ واز نہیں نکل پار ہی تھی ۔سعود شراب کے سپ لیتا ہوا بے حدثیکھی نظروں ہے اسے .

د یکهآای طرح خاموش کھڑار ہا۔ ۔

' دنہیں، مجھے پچھنہیں جا ہے؟'' کرم علی نے بالآ خرا پناخشک سامنہ کھولا۔

''تم يهال سے كهاں جانا جاہتے تھے؟''سعود بلاتو قف اپنے اصلى موضوع پر آھيا تھا۔

وہ اب بار سے ہٹ کر کرم علی سے کچھ فاصلے پر موجو داکیہ کری پر آ بیٹھا تھا۔ کرم علی فوری طور پراس کے سوال کا جواب نہیں دے سکا۔ وہ

کچھاور نروس ہوگیا تھا۔ صرف چند گھنٹے پہلے ہی تو اس نے وہاں سے نکلنے کی کوشش کی تھی۔اور چند گھنٹوں میں ہی سعوداس سے اس بارے میں پوچھر ہا تھا۔ یقیناً کرم علی کے بارے میں ہرخبراس تک پہنچائی جار ہی تھی۔

"میںمیں اپنے کچھ دوستوں سے ملنا جا ہتا تھا۔" کرم علی نے بالآ خرکہا۔

''تم ولید کو بتا دووہ تمہارے دوستوں کو پہیں بلالے گا۔''سعود نے وہاں کے انتظامی امور کے گمران کا نام لیتے ہوئے کہا۔

'' الیکن میں یہاں سے باہر کیوں نہیں جا سکتا؟'' کرم علی نے بالآخر وہ سوال کیا جو وہ کرنا جا ہتا تھا۔سعود نے جواب دینے کے بجائے

شراب کے گلاس سے ایک سپ لیا کرم علی منتظر نظروں ہے اس کا چبرہ دیکھار ہا۔ جواب نہیں آیا۔

" مجھے یہاں کس لیے لے کرآئے ہیں، کام کے لیے تونہیں لے کرآئے ؟ اور مجھے ہزار دینارکس لیے دیے ہیں۔ میں نے کیا کیا ہے؟" کرم علی اب میکے بعد دیگرے سوال کرنے لگا۔ پینخ سعود بن جابر سے اب وہ خوف اور جھجک محسوس نہیں ہور ہی تھی جواس سے پہلے ہوتی سعوداس کے چبرے کوخاموثی ہے دیکھار ہا پھراس نے شراب کا گلاس رکھ دیا۔

ساڑھے یانچ ماہ سے شیخ سعود بن جابر کے اصطبل کے گھوڑے کیے بعد دیگرے بغیر کسی وجہ کے مررہے تھے۔ ہر ہفتے ایک گھوڑا،شروع

کے چند ہفتے سعود نے اسے ایک اتفاق سمجھا ۔ گر جب یہ سلسلہ جاری رہا تو اس نے اسے سازش سمجھا۔ ہر مہینے گھوڑ وں کاطبی معائنہ کیا جاتا تھا، وہ

معائنہ ہر ہفتے ہونے لگا گھوڑوں میں کسی تشم کی کوئی بیاری نہیں تھی۔ اور مرنے والے گھوڑوں کے جسم میں بھی زہرخوانی کے کوئی اثرات نہیں تھے۔اس کے باوجود سعود نے بہت ساپراناعملہ نکال دیا۔اور بہت سانیاعملہ رکھا گھوڑے مرتے رہے ،سعود حفاظتی اقدامات اورعلاج معالجہ کے انتظامات بہترین سے بہترین کرتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ خوداس

اصطبل کے ساتھ منسلک ولا میں مستقل طور پر رہنے لگا اور اس کے دن رات کا بڑا حصہ ان گھوڑوں کے ساتھ گز رنے لگا۔ اس کے باوجود ہرساتویں ون ایک گھوڑ اا جا نک زمین پرگرتا۔اس کے منہ ہے جھاگ نکلنے لگتا۔اور جب تک ڈاکٹر زیااصطبل کاعملہ کچھکریا تاوہ گھوڑاختم ہو چکا ہوتا۔ پچھلے تین

ماہ سے سعود بن جابر کے سامنے بیگھوڑے مرر ہے تھے اور وہ بے بسی سے انہیں مرتاد کیھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ بیسلسلہ Orlando polish Arabian نسل کے گھوڑوں کے مرنے سے شروع ہوا تھا اور اب تک دس مختلف نسلوں کے گھوڑے مرچکے

تھے۔ آخری مرنے والے دو گھوڑ ہےPercheron stallion تھے۔اوران گھوڑ ل کی موت کے ساتھ ہی سعود بن جابر کا حوصلہ جواب دے گیا

عرب کے قبائل میں برسوں سے اگر کسی کے اصطبل کے گھوڑے اس طرح مرنے لگتے جس طرح سعود بن جابر کے اصطبل کے مرد ہے

تھا۔وہ اس کے بہترین اور پہندیدہ ترین گھوڑوں میں سے تھے۔

وہ تو ہم پرست نہیں تھا مگرمجبور ہو گیا تھا کہا ہے کالا جاد وسمجھتا وہ اپنے قبیلے کے سی بڑے کی ہدایت پرکسی دوسرے قبیلے کے ایک بدو سے ملا تھااور کرم علی کی وہاں آیداس ٹو کھے کا نتیج تھی۔جواس بدونے بتایا تھا۔

تھے تو وہ کسی مجمی نسل کے ایسے آ دمی کوایے اصطبل میں لا رکھتا جس کے پیٹ اور کمریر برص کے داغ ہوتے اور اس کے علاوہ اس کے جسم پر کہیں اور برص نہ ہوتا۔ایسا آ دمی ڈھونڈ نااس لیےمشکل ہوتا تھا کیونکہ برص عام طور پرکسی بھی آ دمی کے کمراور پہیٹ پریپلے ظاہر نہیں ہوتا تھااورا گروہاں ظاہر

ہوتا بھی تو ساتھ ہی ہاتھوں پیروں اور چبرے پر بھی نمودار ہونا شروع ہوجا تا۔ کرم علی ان لوگوں میں شامل تھا جن کے پیٹ اور پشت پر برص ظاہر ہونے کے بعدرک گیا تھا۔

سعود بن جابر کے لوگوں نے کو بہت میں ایسے کسی آ دمی کی فوری طور پر تلاش شروع کر دی تھی اور بیہ تلاش انہیں آ صف بھٹہ کے پاس لے آئی تھی اس کی دکان سعود بن جابر کے ملکیتی علاقے کے ایک بازار میں تھی اور سعود بن جابر کے کسی ہرکارے کے استفسار پراس نے انہیں کرم علی کے

بارے میں بتایا تھا۔ وہ نہ بتا تا اگراہے بھاری انعام میں دلچیسی نہ ہوتی جوسعود بن جابر کےلوگ ایسے کسی آ دمی کے بارے میں اطلاع پہنچانے پر وینے کا اعلان کررہے تھے۔ آصف کو بدیقین نہیں تھا کہ کرم کی پشت پر یاجسم کے کسی اور جھے پر برص تھایانہیں مگراس نے کرم علی کے پیٹ پر برص ے داغ بہت عرصے پہلے دیکھے تھے اوروہ اس کے ذہن میں تھے۔ کرم علی نے تب کوئی کریٹ اٹھا کرر کھتے ہوئے اپنے چہرے اور گردن کا پیپنداپی تحیص کا دامن اٹھا کرصاف کیا تھا۔اورا ہے حساس بھی نہیں ہواتھا کہ آصف بھٹہ کی نظراس کے پیٹے کے اس جھے پر پڑگئے تھی جہاں برص تھا۔ اوراب اس واقعہ کے دوسال بعد آصف بھٹے نے بڑے آرام ہے اس کے بارے میں سعود بن جابر کے آ دمیوں کو بتا دیا تھااور وہ خوش قسمت تھا کہ کرم علی کی پشت پہھی برص نکل آیا تھا۔ اگرنہ نکلتا تو آصف اس قم ہے محروم رہ جاتا جواس نے کرم کے بارے میں اطلاع وے کرحاصل کی تھی۔ کرم علی کو وہاں لانے کے بعداس ہفتے کوئی گھوڑ انہیں مراتھا۔صدیوں پرانا استعال ہونے والاٹو ٹکا اب بھی کارگر ثابت ہوا تھا۔کرم علی ہی وہ آ دمی تھا۔ جوسعود کے گھوڑ وں کو بیجا سکتا تھاا وراس باروہ ہزار دینار ,سعود کے کسی گھوڑ ہے کوکسی ممکنہ موت سے بیچانے کے لیے کرم علی کی اجرت یا

کرم علی منه کھولے شیخ سعود بن جابر کی باتیں سنتار ہاتھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔اسے سعود بن جابر کی باتیں ایک من گھڑت قصہ لگ رہا

تھا۔ گریہ بات سعود کو کہنے کا مطلب ہوتا کہ وہ اسے جھوٹا کہتاا وروہ کم از کم اتنااحمق نہیں تھا۔ اس نے زندگی میں بھی پنہیں سوچا تھا کہ برص کا وہ مرض جسے وہ ساری عمر چھپا تا پھرا تھاا ہے کسی شیخ کے پاس اس کے گھوڑوں کی زندگی بجانے کے لیے لے آئے گا۔

''میں تمہارا بہت احسان مند ہوں۔تمہاری وجہ سے میرے گھوڑے مرنا بند ہو گئے ہیں۔اس ہفتہ کوئی گھوڑ انہیں مرااس بدونے کہا تھا کہ

شیخ سعود بن جابراب ایخ شراب کے گلاس کود و بارہ بھرر ہاتھا۔

اگراس ہفتہ گھوڑ نے ٹھیک رہے تو پھر تب تک انہیں کچھنہیں ہوگا جب تک تم یہاں رہوگے۔'' ''لیکن میں یہاں سے جانا جا ہتا ہوں۔''

کرم علی نے فورا کہا۔سعوداس کے جیلے پرفوراسے پیشتر بلٹا۔ '' کیوں؟ یہاں کیاپریشانی ہے تہمیں؟ سب بچھتومل رہاہے تہمیں، جؤہیں مل رہاوہ بھی بتادومیں وہ بھی دے دوں گا۔''سعوداس بار سنجیدہ تھا۔

' جتمهیں کسی دوست سے ملنا ہووہ یہاں آ جائے گا۔ پاکستان فون پر بات کرنا ہےوہ بھی یہاں سے کر سکتے ہو پاکستان پیسے بھوا نا چاہتے ہو ولید کو بتا دو۔وہ بھجوا دے گاتے ہمارے خاندان کوکوئی مسئلہ ہوا تو ولیدا ہے بھی حل کر دے گا۔کوئی شراب، کوئی عورت چاہیے ولید تنہیں وہ بھی مہیا کر دے گا۔ تفریح کا کوئی اور سامان چاہیے وہ بھی بل جائے گا۔ صرف تہ ہیں یہاں سے باہر نہیں جانا ، ویسے تو کوئی تہیں یہاں سے باہر جانے بھی نہیں دے گا۔''

سعود نے بے صدصاف لفظوں میں اس سے کہا۔ کرم علی دم ساد ھے اس کی بات سنتار ہا پھراس نے کہا۔ ''اور مجھے کب تک یہاں رہنا ہوگا؟''سعود بن جابراس کے سوال پر کچھ دیراس کے چبرے کودیکھتار ہا پھراس نے شراب کا ایک گھونٹ

کیتے ہوئے کہا۔

''جب تکتم زندہ ہویا جب تک تمہارا برص جسم کے کسی دوسرے ھے پرآ نائبیں شروع ہوجا تا۔'' ''ہر ہفتے گھوڑوں کو کچھ نہ ہونے کی صورت میں تنہیں ایک ہزار دینارملیں گےتم اس رقم کو جیسے چا ہوخرچ کرو۔تمہارے باقی سارے اخراجات میرے ذمہ ہیں۔''سعود بن جاہرنے کہا کرم علی کسمجھ میں نہیں آیا وہ اس کا احسان مند ہویا اس سے نفرت کرے،اس کی آزادی چھین کر

۔ اسے بیسہ دے رہاتھا۔اوروہ بیسہ پاکستان میں اس کے گھر والوں کی زند گیاں بدل دینے والاتھا۔ مگروہ اس کی زندگی بھی بدل دینے والاتھا۔

کرم علی کا دل چاہاوہ کچھ دیر کے لئے چلائے ،شور مچائے ہنگامہ کرے۔سعود بن جابر کوجنتنی شدیداس کی ضرورت تھی وہ اسے پچھٹیں کہہ سکتا تھا۔گمر پھراسے لگا کہاس کا شور مچانا ہے کا رہے۔وہ اس ملک میں کیا کرسکتا تھا جواس کا اپنانہیں تھا۔وہ اس وقت تک ماؤف ذہن کے ساتھ سعود

بن جابر كسامنے بيشار ماجب تك اس نے اسے اپنے پاس سے چلے جانے كے لينہيں كہا۔

اس رات بھی وہ سونہیں سکا جا گنار ہا، باری باری باری ان سب چہروں کو یاد کرتار ہا جنہیں اب وہ بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ماں باپ بہن بھا ئیوں کے چہرےادرعارف کا چہرہ اس نے سوچنے کی کوشش کی تھی کہ کیااس سے کوئی گناہ ہوا تھا کیااس نے کسی کادل دکھایا تھا؟ کوئی دھوکا؟ کوئی جھوٹ؟ کوئی فریب؟

اے کچھ یادئیں آ رہاتھا۔اے واقعی کچھ یادئیں آ رہاتھا۔کرم علی نے زندگی میں واقعی بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔البتۃ اے ہروہ تکلیف ضرور یادتھی جودوسرےاہے پہنچاتے رہے تھے۔ پھروہ کون سا گناہ تھا جو کرم علی کو وہاں لے آ یا تھاوہ جتنا سوچتا جیسے پاگل ہونے لگتا۔۔۔۔۔اے بار بارسال

پہلےاس لانچ میں مرجانے والے جذام زدہ اس کڑ کے کی لاش یاد آتی جھےاس کی آتھھوں کے سامنے سمندر میں پھینک دیا گیا تھااس کا گناہ یہ تھا کہاس نے بیہونے ویا تھا۔لیکن وہ اس وقت بے بس تھا۔ چاہتا بھی تو سچھ بیس کرسکتا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ آج بے بس ہے۔

ا گلے دن وہ اصطبل اور اس ولا ہے باہر نگلنے کے راہتے ڈھونڈ تا رہا۔اسے احساس ہوا یہ بھی بے حد دشوارتھا۔اصطبل کے دو تیمن ملازم سائے کی طرح اس کے ساتھ لگے رہتے تھے، وہ وہاں ہے کسی بھی طرح بھا گنہیں سکتا تھا۔اس نے اگلے دن ولیدکوکویت میں اپنے پچھ پاکستانی دوستوں کے ایڈریس اورفون نمبرد ہے کرکہا کہ وہ ان سے ملنا جا ہتا تھا۔

دودن بعداس کا ایک دوست بے صد ہراساں انداز میں ایک گاڑی میں وہاں لایا گیا اور پھرایک اور اردو بولنے والا کو بتی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کرم علی کو ولید پہلے ہی بتا چکاتھا کہ اسے اپنے کسی دوست سے اس ساری صورت حال کا ذکرنہیں کرناور نداس کے دوست کو بھی اس کی طرح ولا سے باہرنہیں نکلنے دیا جائے گا۔

کرم علی پھر بھی کسی نہ کسی طرح اپنے دوست کواپنی حالت اور مصیبت کے بارے میں بتانا چاہتا تھا شایدوہ کچھ کرسکتا شایدا یمبسی کچھ کر سکتی ، شاید حکومت پاکستان کچھ کر پاتی لیکن اردو جاننے والے اس کویتی کی موجودگی میں وہ اپنے دوست سے کیا کہتا۔ وہ دونوں صرف ایک دوسرے کا اور ایک دوسرے کے گھر والوں کا حال احوال دریافت کرتے رہے۔ اس کے دوست کواس کویتی کی اس کے پاس موجودگی کھٹک رہی تھی۔ مگر اس کویتی نے اپنا تعارف کرم علی کے دوست کے طور پر کروایا تھا اور کرم علی نے نہ جا ہے بھی اس کی بات پرسر ہلاکرتا ئید کی تھی۔ کرم کا جی چاہاوہ اس سے کیے کہ وہ بہت خوش قسمت ہے جواس اصطبل میں نہیں ہے۔'' ہاں میں دیکھوں گا۔'' کرم نے سر ہلا کراس سے کہا۔ایک گھنٹہ کی ملاقات میں کرم علی کا ذہن کممل طور پر کہیں نہ کہیں بھٹکتار ہاتھا۔

ہو ہے۔ سے باربار خیال آرہاتھا کہ اس کا وہ دوست یا اس کے باتی دوستوں میں سے کوئی بھی اس کے لیے پچھنیں کر سکتے تھے۔ وہ سب چھوٹے لوگ تھے جن کے وجود سے ان کے خاندانوں کے چولیے جلتے تھے۔ ان میں سے زیادہ ترکویت میں غیر قانونی طور پر رہ رہے تھے اور جوقانونی طور پر آنوں کے جو اپنے جلے ۔ ان میں سے زیادہ ترکویت میں غیر قانونی طور پر رہ رہے تھے اور جوقانونی طور پر آتے تھے، وہ اپنے کفیل کے ہاتھوں خوار بھور ہے تھے۔ ان میں سے کوئی اس کے لیے کیا کرتا۔ کون پولیس انٹیشن جا کرشنے سعود بن جابر کے خلاف جس بے جا کی رپورٹ درج کرواسکتا تھا اور رپورٹ درج ہو بھی جاتی تو وہ کویت سے ڈی پورٹ ہو جاتا اس کا کفیل اسے زیروئی واپس بجوادیتا اور سعود بن جابر کے دلا سے بھر بھی کرم علی برآ مد ہوتا لیکن ایک خاندان کے لوگوں کی زندگیاں اور رزق ضرور کرم علی کی وجہ سے جاتا۔
سعود بن جابر کے دلا سے بھر بھی کرم علی برآ مد ہوتا لیکن ایک خاندان کے لوگوں کی زندگیاں اور رزق ضرور کرم علی کی وجہ سے جاتا۔

وہ کسی دوست سے پہلی اور آخری ملا قات بھی جواس نے وہاں کی تھی۔اس نے دوبارہ کسی سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور کسی میں اتنا حوصل نہیں تھا کہ کوئی سعود بن جابر کے ولا میں کرم علی سے ملئے آتا یا ہوسکتا ہے کوئی ملئے آیا بھی ہوگر اس کو پیتہ نہ چلا ہو۔ اصطبل میں دوسرے ہفتے بھی کوئی گھوڑ انہیں مرا۔ کرم علی کوا یک ہزار دینا راور دیے گئے۔اس کے یاس اب دو ہزار دینار تھے اور ان دو

ہزار دیناروں کے لیےاسے کی شتم کی محنت نہیں کرنا پڑی تھی۔اس نے پچھلے جارسالوں میں بھی کویت میں دوہفتوں میں دوہزار دینارنہیں کمائے تھے۔وہ کئی گھنٹےان دیناروں کو ہاتھ میں بکڑے بیٹھار ہا۔وہ ایک عمرقید کا شنے والے کو ملنے والامعاوضہ تھا۔

ا گلے دن وہ دو ہزار دیناراس نے اپنے گھر والوں کو پاکستان بھجوا دیے تھے۔اس نے پچھلے ہفتوں میں دوباران سےفون پر ہات کی تھی۔ اس فون کے دوران بھی وہ کویتی اس کے پاس ہیٹیار ہا۔

اس نے دوہی بارفون پر عارفہ سے بات کی تھی۔اس وقت پہلی باراس کا دل جا ہاوہ اس سے کہے کہ وہ اس کا انتظار نہ کرے۔اےاب واپس نہیں آتا تھا مگروہ اس سے پنہیں کہرسکا۔وہ اتنی محبت اور گرم جوثی کے ساتھ اس کا حال احوال پوچھتی رہی تھی کہوہ اس سے پیخ نہیں بول سکا۔ تنسب سر ہفتہ بھی اصطبل کا کوئی گھوڈ انہیں مواقع ایشنے سعود میں جاریہ نہاں ہفتر اسٹر داد میں اس جشن کا ہمتا اص ایتا کے ام علی کواک

تیسرے ہفتے بھی اصطبل کا کوئی گھوڑ انہیں مراتھا شخ سعود بن جابر نے اس ہفتے اپنے ولا میں ایک جشن کا اہتمام کیا تھا۔ کرام علی کوایک ہزار کے بجائے دو ہزار دینار دیے گئے اور اس رات اس کے لیے ولا میں منگوائی ہوئی عورتوں میں سے ایک عورت اور شراب بھی بجوائی گئی۔سعود بن جابر اصطبل میں اس کی ول بنتگی کا سامان کر رہاتھا۔ کرم علی نے دونوں چیزیں واپس بججوادیں وہ جب آزادتھا تب بھی اسے ان دنوں چیزوں سے کوئی دلچپی نہیں تھی اور اب تو وہ ایک غلام تھا۔

چوتھے ہفتے کرم علی نے دعا کی تھی کہ اس ہفتے گھوڑا مرجائے شایداس طرح اس کو دہاں سے نجات مل جاتی اس نے سعود بن جابر سے بیہ واقعی نہیں پوچھاتھا کہ اگراس کی وہاں موجودگی میں بھی گھوڑ ہے مرتے رہتے تو پھر کیا ہوتا۔ یقیناً پھراسے وہاں سے نجات مل جاتی ۔ یک دم جیسے اسے ایک موہوم ہی امید پیدا ہوئی تھی ۔ چوتھے ہفتے بھی کسی گھوڑ ہے کو پچھنیں ہواتھا۔ ۔ اوراس ہفتے سعود بن جابر سے کرم علی کی دو بارہ ملاقات ہوئی سعود بن جابر پہلے سے بھی زیادہ گرم جوثی سے کرم سے ملاتھااوراس باراس نے وہی سوال کیا تھا جو پچھلے کئی دنوں سے اس کے ذہن میں بار بار آر ہاتھا۔

"اگرمیرے پہال رہتے ہوئے بھی گھوڑے مرتے رہے تو یادو بارہ مرنے لگے تو؟"

سعود بن جابر کے چبرے کی مسکرا ہٹ یک دم غائب ہوگئ ۔ کرم علی جانتا تھا اس کا سوال غلط تھا اور نامنا سب بھی مگر جو پچھاس کے ساتھ ہور ہاتھا اس میں وہ کسی مناسب یا غیر مناسب چیز کی کیا پر واکر تا۔

''اس بدونے کہاتھا کدایک برص زدہ آ دمی کے آجانے سے سیسلسلدرک جائے گااور سیسلسلدرک گیااوراس نے بیٹھی کہاتھا کہ سیسلسلہ ایک باررک گیا تو دوبارہ شروع نہیں ہوگا۔''سعود بن جابرنے بےحد جتانے والے انداز میں کہا۔

''لیکن اگر پھر ہونے لگا تو؟'' کرم نے ایک بار پھروہی سوال کیا۔سعود بن جابر پلکیں جھپکائے بغیر بہت دیر تک اس کا چہرہ ویکھٹا رہا پھر

اس نے کہا۔

''اس بدونے کہاتھا کہا گریہسلسلہ نہ رکا اور رکنے کے بعد دوبارہ شروع ہو گیا تو پھراس برص زدہ آ دمی کومار ناپڑے گا۔'' کرم علی کا دل اچھل کرحلق میں آ گیا۔اے لگاسعود بن جابر نے اس کے ساتھ نداق کیا ہے۔ مگراس سعود بن جابر کے چپرے پر نداق کی

كوئى رمتى نظرندآ كى _ وە بے حد سنجيد ہ تھا _

''اس لیےتم وعا کروکہ بیسلسلہ دوبارہ شروع نہ ہو۔''سعود بن جابر نے شراب کاا گلا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔اب کرم علی کی سمجھ میں آگیا تھا کہ ایک برص زدہ آ دمی کی تلاش اتنی راز داری سے کیوں کی گئتھی۔سعود بن جابرا خبار میں اشتہار دیتا توسینکٹر ول نہیں تو درجنوں لوگ اسے ان علامات کے ساتھ۔۔۔۔۔کہیں بھی مل جاتے گراس کے ساتھ ہی اخبار کا بیاشتہار بہت سے دوسرے لوگوں کی نظروں میں آتا اور بدوؤں کی بیروایت کی نہیں طرح منظرعام پر آجاتی۔اور بیمنظرعام پر آجاتا تواس کے لیے اس آ دمی کواس طرح غائب کرنایا ضرورت پڑنے پرجان سے ماردینا آسان نہیں ہوتا۔

سعود بن جابرکوایک برص زوہ آ دمی کی ضرورت نہیں تھی ، قربانی کے ایک جانور کی ضرورت تھی اور کرم علی کی شکل میں اسے وہ جانور مل گیا تھا اور کرم علی ایک دن پہلے تک بید عاکر تا پھر رہا تھا کہ سعود بن جابر کے گھوڑے پھر مرنے لگیں۔ بیدجانے بغیر کہ پہلے اگران گھوڑ وں کی زندگی اس کے وجود کی مختاج تھی تو اب اس کا وجود گھوڑ وں کی زندگی تھی۔

چارہفتوں میں ایک بارائے سی گھوڑے کی زندگی اورموت میں دلچپی پیدائہیں ہوئی تھی۔اس کے لیے ہفتے کا ساتواں دن کوئی معنی نہیں رکھتا تھا اوراب وہ ہفتے میں ایک بارضرور مرتا تھا۔ ساتویں دن کا ایک ایک لیے گھونٹ گھونٹ موت کی صورت میں اس کے اندراتر تا تھا۔ یوں جیسے کوئی رکھتا تھا اور ایک ہاری باری پانچے دفعہ ٹریگر دبائے اور پھر ریوالوریہ کہہ ریوالور کے کہ باری باری پانچے دفعہ ٹریگر دبائے اور پھر ریوالوریہ کہہ کر ہنا لے کہ گوئی چیمبر میں ہے۔

اور کرم علی نے اس اذیت کوایک دن ،ایک ہفتہ،ایک مہینہ یا ایک سال نہیں جھیلاتھا۔اس نے اسکلے تین سال اس اصطبل میں جیتے مرتے باہر کی دنیاہے مکمل طور پر کٹ کر گزارے تھے۔ تین سالوں میں حادثاتی طور پراورطبعی طور پرایک آ دھ گھوڑے کی ہلاکت ہوئی بھی تھی مگراصطبل کے کسی آ دمی کواب اس بات کا اندیشہ تک نہیں تھا کہ اصطبل کے گھوڑوں کواب تین سال پہلے جیسا کوئی مسئلہ در پیش ہوسکتا تھا۔ وہاں کام کرنے والا کوئی شخص اب ہفتے کے دنوں کی گنتی نہیں کرتا تھاسوائے ایک آ دمیکرم علی کے۔ تین سال میں اس نے موت کا انتظار کیا تھایا پھر برص کے مرض کے دوبارہ ظاہر ہونے کا۔ دونوں میں ہے کوئی بھی نمودارنہیں ہوا تھا۔ کسی نے کرم علی سے زیادہ کمبی موت نماز ندگی نہیں یائی ہ<mark>وگی۔اس وفت کرم علی کا یہی خیال تھا۔</mark> تین سال نے اس کے ظاہر کو جتنا بدلاتھا۔اندر کواس سے زیادہ تبدیل کر دیا تھا۔ ہر ہفتے ملنے والے ایک ہزار دینار ہرمہینے جمع کر کے وہ اسی طرح پاکستان بھجوادیتا تھااس نے تین سال می<mark>ں ان دیناروں میں ہے ایک دینار بھی خرچ نہیں کیا تھااور ہر ماہ اتنی بڑی رقم پاکستان بھجواتے رہنے</mark> ہےاس کے خاندان کی مالی حالت اور بھی اچھی ہوگئ تھی۔ ہ خاندان کی مانی حالت اور بھی اپھی ہوگی ہی۔ وہ جانتے تھے کہ اب کرم علی شخ کے اصطبل میں کام کرتا تھا۔ کیا کام کرتا تھا؟ بیان میں ہے کسی کے بھی کرم علی ہے نہیں پوچھا۔ یہ پوچھنا ضروری تھا بھی نہیں اوران تین سالوں میں کرم علی با قاعد گی ہے فون پران سب ہے بات کرتار ہااور بار اس چیجن کا شکار ہوتا رہا کہان میں ہے تکسی کواس کی یا کستان آ مد کا انتظار نہیں تھا۔صرف اس رقم کا انتظار ہوتا تھا جووہ یا کستان بھجوا تا تھا۔وہ اگراس کے یا کستان آنے کے بارے میں یو چهتے بھی تضانوا نے سرسری انداز میں کہ کرم علی کوشاید کوئی کمبی چوڑی وضاحت بھی دین نہیں پڑتی تھی۔اسی سانس میں دوسراجملہ کوئی مطالبہ ہوتا تھا۔ اس کی ایسی ہرفون کال کے دوران کوئی نہ کوئی آ دمی موجود ہوتا تھانہ بھی ہوتا تو کرم علی اپنی قیملی کواپنی مصیبت کے بارے میں نہ بتا تا۔ ا ہےلگتا تھااس کی تکلیف ان کے لیے تب تک کوئی معنی نہیں رکھتی جب تک وہ انہیں اتنی بڑی بڑی رقوم بھجوار ہاتھا۔ تنین سال میںصرف عارفدتھی جس کا وہ اپنے آپ کومجرم سمجھنے لگا تھا۔وہ مبھی کھل کرا ہے بینبیں بتاسکا تھا کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کا انتظار نہ کرے بھی اور کے ساتھ شادی کر لے۔ بہت باراس نے عارفہ سے بیکہنا چا ہالیکن کوئی نہ کوئی چیز آ ڑے آتی رہی۔ بھی عارفہ کی کوئی بات ،اس کی ہنسی،بھی کرم کی جھجک،مناسب الفاظ کےامتخاب کی کوشش اوربھی فون کٹ جاتا۔اور پھرسب پچھ جیسےا گلے ہفتے پر چلاجاتا تھا۔

نہ کرے، کسی اور کے ساتھ شادی کرلے۔ بہت باراس نے عارفہ سے بیکہنا چاہالیکن کوئی نہ کوئی چیز آٹرے آتی رہی۔ بھی عارفہ کی کوئی بات،اس کی ہمجنگہ کی مناسب الفاظ کے امتخاب کی کوشش اور بھی فون کٹ جاتا۔ اور پھرسب پچھ جیسے اسکلے ہفتے پر چلا جاتا تھا۔

اس نے کئی بار عارفہ سے بات کرنا بھی چھوڑ اصرف اسی خواہش میں کہ وہ اس کی بے اعتمالی پراس سے متنفر ہوجائے یا اسے اس کی نہت اور ارادے پر بی کوئی شبہ ہو کہ شایدوہ واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ شایدوہ اس سے اب شادی کرنانہیں چاہتا، شایدوہ کسی دوسری عورت کے چکر میں ہے۔

ارادے پر بی کوئی شبہ ہو کہ شایدوہ واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ شایدوہ اس سے اب شادی کرنانہیں چاہتا، شایدوہ کسی دوسری عورت کے چکر میں ہے۔

گی گئی ہفتے اسے فون نہ کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے فون کرتا اور چند چھوٹے موٹے رکھوں کے بعد سب

پچھ پھرو ہیں پر آجا تا۔

عارفہ کواس پراندھااعتادتھا۔ میمکن ہی نہیں تھا کہ وہ اس پرشک کرتی یا ہے بھی شک ہوابھی ہوتو اس نے کرم علی ہے اس کا اظہار نہیں

کرے،اس نے بہت خطوں میں عارفہ کو بیہ بات لکھی بھی مگر بھی کسی خط کو پوسٹ کرنے کی ہمت نہیں کرسکا۔ بیاس کی خودغرضی تھی یا بزولی یا پھر عارف ے محبت۔وہ بیہ طے تہیں کریایا تھا۔ تین سالکرم علی اگر چاہتا تو وہ اپنے کوارٹر میں بیٹھے بیٹھے ہاتھ یاؤں ہلائے بغیر گزار دیتا کم از کم سعود بن جابرنے کھلے فظوں میں اس ہے یہی کہا تھا مگر کرم علی دن میں آٹھ گھنٹے اصطبل میں کام کرتا بعض دفعہ آٹھ گھنٹوں ہے بھی زیادہ، وہ جانوروں کےساتھ پہلی بارا تناونت گز ارر ہاتھا۔ بعض دفعها ہے لگتا تھا جیسے وہ ان کی زبان سمجھنے لگا تھا۔ان کے احساسات،ان کے جذبات وہاں اصطبل میں بندھے گھوڑے اے اپنے جیسے مجبور اور بے بس لگتے تھے یااس سے پچھکم بےبس جانوروں سے بیمحبت اس نے شیخ سعود بن جابر کےاصطبل میں پیھی تھی اور پھریہ ساری عمراس کے ساتھ رہی۔ تین سال میں اس نے صرف کا منہیں کیا تھا۔عبادت بھی بہت زیادہ کی تھی۔وہاں سے نکلنے کے لیے،اس مصیبت سے جان چھڑانے کے لیےاس نے ہروہ وظیفہ پڑھاتھا، جواسے یادآیا تھا۔ پہلاایک سال تو وہ دن رات قرآن پڑھنے کےعلاوہ کچھاور کرتا ہی نہیں تھا۔سارا دن وہ اصطبل میں کام کرتااورساری رات قر آن پڑھتار ہتا خاص طور پر ہر ہفتے کی ساتویں رات کو جب اس کی زندگی داؤ پرکٹتی تھی۔خوف تھایا کیا تھا مگر اسے نینز نہیں آتی تھی۔وہ بےخوابی کا شکار ہو گیا تھااوراس حالت میں وہ قر آن لے کر بیٹھار ہتا۔ پہلے سال کے بعداس نے وظیفے چھوڑ دیے تھے۔وہ صرف قر آن پڑھتانماز پڑھتا، تبجد پڑھتا.....اپنی آ زمائش پر جیسے اسے صبر آنے لگا تھا۔اسے لگتاوہ حضرت یونس علیہ اسلام کی طرح مجھلی کے پیٹ میں ہے۔فرق صرف بیتھا کہوہ پنہیں جانتا تھا کہوہ بھی باہرآ سکے گایانہیں۔ تین سال تک وہ ہرروزمبیج آئکھ کھلنے پراوررات کوسونے سے پہلے اپنے جسم کے ہر حصے کود کھتا۔وہ برص جس کے اپنے جسم پرنظرآ نے پروہ کئ ہفتے خوف کا شکارر ہاتھااب وہ اس کے جسم کے کسی دوسرے جصے پرنظر آنے کی دعاما نگٹار ہاتھا۔ وہ برص اس کے لیے جیسےاسم اعظم بن گیاتھا، جسے پڑھ کروہ وہاں سے نکل سکتا تھا۔ اور تین سال بعدا سے بہر حال اپنی دائیں ران پر وہ نھا سا دھبہ نظر آ گیا تھا۔جس نے اسے مچھلی کے اس پیٹ سے نجات ولا دی تھی۔وہ کئی گھنٹے خوشی اور بے بیٹنی کے عالم میں تیز دھڑ کتے ہوئے دل کے ساتھ اس ننھے سے دھبے کود مکھتار ہا۔ پھراسے لگا جیسے وہ نظر کے دھو کے کا شکار ہو ر ہاتھا۔ شایدوہ دھبہ اس کےجسم پرتھا ہی نہیں کیکن جب کئی ہارآ تکھیں بند کرنے اور کھولنے پر بھی وہ دھبہ و ہیں رہاتھا تواہے شبہ ہونے لگا کہوہ برص

ے بجائے کسی اور چیز کا داغ بھی ہوسکتا تھاا گلے گئی دن وہ پہلے کی طرح پین لے کراس داغ کے گردحد بندی کرتار ہتا داغ بڑھ رہا تھاا یک نتھے سے

کیا۔وہ اس کی زندگی کے 28ویں سال کا انتظار کر رہی تھی جب کرم علی کوواپس آ جانا تھااورا یک مِوجوم ہی امیداور آس کے ساتھ جڑی ہوئی تھی کہ

شایدوہ اس سے بہت پہلے واپس آ جائے۔شادی کے لیے نہ نہی، ویسے ہی سہی۔وہ ہرخط میں ملکھتی،وہ اس کے ہرخط کو ہزاروں نہیں تو کم از کم

ہر باراس کا خط پڑھنے پروہ خود سے وعدہ کرتا کہاس باروہ اسے کہد ہے گا کہوہ اس سے شادی نہیں کرسکتا ، وہ اس کے انتظار میں اپنی زندگی ضائع نہ

وہ جانتا تھاوہ اس کی زندگی کےسال ضائع کرر ہاہے کرم علی کی خاموثی اگر کسی کونقصان پہنچار ہی تھی تو وہ عارفہ کےعلاوہ اور کو کی نہیں تھی۔

سينكثرون بارتو ضرور پڑھتاا وراس كے تمير كا بوجھ بڑھتا جاتا۔وہ اسے دھوكا دے رہاتھااس كے ساتھ جو كچھ كرر ہاتھا غلط كرر ہاتھا۔

وہے سے وہ ایک سکے کے برابر ہو گیا تھا۔

تب ایک لمبے عرصے کے بعد وہ سعود بن جابر سے ملا۔ دھبہ دیکھ کروہ بھی ای طرح سکتے میں آ گیا تھا جیسے کرم علی۔ بہت دہر جپ رہنے کے بعداس نے کرم سے پو چھا۔

" بيكب ظاهر موا؟" اس كے ليج ميں تشويش تقى _

'' دو ہفتے پہلے ۔'' کرم نے کہااور بچھلے دوہفتوں سے برص بھلنے کے باوجودسعود بن جابر کے کسی گھوڑ کے کو پچھنہیں ہواتھا۔سعود بن جابر کو

'' تواب میں جاسکتا ہوں؟'' کرم علی نے دھڑ کتے دل کے ساتھ بالآ خروہ سوال کیا جس کا جواب وہ جانتا تھا۔

سعود بہت دریے چاپ اس کا چہرہ دیکھتارہا۔وہ تین سال میں اس کی زندگی میں ہونے والی ایک ایک چیزے واقف تھا۔ یہاں تک

کرم کی فون کالزر یکارڈ ہوتی تھیں۔وہ بیجی جانتا تھا کہ دہ ہر ہفتے ملنے والی قم جول کی توں یا کستان بھیج دیتا ہے۔اس میں سے پچھ بھی خرچ کیے بغیروہ پھی جانتا تھا کہ تین سال میں وہ اصطبل کے اچھے ملاز مین میں شار ہونے لگا تھا۔اس نے کی باراس کوکام کرتے دیکھا تھااسے حیرت ہوتی تھی۔موت کے خوف اور قیدنے کام میں اس کی دلچیسی اور جانقشانی کومتاثریا کم نہیں کیا تھا۔وہ بیجانتا تھا کہوہ بے حدعبادت گزارتھا۔ تین سال میں کئی ہارولیدنے اس

کے کہنے پر کرم علی کے لیے عور تیں اور شراب بھجوائی اور ہر ہاروہ شکریے کے ساتھ انہیں واپس بھجوا تارہا۔ تین سال میں بھی اے کرم علی کے کسی مطالبے بمسی فر مائش کا پیتہ نہیں جلاتھا۔اے کرم علی پر بھی ترس یارم نہیں آیا تھا مگراس میں دلچیسی

ضرور پیدا ہوگئ تھی۔ بالکل ویسی ہی دلچیسی ہیں اے اپنے اصطبل میں بندھے ہوئے گھوڑ وں ہے ہوتی تھی۔اے کرم علی بھی اپنے اصطبل کا ایک گھوڑ الگتا تھا۔ویبا گھوڑ اجیسے گھوڑ وں کے لیے سعود کچھ بھی کرسکتا تھا۔

'' کہاں جاؤ گئےتم ؟''سعود نے بالآ خراس سے یو جھا۔

کرم علی سوچ میں پڑ گیا۔واقعی وہ اب کہاں جائے گا۔ نین سال ہے کو یت میں کسی شخص کے ساتھ اس کا کوئی رابط نہیں تھا۔

اس کے گھروالے بتاتے تھے کہ کویت میں اس کے پرانے دوست سجھتے تھے کہ وہ بے حدمغرور ہو گیا تھااا درغرور میں ہی کسی سے رابط نہیں

رکھر ہاتھااوراب اگروہ جا کرانبیں بتائے گا کہوہ کس وجہ ہے تو۔ '' یا کستان جاؤ گے؟''سعودین جابر نے اسے سوچتے دیکھ کرایک ہارکہا۔

'' پاکستان!'' کرم علی چونک گیا۔

''ا تنابیبه تواس کی فیملی اب جمع کر ہی چکی ہوگی کہ وہ ہمیشہ کے لیے پاکستان چلا جاتا۔ جتنارو پبیا سے سعود بن جابر کے اصطبل میں کام کر کے تین سال میں ملاتھاا تنابیبیہ وہ اٹھائیس سال تک کہیں مزدوری کر ہے بھی نہیں کماسکتا تھا۔ ہاں واقعی اسے یا کستان چلے جانا جا ہے۔اس نے بے

'' ہاں، میں پاکتان جاؤں گا۔'' کرم نے بےساختہ کہا۔

''اس کے بعدوالیں آ وُگے۔''سعودین جابرنے یو چھا۔

'' واپس؟' کرم چونکا۔''نہیں واپس کیوں آؤں گا؟ پچھ نہ پچھ کرلوں گا۔ میرے گھر والوں نے کافی رقم جمع کرلی ہوگی۔اس سے کوئی کاروبارکرلوں گا۔''

کرم علی نے بڑے اعتاد سے کہا۔ رہائی کے آثار نظر آتے ہی اس کے لیجے کا عتادلوث آیا تھا۔

'' يهال كام تو كرر ہے ہوچا ہوتو يہيں رہ جاؤائ تنخواہ ميں ۔'' كرم على نے چونک كراہے ديكھا پھر بےساختة كہا۔

" ننہیں۔ مجھے یہانہیں رہنا، واپس پاکستان جانا ہے۔ "سعود کووہی جواب ملاتھا جس کی وہ تو قع کررہا تھا۔

" تم ایک بے حد عجیب آ دمی ہوکر م علی <u>"</u>

کرم علی نے حیرانی سے سعود بن جابر کا چېره دیکھا۔اس کا دل چاہا تھاوہ اس سے کہے کہ کیاوہ اس سے بھی زیادہ عجیب انسان تھا۔جواپنے سیسی کرم علی نے حیرانی سے سعود بن جابر کا چېره دیکھا۔اس کا دل چاہا تھاوہ اس سے کہے کہ کیاوہ اس سے بھی زیادہ عجیب

تھوڑوں کے لیےایک جیتے جاگتے انسان کوقیدی بنائے ہوئے تھااوراسے ضرورت پڑنے پر مارنے کوبھی تیارتھا۔

''اگر میں تمہاری کوئی مدد کرسکتا ہوں تو مجھے بتاؤ۔''سعود بن جابر نے بے حدفراخد لی سے کہا۔

''نہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ۔'' کرم علی نے اسی انداز میں کہا۔

'' جاؤ جا کرسوچو پھر مجھے بتانا۔''سعود بن جابر نے اس کی بات کا ٹیتے ہوئے کہا۔

کرم علی کچھ کے بغیروہاں سے چلا آیا۔وہ شام اس کی زندگی کی سب سے اچھی شام تھی۔ا سے اگلے دن اس اصطبل سے ہمیشہ کے لیے

چلےجانا تھا۔

سعود کے پاس آ کراس نے سب سے پہلے عارفہ کوفون کیا اورا سے بے حد پر جوش کیجے میں بتایا کہ وہ چند دنوں تک پاکستان واپس آ رہا ہے۔اس وقت میر بھی بھول گیا تھا کہاس کے پاس ٹکٹ کے لیے پیسے تک نہیں تھے۔عارفہ اس کی طرح خوش ہوئی تھی اورخوش کے ساتھ اسے جمرانی بھی ہوئی تھی۔ چندون پہلے کے کرم علی اور آج کے کرم علی کی آ واز میں زمین آ سان کا فرق تھا۔

''هين همهين سب يجھ يا ڪتان آ ڪربتادون گا۔''

کرم علی نے اس سے کہا تھا، پھراس نے دوسرا فون اپنے گھر اپنے باپ کو کیا تھا۔ رسی علیک سلیک کے بعداس نے اس پر جوش انداز میں انہیں بتایا کہ وہ چند دنوں تک مستقل طور پر پاکستان آرہا تھا۔

دوسری طرف یک دم خاموثی چھا گئ چر پچھ در کے بعد جہاں دادنے بے حد تشویش بھرے انداز میں اس سے کہا۔

" لکین کیوں بیٹا؟ اتنی اچھی نوکری چھوڑ کرتم یہاں کیوں آرہے ہو؟''

کرم علی کی ساری خوثی جھا گ کی طرح بیٹے ٹی تھی۔ اس کے پاس واقعی باپ کے اس سوال کا جواب نہیں تھا۔

'' بیں' وہ پکلا یا کیا کہتا وہ چار ہزار دینار مہینے والی نوکری چھوڑ کر پاکستان کیا کرنے آ رہا تھا۔

'' بیں پاکستان میں کوئی کاروبار شروع کرتا چاہتا ہوں ابو۔' اس نے بلا خرجہاں داد ہے کہا۔

'' وہ تو ٹھیک ہے بیٹا! مگر کاروبار کے لیے کتنی رقم ہے تہارے پاس؟''

کرم علی کچھے بول نہیں سکا' بیں، میں پچھلے تین سال میں جورتم بچھوا تار ہااس میں سے کچھرتم بچائی تو ہوگی آپ نے۔' اس نے بلا خرکہا۔

'' کہاں بیٹا! اتن مہنگائی ہوگئ ہے پاکستان میں کہ پچھے بھی پچتا کہ ہے ہے تہمیں بتایا تو تھا کہ ایک گاڑی لی ہے پچھلے سال دود فعد آصف کا

ایکسٹرنٹ ہوااس گاڑی پر کتنی رقم لگ گئے۔ اب بلکہ جھے کہدرہا تھا کہ بھائی جان ہے کہیں نئی گاڑی کے لیے پہیے بھیجیں کوئی نیا ماؤل بتارہا تھا کہا ہوگی ہوگی ہے۔ ایک دو
میں کی نے لیا ہے۔ او پر کے دو کمروں میں اے تی لگوائے ہیں۔ بہت گرمی ہوتی ہے اور وہاں تہاری ماں نے نبیلہ کا پچھے تیو بیوایا ہے۔ ایک دو
کمیٹیاں ڈال کر ، اب اس ماہ ابھی گھر میں امنے کہاں کوٹا دوں گا۔ ابھی دو ہاہ تک نبیلہ کی گئی کافنکشن ہے۔ اس کے لیے بھی رقم چاہے۔''

۱۰ سے درصاری ہے نہیں ہم سیبوے میں میں دہار درصاری تفصیل سنتار ہا۔ کرم علی ایک لفظ کہے بغیر چپ چاپ فون پریہساری تفصیل سنتار ہا۔

''کس کا فون ہے؟''اسے فون پراپنی مال کی آواز دورہے آتی سنائی دی۔''کرم علی ، کہدر ہاہے نوکری چھوڑ کر مستقبل طور پر پاکستان آر ہا ہے۔''جہاں دادنے مڑکراہے بتایا تھا۔

'' ہیں! بھلاوہ کس لیے؟''اس نے مال کو بےساختہ تشویش بھرے کہجے میں کہتے ساتھا۔

'' پیتنبیل،تم سمجها وُاسے،بیحمافت نه کرے۔''

جہاں داد نے ریسیور ہیوی کوتھاتے ہوئے ہدایت کی کرم فون پر بیسب کچھین رہاتھا۔ چند کھیے پہلے کی خوثی اورمسرت کا احساس یک دم غائب ہوگیاتھا۔

''ہیلو.....کرم بیٹا! میتہارےابوکیا کہدرہے ہیں۔''

زینت نے فون کاریسیورتھا متے ہی بےحدحواس باختة انداز میں کرم علی سے کہا۔

'' کی پہنیں امی! میں نے ویسے ہی ایک بات کی تھی۔ایسے ہی پاکستان آپ لوگوں سے ملنے کے لیے آنا چاہتا تھا تو''

''سودفعہ پاکستان آؤ بیٹا! میں تو خود بڑی اداس ہور ہی ہوں تمہارے بغیر ہلین بیٹا!اس طرح لگی لگائی نوکری پر لات مارنا اچھی بات نہیں۔رشتہ داروں میں کسی کے بیٹے کی ایسی اچھی نوکری نہیں ہے کویت میں پچھسال اور لگالو بیٹا پھر آتو جانا ہی ہے۔ابھی تو تمہارے علاوہ گھر میں

> کوئی کمانے والا تک نہیں ہے ہتم آ جاؤ گے تو گھر کیسے چلے گا؟'' ''تھ کہ بچے یہ کہ نی مار مہتنی قم بھین اس

'' آپ کو بچت کرنی چاہئے تھی امی! میں جتنی رقم بھیجتار ہا آپ کووہ سب خرچ نہیں کرنی چاہئے تھی۔''

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ماں سے گلہ کیا۔اس نے تین سال میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ دینار پاکستان بھیجا تھااوراس کے گھروالے وہ سارا

" بیٹا! بچت ہوتی کہاں ہے،؟ سوتو خرہے ہوتے ہیںتم الگ ہے کوئی رقم تھیجے تو میں بینک میں جمع کرواتی رہتی۔ گرتم نے بھی گھر کے

خرچ کر چکے تھے۔وہ واقعی بےوقو ف تھا جواپنے پاس کچھ بھی بچا کرر کھنے کے بجائے ساری کی ساری رقم پاکستان بھجوا تار ہااورکویت میں سات سال

خرچے کےعلاوہ تو بھی کوئی فالتورقم نہیں بھجوائی۔ آصف کہدر ہاتھا کہ بھائی جان شایداب عارفہ کے لیےرقم اکٹھی کررہے ہیں۔ کیونکہ عارفہ کے ماں

گزارنے کے باوجودوہ آج بھی وہیں کھڑاتھا، جہاں کل تھا۔

وہ کرم علی کواپنے ساتھ خوش قسمت سمجھ کراس کی قسمت آ زمانے کے لیے نہیں لایا تھالیکن میے عجیب اتفاق تھا کہ جس رات وہ کرم علی کے ساتھ اس کسینو میں آیا۔اس رات سعود بن جابر نے ہیں سال کے بعدایئے کسینو میں قم جیتی تھی ۔صرف پنہیں وہ اس رات ایک بازی بھی نہیں ہاراتھا۔

خدمت گار کےطور پراور وہاں رکھنے کے چند ماہ بعد وہ اسے اپنے ذاتی طیارے میں اپنے ساتھ لاس ویگاس کے اس کسینو میں لایا تھا جوسعود بن جابر

کی ملکیت تھااوروہ مہینے میں ایک بار جوا کھیلنے کے لیےا بے کسیوضرور جاتا تھا بیا لیک اتفاق تھا یاسعود بن جابر کی برقسمتی کیکن آج تک سعودا بے کسیو

میں جوا کھیلتے ہوئے بھی نہیں جیتا تھالاس ویگاس کے سی جو مرے کسیو میں ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔اس کی ہار کا سلسلہ جتنا لمباہوتا گیااس کے کسیو

کے ملاز مین کا بیاصرار بھی کہوہ اسے دھوکہ بازی ہے جتانے کی کوشش کریں ۔سعود بن جابر کوئی بہت زیادہ ایمان دار آ دمی نہیں رہاتھا مگراس کی ضد تھی

که وه اینے کسیو میں اگر جیتے گا توکسی دھوکہ بازی کے بغیر ورنہ تب تک ہارنا پیند کرے گاجب تک قسمت اس کا ساتھ نہیں دیں۔

پر کرم علی نے اس سے مستقل طور پرلاس ویگاس میں ہی رہنے کی خواہش کی تھی۔ سعود بن جابر نے کسی تامل کے بغیراس کی بات مانی تھی۔ « ، کسیعو میں جو کام کرنا چا ہومیں تنہیں دلوادی<mark>تاہوں۔''</mark> سعود نے بڑی فیاضی کے ساتھ کہا۔ کرم علی کا ول بے ساختہ چاہا ہے کہے وہ وہاں کوئی کام کرنانہیں چاہتا۔اسے اس جگہ ہے بھی نفرت تھی ۔لیکن اسے خدشہ بیدا ہوا تھا کہ سعوداس کی بات پر بگڑ سکتا تھا یا اگر دو بارہ اے کویت لے گیا تو۔؟ · ' كسينو مين كام ' كرم على كهتي كهتي الكا-'' ہاںکوئی بھی کام جوتم کرنا چاہو۔''سعود بن جابر نے ایک بار پھراسی انداز میں کہا۔کرم علی بہت دیر چپ رہا پھراس نے کہا۔ ''میں کسینو کا فرش صاف کرنا جا ہتا ہوں۔''سعود بن جابر کوتین سال ہے زیادہ کے عرصے میں کرم علی بھی بے وقو ف نہیں لگا تھا مگراس وقت وہ واقعی احمق تھااسکی جگدکوئی اور ہوتا تو آج سعود بن جابر ہے پچھالیی چیز مانگتا جس سے ہمیشہ کے لیے اس کی قسمت بدل جاتی مگروہ چھوٹے ذہن اور چھوٹی کلاس سے تعلق رکھنے والا آ دمی تھا۔ اتنا بڑا خواب کیسے دیکھنا؟ ساڑھے تین سال میں پہلی بارسعود بن جابر کا دل کرم علی سے اٹھ گیا۔ وہ پینیں جانتا تھااس چھوٹے ذہن کےاور چھوٹی کلاس سے تعلق رکھنے والے آ دمی نے اس کسیٹو میں ان چند کاموں میں سے ایک چننے کی کوشش کی تھی جس ہے اسے رزق حلال کے قریب ترین والارزق ملتا۔ سعود بن جابرنے ہی امریکہ میں اس کے سارے بیپرز بنوائے تھے۔ کرم علی کویت سے لاس ویگاس آ گیا تھا۔

رقم سعود بن جابر کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ جیت معنی رکھتی تھی۔ وہ تقریبا خوش سے یا گل ہو گیا تھا۔ کرم علی کوایک لیمجے کے لیے بھی خیال

نہیں آیا تھا کہ وہ سعود بن جابر کے لیے خوش قسمت ٹابت ہوا تھا کیکن سعود بن جابر کوسب سے پہلے یہی خیال آیا تھا۔ کرم علی نے اس کے ہار کے سلسلے کوتو ژ

دیا تھا۔ کرم علی یک دم اس کے نز دیک بہت اہمیت اختیار کر گیا تھا۔اس کے بعدوہ جب بھی لاس ویگاس آتا کرم علی کوساتھ لے کر آتا اورا یسے ہی ایک سفر

اندرآ گئی صحن کے تخت پر بیٹھی نفیسہ گود میں رکھی پلیٹ سے روٹی کالقمہ لیتے لیتے رک گئیں۔انہوں نے پلٹ کراسے دیکھاروٹی کالقمہ لیتے لیتے رک گئیں۔انہوں نے پلٹ کراسے دیکھاروٹی کالقمہ لیتے لیتے رک گئیں۔انہوں نے پلیٹ کو گورسے ہٹا کرتخت پر رکھ دیا۔ گئی ماہ پہلے کی طرح زینی کود کھے کرغصے سے پاگل نہیں ہوئی تھیں وہ اس بار۔ زینی کچھ در چپ چاپ شکست خور دہ انداز میں محن میں کھڑی رہی۔ پھرا کی بھی لفظ کے بغیر نفیسہ کے قدموں میں گھٹوں کے بل بیٹھ گئ اوراس نے مال کی گود میں منہ چھیاتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔

دو کون ہے سلمان؟'' نفیسہ نے سلمان کو دروازہ کھول کر کھڑے دیکھا۔ سلمان جواب دینے کے بجائے سامنے سے ہٹ گیا۔ زین

اوراس نے ماں کی اودیں مند چھپاتے ہوئے رونا شروح کردیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسوآ گئے۔''تم نے بڑاظلم کیا ہم سب پرزین کتنا سمجھایا تھاانہوں نے تہہیں کتنا کہاتھاانہوں نے ہلین تم نے ان کی بات نہیں مانی اب دیکھوکس حال میں ہوتم ؟''زین نے سراٹھا کر ماں کوئہیں دیکھاوہ ماں کے پاس صرف رونے آئی تھی۔ماں کے پاس ہرکوئی رونے ہی آتا ہے۔

وہ بچوں کی طرح بھوٹ بھوٹ کررور ہی تھی۔نفیسہ بھی رونے لگیں وہ جانتی تھیں زینی ،ضیاء کے کتنے قریب تھی۔وہ ابو کی بیٹی تھی ماں کی پچھ بیں۔وہ جانتی تھیں باپ کی موت نے اس پر کیااثر کیا ہوگا وہ نہیں جانتی تھیں وہ اس رات ان کی گود میں باپ کے لیے آنسو بہانے نہیں آئی تھی۔ وہ جس چیز کے لیےرور ہی تھی وہ نفیسہ جان جا تیں تو وہ جان سے جاتیں۔

''اب کیا فائدہ رونے کا زین! اب کچھوالی تونہیں آئے گا۔ چپ ہوجاؤاب۔'' نفیسہ نے بالآخراس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اے ولاسادینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بہت دیر تک روتی رہی۔ زہرہ اور رہیے صحن سے آنے والی آوازیں سن کر باہرنگل آئی تھیں۔ زہرہ زینی کواس طرح روتے دیکھے کرخود بھی رونے لگی تھی۔ مگر رہیعہ

صرف چند لمحےری تھی وہاں پھروہ واپس کمرے میں چلی گئی۔زین کے آنسوؤں اور گرمچھ کے آنسوؤں میں اسے کوئی فرق محسوں نہیں ہوا تھا۔ ''وہ بہت ناراض تھے تم سے میں نے انہیں زندگی میں بھی اسے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔تمہارے گھر گئے تھے تہمیں لینے۔گر جب انہیں

پتہ چلاکہتم ملائشیا چلی گئی تو بہت صدمہ ہوا تھا انہیں، بہت برا بھلا کہا انہوں نے اس رات واپس آ کریہ بھی کہا کہ وہ دوبارہ اب بھی تہاری شکل نہیں دیکھیں گے ۔۔۔۔۔ یہ کھے ہے کہا کہ وہ حرام رزق کھانے اور دیکھیں گے ۔۔۔۔ یہ کہا کہ وہ حرام رزق کھانے اور پہننے لگ گئی ہے۔ اس حالت میں میرے پاس آئے گی تو میری روح کو تکلیف ہوگی۔ای رات انہیں رات کے پچھلے بہر ہارٹ اٹیک ہوا اور چند کھنٹوں میں وہ ختم ہو گئے۔''

بہت باراسے ضیاء کی قبر پر جانے کا خیال آیا تھا مگر ہر بارا یک عجیب ہی ندامت ملامت اس کے یاؤں پکڑ لیتی۔اس میں باپ کا سامنا

کرنے کی ہمت نہیں تھی اور کم از کم اب اس حالت میں جب اس کا پوراوجودرز ق حرام میں چھپا ہوا تھا۔ زین تخت پر بیٹھی پلیٹ میں پڑی پیاز کے ساتھ وہ روٹی کھانے گئی جونفیسہ نے چھوڑ دی تھی۔نفیسہ اب بھی ضیاء کی باتیں بتار ہی تھیں اور وہ رزق حلال کھار ہی تھی۔اس نے یادکیا آخری بارکب اس نے کھاٹا کھاتے ہوئے اس کے ذائعے پراتناغور کیا تھا۔ یقیناً وہ آخری باراس گھر میں ہی ہوئی تھی۔اس گھرے نکلنے کے بعد نہیں۔

زہرہ نے پانی کا گلاس لاکراس کے پاس رکھ دیا۔زینی اب آخری لقمہ لے رہی تھی۔

"آ پابھی تک پہیں ہیں آیا؟" زینی کواس وقت پہلی بارز ہرہ کی وہاں موجو گی کا حساس ہوا۔

'' بیرتو کئی مہینوں سے یہیں ہے۔تمہارے ابو کی وفات کے بعد تعیم اسے واپس لے کر ہی نہیں گیا۔ وہ دوسری شادی کرنے والا ہے۔ بچیاں اور زہرہ تب سے یہیں ہیں۔''

زہرہ کے پچھ کہنے سے پہلے ہی نفیسہ نے رنجیدگی سے کہا۔

''ربیعہ کی مثلق ٹوٹ گئی ہے۔'' ''Lidu povelso کی ہے۔''

زین کوشاک لگا۔ رہیمہ ابھی تک باہراس کے پاس نہیں آئی تھی وہ اب دجہ بمجھ سکتی تھی۔

'' بھی کتناروکا تھا،اس کے سسرال والوں نے تمہاری ماڈ لنگ کی وجہ ہے ہی بیٹنٹی تو ڑی ہے۔'' نفیسہ کے لیجے میں ملامت نہیں تھی۔ گلہ تھااور گلہ ہونا بھی جا ہے تھا۔

'' آپ لوگ اپناسامان پیک کرلیں۔ میں آپ سب کو لینے آئی ہوں۔''نفیسہ نے چونک کرزینی کودیکھا۔اب وہ پانی پی رہی تھی۔ ''میں تو پیچھی کہتم واپس آگئی ہو۔''زین کو ماں کی سادگی پر بےساختہ پیار آیا۔

''زندگی کے ہرموڑ پرواپسی کاموقع نہیں ملتا۔ پیچھےاب بچا کیا ہےجس کے لیے میں واپس آؤں۔''اس کی آواز میں نمی تھی۔

"آ ناہوتاتو جاتی کیوں؟ آپ لوگ بھی میرے ساتھ چلیں مجے میرے ملازم آکر سامان لے جائیں گے۔"

اس نے نفیسہ سے کہا،اس سے پہلے کہ نفیسہ کچھ کہتی زہرہ اور سلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔

نفیسہ نے جیرانی سے انہیں دیکھا۔انہوں نے جیسے باور کرادیا تھا کہان کا فیصلہ کیا ہونا جا ہے تھا۔

بھوک اور ذلت میں اگرایک چیز کا انتخاب کرنے کا موقع ملے تو ہر شخص ذلت ہی چنے گا۔ بھوک زندگی کوسالوں اور مہینوں سے انگلی کی پوروں پر لے آتی ہے۔

ان سب نے اس سے پہلے''غربت''اور'' نگ دئی'نہیں دیکھی تھی ضیاء کی موت نے ان دونوں سے روشناس کروایا،ان کی موت سے پہلے گھر میں جیسا بھی پکنا مگر دن میں تین بار کھانا پکتا ہرا ایک کی ہرا کی ضرورت تاخیر سے ہی سمی مگر پوری ہوجاتی لیکن اب،اب اس گھر سے رزق نہیں گیا تھا رزق کی برکت چلی گئے تھی۔ نفیسہ نے پچھنیں کہا خاموثی سے سر جھکا دیا۔ یہ جیسے ہتھیارڈ النے کے مترادف تھا۔لیکن رہیعہ نے ہتھیارنہیں ڈ الے تھے یا کم از کم اس آ سانی سے نہیں ڈ الے تھے۔ وہ زہرہ کے سامان پیک کرنے کے لیےاندرآتے ہی غصے میں آگ بگولہ باہر سحن میں آگئی۔ ''میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی امی اور کسی حرام کھانے والے کے گھر میں تو بھی نہیں۔'' اس نے صحن میں آ کرزئی کوکمل طور برنظرانداز کرتے ہوئے نفسہ سے با آواز بلند کہا، زئی خاموش رہی اس کے باس اس وقت کہنے

اس نے صحن میں آ کرزینی کو کمل طور پر نظرانداز کرتے ہوئے نفیسہ ہے با آ واز بلند کہا، زینی خاموش رہی اس کے پاس اس وقت کہنے کے لیے پچھنیس تھا۔

''یہاں رہ کربھی بہت سے مسلے ہیں رہید اتم تواپی آنکھوں سے گھر کا حال دیکھ رہی ہوز ہرہ کی دو بچیاں بیار پڑی ہیں اورعلاج کے لیے پینے ہیں اسکول چھوڑ کر گھر میں ہیٹھی ہے سلمان نے تعلیم چھوڑ دی ہجھوڑ دی۔ پھر بھی گھر کے اخراجات پور نے ہیں ہور ہے۔''
''سب پھڑراب ہے تو کوئی بات نہیں کل ٹھیک ہوجائے گا۔ ابو کی پنشن آنے گھگی۔ میرارزلٹ آجائے تو مجھے کوئی بہتر نوکری مل جائے گی ہمیں کسی کے کلڑ دن یہ بلنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔''

وہ نفیسہ سے یوں بات کر رہی تھی جیسے زین وہاں ہے ہی نہیں۔ زینی نے مداخلت نہیں کی وہ اس پلیٹ میں نمک مرچ کے ذرّات کواپنی انگلی سے صاف کر کے اپنی پوریں جائتی رہی۔

'' تتہمیں اگریہاں رہناہے تو رہولیکن ہم میں ہے تو کوئی یہاں نہیں رہے گا ہم سب زینی کے پاس جا کیں گےوہ بہن ہے ہماری زہرہ نے باہرنکل کر بڑی تختی ہے رہیعہ ہے کہا۔

"ابوكوكتنادكه موتاا كريه بات آپان كے سامنے كرتيں _"ربيدنے بليك كرز ہره سے كها۔

''ابوہوتے تو کوئی یہاں ہے نہ جاتالیکن اب ان حالات میں یہاں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں،تم نے رشتہ داروں کوآ زمالیا، محلے دالوں کو د کھے لیا، اب اور کس کو پرکھنا ہاتی ہے؟ میں یہاں بیٹھ کراپی بیٹیوں کو مرتے نہیں د کھے سکتی۔کوئی اور نہ بھی جائے میں تو زینی کے ساتھ جاؤں گی اور سلمان بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔''

ز ہرہ نے علی الاعلان کہا۔ زینی پلیٹ کے اطراف میں گئی ہوئی معمولی ٹی ٹمک مرچ کوبھی اپنی انگلی سے صاف کرنے اور چاشنے میں گئی تھی۔ یوں جیسے وہ صرف اس کام کے لیے وہاں آئی ہو۔ ریجعہ نے نفیسہ کودیکھااور کہا۔

''مگر میں اورامی یہال سے نہیں جا ^کیں گے۔''

ریں، در ایہاں سے بیال سے بیں ہے۔ ''ربیعہ!ابتم ضدمت کروپہلے اس کی ضد کی وجہ سے بیدان دیکھنے کو ملا ہے۔ابتمہاری ضد کوئی اور آفت لے کر آئے گی ہمارے لیے جب کوئی یہال نہیں رہنا چاہتا تو تم اسکیلے یہاں کیسے رہوگی؟''نفیسہ نے بالآخر کہا۔ربیعہ نے بے بیٹنی سے مال کودیکھا۔

"آپآپ بھی یہاں نہیں رہیں گی؟"

''نبیس جہاں باقی جارہے ہیں میں بھی وہیں جاؤں گی۔''نفیسہ نے مدھم آ واز میں کہا۔ربیعہ پچھ دیر پچھ بول نہیں تکی۔پھراس نے پہلی بار زینی کو دیکھا۔وہ سر جھکائے آخری باراپی انگلی پلیٹ میں پھیررہی تھی۔ پلیٹ اب بالکل صاف تھی اس میں کہیں نمک مرچ نہیں رہ گیا تھا۔ زینی نے ہاتھ بڑھا کر پانی کا گلاس اٹھالیا۔ربیعہ کواس سے اس وقت بے تھا شانفرت محسوس ہوئی۔اسے وہ زندگی میں بھی اتنی بدصورت نہیں گلی تھی۔ چڑے جڑے جڑے

زینی کس حد تک بدل گئتھی۔ بینفیسہ اور باقی گھر والوں کواس کے گھر میں آنے کے چند دنوں کے اندر ہی پہتہ چل گیا تھا۔ حجیوٹی جیموٹی جیموٹی باتوں پر رونے دھونے والی اور ہراچھی بری چیز سے چند کھوں میں خاکف ہوجانے والی زینی کااب کہیں کوئی وجو ذہیں تھا۔ جے وہ اب دیکے در ہے تھے وہ کوئی اور زینی تھی جس کی طاقت، اثر ورسوخ پر بھی ان سب کوشبہ ہوتا اور بھی انہیں اس پر رشک آتا۔ وہ بیسہ جس کے لیے وہ سب دن رات ترستے رہتے تھے ای گھر میں وہ بیسہ اب کس کا مسئلہ ہیں تھایا کم از کم فی الحال کسی کو وہ مسئلہ ہیں لگ رہا تھا۔

زین دن ڈھلے اٹھتی تیار ہوتی پھر گھر <mark>نے نکل جاتی اور رات گئے آتی یا گھر آتی ہی نہیں تھی اور جب وہ گھر آتی تو گھر کا فون اور اس کا سیل فون مسلسل بجتے رہتے ۔ گیٹ کے باہر کوئی نہ کوئی گاڑی اس کے انتظار میں کھڑی رہتی ۔ وہ بعض دفعہ گھر میں صرف لباس تبدیل کرنے آتی تھی ۔ بعض دفعہ اس کے لیے بھی نہیں جوس کا ایک گلاس جووہ ہوتے جاگر کرلیتی تھی وہ واحدخوراک تھی جووہ روز با قاعد گی ہے گھر میں لیتی تھی پھراس کے بعدوہ باہر کیا کھاتی تھی ۔ پچھکھاتی چتی بھی تھی انہیں نفیسہ کو پچھ پتانہیں ہوتا تھا۔</mark>

ربیعہ اورسلمان دوبارہ کالج جانا شروع کر چکے تھے۔ زین کا گھر والوں کو گھر میں لانے کے بعدر بیعہ سے اکیلے میں بھی سامنانہیں ہوا تھا۔اگر بھی سامنا ہوا بھی توربیعہ اس سے بات کیے بغیر ہٹ جاتی تھی۔وہ ناراض تھی زین جانتی تھی۔

اس کی ناراضی ٹھیک تھی زینی ہے بھی جانتی تھی جو کچھ ہوازینی کواس پر د کھ بھی تھااورافسوس بھی۔

کیکن اس سب کے باوجودوہ رہیعہ کے ساتھ بیٹھ کر کسی پرانے ایٹوکوڈ سکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ ہرچیز ساتھ ساتھ دفن کرتی جارہی تھی۔ بینہ کرتی تو زندہ رہنااس کے لیے بے حدناممکن ہوجا تا۔

فاران کےساتھ کانٹریکٹ ختم ہونے کے باوجود زین کے ماڈلنگ کیریر پرکوئی بڑااثر نہیں پڑاتھا۔ ہرگزرتے دن کےساتھ وہ پہلے سے زیادہ مصروف زیادہ مشہور ہور ہی تھی اوراس کی پہلی فلم کی ریلیز میں صرف کچھ وقت ہی باقی تھا۔اس فلم کی کامیابی اسے سپراسٹار بناتی اوراس کے ریئس میں یک دم اضافہ ہوجا تااور بیوہ واحد چیزتھی جس سے زینی کودلچپی تھی۔ پیسہاور صرف پیسہ۔

اس کے گھر میں پہلے فلم انڈسٹری سے منسلک لوگ آتے تھے مگرا پئے گھر والوں کو وہاں لے آنے کے بعداس نے شوہز سے منسلک یا اپنے شناسا کسی بھی شخص کو گھر آنے سے روک دیا تھا۔ وہاں اس کی بہنیں اور اس کی بہن کی بچیاں تھیں اور وہنییں جا ہتی تھی اس کی زندگی یالائف اسٹائل کی وجہ سے ان میں سے کسی کے لیے کوئی مزید مسئلہ پیدا ہوا۔ نعیم کولگ رہاتھااس کا دل جیسے دک جائے گا۔ پولیس اس کے سامنے اس کی دکان کے سامان کو نکال نکال کر پھینک رہی تھی۔اح پھر ہیں کرائے پر لی ہوئی کپڑے کی بید دکان وہ بچھلے پندرہ سال سے چلار ہاتھا۔ آج تک بھی کوئی مسئلٹہیں ہواتھااورا یک ہفتہ پہلے بیک دم ہی اس کی دکان کے مالک نے اس سے دکان خالی کرنے کے لیے کہتے ہوئے کہا کہ اس نے دکان کسی کو بیچ دی ہے۔

نعیم کے سر پرجیسے آسان گر پڑا تھا۔اس طرح کیسے وہ اچا تک دکان پچ سکتا تھا؟اس نے دکان خالی کرنے سے اٹکارکرتے ہوئے مالک سے کہا کہ وہ اس کے خلاف تاجروں کی یونین کے پاس جا کرشکایت کرےگا۔

ما لک نے جواباً کہا کہ وہ اس کے خلاف کیس کرے گا۔ نعیم کیس کاسنتے ہی کورٹ سے سٹے آ رڈر لے آیا۔ اس کا خیال تھا پچھ عرصہ بید مسئلہ اس طرح لٹکار ہے گا پھر دونوں پارٹیز کے درمیان مصالحت ہوجائے گی۔ وہ تب تک سکون کا سانس لےسکتا ہے۔

چاردن بعد و پسے بھی اس کی دوسری شادی ہونے والی تھی وہ اس مسئلے کوحل کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ اپنی شادی کے انتظامات میں بھی مصروف تھا۔ گرابstay order کے دوسرے ہی دن پولیس کی ایک پارٹی وہاں آئی تھی اورانہوں نے اس سے اس بارد کان خالی کرنے کے لیے نہیں کہاانہوں نے بیکام خود کرنا شروع کردیا۔

کے لیے ہیں کہاانہوں نے بیکا مخود کرنا شروع کردیا۔ اور کپڑے کے تھان اور کٹ پیسز کا ڈھیر دکان ہے باہر پھینکنا شروع کرنے سے پہلےانہوں نے نعیم کے مزاحمت کرنے پراس کی ٹھکائی کی تھی اوراس ٹھکائی کے نتیجے میں کوئی دوسراد کان دار فعیم کی مدد کے لیے آ گے نہیں بڑھا تھا۔

مختلف رنگوں اور پرنٹوں کے کپٹر وں کا ڈھیر د کان ہے باہر پوری سڑک پر پھیلا ہوا تھا۔ نعیم کارزق اس کے سامنے ٹی میں ٹل رہا تھا۔ جڑ جڑے ہیں

سلطان سے زینی کی پہلی ملاقات اس دن ہوئی تھی جب وہ اپنی فلم کے پہلے سین کے لیے ڈریننگ روم میں میک اپ کروا رہی تھی۔وہ انڈسٹری کی سپراسٹارنشا کاسیکرٹری تھااورانڈسٹری میں کنگ میکر کے طور پر جانا جاتا تھا۔انڈسٹری کی ہر ہیروئن نشاسے زیادہ اس کے سیکرٹری سے خوف کھاتی تھی۔وہ جوڑ تو ڑکا ماہر تھااوراس کے تعلقات انڈسٹری کے ہر پروڈیوسر کے ساتھ تھے۔۔۔۔۔اگر کوئی اسے نہیں جانتا تھا تو وہ پری تھی اوراگروہ کسی کو جاننا جاہتا تھا تو وہ پری زادتھی۔

میک اپ آ رشٹ غفوراس کا میک رپ کررہا تھا جب نشا یک دم دروازہ کھول کرسلطان کے ساتھ اندرآ فی تھی۔زینی کواس کا بیانداز بے حد برالگا تھا۔غفورمیک اپ کرتے کرتے نشا کی طرف متوجہ ہو گیااوراس نے بڑے مودب انداز میں نشا کوسلام کرتے ہوئے اس کا حال پوچھا۔ ''جلدی کروغفور! مجھے سین کروانا ہے ابھی۔''

زین نے غفورکوٹو کا بخفورایک بار پھرتیزی ہے اس کے چہرے پر ہاتھ چلانے لگا۔ سامنے لگے آئینے میں زینی نے نشاکی بے حد چینے والی نظروں کومسوس کیا تھا جوسلسل اس کے چہرے پڑتی ہوئی تھیں۔

''بتہیں کسی نے پنہیں سکھایا کسینئرز کی عزت کیسے کی جاتی ہے؟''نشانے بالآ خربے حد تیزی ہے کہا۔

زیی نے سردمبری کے ساتھ کہا۔ نشانے بے حدثیکھی اور طنزیہ سکراہٹ کے ساتھاس سے کہا۔ ''میں نے سوچا پاشا صاحب کی''نئی ہیروئن'' کا دیدار کرلوں۔ پیۃ نہیں کتنے دن رہتی ہے یہاں۔ بڑا شوق ہے پاشا صاحب کو''نئ ہیروئوں'' کا۔شکل وصورت تو خیرٹھیک ہی ہے تہاری۔ پرغفور! بڑا کام کرنا پڑے گاتہ ہیں اس پر۔اب ہرکوئی نشا تو نہیں ہوتا کہ میک اپ مین کو پچھ کرنا ہی نہ پڑے۔ کیوں سلطان؟''

''اگر تمہیں کسی نے بینیں سکھایا کہ کسی کے ڈرینگ روم میں کیے آتے ہیں تو کوئی مجھے کیے سکھا سکتا ہے کہ کسی کی عزت کرنی ہے۔''

''چاردن ہوئے ہیں انڈسٹری میں آئے اور خاندانی بنے لگیں۔نشانے بارہ سال میں تمہارے جیسی درجنوں ہیروئنوں کو''آتے''اور ''جاتے'' دیکھاہے۔ایک فلم سائن کی ہے،وہ فلاپ ہوئی توعقل ٹھکانے آجائے گی تمہاری۔''نشانے دانت پینے ہوئے کہا۔ ''چھلے ہفتے اس سال کے دوران تمہاری ساتویں فلم ریلیز ہوکر فلاپ ہوئی۔تمہاری عقل ٹھکانے آگئی کیا؟'' زئی نے برہ بڑھنڈ ریانداز میں مالی سرکدالوں جسسال سرحا کے دریاں اس سرمہلک نشاخصر سرآگ گیوا ہوگرا سرکھ کہتی،

زینی نے بے صد مختلاے انداز میں اس سے کہااور جیسے اسے چا بک دے مارا۔ اس سے پہلے کہ نشاغصے سے آگ بگولہ ہوکرا سے پچھ کہتی ، سلطان نے فورا سے پیشتر مداخلت کی۔

"نشاجى چليس يهال سے درائيورا تظاركرر ماہے۔"

نشا کمرے سے نکلنے سے پہلے زینی کو پہلی باران گالیوں کا تحفہ پیش کر کے گئ تھی جو بعد میں وہ ہرروز سنتی رہی تھی اور وہ صرف پہلی بارتھا، جب وہ کسی عورت کی زبان سے اس طرح کے الفاظان کر پچھ دیر کے لیے من ہوگئی تھی۔

جب تک اس کے حواس بحال ہوئے۔نشااس کمرے ہے جا چکی تھی۔غفور بے صدنار ال انداز میں کام کررہا تھا۔ یوں جیسےان گالیوں میں کوئی خاص بات ہی نہیں تھی۔ سلطان سے زین کی دوسری ملا قات ایک ماہ بعد ہو نکھی۔وہ اس رات دیر سے گھر آ فکھی اور گھر کے اندر آتے ہی پورچ میں بیٹھے ایک آ دمی کود کھے کروہ چونک گئی جواس کی گاڑی کواندر آتے د کھے کراٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا، وہ سلطان تھا۔

گاڑی سے اترتے ہی زینی نے اس سے پوچھا۔''تم یہاں ۔۔۔۔۔اس وقت کس لیے آئے ہو؟''اسے سوال کا جواب نہیں ملا۔ سلطان ہوکیاں لیتے ہوئے پھوٹ بھوٹ بھوٹ کررونے لگا تھا۔ تب پہلی بارزینی نے اس کے پھٹے ہوئے کپڑے اوراس کے چبرے پر زخموں کے نشان و کمھے۔ ''اسے اندر لے جاؤ، کھانا کھلاؤ، کپڑے تبدیل کرواؤ بھر بات کرتی ہوں اس سے۔''زینی نے اپنے ڈرائیورسے کہااوراندر چلی گئی۔ تقریباً ایک گھٹے کے بعدوہ جب کپڑے تبدیل کر کے شب خوابی کے لباس میں سگریٹ سلگائے لاؤنج میں آئی تو سلطان وہاں جیٹا

ریبر باتھا۔ وہ کیڑے تبدیل کرچکا تھااوراب قدرے پرسکون نظر آر ہاتھا۔ خاے پی رہاتھا۔ وہ کیٹرے تبدیل کرچکا تھااوراب قدرے پرسکون نظر آر ہاتھا۔ زین کود کیھ کروہ کپ لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ ،کس نے مارا ہے تہمیں؟" زین نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس سے یو چھا۔

'' قسمت نے۔''اس کے جواب نے زینی کو چندلمحوں کے لیے حیران کر دیا۔ وہسگریٹ کا کش لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگی پھراس نے مسکراتے ہوئے بڑے مجیب سے لہجے میں سلطان ہے کہا۔

'' قسمت مارے تو نشان چ_{ار}ے پرنہیں ، ول پر پڑتا ہے۔''

سلطان نے اپنے سینے کے بائیں جانب ہاتھ رکھتے ہوئے زینی سے کہا۔

''یہاں بھی پڑا ہے پری جی۔'' زینی نے مسکراتے ہوئے اس بار پچھ کہنے کی بجائے سینٹرٹیبل پرسگریٹ کی ڈبیااور لائٹراس کی طرف کھسکا دیا۔سلطان نے ایک سگریٹ نکال لیا پھر بڑ بڑانے لگا۔

۔ سلطان ہے ایک سریت نکال کیا پھر ہر ہر اے لگا۔ ''نشانے مارا ہےا پنے ایڑھی والے جوتے سے پھر ملازموں سے پٹوایا پھر گھر سے باہر پھنکوا دیا مجھے۔ وہ کہتی ہے، میں نے اس کا یا پخ

زینی نے سگریٹ منہ سے ہٹاتے ہوئے لا پروائی سے کہا۔

''تم نے چوری کیا؟''

لا کھ کا زیورچوری کرلیا۔''

' دنہیں۔'' سلطان نے بےساختہ کہا۔ زینی ایشٹرے میں را کہ جھاڑنے لگی ۔سلطان اس کا چہرہ دیکھیار ہا۔

''آپ کومیری بات پر یقین نہیں آیا؟''

''ن بیں ۔''زینی نے اطمینان سے کہا۔

"میں قتم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے 'زین نے بے اختیاراس کی بات کا ٹی۔

'' تم قتم مت کھا وُہتم کھانے والاجھوٹا لگتاہے مجھے۔'' سلطان اس کا چپرہ دیکھتار ہا پھر بےاختیار ہنس پڑا۔زینی نے چونک کراہے دیکھا۔

www.urdunovelspdf.com

' کیا ہوا؟''

''نشانے بھی بہی کہاتھا مجھے۔۔ حالانکہاس کو بتاتھا، میں نے زندگی میں بھی قتم نہیں کھائی۔ آپ سے تو خیر مجھے کوئی گلہ بی نہیں ہے پری بی! آپ کے پاس بیٹھے تو چند گھنٹے ہوئے ہیں گرنشا کے خاندان کی تو ہیں سال خدمت کی تھی میں نے۔'' سلطان کے لیچے میں اب رنجیدگی تھی۔ '' ہیں سال سے ہواس کے ساتھ؟''

" ہاں، پہلے اس کی بہن کے ساتھ پھرنشا کے ساتھ۔ میں نے اسے اسٹار بنایا۔"

زین نے اس کی بات کائی۔" تم نے واقعی اس کا زیور نہیں لیا؟"

''کس لیے لیتا زیور؟ کرتا کیا زیور کا میں۔میری کون سی بیوی ہے، گھر ہے جس پرلگا تا پھر کیا کرنا تھا میں نے زیور چوری کر ہے؟'' سلطان نے پخی ہے کہا۔

" کیوں پینے ہیں چاہیں تہہیں؟ دنیا میں کون ہے جو پینے کے پیچھے ہیں جاتا۔"

'' مجھے دنیا کانہیں پنۃ گرمیں کبھی پیسے کے پیچھے نہیں گیا۔ تب بھی نہیں جب انڈسٹری کی بڑی بڑی ہیروئنوں نے مجھے تو ڑنے کی کوشش کی۔

میں تو محبت کے نام پر مرگیا۔ پیار کے لیے خوار ہوتار ہا۔''

زینی نے بڑی دلچیسی سےاسے دیکھا۔

«جنهبیں محبت کا کیا پیۃ؟"

'' ہیجوا ہوں، پرانسان ہوں میں محبت کرنے کے لیے عورت یا مرد ہونا تو کوئی شرط ہیں۔''

" كس معنة تقى تهمين؟" زيني كواس كے ساتھ باتوں ميں مزه آر ہاتھا۔" نشاہے؟"

'ونہیں۔اس کی بردی بہن سے۔''

''وہ تو شادی کر کے فلم انڈسٹری چھوڑ گئی۔''زینی کو میاد آیا۔

"اس سے کیا کوئی محبت کرنا چھوڑ دیتا ہے۔"

زین اس بار بول نہیں سکی۔اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھادیا۔کوئی چیزا سے بہت بری طرح چیجی تھی۔

''لعنی پھر چلے جاؤ گےنشا کے پاس؟''اس نے مدھم آ واز میں کہا۔

‹‹نېين،اب تو مرکزېھىنېيں جاؤں گا۔''

''اگراس کی بہن بلائے تو پھر بھی نہیں؟''

'' نہیں، پھر بھی نہیں ۔غصہ مجھے نشا کے جوتے کھا کرنہیں آیا۔ سلمٰی کی گالیاں من کرآیا۔ وہ بھی تھی وہاں،سب پچھای کےسامنے ہوا۔ میں نے کہاسلطان اب بس کر معثوق کے منہ سے گالی کھالی۔اب اس کے در سے روٹی کھانے مت بیٹے۔'' ''لعنی محبت ختم ہوگئ؟''زنی نے تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

' ' نہیں ہمبت ختم نہیں ہوئی ،تو قع ختم ہوگئی۔'' سلطان نے گہراسانس لیتے ہوئے کہا۔

"'میرے لیے کام کرو گے؟''

زینی نے سگریٹ کاکش لیتے ہوئے یو چھا۔سلطان بول نہیں سکا۔

سلطان کواپنے لیے کام کی دعوت دیتے ہوئے زینی کو بیا ندازہ نہیں تھا کہ اس کے ہاتھ وہ مہرہ آگیا جو ہاتی ہرمہرے کو پہیٹ دےگا۔اس نے فلم انڈسٹری میں اورفلم انڈسٹری سے ہاہر بہت ہیجڑے دیکھے تھے۔ ماڈ لنگ میں بھی اس کے آ دھے اسٹائلسٹ ای صنف سے تعلق رکھتے تھے گر اس نے سلطان سے زیادہ شاطر اور ذہین ہیجوانہیں دیکھا تھا۔وہ پاکستان فلم انڈسٹری کا واحد ہیجوا تھا جس کی جنس جاننے کے ہاوجودانڈسٹری کے بڑے اس کا نام عزت سے لیتے تھے۔ کیوں؟ بیزینی کواس کے ساتھ رہنے سے پیتہ چل گیا تھا۔

**

'' پیغیم صاحب کا گھرہے؟'' ڈرائیورنے درواز ہ کھولنے پرنعیم سے پوچھا کہ درواز ہ بجنے پر درواز ہ کھولنے آیا تھا۔

'' ہاں، میں نعیم ہوں۔''اس سے پہلے کہ ڈرائیور کچھ کہتا، فہمیدہ بوچھتے ہوئے دروازے پر ہی آگئی۔

''کون ہے تعیم؟''

'' پیتہ نبیں ابھی تو میں پوچھ رہاتھا۔'' نعیم نے ماں کواطلاع دی۔

" مجھےز ہرہ بی بی نے بھجوایا ہے۔ آپ کی بچی کی طبیعت خراب ہے۔انہوں نے گاڑی بھیجی ہے کہ آپ آ کراپنی بچی کود مکھ جا کیں۔"

ڈ رائیورنے بےحدمودب انداز میں کہا۔

'' گاڑی' 'نعیم کوجیسے کرنٹ لگا۔اس نے شاک کے عالم میں ماں کو دیکھا۔

''ارے پیچھے ہٹ..... میں بھی تو دیکھوں ،کس نے گاڑی بھیج دی؟'' فہمیدہ نے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہااور پھر دروازے سے پر

باہر جھا تکنے لگی۔

'' بیگاڑی زہرہ نے بھیجی ہے؟''فہمیدہ باہر کھڑی نسان سی کود کیچ کرجیسے دنگ رہ گئی تھی۔

''جی۔'' ڈرائیورنے مختصراً جواب دیا۔

''ارےزہرہ کے پاس بیگاڑی کہاں ہے آگئی؟''فہمیدہ نے ہکا بکا انداز میں بلٹ کرنعیم سے یو چھا۔

'' یہی تو میں حیران ہور ہاہوں ہتم جاؤ، مجھے نہیں آنا۔''نعیم نے پہلا جملہ ماں سے اور دوسراڈ رائیور سے کہا۔

''ارے کیوں نہیں جانا۔ جاکرد کیھتے تو ہیں کہ آخرالی گاڑی کہاں ہے لے لی۔ سنا ہے زینی اپنے یاس لے گئی ہے سب گھر والوں کو۔

و كيصة بير، كهال كے كئى ہے۔ "فہميدہ نے بے حدىجس كے عالم ميں كها۔ ایک گھنٹہ کے بعد گاڑی انہیں لے کرجس بنگلے میں داخل ہوئی تھی ،اس کے سائز اور نقشے نے انہیں خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔نعیم اوروہ منہ کھولے ہونقوں کی طرح گاڑی کو پورچ میں رکتے و کیھتے رہے پھرڈ رائیورنے دروازہ کھول دیا۔

گاڑی ہے باہرنکل کران کی رہی ہی توت گویائی بھی سلب ہوگئی تھی۔ پورچ میں کوئی ان کے استقبال کے لیے بیس تھا مگرڈ رائیورلا وُ نج کا دروازه کھول کرانہیں اندر لے گیا۔

اورلا وُ نَحْ مِیں جاتے ہی نفیسہ ہےان کا سامنا ہو گیا جوان دونوں کود کیچکر ہے گارگارہ گئے تھیں۔

''ارے نعیم بیٹا۔۔۔۔فہمیدہ آپا۔۔۔۔آپ سسآپ لوگ۔۔۔۔آئیں۔۔۔۔آئیں۔۔۔۔بیٹھیں۔۔۔بیٹھیں۔زہرہ۔۔۔۔زہرہ

نفیسہ انہیں دیک*ے کر* بالکل ہی بوکھلا گئی تھیں اوران کی بوکھلا ہٹ نے تعیم اور فہمیدہ کے اوسان جیسے بحال کردیے۔انہیں یک دم یاد آ گیا تھا

ی' تھے۔ ''آپ لوگ بیٹھیں، میں'' نفیسہ کی بات کمل نہیں ہو تکی۔اس سے پہلے ہی زہرہ لا وُنج میں داخل ہو فی تقی اور نعیم اور فہمیدہ کو د مکھ کر ماں ہی کی طرح بدحواس ہو گئی تھی۔

"السلام عليم پھو پھو"اس نے بمشكل فہميدہ ہے كہا۔

'' ہمیں گاڑی بھجوائی تقی تم نے کہ بچی بیار ہے، ہم آ کر دیکھ جائیں۔'' فہمیدہ نے اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ اس سے کہا۔ ڈیفنس میں آ گئے تھے تو کیا، وہ دونوں اب بھی محلے کے ای گھر کی طرح ان کے تلوے جائے کو تیار نظر آ رہی تھیں اور فہمیدہ بیکام کروانے کا موقع کیسے ضا کع کرتی۔

''میں نے ۔۔۔۔؟'' زہرہ نے الجھ کرنعیم کودیکھا۔''میں نے تو گاڑی نہیں۔'' ''ارے دیکھور بیعہ بھی آ گئی۔سلام کرو بہنوئی اور پھو پھوکواور جا کرجلدی سے چائے پانی کا انتظام کرو۔'' نفیسہ نے 📆 میں ہی ربیعہ کے

وہ ان ہی قدموں پرانبیں سلام کر کے واپس بلیٹ گئی۔

آ جانے پرز ہرہ کی بات اچکی۔

''آ پلوگ بیٹیمیں توسہی ''نفیسہ نے ان دونول سے کہا۔نعیم اورفہمیدہ بظاہر بڑے کروفر کے عالم میں صوفہ پر بیٹھ گئے۔ "مم نے گاڑی نہیں جیجی تو گاڑی جیجی کس نے؟" فہمیدہ نے صوفے پر بیٹھتے ہی ہو چھا۔

''میں نے۔'' زینی اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اندرآ گئی۔اس کے ہاتھ میں سگریٹ تھااوروہ ایک جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھی۔فہمیدہاورنعیم ساکت وصامت اسے دیکھتے رہ گئے۔ٹی وی بااخباروں میں اسے دیکھنااور بات تھی مگراسے اپنی نظروں کے سامنے اس حلیے میں د یکھنااور بات ۔وہ تو چوہیں گھنٹے دویٹہ لیلٹےر کھنے والی زین ہے واقف تھے۔اب جوآ کر بالکل ان کےسامنےصوفے پرٹانگ پرٹانگ رکھ کرسگریٹ

کے کش لےرہی تھی ،اس سےوہ بالکل ناواقف تھے۔

"میں نے بلایا تھا انہیں۔ پچھ ضروری ہاتیں کرنی تھیں ان سے۔ "زینی نے مال سے کہا۔" آپ کھڑی کیوں ہیں زہرہ آپا! آرام سے بیٹھ جا کیں۔"

زین نے زہرہ سے کہا جو بالکل حواس باختۃ انداز میں کھڑی تھی۔ زین کوایک لحدے لیے لگاوہ آج بھی اس کے باپ کے گھر کے تحن میں کھڑی ہے۔ سولی پرنگتی انتظار کرتی کہ وہ اسے لے کرجا تا ہے یانہیں۔

زہرہ کچھ چکچاتے ہوئے ایک صوفہ پر بیٹھ گئی کیک<mark>ن زہرہ کی طرف اب کوئی متوجہ نہیں تھا۔</mark>

تعیم اور فہمیدہ زینی پرنظریں جھائے ہوئے تھے بلکہ زینی پرنہیں، اس کے دائیں ہاتھ کی دواٹگیوں کے درمیان تھنے سگریٹ پر جے وہ بڑے اطمینان سے پی رہی تھی۔ان کے محلے میں تو کوئی مرد بھی یوں بے دھڑ کسگریٹ نہیں بیتا تھا جس طرح وہ پی رہی تھی۔ ملازم ایکٹرے میں جوس کے دوگلاس رکھ کرلے آیا اوراس نے ٹرے فہمیدہ کے سامنے کی۔

''ہم پرتواس گھر کا پانی تک حرام ہےاور۔۔۔۔' فہمیدہ نے ہمیشہ کی طرح وہی واویلا کرنا چاہا۔ زبنی نے اس کی بات کا ٹ کر ملازم سے کہا۔ ''ایک گلاس مجھے دے دواور دوسراوا پس لے جاؤ۔''

ملازم نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیراس کی ہدایت پڑمل کیا، فہمیدہ اور فیم نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔ پہلے اییانہیں ہوتا تھا، نتیں ہوتی تھیں۔انہیں بےصد برالگا۔اتنا ہی برانفیسہ کولگا۔وہ واقعی جوس پلانے کے لیے منت وساجت کے سلسلے کا آغاز کرنے لگی تھیں مگرزینی نے ان کے منصوبے پریانی پھیردیا تھا۔

ایک ہاتھ میں سگریٹ لے کر دوسرے ہاتھ میں جوس کے گلاس سے دوسپ لینے کے بعد زینی نے گلاس پاس پڑی میز پر رکھ دیا۔ ''میں اب اس مسئلے کاحل چاہتی تھی اور آپ لوگوں سے ملے بغیر اس مسئلے کا کوئی حل نہیں نکل سکتا تھا۔'' زینی نے بات کا آغاز کیا اور فہمیدہ نے اسے بات کممل نہیں کرنے دی۔

''حل ہم نکال چکے ہیں۔ میں نے اپنے بیٹے کارشتہ کردیا ہے۔ بس چند دنوں میں شادی کرنے والے ہیں ہم لوگ۔'' اس کی بات پر نفیسہ اور زہرہ کی آنکھوں میں آنسوآنے لگے تھے مگرزین اس طرح بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھی جوس کے سپ لیتی رہی۔ ''لڑکی والوں نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ بڑی دھوم دھام سے شادی کریں گے۔ گھر بھر دیں گے جہیز سے۔ میرے بیٹے پر جان چھڑ کتے۔''

زینی نے فہمیرہ کومزید بات نہیں کرنے دی۔

''بہت اچھا کرتے ہیں،اگروہ بیرتے ہیں تو۔۔۔۔فلاہر ہےاگر داماد کا کاروبارسرے سے ہوہی تا۔۔۔۔اس کی دکان کا سامان پھنکوا کر پولیس نے اسے بند کروادیا ہوتو جہیزاورسسرال کے جان چھڑ کنے کی تو بہت ضرورت پڑتی ہے۔'' زین نے گلاس رکھتے ہوئے نداق اڑانے والے انداز میں کہا۔ تعیم اور فہمیدہ بے اختیار ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے گئے تھے۔ وہ بیسب کیسے جانتی تھی ۔ خاندان میں سے کون بتاسکتا تھا۔ انہوں نے تعیم کی شادی وقتی طور پر ملتوی کی تھی گئر ہرایک سے بیہ بات چھپائی تھی کہا سے دکان سے بے وخل کر دیا گیا تھا۔ تعیم آئ کل صرف بہی دوڑ دھوپ کرنے میں مصروف تھا کہ کی طرح اسے وہ دکان یا آس پاس کوئی اور دکان ل جاتی ۔ شادی اس کے ذہن سے کمل طور پر عائب ہوگئ تھی اور اب وہ سامنے ہیں ہوا تھا۔ بیٹھی بڑے اطمینان سے اُسے یوں بیقصہ سنار ہی تھی ، جیسے بیسب پھھاس کے سامنے ہوا تھا۔

''تم سے کس نے کہا؟''نعیم نے بے <mark>ساختداس سے پوچھا۔</mark>

"كيافرق يراتاب كدس في كها-"

'' حجوث ہے بیسارا۔ پولیس کا کیاتعلق ہےاس سارے معاملے میں۔وہ دکان میرے بیٹے ہی کے پاس ہے۔وہ تو شادی کی تیاریوں کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے بندکر دی ہے۔''فہمیدہ نے مداخلت کی تھی۔

''اچھا،میری دکان ہے گرمجھے پنہ بی نہیں کہ میرے بہنوئی کی دوسری شادی کی تیاریوں کے لیے اسے بندکیا گیا ہے۔ حیرت ہے۔'' زینی کے جملے برنعیم کوجیسے کرنٹ لگا تھا۔

''وہ د کان تم نے خریدی ہے؟''

''ہاں۔''زینی نے بڑےاطمینان سے کہا۔

''میراسامان وہاں ہےتم نے پھٹکوایا؟''

" ہاں۔"

''تم نے جان بوجھ کر مجھے ذکیل کروایا؟''نعیم اب بھڑک اٹھا تھا۔

''ہاں۔''زینی کےاطمینان میں ذرابرابر فرق نہیں آیا تھا۔

''ابساری عمر بہن کو گھر بٹھا کرر کھنا کیونکہ میں اسے طلاق دے دوں گا۔''

تعیم نے اس دھمکی کا استعال کیا جو ہمیشہ کارگر ثابت ہوئی تھی۔

''اگر بات طلاق کی ہے تو پھر میرکام ابھی اوراسی وفت ہونا چاہیے۔ کاغذ پین لے کرآ ؤ۔''

زین نے چائے کیٹرالی اندرلاتے ہوئے ملازم سے کہا۔اس کے ساتھ اندرآتی رہید نے زین کو بے حدملامت بھری نظروں سے دیکھا۔ چندلمحوں کے لیے تعیم بچھ نہیں کہد سکا۔ یہی حال فہمیدہ کا ہوا تھا۔ زینی اس قدردھڑ لے سے طلاق کا مطالبہ کرے گی۔اس کا انہیں اندازہ نہیں تھا۔ طلاق کے نام پر پہلے جوخوف اور سراسیمگی ضیاء کے خاندان کے ہرفر دکے چہرے پرنظر آنے لگتی تھی۔اب وہ بیک دم غائب ہوگئ تھی یا کم از کم زین کے چہرے پرانہیں نظر نہیں آئی تھی اور بیہ بات جانے میں تعیم اور فہمیدہ کو دیز ہیں لگی کہ وہ ضیاء کی بیٹی تھی گرضیا نہیں تھی۔ وہ ضیاء کے گھر کے حن میں بیٹھے ہوتے تو زہرہ کوطلاق دے کرہی اٹھتے مگریدز بی کے ڈیڑھ کنال کے گھر کا کمرہ تھا۔ یہاں انہیں بات
تول کرکرنی تھی۔ ترازو پہلے بھی برابز نہیں تھا۔ پلڑاان کی طرف جھکا ہوا تھا۔
" طلاق ہوگی تو پھر قیم اپنی تینوں بچیاں لے جائے گا۔" فہمیدہ نے ایک اور حربہ استعال کرنے کی کوشش کی۔وہ زہرہ کو آ زمانا چاہتے تھے۔
" نینوں بچیوں کو ساتھ لیتے آنا۔" زبنی نے فہمیدہ کو بات مکمل بھی نہیں کرنے دی اورٹرالی رکھ کرجاتے ہوئے ملازم سے کہا۔" آپ بڑی خوشی سے بچیاں اپنے ساتھ لیے جاسمتی ہیں۔ نہ لے کرجا کمی تو طلاق کے بعد ہم خود بجوادیں گے۔" زبنی نے سابقہ انداز میں کہا۔
" ہم ساری عمر بچیوں کو مال سے ملئے نہیں دیں گے۔" فیم نے ایک اور دھم کی دی۔
" ہم ساری عمر بچیوں کو مال سے ملئے نہیں دیں گے۔" فیم نے ایک اور دھم کی دی۔
" ہم ساری عمر بچیوں کو مال سے ملئے نہیں دیں گے۔" فیم نے ایک اور دھم کی دی۔
" ان بھی اجھام کی اس سے مطابات کے لیون نے دی آپ سال بھی تھوڑی بیٹھی دیں گے ۔ بھی دوسری شادی کر سرحلی جا کم رگی گال ان

'' بیاوربھی اچھا ہوگا۔ویسے بھی طلاق کے بعدز ہرہ آپایہاں گھرتھوڑی بیٹھی رہیں گے۔وہ بھی دوسری شادی کرکے چلی جا ئیں گی۔ان کے اپنے بچے ہوجا ئیں گے۔ساری عمران بچیوں کا سوگتھوڑی منا ئیں گی وہ۔'' فہیدہ اور نعیم کے چہرے پر پہلی بار ہوائیاں اڑنے گئی تھیں۔

" چائے تو یقینا آپ لوگ نہیں پیش کے کیونکہ اس گھر کی ہرشے حرام ہے آپ بر-"

زین نے بڑے اطمینان سےٹرالی تھینچتے ہوئے اپنے لیے جائے بنانی شروع کی۔اس کی پوری توجہاس طرح جائے پر گئی ہوئی تھی جیسے وہ اس ایک کام کے لیے ان سب کے نیچ بیٹھی ہو۔ کمرے میں اس کے علاوہ بیٹھا ہوا ہر شخص تکمل طور پر ہکا ابکا تھا۔نفیسہ،زہرہ اور ربیعہ کوخوف تھا کہ قیم، کہیں طلاق دے ہی نہ دے اور فیم اور فیمیدہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ طلاق کی دھمکی کیسے واپس لیس۔

"م بيسب كيحه كيول كرربى مو؟" نعيم نے بالآ خرجيسے تعك كركها تعا۔

''اس سوال کا جواب میرے پاس نہیں ،آپ کے پاس ہے۔اس شہر میں آپ کہیں کوئی کام کرناچا ہیں گے، میں کام نہیں کرنے دول گی۔ جو پچھاب کروایا ہے وہی پھر کرواؤں گی اور بیتب تک ہوتا رہے گا جب تک میری بہن میرے گھر بیٹھی ہے۔'' زینی نے اس بار دوٹوک انداز میں جیسے اعلان کیا تھا۔

''تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟''نعیم نے بے یقینی سے کہا۔

'' ہاں۔'' چائے میں چینی ڈالتے ہوئے اس کالبجہا تناہی ٹھنڈا تھا۔

''نفیسہ!تم سیچھ کیوں نہیں بولتیں ہے،''فہمیدہ نے اس بارنفیسہ کومخاطب کیا۔

''امی پچے نہیں کہیں گی جو کہوں گی ، میں کہوں گی ۔ کاغذاور پین آ گیا۔طلاق لکھ دیں۔''

زین نے ملازم کواندرآتے ہوئے دیکھ کرکہا۔ کمرے میں بیٹھے ہرخض کی جان پربن گئ تھی۔ملازم نے کاغذیبین لاکرنعیم کےسامنے رکھ دیا۔زین کیک کا ایک فکڑا کاٹ کراپی پلیٹ میں رکھ رہی تھی۔وہ واقعی بہت مزے دارتھا۔ بیاس کافیورٹ کیک تھا۔ آ کمنڈ کیک۔ ''اگر کریم ہے تو تھوڑی کریم لا دو۔ میں کیک پرڈالول گی۔''اس نے ملازم ہے کہا۔ملازم سر ملاتے ہوئے چلا گیا۔ زین نے نفیسہ سے پوچھاانہیں لگااس کا ذہنی تو ازن خراب ہو گیا ہے۔ نعیم ان کی بیٹی کوطلاق لکھ کر دینے والا تھااوروہ کیک پر کریم ڈال کر کھاتے ہوئے ان سے چائے کا پوچھ رہی تھی۔ یوں جیسے وہ کوئی فلم یاائیج لیے دیکھنے بیٹھے تھے۔ زینی نےٹرالی کے نچلے حصے میں کوئی اور چیز بھی تلاش کرنی شروع کی ، بہت عرصے کے بعدا سے اپنے گھر میں بیٹھ کراتن بھوک لگ رہی تھی۔

ملازم تب تک کریم لے آیا تھا۔ زینی نے کریم کے دو چھچے کیک کے سلائس پرڈالے اور ملازم کواپناسیل فون لانے کے لیے کہا۔
'' بیگ بھی لے آیا۔ مجھے ذرانگلنا ہے اورڈ رائیور سے کہنا، گاڑی نکال دے۔ بچیوں کا سامان بھی پیک کروادینا۔''اس نے ملازم کوآخری ہمایت دی اور کا سنے کیک کا گلزامنہ میں ڈالتے ہوئے تھے کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دونوں بہت دیر تک ایک دوسرے کوآئکھوں میں آئکھیں ڈالے دیکھیے کہ کہت در نہیں گئی تھی۔ جس آئکھیں ڈالے دیکھیے رہے۔ زینی کی آئکھوں میں گئی تھی۔ جس میں گئی تھی۔ جس ہلی کو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا تھا، وہ ثیر پر جھیٹ پڑنے کے لیے تیارتھی۔

تعیم نے آئیھیں چرالیں اور مال کودیکھا پھر پین اور کاغذا کیے طرف کرتے ہوئے بے حد کمزورآ واز میں کہا۔ '' کوئی سمجھونۃ ہوسکتا ہے؟''

> زینی کیک کافکڑامند میں ڈالتے ڈالتے رک گئی پھراس نے ملازم سے کہا۔ '' جائے سروکریں ان لوگوں میں۔''

**

ا کبراور نیم اپنی نتیوں بیٹیوں کے ساتھ اگا پوراہفتہ اس ہوٹل میں رہے اور شیراز ایک ایسے کرائے کے گھر کی تلاش میں جہاں وہ ان سب کو رکھ سکے اور پھر کسی کو بغیر شرم کے بیہ بتا سکے کہ اس کے ماں باپ اس علاقے میں مقیم تھے۔اگر وہ اپنا گھر چھوڑتے ہوئے لوگوں کے سامنے اتنی بڑی بڑی بڑی با تمیں کر کے ندآئے ہوتے تو شاید کچھ عرصے کے لیے اپنے گھروا پس ہی چلے جاتے لیکن اپنا گھر چھوڑ کرآتے ہوئے وہ جو کچھ کہہ آئے تھے،اس کے بعدوا پس جانا جیسے کئو کمیں میں ڈوب مرنے کے مترادف تھا۔

اس ابتدائی جھکے کے بعد وہ اگلے بچھ دنوں میں نارمل ہوتے گئے۔خاص طور پر جب شیراز نے انہیں ہوٹل سے ایک اچھے علاقے میں کرائے کے ایک گھر میں منتقل کر دیا۔وہ شینا کے ہاتھوں ہونے والی اس بےعزتی کوتقریباً تکمل طور پر ہی بھول گئے۔جوبھی تھا جیسا بھی تھا، بہر حال سعیدنواز کا داماد بننے نے شیراز ہی کی نہیں ،ان سب کی قسمت بدل دی تھی ،ور نہ وہ اس جیسے کرائے کا گھر بھی کہاں لے سکتے تھے۔ چند دنوں کے لیے انہیں زینی یاد آئی تھی مگر آسائشات کی بہتات نے اسے ان کے ذہن سے ایک بار پھر فراموش کردیا۔

شیراز ہرروزشام کوآفس سے واپسی پران کے پاس آتا اورا کثر رات کا کھانا وہیں کھا کرجاتا۔وہ چاہتا تو رات بھی وہیں گزارسکتا تھا کیونکہ کم از کم شینا کے گھر میں اس کے وجود کی ضرورت نہیں تھی۔ ھینا،سپبریں جا گی اورشام کے وقت تیار ہوکر باہر نکل جاتی بھراس کی واپسی رات کے پچھلے بہر ہوتی تھی اس وقت تک شیراز تی ساوتر ی بیو یوں کی طرح اس کا انتظار کرتے کرتے تھک کرسو چکا ہوتا۔ صرف و یک اینڈ ایسا ہوتا تھا جب دن کے وقت ان کا آمنا سامنا ہوتا اور ایسا جب بھی ہوتا، ھینا کسی نہ کی بات پراس کی بے عزتی کرنے سے نہ چوکتی۔ شیراز کی ساری احتیا ط ،سارے کھاظ کے باوجودا سے کوئی نہ کوئی وجبل ہی جاتی تھی۔ وہ شروع کے دنوں میں دم سادھ سب پھیسنتار ہتا تھا۔ اس کا خیال تھا، اس طرح آہت آہت اس کا غصاور ناراضی ختم ہوتی جائے گی مگر بعد میں اسے احساس ہوا کہ بیاس کی غلاقبی تھی۔ اس کی غاموثی اسے اور شیر کردہی تھی۔ پھر راحت اس کی غلاقبی تھی۔ اس کی غاموثی اسے اور شیر کردہی تھی۔ پھر بیا تا مگر سے باہر جائے لگا۔ مگر بیطر یقد بھی ناکام رہا۔ ھینا اب اسے بزد لی کے طبح ویٹ گی تھی۔ شیراز خون کے گھوٹ پیتا مگر بیجان بیس پیتا پھر تا اور جس وقت وہ گھرسے باہر نکل جاتی ہیں جو بی میں ہوتی تو شیراز دیے پاؤں پورے گھر میں اس سے بیتا پھر تا اور جس وقت وہ گھرسے باہر نکل جاتی ،شیراز کی جیسے جان میں جان آ جاتی۔

کلاس اوراسٹیٹس بدل چکا تھا۔وہ ابسعیدنواز کا داماد تھاا ورسوسائٹی اسے سعیدنواز کے داماد والا پر وٹو کول ہی دے رہی تھی۔ وہ اب ایک مختلف کلاس کے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور چلتا کھرتا تھا۔کوئی اس کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں جوجا ہے کہتا

وہ اب ایک مختلف کلاس کے لولوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور چکتا چھرتا تھا۔ لوئی اس کی عدم موجود کی میں اس کے بارے میں جو جا ہے کہتا ہو، بہر حال اس کے سامنے ہرایک اس کی عزت کرتا تھا۔

ا پنے کامن کے مُدل کلاسیے ساتھیوں اور افسروں کے ٹو لے کوچھوڑ کراس نے ایک کمبی اڑان بھری تھی اور اسے یقین تھا، وہ سب ساتھی اس کی قسمت پرای طرح رشک اور حسد کررہے ہوں گے جس طرح اس کے دشتہ داراور پرانے محلے کے لوگ کرتے تھے۔

سعیدنواز کے کہنے پر وہ دھڑا دھڑان فائلز کوسائن کرنے ہیں جت گیا تھا، جنہیں سائن کرنے پر ملنے والا''معاوضہ''او پراور پنچ کے مختلف افسر وں اور ملاز مین میں تقسیم ہونے کے باوجو دلا کھوں میں ہوتا۔ حکومت پاکستان اسے مہینے کے 26 دن ہرروز آٹھ گھنٹے کام کرنے کامعاوضہ چند ہزار روپے کی صورت میں دیج تھی اور پاکستان کے چندلوگ صرف چند سکینڈ زمیں ایک دستخط کرنے کامعاوضہ لاکھوں کی صورت میں۔

> کیکن ان لاکھوں میں وہ کتنے اپنی مرضی سے خرچ کرسکتا تھا، بیا سے بہت جلدی پتا چل گیا تھا۔ پہلی فائل کوسائن کرنے کامعاوضہ ملتے ہی ایک و یک اینڈ پر هینا نے اس سے کہا تھا۔ '' مجھےکل شاپنگ کے لیے جانا ہے۔

> > "I need some money وہ بہت دنوں کے بعد اکٹھے کھانا کھارہے تھے۔

" بال بال كيول نبيل مير عوالث سے لينا ـ "شيراز فورأاس سے كبا-

''شاپنگ کے لیے بیسے۔''شینانے کھانا کھاتے کھاتے رک کر تیکھے تیوروں کے ساتھ اس سے کہا۔

```
''شاپنگ کے لیے پیسے۔''شیراز کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے اس بار ناراض ہونے والی کیابات کہی تھی۔
```

'' تمہارے والٹ میں لا کھڈیڑھ لا کھ ہوگا؟'' شینا کے سوال پر جیران ہوا۔''نہیں گرتمہیں لا کھڈیڑھ لا کھ کی تو ضرورت نہیں ۔ تمہیں تو شا پنگ کے لیے رقم چاہیے۔''

'' تمہارا کیا خیال ہے، میں کہاں شائیگ کرتی ہوں گی؟ جمعہ بازار میں یاا چھر ہاورا نارکلی کی سیلوں میں؟ کبھی تواپی لوئر مُڈل کلاس ذہنیت مت دکھایا کرو۔''شینا نے بے حدناراضی ہے کہا۔

''مگرهینا!لا کھڈیڑھلا کھ کی شاپنگ۔میریPay تو صرف ……' شیراز نے ہملاتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر دینا نے اس کی بات کاٹ دی۔

''تمہاریPay کی بات کون کررہاہے؟ میرے باپ نے تمہاریPay دیکھی ہوتی تو تمہیں اپناداماد بنایا ہوتا؟ آج جو فائل سائن کر کے تمہیں آٹھ لاکھ ملے ہیں، میں ان کی بات کررہی ہوں۔''شیراز منہ کھول نہیں سکا۔اسے یقیناً سعیدنواز نے بیانفارمیشن دی تھی مگروہ پھر بھی پوچھے

بغیر بین ره سکا۔ بغیر بین رو سکا۔ درجتمعہ کر نے جا وہ "وں وہ "وں وہ کا کہ اور وہ کا کہ اور وہ کا کہ اور وہ کا کہ کا کا کہ کا کا کہ کا کہ

"جهبين كس فيتايا؟"

'' بھینانے بے حد بلند آ واز میں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ بینک میں میرااورا پناایک جوائٹ اکاؤنٹ کھلواؤ تا کہ مجھے پتا چلے کہ تم پیسے کا کیا کرر ہے ہو؟''ھینانے بے حد بلند آ واز میں اس سے کہا۔

''شینا! میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی قیملی کے لیے ایک گھر خریدلوں کیونکہ۔''

هینانے اس کےمصالحاندا نداز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کی بات کا ٹی۔

'' کیوں ہمہاری فیملی کواس پرانے گھر میں رہنے ہوئے کیا تکلیف ہوتی ہے۔؟ ساری عمرانہوں نے وہاں گزاری ہے۔اب چاردن اس گھر میں رہ کران سے وہاں رہانہیں جارہا۔''اس کالہجہ بے حد تلخ تھا۔

'' یہ بات نہیں ہے۔میرابھی تو کوئی فرض بنتا ہے۔اپنے ماں باپ اور بہنوں کے لیے۔''

هینانے ایک بار پھراس کی بات کائی۔

'' پہلےتم ان فرائفل کود کیھوجوتمہارے میری طرف بنتے ہیں پھراپنے ماں باپ کود کھنا۔''

وہ چپچ ٹیبل پرتقریباً پھینکتے ہوئے اٹھ کر چلی گئی۔شیراز کواس وقت پہلی بارسعید نواز پرغصہ آیا۔شینا کے مزاج کوجانے کے باوجو دانہوں

نے اسے ان آٹھ لا کھروپوں کے بارے میں بتادیا تھا۔شیراز کوغصہ نہ آتا تو کیا ہوتا۔

ہرگزرے دن کے ساتھ اسے پتا چل گیا تھا کہ اس کے ہاتھ کس صد تک بند ھے ہوئے تھے وہ اگریہ سوچ رہا تھا کہ وہ اپنی پوسٹنگ کے پہلے ہی سال کروڑوں کی جائیداد بنالے گا تویہ اس کی خوش بہی کے علاوہ اور پچھنیں تھی ۔ صرف ہینا کے کہنے پروہ بھی بھی جوائنٹ اکا وُنٹ نہ کھلوا تا گر ہینا کے مطالبے کے دوسرے ہی دن سعید نواز نے بھی اس سے یہی کہا تھا نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے بینک کا ایک فارم بھی اسے بجوادیا تھا۔ اور یہ جیسے تا بوت میں آخری کیل ٹھو نکنے کے متر اوف تھا۔ جیسے تا بوت میں آخری کیل ٹھو نکنے کے متر اوف تھا۔ شیر از کونہ چاہے ہوئے بھی جوائنٹ اکا وُنٹ کھولنا پڑا اور اکا وُنٹ کھولنے کے پچھ عرصہ میں ہی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اس کے اکا وُنٹ

شیرازلونہ چاہتے ہوئے ہی جوائٹ اکاؤنٹ ھولنا پڑااورا کاؤنٹ ھولئے کے چھوصہ میں ہی اسے اندازہ ہو کیا تھا کہ اس سے اکاؤنٹ میں اتنی تیزی سے روپے آنہیں رہے تھے جتنی تیزی سے روپے خرچ ہورہے ہیں۔ ھینا اس کی اس طرح کی آمدنی کا آ دھے سے زیادہ حصہ ہر ماہ خرچ کردیتی تھی اور ہر ماہ کے آخر میں اکاؤنٹ میں صرف چند لاکھ رہ جاتے۔ شیرازخون کے گھونٹ پیتار ہتا اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شکایت کرے توکس سے کرے؟

کریے تو کس ہے کرے؟ سعید نواز کے نز دیک بیہ چیز قابل اعتراض سرے سے تھی ہی نہیں۔ بیہ وہ بہت پہلے جان چکا تھا۔اس پیسے کواس طرح اڑا نا اگر قابل اعتراض ہوتا تو سعید نوازخودا ہے لاکھوں کی گاڑی اتنی لا پر وائی ہے نہ تھاتے نہ ہی ڈ ھیروں روپیداس کے اس گھر پرلگا دیتے جہاں وہ ہینا کے ساتھ

اعتراض ہوتا تو سعیدنوازخودا ہے لا صول کی گاڑی ای لا پر وائی ہے نہ تھاتے نہ ہی ڈھیروں روپیداس کے اس کھرپر لگا دیتے جہاں وہ ھینا کے ساتھ رہ رہا تھا۔ وہ بڑے لوگوں کالائف اسٹائل تھااور وہ سعیدنواز ہے ایسی کوئی بات کہہ کراپٹی تذکیل نہیں کر وانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھاوہ روپیداس کی خون بیسنے کی کمائی نہیں تھی پھر بھی اسے یوں خرچ ہوتے دیکھ کراہے ایسی تکلیف ہوتی تھی جیسے اس کے لیے اس نے جان ماری ہو۔اس نے شروع شروع

میں هینا کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔اس سے بیر کہنے کی بجائے کہ وہ شاپنگ پراس طرح روپیے بنداڑائے اس نے اسے بیر کہنے کی کوشش کی تھی کہ آئہیں روپیے جمع کرنا چاہیے تا کہ شکل وقت میں کام آئے۔

ھینا بلکیں جھپکائے بغیراس کا چپرہ دیکھتی رہی پھراس نے کہا۔ '' کون سامشکل وقت؟''

شیراز کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ فوری طور پرمشکل وقت کی وضاحت کس طرح کرے۔ شیراز کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ فوری طور پرمشکل وقت کی وضاحت کس طرح کرے۔

''مشکل وقت سے بچنے کے لیے بی میں نے جوائٹ اکاؤنٹ کھلوایا ہے تا کہ مجھے پتا ہو کہ تمہارا پیبہ کہاں جارہا ہے۔ پھرتم مجھے کس مشکل وقت کے لیے تیار کررہے ہو؟ اگر تمہارا خیال ہے کہ میں ایک ایک رو پیہ جمع کروں گی تا کہ کل تمہاری کسی حمافت کی وجہ سے اگر کوئی مصیبت آئے تو میں پلیٹ میں رکھ کریہ سارا رو پہتے ہمیں پیش کردوں تو اپنی اس خوش فہی کوتم جنتی جلدی دور کر لوا تنا بہتر ہے۔ جس کلاس سے میراتعلق ہے

آ ئے تو ہیں پلیٹ میں رکھ تر نیسارا روپیہ نہیں چیں تر دول تو اپی اس حول ہی توم ' ی جلدی دور تر تو ابنا بہتر ہے۔ وہال روپیپزرچ کرنے کے لیے کمایا جاتا ہے۔ بچت کے لیے نہیں ، جارے یہال عور تیں روپیپزمع کرتے ہوئے تمہاری کلاس کی عورتوں کی طرح زندگیاں نہیں گزارتیں اس لیے دوبارہ مجھے بھی مشورہ مت دینا، سمجھے؟ بیہ مشورے تم اپنے خاندان کی عورتوں کو دوتو زیادہ بہتر ہے۔''

هینانے دوٹوک انداز میں کہاتھا۔

۔ شیراز کودوبارہ اسے بیمشورہ دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔وہ شینا سے نہیں ڈرتا تھا۔اس تذلیل سے ڈرتا تھا جووہ بلا جھجک چندمنٹوں میں کسی

اس دن زبیدہ ،اکبراور شیم سے ملنے آئی تھیں اور بیرجان کر پچھ حیران ہوئی تھیں کہ شیراز اور هینا ان سب سے الگ رہ رہے تھے۔ محلے کا گھرچھوڑتے ہوئے ان سب نے ہرا یک ہے یہی کہاتھا کہوہ شیراز کے ساتھا س نئے گھر میں منتقل ہور ہے ہیں اوراب انہیں بیٹے اور بہو ہے الگ رہتا دیکھ کرا گرجیرانی ہوئی تھی تو بیا ہی جیرت کی بات نہیں تھی۔ا کبراور نسیم انہیں وضاحتوں پروضاحتیں دیتے رہے ان میں ہے کتنی وضاحتیں زبیدہ کومطمئن کرسکی تھیں۔وہ نہیں جانتے تھے۔ زبیدہ، ربیعہ کے ساتھ عمران کی مثلنی ختم کرنے کے بعداب عمران کے لیے نز ہت کے رشتے کی خواہش مند تھیں اورا کبراور نسیم خوثی ہے پھولے نہیں سارے تھے نسیم جووقٹا فو قٹاز بیدہ کور بیعہ کے ساتھ عمران کارشتہ ختم کرنے کے لیےا کساتی رہی تھیں اس کے پس پشت ان کا یہی ارادہ كارفر ما تھاجواب ان كےسامنے پورا ہوتا نظر آ رہا تھا۔ مگرشیراز کے سامنے اکبراورشیم نے اس شام جیسے ہی زبیدہ کی آ مداور عمران کے رشتے کی بات کی تو وہ بری طرح ہتھے سے اکھڑ گیا۔ ''اب ایک ملمبر کے ساتھ میں اپنی بہن کی شادی کروں گا اور اپنے سسرال والوں اور ملنے والوں کوئس منہ کے ساتھ بتاؤں کہ کس کے ساتھ رشتہ داری ہونے والی ہے میری؟ میں نے کتنی مشکل ہے اس محلے اور خاندان سے جان چیٹرائی ہے اور آپ لوگوں کوایک بار پھروہی سب کچھ تصحینچنے لگا ہے۔صاف متادیں خالہ زبیرہ کو کہ ہمیں ان کے بیٹے کے ساتھ نز ہت کارشتہ نہیں کرنا، وہ جہاں چاہیں رشتہ کریں۔'' شیرازنے تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے ماں باپ سے کہا۔ ا كبراورسيم بے حد تشويش كے عالم ميں ايك دوسرے كامند د تكھنے لگے۔ '''گر بیٹا! خاندان میں ایک زبیدہ اوراس کا بیٹا ہی ہیں جو پچھ بہتر ہیں اکلوتا بیٹا ہے زبیدہ کا اور وہ بھی کویت میں ۔گھریار بھی اپنا ہے، میری تو برسوں سےخواہش تھی کہ نز ہت کی شادی عمران ہے ہویہ تو زبیدہ کے سر پر رہیعہ کو بہو بنانے کا بھوت سوار ہو گیا تھا، ورنہ میں تو اشارے کنائے میں کئی بارز بیدہ کونز ہت کے بارے میں جتاتی رہی ہوں۔ابھی بھی میرے کہنے پر ہی رہید کےساتھ رشتہ ختم کیا ہےاس نے اور نز ہت کا

کے سامنے بھی کرسکتی تھی۔وہ تیز مزاج کی تھی۔ ماں باپ کی بگڑی ہوئی اولا دتھی۔ بیتو اسے سمجھ میں آتا تھا مگروہ اس سے اتنی خار کیوں کھاتی تھی؟ بیہ

دیکھا تھا۔بعض دفعہ تو وہ اسے هینا کے سامنے اپنے سے زیادہ مجبوراور بے بس لگتا۔مگر فرق بیتھا کہ هینا بہر حال باپ سے محبت کرتی تھی اوراس کا بے

دھ'ک اظہاربھی کرتی تھی اورخوداس کے لیےوہ دل میں کیے جذبات رکھتی تھی ، بیجاننے کے لیے شیراز کوئسی نجومی یا جوتش کی ضرورت نہیں تھی۔

لیے سر پنختار ہتااور پھر جب نا کام ہوتا تواہے اپ<mark>ی خوش تشمتی کے علاوہ اور پ</mark>چھ نہ مجھتا۔

سعیدنوازاس پرزبردی نہیں کرسکتا تھا۔اس نے شادی ہے پہلےاور بعد میں بھی سعیدنواز کو شینا کی مرضی کےخلاف کوئی کام کرتے نہیں

اور پھراس کی میں جھ میں نہیں آتا تھا کہ اس سب کے بعد بھی آخر ھینا نے اس سے شادی کیوں کی تھی۔وہ کئی باراس معے کول کرنے کے

شیراز کو مجھ میں نہیں آتا تھااورا سے اتنانا پیند کرنے کے باوجوداس نے اس سے شادی کیوں کر کی تھی ؟ ریجھی اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

''نہیں اب وہ اس لیے آپ کی بیٹی کارشتہ ما نگ رہے ہیں کیونکہ آپ کا بیٹا افسر ہےاور آپ اس گھر میں بیٹھے ہیں۔ میں دیکھتا اگر میں افسر نہ ہوتا تو زبیدہ خالہ کس طرح نز ہت کے رشتے کی بات کرتیں۔ آپ انکار کر دیں انہیں۔ جب مجھےاپنی بہنوں کو لاکھوں کا جہیز دینا ہے تو پھر میں اپنی مرضی کے خاندان ان کے لیے منتخب کروں گا۔ آپ اس خاندان کو بھول جا کیں۔''

شیراز نے دوٹوک انداز میں کہا۔

''لیکن بیٹا! تمہارےسامنے کتنے لوگ نز ہت کود مکھ کر گئے اور پھروا پس نہیں آئے اب''

شیراز نے تیم کی بات کاٹ دی۔

'' وہ تب ہوتا تھاجب ہماری جیب خالی تھی امی! اب کوئی ایک افسر کی بہن کرریجیکٹ کرتے ہوئے دو بارسو ہے گا۔''

شیراز نے بے حد تنفر سے کہااور وہاں <mark>سے اٹھ گیااس نے جو پچھ کہاغلط نہیں تھا۔</mark>

ا گلے تین ماہ میں سعیدنواز کے توسط سے ایک بہت اچھی جگہ پرنز ہت کارشتہ ہو گیا تھا۔اس کی کم تعلیم اور واجی شکل وصورت کے باوجودوہ ایک برنس مین فیمائتھی اورا چھے خاصے کھاتے پیتے لوگ تھے۔

ا کبراور شیم پھولے نہیں سار ہے تھے۔انہوں نے بھی خواب میں بھی نز ہت کے لیےا بیے خاندان میں رشتہ کانہیں سوچا تھا۔ورنہ زبیدہ کو انکار کرنے کے بعدوہ دونوں اندر ہی اندر خاصے متفکر تھےاور اس پریشانی میں مختلف لوگوں سے ان باتوں کوئن کراضا فہ ہور ہاتھا جو خاندان کے لوگ ان کے بارے میں کرر ہے تھے۔زبیدہ کوخاص طور پران پر بہت غصہ تھا۔

شیراز کی شادی جتنی خاموثی اور سادگی ہے ہوئی تھی نز ہت کی شادی اتنی ہی دھوم دھام ہے ہوئی تھی اوراس دھوم دھام کاسبرا بلاشبہ شیراز کے سر ہی تھا۔اس نے نز ہت کی شادی پر دونوں ہاتھوں سے پیسہ خرج کیا تھا۔

زندگی میں پہلی دفعہ بیہ پوراخاندان کل کی فکر کیے بغیر پیسہ خرچ کرر ہاتھااور پچھاس لیے بھی کیونکہ بیددھوم دھام نز ہت کے سسرال والوں کی پیانڈ بھی تھی۔

اگر چدان لوگوں نے با قاعدہ طور پرشیرازیاا کبراور نیم ہے کوئی مطالبہ بیں کیا تھا کہ انہیں نز ہت کے گھر والوں ہے کس نتم کے جہیز کی تو قع تھی مگر شیراز نے ان کی ہرتو قع پوری کی تھی۔

شادی کے انتظامات پرخرچ ہونے والی رقم کا ایک بڑا حصہ سعید نوازنے دیا تھا۔

شیراز کی شادی کی طرح نز ہت کی شادی پر بھی اکبراور نیم نے اپنے خاندان کے کسی فر دکو مدعوکیا تھانہ خاندان کے افراد کو، نہ ہی محلے میں اپنے شناسا گھروں کے افراد کو یہ بیسب شیراز کے کہنے پر ہوا تھا۔ شادی کی تقریب میں صرف شیراز کے ملنے والے افراد تھے اور بیسب وہ لوگ تھے جن سے اکبراور نیم واقف نہیں تھے۔ مگران میں سے کسی کواس بات پر کوئی شرمساری نہیں تھی کہ وہ سب اپنے خاندان سے کٹ گئے تھے۔ وہ اس بات پر بے حدمطمئن تھے کہ وہ بالآخراس ماضی اور اس خاندان کو چھپانے میں کا میاب ہو گئے تھے جوان سب کے لیےشرمندگی کا ۔ ۔ ۔

ھینا نزہت کی شادی پرشیراز اوراس کے گھر والوں کی منتوں اوراصرار کے باوجود شامل نہیں ہوئی تھی اورصرف یہی نہیں اس نے شادی کے بعد بھی نزہت کے شوہر پاسسرال کو گھاس نہیں ڈالی تھی۔ یہاں تک کہ تب بھی نہیں، جب شیراز نے اپنے گھر پرنزہت اوراس کے شوہر کو کھانے پر بلایا تھا۔ شیراز کے لیے اتناہی کافی تھا ہینا نے ان دونوں کواپنے گھر کھانے کے لیے بلانے پراعتراض نہیں کیا تھا۔

نزہت کے شوہراورسرال والوں کواگر منہ مانگا جہیز نہ ملا ہوتا اور شیراز ایک ہی آیس نی آفیسر نہ ہوتا تو هینا کی بیے بے اعتنائی اور بیرو بیہ نزہت کو خاصام ہنگا پڑتا مگر نی الحال اس کے سسرال والے اس کی جی حضوری میں لگے ہوئے تھے اور هینا کی وجہ سے شیراز اور نزہت کومحسوس ہونے والی خفت کو کمل طور پر نظرانداز کیے ہوئے تھے۔

☆☆☆

تقریباً چھاہ بعدشیراز بالآخراہے ماں باپ کے لیے ایک گھرخرید نے میں کامیاب ہو گیاتھا۔اس گھر کی خریداری کے لیے ایک بار پھر اس نے سعیدنواز کے سامنے جھولی پھیلا کی تھی اور سعیدنواز نے ہمیشہ کی طرح اسے بار بھی اس خالی ہاتھ نہیں بھیجاتھا۔اگر چہوہ گھرشیراز کی حسب خواہش کسی پوش علاقے میں نہیں خریدا گیاتھا۔لیکن پھر بھی وہ اچھے علاقوں میں سے ایک تھااوراس گھر میں منتقل ہوتے ہی اکبراور نیم نے ایک بار پھر اپنے خاندان کے کچھ قریبی لوگوں اور چند پرانے محلے داروں ہے میل جول دو بارہ شوع کردیا تھا۔

وہ جب سے اس محلے کوچھوڑ کر آئے تھے ان کی زندگی بے حد عجیب اور بے رنگ ہوگئی تھی۔گھر میں اب ایک آ دھ ملازم کے ہونے کی وجہ سے گھر کا کام ندہونے کے برابرتھا۔اکبراور نیم سارادن ٹی وی دیکھتے یا اپنی بیٹیوں سے باتیں کرتے جوشروع میں تو ان ہی کی طرح اس گھر میں آ کر خوشی سے چھو لے نہ ساتی تھیں لیکن پھر آ ہت ہا ہولائی پھرتی تھیں۔آس پاس کے گھروں میں رہنے والے لوگوں سے ان کارابطہ ندہونے کے مترادف تھا۔

ان میں اور آس پاس رہنے والے لوگوں کی کلاس اور مزاج میں بہت زیادہ فرق تھا۔ وہاں زیادہ ترور کنگ کلاس کے گھرتھے جہاں گھروں میں پیسے کی افراط نہ ہمی مگر تعلیم کی افراط تھی اور گھر کے تقریباً سب ہی افراد تو جاہز کرتے تھے یا پھر تعلیم حاصل کر رہے تھے۔صرف ان ہی کا گھر ایسا تھا جہاں تین لڑکیاں میٹرک کے بعد گھر میں بیٹھ گئے تھیں۔

نزہت کی شادی کے بعد بی تعداد دورہ گئی تھی اور گھر تبدیل ہو گیا تھا مگر علاقہ ایک بار پھرو بیا ہی تھااوراس علاقے میں اکبراور شیم کے لیے اپنی عمر کے افراد کو تلاش کرنا اتنامشکل نہیں تھا جتنا اسی طرح کے افراد کو ڈھونڈ نا۔

ان کے محلے میں شیراز ایک ہی افسرتھااور وہ واحدا فسر کے والدیناس علاقے میں تقریباً ہر دوسرے گھر میں کوئی نہ کوئی سرکاری ملازمت میں کم وہیش اس گریڈ میں تھاجس میں شیراز۔اس لیے کوئی افسر بیٹے کے تعارف پر بھی کسی خاص اورغیر معمولی جوش اور دشک کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ جس اعزاز نے ان کے قد میں اضافہ کیا تھا۔ وہ اعزاز اس علاقے میں کی لوگوں کے پاس تھا۔ وہ سب ایک بار پھرخود کو بونامحسوں کرنے گئے تھے اور اس حالت میں ایک بار پھر میں روری ہوگیا تھا کہ وہ ان لوگوں سے ملتے جنہیں مل کرانہیں اس کی ذہنی کیفیت سے نجات ملتی۔ اس میل جول کے بارے میں شیراز کو پتانہیں تھا۔ اگر پتا ہوتا تو وہ ہنگامہ برپا کر دیتا۔ اکبراور نیم بوی ہوشیاری سے اس سے یہ بات اس میل جول کے بارے میں شیراز کو پتانہیں تھا۔ اگر پتا ہوتا تو وہ ہنگامہ برپا کر دیتا۔ اکبراور نیم بوی ہوشیاری سے اس سے یہ بات

چھپائے ہوئے تھے کہ وہ ایک بار پھراس محلے میں جانے گئے ہیں اور وہاں کے لوگ ان کے گھر میں وقنا فو قنا آنے بھی گئے ہیں۔

اکبراور نیم اگر خاندان کے لوگوں سے دوبارہ را لبطے بڑھانے میں مشغول تھے تو دوسری طرف شیراز اپر کلاس میں قدم جمانے میں۔ جن چیز وں کواس نے سب سے پہلے چھوڑا تھا۔ ان میں سے ایک اپنی زبان تھی۔ وہ ساری زندگی پنجا بی بولٹار ہا تھا اور اب اگر بھولے سے بھی پنجا بی کا کوئی لفظ اس کی زبان سے نکل جاتا تو اسے جیسے کرنٹ لگٹا۔ ھینا اور سعید نواز اور ان کے رشتہ دار اور دوست احباب آپس میں زیادہ تر انگریزی میں بات کرتے تھے۔ وہ لوگ اردو بھی بولتے تو انگریزی نما اردو۔

خود شیراز کے آفس میں بھی یہی زبان بولی جاتی تھی۔سول سروسز اکیڈمی اوراس کا ڈیپارٹمنٹ زبان کےمعاملے میں اے اتنامخاط نہیں کرسکا تھا جتنا ہینا اوراس کے سسرال والول نے کرلیا تھا۔ وہ انگلش روانی ہے بول سکنا تھا مگراس طرح کی اوراس لیچے میں نہیں جووہ ہینا اورا پنے سسرال والوں سے منتا تھا اوروہ ان جیسا جننے کے

لیے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا۔وہ،وہ پرندہ تھا جس نے دوسرے پرندوں کے پروں کے خوب صورت رنگوں کود کیھے کران جیسا بنانے کے لیے اپنے پروں کومصنوعی رنگوں میں ڈبونا شروع کر دیا تھا اور ہر بار پانی پڑنے پراس کا سارا رنگ دوسرے پرندوں کے سامنے اتر جاتا اور وہ کوئی سبق حاصل کرنے یا شرمندہ ہونے کے بجائے ایک بار پھراپنے جسم کور نگنے میں مصروف ہوجا تا۔

وہ اب ان کلیز اور جگہوں پر جاتا جہاں پہلے جانے کے وہ صرف خواب دیکھتا تھا۔سعیدنواز کے داماد کے لیبل نے جیسے اسے اپر کلاس کے سوشل سرکلز میں وائلڈ کارڈ انٹری دے دی تھی۔ ۔

ھینا کی ساری بدتمیزیوں اور تذکیل کے باوجود شیراز کو ھینا جیسی ہیوی کا شوہر ہونے پرفخرتھا۔اس کے اعتاد ،لباس اورشخصیت نے جیسے شیراز کے اندر سارے کمپلیکس کوختم کر کے رکھ دیا تھا۔اس کا لباس جتنا قابل اعتراض بھی ہوتا شیراز کووہ ہمیشہ اسٹامکش لگتا تھا کیونکہ وہ اس سوشل سرکل کواسٹامکش لگتا تھا،جس میں وہ مووکرتے تھے۔

ھینا بہت کم بی اس کے ساتھ کئی پارٹی میں جاتی تھی۔شیراز زیادہ ترسعیدنواز کے ساتھ بی پارٹیز میں جایا کرتا تھا۔گرجس پارٹی میں ھینا اس کے ساتھ جاتی اس میں شیراز کو واقعی بیاگتا کہ اس کے قدوقامت میں اضافہ ہو گیا تھا۔اسے لگتا ایسی ہر پارٹی میں ہرکوئی ھینا کے شوہر کو دیکھنا اور اس سے ملنا چاہتا تھا۔شیراز کوایک عجیب ساغرور ہوتا تھا۔

وہ لاہور کی سب سے زیادہ اسٹامکش اور ماڈرن لڑکیوں میں سے ایک کا شوہر تھا مگروہ زیادہ عرصے تک اپنے آپ کو بیفریب بھی نہیں

دےسکا تھا۔

شادی کے چھٹے ماہ ایک سہ پہروہ کسی کام سے گھر سے نکلاتھا جب پورچ میں ایک گاڑی سے اترتے ایک بے حد ہینڈ سم لڑ کاا سے دیکھے کر مسکرایا اور پھراس بچے کوگاڑی سے اتار نے نگا جو ہاتھ میں ایک تھلونا پکڑے ہوئے تھا۔ شدہ میں نہ میں جب مذہب کے مصدرہ میں میں ایک سے کہ سے کہ سے کہ کہ کہ میں ہے کہ کے معتبد میں میں میں میں میں میں

شیراز نے بےحد حیرانی اورالجھے ہوئے انداز میں اس لڑ کے کودیکھا۔ وہ کون تھا ھینا کا کوئی کزن؟ کیونکہ جتنے اطمینان سے وہ شیراز کومکس طور پرنظرانداز کیے گاڑی ہے اتر اتھااس انداز میں کوئی اجنبی تونہیں اتر سکتا تھا۔

> ". "جی ……میں نے آپ کو پہچا تانہیں۔"

شیراز نے بے حد شائستہ انداز میں اس کڑ کے کومتوجہ کیا۔وہ چونک کراس کی طرف پلٹا پھر بے حد خوشگواراور باا خلاق انداز میں آ گے بڑھ کرشیراز سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''سوری، میں اپنا تعارف کروانا تو بھول ہی گیا۔ میں سہیل ہوں۔'' ''سہیل کون؟ میں نے ابھی بھی نہیں پہچانا۔''شیراز نے قدر ہے معذرت خواہانہ انداز میں اس سے کہا۔وہ اپنے ذہن پرزورد ہے ہوئے

سیل نامی کسی کزن کو برآ مدکرنے کی کوشش کررہاتھا۔ سہیل نامی کسی کزن کو برآ مدکرنے کی کوشش کررہاتھا۔

ں میں مجانب کے اس کے خیس پہچانا کیونکہ ہم دنوں مجھی ملے ہی نہیں۔''اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے اس لیے نہیں پہچانا کیونکہ ہم دنوں مجھی ملے ہی نہیں۔''اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ہاں ای لیے۔"شیرازاس بارمسکرایا۔

" میں شینا کا میس ہر بینڈ ہوں۔" اس لڑ کے نے اس خوشگوارا نداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

کسی نے شیراز کے سر پر جیسے بم دے مارا تھا۔

ت سے سر سے کے لیے لگا جیسے اسے سننے میں کچھ غلط نہی ہو ئی تھی۔وہ ہونفوں کی طرح سہیل کا چہرہ دیکھے رہا تھا۔ پھراس نے اپنی غلط نہی

سیرار و پھاد رہے ہے تا ہے ہے۔ دورکرنے کے لیے گلاصاف کیااور پوچھا۔

"آپنے کیا کہا؟"

" میں شینا کا کیس ہز بینڈ ہوں سہیل"

سہیل نے ای فراٹے ہے کہا لیکن اس باروہ قدر ہے تاط لیجے میں بولا۔ شایدا سے اندازہ ہوگیا تھا کہ شیراز کواس کے''محل وقوع'' کے بارے میں کچھ پتانہیں ہے۔

شیراز کے سرمیں اس بارسیح معنوں میں آندھیاں چلنے لگی تھیں۔اس نے سہیل سے نظریں ہٹا کراس کے ساتھ کھڑے اس چھوٹے سے یجے کودیکھا، جواس پرنظریں جمائے ہوئے تھا۔

اس نے اس صورت حال میں اس کلاس کے ہرمکنہ روعمل کے بارے میں سوچنے کی کوشش کی جس سے اس کا تعلق تھا۔

سابقہ شوہراورموجودہ شوہر کا آ مناسامنا ہوا۔اسے احساس ہوا کہاس کے محلے،اس کے خاندان اوراس کے طبقے میں بیصورت حال پیش

تھائی کیوں؟ شینا کا پہلاشوہر؟ دھوکا، فریب، کوئی اور معاملہ ہوتا تو اس کے اندر غصے کا آتش فشاں بھڑک اٹھنا چاہیے تھا، مگراس کے لیے بیشاک اتنا شدیدتھا کہاشتعال بھی اس کے اندر پیدائی نہیں ہور ہاتھا۔ اسے بے حدخوبصورتی کے ساتھ بے وتوف بنایا گیا تھااوراہے انداز ہ بھی نہیں ہوا تھاوہ ساکت کھڑا سہیل کی شکل دیکھر ہاتھااور سہیل کی

آ ناممکن ہی نہیں تھا۔کوئی شو ہر بھی بھی اپنی سابقہ بیوی کے گھر نہ جا تا اور نہ ہی جاسکتا تھا۔ مگرسوال پنہیں تھا کہ وہ وہاں کیوں آیا تھا؟ سوال پیتھا کہ وہ

سمجھ میں نہیں آ رہاتھا کہ وہ اب اس سے کیا ہے۔وہ وہاں اس سے ملنے نہیں آیا اور شیراز کار ممل اسے ' بور' بھی کررہاتھا۔

اے گونگے لوگوں سے ملنے کا کوئی تجر<mark>بہبیں تھا۔</mark>

اس سے پہلے کہ دونوں کے درمیان آنے والی خاموثی ٹوٹتی۔ هینا اندرلا وُنج سے نکل آئی تھی اور سہبل کودیکھتے ہی بے حدگرم جوثی سے اس کی طرف بڑھی تھی۔

''ارے مہیل تم! کب آئے؟''شیرازنے اپنے عقب میں اس کی آواز ٹی تو پلٹ کراہے دیکھا مگروہ تب تک آ گے بڑھ کر سہیل کے گلے

''بس ابھی آیا ہوں۔''سہیل نے اس سے گلے ملتے اوراس کے گال چومتے ہوئے کہا۔

اورشیراز کےجسم میں جیسے کاٹوتولہونہیں تھا۔اس کے لیے بینا قابل تصور بات تھی کہ دوطلاق یافتہ افرادایک دوسرے کےساتھ اتنی گرم جوثی کے ساتھ ال رہے تھے۔ایک کمچے کے لیے اسے لگا سے ڈوب کر مرجانا جا ہے۔ لیکن اگلے کمچے لگنے والے کرنٹ کے ایک اور جھٹکے نے جیسے اس کے ذہن سے بیرخیال بھی نکال دیا تھا، مہیل کے قریب کھڑا بچہاب بڑی بے تانی کے ساتھ شینا سے لپٹا تھااور بیاس کے منہ سے نکلنے والا''ممی'' کالفظ

شینا اب اس بچے کو چومنے اور اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھی اور سہیل ہنتے ہوئے شینا اور اس بچے کود مکھ رہا تھا۔ایک لمجے کے

تھا،جس نے شیراز پرایک اور قیامت ڈھائی تھی۔ آخرا یک دن میں کتنی قیامتیں ٹوٹ سکتیں تھیں کسی پر؟

ليےشيرازکولگا،وه تنيوںاب بھي قيملي تھے،صرف ايک وہ تھاجووہاں غيرضروری تھا۔

"تم ابھی تک یہاں کیوں کھڑے ہو؟ اندرآ وُنا۔"

شینا کو جیسے ایک دم خیال آیا۔اور پھروہ سہیل کا باز وتھا ہےاوراس بچے کو دوسرے ہاتھ سے انگلی سے پکڑے وہ اندر چلی گئی۔اس نے شیراز کی طرف دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی اور شیراز کواگر اس کے چہرے پر کوئی ندامت شرمندگی یا جھوٹ کھل جانے کے بعد والے تاثرات

د کیھنے کی موہوم می بھی امید تھی تو وہ پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ تینوں اب گھر کے اندروالے حصے میں غائب ہو چکے تھے۔صرف وہی تھا جو وہیں کھڑا تھا۔ شینا کی شادی اس سے کیوں ہوئی تھی۔ اب بدراز راز نبیس رہاتھا۔ شیراز چندمنٹوں کے اندراندر آسان سے زمین پرگر پڑاتھا۔

سابقہ شوہر، ایک دوسالہ بچہ، اور کیا تھا شینا کے ماضی میں، وہ آتش فشال جواس کے اندر پھنا تھا اب بھٹ رہا تھا۔ سادگی ہے شادی

کیوں ضروری تھی؟ تا کہاس کی آتھوں میں دھول جھونگی جاسکے۔اور جواد کیا کررہاتھا؟ سب پچھ جانتے ہوئے بھی شیراز کے لیے چارہ تیار کررہاتھا۔ اوروہ بے حدآ رام سے اس میں پچنس گیاتھا۔اسے سعیدنواز پرغصہ آرہاتھا۔شدیدغصہ۔ وہاں غصے میں ایلتے وہ کتنی دیر بے مقصد کھڑارہا۔اسے اندازہ نہیں ہوا۔وہ یہ بھول چکاتھا کہاسے کہیں جاناتھا۔

وہاں غصے میں ایلتے وہ لننی دیر بے مقصد کھڑ ارہا۔اسے انداز ہمبیں ہوا۔وہ یہ بھول چکاتھا کہاسے کہیں جاناتھا۔ سہیل جلد ہی باہرنکل آیا تھا۔ ہینا باتیں کرتے ہوئے اس کے ساتھ تھی اوروہ بچہ ہینا کے ساتھ۔

'' بیتمهاراسابقد شوہرتھا؟''شیرازنے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس سے بوچھا۔ ''تم مجھے بتارہے ہویا مجھ سے بوچھ رہے ہو؟''ھینانے بے صدد بنگ انداز میں اس سے کہا۔ ''میں تم سے بوچھ رہا ہوں؟''شیرازنے بے حد غصے سے کہا۔

''اوریتمہارا بچہے؟''شیرازنے اس کے ساتھ کھڑے بچے کی طرف انگل سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''

" ہاں.....جواب مل گیا؟"

''میرےساتھ کھڑا ہے تو میراہی بچہ ہوگا۔تمہارا تونہیں۔'' وہ اسی دوبدوا نداز میں بولی۔ ''اور بیتمہاری دوسری شادی ہے۔''

''میں صرف پہلی شادی کوشادی مانتی ہوں۔جورشۃ تمہارے ساتھ ہے۔وہ نداق ہے۔''ھینا کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ''اورتم لوگوں نے مجھ سے جھوٹ بولا۔مجھ کودھو کا دیا۔''شیراز اس بار بے اختیار چلایا۔

''میتم جا کر پاپاسے پوچھو، مجھ پر چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے بھی خواہش نہیں کی تھی تم سے شادی کی ہے تہہیں زبردی میرے سر ''میتم جا کر پاپاسے پوچھو، مجھ پر چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے بھی خواہش نہیں کی تھی تم سے شادی کی ہے تہہیں زبردی میرے سر

میں جا سر پاپاھتے ہو چوہ بھے پر چلانے کی سرورت بیں ہے۔ یہ جا سر پاپاھتے ہی ہوا ہی ہیں۔ پرتھو پاانہوں نے ۔ کیونکہ تم میرے عشق میں مررہے تھے۔' مشینا نے اس سے زیادہ مبلند آ واز میں کہا۔

''تمہارے عشق میں ……؟تمہارے باپ نے مجھ سے کہاتھا کہتم میرے عشق میں پاگل ہور ہی ہو۔''شیراز بھی اسی انداز میں چلایا۔ چند

کمحول کے لیےوہ واقعی بھول گیاتھا کہ ہینا ہے بیساری ہاتیں کرنااہے کتنام ہنگاپڑسکتا ہے۔ درعشتہ میں مگل ہ شکا سیکھیں ہترین میں میں میں میں کا جو رہیں ہو

''عشق میں پاگل؟شکل دیکھی ہےتم نے اپنی؟ساری دنیا کوچھوڑ کرمیں تمہارے پیچھےخوار ہوں گی۔''

وہ حلق کے بل چلائی اور پھراینے بیچے کو لے کراندر چلی گئی۔شیراز کو بہت عرصے کے بعد آج اس طرح کا غصہ آیا تھا۔اے یقین نہیں آیا

تھا کہ پیسب کچھاس کے ساتھ ہور ہاتھا۔ اتنابر ادھوکا۔

گھرکے اندرجا کر شینا سے مزیدلڑنے کے بجائے وہ وہیں سے سیدھاسعیدنواز کے گھر چلا آیا۔ بیا تفاق ہی تھا کہ سعیدنوازاس وقت اسے گھرپرل گئے تھے۔انہوں نے ہمیشہ کی طرح بڑے تپاک کے ساتھ شیراز کا استقبال کیا گر شیراز کے تیوروں نے انہیں کچھ جیران کیا تھا۔گران کی یہ جیرانی زیادہ دریتک قائم نہیں رہی تھی۔شیراز نے چھو منے می انہیں سہیل کی آمد کی اطلاع دی۔

اس کا خیال تھا تہیں اور بچے کا نام سنتے ہی سعید نواز کارنگ اڑ جائے گا اور وہ بے حد نادم ہوں گے۔ گراس کا بیا نداز ہ بالکل غلط ثابت ہوا میل اور هینا کے بچے کے نام پر سعید نواز کے چیرے پر کسی قتم کے تاثر ات نہیں آئے تھے۔ شرمندگی یا ندامت تو دوسری بات تھی وہ بڑے آرام

تھا۔ سہبل اور شینا کے بچے کے نام پر سعیدنواز کے چہرے پر کسی تئم کے تاثر ات نہیں آئے تھے۔ شرمندگی یا ندامت تو دوسری بات تھی وہ بڑے آ رام سے یوں اسے دیکھتے رہے، جیسے کوئی بڑا کسی بچے کودیکھتا ہے۔ شیراز کے اشتعال میں پچھاورا ضافہ ہوا تھا۔ ''اتنا بڑادھوکا کیا آپ لوگوں نے میرے ساتھ۔''اس نے غصے سے بے قابوہ وتے ہوئے کہا۔

''ا تنا چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلی شادی چھپائی ہے۔ کوئی گناہ نہیں کیا۔'' سعیدنواز نے بالآ خر بے حدسرد لہجے میں اس کی بات

کا نتے ہوئے اس ہے کہا تھا۔ ''آپلوگوں نے مجھے سہیل اور شینا کے بچے کے بارے میں بھی اندھیرے میں رکھا۔''

'' آپ تو توں نے بھے جیل اور هینا نے بچے لے بارے ہیں جی اندھیرے ہیں رکھا۔'' ''تم نے جمعیں اپنی منگنی کے بارے میں بتایا تھا کیا؟''شیراز سعیدنواز کے سوال پر چندلمحوں کے لیے بول نہیں سکا۔ یعنی انہیں اس کی منگنی کے

> بارے میں علم تھااوروہ سوچتار ہاوہ انہیں بے خبرر کھنے میں کامیاب رہاتھا۔ ''دمنگنی اور شادی میں بہت فرق ہوتا ہے۔''اس نے بالآ خرسنجل کر کہا۔اس کی آ وازخود بخو دہی دھیمی ہوگئی تھی۔

'' ہوتا ہوگا مگر دھو کے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔'' سعید نواز نے اسی انداز میں کہا۔ ''

''مجھ سے پوچھیں میرے دل پر کیا گزررہی ہے اس کے شوہراور بچے کود کھے کر،ایک بچے کی ماں سے شادی کر لی میں نے۔'' شیراز کوا یک بار پھرغصہ آنے لگا۔اوراس باراس کے جملے نے سعیدنواز کوآپے سے باہر کر دیا۔

سیرار توایک بار پر عصها نے لکا۔اوراس باراس نے بہتے ہے سعیدتوار توا ہے سے باہر سردیا۔ ''وہ ایک بچے کی مال سعیدنواز کی اکلوتی بٹی ہے۔اور سعیدنواز کون ہے۔تم اچھی طرح جانتے ہو۔اورتمکیا ہوتم؟ کیا ہے تمہارا

باپ؟ایک میٹرریڈر کا جوئیر افسر بیٹا جوسعیدنواز کا داماد نہ ہوتا ،تو تنخواہ کے چند ہزار روپوں کو گن گن کرزندگی گزار رہا ہوتا ہے نے بھی خواب میں بھی نہیں سوجا ہوگا کہ ہمارے جیسے خاندان کے ساتھ تعلق ہوگا تمہارا لیکن مجھے انداز ہنبیں تھا کہتم اس قدراحسان فراموش نکلو گے۔ابھی اورای

میں ہیں سوچا ہوگا کہ ہمارے بیسے حامدان ہے سما تھ میں ہوگا مہارا۔ ین بھے امدارہ ہیں تھا کہم اس فدراحسان مراسوں تھو ہے۔ اس اورا می وقت میری بیٹی کوطلاق دے دواور پھر دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔ دودن میں تمہیں جاب سے terminate نہ کروایا تو میرا نام سعیدنواز نہیں۔ گراس سے پہلے تمہیں وہ ساری رقم اور چیزیں واپس کرنا پڑیں گی جوشادی سے پہلے اور بعد میں تم مجھ سے لیتے رہے ہو۔ مجھے اپنا ایک ایک بیسہ

ہے۔ شیراز دومنٹوں میں آ سان سے زمین پر واپس آ گیا تھا۔ وہ زینی کا خاندان نہیں تھا۔ شینا کا خاندان تھاوہ ان سےسوال نہیں کرسکتا تھا۔

وقت سعیدنواز کے پاس نہیں آنا چاہیے تھااوراگر آنجھی گیا تھا توان ہے بیساری بانٹین نہیں کرنی چاہیے تھیں رکیکن اب پچھنہیں ہوسکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔سعیدنوازان دھمکیوں کے بغیر بھی اگرشیراز کوطلاق کا آپشن دیتے تو وہ اسی طرح ہمکا بکا ہوتا جس طرح اب ہوا تھا۔ وہ شینا کوطلاق دے دیتا تو خود کہاں جاتا۔ '' با یا! میں نے طلاق کی بات تو بھی نہیں گی۔ میں تو صرف یہ کہدر ہاتھا کہ اگر آپ لوگ مجھے پہلے بنا دیتے تو کوئی مس انڈرسٹینڈنگ نہ ہوتی۔'' چندلحوں کی خاموثی کے بعداس نے گلاکھئکھارکرصاف کرتے ہوئے بالکل بدلے ہوئے لیجے میں کہا۔وہ ایک بار پھر پہلے والاشیراز تھا۔ '' ہم لوگوں نے اسے اتنا اہم سمجھانہیں اس لیے تنہیں نہیں بتایا۔اور پھر ہمیں انداز ہ ہی نہیں تھا کہتم اتن چھوٹی جھوٹی باتوں پر اس طرح ری ایک کرو گے۔''سعیدنواز کی آواز بھی بیک دم دھیمی ہوگئی تھی۔

انہیں کثہرے میں کھڑ انہیں کرسکتا تھا۔وہ اس کی کلاس کےلوگ نہیں تھے جو داما دنام کی'' شے' سے خوفز دہ ہوتے ۔شیراز بےاختیار پچھتایا۔اسے اس

"أ نى ايم سورى ميں كچھ جذبات ميں آكرالٹي سيدهي باتيں كر كيا۔"شيرازنے بےساخنة معذرت كى۔

'' کوئی بات نہیں، گر آئندہ کے لیے مختاط رہنا۔ ھینا کو پہلے ہی تم ہے بہت شکایتیں ہیں گریہ صرف میری وجہ ہے ہے کہ وہ ابھی تک تمہارے ساتھ ہے۔ میں اس سے کہتار ہتا ہوں کہ خاندان اچھانہیں ہےتو کیا ہوا۔ شریف لڑکا ہے۔عزت کرنے والامود ب…..'' سعیدنوازاباے بھگوبھگوکر ماررہے تھے۔شیرازا گلے دو گھنٹے دیپ جاپان کی باتیں سنتار ہا۔گمراس کا ذہن صرف مہیل اوراس کے

بچے کے بارے میں سوچ رہاتھا۔وہ سعیدنواز ہے پو چھنا چاہتا تھا کہ کیاوہ بچہاب اس کے گھر میں رہنے والانتھا۔مگروہ اس وقت ایک اوراحمقانہ سوال

واپسی کے سفر میں شیراز صرف ایک بات سوچتار ہاتھا۔ کہ جب اس کے گھر والوں کو شینا کی پہلی شادی اور بیچے کے بارے میں پنۃ چلے گا '' کیا ہوگا۔۔۔۔۔ پچھنہیں ہوگا۔۔۔۔کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ ہیں ابھی بھی سعیدنواز کا داماد ہوں ،ابھی بھی پوراشہرمیری عزت کرتا ہے۔''

وہ اپنی گرتی ہوئی عزت نفس کورسیوں ہے باندھ کر کھڑا کرنے کی کوشش کرر ہاتھا لیکن اسے ابھی بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہاس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔ اس کا دل جاہ رہاتھاوہ جواد کو جا کراپنے ہاتھوں سے شوٹ کر دے۔اس نے ایک باربھی اسے شینا کے ماضی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔

زینی کواگر سلطان ندملتا تو وہ فلم انڈسٹری میں آنے والی ہرنگ ہیروئن کی طرح اوپرینچے ایک کے بعدایک غلطیاں کرتی اور پھرشایدان غلطیوں کی وجہ سے چندسالوں میں فلم انڈسٹری سے نکل بھی جاتی مگر سلطان کی شکل میں اسے جیسے فلم انڈسٹری میں ایک'' گاڈ فاور' مل گیا تھا۔ گاڈ فادر یا گرو؟ زینی بھی یہ سطے نہیں کرسکی کہ وہ سلطان کو کیا درجہ دے۔اس کے رابطوں اوراثر ورسوخ پر حیران ہو بااس کی حیالوں اور ذہانت پرعش عش کرے۔اس ذہن کےساتھ وہ کسی بھی شعبے میں ہوتا اس درجے میں ہوتا جس درجے پرانے فلم انڈسٹری نے رکھا تھا مگر دوسرے کسی شعبے میں وہ کچھ

اورا تناشاطر ہونے کے باوجود سطان بنیادی طور پر برا آ دمی نہیں تھا۔ اس کے اندروہ مکاری نہیں تھی جوشوبز کی ہیروئوں کے سیکریٹری
میں ہوتی تھی۔ زینی کوبعض دفعہ نشا کی بے وقو فی پر جیرت ہوتی۔ اس نے کس طرح سلطان جیسے آ دمی کو گنوا دیا تھا اوراس نے کئی باراس کا اظہار سلطان
سے کیا بھی مگر سلطان جواب میں پچھنیں کہتا تھا۔

اس نے نشا کا کام جھوڑ نے کے بعد نشا کے بیاس کی زندگی کے بارے میں زینی سے بھی پچھنیں کہا تھا۔ کوئی برائی ،کوئی راز ،اس کی زبان
پر پچھنیں آیا تھا۔ اور زینی اس کی اس بات کی قدر کرتی تھی اوراس کا سلطان پر اعتاداس لیے بھی بڑھتا گیا تھا کیونکہ اسے بھین تھا کہ کل کووہ اگر اسے حصور کر کہیں اور حال گیا تو مور داری جا کہ ان کی طرح ہیں کہا ہے تھی کو سے کوئی بات نہیں کہا کہ کہیں تھی کہا ہے نہیں کہا گیا گوہ اگر اسے حصور کر کہیں اور حال گیا تو مور داری جا کی کہا ہے نہیں کی برگ

بھی کر لیتا،اس کی شناخت اس کا''جسم'' ہوتا،اس کا ذہن نہیں۔اس کی شناخت صرف اس کا تیسری جنس ہونا ہوتا۔

چیوڈ کر کہیں اور چلا گیا تو وہ وہاں جا کرنشا کی طرح اس کے بارے میں بھی کسی ہے کوئی بات نہیں کرےگا۔ زینی اور سلطان کے درمیان پہلا اختلاف سفیر خان کے حوالے ہے ہوا تھا۔ زینی اپنی فلم میں اس کے ساتھ کام کر رہی تھی مگراہے سفیر کی شکل ہے بھی نفرت تھی کہ وہ پانی کی طرح شراب چینے کا عادی تھا اورا کثر سیٹ پر بھی شراب کے نشتے میں دھت رہتا اور زینی اسے ناپسند کرتی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ بات سفیر خان سے زیادہ دن چیسی نہیں رہی تھی۔ وہ اس کی فلمی یارٹیز میں اس کے مدعوکرنے کے باوجود نہیں آئی تھی۔ وہ اس کے

سی پیات سفیرخان سے زیادہ دن چیں ہیں رہی ہی۔ وہ اس می پارتیز میں اس نے مدعو کرنے کے باوجود ہیں اس می۔ وہ اس کے ساتھ آ وُنٹک کے لیے نہ جاتی ۔اس کی موجود گی میں ایک بے تاثر چہرے کے ساتھ خاموش بیٹھی رہتی۔ وہ تمریز پاشا کی بہند پراس فلم میں نہ ہوتی تو اس رویے پرسفیرخان اب تک اسے فلم سے نکلوا چکا ہوتا یا پھر بقول اس کے ،زینی کا دہاغ ساتویں آسان سے زمین پرآ چکا ہوتا۔ لیک سے تنہ بدا شاک سے نکتر در فرمال میں نہ نہاں ہے ،زینی کا دہاغ ساتویں آسان سے زمین پرآ چکا ہوتا۔

کیکن وہ تمریز پاشا کی ہیروئن تھی اور فی الحال سفیرخان کونا کوں چنے چبوار ہی تھی اور سفیراس احساس کے ساتھ اکیلانہیں تھا۔انور حبیب بھی زین کے بارے میں یہی سب پچھ محسوس کرتا تھا۔زین کا رویہاس کے ساتھ بھی ایسی ہی بے اعتنائی لیے ہوئے تھا جو سفیرخان انور حبیب ،سفیرخان کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کرنہیں بیٹھا تھا۔

ا تورطبیب، سیبرحان ق طرح با تھ چرہا تھار ھر دیں جیھا ھا۔ اس کی ابتدائی پیش قدمی کورو کئے پرانور حبیب نے اسے دھمکایا تھا کہ وہ تبریز پاشا سے اسے فلم سے نکالنے کے لیے کچے گا۔اس سے بڑی دھمکی وہ فلم انڈسٹری میں آنے والی کسی نئی ہیروئن کونہیں دے سکتا تھا۔زینی نے اس کے جواب میں اسے تبریز پاشا کانمبرفون پر ملا کردے دیا تھا۔ بیانور حبیب کے منہ پرچانٹا مارنے کے مترادف تھا کم از کم انور حبیب نے پہی محسوس کیا تھا۔

سیے رو بیب سے سے پرچ ہاہ رہے ہے سے خوبی ہاں ہو ہا۔ دو ہو بیے بھی فلم میں کام کرنے والی عورتوں کو''عورت''نہیں سمجھتا تھا اوراس پر الی ورتیں اگراس طرح کے نخرے دکھا تیں جوزیٰی دکھار ہی تھی تو کم از کم انور حبیب کے لیے بیسب نا قابل برداشت تھا۔ گرسفیرخان کی طرح وہ بھی تیرین ایثا کی معہ سے مجھوں تھا

تمریز پاشا کی وجہ سے مجبور تھا۔ وہ نہ فلم چھوڑ سکتا تھا نہ زینی کوفلم سے کٹ کرواسکتا تھا مگراس نے تبریز پاشا کے سامنے زینی کے خلاف زہرا گلنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور دوسری طرف وہ زینی کوشوئنگ کے دوران تنگ کرنے لگا۔ زینی کے لیے غیر مہذب سے غیر مہذب ترین لباس اس کے کہنے پر تیار کیے گئے ۔ کوریو

گرافراس کے کہنے پر بےحد قابل اعتراض ڈانس اس ہے کروا تا اورنور حبیب کیمرہ مین ہے کہہ کر بےحد نامناسب اینگلز ہے ذینی کومختلف میں میں

شوٹ کرتار ہا۔

پہلی دونوں چیزوں کوزین نے فورا محسوس کرلیا تھا۔صرف تیسری چیزالی تھی جس کے بارے میں اسے بھی اندازہ نہیں ہوسکا۔اگرانور حبیب اورسفیرخان پہلی ہی فلم میں اسے ناپسند کرنے گئے تتھے تو خودزینی بھی ان دونوں سے نفرت کرنے لگی تھی۔ بیصرف تبریزیا شاتھا جو فی الحال اس کے لیے

احچھاخاصاسوفٹ کارزر کھتاتھا مگرییسوفٹ کارنروہ انڈسٹری میں آنے والی ہراس نئی ہیروئن کے لیےر کھتاتھا جس کےساتھاس کے تعلقات ہوتے۔

جس دن وہ اس کے دل سے اتر تیں۔وہ نرم گوشہ بھی اس کے ساتھ ہی ختم ہوجا تا پھرانڈسٹری کے غلیظ ترین مردوں کی ٹاپ لسٹ میں وہ

سب سے اوپر کھڑ انظر آتا۔ کم از کم قلمی ہیروئنوں کی<mark>'' زبان' اور'' نظر'' میں۔</mark>

اورسلطان فی الحال زین کے ساتھ سفیراورانور حبیب کے معاملے پرخوش ہیں تھا۔انڈسٹری میں زینی کے رویےاور مستقبل کے بارے میں پہلے

ہی باتیں ہونے لگی تھیں۔انواہیں پھیل رہی تھیں اورخدشات کا ظہار ہونے لگا تھااوران سب کا ذریعہ سفیراورانورحبیب تنے جونہ صرف دوسرے پروڈیوسرز کو زین کواپنی فلم میں کاسٹ کرنے ہے منع کررہے تھے بلکہ دھمکانے کی حد تک منع کررہے تھے۔ان دونوں میں ہے کوئی ایک ایسا کرتا تو شایدزین کے لیے اتنا

نقصان دہ نہ ہوتالیکن اگرانڈسٹری کا اکلوتا سپراشاراور کامیاب ترین ڈائر بکٹراس طرح مشتر کہ حریف بن جا نمیں تو حالات واقعی شکین ہو سکتے تھے۔اور

سلطان کواس کااچھی طرح انداز ہ تھاجوزین کونہیں تھا۔

اسے میہ پتائبیں تھا کہ پہلی فلم میں بننے والاامیج لوگوں کے ذہنوں ہے مٹانا بے حدمشکل ہوتا ہے اورانور حبیب انتقاماً جس انداز میں اسے ایکسپوز کرر ہاتھاوہ زین کے لیے پلک اور میڈیا کی تنقیداوراعتر اضات کے سیلاب کو دعوت دینے کے متر ادف تھا۔اور ہیروئن پرالیمی تنقید کا مطلب فلم کے فلاپ ہونے کی صورت میں نکاتا تھا۔

وہ پیھی جانتا تھا کہانتی بڑی فلم کے فلاپ ہونے کی صورت میں زینی پر پیلک اور میڈیا کی تنقید کی بھر مار ہوتے ہی تبریز یا شااپنی اگلی کسی فلم میںائے ہیں لیتا۔

وہ اپنی ہیروئنوں کے المیج کے بارے میں بڑا حساس تھا۔ایک خوبصورت سیدھی ساوھی ، بھولی بھالی ہیروئن پاشا پروڈ کشنز کی فلموں کی ایک امتیازی خصوصیت تھی اورانور حبیب زین کے اس المیج کو بگاڑنے پر تلاہوا تھا جواس کے خیال میں اسے مزید شہرت اور مقبولیت دے سکتا تھا۔

وہ زینی کواپنے قدموں پر گراہواد کھنا جا ہتا تھا۔اس سے ایک فلم ،ایک جانس کی بھیک ما نگتے ہوئے ۔اس کی اکڑی ہوئی گردن ،اس کا تناہوا

جسم جيسے ہروقت سفيرخان اورانو رحبيب كوچيكنج كرتامحسوس ہوتاتھا۔ ''تم ميرا پچينبين بگاڙ سکتے۔''

ہر بار بری زاد پرنظر پڑتے ہی ان کے ذہن میں صرف ایک جملہ گو نجنا تھا۔

سلطان کوانڈسٹری میں زینی کے بارے میں کہی جانے والی ہر بات کی بھنک پڑ جاتی تھی۔انڈسٹری کےلوگوں کے تبصرے،ان کی پیش گوئیاں وہ جیسےانڈسٹری کے'' کرسٹل بال'' کود کیھے کرکسی کا بھی مستنقبل دیکھ سکتا تھااوروہ زینی کے مستنقبل میں بھی جھا نکنے لگا تھااور مستنقبل کی وہ جھلک اسے خوفز دہ کررہی تھی۔ زین کے ساتھ گزارے جانے والے ہردن کے بعدوہ زین سے پہلے سے زیادہ قریب ہوتا جار ہاتھا۔اوروہ ایک سیکریٹری سے زیادہ ایک دوست کی حیثیت سے زین کے لیے پریثان ہوتا تھا۔ زین کا مسئلہ کیا تھاوہ نہیں جانتا تھا۔اور شایدیہی وہ چیزتھی جوزین کے بارے میں اسے پریثانی کاشکار کیے رہتی تھی۔

وہ انڈسٹری کی ہر ہیروئن کی وجنی حالت اور جذباتی کیفیت سے واقف تھا۔ ان کے مسائل جانتا تھا، ان کے ردعمل کو پہلے سے ہو جھ سکتا تھا۔ ان کی زبان سے نکلنے والے لفظوں سے ان کی وجنی کیفیت کا انداز ہ لگا سکتا تھا۔ گر پری زاد ۔۔۔۔۔ پری زاد جیسی عورت اس نے پہلے بھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ بھی اپنے ارادوں ، اپنے خیالات کو اپنے فیصلوں کا اظہار وفت سے پہلے نہیں کرتی تھی۔ وہ جیسے ہرایک کوتار کی میں رکھ کر ہر فیصلہ کرنے اور ہرقدم اٹھانے کی عادی ہوگئی تھی۔

سلطان نے ایسی بےخوفی ، ایسی دلیری اور ایسی جراَت انڈسٹری کی کسی عورت میں تو کیا کسی مرد میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ اور وہ جانتا تھا شوہز میں ان تین خصوصیات کے ساتھ آپ دوست نہیں بناتے ، دشمن بناتے ہیں۔اورا یسے دشمن جن کی تعداد کو کو کی نہیں پہچانتا زینی اندھیرے میں چل رہی تھی اوراندھیرے کے دشمن بنار ہی تھی۔اور سلطان اسے ہرسمت سے محفوظ رکھنے کی جدوجہد میں ہلکان ہوتا جارہا تھا۔

''آپکل سفیر کی پارٹی میں جارہی ہیں؟''

زین کے کمرے میں داخل ہوتے ہی سلطان نے اس ہے کہا۔وہ کچھ دیر پہلے ہی باہر ہے آئی تھی اوراب اپنے سینڈل اتار رہی تھی۔ '' مجھے اس کیڑے کی پارٹی میں کوئی دلچپی نہیں ہے۔''زینی نے بے حد تھکے ہوئے انداز میں قدرے سردمہری سے کہا۔ '' مچھپلی باربھی آپ کے نہ جانے پروہ ناراض ہو گیا تھا۔اس کے بعدا گلے تین دن کے سیز شوٹ کرواتے ہوئے اس نے آپ کو کتنا تنگ

معین بار می اپ سے نہ جائے پروہ ناراس ہو گیا تھا۔ اس سے بعدا سے یک ون سے میز سوٹ سروات کیا۔ یا د ہے آپ کو؟'' سلطان نے اسے جیسے تنہیبہ کی۔

"میری یا دواشت بہت اچھی ہے۔لطان!" وہ اپنے کام میں مصروف سلطان کود کیھتے ہوئے بولی تھی۔

'' پری جی! سفیر کی ضرورت ہے آپ کو۔انڈسٹری میں پیئر بنانا ہے آپ کو آ گے جانے کے لیےاور سفیر سے زیادہ اچھا کون ساہیرو مل سکتا ہے آپ کو جان دیتا ہے وہ آپ پر۔''

ی مسلم میں مجاب سے میں ہے۔ سلطان نے سمجھانے والےانداز میں اس سے کہااور پھرینچے کارپٹ پر بیٹھ کرٹیبل پرر کھے زین کے پاؤں دبانے لگاوہ ابسگریٹ سلگار ہی تھی۔

۔ ''وہ عورت نام کی ہر چیز پر جان دیتا ہے۔''زینی نے جیسے سلطان کی کہی ہوئی بات کا نداق اڑ ایا۔

وہ ورت ہم ہر پیر پر بہاں رہے ہے۔ ریاسے سے سال میں ہیں ہیں۔ ''میں نے آپ سے کہا ہے آپ کو پیئر بنانے کی ضرورت ہے۔ ہر ہیروئن کو پیئر بنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔اس کے بغیر کامیا بی نہیں ملتی۔'' ''میں کسی کے ساتھ بھی پیئر بنالول گی مگر سفیر کے ساتھ نہیں۔''زینی نے جیسے دوٹوک انداز میں کہا۔

"سفیراحیها آ دمی ہے۔" سلطان پیکہدکر بے اختیار پچھتایا۔

زیناس کی بات پریک دم کھلکھلا کرہنی۔

www.urdunovelspdf.com

" مجھاچھے وی اچھنہیں لگتے، بیمیرامسکہ ہے۔ "اس نے جیسے سلطان کا فداق اڑایا۔

''وہ بڑے مسئلے پیدا کرے گا آپ کے لیے پری جی! میں بتار ہاہوں آپ کو۔'' سلطان کواس کا ہنسنا اس وقت احچھانہیں لگا۔

" پوری انڈسٹری سفیری سنتی ہےاورانڈسٹری میں پہلے ہی ہرایک کہنے لگاہے کہ سفیرآ پکوناپسند کرتا ہے، آپ کے ساتھ کامنہیں کرنا چاہتا۔" '' سند کرتا ہے، آپ کے ساتھ کامنہیں کرنا چاہتا۔"

"تواس میں جھوٹ کیا ہے، بالکل سے ہے یہ۔انڈسٹری کوسننا چاہیے اسے۔"زین سگریٹ پینے ہوئے اب بھی اتن ہی غیر سجیدہ تھی۔

"اورالي بى باتيس انور حبيب بھى ہرايك سے كهدر بائے-"

" كهنے دو۔"

''ان کے بغیر بننے والی انڈسٹری کی ہرفلم نی کلاس فلم مجھی جاتی ہےاور نی کلاس فلموں کی کوئی ہیروئن بھی سپراسٹارنہیں بنتی۔'' سلطان اب اے ڈرانے کی کوشش کرر ہاتھا۔

''میں نے کب کہا کہ میں سپراسٹار بننا جا ہتی ہوں۔ میں صرف پیسے کمانا جا ہتی ہوں اور میں بیہ جان چکی ہوں کہ وہ فلموں سے نہیں کمایا جاتا ،کس طرح کمایا جاتا ہے بیجھی جانتی ہوں۔''

وہ صاف لفظوں میں اسے بتار ہی تھی کہ وہ کیا کرنے وہاں آئی تھی اوراس وقت اسے پہلی بارزین احمق لگی۔

''آپکاخیال ہے کہ آپ کی فلموں کی آ مد کے بغیراور سپراشار کہلائے بغیر بھی مرد آپ کے آگے پیچھے ای طرح پھیریں گے جس طرح آج کل پھررہ ہیں؟ اگر آپ کا بیدخیال ہے توبیآ پ کی بڑی فلط فہمی ہے۔ آج انڈسٹری اس لیے آپ کے لیے کھڑی ہے پری جی کہ ہرایک کولگ رہا ہے آج آپ کی پہلی فلم ہٹ ہوجائے گی اور اس کے بعد آپ ایک ہاٹ پر اپرٹی بن جا نیس گی۔ ہرایک سپراسٹار پری زاد کے ساتھ وفت گزار نے کی خواہش رکھتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو بتا سکے کہ اس نے انڈسٹری کی اس سپراسٹار کے ساتھ وفت گزارا جس کی ایک جھلک د کیھنے کے لیے پاکستان کا ہر مرد پاگل ہور ہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔فلاپ فلموں کی ہیروئوں کے ساتھ انڈسٹری کے مرد کیا سلوک کرتے ہیں اس کا اندازہ آپ کو ابھی نہیں ہے اور اللہ نہ کرے آپ کو گھی اندازہ ہو۔''

سلطان نے اس بار ہر لحاظ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔ زینی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چپ چاپ سگریٹ کے ش لگاتی رہی۔
'' پھر میں سفیر کو بتا دوں کہ آپ کل اس کی پارٹی میں آر ہی ہیں؟'' سلطان کو اس کی خاموثی سے جیسے کوئی امید بندھی۔
زینی نے سگریٹ کا آخری کش لیتے ہوئے سگریٹ کے نکڑے کو ایش ٹرے میں اچھال دیا اور سلطان کی طرف دیکھا۔
'' نہیں، میں کل اشتیاتی رندھاوا کی پارٹی میں جا رہی ہوں۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔ سلطان ایک لفظ نہیں کہد سکا۔ اشتیاتی رندھاوا
پاکستان کا وزیر داخلہ تھا۔

و بمنگنی تو ژوی؟ مجھ سے یو چھے بغیر؟ ''اسے یقین نہیں آیا تھا۔ "ممے بات کرنی تھی میں نے۔ابھی چیزیں واپس نہیں ہو کیں مگر"

اس نے مال کی بات کاٹ دی۔'' مگر یہال تک نوبت کیے آئی؟ پاکتان آنے سے پہلے میری بات ہوئی ہے پچھلے ہفتے عافی ہے۔اس

'' ہماری کون سی خواہش تھی کہ منگنی ٹوٹی مگر بہت زیادہ تنگ کررہے ہیں تین سال سے بیلوگ۔ ہروفت انہیں عافی کی پڑی رہتی ہے کہ تہمیں

بلائیں اور عافی کی شادی کریں ہے جہیں بلائیں اور عافی کی شادی کریں۔ ناک میں دم کر دیا ہے کہہ کہہ کرکہ ہماری لڑکی کی عمر نکلی جارہی ہے۔ کل بھی ایساہی ہواہمیں بلاکر کہنے لگے کہاہتم آ رہے ہوتو عافی کو بیاہ کرلے جائیں۔ میں نے کہا کہاںتم سے بیاہ کرلے جائیں....ابھی تو بمشکل دو بیٹیوں کی شادی

کی ہے۔ گھر بنوایا ہے، ابھی تو آصف نے اپنا کاروبارسیٹ کرنا ہے۔ کچھ بچت کرنی ہے، ایسے کیسے ہم اپنے بڑے بیٹے کی خالی ہاتھ شادی کر دیں۔ مگر مجال ہے وہ اوگ بات سنتے ہوں ،طوفان اٹھادیا انہوں نے کہ بڑے رشتے ہیں عافی کے لیے ہم اسے بیاہ کرلے جا کمیں ورنہ وہ اس کی کہیں اور شادی کر ویتے ہیں۔ میں نے کہا کردیں ہم کوئی ڈرتے نہیں ہیں کسی کی دھمکیوں ہے۔''اس کی ماں نے کھڑے کھڑے اسے تفصیل سنادی۔

''میں عارفہ سے خود جا کرملوں گا۔ میں خود بات کرتا ہوں اس سے۔''اس نے مال کی بات کاٹ دی۔

'' کیوں؟ کس لیے ملناہے؟ جب منتنی تو ژ دی تو تو ژ دی تم کیا جا کراس کی منتیں کرو گے؟ وہ تو پہلے ہی انتظار میں جیٹھے ہیں کہتم آ وَاوروہ ہارےخلاف تمہارے کان بھریں۔''اس کی ماں نے خفکی ہے کہا۔

'' کوئی میرے کان نہیں بھرے گا، کوئی کچھ نہیں کہے گا مجھے۔ مجھے جا کر ہات کرنی ہے۔''

کرم علی نے حتمی انداز میں کہااور پھر ماں کی ناراضی کی پروا کیے بغیرعارفہ کے گھر چلا گیا۔اس کے لیے بیناممکن تھا کہ وہ بیسب پچھ ہونے راس طرح آرام سے بیٹھار ہتا۔

عارفہ کے گھراس کا استقبال بے حد سردمہری ہے ہوا تھا۔ شایدوہ لوگ واقعی اس کی آمد کی تو قع کررہے بتھے اور پہلے ہے اس کے استقبال کے لیے تیار تھے۔کرم علی کی ماں کا دعویٰ ٹھیک تھا۔ان کے پاس الزامات کا ایک ڈھیرتھا۔کرم علی کے گھر والوں کےخلاف اورخود کرم علی کےخلاف۔

کرم علی وہاں آ کرجیران نہیں ہوا تھا۔ ہے ابگا رہ گیا تھا۔ گزرتے ہوئے سالوں نے دونوں خاندانوں کے درمیان اتنی دراڑیں ڈال دی تھیں اسے

اندازہ بی نہیں ہوا تھا۔لاکھوں میل کے فاصلے پر بیٹھ کراسے اندازہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ابیانہیں تھا کہان کا ہرالزام، ہرشکایت غلط تھی۔

بہت ی باتیں ایس تھیں جن پر کرم علی انہیں حق ہجانب سمجھتا تھا۔ گربہت ی باتیں ایس بھی تھیں جنہیں صرف کرم علی نہیں ہر کوئی بے تکا سمجھتا اوراس کے اپنے گھر والوں کے خلاف ان کے بہت سارے الزامات ایسے تھے جن پر کرم علی مبھی یفین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ آخر وہ عارفہاوراس کے گھر والوں کےخلاف الی حرکتیں یا ایس باتیں کیوں کہتے جب وہ بیرجانتے تھے کہ عارفہ، کرم علی کی ہونے والی بیوی تھی اور وہ اس کا مگراس نے بے حد خاموثی ، بڑے تیل کے ساتھ ان کی سب کی باتیں سی تھیں۔ اس نے انہیں کوئی وضاحت دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب اس کے تایا اور تائی بالآخر خاموش ہوئے تو کرم علی نے ان سے معذرت کی۔ اسے یقین تھا کہ اس کی معذرت ان کے غصے کوشٹڈ اکر دے گی۔
''معافی تمہیں نہیں تمہارے ماں باپ کو مانگنی جا ہیے۔''اس کی تائی نے دوٹوک انداز میں کہا۔''اور صرف معافی نہیں وہ تمہارے یہاں ہونے کے دوران تمہاری شادی کریں۔ہم اب بی بیٹی کومزید گھر نہیں بٹھا سکتے تم یا تومستقل طور پر یا کستان آجاؤیا پھراس دفعہ شادی کر کے واپس جاؤ۔''

کرم علی کوان کا پہلامطالبہ قدرے نامناسب لگا تھا دوسرانہیں وہ مال باپ سے معذرت نہیں کروانا چاہتا تھا مگر جہاں تک شادی کا تعلق تھا۔ وہ اتنامشکل کامنہیں تھا۔ یہ عارفہ کے گھر بیٹھے اس کا خیال تھا جو واپس اپنے گھر پہنچ کر بالکل غلط ثابت ہوا تھا۔

''میں عارفہ سے ل سکتا ہوں؟'' تین گھنٹے کے بعد ماحول کی کشیدگی پچھ کم ہونے پراس نے بالآخرجسجکتے جسجکتے جسکی بارعارفہ کا نام لیا۔ ''بیتب تک ممکن نہیں جب تک تمہار ہے گھروالے آ کرمعذرت کر کے شادی کی تاریخ طے نہیں کرتے۔''اس کے تایانے بے حد بنجیدگ سے کہا۔ کرم علی نے دوبارہ عارفہ کا نام نہیں لیا۔اسے پانی پلایا گیا تھا پھرچائے ہے اس کی تواضع کی گئی اور پھر کھا نا بھی کھلایا گیا۔ گراس تمام وقت کے دوران اس نے ایک باربھی عارفہ کو کہیں نہیں دیکھا۔اسے مایوسی ہوئی تھی۔وہ ایک نظراسے دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ رات گئے جب وہاں ہے واپس آیا تو اس کے اپنے گھر کا ماحول بے حدکشیدہ ہو چکا تھا۔ اس کے لیے دن کے وقت جوگر مجوثی دکھائی
جار ہی تھی ، وہ اب غائب ہو چکی تھی۔ اس کی دونوں شادی شدہ بہنیں گھر پر آپھی تھیں۔ بظاہر وہ اس سے ملنے آئی تھی مگر اس سے علیک سلیک کے
ساتھ ہی ان دونوں نے عارفہ اور عارفہ کے گھر والوں کے خلاف شکایات کا ایک انبار اس کے سامنے رکھ دیا۔ ان کے ساتھ ، اس کے بھائی اور مال
باپ بھی عارفہ کے گھر والوں کے خلاف بول رہے تھے۔ وہ اگر پچھ گھٹے پہلے عارفہ کے گھر والوں کے انداز پرسششدر تھا تو اب اپنے گھر والوں کا
انداز دیکھ کربھی گنگ رہ گیا تھا۔

دونوں خاندانوں کے ہرفردکواکی دوسرے خاندان کے کسی نہ کسی فرد کے رویے پراعتراض یاشکایت تھی اوراس اعتراض اورشکایت کی بنیاد پر ہرا کیک وہ رشتہ ختم کرنا چاہتا تھا، جس سے دو دوسرے لوگوں کی زندگیاں اور مستقبل جڑے ہوئے تتھے اور جس رشتے سے کسی دوسرے کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

''لیکن میں عارفہ کےعلاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گا۔''

جباس کی طویل خاموثی سے ہرایک کو بیلیقین ہونے لگا کہ کرم علی کوان کی باتوں پراعتبار آ گیا ہے تب کرم علی نے اپنی خاموثی تو ڑتے ہوئے بےصد دوٹوک انداز میں کہا۔ کمرے میں بیٹے امرشحض ایک دوسرے کامند دیکھنے لگا۔

''اتنے سالوں سے وہ میرے نام پر بیٹھی ہوئی ہے۔اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہان بے معنی اور نضول اعتراضات کی وجہ سے میںاس رشتہ کو تو ژ دوں جس کی وجہ سے اس نے زندگی کےاتنے سال ضائع کیے ہیں۔''

تھاور نہان کا اتنافر ماں برداراورسعادت مند بیٹا ایک معمولی ہی لڑکی کے لیے یوں ان سب کے اعتر اضات کو بلا جواز قرار نہ دیتا۔ عارفہ اوراس کے گھر والوں سے سب کی نفرت میں اوراضا فہ ہو گیا تھا۔ کرم علی اگر شادی سے پہلے اپنی منگیتر اوراس کے گھر والوں کے اتنے زیراٹر تھاتو شادی کے بعدوہ انہیں کتنی اہمیت دیتا۔اور پھر جب اس کی بیوی اس کے پاس چلی جاتی تب کیا ہوتا۔ اس کے گھر کے ہرفر دکی زندگی کرم علی کے کمائے جانے والےروپے کی بنیاد پر کھڑی تھی یا کھڑی کی جارہی تھی۔اور کرم علی کے ہٹ جانے کا کیا مطلب ہوتا یہ ہرایک بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ مال مجھی میٹے کی زندگی میں میٹے کی'' پہندیدہ عورت'' کا دخل نہیں جا ہتی ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک ملکہ کوئسی کنیز کے لیے تخت خالی کرناریڑے۔ کرم علی ، زینت اوراس کی بیٹیوں کی پسند کی کسی لڑ کی ہے شادی کرتا تو انہیں کوئی اعتر اضنہیں ہوتا مگر کرم علی اپنی پسند کی لڑ کی کوزندگی میں بہت ی ایسی رعابیتیں اوراہمیت دیتا جووہ اس لڑکی کو بھی نہ دیتا جواس کی ماں اور بہنوں کی مرضی ہے اس کی زندگی میں شامل ہوتی۔ '' آپ لوگ عارفہ کے گھر جا کیں اور شادی کی تاریخ طے کردیں۔ میں واپس امریکہ جانے سے پہلے شادی کرنا جا ہتا ہوں۔'' کرم علی نے دانستہ معذرت کرنے کا ذکر نہیں کیا۔اے اس طرح اپنے سب بہن بھائیوں کے درمیان بیٹھ کر ماں باپ کومعذرت کا کہنا مناسب نبیں لگا۔ کیکن علی کے گھروالوں پراس کا بیے نیامطالبہ ایک بم کی طرح پھٹا تھا۔ '' کیامطلب ہے شادی کی تاریخ طے کردیں ہم تو صرف چند ہفتوں کے لے آئے ہو''اس کی ماں نے بے حدسراسیمہ انداز میں اس '' چند ہفتے ، چند گھنٹے نہیں ہیں امی! جن میں شاوی نہیں ہو سکے۔ بہت دن ہیں۔'' کرم علی نے بے حد شجیدہ انداز میں کہا۔ ''مگرشادی کے لیے پیسہ کہاں ہے آئے گا؟ اور پھر تیاری میں بھی وقت لگتا ہے۔''اس باراس کے باپ نے کہا تھا۔ ''کوئی بڑی دھوم دھام سے شادی نہیں کرنی۔جس طرح کی شادی مجھے کرنی ہے اس کے لیے میرے یاس پیسے ہیں۔'' کرم علی نے کہا۔ '' گراہمی تو تمہاری چھوٹی بہن کی شادی پر جوقرض لیا ہےاہے واپس کرنا ہے، آصف کو برنس میں گھاٹا ہوا ہے۔اس نے ابھی پچھلے ماہ کسی سے پانچے لا کھروپیالیا ہے۔تمہارے پاس اگر پیسہ ہےتو بہتر ہے پہلے بیقرض ا تاردیں پھراس کے بعدا گلی بارتم پاکستان آ وُ تو تمہاری شادی کر ویں اورتم فکرمت کرو۔ میں بھائی جان ہے بات کرلوں گا۔ میں انہیں منالوں گا۔''اس کے باپ نے فوراً کہا تھا۔ ''میں تو کسی صورت عارفہ کے گھرنہیں جاؤں گی۔ نہ ہی اسے بہو کے طور پر قبول کروں گی۔ تہہیں اور تمہارے بیٹے کواگر وہاں رشتہ کرنا ہے تو پھرمیرے بغیر ہی جا کر کرنا ہوگا۔''

زینت نے بے حد ناراضی کے عالم میں جہاں داداور کرم علی کو باری باری د کیھتے ہوئے کہااور پھراٹھ کر وہاں سے چلی گئی اور صرف وہی

نہیں اٹھی تھی۔باری باری کرم علی کے سارے بہن بھائی بھی وہاں سے چلے گئے تھے۔صرف کرم علی اوراس کا باپ وہاں بیٹھےرہ گئے تھے۔

وہاں بیٹھے کسی شخص کوا گر کوئی خوش فہبی تھی بھی تو اب ختم ہوگئی تھی ۔ کرم علی کی ماں کو یفتین تھا۔ عارفہ کے گھر والوں نے کرم علی پر کوئی جاد و کیا

دو کتنی رقم ہوگی تمہارے پاس؟ "جہال دادنے بے صداشتیاق سے اس سے پوچھا۔

کرم علی نے بے حدر نج سے باپ کودیکھا۔اس کے وجود اور زندگی میں اس کے خونی رشتوں کی واحد دلچیسی میتھی کہ اس کی جیب میں کتنے پیسے تھے جو وہ ان پرخرچ کرسکتا تھا۔

پید سنده می پر می سود میں میں ہے۔ اور میں ہے۔ اور میں ہے۔ اور میں میں میں میں میں میں ہورت کیوں پڑی آپ کو؟''اس نے جہال داد کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس سے بوچھا۔

> ''لکین میں تو بہت عرصے سے شادی کے لیے رقم بھجوار ہاتھا۔وہ سارار و پید۔۔۔۔۔'' اس کے باپ نے اس بار بے حد ناراضی کے عالم میں اس کی بات کا ٹی۔

سے پوچھتے ،اب بیسہ دے دیا ہے تم نے تو اس کا میں مطلب نہیں ہے کہتم حساب ما نگنا شروع ہوجاؤ۔اللہ کسی کو بھی اولا دیر بوجھ ندینائے۔کسی کواولا دکو حساب ند دینا پڑے۔'' کرم علی بھونچکا ، باپ کا چہرہ دیکھتا رہا۔وہ حساب نہیں مانگ رہا تھا۔وہ صرف پوچھ رہا تھا اور اس کا خیال تھا وہ کم از کم اتنا پوچھنے میں حق

بجانب تھا کہ پوراسال شادی کے لیے الگ ہے رو پیجوانے کے باوجودانہیں شادی کے لیے قرض لینے کی ضرورت کیوں پڑی تھی۔اور آصف کے کاروبار کا گھاٹا آصف کی ذمہ داری ہونا چاہیے تھا اس کی نہیں ۔۔۔۔۔اگر آصف کے کاروبار کی آمدنی میں اس کا یا گھر کا کوئی حصہ نہیں تھا تو اس کے کاروبار کی آمدنی میں اس کا یا گھر کا کوئی حصہ نہیں تھا تو اس کے

گھانے کا بوجھ بھی کسی دوسرے پرنہیں ہونا چاہیےتھا۔ وہ کہنا تو اور بھی بہت کچھ جا ہتا تھا، کیکن کہ نہیں سکا۔ جہال داد سے مزید کچھ کے بغیروہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔صابر کی موت یک دم سےاس کے ذہن سے بہت دور چلی گئ تھی۔اس کی اپنی زندگی کچھاورا کجھنوں کا شکار ہوگئ تھی۔

ا گلے چند دنوں میں اس کے دباؤ پر اس کے مال باپ عارفہ کے گھر گئے تھے لیکن معاملات سلجھنے کے بجائے اور زیادہ بگڑ گئے تھے۔ عارفہ کے گھر میں عارفہ کی ام می کی کسی بات پرزینت مشتعل ہوگئی اور انہوں نے عارفہ کے مال باپ پر بیالزام لگایا کہ وہ کرم علی کاروپیہ ہڑپ کرنے کے لیے اپنی بیٹی کو استعمال کررہے ہیں۔

یہ جیسے تا بوت میں آخری کیل ٹھو تکنے کے مترادف ثابت ہوا۔ عارفہ کے ماں باپ نے جواباً کرم علی کے گھر والوں اوراس کے ماں باپ پر

ی الزام لگایا کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی اس لیے نہیں کررہے کیونکہ وہ اس کا روپہی صرف اپنے تسلط میں چاہتے ہیں۔زینت کے لیے جیسے انہوں نے وہاں سے چلے جانے کا جواب دے دیا تھا۔

کرم علی گھر میں ان کے تمام معاملات ٹھیک کر کے واپسی کا منتظرتھا اور وہ سب معاملات ٹھیک کرنے کے بجائے روتے ہوئے واپس گھر آئے تھے۔زینت نے اپنی اس بےعزتی کا ذیمہ دار کرم علی کوٹھبر ایا تھا اور اسے خود غرض قر اردیا تھا۔ کرم علی وقتی طور پرسب پچھ بھول کرصرف ماں باپ کی ناراضی کو دور کرنے میں مصروف رہا۔ اسے عارفہ اور اس کے گھر والوں سے بھی شکایت ہوئی تھی۔

اصل وجہ جانے بغیراسے اس وقت اپنے مال باپ ہی بےقصور لگے تھے جواس کے اصرار پر عارفہ کے گھر والوں کومنانے گئے اورانہوں نے ان کی تذکیل کی۔اسے اس سے بھی زیادہ اس بات سے رنج پہنچا تھا کہ اس کے روپے کا ذکر کیوں ہوا۔ وہ اگر اپنے گھر والوں اور مال باپ پررو پینے خرج کرر ہاتھا تو بیاس کامسکلہ تھا، عارفہ کے گھر والوں کانہیں۔

وقتی رنج اوراشتعال میں وہ عارفہ ہے بات کے بغیر پاکستان میں اپنے چند ہفتے کے قیام کاارادہ ملتوی کرتے ہوئے واپس امریکہ چلا آیا۔
امریکہ آنے کے بعداس کی زندگی ایک بار پھرا بنی اسی روٹین پرواپس چلی گئی تھی مگر عارفہ اس کے ذہن سے نہیں نکلی تھی۔وہ جانتا تھا چند ہفتے گزرنے کے بعد آہتہ سب کچھٹھیک ہوجائے گا۔لاشعوری طور پروہ عارفہ کے فون کا انتظار کرر ہا تھا۔وہ چاہتا تھا اس باراہے وہ فون کرے اوراہے یقین تھاوہ اسے فون کرے گی اورا پنی ندامت کا اظہار کرے گی۔اپنے گھروالوں کے نامناسب رویے پراس سے معذرت کا ااظہار کرے گی۔اوروہ ایک بار پھراپنے گھروالوں اور عارفہ کے گھروالوں کے درمیان مصالحت کی کوشش کرے گا۔

ادراس کا ندازہ بالکل ٹھیک ثابت ہوا تھا۔عارفہ نے اسے فون کیا تھااس کے امریکہ چلے جانے کے پورے پانچ ہفتے کے بعدوہ ہفتے کا دن تھاوہ کچھ دیریہلے ہی سوکرا ٹھا تھااور ناشتہ کرنے کے بعدا بھی باہر جانے ہی والا تھا۔

فون پراس کی آواز سنتے ہی کرم کاول جیسے خوشی سے اچھلاتھا۔

''تم کیسی ہو؟''اس کی ساری خفگی ساری ناراضی ،سارار نج ساری شکا بیتیں غائب ہو آئئیں۔عارفہ کی آ واز سنتے ہی جیسے غائب ہوگئی تھیں۔ ''بہت اچھے حال میں ہوں۔''اسے عارفہ کا جواب کچھ عجیب لگا۔

'' مجھے یقین تھاتم فون کروگی۔'' کرم علی نے اس کے کہجے پرغور کیے بغیر کہا۔

''ہاں تہہیں تو فون کرنا ہی تھا مجھے یہ کیے ہوسکتا تھا کہ میں تہہیں اپنے نکاح کے بارے میں نہ بتاتی۔''

سمسی نے خنجر لے کر کرم علی کے دل میں گھونپ دیا تھا۔اس وقت اس کے اس جملے پراسے ایسا ہی لگا تھا۔سانس لینا، بول پا نا بے حدمشکل گھا۔ سے

''تم نے مجھے بہت ذلیل کیا کرم علی بہت زیادہمیں نے اپنی زندگی کے چھسال ایک جھوٹے آ دمی کے لیے ضائع کیے۔اور مجھے دکھ

اس بات کا ہے کہ مجھے بھی اس بات کا احساس نہیں ہوا.....

وہ بول رہی تھی ، وہ مفلوج ذہن اورجسم کے ساتھ اسے سن رہا تھا۔

''تمہاری جیب میں جب روپے کی بجائے ڈالرآنے گئے تو تمہیں عارفدا یک غیر ضروری چیز کگنے گئی۔تمہارے لیے میری محبت ایک فضول چیز بن گئی۔اورتم نے مجھ سے چھٹکارا پانے کے لیے مجھ پراور میرے گھر والوں پر لالچی ہونے کا الزام لگایا۔ابھی چھ گھٹے کے بعد جس کے ساتھ میرا نکاح ہور ہاہے۔وہ بھی امریکہ میں ہے۔اس کے پاس بھی دولت روپوں کی شکل میں نہیں ڈالرکی شکل میں ہے۔تم نے کیا سوچا تھا کہ تم عارفہ کو چھوڑ دوگے تو عارفہ کو کئی اور نہیں ملے گا؟''

اس کی آ واز میں آ گ تھی یا پانی، کرم بوجھنہیں پایا مگر کچھ نہ کچھ ایسا ضرور تھا، جس نے کرم کوکا ٹا تھا۔

'' بڑا مان ہےتمہارے گھر والوں کوتمہاری دولت پر میں دیکھوں گی جبتم اس دولت سےاپنے لیے عارفہ جیسی محبت خریدو گے۔ کوئی میری طرح تمہارے لیے اپنی زندگی کے چھ سال ضائع کر کے بازار میں اپنے دام گرائے ، میں دیکھوں گی کرم علی کوئی عورت تمہیں میری طرح اپنے سریر بٹھائے۔''

وہ اب رور ہی تھی۔

''بات پنہیں ہے کہ زندگی گزارنے کے لیے کوئی نہیں ملتاء ال جاتا ہے۔۔۔۔۔مسئلہ صرف یہ ہے کہ جودل مانگتا ہے، وہ نہیں ملتا۔ جیسے مجھے نہیں مل رہا۔اللّٰہ کرئے تہہیں بھی بھی جس جس سے تہہیں محبت ہو یا جوتم سے محبت کرے۔''

، وہ پچکیوں سے رور بی تھی ، پھراس نے کسی دوسر ہے گی آ وازئ پھرفون بند ہو گیااوراس کے بعداس نے دوبارہ بھی عارفہ کی آ واز نہیں تی۔ وہ فون کاریسیور لیےاسی طرح کھڑار ہا۔ شایدا یک گھنٹہ بعد شایدا یک سے بھی زیادہ آخر بیے بھی ہو گیا کہ اس نے اتنی آ سانی سے اسے کھودیا ، اتنی آ سانی سے اسے کھودیا ، اتنی آ سانی سے تواس نے بھی بیسہ بھی نہیں کھویا تھا پھر عارفہ کو کیسے ؟ کیسے؟

اور کیسے کا جواب نہیں مل رہاتھا۔ شاید سوال غلط تھااس لیے۔

وہاں کھڑے پچھ دیرے لیے اسے لگا جیسے اس کا وہنی تو از ن خراب ہو گیا ہو۔ پوری دنیا کمل طور پر خالی لگی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے پوری دنیا ایک سپاٹ اور سیدھا میدان بن گیا تھا۔ جہاں وہ دوڑتا جارہا تھا۔اور میدان ختم ہونے پر ہی نہیں آرہا تھا۔کوئی رشتہ اتنی آسانی سے ختم ہوجائے اور رشتہ محبت اور صرف محبت کا ہوتو انسان کیا کرے، وہ سمجھ نہیں یارہا تھا۔

ا گلے چھ گھنٹے وہ نیویارک کی سڑکوں پراکیلا پھر تار ہاتھا کس کی تلاش میں؟ پیۃ نہیں کس کی تلاش میں؟ وہ ہراس جگہ گیا جہاں وہ عارفہ کے ساتھ آنا چاہتا تھا۔اور لاشعوری طور پر جیسے اس گھنٹے کا انتظار کرتار ہاجب پاکستان میں عارفہ کا نکاح ہور ہاتھا۔اوراس گھنٹے میں داخل ہوتے ہی اسے احساس ہوا کہ کویت میں ہر ہفتے موت کا انتظار کرنا آسان تھاوہ گھنٹہ گزار نامشکل تھا۔اس رات زندگی میں پہلی اور آخری باروہ ایک بار میں بیٹھا شراب پیتار ہااور پھر بار میں بیٹھی طوائف میں سے ایک کے ساتھ اس کے ایارٹھنٹ پر جلاگیا۔

ڈیڑھسوڈ الرشراب اورعورت پرضا کع کرنے کے بعد بھی عارفہ کواس کے ذہن سے نہیں نکلنا تھا۔ وہ اس کے ذہن سے نہیں نکلی۔

''میراشوہر....''شینانے سیاٹ کہج میں کہا۔

شیراز کے قدم بےاختیار تھنچکے ۔ هیناا پی کسی دوست کے سوال کے جواب دے ربی تھی ، شیرازابھی پچھ دریر پہلے آفس سے لوٹا اور خلاف معمول اس نے هینا کواپنی کسی دوست کے ساتھ گھر کے لا وُنج میں پایا۔

ھینا نے شیرازاورا پی دوست کومتعارف کروانے کا تکلف نہیں کیاوہ اپنی دوست سے باتوں میں مصروف رہی اور شیراز قدرے نادم انداز میں وہاں سے نکل آیا۔ گرکوریڈور میں اپنے عقب میں اس نے ان دونوں کی آوازیں سن لی تھیں۔ اور وہ پچھ تجسس آمیز انداز میں ٹھٹھک کران دونوں کی باتنیں سننے لگا۔

"شوہر؟"اس كى دوست نے حيرانى سے كہا-

" إل كِچِيلى برته وْ ع بر بإيان مجھاكك كتا تخفي مين ديا تھا۔اس بارا يك شوہر......

هینانے بے حدروانی ہے کہا۔ اسکی دوست نے بے اختیار قبقہدلگایا۔

شیراز گھڑے کا گھڑارہ گیا۔اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔اس کا دل چاہاوہ واپس پلٹ کرلاؤنج میں جائے اور شینا کو دوہاتھ لگا کرآئے۔گریہ خیال تواسے ہر ہفتے تین چار ہارآ تا تھا۔اور جس طرح آتا تھااس طرح چلاجا تا تھا۔اس ونت بھی وہ ہونٹ بھینچے چپ چاپ ا شینا نام کا بھنداسعیدنواز نے اس کے گلے میں کیوں باندھا تھا؟ کم از کم شیراز اب سجھنے کے قابل ہوگیا تھا۔دیر سے ہی سمی گمراس ک آنکھوں سے یہ پڑی اتر گئی کی شینا یاسعیدنواز اس کی قابلیت یا شخصیت ہے متاثر ہوگئے تھے۔

ھینا نے سہیل سے سعیدنواز کی مرضی کےخلاف اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔ سہیل بھی ھینا کی طرح ایک بڑے سرکاری افسر کا بیٹا تھا۔اور بدشمتی سے ایک ایسے سرکاری افسر کا بیٹا جوسعیدنواز کاسینئر تھااور جس سے سعیدنواز کی کئی بارچپقلش ہوچکی تھی۔

سہبل کو ناپند کرنے کی بیبنیا دی وجہ ضرورتھی گراکلوتی وجہ نہیں تھی اس وجہ کے علاوہ بھی اور بہت می با تیں تھیں جن کی وجہ سے سعید نواز سہبل کو ناپند کرتا تھا گر دینا کی ضدیراس نے گھٹنے ٹیک دیے تھے اور دینا کی شادی سہبل سے کر دی تھی۔

شادی بڑی دھوم دھام ہے ہوئی تھی مگر شادی کے چوتھے دن ہی ھینا اور سہیل کا جھگڑا ہوااور شینا سعید نواز کے گھر آ گئی۔ پھریہ جیسے ایک مستقل روٹین بن گئے تھی۔وہ ایک ہفتہ مہیل کے ساتھ رہتی اس کے گن گاتی اورا گلے ہفتے باپ کے گھر رہ کراس کی برائیاں کرتی۔

سہبل بھی ھینا جیسا ہی مزاج رکھتا تھا۔اوراس کے گھروالے ھینا کوشد بدنالپند کرتے تھے۔انہوں نے بھی سعیدنواز کی طرح سہبل کی ضد پراس کی شادی ھینا سے کرتو دی تھی گراس سے پہلے ھینا کے سارے زمانے کے افیئر زکے بارے میں بیٹے کوآگاہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔سہبل پر اس وقت تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ کمل طور پر ھینا کی محبت میں گرفتار تھا اور ھینا کی طرح اس کی زیادہ ترتعلیم بھی مغربی طرز زندگی سکھانے والے تعلیمی اداروں میں ہوئی تھی۔اس کے نزدیک اس وقت ھینا کے بچھلے افیئر زیابوائے فرینڈزکوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

گریداسے شادی کے فوراُ بعداحیاس ہوا کہ وہ کچھنہ کچھ معنی ضرور رکھتے تھے۔ کم از کم اتنا ضرور کہ وہ انہیں شینا سے سوگز کے فاصلے پر دیکھنا چاہتا تھا شینا مشرق میں رہتے ہوئے فطر تامغرب کی عورت کی طرح آزاد خیال تھی اور وہ مردوں کے ساتھ تعلقات میں بھی اتنی ہی آزادی کا مطالبہ کرتی تھی جتنی مردعورتوں کے ساتھ ۔

شادی سے پہلے وہ سہیل پر جان دیج تھی اور سہیل جانتا تھا۔ وہ واقعی اس سے محبت کرتی تھی مگراس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اس مزاج اور عادتوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھی جو سہیل یا اس کے گھر والوں کو ناپند تھے۔ شادی کے پہلے سال ہی بے شار مسائل کا شکار ہونے کے بعد دونوں نے جوائے نے فیملی سٹم میں رہنے کے بجائے گھر والوں سے الگ رہنے کا فیصلہ کیا اور دونوں سعید نواز کے دیے ہوئے اس گھر میں نشقل ہوگئے جس میں شیراز اب شینا کے ساتھ رہ رہا تھا۔

پچھ عرصے تک سب پچھ ٹھیک رہااور دونوں کولگا کہ اب ان کی شادی ٹھیک ہور ہی ہے۔ اس عرصے میں ان کے ہاں ایک بچے بھی پیدا ہو
گیا۔اور اس بچے کی پیدائش کے بعد ان دونوں کی از دواجی زندگی کا سب سے برا دورشر وع ہوا تھا۔ دونوں کے درمیان پہلے جو جھڑ ہے تو میں
میں، پڑتم ہوتے تھے اب وہ ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے تک پہنچ گئے تھے، نہ ہیل ھینا کی زبان درازی پر ہاتھ اٹھانے سے چو کتا اور نہ ہی ھینا ہاتھ
اٹھانے میں پہل کرنے پر ۔۔۔۔۔۔اور پھرا ہے ہی ایک جھڑ ہے کا نتیجہ ھینا کی طرف سے طلاق کے مطالبے پراور سبیل کی طرف سے میدمطالبہ فوری طور پر
پوراکرنے کی صورت میں نکلاتھا۔

پ کال تے بعد کچھ عرصہ کے لیے هینا کوایک بار پھر سے ملنے والی بیآ زادی بہت اچھی لگی اور وہ پہلے کی طرح دو بارہ سرگرم ہوگئی۔گمر پچھ عرصہ کے لیے هینا کوایک بار پھر سے ملنے والی بیآ زادی بہت اچھی لگی اور وہ پہلے کی طرح دو بارہ سرگرم ہوگئی۔اس سے پہلے کہ وہ سہیل سے دو بارہ را بطے کی کوشش کرتی سہیل کے والدین نے سہیل کی شادی اس کی کسی پرانی دوست کے ساتھ کردی۔

ھینا کے لیے بیہ بات نا قابل برداشت تھی وہ سہیل ہے ایک بار پھر ملنے گئی تھی ،اور یہی وہ وقت تھاجب سعیدنواز نے شیراز کواس کے لیے منتخب کیا تھا۔ان کے پورے سوشل سرکل میں ہرا یک ھینا اوراس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھا۔

سعیدنوازا چھی طرح جانتے تھے کہ سب پچھ جانتے ہوئے کوئی بھی ھینا کواپنے خاندان کا حصہ بنانانہیں چاہے گا۔اورا گروہ کسی نہ کسی طرح اپنے جیسے کسی خاندان میں ھینا کی شادی کربھی دیتے تو وہ جاردنوں کےاندرایک بار پھرطلاق لےکران کے پاس آ جاتی۔ ان کی کلاس کا کوئی لڑکا ھینا جیسی بدمزاج اور آزاد خیال لڑکی کے ساتھ دودن تو گزارسکتا تھا'' چار''نہیں۔سعیدنواز کو ھینا کے لیےا یسے

ان کی کلاس کا لوی کر کا کھینا ہیسی بدمزاج اور آزاد خیال کری نے ساتھ دودن کو کزارسکیا تھا ''حیار' مہیں ۔ سعید کواز کو کھینا کے لیے ایسے داماد کی ضرورت تھی جو ھینا کے سامنے منمنائے ، ہات نہ کرے۔او نچی آ واز کرنا تو خیراس سے بھی بری بات ہوتی اوراییا دامادان کی اپنی کلاس میں کسی صورت نہیں مل سکتا تھا۔

کہاں السکتا تھاسعیدنواز جانتے تھے کیوں کہ وہ خود بھی اسی کلاس سے تعلق رکھتے تھے جس کلاس سے شیراز تعلق رکھتا تھا۔فرق صرف یہ تھا کہانہوں نے شیراز کے جیسی غربت نہیں دیکھی تھی۔اوران کی زندگی میں دوسری بہت ساری آسانیاں شامل رہی تھیں۔ ۔ ' شیراز سے وہ جواد کے ذریعے ملے تھے جوان کے کہنے پر شینا کے لیے ایک عد دلڑ کا ڈھونڈ رہاتھا۔اورشیراز کی صورت میں اسے وہ تخص مل ہی گیاتھا جس کے کندھے پررکھ کریہ بندوق چلائی جاسکے۔ اپنے گھر پر جواد کے ساتھ اس سے ملنے سے بہت پہلے وہ شیراز کے بارے میں بہت ساری معلومات کروا چکے تھے۔لیکن انہوں نے بھی

شیراز پر بینطا ہزئبیں کیا کہ وہ اس کے بارے میں پچھ جانتے تھے۔شیراز کی قیمت کیاتھی بیسعیدنوازاس کےساتھ پہلی ملاقات میں ہی جان گئے تھے۔ اوروہ قیمت زیادہ نہیں تھی اگروہ اپنے کارڈ زہوشیاری ہے کھیلتے تو

وروہ قیمت زیادہ بیں کا کروہ اپنے کارڈ زبوشیاری سے سینے تو شیراز نے سعیدنواز کے گھر آنے جانے پر هینا کے ساتھا پی متوقع شادی کوراز رکھ کراپنے بیروں پرخود کلہاڑی ماری تھی۔وہ اکیڈمی میں

کسی اور سے اس سارے معالمے کے بارے میں بات کرتا تو ہینا کے بارے میں بیسب پچھا سے بہت پہلے پتا چل جاتا جوا ہے آج پتا چل رہا تھا۔ وہ اس وقت یہ بچھتا تھا کہ اکیڈی میں اس کے کامن کے لوگوں کو ہینا کے ساتھ اس کی شادی کا پید چلا ہوگا وہ تو اس پررشک کرتے ہوں گے۔ مگرا سے آج احساس ہور ہاتھا کہ وہ دراصل اس پر ہنتے ہوگے، خاص طور پر وہ لوگ جو ہینا ، اس کی پہلی شادی اور اس کے افیئر زکے ساتھ ساتھ اس کے مزاج کے بارے میں جانے ہوں گے اور ان سب کو شیراز ہے کہتی ہمدردی ہوئی ہوگی۔

یہانداز ہ لگا نامشکل نہیں تھا گرشیراز ان تمام خیالات کو ذہن ہے جھٹکتار ہتا تھا۔ ''زندگی میں ہرا یک کوئی نہ کوئی کمپروما ئز ضرور کرتا ہے۔اور میراھینا سے شادی میرا کمپروما ٹز ہے۔''وہ اکثر اپنے آپ کوتسلی دیتا۔

''اوراس کمپرومائز میں میں نے سب کچھ کھویانہیں ، بہت کچھ پایا بھی ہے۔'' وہ مزید سوچتااوراس کی بیسوچ غلط بھی نہیں تھی۔شادی نے اس کی عزت نفس اورخوداعتادی بے شک ختم کردیے ہوں مگراہے ایک لائف

اسٹائل اور زندگی کی بہت ساری آ سائنٹیں ضرور دے دی تھیں۔اورشیراز کے نز دیک بیکوئی بڑی قیمت نہیں تھی۔ اسے سہیل اوراس کے بیچے کے بارے میں جان کربھی بیٹیال نہیں آیا تھا کہ کاش اس نے بیہ پچھند کیا ہوتا اسے صرف بیٹیال آتا تھا سے پرش میں کرچہ میں من سے تھے اور کے ماس قیم میں جھری کردھی نہیں من میں منفید بیٹی میں مند میں کر کیھر شخص میسی بیٹی

کہ کاش اسے کوئی شینا سے زیادہ انچھی لڑکی مل جاتی۔اور'' انچھی'' کاشیراز کے نزدیک کیامفہوم تھا۔ بیاسے جاننے والا کوئی بھی شخص ہو جھ سکتا تھا۔ شینا کی پہلی شادی اوراس کے بچے کے بارے میں شیراز اپنے گھر والوں کو بتانے کی ہمت نہیں کرسکا۔اور پھراسے احساس ہوا کہاس کی ضرورت بھی نہیں تھی ، وہ اس کے ساتھ نہیں رہتے تھے کہ وہ انہیں اس ایشو کے بارے میں لاعلم ندر کھ سکتا۔اوراسے بیضد شرنہیں تھا کہ وہ بھی اس کے گھرا چانگ آ کر پچھ جان جاتے جتنی دیروہ یہ بات چھپاسکتا تھا اسے چھپانا چاہیے تھا۔

سعیدنوازےاں گفتگو کے بعد شیراز نے دوبارہ سعیدنوازیا شینا سے سہیل یا ہینا کی پہلی شادی کے بارے میں بات نہیں کی۔اور شینا کا انداز اس کے بعد جیسے ہروقت اس کا نداق اڑا نے جیسا تھا۔اے یقین تھا کہ سعیدنواز نے شیراز کے ان کے پاس جا کرشکایت کرنے پراس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔

اوراس ہے کیا کہا ہوگا اور بیا نداز ہ شیراز کوبھی تھا کہ سعیدنواز نے ہینا کوشیراز کے اپنے پاس آنے کے بارے میں بتایا ہوگا۔ ہینا کا بیٹا

شیراز کچھ ہفتے منتظرر ہاکہ مہیل اسے واپس لے جائے گا گرابیانہیں ہوا شاید هینا کی شادی کی وجہ سے مہیل اس بچے کواپنے پاس لے گیا تھاور نہ وہ یقیناً اس سے پہلے هینا کے پاس ہی ہوتا ہوگا۔ بچے کے آتے ہی بچے کوسنجا لنے والی ایک نینی بھی هینا کے گھر آگئ تھی۔ بچہ زیادہ اس نینی کے پاس ہی رہتاا ور هینا کی سرگرمیاں اس طرح جاری رہیں جس طرح اس بچے کی آمد سے پہلے تھیں۔

واحد تبدیلی جوہوئی تھی وہ اس گھر میں سہیل کی آمدور فت تھی۔ سہیل اب اکثر اس گھر میں آنے لگا تھا۔ اور بیواحد بات لیے ہفتم کرنامشکل تھا۔ مسئلہ صرف سہیل کے اس گھر میں آنے جانے کانہیں تھا،مسئلہ شینا کارات گئے اس کے ساتھ گھومنے پھرنے کا تھا۔ لیے ہفتم کرنامشکل تھا۔مسئلہ صرف سہیل کے اس گھر میں آنے جانے کانہیں تھا،مسئلہ شینا کارات گئے اس کے ساتھ گھومنے پھرنے کا تھا۔

کی بار نینی گھر پرنہیں ہوتی اورشیراز ، ھینا کی عدم موجودگی ہیں اس کے بچے کوسنجالنا پھرتا اور بیا ایبا وقت ہوتا تھا کہ اسے اپنے آپ پر ترس آتا اور وہ خود کو بے بس محسوس کرتا ۔ بعض دفعہ اس کا دل چاہتا ، وہ ھینا کے بیچے کا گلا دبا دے اور بعض دفعہ اس کا دل چاہتا وہ ھینا کا ہی گلا دبا وے گرید دونوں کا م کرنے سے زیادہ آسان خود کا گلا دبا نا تھا اور بہر حال ابھی حالات اسے خراب نہیں ہوئے تھے کہ شیراز اپنا گلا دبانے کی سوچتا۔

اس رات بھی وہ خون کے گھونٹ پیٹے ہوئے ھینا کے بیچ کو بہلا رہا تھا۔ ھینا حسب معمول غائب تھی۔ دو گھنے کی جدوجہد کے بعد وہ بالآ خر بیچ کوسلانے میں کا میاب ہوگیا گراس کا خود نیند سے برا حال ہور ہا تھا۔ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے باہر پورج میں کی گاڑی کے آ کررکنے کی آ واز سی تھی ھینا بالآخر گھروا پس آگئی تھی۔ اس نے کھڑکی کا پر دہ ہٹا کر باہر جھا نکا اور وہ غصے سے آگ بگولہ ہوگیا۔ ھینا سہیل ک

گاڑی سے اتر رہی تھی۔وہ غصے کے عالم میں کمرے سے نکلا مگر جب تک وہ پورچ میں پہنچا سہیل جاچکا تھااور شینا اندرآ رہی تھی۔ ''تم کس کے ساتھ آئی ہو؟''اس نے تیز آ واز میں شینا ہے پوچھا جواطمینان کے ساتھواس پرایک نظرڈ الے بغیراندر جارہی تھی۔

''سہیل کے ساتھ۔''اس نے رکے یا شیراز کود کھے بغیراس ہے کہااورا ندر چلی گئی۔شیراز بے حد غصے میں اس کے پیچھے آیا۔

''سنی سوگیا؟''شینانے بلیٹ کرد کیھے بغیراس ہے یوں پو چھاجیسے وہ اسے ٹی کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ کرگئی تھی۔

''تمہارا بیٹا میری ذمہ داری نہیں ہے۔''شیراز نے بلندآ واز میں کہاشینا نے بالآخر ملیٹ کراسے دیکھااورصرف دیکھانہیں تھااو پر سے

فیچتک دیکھا۔ایک تیز کا شے والی نظر کے ساتھ۔

'' کیوں؟ کیاتم اس گھر میں نہیں رہتے؟''

'' رہتا ہوں مگرتم ہارے پہلے شو ہر کی اولا دیا لئے کے لیے نہیں۔''

'' ما سُنڈ بورلینگو کجے۔'شینا نے بلندہ واز میں اس کے جملے پرری ا یک کیا تھا۔

" بہتہیں نی کی اتنی پرواہے تواہے اس کے باپ کے پاس بھجوادو۔ "شیراز نے اس کی بلند آ واز سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔

صاف بتاری ہوں کہ میں اس گھرہتے تہبیں تو نکال سکتی ہوں نی کونہیں۔''

"نو چرتم گھر بیٹھ کرسی کود کھوجیسے ایک ماں کو گھر پر ہونا جا ہے۔" ''اس کود کیھنے کے لیے نینی ہے یتمہارےمشورے کی ضرورت نہیں ۔''ھینانے دو بدو کہا۔

'' مجھے تمہارا سہبل کے ساتھ گھومنا پھرنا پیندنہیں ہے۔'' چندلمحوں کے تو قف کے بعد شیراز بالآ خراس موضوع پر آ گیا جس پروہ بات کرنا

''اور مجھےتمہاری پسنداورنا پسند کی کوئی پروانہیں۔آئی اوسہیل۔''اس کے آخری جملے نے شیراز کوایک ہار پھر تیایا تھا۔

"تو پھرطلاق لینے کی کیا ضرورت تھی تہمیں ای کے ساتھ رہنا جا ہے تھا۔"

'' آئی ا گیری۔طلاق نہیں لینا چاہیےتھی ، مجھےاسی کے ساتھ رہنا چاہیےتھا۔میری بے دقو فی تھی وہ۔' ہینا نے شیراز کومزید تپایا۔ "تو پھراب كرلوتم اس سے شادى۔"

'' ڈونٹ دری۔ میں پہلے ہی اے منانے کی کوشش کررہی ہوں وہ اپنی بیوی کوچھوڑ نانہیں چاہتا جب چھوڑنے پر تیار ہو جائے گا تو میں

ایک دن بھی نہیں لگاؤں گی اس ہے شاوی پر۔''

ھینا نے جیسےاعلان کیا تھااور پھرر کے بغیرا پنے بیڈروم میں چلی گئی وہ وہیں کھڑاا ہے دیکھتار ہا۔ سہیل نے کیوں اپنے سرے ھینا نام کی بلا ا تار پھینگی تھی۔ بیوہ بہت اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ ہینا کسی بھی مرد کی گرل فرینڈ کے طور پرایک آئیڈیل یارٹنزتھی لیکن کسی مرد کی بیوی کے طور پر واقعی بلا

ہے کم نہیں تھی، وہ کسی بھی شو ہر کا ذہنی تواز ن خراب کرسکتی تھی۔وہ اپر کلاس کی ٹیپیسکل بگڑی ہوئی لڑکتھی جے سعید نواز نے لوئر ٹرل کلاس ہے ایک گھوڑ ا فراہم کردیاتھا، جےاس طبقے کی کوئی بھیعورت آ سانی ہے سدھاسکتی تھی اورسدھانہ بھی یاتی تو بھی بیوہ گھوڑا تھاجوٹائٹیں مارنے کے لیے گدھے جیسی

جراُت بھی نہیں رکھتا تھا۔سعیدنواز داماد کےطور پرشیراز سے بہترا بتخاب داقعی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کئی دنوں کے وقفے کے بعدا کبراورنیم سے ملنے آیا تھااور وہاں جاتے ہی اکبراورنیم نے اس کے ند آنے پرشکا نیوں اور گلوں کا سلسلہ

شروع كرديا تفاوه بےاختیار جھنجھلایا۔وہ اس وفت كم از كم بيسب پچھ سننے نہيں آيا تھا۔ ''میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہوتا کہ میں ہروقت آپ لوگوں کے پاس ہیٹھار ہوں۔ آپ کواحساس ہونا چاہیے کہ میں ایک سرکاری

افسر ہوں سوکام ہیں میرے، سومصروفیات ہیں میری، گھرہے ہیوی ہے مجھے ہرایک کو وقت دینا پڑتا ہے اور آپ لوگوں کو ہروقت صرف اور صرف اپنی پڑی ہوتی ہے کل نہیں آئے پرسوں نہیں آئے فون نہیں کیا، پوراہفتہ گزرگیا۔ہم نے کتنا یاد کیا ہم کتنے بے چین رہے د ماغ خراب کر دیا ہے ایسی بات

كركركي،اس سے تواحيما تھاميں يہاں آتا بي نہيں۔''

وہ بے حد غصے میں بولٹا اٹھ کر چلا گیا اکبراور شیم اسے جاتا دیکھتے رہے۔

شیراز نے بھی ان سےاس طرح بات نہیں کی تھی جس طرح اس نے آج کی تھی۔وہ ان کی محبت بھری شکا بیوں اور گلوں ہے بھی چڑنے لگا تھا بیوہ نہیں جانتے تھے مگرانہیں بیخد شہضرور ہوا کہ وہ بیوی کے رنگ میں رنگنے لگاہے ،اسی لیےا تنابدا خلاق ہوگیا ہے۔ بڑھایے میں ان کا اکلوتا سعادت منداورتابعدار بیٹا سرکش ہو گیاتھااورا کبراور نیم کوجتنارنج ہوتا کم تھا۔ انگلے پچھدن انہوں نے شیراز کی واپسی کا نظار کیا کہ شایدوہ اپنی غلطی کومسوس کرےاور شرمندہ ہوکرمعذرت کے لیے آئے مگروہ نہیں آیا تھا۔اکبراور نیم پچھ مضطرب ہوکراس شام اس سے ملنے کے لئے اس کے گھر چلے گئے۔شیراز گھرپزہیں تھا مگرملازم نے انہیں لاؤنج میں بٹھادیا شیراز تھوڑی ہی دیر میں وہاں آنے والاتھاا کبراور نیم انتظار کر سکتے تھے۔

مگرشیراز کے آنے سے پہلے شینا سی کے ساتھ وہاں آگئی تھی۔ وہ نی کوڈ اکٹر کے پاس لے کرگئی تھی اور واپسی پرلا وُنج میں بیٹھے اکبراور سیم کودیکھ کراس کے ماتھے پر یک دم بہت سارے بل آگئے تھے۔ اکبراور سیم اسے دیکھ کربری طرح حواس باختہ ہوگئے۔ اکبرنے آگے بڑھ کرشینا کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی کوشش کی ، جے شینا نے بری طرح ان کا ہاتھ جھٹک کرنا کا م کردیا۔ ''کیا کام میں تھیں نہیں تہ تا بھا گئے تھے۔ ان کے بھی تہ دینوں کواس میں اس میں گئے میں چیس نہیں تہ تا بھا گئے تھے۔ ت

''کیا کام ہے آپ کو؟ گھر لے دیا گاڑی لے دی۔ پھر بھی آپ دونوں کواس بڑھاپے میں اپنے گھر میں چین نہیں آتا بھا گتے پھرتے ہیں یہاں آنے کے لیے۔''

> ھینانے بے حد پنخی ہےان دونوں ہے کہا۔ اکبرا درنیم کو بے حد تذکیل محسوس ہوئی۔

'' بیٹا ہم شیرازے ملنے آئے تھے۔''نسیم نے کمزور آواز میں وضاحت دینے کی کوشش کی۔

'' تو اس کے آفس جاتے یہاں کیوں آئے۔ یا پھرفون کر کے اسے اپنے گھر بلا لیتے لیکن نہیں،شوق ہے یہاں آنے کا پچھ نہ پچھ پھر

ياہيے ہوگا۔''

«ممی....می.....گیش گو<u>.</u>"

وہ ابھی کچھاور بھی کہتی لیکن نی نے مداخلت کر کے اس کی شرٹ تھینچنے کی کوشش کی تھی۔ شینا اپنی بات ادھوری چھوڑ کر پنے پاس کھڑے نی کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے اس کو گود میں اٹھاتے ہوئے بے حد تلخی ہے اکبراور نیم سے کہا۔

''ناؤگیٹ آؤٹسٹ آؤٹ اوردوبارہ بھی میرے گھرند آئیں،ورند مجبورا مجھے آپ دونوں کے بیٹے کوبھی آپ لوگوں کے پاس بھیجنا پڑے گا۔'' وہ یہ کہہ کروبال نہیں رکی تھی۔ مگراس کے ان لفظوں نے اکبراور سیم پرکوئی اثر نہیں کیا تھا۔وہ ابھی تک صرف اس بچے کے منہ سے نکلنے والے لفظ من کر بے مس وحرکت کھڑے تھے۔وہ شینا کومی کہہ رہا تھا۔ کیوں؟اوراس کیوں کا جواب دنیا کا بے وقوف سے بے وقوف آؤمی بھی دے سکتا تھا۔ نیسیں

ا گلے کئی ہفتے کرم علی نے گونگوں کی طرح دن رات گزارے تھے۔اپارٹمنٹ میں اس کے دوسرے ساتھی اس سے پوچھ پوچھ کرتھک گئے تھے پھرسب کولگااس پرصابر قیوم کی موت کا اثر ہو گیا ہے۔مجاہدا ورتنویر نے جتنی تسلیاں ہوسکتی تھیں اسے دی تھیں ۔پھرانہیں لگاوہ اپنا وقت ضا کئع کر رہے ہیں اور نیویارک میں کوئی وقت ضا کئے نہیں کرتا ، زندگی ضا کئع کرنا ایک الگ چیزتھی ۔

کرم علی کی سمجھ میں نہیں آتا تھاوہ بات کرے تو کس چیز کے بارے میں بات کرے، دنیا میں یک دم وہ ساری چیزیں ختم ہوگئی تھیں جن کے بارے میں اسے سوچنا اسے بات کرناا چھا لگتا تھایاوہ بات کرسکتا تھا۔خاموثی اور تنہائی کا مکیچر تیز اب کی طرح اسے اندر سے گلا تار ہا۔ اس کے گھر والوں نے عارفہ سے نکاح کے اگلے ہی دن اسے بڑے خوثی اور جوش کے عالم میں اس کے نکاح کی خبر سنائی تھی ، وہ شایدان کی زندگی کا پرمسرت ترین دن تھا۔ راستے کی واحدر کاوٹ خود بخو د دور ہوگئی تھی۔ان کے بیٹے کواب کوئی ان سے نہیں چھین سکتا تھا کرم علی نے دس منٹ تک فون پرعارفہ کے بارے میں مال کی با تیں پی تھیں پھراس نے فون رکھ دیا۔

ا گلے کئی ہفتے اس نے پاکستان میں کسی سےفون پر بات نہیں کی ۔صدمہ، د کھ، رنج، تکلیف،اذیت، بے یقینی میں سے کون سی چیز تھی جس نے اس کے سوچنے اور بیجھنے کی حسسیات کو بول مفلوج کردیا تھااس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ فون پراس کے کیے ہوئے الفاظ بار باراس کے ذہن میں گو نجتے تھے بار بارمبح اٹھتے ہی ،رات کوسوتے ہوئے ، گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کھانا کھاتے ہوئے ،نہاتے ہوئے۔ دوسرےلوگوں کے ساتھ بیٹھے دنیا میں موجود ، ہرفتم کی آ واز صرف ایک آ واز میں تبدیل

رفہ لی آ واز۔ تین مہینے کے بعداس کی رخصتی بھی ہوگئی تھی۔ پیزبرا سے اس کی ماں نے تب دی، جب اس نے کئی ہفتوں کے بعدا یک بار پھر نارمل ہونے کی پہلی کوشش کرتے ہوئے اپنے گھر والوں کونون کیا تھا۔اس بار کرم علی بارنہیں گیااس دفعہ کرم علی نے کسی عورت کونہیں خریدا۔وہ صرف اسکلے تین دن

کیجھ کھا نا بھول گیا۔ تیسرے دن اس کی ملا قات شوکت زماں ہے ہوئی تھی۔ وہ نیکسی چلا رہا تھااور شوکت زماں نے اس ہے کہیں چلنے کے لیے کہا تھا۔ان

دونوں نے ایک دوسرے کونہیں پہچانا تھا۔شوکت زماں پہلے کی طرح اس باربھی شراب کے نشے میں تھااور نیکسی کی بچپلی سیٹ پر جیٹھامسکسل مزید شرابا ہے اندرا نٹریلتا رہا، کرم علی سڑک پر دوڑتی بھا گتی ٹریفک میں خالی ذہن کےساتھ اس راستے کوڈھونڈنے میں مصروف رہاجس پر جانے کے

لیےاسے شوکت زمال نے کہا تھا۔

آ دھ گھنٹہ کے بعد جب بالآ خروہ شوکت زمال کواس کے بتائے ہوئے پیتہ پر لے کرآ بااوراس نے شوکت زمال ہے مطلوبہ کراہیہ ما نگا تو شوکت زمال دس منٹ اپنے لباس کی ہر جیب حیصان مارنے کے باوجود اپنا والٹ برآ مدنہیں کرسکا تھا۔اور بیابیا وقت تھا جب کرم علی نے شوکت زمال کو پیچان لیا تھا۔اور صرف اس نے نہیں شو کت زمال نے بھی اسے پیچان لیا تھا۔

''اوئے کرم علی! یہ تو ہے۔۔۔۔'' شوکت زمال نے بے اختیار اس کا نام لیا کرم علی کو جیرت ہوئی۔اتنی شراب پینے کے باوجود اس کے اعصاب ٹھیک کام کررہے تھے۔وہ کئی ماہ پہلے ملے ہوئے ایک شخص کواس کے پورے نام سے پکارر ہاتھا۔

'' کیا حالت بنالی ہےتو نے ۔۔۔۔؟ کیا ہو گیا ہے تحجے؟ ہڈیاں کیوں نکل آئی ہیں تیری؟ اوئے تو نے کہیں میری طرح شراب وغیرہ پینا تو

نہیں شروع کردی؟ ما کوئی بیاری وغیرہ تونہیں لگ گئی تجھے؟''

وہ کسی سوال کے جواب کا انتظار کے بغیر پے در پے سوال کر رہاتھا کرم علی چپ چاپ اسے دیکھتار ہا بھراسے چھوڑ کر جانے لگا۔
''اوئے شوکت زمال کو کتا سمجھ رہا ہے جوخوامخواہ بھونکتا جارہا ہے اوراس کو کسی جواب کی ضرورت بی نہیں ۔''
شوکت زمال نے اس کے اس طرح بلٹنے کا برا ماناتھا۔ کرم نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیاتھا، وہ شراب کے نشے میں دھت اس شخص سے کس طرح بات کر ہے ۔۔۔۔۔ وہ ہمیشہ اس حالت میں ملاتھا۔ شوکت زمال اب اس کی خاموثی پر پچھاور گرم ہور ہاتھا۔
میں دھت اس شخص سے کس طرح بات کر ہے۔۔۔۔۔۔ وہ ہمیشہ اس حالت میں ملاتھا۔ شوکت زمال اب اس کی خاموثی پر پچھاور گرم ہور ہاتھا۔
''اور کرا بیاس طرح چھوڑ کر جارہا ہے جیسے کسی رئیس کی اولا دہے تو۔۔۔۔۔''

شوکت زمال نے اس جملے کے ساتھ اسے تین چار نا قابل اشاعت گالیاں بھی دی تھیں۔ کرم علی نے زندگی میں بہت لوگوں سے بہت دفعہ گالیاں پی تھیں ۔اسے بھی غصر نہیں آیا تھا۔ وہ نہیں جانتا شوکت زمال کے سامنے کھڑے اس وقت اسے کیول شدید غصہ آیا اس کی خاموثی اس بار بھی نہیں ٹوٹی تھی مگر اس نے آگ

بڑھ کر پوری قوت کے ساتھ شوکت زمال کے جڑے پرایک گھونسہ مار دیا۔ منداور ناک سے نگلتے ہوئے خون کے فواروں کے ساتھ شوکت زمال نے اسے بے بقینی سے دیکھا پھر کرم علی نے اسے زمین پر گرتے دیکھا، کرم علی کوتب اپنی غلطی کا احساس ہوا مگرتب تک دیر ہوچکی تھی۔وہ بے حد گھبرا ہٹ میں زمین پر گرے شوکت زمال کو ہلاتا جلاتار ہا۔اوراس سے پہلے کہ دو ڈیکسی میں ڈال کرکی قریبی ہاسپٹل لے جاتا، وہاں سے گزرتے کسی آ دمی نے

کچھ فاصلے پر کھڑےا کیہ پولیس والے کواس واقعہ کی اطلاع دے دئ تھی۔ پندرہ منٹ کے اندر کرم علی جفکڑیوں کے ساتھ ایک پولیس اشیشن میں لایا گیا۔لاک اپ میں بیٹھے ہوئے بھی اسے اس بات کی تشویش ...

نہیں تھی کہ وہ لاک اپ میں بند ہو جائے گا۔اسے صرف شوکت زمال کی فکرتھی۔ پتانہیں اسے کتنی چوٹ آئی تھی۔ ''تم واقعی پاگل ہوگئے ہوکرم علی؟تم واقعی پاگل ہوگئے ہو۔''

اس نے کی بارخودکودھتکارا تھااور شایدلعنت و ملامت کا بیسلسلہ مزید طویل ہوجا تا اگروہاں آنے کے پورے دو گھنٹے کے بعدا یک پولیس والا اس کے پاس آ کراہے بیاطلاع نہ دیتا کہ اس پر چار جزختم کردیے گئے تھاس آ دمی نے جس پر اس نے حملہ کیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد بیہ بیان دیتے ہوئے شرمندگی کا اظہار کیا تھا کہ اس نے شراب کے نشے میں کرم علی کوگالیاں دیتے ہوئے اپنے آپ پر حملے کے لیے اکسایا۔ وہ ایسانہ

ہیں دسے ارسے اور میں بات ہوئے ہے میں مات رہا ہے۔ کرتا تو وہ بھی مشتعل ہوکرالی حرکت نہ کرتا۔ کرم علی بے حد ندامت کے عالم میں لاک اپ سے نکلا اور اس کی ندامت میں اس وقت مزیدا ضافہ ہو گیا جب اس نے شوکت زمال کو

جبڑے پر تکی ہوئی پٹیوں کے ساتھ لاک اپ کے باہرا پنامنتظر پایا۔ اس باروہ کممل ہوش میں تھااور کرم علی کود کیے کراس نے مسکرانے کی کوشش بھی کی تھی ، جو جبڑے پر لگی پٹیوں کی وجہ سے کا میاب نہیں ہوئی۔ کرم نے کان اس کے قریب آئے کر پچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگروہ بول نہیں پایا۔اس نے جوابا شوکت زماں کو پچھ کہنے کی کوشش کرتے پایا۔ کرم نے کان اس کے قریب لے جاکراس کی بات سننے اور سبچھنے کی کوشش کی تھی اوروہ کا میاب رہا تھا۔شوکت زمان اسے ایک بار پھروہ ہی گالیاں ۔ وے رہاتھا، جن گالیوں کو سننے پراس نے اس کے جبڑے پر گھونسہ مارا تھا۔

يرتهااوراسيه وكمجرك بياندازه لكانامشكل تفاكه وه كينيذا كايبلا ايشيائي ايدز ييشنك تهابه

کرم علی بےاختیار گہراسانس لےکرسیدھا ہوگیا۔اس لاک اپ میں کھڑے اس کااحسان مند ہوتے ہوئے اسے بیا ندازہ نہیں تھا کہوہ

ا پنی زندگی کے انگلے چندسال اس کے ساتھ اس طرح گالیاں کھاتے گز ارے گا شوکت زمال کینیڈ ا کے امیرترین ایشیائی افراد کی لسٹ میں چوتھے نمبر

انور حبیب اورسفیر نے سینما میں داخل ہوتے ہوئے لکٹ لینے کے لیے کھڑے تماشائیوں کی کمبی قطاریں دیکھی تھیں۔انہیں اس چیز نے پریشان نہیں کیا پاشا پروڈ کشنز کی فلم کا کوئی بھی پہلا شوکم از کم اس طرح ہاؤس فل جاتا تھا۔ کم از کم شہر کے اس سب سے پرانے سینما میں جہاں کسی فلم میں نکٹوں کی تعداد نہیں تماشائیوں کا روٹمل کسی فلم اورا بکٹر کی قسمت کا فیصلہ سننے نہیں آیا میں سے کوئی بھی وہاں اپنی قسمت کا فیصلہ سننے نہیں آیا تھا، پری زاد کی قسمت کا فیصلہ سننے نہیں گھا۔ تھے۔ تھے۔

انڈسٹری کا اکلوتا سپر اسٹاراور کا میاب ترین ڈائر کیٹر سال کی سب سے بڑے بجٹ کی فلم کوفلاپ ہوتا دیکھنے کے لیے وہاں آئے تھے۔

* پیچلے پانچ سالوں میں بھی اپنی کسی فلم کا پہلاشو دیکھنے کے لیے جاتے ہوئے ان کے دلوں کی دھڑکن اتنی بے بہری تھی، جتنی آج تھی۔ انور حبیب نے کسی فلم کواس سے زیادہ برابنانے پراس طرح کی محنت نہیں کی تھی اور سفیر خان کو یقین تھا، اپنی پچھلی تمام فلموں میں اس نے اس سے زیادہ بری اور ناقص اوا کاری نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ تبرین پاشا بھی فلم کے رشز دیکھر پہلی بارسی فلم کے بارے میں اتنا خاکف ہوا تھا۔ وہ فلم و لیم نہیں بنی تھئے میں انور حبیب اور سفیر خان اسے دیکھنا چاہتے تھے اور اب سینما میں بیٹھے چند ہزار تماشا کی تین گھئے میں اس فلم اور اس کے بعد کی قسمت کا فیصلہ سنانے والے تھے۔

اس فلم اور اس کے بعد کی قسمت کا فیصلہ سنانے والے تھے۔

وہ پری زاد کی فلم بھی ،صرف پری زاد کوڈ و بنایا تیرنا تھااس فلم کے ساتھ۔ باقی کسی کوکوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔سفیر سپراٹ ارتھا۔ایک فلم کا فلاپ ہونااس پراٹر نیڈالٹا، یہی حال انورحبیب اور تبریز کا تھااور یہی حال اس فلم ہے نسلک باقی تمام افراد کا تھا۔

سیمی فلم انڈسٹری اور میڈیا کے چئر ہلوگ تھے اور وہاں پر پری زاد کے آنے سے پہلے پری زاد کے مستقبل کی بات ہورہی تھی۔ فلم کاشوشر و ع ہونے سے پانچ منٹ پہلے زین سلطان کے ساتھ گیلری میں داخل ہو فکتھی۔اس کے چہرے سے بیاندازہ لگانامشکل تھا کہوہ نروس تھی یانہیں۔اگر نروس تھی بھی تواس نے گھبرا ہٹ کو کممل طور پر چھپایا ہوا تھا۔ بید میڈیا کے لوگوں کا اندازہ تھا۔ بیصرف سلطان جانتا تھا کہوہ بالکل نروس نہیں تھی۔اس نے آج تک کسی ہیروئن کو اتنا بے فکراور لا پرواہوکراپنی فلم کے پہلے شوکود کیھنے کی تیاری کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

اس کے گیلری میں داخل ہوتے ہی کچھلوگوں نے اسے مبارک باددی تھی مے صرف دوافراداس کے قریب نہیں آئے تھے ،سفیراورانور۔وہ دور سے اسے گیلری میں موجود دوسرے مردوں سے ملتے دیکھتے رہے۔وہ اس نیم تاریکی میں بھی اتن ہی ہوش ربا لگ رہی تھی ،جتنی روشن میں لگتی تھی ۔ گیلری میں بیٹھا ہوا ہر مرداس پرنظریں جمائے ہوئے تھا۔

ہال کی لائٹس آف ہوگئ تھیں۔ پری زاد کی پہلی فلم کا پہلاشوشروع ہو گیا تھا۔ پہلے دس منٹ تک پری زاد کی انٹری نہیں تھی ،صرف سفیراور سکینڈ لیڈ کی کہانی چل رہی تھی اورڈ ائر بکشن اورادا کاری کے جھول سینما کی قد آ دم اسکرین پر بے حدواضح طور پرنظر آرہے تھے۔ سفیرنے ہال میں اپنے پچھ سینز پر اپنے بارے میں بلند آ واز میں پچھ تبصرے بھی سنے اوران تبصروں کے بعد اس نے گیلری میں بیٹھے میڈیا کے لوگوں کو آپس میں سرگوشیاں کرتے بھی دیکھا۔ چندلیحوں کے لیے اسے بے بیٹینی ہوئی تھی گر پھراس نے اسنے ہرخیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔

''وہ بیسب کچھ پری زاد کے لیے کرر ہاتھا۔''اس نے نیم تاریکی میں ایک مدھم سکراہٹ کے ساتھ خود کو یقین دلایا۔ پہلے دس منٹ میں فلم اورا بکٹرز ہوٹ ہونا شروع ہو گئے تتھے۔انورحبیب کے چہرے پر ہلکی ی مسکراہٹ تھی۔اس نے بہت جمانے والےانداز میں دوجار بارگردن گھما کرزینی کودیکھنے کی کوشش کی۔وہ پھر کے بت کی طرح اسکرین پرنظریں جمائے ہوئے تھی۔ اس وفت اس ہال میں شاید وہی تھی جوفلم دیکھ رہی تھی۔ باقی سب باتیں کررہے تھے،اسمو کنگ کررہے تھے۔ دھیمی آ واز میں ہنس رہے

تھے یا پھرفلم کے مختلف سین پر بلندآ واز میں تبصر ہے کرنے میں مصروف تھے۔تبریز یا شاکے ماتھے پر پسیندآ رہاتھااورسلطان کی ہتھیلیوں پر۔ پری زاو ے علاوہ صرف وہ دولوگ تھے جن پراس فلم کی کا م<mark>یا بی بانا کا می سے کوئی اثر پڑنے والا تھا۔</mark>

گیار ہویں منٹ میں زینی کی پہلی انٹری ہوئی تھی اوراسکرین پراس کا چیرہ نظر آتے ہی پہلے چند کھوں کے لیے گہری خاموشی ہوئی۔ پھر ہال میں بیٹھے تماشا ئیوں نے زور دارتالیوں کے ساتھ جیسے پری زاد کا استقبال کیا تھا۔وہ اس فلم کے کسی بھی ایکٹر کو پچھلے گیارہ منٹ میں ملنے والی پہلی دادتھی۔ سفیرخان اورانور صبیب نے بے اختیار پہلوبد لے اور تبریز پاشا کے چبرے پر پہلی بارمسکرا ہے نظر آئی۔

وہ فلم کاوہ پہلاسین تھا، جسے تماشا ئیول نے ابتدائی داد کے بعد بالکل خاموش ہوکر دیکھا تھااورسین کے اختتام پر پری زاد کی آ مدے ساتھ ہی اے ایک بار پھر داد مل تھی۔

تہریز پاشااورسلطان کے نئے ہوئے جسم پرسکون ہونا شروع ہو گئے تھے۔اب سفیراورانورحبیب کےجسم تناؤ کا شکار ہونے لگے تھے۔ا گلے

سات منٹ میں وہ جنتی باراسکرین پرنظر آئی۔تماشائیوں نے اسے تالیاں ہجا کرداد دی تھی۔بیصرف اس کی خوبصورتی نہیں تھی۔ادا کاری بھی تھی جسے سراہا جار ہاتھا۔اس کے سامنے کھڑ اسفیر بے حد بونگا اور بعض سینز میں بھدا لگ رہاتھا اور رہی مہی کسراس کی بری اوا کاری بوری کررہی تھی۔ کیمرہ جب پری زاد کے چبرے پرآتا پوراہال تالیوں ہے گونج اٹھتا اور جب سفیر کے چبرے پرآتا۔ ہال میں بے ہودہ آوازے کے

فلم کےستر ہویں منٹ میں پری زاد کا پہلا گا نا اور ڈانس آیا تھا۔ پری زاد نیم عریاں لباس میں اسکرین پر بے حد بے ہودہ مگرمشکل

جاتے۔سفیرکے ماتھے پراب پسیندآ رہاتھا۔

ڈانس بہت خوبصورتی ہے کررہی تھی۔مردتماشا کی اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو کرناچ رہے تھے۔ ہال میں شور ہرپاتھا۔ انورحبیباورسفیرکے چہرےفق ہورہے تھے۔ پری زادبھی ان ہی کی طرح بےس وحرکت اپنی کری پربیٹھی تھی۔

سینما کی اسکرین پر پری زادناچ رہی تھی۔ گیلری میں بیٹھی زینی کےرو تکٹے کھڑے ہورہے تھے۔وہ ہال میں مردتماشائیوں کی سٹیوں کی آ وازس سکتی تھی۔ان کی زبان سے نکلنے والے جملے س سکتی تھی۔ نیم تاریک سینمامیں مردتماشائیوں کے ہاتھوں میں پکڑی لیزرلائٹ کی beam کو

اسکرین پرنا چتے اپنے جسم کے نیم بر ہند حصول پر پڑتے دیکھر ہی تھی۔اے اپنے جسم پر چیونٹیال رینکتی محسوں ہو کی تھیں۔ اس کاجسم کیکیانے لگا تھا۔اس نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ وہ اب کسی بات پر ذلت محسوں نہیں کرے گی ۔ ذلت کی آخر کتنی شکلیں ہو علق ہیں

اوراس کے حصیمیں کون کون کا ٹی تھی۔ کب؟ کس وقت؟ کس موڑ پر؟ اس نے اپنے آپ سے پو چھا۔ اپنے چہرے پر میک اپ کی گہری تہوں کے باوجودا سے اپنا چہرہ پیننے سے شرابور ہوتامحسوس ہوا۔ صرف چہرہ نہیں، پوراجسم ۔اس کےجسم پر لپٹی شیفون کی ساڑھی بھیگنے گئی تھی۔

فلم کی سکینڈ ہیروئن ہال میں ناچتے مردتما شائیوں کی تالیاں س کرخوشی سے پاگل ہور ہی تھی۔ تبریز پاشااورانور حبیب گلےمل رہے تھے۔ پری زاد کی پہلی فلم کا پہلاشو ہاؤس فل گیا تھا۔ پاکستان کی فلم انڈسٹری پرایک نئی ملکہ راج کرنے کے لیے آگئی تھی۔

سلطان اس'' نئی ملک'' کے دائیں جانب بیٹھے بار باراس کے چہرے کود مکیر ہاتھا۔اس نے فلم انڈسٹری کی کسی ہیروئن کو پہلی clap ملنے پر اس طرح گم صم بیٹھے نہیں دیکھاتھا۔وہ اپنے آس پاس بیٹھے سب لوگوں سے ملی تھی کیکن سلطان نے بہت بہت شکرا داکیا کہ وہاں نیم تاریکی میں کوئی بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔فلم کے ختم ہونے تک زینی کے موبائل پرایک کے بعدا یک فون آ ناشروع ہوگئے تھے۔وہ فون سلطان اٹینڈ کررہاتھا۔

'' یہ میں نہیں ہوں، یہ پری زاد ہے۔'' وہاں بیٹھاپنے آپ کوسینما کی اسکرین پرد کیھتے ہوئے زینی نے زندگی میں پہلی بارا پنے عکس، اپنے وجود، اپنی زندگی سے چھپنے کی کوشش کی۔ تین گھنٹے کے اس شومیں اس نے اسکرین پر پری زاد کی فلم نہیں دیکھی تھی۔اس نے ایک بار پھر زینب ضیاء کی پوری زندگی دیکھی تھی۔اور وہاں بیٹھے بہت دنوں کے بعدا ہے شیرازیا دآیا تھا۔ان درجنوں مردوں کے بچ میں اس نیم عریاں لباس میں بیٹھے

اسے وہ یا دآیا تھا اور صرف وہی نہیں ،اسے بہت کچھ یا دآیا تھا۔ ریست رہیں میں ہے دور کسیدی وہ سے اور میں گھر گا

اس سینما بیں اس نام وہ کسی شناخت کے بغیر آئی تھی مگر وہاں سے نگلتے وقت اس کی حیثیت تبدیل ہو چکی تھی۔ کون اس کی تصویر لینا چاہتا تھا کون اس سے آٹو گراف لینا چاہتا تھا۔ کون اسے ہاتھ لگانا چاہتا تھا اور کون اس پر فریفتہ ہونا چاہتا تھا۔ اسے بیہ جاننے میں کوئی ولچی نہیں تھی۔ چہرے پر ایک مصنوی مسکرا ہٹ سچائے وہ لوگوں کی اس بھیٹر میں سے گزرتی گئی جوسینما کے باہر اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑر ہے تھے۔سلطان، تبریز پاشا، انور حبیب اور چند دوسرے مردوں کو اس کے لیے راستہ بنانا پڑر ہاتھا تا کہ وہ ان سب سے نیج بچا کر گزر جائے اور وہ اپنی کا نوں میں پری زاداور فلم کے بارے میں تماشائیوں کے جملے سن رہی تھی۔سلطان برق رفتاری سے اس کے آگے چاتا ہوا اس کے لیے راستہ بنا رہا تھا۔ وہ ساری زندگی بہی کام کرتا رہا تھا۔ ہیروئوں کے جملے سن رہی تھی۔سلطان برق رفتاری سے اس کے آگے چاتا ہوا اس کے لیے راستہ بنا رہا تھا۔ وہ ساری زندگی بہی کام کرتا رہا تھا۔ ہیروئوں کے آگے چلتے ہوئے رستہ بنا نا، آئ پھروہ وہ ی کام کرد ہاتھا۔

گاڑی سے سینمامیں جاتے ہوئے زین کودومنٹ لگے تھے۔واپس گاڑی تک پہنچتے ہوئے دس منٹ لگے تھے۔

گاڑی کا دروازہ بند ہوتے ہی ہجوم حجت گیا تھا جس کے پیچے سے گز رکروہ گاڑی تک آئی تھی اور گاڑی کے سینما سے باہر نگلتے ہی زینی گاڑی کی پیچپلی سیٹ پر اوند سے منہ گر کر پھوٹ پھوٹ کررو نے لگی تھی۔اگلی سیٹ پر بیٹھے ڈرائیوراورسلطان نے حواس باختہ انداز میں پیچپے بلیٹ کر اسے دیکھا۔پھرا کیک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔ڈرائیوردوبارہ ونڈ اسکرین کی طرف متوجہ ہوکر گاڑی چلانے لگا۔سلطان اسی حواس باختہ انداز میں پیچپلی سیٹ پراوند سے منہ گری زینی کود کھتار ہا۔وہ کیوں رورہی تھی؟اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا گروہ خوثی کے آنونیس تھے،بیدہ اچھی طرح جانتا تھا۔

۔ خوثی کے آنسوکوئی دھاڑیں مار مارکرنہیں بہا تااور یہ بھی نہیں تھا کہ سلطان نے بھی کسی ہیروئن کوروتے دیکھا بی نہیں تھا۔اس نے جن دو ہیروئنوں کے ساتھ کام کیا تھا،انہیں ای طرح کئی بارروتے دیکھا تھا مگران کے رونے اورزینی کے رونے میں بہت فرق تھا۔ کیا فرق تھا؟ یہ سلطان سمجھ نہیں یار ہاتھا۔

۔ گھرکے گیٹ پر پہنچ کرڈرائیورنے گاڑی روکتے ہوئے ہارن دیا۔اس سے پہلے کہ چوکیدار گیٹ کھولتا، زینی بیک دم پچھلی سیٹ پراٹھ کر

بینھ گئا۔

''تم چلے جاؤ ، مجھے کہیں جانا ہے۔'' وہ اب درواز و کھول کر نیجے اتر رہی تھی۔

وہ اب درواز ہ کھول کریٹیچاتر رہی تھی۔ جب وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گئی تو سلطان نے دروازے کے ہینڈل پررکھا اپنا ہاتھ ہٹالیا۔وہ اس سے مخاطب نہیں تھی ،وہ ڈرائیورے بات کررہی تھی۔ڈرائیوردرواز ہ کھول کراتر گیا۔

زین نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنجال لی اورگاڑی کو دوبارہ بین روڈ پرلے آئی۔اس کا چیرہ اور آئکھیں اب بھی آنسوؤں سے بھیکے ہوئے تھے لیکن وہ اب پہلے کی طرح نہیں رور ہی تھی۔سلطان سے کوئی بات کیے بغیر وہ سڑک پرگاڑی دوڑ اتی رہی۔کافی دیرتک گاڑی بیس خاموثی رہی پھربہت دیرتک وہ اسی طرح سنسان سڑکوں پرگاڑی دوڑ اتی رہی۔سلطان نے بیہ جانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کہاں جارہی تھی مگروہ کا میاب نہیں ہوسکا۔گاڑی کسی رہتے پرنہیں تھی۔زیبی کسی رہتے پرنہیں تھی۔ پچھ کے بغیروہ بے مقصد لا ہورکی سڑکوں پرگاڑی دوڑ اتی رہی۔

سی بھی فلم کے ہث ہونے کے بعدیہ وہ وفت ہوتا تھا جب ہیروئن، پروڈ یوسریا ڈائر بکٹر کے گھر پرجشن کا ساں ہوتا تھا۔شراب پی جار ہی ہوتی ،رقص جاری ہوتا تھا،نئ فلموں کی آفرزاورڈیٹس حاصل کرنے کے لیے جدوجہد ہور ہی ہوتی تھی۔

تیریز پاشا کے گھر پربھی اس وقت جشن جاری تھااور پری زادکو بلانے کے لیےفون پرفون کیے جارہے تھے۔ مگر پری زاد کا فون بندتھا۔وہ کہاں تھی، کوئی نہیں جانتا تھا، سوائے ایک شخص کے جواس کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر ببیٹھااس کے ساتھ رات کے اس پہرشہر کی سڑکوں پر خوار ہور ہاتھا۔ئی گھنٹوں بعدزینی نے بالآخر گھر کی طرف گاڑی موڑی۔سلطان نے خدا کاشکرادا کیا،وہ بالآخر نارمل ہور بی تھی۔

> گھرکے گیٹ پر پہنچ کراس نے سلطان سے کہا۔ ''تم یہیں بیٹھو، میں کپڑے بدل کرآتی ہوں۔''

یری زادکوآج رات کسی یارٹی میں نہیں جانا تھا، بیسلطان جان گیا تھا۔

سلطان گاڑی سے بنچنہیں اترا۔اس نے فون آن کر کے تیمریز پاشا کوآ دھ گھنٹے میں اس کے گھر پینچنے کی اطلاع دی۔اس کا خیال تھا، زین اس لیے کپڑے بدلنے گئ تھی نیکن پانچ منٹ کے بعد گھر سے برآ مد ہونے والی پری زاد کو دیکھ کروہ ہکا بکارہ گیا۔وہ میک اپ سے بے نیاز چبرے میں کاٹن کے ایک معمولی سوٹ اور چا در میں ملبوس پاؤں میں ایک سستی چپل پہنے ہوئے تھی۔ایک بار پھر گاڑی میں بیٹھ کروہ گاڑی ڈرائیو کرنے لگی تھی۔سلطان نے کچھ پوچھنے کے بجائے ایک بار پھر موبائل آف کردیا۔وہ اس بار بجنے لگتا تواس کے پاس کوئی جوابنہیں ہوتا۔

سلطان نے اسے ایک جھوٹی ٹارچ جلاتے دیکھا۔ وہ گنگ اس کے پیچھے چلتا رہا۔ وہ قبروں کے پیج میں چلتے ہوئے کوئی قبر ڈھونڈ رہی تھی اور پھر سلطان نے اسے ایک قبر کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتے دیکھا۔اس نے ٹارچ بجھادی۔سلطان کھڑے کا کھڑارہ گیا۔قبرستان ایک بارپھرا ندھیرے میں ڈوب گیاتھا مگرسلطان کواب کوئی تجسس نہیں رہاتھا۔ وہ جانتا تھا، وہ وہاں کیا کرنے آئی تھی۔زینی بچوں کی طرح بلک بلک کررور ہی تھی کیکن اس نے ضیاء کی قبر کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔وہ باپ کے پاس وہ سب کچھے پہن کرآئی تھی جوضیا کے''رزق حلال'' سے خریدا گیا تھا۔ مگریہ صرف اس کا اپناوجود تھا جواب اسے ایک آلائش لگ رہا تھا۔ وہ اس قابل نہیں رہی تھی کہ ضیا کی قبر کی مٹی کوبھی ہاتھ لگانے کی جرأت کرسکتی وہ پھر بھی ضیائے یاس ایک آخری باررونے آئی تھی۔ آخری بار پچھ کے بغیر باپ کواپنے دل کا حال بتانے آئی تھی۔اس کے بعد دنیا نے اسے کھا جانا تھا۔ وہ ساری رات وہاں بیٹھی روتی رہی تھی۔ یفلم انڈسٹری میں اس ملکہ ک

تاج ہوشی کی رات تھی جس نے الگلے نوسال اس فلم انڈسٹری پر بلانٹر کت غیرے حکومت کرناتھی۔

ا یک گھنٹہ ڈرائیوکرنے کے بعد وہ کسی برانے محلے میں آئی تھی۔سلطان سے پچھ کیے بغیروہ گاڑی سے اتر گئی تھی۔سلطان بھی اس کے

چھے اتر گیا تھا۔اسے بحس ہور ہاتھا،وہ وہاں کیوں آئی تھی۔وہاں کون تھا؟ جس کے لیے وہ رات کے اس پہریوں سب بچھ چھوڑ جھاڑ کروہاں آگئی

تھی۔اس کے ذہن میں سوخیال آ رہے تھے، وہ ہزارا نداز ہےلگار ہاتھا مگروہ جہاں جا کرر کی تھی ،اس جگہنے سلطان کے وجود میں جیسے بجلی کا کرنٹ

دوڑا دیا تھا۔وہ ایک قبرستان تھا، وہ رات کے پچھلے پہراس گھپ اندھیرے قبرستان کی ایک ٹوٹی ہوئی عقبی دیوارکو پچلانگ کر داخل ہوئی تھی اور پھر

'' بیکس نے بھیج ہیں؟''زینی نے اس بے نام پیلے گلابوں کے گلدستے پر نظر ڈالتے ہوئے مڑکر سلطان سے پوچھا۔

آج تک اسے کسی نے پیلے گلاب نہیں بھیج تھے۔اسے ہمیشہ سرخ گلاب ہی ملتے تھے۔خون کی طرح سرخ گلاب بی جانتا تھا کہ ذینی کو صرف پیلے گلاب پیند تھے اس کو کبھی بھی گلاب کا سرخ پھولوں میں سرخ تھا کہ ذینی کو صرف پیلے گلاب پیند تھے اس کو کبھی بھی گلاب کا سرخ پھول اچھا نہیں لگا تھا اور اب اس کے گھر پر بھوائے جانے والے پھولوں میں سرخ گلابوں کی بھر مار ہوتی تھی زینی ایک نظر بھی ان میں سے کسی کجے پڑئیں ڈالتی تھی۔صرف بدا یک کجے تھا جس پر اس کی نہ صرف نظر بھی ہوئی تھی بلکہ اس نے ہاتھ بڑھا کراسے اٹھالیا تھا۔

" پتانېيس،ساتھ بيلفافية ياتھا۔"

سلطان نے ایک بندلفا فداس کی طرف بڑھایا زین نے پھول رکھتے ہوئے بے حدد کچیسی سے اس لفانے کو کھولا۔ اندرایک چھوٹے سے کارڈ برصرف دولفظ ککھے تھے۔

'For Zaini'

ایک لمحہ کے لئے زین کا ہاتھ کیکپایا۔ بیزین کو پھول بھیجنے والا کون تھا؟ کون تھا جونہ صرف اس کا نام جانتا تھا، بلکہ اس کی پسند ہے بھی واقف تھا۔ ذہن کی اسکرین پرا بھرنے والا چہرہ ایک ہی تھا، شیراز کا چہرہ مگروہ ہینڈرا کننگ شیراز کی ہینڈرا کننگ نہیں تھی۔

وہ چند کمعے خالی خالی نظروں سے اس کارڈ کودیکھتی رہی۔ پھراس نے کارڈ کودوبارہ لفافے کےاندرر کھودیااوراسے ایک طرف پھینک دیا۔ وہ خوش فہمیوں کے جال ہے آزاد ہو چکی تھی۔

ا پنے جوتے اتار کروہ صوفے پر بیٹھ کرسگریٹ پینے گئی۔سلطان اسے اخبارات میں آنے والے ریویوز پڑھ کرسنار ہاتھا جواس کی فلم کے متعلق تنے۔زینی بے حد شجیدگی سے ان ریویوز کوسنتی رہی۔اسے کسی تنقید یا تعریف میں کوئی دلچپی نہیں تھی لیکن سلطان کوتھی وہ با قاعد گی سے اس کے بارے میں کسی بھی اخبار میں آنے والی ہرخبر ہرتبھرے کواس تک پہنچا تا۔

اورزینی کاردعمل اسے جیران کرتا ہے فلم انڈسٹری کی پہلی ہیروئن تھی جسے اس بات میں کوئی دلچپین نہیں تھی کہلوگ اورا خبار والے اس کے بارے میں کیا کہدرہے بتھے۔

زینی کے ساتھ گزرنے والا ہردن اسے زین کے کس نئے رخ سے آشنا کرتا تھاوہ اس کے گھر کے افراد سے واقف تھا۔ ان کی زندگیوں کے بارے میں جانتا تھا مگر جس ایک لڑکی کے ساتھ وہ دن رات گز ارر ہاتھاوہ کسی بھید کی طرح تھی اس کے لئے بلم انڈسٹری میں وہ کیوں آئی تھی؟ بیہ سلطان جانتا تھا۔

پیہ کمانے کے لئے

مگروہ بیبہ کس لیے کمار ہی تھی۔ بیسلطان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔اس نے زین کو بھی اپنے بیبے اپنے زیورات اپنی قیمتی چیزوں کو کسی لاکر

'' پیسے کی ضرورت ہے مجھے،اس سے محبت نہیں ۔'' وہ زینی کے جواب پر بول نہیں سکا تھا۔ ''اس کا مطلب بیہ ہے کہ انسان اپنی چیزیں کھوتا پھرے؟''سلطان نے پچھ دیرے بعد خفگی سے کہا۔ ''جو کھویا ہے میں نے ، وہ اگر گنوا دول تمہیں تو ان کے سامنے بیساری چیزیں کچھ آلیں ہی نا۔'' اس نے ہنس کرسلطان سے کہا تھا۔ سلطان کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس ہے کیا کہے۔وہ سننے اور سمجھنے والی شنے نہیں تھی۔وہ پری زادتھی۔اور وہ ،وہ کرتی تھی جواس کے دل میں پہلی فلم کی کامیابی کے بعداس کے سامنے آفرز کے انبارلگ گئے تھے اور زینی نے وہی کیا تھا جواس صورت حال میں کوئی بھی ایکٹریس کرتی اس نے 25 فلمیں سائن کر لی تھیں ۔ فلم انڈسٹری کے ہر بڑے چھوٹے پروڈ پوسراورڈ ائر بکٹری فلم اس نے سائن کی تھی۔ تنمريز ياشااس بربزا جزبز ہوا تھا۔وہ اگلے يانچ سالوں تک زيني کوصرف اپني فلموں ميں کام کرتے ديکھنا جا ہتا تھااوروہ بار بارزيني کو بيہ بات جنانانہیں بھولتا تھا کہ زینی کوفلم انڈسٹری میں اس کی فلم کی وجہ ہے کا میا بی ملی تھی۔اس پرسب سے زیاوہ''حق''اس کا تھا۔گھروہ بہر حال زینی پر پېرىخېيىل گاسكتانھا۔ اس نے قلم انڈسٹری کی ہر ہیروئن کوایک ہٹ قلم کے بعدا میریمنٹ تو ڑتے پایا تھا اور وہ جانتا تھا کہ زین بھی یہی کرے گی ، کامیا بی سیلاب کی ما نند ہوتی ہےاس کے سامنے بند باندھنے والااحمق ہوتا ہےاور تبریز پاشا بہر حال احمق نہیں تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھاا سے ٹھوکر مارنے کے لئے زین کوکوئی اورزیندل جائے اوروہ جانتا تھا کہ اس وقت انڈسٹری کا ہر پروڈ یوسرزینی کے لئے سٹرھی کا پائیدان بننے کاخواہش مندتھا۔ اورزین کے اس طرح دھڑا دھڑ قلمیں سائن کرنے پر جزبز ہونے والاوہ اکیلانہیں تھا۔سلطان نے بھی زین کو بے حدرو کنے کی کوشش کی تھی۔ اس چھوٹی فلم انڈسٹری میں سال میں دو جا رفلموں سے زیاد ہ فلموں کے ہٹ ہونے کا امکان کم تھااور پچپیں فلموں میں سے ہیں فلموں کے . فلاپ ہونے کا مطلب ایک نئی ہیروئن کے لئے کیا تھا۔ بیسلطان جانتا تھازینی نہیں ۔لیکن زینی اس معاملے میں اس کی بات سننے پر تیار نہیں تھی۔

مسمی تا لے میں رکھتے نہیں دیکھا تھا۔وہ ہاہر پڑی ہوتیں۔ڈرینگ ٹیبل پر، بیڈی درازوں میں۔ بیڈی سائیڈٹیبلز پر بیکن ہاہر....سامنے دعوت عام

دیتے ہوئےسلطان اس کے زیورات اور پیسے کوسنجا لتے سنجا لتے تنگ آ جا تا رکیکن ہرروزاس کا کسی نیکس سیٹ کا پچھ نہ پچھ م ہوتار ہتا۔اور بیہ

صرف اورصرف زینی کی لا پروائی کی وجہ سے ہوتا تھا۔لیکن سلطان کوجیرت ہوتی تھی بھی کسی رقم بھی زیور بھی قیمتی چیز کے تم ہونے پراس نے زینی کو

سلطان نے اس دن جھنجھلا کراس کے ایک سیٹ پرشوٹنگ کے دوران کہا تھازینی کا پرس کم ہو گیا تھااوراس میں صبح ہی سلطان نے بینک

پریشان نہیں دیکھاتھا، مجال تھی کداس کے ماتھے پرایک سلوٹ تک آ جاتی، یوں لگتا جیسے اسے پروابی نہیں تھی اس کی کیا چیز کھورہی ہے۔

"جب پیسے کو حفاظت سے نہیں رکھنا تواہے حاصل کرنے کے لئے ہلکان کیوں ہورہی ہیں پری جی؟"

ے ایک چیک کیش کروا کر پچاس ہزار رکھے تھے۔

پہلے سال میں پری زاد کی صرف دس فلمیں سیٹ پڑھیں اوران میں ہے کسی فلم میں سفیراس کے ساتھ نہیں تھا۔ پہلے سفیرلوگوں کو پری زاد کو ا ہے ساتھ کاسٹ کرنے سے منع کرتا تھا۔اب میکام پری زاد نے کیا تھا۔اس نے ہر پروڈیوسر سے ہیروکا نام تبدیل کروا کرفلم سائن کی تھی۔اور سلطان اس پر بھی خوش نہیں تھا۔ سفیر کے علاوہ باقی سارے ہیروسکنڈ لیڈ سمجھے جاتے تھے اور سکنڈ لیڈ ایکٹرز کے ساتھ ہیروئن کے طور پرفلم کرنا سلطان کے نز دیک پر وقیشنل خودکشی تھی اور سلطان خا کف تھا کہ جیسے ہی اس کی ابتدائی کچھ فلمیں فلاپ ہو کمیں پروڈ یوسرنام کے پرندےاس کی دیواروں سے غائب ہونا شروع ہوجا کمیں گے۔اس وقت اس کوسفیر کے ساتھ فلم کی ضرورت پڑتی اور سلطان جانتا تھا کہ سفیر جبیبامنتقم مزاج آ دی اس وقت پری زاد کے یری زا داس وفت گرتی ہوئی دیوار ہوتی اور سفیر گرتی ہوئی دیواروں کوسہارا دینے کی شہرت نہیں رکھتا تھا۔خاص طور پراس صورت حال میں جب ہر پروڈ یوسرسفیرکو بہتاتا کہ وہ اسے فلم ہے اس لیے کٹ کرر ہاتھا کہ پری زاداس کے ساتھ اس کے ساتھ کام کرنانہیں جا ہتی۔سفیریہ سب کچھ بھولنے والانہیں تھااورسفیر ہی کیااس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو بیسب پچھنہیں بھولتا۔مگر پری زاد کوسفیر سے کتنی چڑتھی۔ بیسلطان کو پیتے نہیں تھااس کے سمجھانے کے باوجود وہ اپنے کیرئیر کی دوبڑی غلطیاں ایک ہی وقت میں کررہی تھی اورا یک ہی وقت میں دوغلطیاں بہت تھیں،سلطان کوانداز ہنیں تھا کہ یہ''بہت''زینی کے لئے''بہت''نہیں تھیں۔ '' میں انور حبیب کی ڈائر یکشن میں کا منہیں کروں گی یتم صبح اخبار میں میر ابیان لگوادو۔'' وہ اس وقت گاڑی میں تبریز پاشا کے گھر ہونے والی ایک فلمی پارٹی سے واپس آ رہے تھے جب راستے میں زینی نے سلطان کے سرپر ب حدآ رام ہےایک اور بم پھوڑا۔

مجبوراً سلطان نے اسے ان فلموں کوسائن کرنے دیا مگرزینی کوڈیٹس دینے کے سلسلے میں اس نے بے حد ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان میں سے

ان میں سے کچھ پرانے پروڈ یوسرز نے اس پر کچھ ہنگامہ ضرور کیا۔ مگر نے پروڈ یوسر جوصرف ایک فلم کے پروڈ یوسر کے طور پرا پنانام اور

بہت سے پروڈیوسرز کو دوسرے اور تیسرے سال کی ڈیٹس دیں۔

ہیروئن کے ساتھ تصویر دیکھنا جا ہتے تھے۔ وہ تھوڑی تی چوں چرا کے بعدان ڈیٹس پررضا مند ہو گئے تھے۔

'' مجھے کسی کام سے جلدی واپس آنا پڑاتھا۔''اس نے بالآخر شوکت زمان کی ایک گھنٹہ کی تقریر کے درمیان مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ''وہی تو پوچھ رہا ہوں کیوں؟''

ایک لمحد کوکرم علی کواین زخم دوباره رستے ہوئے محسول ہوئے۔سب پچھایک بار پھرسے یادآ نے لگا تھا۔

''بس تھی کوئی وجہ۔''اس نے مدھم آ واز میں کہا۔وہ شوکت زمان جیسے آ دمی کے ساتھ اپناد کھٹیئر نہیں کرسکتا تھا کم اس وقت اس کا یہی

فيال تقابه

'' چل نه بتا بمهی نه بهمی توبتائے گا۔ میں توروز پوچھوں گا تجھ ہے۔''

شوکت زماں اسے بہت احمق لگا۔ آخروہ روز اس کا سامنا کہاں کرنے والا تھاوہ تو صرف اسے اس کی بتائی ہوئی جگہ پرچھوڑ کرواپس آجانے والا تھااوروہ جگہ قریب ہی تھی پھرشوکت زماں سے اس کی جان چھوٹ جانی تھی۔

'' کتنی زور سے مارا ہے تو نے' شوکت زمال نے ایک گالی کے ساتھ اپنا چرڑ ااور پھر اپنا ناک باری باری چھوا۔'' اور میں مجھے کتنا شریف آ دمی سمجھتا تھا۔'' شوکت زمان نے ایک اور گالی دی۔

کرم علی کو ہےا ختیار شرمندگی ہوئی اسے یقین تھا شوکت زمان کو واقعی بہت تکلیف ہورہی ہوگی۔

'' گاڑی کیوں روکی تونے؟'' شوکت زمان کے بتائے ہوئے ایڈرلیس پرگاڑی روکنے پرشوکت نے بے حدجیرانی کے ساتھ اسے دیکھا پھرگاڑی کی کھڑ کی سے باہر دیکھا۔

> '' آپ کے اپار شمنٹ والی جگہ پر آ گیا ہوں۔'' کرم علی نے جیسے اسے یا د دہانی کرائی۔ '' تو میں کیا کروں؟'' شوکت زمان نے بے حداطمینان سے کہا۔

"آپ نے یہی ایڈریس بتایا تھا۔" کرم علی نے جیسے کچھ جتانے والے انداز میں کہا۔

" ہاں تو ایڈریس بتایا تھا۔ یونہیں کہا تھا کہ مجھے یہاں لے کرآ جاؤ۔ "شوکت نے بے حداطمینان سے کہا۔

'' ہاں بیتو ٹھیک کہاتونے ۔''شوکت زمان نے کچھ دیر جیسے اس کی بات برغور کیااور پھرسر ہلایا۔

۔ کرم علی سے مزید کچھ کیے بغیروہ گاڑی کا اگلا دروازہ کھول کرینچا تر ااوراس کے ساتھ ساتھ کرم علی بھی اپنا دروازہ کھول کرا سے خدا حافظ کہنے کے لئے نیچے اتر الیکن اس سے قبل کہ وہ کچھ کہہ پاتا۔ شوکت زمان بڑے اطمینان کے ساتھ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر دوبارہ گاڑی کے اندر داخل ہوااورسیٹ پرلیٹتے ہوئے اس نے دروازہ بند کر دیا۔

کرم علی نے ہڑ بڑا کراہے جھک کراپنی طرف والی کھڑ کی ہے دیکھا مگر شوکت زمال بے حداطمینان ہے آ تکھیں بند کیے گاڑی کی پچھلی سیٹ پرلیٹا ہوا تھا۔ کرم علی کی سمجھ میں پچھنیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ چند لمجے اس طرح گاڑی سے باہر کھڑےاہے دیکھے کروہ اپنی سیٹ سے اندرآیا اور اس نے شوکت زمان سے کہا۔

''میرامطلب تھا کہ آپ اگراپنے گھر جا کر آرام کرتے تو آپ کوزیادہ فا کدہ ہوتا۔'' کرم علی نے اپناحلق کھنکارکرصاف کرتے ہوئے کہا۔ ''ہاں پتاہے بہت فائدہ ہوتا مگر''اپنا گھر'' کہاں سے لاؤل؟''

شوکت زمال نے بیک دم آئکھیں کھو<mark>ل کراہے دیکھتے ہوئے کہا۔ کرم علی کولگا جیسے وہ نشے میں ہے۔ حالانکہ اسے یقین تھا وہ کم</mark> از کم اس وقت کسی قتم کے نشے میں نہیں ہوسکتا۔ انجکشن یامیڈیسن کی غنو دگی ایک الگ چیزتھی۔

'' بیاس بلڈنگ میں آپ کا اپارٹمنٹ ہے۔ آئیں میں آپ کو اپارٹمنٹ تک چھوڑ آؤں۔'' کرم علی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے

ہوئے کہا۔

''میں نے مہیں دوبی والے اپارٹمنٹ کا بتایا؟''بات کرتے کرتے اسے یاد آیا۔

''نہیں'' کرم علی نے بےساختہ کہا۔

'' دو بئ میں بھی ہے میراا یک اپارٹمنٹ۔''شوکت زمال نے بڑے فخر بیا نداز میں کہا۔

''اس وقت اس کی مارکیٹ ویلیو۔۔۔۔۔ایک منٹ تھہر و ذرا۔۔۔۔'' شوکت زمان بات کرتے کرتے رکا ، پھرسیٹ پراٹھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے کیلکو لیٹر نکال کر پچھے حساب کتاب شروع کر دیا۔ کرم علی کو بے حد کوفت ہوئی۔ آ دھادن پہلے ہی پولیس اٹیشن جانے اور وہاں ہے آنے میں ضائع ہو چکا تھااب وہ اس کا بقیہ دن بھی ضائع کررہا تھا۔

'' مجھے دلچپی نہیں ہے آپ کے اپارٹمنٹ اور اس کی مارکیٹ ویلیو میں ۔ آپ براہ مہر بانی میری کیب سے اتر جا کیں ۔ مجھے پچھ ضروری کام ہے۔''

" كرم على نے اس بارقدرے ترشی سے كہا۔

شوکت زماں نے قدرے حیران نظروں ہےاہے دیکھااور پھر کیلکو لیٹرکوا بنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

اس بار کچھ کے بغیر کرم علی اندر بیٹھ گیا۔

'' بتا ئیں۔کہاں جاناہے آپ کو؟''اس نے شوکت زماں سے کسی جنت کے بغیر کہا۔

''پولیس اسٹیشن۔' کرم علی کواس پر بے حد غصر آیا وہ جیسے دھمکار ہاتھا۔اس کا خیال تھا کہ وہ پولیس اسٹیشن کی دھمکی دے گا تو وہ اس سے ڈر جائے گا اور یقیناً کرم علی اگر پچھ ماہ پہلے کے حالات سے نہ گز را ہوتا تو ڈر ہی جاتا۔ گراب بات دوسری تھی۔ایک بھی لفظ کے بغیراس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور پھر ہواکی رفتار کے ساتھ اڑاتے ہوئے اس پولیس اسٹیشن کے آیا جہاں چند گھنٹے پہلے وہ لاک اپ میں تھا۔ پولیس اسٹیشن کی عمارت کے سامنے آتے ہی شوکت زمان بڑے اطمینان سے کپڑے جھاڑتے ہوئے ٹیکسی سے اثر آیا۔ کرم علی بھی غصے کے عالم میں ٹیکسی سے اثر آیا تھا۔

السراٹ کی اور پھر مولی خصے کے عالم میں ٹیکسی سے اثر آیا۔ کرم علی بھی غصے کے عالم میں ٹیکسی سے اثر آیا تھا۔

السراٹ کی سرائے آتے ہی شوکت زمان بڑے اطمینان سے کپڑے جھاڑتے ہوئے ٹیکسی سے اثر آیا۔ کرم علی بھی غصے کے عالم میں ٹیکسی سے اثر آیا تھا۔

پولیس اسٹیشن کی مگارت کے اندر داخل ہونے والے شوکت زماں نے کرم علی کو چند بارخاطب کرنے کی کوشش کی مگراہے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ اب شوکت زماں سے کوئی بات نہیں کرنا چا ہتا تھا۔ متعلقہ پولیس آفیسر تک پینچتے کینچتے کرم علی اپنے ذہمن میں وہ تمام جملے تیار کرر ہاتھا جواسے شوکت زماں اور اس کے رویے کے بارے میں پولیس والے سے کہنے تھے مگر شوکت زماں کے بولتے ہی کرم علی کولگا وہ و نیا کا سب سے بڑا احمق تھا۔ شوکت زماں اور اس کے رویے کے بارے میں پولیس والے سے کہنے تھے مگر شوکت زماں کے بولتے ہی کرم علی کولگا وہ و نیا کا سب سے بڑا احمق تھا۔ شوکت زماں بولیس آفیسرکواپنے والٹ اسٹی موجود کا غذات ، رقم اور چند دوسری چیز وں کے گم ہوجانے کی رپورٹ کروانے کے لئے آخری باروالٹ نکالا تھا اور اسکے بعداسے یا ونہیں تھا کہ اس نے والٹ اپنی

شوکت زمال کواس بار آ دھ گھنٹہ لگا تھااور کرم علی ہونقوں کی طرح تبھی اس کی اور بھی پولیس والے کی شکل دیکھتار ہاتھا جواس ہے سوال کر رہا تھا۔اس کا غصہ ایک بار پھر بھاپ بن کرغا ئب ہو گیا تھا۔

جیب میں واپس ڈالایااسے وہیں چھوڑ دیایااس کی جیب میں والٹ ڈالتے ہوئے وہ وہاں گر گیایا کسی نے اس کی جیب سے نکال لیا۔

آ دھ گھنٹہ کے بعد شوکت زماں فارغ ہوکر جب اس کے ساتھ باہر تک آیا تو کرم علی نے اس سے حفظ ما نقدم کے طور پر پوچھا''آپ کو کہاں جانا ہے؟''

''تمہارےگھر۔''بہت برجستہ جواب دیا۔ کرم علی کا دل جا ہاوہ اس سے کہے کہ میرابھی کوئی گھرنہیں ہے۔ گمراس سے بڑی حماقت وہ نہیں کرسکتا تھاا گرشوکت زمال سے بیے کہد دیتا۔

'' مجھے تو ابھی رات گئے تک کیب چلا ناہے پھر کہیں گھر جاؤں گا۔''

كرم على في اسے ٹالنے كى كوشش كى ۔

"نوبس تھيك ہے تو كيب چلاميں تيرے ساتھ بيٹھوں گا۔"

شوکت زمان نے بڑےاطمینان سے کہااور درواز ہ کھول کرا گلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔اس بارکرم علی نے بھی کچھ کے بغیر ٹیکسی کا درواز ہ کھولا اور میں میں میں نے بھی

اندر بینهٔ کراے اشارٹ کرنے لگا۔

'' کتنے ڈالر بنالیتے ہوروز کے؟'' شوکت زمال نے گاڑی کے سڑک پرآتے ہی اس سے یوں پو چھا، جیسے وہ اس کا پرانا دوست ہو۔ " پتانبیں، بہت عرصہ ہواہے حساب کتاب رکھنا چھوڑ دیا۔" کرم علی نے اسی انداز میں کہا۔ شوکت زمال نے بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھا پھر کہا۔ "توبرابدل گيا ہے كرم! پہلے جيمانبيں ہے۔ لكتا ہے امريكه كى ہوالگ كئى ہے تھے۔" کرم علی خاموثی ہے گاڑی چلا تار ہا۔ شوکت زماں اس کے چبرے پر پتانہیں کیا ڈھونڈنے کی کوشش کرر ہاتھا۔ ''شادی ہوگئی تیری؟'' کرم علی کا یاوَں بےاختیار بریک پر پڑا۔بعض دفعہ پیۃ نہیں کیوں ہر چیز رک جاتی ہے مگر گاڑی رکی نہیں صرف لمع بحرك لئے اس كى اسپيڈ كم ہوئى۔ '' محچیلی د فعہ بتایا تھا تونے کہ تیری مثلنی ہوچکی ہے۔کیا نام بتایا تونے اپنی مثلیتر کا؟ ہاں عارفہ'' کسی نے جیسے کرم علی کے دل پر ہاتھ رکھا۔وہ کئی ماہ بعد ملے تتھ اورا سے یقین تھا شوکت زمان کے استیفسار پراس نے پچھلی ملا قات میں صرف ایک باراس ہے اپنی منگنی کا ذکرا ورعار فد کا نام لیا تھا۔ پھر بھی شوکت زماں کو وہ نام یا د آ گیا تھا۔ شوکت زماں کی یا دواشت بلاشبہ کمال کی تھی۔ '' نہیں پرشادی کیے ہوسکتی ہے ۔۔۔۔۔تیری ۔۔۔۔۔تو تو صابر قیوم کی تدفین کے لئے گیاتھا پاکستان ۔۔۔۔۔اور پھرجلدی آبھی گیا۔ان چندمہینوں میں دوبارہ تونہیں گیا ہوگا یا کستان۔'' شوکت زماں اندازے لگانے میں مصروف اور کرم علی اس کی یا د داشت پر جیران اسے صابر قیوم کا نام بھی یا دتھا۔ ''کیسی ہے منگیتر تہاری؟''شوکت زمال نے ایک بار پھر بڑی بے تکلفی سے اس سے یو چھا۔ " دمنگنی ٹوٹ گئی میری " کرم نے بالآ خراس کی بات کا منے ہوئے کہا۔ شوکت زماں جیسےاس کے زخموں کے کھرنڈ کھر چنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔وہ اسے رو کنا جا ہتا تھا۔

'' ہیںکیا کہا؟منگنی ٹوٹ گئی کیسےٹوٹ گئی؟ کیوں ٹوٹ گئی؟ تونے تو مجھے بتایا تھا پانچ چیسال ہو گئے تھے تیری منگنی کو۔'' شوکت زماں اب ایک کے بعدا یک سوال کرر ہاتھا۔

" بس تو ژ دی "

شوکت زماں نے کرم کواس کی بات مکمل نہیں کرنے دی۔ دس بارہ گالیوں کے بعداس نے کرم سے کہا۔

'' تخجے شرم نہیں آئی مثلی تو ڑتے ہوئے۔اوئے تخجے کوئی خوف خدانہیں آیا۔ ویسے کتنی نمازیں پڑھتا تھا تواورایک لڑکی کا دل تو ڑتے تخجے حیانہیں آئی۔ دیکھے لی ہوگی یہاں کوئی گوری چڑی والی ، گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والی عورت ،لٹو ہو گیا ہوگا تو امریکن ٹیشنلٹی کے لئے اس پڑتم سب پاکستانی''

شوکت زمان نے جملے کے اختیام یر' ہو' لگانے ہے پہلے تقریباً پندرہ گالیوں کی ایسی تراکیب کا استعمال یا کستانی کے ساتھ کیا تھا کہ کرم

علی کا جی چاہاوہ ایک بار پھراس کے بینڈ نج ز دہ جبڑے پرای طرح کا ایک گھونسہ مارے جبیسااس نے چند گھنٹے پہلے مارا تھا۔ مگراس باراس نے خمل ے کام لیا اوراس کوشش میں اس کا چبرہ سرخ ہو گیا تھا۔

> جب شوکت زماں نے بالآ خرسانس لینے کے لئے تو قف کیا تو کرم علی نے اس سے کہا۔ '''مثلنی میں نے نہیں ،اس نے تو ڑی۔'' شوکت زماں چند کھوں کے لئے بھونچکارہ گیا۔

"اس نے تو ژدی؟" وہ جیسے گر براایا۔" پراس نے کیوں تو ژی؟ تیرے جیسا شریف، فرشتہ سیرت نیک، باکردار، باحیالز کا کیوں چھوڑ دیا

شوکت زمال نے بےساختہ کہا۔ پھر کرم علی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کرمعذرت خواہاندا نداز میں دباتے ہوئے بولا۔ " میں نے خواہ مخواہ تجھے برا بھلا کہا۔وری سوری بار، پراس نے منگنی کیوں تو ڑی ،اتنی پرانی منگنی ؟ " " آپ کوکہاں اتاروں؟ " کرم علی نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواباً کہا۔

شوکت زماں کچھ در پر حم مجری نگاہوں ہے اسے دیکھتار ہا پھراس نے کہا۔

''چل سینٹرل یارک چلیں مجھے جب رونا ہوتو میں وہیں جا تا ہوں <u>۔</u>''

سمسی میکانگی انداز میں کرم علی نے گاڑی سینٹرل یارک کی طرف موڑ دی۔ وہ شوکت زماں سے کہنا جا ہتا تھا کہ اسے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گمروہاں پہنچ کووہ اسی میکا نکی انداز میں شوکت زماں کے ساتھ چل پڑا تھا۔ جیران کن طور پرشوکت زماں اس کوسینٹرل یارک جلنے کا کہہ کرخاموش ہو گیا تھااور یارک میں پہنچ کربھی خاموش ہی تھا۔وہ دونوں کتنی دیریارک کی کمبی روش پر بےمقصد حیلتے آس یاس مختلف جوڑوں کو و مکھتے رہے۔ پاس ہے گزرتے ان کے قبقہوں ان کی باتوں کو سنتے رہے پھرا یک بیٹے پر جا کر بیٹھ گئے۔

بہت کمبی خاموثی کا ایک وقفہ تھا جوان کے وہاں بیٹھنے کے بعدان دونوں کے ﷺ آیا۔ پھر کرم علی نے سامنے سے گزرتے ایک نوجوان جوڑے کود کیھتے ہوئے بے حدمدهم آ واز اور شکست خوردہ آ واز میں شوکت زمان کوسب کچھ بتانا شروع کر دیا۔ شوکت زمان بے حد خاموشی سے اس کی ساری با تیں سنتار ہا۔اس نے بچے میں ایک لفظ نہیں کہا۔اس وقت زندگی میں پہلی بار کرم علی کوشوکت زماں اتنااحمق نہیں لگا جتناوہ اسے سمجھتا تھا۔

'' تو کر لیتا شادی..... یا نچ جیوسال لمباعرصه موتا ہے۔کوئی اتناغلط مطالبہ تونہیں تھا،ان لوگوں کا ۔'' اس کے خاموش ہونے پر شوکت زمان نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے اس سے کہا۔ "میں ابھی سیٹ نہیں ہوں، بڑی ذمہ داریاں ہیں میرے کندھوں پر۔" کرم علی نے سرجھنکتے ہوئے کہا۔ " پیسیٹ ہونا کیا ہوتا ہے کرم علی اللہ پر بھروسہ نہیں تھا تجھے کیا؟ ارے نکاح کرتا تو وہ رزق دیتا، تیری بیوی کو تیرارزق بڑھا تا تیری

بیوی کے لئے۔ بیجومرد چیزیں جمع کرتے رہتے ہیں کہ گھر بنالیں، گاڑی لے لیں، قرضدا تارلیں، فلاں کام کرلیں، پھرشادی کریں گے، ان کے

ساتھ یہی ہوتاہے۔''

کرم علی بول نہیں سکااس نے شوکت زمان کو بھی اس طرح کی باتیں کرنے نہیں سنا تھا۔ ''شادی کاہی کہدر ہی تھی ناتو کر لیتا۔ تیرے نام پیٹی تھی تھی اپنے سالوں ہے۔''

''اتنے سال انتظار کیا تھا تو پھراب کیا جلدی تھی۔ایک سال اورا نتظار کر لیتی ۔'' کرم علی نے بے ساختہ کہا۔

" " كركيتي اگرتو كہتا تو تو نے بات كي تھي اس ہے تو تو ناراض ہوكر آيا تھااس ہے۔ "

"اس نے کون سامنایا مجھے؟ ایک بار ناراض ہوا میں اس ہے۔اوراس نے منایا تک نہیں۔فون کیا، نکاح کے بارے میں بتانے کے لئے۔ یہ بنانے کے لئے کہاس نے بھی امریکہ میں کوئی میرے جیسا ڈھونڈلیا ہے۔ پتھی محبت اس کی؟'' کرم علی نے بے حد پنی کے ساتھ کہا۔

''منانے کی کوشش تو کی تھی اس نے۔'' کرم علی نے سراٹھا کرشوکت کودیکھااور پھرتفی میں سر ہلا دیا۔

'' نہیں کی تھی۔میں انتظار کرتار ہا۔ایک بارصرف ایک باروہ فون کردیتی تومیں ،میںسب پچھ بھول کراپنے ماں باپ کواس کے گھر بھیج دیتا

وہ نہ جاتے تو خود پاکستان چلا جا تا۔ایک باروہ فون<mark> تو کرتی۔''</mark>

'' کیا تو تھااس نے ۔۔۔۔۔ تیرا کیا خیال ہے تھے نکاح کی خبر دینے کے لئے فون کیا تھااس نے ۔۔۔۔'' شوکت زماں نے بے حد عجیب لہجے میں کہا۔'' نکاح کی خبر دینا ہوتی تو نکاح کے بعد دیتی وہ نکاح ہے پہلے فون تو وہ تجھے منانے کے لیے کر رہی تھی۔ بھیک مانگ رہی تھی تجھ ہے اپنی محبت کے صدیتے۔ بتاری تھی وہ تخبے کہ وہ اب بھی تیری ہے۔ اب بھی تیری ہوسکتی ہے توسمجھا ہی نہیں، چپ چاپ بیٹھار ہاایک بار کہہ دیتا اس سے کہ نکاح ہے انکار کر دے تو کر دیتی وہ ۔صرف اس آس میں فون کیا تھا اس نے کہ تو اسے نکاح ہے انکار کرنے کے لیے کہے گا۔ تو بولا ہی نہیں ۔گونگا بن گیا۔

شوکت زمال نے تاسف آمیزانداز میں کہا۔ کرم علی دم سادھے بےحس وحرکت اس کے چبرے کود یکھنار ہا۔ پھراس نے سانس لینے ک ا یک کوشش کی پھر ہاتھوں کی انگلیاں سیدھی کرنے کی ، یہ بات اسے سمجھ میں کیوں نہیں آئی کہ وہ اس سےاس کے ہونٹ کیکیانے لگے۔صرف ایک جملہ کہنا تھااسے اس دن عارفہ سے اور وہ دونوں اس اذیت سے نچ جاتے۔ وہ آج بھی اس کی ہوتی۔صرف ایک جملہاس کے ہاتھ کپکیانے لگے،جسم کرزنے لگا۔ پھروہ بچوں کی طرح پھوٹ کھوٹ کررونے لگا۔اسٹے مہینےاس نے ایسے آنسوکہاں بہائے تھے۔جووہ آج بہار ہا تقاء کیازیاں سازیاں تھاجو ہو گیا تھا۔

'' بيغورت ہے کرم علیسيدهي بات کيے کرے۔ کيے کہہ دے تجھ سے کہ تيرے بغير مرجائے گی۔ تيرے علاوہ کچھ نہيں چاہيےاسے۔ یہ ساری با تیں تو مرد کہتا ہے۔عورت تو ساری عمر پہیلیوں میں بی با تیں کرتی ہے۔ تجھے تو بوجھ لینا چا ہے تھی اس کی پہیلی تو پانچ چھ سال سے اس عورت

شوکت زمال نے اس کے کندھے کو ہمدرداندا زمیں تھیکالیکن اس کو جیپ کروانے کی کوشش نہیں کی۔اےرونے دیا۔ پہلی بارکرم علی کا جی جا ہاشوکت زماں اسے پہلے مل جاتا ، عارفہ کے اس کی زندگی سے نکلنے سے پہلے ۔ یا پھراب بھی نہ ملتا ہے سب پچھ بتا نے کے لئے جووہ اسے بتار ہاتھا۔ پہلے رنج تھا جواس کے وجود کو بوجھل کیے ہوئے تھا اب پچھتا وابھی شامل ہو گیا تھا اس بوجھ میں۔ سینٹرل پارک شوکت زمال چاہے رونے کے لیے آتا تھا مگر کرم علی نے وہاں بیٹھ کر زندگی میں پہلی اور آخری بار آنسو بہائے تھے اور اس نے صرف آنسونہیں بہائے تھے۔اس دن وہاں اس نے اپنے اندر سے اور بھی بہت کچھ بہا دیا تھا۔اندرایک دم صاف اور خالی ہو گیا تھا۔اتنا خالی کہ اب کوئی آواز آتی تو گوئے اٹھتی۔

''بہت بڑی غلطی ہوگئی مجھے سے شوکت زمال!''اس نے بہت دیر کے بعدا پنے چبر سے کوصاف کرتے ہوئے نم آ واز میں کہا۔ ''ہاں ۔۔۔۔۔انداز سے کی غلطی ۔'' شوکت زمال نے کہا۔'' چل اب جھوڑ ، جو ہو گیا۔'' شوکت زمال نے پہلی باراس کا کندھاتھ پک کراسے تسلی دینے کی کوشش کی ۔

> " ہر چیزاتی آسانی ہے چھوڑی نہیں جاتی ۔" کرم علی نے رنجیدہ انداز میں کہا۔ " پیة ہے مجھے، شوکت کومت بتایہ سب کچھ ۔۔۔۔۔اب مجھے فلاسفی پڑھائے گا تو۔"

كرم على اس كامنه ديكيف لكاره كيون اس طرح غصين آسيا تها تها-اس في اليي كيابات كي تعي

'' نہیں چھوڑی جاتی تو عارفہ نام کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لے۔شاید کچھے اس ہے کوئی فائدہ ہوجائے۔''

کچھ دیر پہلے والاشوکت زماں غائب ہو چکا تھا۔اب ایک بار پھروہی اس کے پاس بیٹھا تھا،جس سے کرم علی کی ہمیشہ ملا قات ہوتی تھی۔ ''آپ نے اپنے بارے میں مجھے بچھنہیں بتایا۔''

کرم علی کو باد آیا۔وہ ہمیشہ اس کے بارے میں بات کرتا تھا۔

"این بارے میں کیابتا تا تخفیج" "وکت زمال نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

''اپنے گھر،اپنے خاندان،اپنے بیوی بچوں کے بارے میں۔'' کرم علی نے کہا۔

"چل چلتے ہیں کرم بڑے کام کرنے ہیں مجھے۔ساراون ضائع کردیا تونے میرا۔"

شوکت زماں ملامتی انداز میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ یقیناً اب کرم علی کےسوالوں کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔کرم علی کو بیہ جانے میں در نہیں گئی ،لیکن اس نے اصرا نہیں کیا۔وہ اٹھ کرشوکت زمال کےساتھ چل پڑا۔

واپسی کاراستہ بھی ایک عجیب ی خاموثی سے کٹا۔ دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ گرشوکت ساراراستہ کچھ نہ کچھ گنگنا تار ہا۔ کرم علی نے اعتراف کیا کہ نہ صرف اس کی آ وازا چھی تھی بلکہ اسے سراور لے کا پتا بھی تھا۔

اس کے اپارٹمنٹ پینچنے پر جب شوکت زمال گاڑی سے نکلاتو اس نے گاڑی سے اتر کر گاڑی کی کھڑ کی پر دونوں بازونکاتے ہوئے دو ہارہ اندر جھا نکا۔اور کرم علی سے کہا۔

"ميرے ساتھ کينيڈا چلے گا کرم؟"

‹‹ کس لیے؟''وہ حیران ہوا۔

'' تختجے نیا گرافال دکھانا ہے۔' شوکت زمان نے بے حدناراضی سے کہااور پھرای انداز میں بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ '' تختجے ستفل طور پرکینیڈا چلنے کے لیے کہ رہا ہوں۔میرا کام سنجال لے وہاں آ کر، مجھے آ دمی کی ضرورت ہے۔''

"لیکن آپ تو یہاں نیویارک میں رہتے ہیں۔" کرم علی نے جیرانی سے کہا۔

'' ہاں وہ تو آج کل رہتا ہوں ، جب دل چاہے یہاں آجا تا ہوں۔ جب دل چاہے چلا جا تا ہوں۔ پر کاروبارسارا کینیڈ امیں ہے میرا۔'' شوکت زمال نے کہا۔

''کیا کاروبارہے؟'' کرم علی نے بے حدمختاط انداز میں کہا۔شوکت زمال کے حلیے سے اسے بھی پنہیں لگاتھا کہ وہ کوئی امیر آ دمی ہے اور پھر وہ اس طرح اچا نک اسے اپنے ساتھ چلنے کا کیوں کہدر ہاتھا۔اتنااعتبار۔

"اسمگانگ كرتا مول مين" شوكت زما<mark>ل نے اس بار پہلے ہے بھی زیادہ خفگی كے ساتھ كہا۔</mark>

''یہاں کھڑے کھڑے کجھے کا در ہار کی تفصیل بتا دوں؟ وہاں چلے گا تو خود د کھے لینا۔ کیا کرتا ہوں میں چلے گا؟'' شوکت زماں نے غصے میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے آخری جملہ کہا۔

''نہیں''کرم علی نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ شوکت زماں نے وہی کیا جس کی کرم توقع کرر ہاتھا۔اس نے کرم علی کو پچھاور گالیاں دی تھیں ،گر کرم علی نے ان میں سے صرف آ دھی تن تھیں ، وہ گاڑی تیزی سے بڑھا کر وہاں سے چلا گیا۔اسے یقین تھا کہاب اس کی شوکت زماں سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کا شوکت زماں کے پاس دوبارہ جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

رات کودس بجے کے قریب وہ تھکا ہارا اپنے اپارٹمنٹ پر پہنچا۔ اندر سے باتوں اور قہقہوں کی آ وازیں آ رہی تھیں۔اس نے چابی لگا کر دروازہ کھولا اور جیسے ساکت رہ گیا شوکت زمال سامنے اس کے اپارٹمنٹ کے باقی مکینوں کے ساتھ بیٹھا قیقے لگا تا ہوا کھانا کھار ہاتھا۔

$^{\circ}$

''امی کوگھر دکھا کرلایا ہوں آئے۔ بہت خوش ہور ہی تھیں وہ بھی۔ بڑی دعا ئیں دے رہی تھیں زینی کوبس ہفتے دس دنوں میں رنگ و رغن کا کام ختم ہوجائے گا پھرشفٹ ہوجا ئیں گےہم میں نے پرانے گھر کو بیچنے کے لئے بھی ایک دولوگوں کو کہددیا ہے۔''

 '' پرانا گھر نے دیں گےتو پھو پھوکہاں جا کیں گی؟ کیا آپ کی بہنوں میں سے کسی کے ہاں شفٹ ہور بی ہیں؟'' زینی نے ایک گھنٹے میں پہلی ہارسوال کیاوہ اپنا کھاناختم کر چکی تھی اوراب اپنی پلیٹ میں پچھڈیزرٹ لیے بیٹھی تھی ۔ نعیم کے چہرے کا سارا جوش پلک جھپکتے ہی غائب ہو گیا تھا۔ ''وہ ……وہ امی تو ہمارے ساتھ ہی رہیں گی۔''

www.urdunovelspdf.com

تعیم نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

اس کی جھوٹی سالی میک دم اتن قد آ ورہوگئ تھی کہ وہ اس ہے بات کرتے ہوئے خواہ نواں نروس ہوجا تا تھا۔ حالانکہ اس گھر میں پہلی بار آنے اوراس جھڑے کے بعد بھی زینی ہے اس کی کسی بات پر تلخ کلامی نہیں ہوئی تھی۔ زینی ہمیشہ سامنا ہونے پراسے بڑی خوشی دلی اورعزت کے ساتھ مخاطب کرتی تھی جتی کہ کاروباراور گھر کے لئے رقم ویتے ہوئے بھی اس نے تیم کواپنے کسی رویے سے شرمندہ نہیں کیا تھا۔ نہیں کچھ جتایا تھا۔ لیکن اس واقعے کے بعد صرف ایک فرق آیا تھا جو تھیم نے شروع میں محسوس کیا تھا تھراس نے اسے لا پروائی سے نظرانداز کردیا تھا۔ زینی اب اس کا نام لے کرا سے خاطب کرتی تھی پہلے کی طرح اس کے ساتھ بھائی نہیں لگاتی تھی۔

> ''آپلوگوں کے ساتھ کس لیےرہیں گا؟''وہ بڑی شجیدگی ہے باری باری قیم اورز ہرہ کود کیھتے ہوئے یو چھر ہی تھی۔ ''امی اکیلی کیے رہیں گی؟'' نعیم نے قدر نے فکر مندانداز میں کہا۔

''ا کیلے کیوں؟ پورامحلّہ ہے، وہ پہلے بھی محلے میں آتی جاتی تھیں اور محلے والے ان کے پاس آتے تھے۔اب بھی ان کامیل جول رہے گا۔ پھران کی بیٹیاں آتی رہیں گی ان کے پاس۔''

> زین نے پانی پیتے ہوئے کہا۔اس نے ٹیبل پر پیٹھی نفیسہاورر بیعہ کی تیز نظروں کو کمل طور پر نظرانداز کردیا۔ '' پر میںمیں اکلوتا بیٹا ہوں میرافرض ہےان کواپنے پاس رکھنا۔'' نعیم نے اسکتے ہوئے کہا۔

'' تو پھر گھر بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ لوگ و ہیں ر ہیں ان کے پاس۔ زہرہ آپا کے گھر کو ہیں کرائے پر چڑھا دیتی ہوں یا ایسا کرتے ہیں کہ آپ پھو پھو کے پاس ر ہیں اور بھی بھارز ہرہ آپا کے پاس آ جایا کریں۔لیکن پھو پھوز ہرہ آپا کے گھرنہیں جا کیں گی۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔ ڈاکٹنگٹیبل پر یک دم خاموثی حیصا گئتھی۔نعیم چندمنٹ مزید بیٹھا پھربے حدکھیانے اور پریثان انداز

اس نے دونو ک انداز میں کہا۔ وا منگ میں پر یک دم حاموی مچھا کی گی۔ یم چند منٹ مزید بیٹھا پھر بے حد تھسیا ہے اور پر بیٹان انداز میں زہرہ اور بچیوں کو لے کر چلا گیا۔

> ''اس طرح کی بات کیوں کی تم نے؟اس بڑھا ہے میں کوئی تو رہنا جا ہے تمہاری پھو پھو کے ساتھ خدمت کے لئے۔'' تعیم کے جاتے ہی نفیسہ نے بے حدناراضی کے عالم میں زینی سے کہا۔

'' انہیں اگراپنے بڑھاپے کا خیال ہوتا تو وہ اپنی بہو کے ساتھ ہمیشہ اچھاسلوک کرتیں۔'' زینی نے ایک سیب کا ٹیتے ہوئے کہا۔ ''بدلہ لینے والے لوگ بے وقوف ہوتے ہیں۔'' ٹمیبل کے ایک طرف بیٹھی ہوئی رہیعہ نے بے حد ترشی سے کہا۔ زینی نے نظریں اٹھا کر اے دیکھا پھرمسکرائی۔ www.urdunovelspdf.com

''سانپ کوگھرہے باہرر کھنا بے وتو فی نہیں ہے۔''

''سانپ اورانسان میں فرق ہوتاہے۔''

" بإل شكل وصورت كا ـ"

"ان سے خونی رشتہ ہے ہمارا۔"

"ای لیے توبیسلوک کررہی ہوں ان سے۔"

"تمہاری وجہ سے زہرہ آیا کا گھر بھی ٹوشتے ٹوشتے بچاہے اب پھر

مہاری وجہ سے رہرہ ا پا 6 ھر میں وقع وقع بچاہے اب پر اس بارزینی نے رہید کی بات کاٹ دی۔ "میری وجہ سے نہیں غربت کی وجہ سے اورتم بے فکررہو۔ اب کچھنیں ہوگاز ہرہ آیا کے گھر کو۔ کم

، ن ہرری سے جو تے تو پچھنیں ہوگا۔ پہلے وہ زینب ضیاء کی بہن تھی اب پری زاد کی بہن ہے، نعیم سود فعہ سو ہے گاز ہر ہ آیا ہے پچھ کہتے ہوئے۔'' از کم میرے ہوتے تو پچھنیں ہوگا۔ پہلے وہ زینب ضیاء کی بہن تھی اب پری زاد کی بہن ہے، نعیم سود فعہ سو ہے گاز ہر ہ آیا ہے پچھ کہتے ہوئے۔''

" کتناغرور ہے تہیں اپنے آپ پر- "ربعیہ نے کئی سے کہا۔

''غرورنہیں ہے،اپی طاقت کا پتاہے۔جیسے پہلے اپنی کمزوری کا پتاتھا۔''

اس نے تو قف کے بعد جملہ یورا کیا۔

''تم مانونه مانوپیے نے بہت طاقت ورکر دیاہے مجھے۔''

" پیے ہے تم ہر چیز نہیں خرید سکتیں۔"

''تم مجھےوہ چیز دکھاؤ جے میں بیسے سے نہ خرید سکوں۔''

''تم انسانوں کو پیسے ہے نہیں خرید ^{سکتیں}۔''

''تم اپنے آس پاس کے دس ایسےانسانوں کے نام بتاؤ جنہیں میں پیسے سے نہیں خرید سکتی۔''اس نے بے حداطمینان سے کہا۔

" پیے نے تہمیں پاگل کردیا ہے۔" ربیعہ نے نفرت سے کہا۔

زینی نے سیب کا آخری مکرامنہ میں رکھااور کری سے اٹھتے ہوئے بولی۔

'' مجھے نہیں دنیا کو۔''

, بیدولت مہیں خوشی ہیں دے گی۔" '' بیدولت مہیں خوشی ہیں دے گی۔"

''خوشی کس کوچاہیے۔''وہ کہہ کر دروازے سے باہرنکل گئی۔

''ساری عمر مجھ سے کوئی اس طرح نہیں بولا جس طرح تیری ہوی نے بات کی مجھ سے ۔''شیم نے روتے ہوئے دو پٹے کے پلوسے اپنی

ناک رگڑتے ہوئے سامنے بیٹھے ہوئے شیرازے کہا۔

```
''امی! میں معافی مانگ تور ہاہوں''شیرازنے لجاجت سے کہا۔
```

'' تیرےمعافی مانگئے سے کیا ہوتا ہے۔ تیری بیوی نے تو ہمارے بڑھا پے کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔نوکروں کےسامنے ہمیں ذلیل کیا۔''اس پارا کبرنے کہا۔

"ارے ہم رہنے تھوڑا آئے تھے تیرے گھر میں، ملنے آئے تھے تجھے۔ ""نیم نے یک دم غصے میں آتے ہوئے کہا۔

''امیر باپ کی بیٹی ہےتواس کا بیمطلب تونہیں کہ وہ دوسروں کی عزت نہ کرے،ہمیں بھکاری سمجھ کراحسان جمائے کہتم ہمیں پیسے دیتے ہو ۔''نسیم کادل بھر آیا۔۔

. ''ایک زیخ تھی۔کتنی خدمت کرتی تھی میری،خالہ خالہ کہتے منہ سوکھتا تھااس کا۔''نسیم کو پیتنہیں کیوں زینی یاد آئی اوروہ اب انہیں اکثریاد

آ تی تھی۔

"ابنين كى بات ندكرين اس سار معالم الله الكاتعلق مي "شراز با القيار خفا موا

"اوروہ بچکس کا تھا؟"ا کبرنے بالآ خروہ سوال کیا جس کا جواب انہیں اس وقت ہے ہولار ہاتھا جب سے وہ شینا کے گھرہے واپس آئے تھے۔

" كون سابچي؟" شيراز باختيار پچهتايا آخراسےاس وقت يہاں آنے كى كياضرورت تھى۔

''جوتمہاری بیوی کومی کہدر ہاتھا؟''ا کبرنے بےساختہ کہا۔

'' سچے سچے بتادے شیراز،وہ تیری بیوی کا ہی بچہ ہے نا؟''اس کی خاموثی پرنسیم نے جیسے بگڑ کر کہا۔

'' ہاں شینا کی پہلے ایک شادی ہو چکی ہے۔'' شیراز نے بالآ خریجھ تامل کے بعد کہا۔ جھوٹ بولنااب بے کارتھا۔

نسیم نے بےاختیارا پنے سینے پر ہاتھ رکھا۔''میرے اللہ ایک بچے کی ماں سے شادی کر لی تونے؟''

'' مجھے نبیں پتا تھااس کی پہلی شادی کا۔''شیراز نے بےساختہ کہا۔

''انہوں نے دھوکا دے کر''نسیم نے کچھ کہنا جا ہا،شیراز نے فور اُس کی بات کا ٹی۔

''حچوڑیں بیساری باتیں۔کیا فرق پڑتا ہے؟اگروہ شادی شدہ بھی تھی تو۔اس سے شادی کر کے ہماری قسمت بدل گئی ہے۔کسی اورلژ کی

سےشادی کر کے اتنا پیسہ ملنا مجھے؟"

اس نے جیسے صاف صاف لفظوں میں اپنے ماں باپ کو یا دولا یا کہ زندگی میں اس کی ترجیح کیاتھی۔

'' پیسہ سب کچھنیں ہوتا۔'نسیم نے بے ساختہ کہااور پھر بےاختیار پچھتائی۔آخریہ جملہ وہ کیسے بول سکتی تھی۔ پریہ جملہ کہاں سے آیا تھا

اس کی زبان پر۔

شیراز عجیب ی نظروں سے مال کود کھتار ہااور تب ہی اکبرنے بروقت مداخلت کی ۔'' وہ تو ٹھیک ہے مگر پھر بھی اسے ۔۔۔۔'' شیراز نے اکبر کو بات ختم کرنے نہیں دی۔ '' آپ کواس طرح بن بتائے آنے کی ضرورت کیاتھی۔ جب آپکو پتاہے کہ وہ چڑتی ہے میرے گھر والوں ہے۔'' '' تو پھراس کی حمایت کر رہاہے؟''ا کبرکو بھی اس باراس کی بات بری گئی۔

''حمایت نہیں کر رہا۔ سمجھا رہا ہوں ابوآپ کو، میرے اور هینا کے گھر میں اب بڑے بردے لوگ آتے ہیں کوئی کیا کہتا اگرآپ کو وہاں دیکھتا۔ کوئی پوچھ لیتا میرے اور آپ لوگوں کے خاندان کے بارے میں تو هینا کیا کہتی ۔ آپ ذرااس بات کا انداز ہاتو کریں۔''

''کیوں ہمیں کون می چھوت کی بیاری لگ گئی ہے؟''نٹیم نے بےساختہ چڑ کر کہا۔

"آپاوگوں کوسمجھانا بہت مشکل ہے<mark>۔"</mark>

اس دفعہ شیراز بھی جھلا یا۔وہ ان سے بینہیں کہہسکتا تھا کہ ان کار کھر کھا دُ ان کے طور طریقے سب پچھاس کلاس کی چغلی کھاتے تھے جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آیا تھااور جو پھراشکر کی طرح اس کے ماں باپ کے وجود کے ساتھ چبکی ہوئی تھی۔وہ پچھ بھی کرلیتا۔ان کو بدل نہیں سکتا تھا۔گرانہیں چھپا ضرور سکتا تھا۔اور کم از کم بیوہ چیز تھی جس میں اسے ہینا سے زیادہ گلہ نہیں تھا۔وہ اس شرمندگی کو بخو بی سمجھ سکتا تھا جو ہینا کو اس کے ماں باپ کو اپنے گھر برد کھے کر ہوتی ہوگی۔

پردیکھ کر ہوئی ہوگی۔ ''شرمندگی۔۔۔۔'نہیں اس کا شاید کوئی اور نام ہوتا ہوگا جووہ محسوں کرتی ہوگی اور اس کا بھی پچھاور ہی نام تھا جوشیرازمحسوں کرتا تھا۔ جب وہ اس کے ماں باپ کا ذکر شروع کرتی۔

ا کبراور نیم کوشینا کے بارے میں پتا چلنے کےا گلے کی ہفتے تک شیراز نے ان کاسامنانہیں کیا تھا۔ گر دوسری طرف وہ بےحد مطمئن بھی تھا، کم از کم اب اے کچھ چھپانانہیں پڑر ہاتھا، وہ اس بو جھ ہے آزاد ہو چکا تھا۔

ھینا کے ساتھ اس کی زندگی '' ذلت اور آسائش'' کی زندگی تھی وہ بمیشہ اس تذکیل کا جو ھینا اس کی کرتی تھی اس آسائش کے ساتھ موازنہ
کرتا جو ھینا کی وجہ ہے اسے مل رہی تھی تو خود بخو دہی سارے گلے ختم ہوجاتے۔وہ بے حدمطمئن ہوجا تا۔اس کے گھر کے اندراس کے ساتھ کیا ہور ہا
تھا بیآ خرکتنے لوگ جانے تھے، البنۃ سوسائٹی اب اسے اپر کلاس کے ایک فرد کا پروٹو کول دیتی تھی اور اس پروٹو کول کی قیمت اگر گھر میں روزانہ چند
گھنٹوں کی تذکیل تھی تو بیکوئی اتنی ہوئی قیمت نہیں تھی ،کم از کم شیراز اکبر کے لئےاسے یقین تھا چند سال گزرنے کے ساتھ ساتھ ھینا کے رویے
میں تبدیل آئے گی۔وہ اسے شوہر جیسی عزت نہیں مگر انسان جیسی عزت ضرور دینا شروع کردے گی۔

میں تبدیل آئے گی۔وہ اسے توہز جی عزت نہ ہی ملرانسان بیسی عزت صرور دینا تروع کردے گی۔

اور بیاس کی ایک اور بہت بڑی خوش فہمی یا غلط ہمی تھی۔ شینا کو جب تک سہیل نظر آ رہا تھا۔ بیمکن ہی نہیں تھا کہ وہ کسی دوسرے کو دیکھتی۔

اوراس کی زندگی میں سہیل نہ بھی ہوتا تب بھی اسے اپنے اور شیراز کے درمیان اتنا فرق محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ایک خوش گواراز دوا تی زندگی

کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی جس میں وہ ایک فرما نبر دار بیوی بن کرا ہے: '' مجازی خدا'' کی خدمت کرتی نظر آتی ، شیراز میں کوئی ایسی خوبی نہیں تھی جو شینا

کو اس میں دلچہی لینے پر مجبور کرتی ۔ اس میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں تھی کہ شینا جیسی لڑکی اسے اپنے حلقہ احباب میں فخر بیا ہے شو ہر کے طور پر متعارف کروا سکتی ۔

متعارف کروا سکتی ۔

ھینا کے لئے وہ ایک پچنگ بیگ تھا جواس کے باپ نے اس لیے اسے لا دیا تھا تا کہ وہ اپنے اندرکا سارا ڈپریش، ساری فرسٹریش اس کے باپ کو مایوس نہیں کیا تھا۔ وہ شیراز کے ساتھ وہ تی کر رہی تھی۔ اور صرف یہی نہیں ہر بارشیراز کی شکایت پر جب سعید نواز ھینا کو سہجا کہ ایک شکایت پر جب سعید نواز ھینا کو سہجا کہ انتخاب تھا۔ ان کا خیال تھا، ھینا کواس کی اطاعت اور فرماں برواری ضروری متاثر کے سہبل کا پلزا ہر کیا ظ سے بھاری تھا لیکن شیراز ان کی پیند، ان کا انتخاب تھا۔ ان کا خیال تھا، ھینا کواس کی اطاعت اور فرماں برواری ضروری متاثر کرے گی۔ کیونکہ بیدونوں چیزیں وہ تھیں جو سہبل میں نہیں تھیں سہبل انہیں ذاتی طور پر بے حدنا پندتھا کیونکہ وہ اے ایک مفر وراور برتمیز باپ کا مفر وراور برتمیز بیٹ تھی ہوسعید نواز کی برقسی تھی کہ مفر وراور برتمیز بیٹ تھی جو سعید نواز اور اس کے گروراور برتمیز بیٹ تھی جا در کہتی ہیں ہو سیبل کے باپ اور گھر والوں کی سعید نواز شات سے واقف تھی جو سعید نواز اور اس کے گھر والوں پر کرتا آر ہا تھا۔ اور اسے ان کی خربت سے شایدا تی نفر ہو نہ جو تی ان کے لالچ اور حریص بن سے تھی۔ وہ زندگی ہیں پہلی بارکی خریب فاندان کی زندگی کو اسے قریب ہے دیکھو تھی اور جو پھھاس نے اس خریب ھاندان کے افر ادکو پیسے کے لئے کرتے دیکھا تھا، اسے ان سے گئر تی ۔ اس میسیل سے شادی کے دفت بھی سعید نواز نے اسے بہت کے دیا تھا نہ صرف اسے بلکہ سیبل کو بھی ایکن ھینا انچی طرح جانی تھی کہ سیبل اور سیبل سیبل سے شادی کے دفت بھی سعید نواز نے اسے بہت کے دیا تھا نہ صرف اسے بلکہ سیبل کو بھی ایکن ھینا انچی طرح جانی تھی کہ سیبل اور

سہیل سے شادی کے وقت بھی سعیدنواز نے اسے بہت کچھ دیا تھانہ صرف اسے بلکہ ہیل کوبھی الیکن ھینا اچھی طرح جانتی تھی کہ ہمیل اور اس کے گھر والے سعیدنواز کی دولت کے تاج نہیں تھے۔ شیراز اور اس کے گھر والوں کا مسئلہ بالکل دوسرا تھا۔اور پھریہ ناممکن تھا کہ ھینا کے جودل میں آتا، وہ اسے زبان پر نہ لاتی ، وہ واقعی شیراز میں اور اس کتے میں فرق نہیں سمجھتی تھی جوسعیدنواز نے اس کے لئے امپورٹ کیا تھا۔ بلکہ بعض حوالوں سے وہ اس کتے کوشیراز سے زیادہ بہتر بھھتی تھی اس کتے کو شینا اور سعیدنواز کی جائیداو میں دلچپی نہیں تھی۔شیراز کوتھی اور شینا اس بات سے بخو بی واقف تھی۔

اشتیاق رندھاوامد ہوشی کے عالم میں اس سے کہدر ہاتھا، زین اپنے ہاتھ میں پکڑے گلاس کود کیھتے ہوئے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ ''تم سے ملنے کے لئے کتنی جدو جہد کرنی پڑی ہے مجھے جمہیں تو احساس بھی نہیں ہوگا۔''اشتیاق رندھاوا سے بیاس کی چوتھی ملاقات تھی۔ وہ دونوں اس وقت ایک فائیوا سٹار ہوٹل کے کمرے میں تھے۔

''مجھے سے ملناا تنامشکل تونہیں ہے۔''زینی نے گلاس سے نظریں ہٹا کراس کے چبر سے کود کیھتے ہوئے کہا۔

'' ہونا تونہیں چاہیے تھااور آج تک بھی مشکل پیش بھی نہیں آئی مجھے کسی ہیروئن سے ملنے کی کوشش میں ۔لیکن تم میں پچھ ہے پری زاد۔ کہ

آ دمی مرجا تا ہے تم پر۔'' ''کیوں کیا، کیا ہوں میں؟'' وہ عجیب سے انداز میں ہنسی۔

''تم قیامت ہو۔''اشتیاق نے بےساختہ کہا۔

''وہ تو صرف ایک بارآتی ہے۔''

''تم روزروز آنے والی قیامت ہو۔''

'' پھرتو ڈرنا جا ہے آپ کو مجھ ہے۔''

"روزآنے والی قیامت ہے کون ڈرتا ہے۔"زینی اس کی بات پرہنس پڑی۔

"سناتها،آپ دلچیپ باتیں کرتے ہیں۔آپ نے ثابت بھی کر دیا۔"

"آج سورج مغرب سے نکلا ہوگا۔"

PDF

''ایک حسین عورت میری تعریف کرر<mark>ہی ہے۔''</mark>

" حسین عورت کی تعریف پرمت جائیں۔اس کے قبرے ڈریں۔" زینی نے مسکراتے ہوئے عجیب مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آج تک سین عورت کا قبرد یکھانہیں ہے میں نے۔"

''خوش قسمت ہیں پھرآ ہے۔''

''تمسے ملا قات کے اتفاق کے بعد ہوا ہوں۔''

''مجھے ملاقات کوا تفاق سمجھتے ہیں آ پ؟''

«نہیںاعزاز_''

'' و کیھتے ہیں۔ بیاعز از کب تک آپ کے پاس رہتا ہے۔''

''ہم تو ہمیشہ کے لئے اس عزاز کو پاس رکھنا جا ہے ہیں۔''اس باراشتیاق کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"پاس رکھنا چاہتے ہیں یا قید کرنا چاہتے ہیں؟"

"آج تک شوہز کی کسی عورت نے مجھ سے اس طرح کی باتیں نہیں کیں۔"اشتیاق بے اختیار مسکرایا تھا۔

''آپ کو بری لگیس میری باتیں؟''زینی نے بے حد شکھے انداز میں کہا۔

''نہیں،اچھیآگیں۔''اشتیاق یک دم مسکرایا۔''مجھ سے شادی کروگی پری زاد؟''

'' كتنے دنوں كے لئے؟''اس باراشتياق نے بےاختيار قبقهدلگايا۔

''تم کوڈ رنہیں لگنا مجھے؟''

" کیوں لگے گا؟"

'' یا کستان کا وزیر دا خلہ ہوں میں ۔میرے ایک اشارے پر تخت ہے تختہ ہوجا تا ہے لوگوں کا ۔''اشتیاق نے بے حدغر ورسے کہا ۔

''میں پاکستان کی وزیر داخلہ نہیں ہوں 'کیکن میرے بھی ایک اشارے پر تخت سے تختہ ہوجا تا ہےلوگوں کا ۔ آپ میں اور مجھ میں ایک چیز تو مشترک نکلی ۔''

اس باراشتیاق کا قبقهد پہلے سے زیادہ بلند تھا۔ زین گلاس لیے قد آ دم کھڑی کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''تم بازار سے نہیں ہو پری زاد۔''اس بارا شتیاق کے انداز میں بے حدد کچپی تھی۔ زینی پلٹے بغیر کھڑ کی سے باہر دسویں منزل سے شہر کی روشنیوں کود کیھتے ہوئے گلاس سے چسکیاں لیتی رہی۔

"اس سے کیافرق پڑتا ہے؟"اس نے کچھ در بعد پلٹے بغیر باہر دیکھتے ہوئے اشتیاق سے پوچھا۔

'' ہاں اس سے فرق تو کوئی نہیں پڑتا۔لیکن میں نے آج تک شوبز میں کوئی ہیروئن نہیں دیکھی جس کا تعلق اس بازار سے نہ ہو۔''اشتیاق نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"اب د مکھ لی ہےنا۔"زینی استہزائیا انداز میں ہنی۔

'' پیے کے لئے!''زین اب کھڑی کے شیشے سے بشت نکائے اشتیاق کود کیستے ہوئے بات کررہی تھی۔

'' د کھ ہوا یہ بات س کر۔' اشتیاق نے افسوس کے انداز میں سر ہلایا۔

''زینی کوہنسی آئی۔'' کیوں؟''

''بس تمہارے منہ سے یہ جواب من کر بڑا صدمہ ہوا۔ آج تک جنتنی ہیروسُوں کے ساتھ تعلقات رہے ہیں میرے،سب پینے کے لئے ہی آتی رہی ہیں فلموں میں۔میں نے سوحیا شاید تمہارے یاس کوئی بہتر وجہ ہو۔''

"آ بہتر وجہ؟ میںعوام کی خدمت کے لئے شو بر میں آئی ہوں۔اب ٹھیک ہے؟"

اس نے طنز کیا۔اشتیاق کواس باراس پر پیار آیا تھا۔اس نے پری زاد کے بارے میں جو سنا تھا۔ٹھیک ہی سنا تھا۔وہ پاکستانی فلم انڈسٹری کی پہلی حسین ،ذبین اورخطرناک صد تک نڈر ہیروئن سے ل رہاتھا۔

'' دیکھو پری زاد! کبھی کہیں مشکل میں پڑوتو صرف ایک باراشتیاق رندھاوا کو یاد کر لینا یتمہارے منہ کھولنے سے پہلے آؤں گاتمہاری مدد '

کے لئے۔''

وہ اس سے بیکوں کہ رہاتھا بیات تیاق رندھاواخود بھی نہیں جانتا تھا۔اس نے آج تک ایسی آفر کسی دوسری عورت کونہیں کی تھی۔کم از کم بیہ نشنہیں تھا جواس سے ایسی بات کہلوار ہاتھا۔ بیکھڑ کی کے سامنے کھڑی اس پانچ فٹ سات اٹچے لڑکی کا جادو بھی نہیں تھا جواس کے سرچڑھ کر بول رہا تھا۔ بیہ پچھاور تھا۔۔۔۔۔اور کیا تھا؟

اشتیاق رندهادانے خودکوایے ہے آ دھی عمر کی اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہوتے ہوئے محسوس کیا۔

'' بیلم انڈسٹری تمہارے جیسی لڑ کی کے لئے اچھی جگہنیں ہے۔''اشتیاق کی بات پروہ ہنی۔

" آپ ہر ہیروئن کو یہی مشورہ دیتے ہیں۔ ' وہ اس کا مذاق اڑار ہی تھی۔

" بیمشوره صرف دوستوں کو دیاجا تاہے۔ "اشتیاق نے بے حد سنجیدہ انداز میں کہا۔

'' دوست؟ میں دوست کب بنی آپ کی؟'' و ہاس بار پھر ہنسی ۔

"كوئى تونام ہوگاتمہارےاورميرے رشتے كايم كيا كہوگی اے؟"

'' میں آپ کو بتاؤں گی تو آپ مجھاس کمرے ہے باہر پھنکوادیں گے اس لئے چھوڑیں ،کوئی اور بات کریں۔'' زینی نے لاپروائی سے کہا۔اشتیاق نے اپنے آپ کو پچھاور بے بس پایا۔ رید سرب سب

"لوجي - كرم بهي آگيا- آجا كرم آجا ، آبيشي ، كھانا كھا- "

شوکت زماں نے اسے بچپارتے ہوئے کہا۔ کرم علی کویقین تھااس نے اسے گھر کا پیٹنہیں بتایا تھا،اسے سوفی صدیقین تھالیکن اسے یہ یاد نہیں رہاتھا کہاس کی کیب کانمبرشوکت زمال کواس کے گھر تک پہنچانے کے لئے کافی تھا۔

''اگلے دو ہفتے شوکت زماں جونک کی طرح اس ہے چمٹار ہاتھا۔ کرم علی جنتی تہذیب، مروت یا لحاظ کرسکتا تھاوہ کرر ہاتھا اس کے باوجود معند کا مکرمیانشدہ کے نامیسیاند کامزمیسیان

شوكت زمال كوبرداشت كرنا آسان كامنهيس تفا_

دو ہفتے کے بعد بالآ خروہ شوکت زمال کے مجبور کرنے پرایک ہفتے کے لئے اس کے ساتھ کینیڈا گیا تھا۔اوراوٹاوا پہنچ کراسے صرف شوکت زمال کے تھیلے ہوئے کاروبارنے دنگ نہیں کیا تھا،وہ شوکت زمال کی گرگٹ کی طرح بدلتی ہوئی شخصیت کوبھی دیکھ کرجیران رہ گیا تھا۔

نشے میں ہروفت غرق رہ کراحمقانہ اور بے ہودہ ہاتیں کرنے والاوہ جھگڑالوآ دمی ایک نفیس،مہذب، بااخلاق،مہر بان اورشفیق انسان کے طور پر وہاں لوگوں میں جانا جاتا تھا۔وہ بدر نگے ،جیز ٹراؤ زرسویٹرز اور سیتے شکن آلود کوٹ سے برانڈ ڈٹھری پیسسوٹوں پر آگیا تھا۔اس کالب ولہجہ

بھی تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ اپنے ماتختوں سے بات کرتے ہوئے شاندار انگلش بولٹا اور کہیں پرضرورت پڑنے پرفریخ کا استعال بھی کر لیتا۔ کرم علی ایک ہی دن میں اس کے اس بدلتے ہوئے روپ سے خا کف ہو گیا تھا۔ پہلے والے شوکت زمال نے کم از کم اسے بھی خا کف نہیں کیا تھا۔ دوسری رات اس نے کھانے کی ٹیبل پرشوکت زماں کواپنی واپسی کے ارادے سے آگاہ کردیا تھا۔

'' کیوں؟ تو تو ایک ہفتہ کے لئے آیا ہے یہاں۔ابھی تو میں نے صرف تجھے اپنی کمپنی دکھائی ہے۔سپراسٹورز اور گیس اشیثن تو دکھائے ہی نہیں۔ پھر تو نے مجھے بتانا تھا کہ تو کب آ کرمیر ہے ساتھ کا م کرےگا۔''

وہ ایک بار پھر پہلے والے لیج میں اس سے بات کرر ہاتھا۔اس کے باوجود کرم علی کو ہمت نہیں ہوئی کہ وہ پہلے والی بے تکلفی سے اس سے

۔ بات کرسکے۔دولت نے دودنوں میں ان کے درمیان ایک دونہیں کئی دیواریں کھڑی کردی تھیں۔

'' نہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ میں بھی آپ کے پاس آ کر کام کرسکوں گا۔ میں ساری زندگی جس طرح کے کام کرتا رہا ہوں، بیاس طرح کا کامنہیں ہے۔'' کرم علی نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''تو کیا بیضروری ہے کہ ساری عمر مزدوری ہی کرنا ہے تونے ، مزدوری کرتے ہوئے پیدا ہوا ، وہی کرتے کرتے مرجائے گا ،اوئے کرم علی ! میں اپنا مینجر بنانا چا ہتا ہوں کجھے سارا کاروبار تیرے ہاتھ میں دینا چا ہتا ہوں اور تو ہے کہ گھوڑوں کا فارم رکھنے کے بجائے تا نگہ چلانے پراصرار کررہا ہے۔'' کرم علی پچھ بول نہیں سکا۔اسے گھوڑوں اور فارم کے ذکر پر پتانہیں کیا کیا یاد آیا تھا۔اس کی خاموثی نے شوکت زمان کواس خوثی میں مبتلا کیا کہ شایدوہ آ مادہ ہوگیا تھا۔

''شاباش اے بھی۔اب سمجھ میں آئی تخیے میری بات۔زندگی بدلنے کا موقع مل رہاہے تخیے۔کرم علی!اوریہ موقع روز روز نہیں ملتا۔'' ''مجھے ایسے موقع بہت بار ملے ہیں۔'' کرم علی نے مدھم آواز میں کہا۔

''شاید پھرییآ خری موقع ہو۔'' کرم علی اس کی بات پر چونکا۔

''ہاںہاںہاں تکھیں بھاڑ کرمت دیکھ مجھے،اللہ نے کوئی ٹھیکٹییں لیا تیری زندگی کا۔اور بڑےلوگوں کی ذمہ داریاں ہیں اس پر ۔توخود ہی شرم کر پچھ۔اللہ بھی کیا کہتا ہوگا تیرے بارے میں ۔''

شوکت زمال اب اس پرملامت کرر ہاتھا۔

'' کسکین میں پڑھالکھانہیں ہوں اور مجھےان کا موں کا کوئی تجربہ....'' شوکت زماں نے اس کی بات کا ہے دی۔

'' تیراکیا خیال ہے، میں نے کوئی ہارورڈ یو نیورٹی ہے پی ایچ ڈی کی ہے؟ اوئے آجائے گا تجھے سب کچھ میرے جیسے الو کے پٹھے کو آگیا ہے تو تجھے کیوں نہیں آئے گا، وہ میں سکھا دوں گا۔اب اورکس لئے بیٹھا ہوں یہاں۔''

''لیکن آپ آخر مجھےاتنے بڑے کاروبار کا انتظام کیوں دینا جاہتے ہیں۔ آپ تو مجھے جاننے تک نہیں اور آپ کوتو اس کام کے لئے ہزاروں لوگ مل سکتے ہیں پھر میں کیوں؟'' کرم علی نے بالآ خراپنی اس البھون کا اظہار کر ہی دیا جس نے اسے پریشان کردکھا تھا۔

"نه گھبرااوئے!میری کوئی معذور بیٹی نہیں ہے جسے تیرے ساتھ بیاہ کرمیں نے تخفے گھر جوائی رکھنا ہے۔"

اس کے جملے پر کرم علی کا چپرہ سرخ ہوگیا۔اس کے ذہن میں ایساہی کوئی خیال آ رہاتھااور شوکت زماں نے جیسے راڈار کی طرح اس کی سوچ _

"نه بی میں تیراحسن دیکھ کر جھھ پر فعدا ہو گیا ہوں۔"

اس کے اگلے جملے نے کرم علی کومزید نا دم کیا۔وہ اب سوفٹ ڈرنگ کا گلاس اٹھائے ہنس رہاتھا۔کرم علی پچھ بول نہیں سکا۔

''بس تواحیعالگاہے کرم مجھے..... بڑا کھر ااور نیک بندہ لگاہے مجھے....تب بھی لگا تھا جب میں صابر قیوم کی باڈی لے جاتے ہوئے تجھ

سے ملاتھا۔ میں تو قربان ہو گیا تجھ پریار! کون اس طرح کسی جاننے والے کی لاش پاکتان لانے کے لئے اپناوقت میں نے سوجا شوکت زمان یہی وہ بندہ ہے جوکل کو تیری باڈی بھی اٹھا کر لے جائے گا تیرے ملک فن کرنے۔''

کرم علی کواس کے عجیب سے لیجے میں کہے ہوئے جملے نے جیران نہیں پریشان کیا، وہ اس سوفٹ ڈرنک کے گلاس کومندلگائے مشروب نہیں پی رہاتھا اپنی آئھوں کی نمی بی رہاتھا مگر کرم علی دیکھ چکاتھا۔

''اورد کھے، کتنے لوگ ہوں گے جو تیری طرح میرے پاس آ کرمیری دولت دیکھ کراس سے گھرا کر بھا گیس گے۔ارے لوگ تو رالیس پُکاتے چیک جاتے مجھ سے۔ پیروں میں پڑجاتے کہ کسی طرح انہیں اپنے پاس کسی بھی کام کے لئے رکھالوں۔اور تجھے تو میں پورا کاروبار پلیٹ میں رکھ کر دے رہا ہوں اور تو سوال پر سوال کر رہا ہے مجھ سے۔تو بڑا بیبا بندہ ہے یار ۔۔۔۔ بڑا سچا، بڑا بیبا بندہ ،اس لیے لایا ہوں تجھے اپنے پاس ، تیرے ساتھ دل لگتا ہے میرا۔''

کرم علی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس کی باتوں پریفین کرے یانہ کرے۔وہ اپنے آپ کو کسی دوسر مے مخص سے زیادہ انجھی طرح جانتا تھا اپنی ظاہری اور باطنی خامیوں اورخوبیوں ہے کسی دوسرے کی نسبت زیادہ بہتر طور پر آگاہ تھا۔وہ جانتا تھا اس کی شخصیت میں ایسا کچھ نہیں ہے جواسے کسی دوسرے انسان کے لیے متاثر کن بنا تا اور دوسراانسان بھی وہ جوکروڑ وں کی جائیداد کا مالک اور گھاٹ گھاٹ کا پانی چیئے ہوئے تھا۔

گروہ بیسب کچھ شوکت زمان سے نہیں کہ سکتا تھا شاید شوکت زمان کی اتنی کمبی تقریراور دلائل سننے کے باوجودوہ ای طرح اٹھ کر چلاجا تا، مگر شوکت کے ایک جملے نے اسے پوری گفتگو کے دوران باند ھے رکھا تھا۔

''شاید بیآ خری موقع ہوشاید بیآ خری موقع ہو۔'' وہ جملہ اس کے ذہن میں بار بارگونج رہا تھااور کرم علی نے زندگی میں اس آخری نظر آنے والے جانس کواستعال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ے واسے جا س واسمان سرے کا جسکہ میا تھا۔ زندگی میں پہلی باراس نے ٹھیک فیصلہ کیا تھا۔

زندگی میں آخری باراس نے ٹھیک وقت پر فیصلہ کیا تھا۔

xxx

'' آج زبیدہ نے فون کیا تھا۔''نفیسہ نے بے صد جوش اور خوشی کے عالم میں بتایا تھا۔ زینی اپنے پیل پرایک کال ملاتے ملاتے رک گئی۔وہ ابھی پچھ در پہلے ہی باہر سے آئی تھی۔ ''کس لیے؟''اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

'' ملنے کے لئے آنے کا کہدرہی تھی یتمہارا پوچورہی تھی کہ جب زین گھر آئے گی تب آؤں گی۔ میں نے کہا، اپنا گھرہے جب چاہے آؤ۔ بلکہ گاڑی بھیج کر بلوالوں گی۔ورنہ یہاں ڈیفنس میں ہمارا گھر کہاں ڈھونڈتی پھرے گی۔''نفیسداس سے یوں کہدر بی تھیں جیسے زبیدہ اوران کے درمیان مجھی کوئی مسئلہ ہواہی نہیں تھا۔ ''ارے نہیں کہاں ۔۔۔۔۔ مجھ سے بڑی معافی ما نگ رہی تھی ، کہہ رہی تھی انہم کی باتوں کی وجہ سے اس کا دل خراب ہو گیا تھا۔ مگر اب بڑا افسوس ہے اسے جو پچھاس نے کیا۔ بتار ہی تھی مجھے کہ عمران تو کہیں شادی کے لیے تیار ہی نہیں۔ وہ رہید کے علاوہ کسی کی بات ہی نہیں کرتا۔ مجھ سے بوچھ رہی تھی کہ میں نے رہید کارشتہ تو کہیں طخبیں کیا؟ میں نے بتایا اسے کہ فی الحال تو نہیں کیا۔ مجھے لگتا ہے، وہ عمران اور رہید کے رشتے کی بات دوبارہ کرنے کے لیے آتا چاہتی ہے۔''

نفیسہ بے مدخوش کے عالم میں اس سے کہدر ہی تھیں۔

'' آپ نے رہید کو بتایا؟''زین کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ '' ہاں ۔۔۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔۔اس کے سامنے ہی تو فون آیا تھا۔اس ہے بھی بات کی زبیدہ نے ۔خوش تھی وہ بھی بڑی۔''نفیسہ نے کہا۔

'' زبیدہ سے تو بڑی محبت تھی اس کو۔ بڑا بیار تھاز بیدہ کے ساتھ اس کا یم کوتو پیتے ہی ہے۔''

نفیسہ نے بے حدسادہ کھیے میں کہا۔ زین بے اختیار ہنی۔

'' ہاں، مجھ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔کتنی جان چھڑ کتی ہیں وہ رہیعہ پر، میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں،اور پہلے نہیں بھی چھڑ کتی تھیں تو اب چھڑ کیس گی۔انہیں پتاہے،اب وہ کس گھر میں رہیعہ کا ہاتھ مانگئے آ رہی ہیں۔'' زینی نے کنی ہے کہا۔

''اچھی عورت ہے زبیدہ بنلطی ہوگئی اس ہے تبغلطیاں ہو جاتی ہیں انسانوں ہے۔ پر بڑی نیک عورت ہے ، کتنی پر ہیز گاراور تنجد گزار ہے۔سارامحلّہ اپنے لیے دعا کرانے آتا ہے اس ہے۔''نفیسہ اب زینی کاول صاف کرنے کی کوشش کررہی تھیں۔

'' مجھے کسی ایسے انسان کی پر ہیز گاری اور عبادت نہ گنوا ئیں جو پینے کے لیے دم ہلاتا ہواکسی کی بھی چوکھٹ پر جاکر کھڑا ہوجا تا ہے۔'' ''ایسے نہیں کہتے زینی!''نفیسہ اس تبصرے پر ہڑ بڑا گئی تھیں۔

"تتم توخاله کی بردی تعریف کرتی تھیں۔ نمازروزے کے بارے بیں سبان ہی ہے یو چھا کرتی تھیں۔"

" تعریف تومیں اور بھی بڑے لوگوں کی کیا کرتی تھی۔" وہ عجیب ہے انداز میں ہنی۔

'' مجھے معلوم نہیں تھا کہ انہیں صرف نماز روزے کا پہۃ ہے دین کانہیں۔ یہ جو بظاہر نماز روزے کی پابند،سیدھی سادی عورتیں ہیں نا گھروں میں مائیں بن کربیٹھی ہوئی۔ بڑی تباہی مچاتی ہیں۔ یہ دوسروں کی زندگیوں میں۔ بڑا کھوٹ،میل اور لالچے ہوتا ہے ان کے دلوں میں۔ آپ کی بہن جب آئے گی یہاں تو دیکھیے گائس طرح رال ٹیکاتی نظرآئے گی وہ۔ آپ کی نیک پر ہیز گار بہن زبیدہ۔''

وہ طنزییا نداز میں کہتے ہوئے اٹھ گئی۔اوراٹھتے ہوئے اس نے نفیسہ کے عقب میں کھڑی رہیعہ کودیکھا۔وہ یقینا اس کی اورنفیسہ کی ساری باتنیں سن چکی تفییں۔

'' تم مجھتی ہو، وہ تہارا بیبہ دیکھ کرآ رہی ہیں؟''اس کے لیجے میں بے حدثی تھی۔

''تم مجھتی ہو،وہ تہاری محبت میں آ رہی ہیں وہ؟''زین نے جواباً سوال کیا۔

" أنبيس پچھتاوا ہے،اس ليے آر ہي ہيں۔" ربيعہ نے اپنے لفظوں پرزورديتے ہوئے كہا۔

'' فکرمت کرو،اس گھر میں آ کر،اہے دیکھ کرانہیں اپنے کیے پراور پچھتاوا ہوگا۔''وہ استہزائیا نداز میں ہنی۔

''انہیں اس گھر میں نہیں رہنا۔ یہاں صرف میرے لیے آ رہی ہیں وہ۔''

'' ہاں، انہیں اس گھر میں نہیں رہنا مگر اس گھر ہے بہت پچھ ملنا ہے انہیں تمہارے علاوہ بھی۔'' زینی نے اپنے جملے کے آخری جھے پر

. ورديا ـ

'' کچھنہیں چاہیے۔ندانہیں یہاں سے نہ مجھے،خالی ہاتھ جاؤں گی میں یہاں سے۔صرف وہی چیزیں لے کرجاؤں گی جومیرے باپ نے میرے لیے بنائی تھیں۔'' ربیعہ نے بے حد تلخی ہے کہا۔

'' بیتم خالہ زبیدہ کوان کے آنے پر بتا دینا۔ پھرتمہاری نیک،تہجد گزار ہونے والی ساس تم کولے کر جانے میں کتنی دلچپی رکھتی ہیں،تمہیں

پاچل جائےگا۔'زین نے سردآ وازیس کہا۔

'' بیہ جونعیم کوگھر اور کاروبار کے لیے بیسہ دیا ہے تہارا کیا خیال ہے، خاندان والوں کواس کا پتانہیں چلا ہوگا؟ سب کو پتا چل گیا ہوگا۔اب سب آئیں گے یہاں پراپنے بیٹے لے کر،ان کی بولی لگوانے کے لیے۔ میں تہاری جگہ ہوتی تو میں زبیدہ خالہ سےفون پر بات تک نہ کرتی۔نہ یہ کہ انہیں یہاں آ کردوبارہ جال بچھانے کی وعوت دیتی۔''

وہ بات کرتے کرتے رک گئی۔اس نے ربیعہ کی آئکھوں میں آنسوا ٹرتے دیکھے تھے۔

''توبیکامتم نے کیوں نہیں کیا۔ جب نیم خالہ نےتم پر دروازے بند کیے تصفوتم کیوں نہیں آگئیں، چپ چاپ وہاں ہے۔تم کیوں ان کا دروازہ بجاتی رہیں۔ جب ابو نےتم ہے کہا کہتم مثلقی ٹو منے پرصبر کر لوقو تم کیوں انہیں زبر دئی شیراز کے گھر بھجواتی رہیں۔'' زینی کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا۔

''تمہارے لیےاگرآج شیرازاوراس کی مال یہاں آ جا کیں تو تم کیا کروگی؟'' رہیدنے ہتے آنسووُں کے ساتھ بے حد کمخی سے پوچھا۔ زنی چپ چاپ کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

" برداغرور ہے تنہیں اپنے پیسے پر،ایک وفت آئے گاجب تمہارے پاس صرف بیسہ ہی ہوگااور پچھنہیں۔" رہیعہ کہدکرروتی ہوئی کمرے

ہے چلی گئی۔

"اكك وقت؟"زين بحدمهم آوازمين برابراني" وه وفت كب سي آسيا."

""تم رہید کی باتوں کا برامت ماننا،ایسے ہی بولتی رہتی ہےوہ۔"نفیسہ بےحد پریشانی کے عالم میں اب اسے سلی دینے کی کوشش کررہی تھیں۔

شینا ڈرینگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی کہیں جانے کے لیے تیار ہور ہی تھی جب بیڈ سائیڈٹیبل پر پڑاشیراز کا فون بجنا شروع ہوا تھا، وہ کچھ در یہ تک فون کے بند ہونے کا انتظار کرتی رہی لیکن جب اسے اندازہ ہو گیا کہ کال ریسیو کیے جانے کے بغیر وہ فون بند نہیں ہوگا تو اس نے اٹھ کر کال ریسیو کی ۔اس کے ہیلو کہتے ہی دوسری طرف سے فون ڈس کنیک ہوگیا تھا۔ شینا نے فون تقریباً تھینکنے والے انداز میں بیڈ پرڈالا اور دوبارہ ڈرینگ ٹیبل کی طرف آگئی۔اس سے پہلے کہ وہ ہیر برش اٹھاتی ،فون ایک بار پھر بجنے لگا تھا۔اس باروہ قدر سے چھنجھلاتی ہوئی فون کی طرف گئی اور اس نے فون اٹھا کہ حد بدتمیزی سے 'جیلؤ' کہا۔فون ایک بار پھرڈس کنیک ہوگیا۔

اس بار شینا نے فون بیڈ پرنہیں پھینکا ،اس نے فون میں ریسیوڈ اور ڈائلڈ کالز کاریکارڈ چیک کیا۔ریکارڈ میں ابھی کی ہوئی اس نمبر ہے آنے والی کال کے علاوہ اورکوئی کالنہیں تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ سیل فون کی فون بک بھی کھولتی۔شیراز تو لیے سے بالوں کورگڑتے ہوئے باتھ روم سے باہر آ گیا۔ ھینا نے فون کو دوبارہ بیڈ پر پھینک دیا فون دوبارہ بجنے لگا تھا۔شیراز کو بیک دم جیسے کرنٹ لگا۔اس نے لیک کرفون اٹھالیا۔شاید وہ بجھ رہاتھا کہ ھینا کال ریسیوکر نے کی کوشش کرے گی۔گرھینا نے اس بارکال ریسیونہیں کی۔وہ شیراز کوکال ریسیوکر نے دینا جا ہتی تھی۔

''ہیلو۔۔۔۔۔اوہ ہائے۔۔۔۔۔میں کچھ بزی ہوں ،ابھی تھوڑی دیر میں کال کرتا ہوں تمہیں نہیں نہیں ،بس ابھی کروں گاپندرہ منٹ میں۔او کے بائے۔''اس نے پھولے ہوئے سانس اور گھبرائی ہوئی آ واز میں کال ریسیو کرنے اور بند کرنے میں پندرہ سینڈ بھی نہیں لگائے تھے۔اس کے اتنے قریب سینے پر باز و باندھے بجیب بی نظروں سے گھورتی ہوئی ہینا کی موجودگی اے بے حد پریشان کررہی تھی۔

''کس کا فون تھا؟''ھینانے فون بند ہوتے ہی بے حدسر دآ واز میں اس سے پوچھا۔

''وہایکایک دوست کا تھا۔''شیرازاس کےاتنے ڈائز یکٹ سوال پرگڑ بڑایا۔

''تھایاتھی؟''شینانے بےحد شکھے انداز میں کہا۔

'' دوست تھا۔''شیراز نے اپنے لہجے میں اعتاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔

'' کال ملاؤاورمیری بات کراؤایے اس دوست سے جو مجھےاپنی سریلی آ واز سناتے ہوئے ڈرتا ہے۔''

''شینا.....'شیراز کی جیسے جان نکل گئی۔

'' دوبار میں نے کال ریسیو کی۔ دونوں بارتمہارے اس دوست کے منہ ہے آ واز نہیں نکل سکی یتم میرے سامنے اس سے بات نہیں کر

سکے۔اورتم کہدرہے ہوکہ دوست تھا۔'' میں میں ایس کی اس کر میں میں

هینانے اس کی بات کا ثنے ہوئے کہا۔

''مَم حِيمونی سی بات کوايثو بنار بی ہو۔''شيراز نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"Don't you dare cheat on me."

وه غرائی۔"میرے باپ نےاس لیے بیس خریدانتہ ہیں کتم میرے گھر میں رہ کرمیرا کھاتے رہواور دوسری عورتوں کے ساتھ فلرٹ کرتے پھرو۔'' '' کون سافلرٹ؟ کیسافلرٹ ……میں……' شیراز کی جان پر بن گئ تھی۔

''میں کیوں دھوکا دول گاٹنہیں۔''

"اینے خاندان اور کلاس کی وجہ ہے۔" شینا نے ترکی بہتر کی کہا۔ شیراز کا چبرہ سرخ ہوگیا۔

"باربارخاندان كاطعنهمت دومجھے<u>.</u>"

" طعنهیں حقیقت ہے، پچھلے چند ہفتوں سے جو پچھتم کررہے ہو۔سب دیکھر ہی ہوں میں۔"

"كياكرر ماهون ميس؟"

"بيجوساراسارادن كالزآتي بين مهين اوربيجوتم في آج كل راتون كودير عظر آناشروع كرركها ب-بيسب كياب؟"

"تم بھی راتوں کو دیرے آتی ہو۔"شیرازنے پچھ ہمت کرتے ہوئے کہا۔

" میں جو پچھ کرتی ہوں۔ کھلے عام کرتی ہوں ہمہاری طرح جھوٹ بول کراور چوری چھپے ہیں کرتی۔ " ہینا نے چلا کر کہا۔

" مجھے کچھ کام ہے،اس کئے میں رات کو در ہے۔"

هینانے اسے بات پوری کرنے نہیں دی۔

'' تمہارےسارے کاموں کو پا پااچھی طرح دیکھے لیں گے،انہیں بتانا بیسب کچھ''

''تم.....تم مجھ پرخواہ مخواہ شک کررہی ہو۔''وہ ہکلایا۔

''شک؟مسٹرشیراز! مجھے چیلنج مت کرو کہ میں تمہیں ان عورتوں کے Whereabouts (کوائف) بھی بتانے شروع کر دوں جن

كے ساتھ تم آج كل اپنے ول كا حال شيئر كرتے ہو۔''

ھینانے دونوں ہاتھا پی کمر پرر کھتے ہوئے ٹیکھے تیوروں کے ساتھ کہا۔

'' پیسب کچھ کرنا ہے تہمیں تواپنے ماں باپ کے گھر جا کر کرو۔ یہاں نہیں۔'' وہ بے حد ترثی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

شیراز بہت دیر تک فق چہرے کے ساتھ و ہیں کھڑار ہا۔ ہینا کے شبہات بالکل ٹھیک تھےاوروہ واقعی آج کل چندلڑ کیوں کے ساتھ افیئر چلانے کی کوشش کرر ہاتھا۔لیکن اے انداز ہنبیں تھااس کا کہاس کا بھانڈ ایوں پچ بازار میں پھوٹے گااوراب اس کی حالت واقعی بہت خراب ہور ہی

تھی شینا نے اگر بیدهمکی دی تھی کہ وہ سعیدنواز کوسب کچھ بتائے گی تواس کا واقعی بیمطلب تھا کہ وہ سب پچھ سعیدنواز میں میں میں میں میں کہ میں کہ وہ سعیدنواز کوسب کچھ بتائے گی تواس کا واقعی میں مطلب تھا کہ وہ سب پچھ سعیدنواز ک

اس کا کیا حال کرتے شیراز کواس کے بارے میں زیادہ خوش فہمی نہیں تھی۔

اوراس کا بیا نداز ہ بالکلٹھیک ثابت ہوا تھاوہ اب آئکھیں بند کر کے بھی اپنے سسرال والوں کے بارے میں انداز ہ لگا تا تو وہ ٹھیک نکلتا وہ

انہیں اتنی احچی طرح جاننے لگا تھا۔

ایک ہفتے کے بعد ہی سعیدنواز کے سامنے اس کی طلبی ہوگئی تھی اورسعیدنواز اس سے یوں ملے بتھے جس طرح وہ سیکرٹریٹ کے کسی کلرک یا اپنے دفتر کے کسی چیراس سے ملتے تتھے۔

'' پا پا هینا کوکوئی غلط^{ون}بمی ہوئی ہے۔'' شیراز ہکلا یا تھا جب سے وہ اپر کلاس کے اس خاندان کا حصہ بنا تھا اکثر ان لوگوں کے سامنے وضاحتیں کرتے ہوئے وہ ہکلا ناشروع ہوجا تااوراس وقت تو وہ خیروہ جھوٹ بولنے کی کوشش بھی کرر ہاتھا۔

'' ہوسکتا ہے دنینا کوکوئی غلط نہی ہوئی ہوگر مجھےکوئی غلط نہی نہیں ہوئی میں نے خود تہ ہیں اس ہوٹل سے ایک لڑکی کے ساتھ نکلتے دیکھا ہے۔'' '' پا پاوہ، وہ صرف ایک دوست تھی۔ا تفاقا مل گئی تو میں اسے جائے کے لئے لئے گیا۔''

''اتفا قاملی یا جان ہو جھ کر مجھے دلچیہی نہیں ہےتم سعیدنواز کے داماد ہوا درتم باہر جو پچھ کرو گے مجھ تک پہنچ جائے گا۔'' سعیدنواز نے جیسے ہے دھمکی دی۔

" تمہارا کیا خیال ہے دینا کے پہلے شوہر سے کیوں کروائی میں نے ڈائی دورس اس کی ان ہی حرکتوں کی وجہ سے۔" سعیدنواز نے اس

بار بھی جھوٹ بولا۔''میں جانتا ہوں پایا۔''

ے بولات میں جات ہوں پاپا۔ ''جانتے ہوتو پھرتمہیں ریجی پید ہونا چاہیے کہتمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے میرے خاندان کا نام خراب ہور ہاہے۔'' ''یایا میں!''

'' میں تمہیں پیسہ بنانے کا موقع اس لیے نہیں دے رہا کہتم دو تکے کی عورتوں پراسے لٹاتے پھرو۔''

"بيل....."

"اوراس پرتم هينا سے بير كہتے ہوكدوہ بھى بيسب كچھكرتى ہے۔"

'' میں'''' میں تمہیں اس گندے محلے سے اٹھا کریہاں اس لیے نہیں لایا تھا کہتم ہمارے سامنے تن کر کھڑے ہوجاؤ۔''

شیراز نے اس بارکوئی وضاحت نہیں دی کیونکہاس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"آ ئی ایم سوری" اس نے بے حدندامت بھرے انداز میں کہا۔

'' میں نے دوبارہ اگر تمہیں کسی عورت کے ساتھ دیکھا تو وہ میرے خاندان میں تمہارا آخری دن ہوگا۔ میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تم

ساری عمر ما در کھو گے۔''

''آئیایم سوری؟ آئی ایم سوری پایا۔''شیراز کی لجاجت میں اوراضا فیہو گیا تھا۔

سعیدنوازمزید کچھ کہنے کے بجائے پھنکارتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے ماتھے پرآیا پیینہ پو مجھتے اورا پنے حواس بحال کرنے کی کوشش کرتے ہوئے شیراز کو ماوآیا وہ اس کی شادی کی دوسری سالگرہ تھی۔

خالہ زبیدہ کو مجھ میں نہیں آ رہاتھا کہ وہ رہیے کی بات کا کیا جواب دیں۔وہ کم از کم اس سوال کی تو قع لے کریہاں نہیں آئی تھیں۔ '' بیٹا!زینی بہن ہے تبہاری،اتن قربانیاں دی ہیں اس نے''انہوں نے پچھٹنجل کرکہنا شروع کیا۔ '' جانتی ہوں خالہ! وہ میری بہن ہے۔لیکن مجھےاس کی ان قربانیوں سے انٹھی کی ہوئی دولت میں سے پچھنہیں چاہیے۔آپ صرف میہ بتائمیں کہ آپ دوبارہ میرارشتہ مانگ رہی ہیں دو کپڑوں میں حیار گواہوں اور نکاح خواں کےساتھاس گھرہے لے جانے کو تیار ہیں آپ؟''

> '' بيہ بردوں كى باتيں ہيں رہيد اِلتہميں ضرورت نہيں ہے چے ميں بولنے كى۔'' نفیسہ نے مداخلت کی ۔ انہیں خدشہ بیداہواتھا کہ ہیں زبیدہ کواس کی بات بری نہ لگے۔

'' بالکل بالکل پیروں کے طے کرنے والے معاملات ہیں۔اگرتم لوگ سادگی سے شادی کرنا جا ہو گے تو ٹھیک ہے ہم سادگی ہے کر لیں گے۔اپنے گھر کی بات ہے۔''خالہ زبیدہ ن<mark>ے کچھ نبھلتے ہوئے کہا۔</mark>

"اور میں اس گھر میں شادی نہیں کرو<mark>ں گی۔اینے باپ کے گھرے رخصت ہوں گی۔"</mark>

'' بیر بیعہ کو کیا ہو گیا ہے؟ اس طرح تو مجھی نہیں بوتی تھی ۔'' زبیدہ خالہ نے اس بار پھے تشویش کے ساتھ نفیسہ سے کہا۔

'' کچھنیں ایسے ہی بک بک کررہی ہے۔'' نفیسہ نے ربیعہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

' ' نہیں نہیں میری بٹی تو بڑی سمجھ دار ہے خصہ تھوک دو آخرزین بے جاری نے کیا، کیا ہے بیتو سارا شیراز اوراس کے ماں باپ کا قصور ہے پھرتم کیوں بہن کےاتنا خلاف ہور ہی ہو۔اللہ نے عزت دی ہےاہے، پیسہ دیاہے، آج ضیاء بھائی ہوتے تو کتنا خوش ہوتے اپنی اولا د کی اتنی

ز بیدہ خالہ نے ایک گہری آ ہ بھرتے ہوئے کہاوہ بڑی ہوشیاری کےساتھ ربیعہ کوموضوع سے ہٹانے کی کوشش کررہی تھیں اوران کے منہ سے نکلنے والا ہر جملہ ربیعہ کواذیت کا شکار کررہا تھا۔

زینی نےٹھیک کہا تھا۔وہ دو ہارہ رہیعہ کی محبت میں نہیں آئی تھیں۔اس مال ودولت میں اپنا حصہ لینے آئی تھیں جوانہیں اپنی بہن کے گھر میں نظرآنے لگا تھا۔اسے صدمہ ہوا تھا۔شدید صدمہ اسے بھی خوش فہی تھی کہ شایدوہ عمران کے کہنے اس کے مجبور کرنے پروہاں آئی تھیں۔ مگران کے ہر دوسرے جیلے میں کوئی نہ کوئی سوال تھا۔ , www.facebook.com/urdunovelspdt "په بگارزی نے فریدلیا ہے؟

'' کتنے کاخر پداہے؟''

گیراج می*س کھڑ*ی ساری گاڑیاں اپنی ہیں؟''

"گھر میں کتنے نوکر ہیں؟"

''نوکروں کو کتنی تخواہیں دیتے ہیں؟''

''زہرہ کا گھرزینی نے کتنے میں خریدا؟'' ''نعیم کوکاروبار کے لئے کتنی رقم دی؟''

"اپی ایک قلم کے کتنے پیے لیتی ہے؟"

"ماڈ لنگ کے کتنے پیسے ملتے ہیں اے؟"

"اس نے نفیسہ کے نام کوئی بینک ا کا وُنٹ کھولا؟"

ان کا ہر جملہ زین کے نام پرختم ہور ہاتھا۔اس میں اتبدائی چندمعذرتی جملوں کےعلاوہ رہید کہیں تھی ہی نہیں اور وہاں ان کے پاس بیٹھے ان کی باتیں سنتے ہوئے ان کے ہر جملے کے ساتھ رہید کا دل کچھا ورڈ وبا تھا اور صرف دل ہی نہیں ڈ وبا تھا وہ ساری خوش فہمیوں اورامیدوں کے کل بھی دھڑام سے آن گرے تھے، جواس نے پچھلے کئی دنوں سے تعمیر کئے تھے۔

عمران سے شادی کا مطلب اس کے لئے کیا ہوتا اس کے لیے، ربیعہ کوحساب کے کسی فارمولے کی ضرورت نہیں تھی۔

'' میں شادی نہیں کروں گی عمران ہے ۔۔۔۔۔ آپ اس کارشتہ کہیں اور کردیں۔'' میں مندر میں شدہ کرک کے معران ہے ۔۔۔۔۔ آپ اس کارشتہ کہیں اور کردیں۔''

اس نے بالآ خراٹھ کر کھڑے ہوئے ہوئے کہا۔ زبیدہ خالہ کو جیسے دھچکا لگا تھا۔

''رہیعہ بٹی کیا کہدر ہی ہوتم ؟ارے میں تو کتنی آسوں کتنے ارمانوں کے ساتھ آئی ہوں۔''انہوں نے گڑ بڑائے ہوئے انداز میں کہا۔ ''آپ صرف لالچ لے کرآئی ہیں۔ پچھتا وااور شرمند گی نہیں اور آسوں اورار مانوں کی تو بات بھی نہ کریں۔''اس نے کنی ہے کہااور وہاں '

ہے چکی گئی۔

اس کی عدم موجودگی میں زبیدہ نے نفیسہ کی منتیں کی تھیں اور نفیسہ نے ان سے وعدہ کرلیا تھا کہ وہ ربیعہ کومنالیں گی۔وہ ابھی غصے میں تھی ٹھیک ہوجائے گی۔ربیعہ نے اس رات کھانانہیں کھایاوہ ساری رات کمرے میں بیٹھی روتی رہی تھی۔

کہ رہیعہاس بارا نکارکردے،اس کے باوجودزینی کواس کےا نکار کے بارے بیس من کررنج ہوا تھا۔ کہ رہیعہاس بارا نکارکردے،اس کے باوجودزینی کواس کےا نکار کے بارے بیس من کررنج ہوا تھا۔

"مبارك باددينة آئي بهو؟"

اس نے رہیعہ کے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا، جب رہیعہ نے اس سے کہا۔وہ اپنی وارڈ روب کے کپڑے ٹھیک کررہی تھی۔زینی کواس کی بات چیجی۔

''میں کیوں مبارک باددینے آؤں گئ^{تہ} ہیں؟''

''تمہاری باتیں جو پیج ثابت ہوئی ہیں۔'' وہ کئی سے بولتی رہی ،زینی کودیکھے بغیر وارڈ روب میں کپڑے رکھتے ہوئے۔

''سب لوگ ویسے ہی نکل رہے ہیں جیسے تم کہتی ہو۔ تنہیں خوش ہونا جا ہے۔ تم تو لوگوں کے دلوں کا حال جانے لگی ہو۔'' وہ اس پر چوٹ

' دختهبیں خالہ کوا نکارنہیں کرنا جا ہے تھا؟'''' تمہاری بھی تو یہی خواہش تھی ۔''وہ اسی طرح بولتی رہی ۔

«میری خواہش کو چھوڑ و لیکن تم عمران کو پسند کرتی تھیں تہہیں اگراس سے شادی کاموقع مل رہاتھا تو تہہیں اس سے شادی کر لینی چا ہیے تھی۔"

"میرے لینہیں آئے تھےوہ یہال تبہاری دولت کی خاطر آئے تھے۔" ربعہ نے رنج اور غصے سے کہا۔

"توانہوں نے کیاالگ کیا؟ کوئی بھی تمہارارشتہ لینے آئے گاتو یہی کرے گا۔انہوں نے ایسا کہاتو کیا ہوا؟"

"اور میں کسی ایسی جگه شادی نہیں کرو<mark>ں گی ، جہاں میں تمہارا بیبیہ لے کر جاؤں۔"</mark>

زینی اس بار بول نہیں سکی ، رہیدے <mark>لہج میں زہر تھا۔</mark>

''اس گھر میں رہنا مجبوری ہے میری لیکن کسی ایسے گھر میں جانا میری مجبوری نہیں جہاں مجھے ساری عمرر ہنا ہےاوروہ گھر میں تمہارے حرام کے میسے سے نہیں بناؤں گی۔''

وہ زینی کے منہ پر جیسے طمانچے مارر ہی تھی۔ زینی چپ چاپ کھڑی اسے دیکھتی اسے منتی رہی۔

''میں تنہاری طرح ایک آ دمی کے نہ ملنے پرمزنہیں جاؤں گی۔تمہیں دکھاؤں گی انسان کیسے جیتا ہےتم میرے بارے میں فکرمندمت ہو، میں اپنی فکرتم سے بہتر کرسکتی ہوں۔''

"ابتم يهال ہے جاؤگى ياميں جاؤل؟"

زین ای طرح خاموثی ہے اس کے کمرے سے نکل آئی۔اس کے پاس رہیعہ کی ہر بات کا جواب تھا مگریہ موقع سوال جواب کانہیں تھا۔ وہ اس سے پچھ کہہ کراھے مزیدر نجیدہ کرنانہیں جا ہتی تھی۔

نیویارک چھوڑ کراوٹوا آتے ہوئے کرم علی کو بیاندازہ نہیں تھا کہ وہ امریکہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ آیا تھانہ ہی اسے وہ پیتہ تھا جوزندگی اس کے لئے آگے مطے کرمیٹھی تھی۔

وہ شروع میں ایک اپارٹمنٹ لے کرر ہاتھا گر چند ہفتوں کے بعد شوکت زماں کے اصرار پروہ اس کے گھر نتقل ہو گیا تھا۔ بعض دفعہ اسے شبہ ہوتا کہ وہ اسے ایک بیٹے کی طرح ٹریٹ کرتا ہے۔ پھر اسے لگتا وہ اسے ایک دوست سمجھتا ہے اور پھریک دم اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ اس کے لئے ایک ملازم سے زیادہ پچھنیں ، بیسائکل چلتی رہتی تھی۔

شوکت زمال ایک عجیب آ دمی تھا۔اس کی زندگی کے عجیب ترین انسانوں میں سے ایکاس نے کسی دولت مند آ دمی کو پیسے سے اتنی نفرت کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ نشے میں ہوتا تو با قاعدہ کا فیاں گا گا کر دولت اور دولت مندلوگوں کو کا فیاں دیتا اور جب ہوش میں ہوتا تو کرم علی کو سڑک پر ہرچھوٹا ہڑا کام کرتا شخص دکھا کراس کی قسمت پر رشک کرتا۔ ''یا پھراللہ مجھے بیاخبار بیچنے والا بنادیتا۔ دیکھوکتنی مزے کی زندگی ہےاخبارختم ، کام ختم جو پچھ کمایا اسی دن اڑا کرا گلے دن پھراخبار کے وہیں.....'' کے علم سے ناتے گاہ رمیس میں میں میں ناتے نئا ہو نہ یہ کا شخصے سریاری سے بری کا ایس سری سے دعل کے علم

وہ کرم علی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہوتا اور فٹ پاتھ پر نظر آنے والے ہر مخض کے کام کواپنے کام سے بہتر کہتا پھرا چا تک اسے کرم علی کی خاموثی کا احساس ہوتا۔

''اب تو سمجھے گامیں پاگل ہوں یا ہونے والا ہوں جو جی چاہتا ہے بچھ لے'' وہ اطمینان سے کہتا کرم علی ویسے ہی چپ رہتا۔

اب و بیاد کرنے کی بیان ہوں یا ہوت کرنا۔' وہ یک دم کرم علی کو قسیمت کرنے لگتا کرم علی کو غصر آتا بیسے تھا کہاں اس کے پاس جس سے اس '' دیکھوکرم علی پیسے ہے بھی بیار مت کرنا۔' وہ یک دم کرم علی کو قسیمت کرنے لگتا کرم علی کو غصر آتا بیسے تھا کہاں اس کے پاس جس سے اس کو بیاد کرنے کی فرصت مل یا تی۔

'' بیہ جو پیسہ ہے نااس کی گنتی اربوں کھر بوں تک جاتی ہے بلکہ اس ہے بھی آ گے جو چیز اربوں کھر بوں تک جائے نااس کی کوئی قدرنہیں ہوتی ۔ ویلیواس کی ہوتی ہے جوانگلیوں کی پوروں سے شروع ہوکر پوروں پر ہی ختم ہوجائے جیسے خون کے رشتے بہت بھی ہوں ناتو بس دونوں ہاتھوں کی پوریں ہی بھریاتی ہیں۔ایک آ دمی کا پیسہ اربوں کھر بوں ہوسکتا ہے رشتے اربوں کھر بوں نہیں ہوسکتےتو بس یا درکھنا جو چیز کم تعداد یا مقدار

ں پرریں مل بر پان بیں۔ بیت اون کا پیسے اربوں سر بوں اوست ہے رہے ، ربو میں ملے اس کی ویلیوزیادہ ، جوڈھیروں کے حساب سے ملے اس کی ویلیو کم۔''

ں سے ان ویپوریادہ ، بود بیروں سے صاب سے ہے اس ویپو ہے۔ وہ جب شجیدہ ہوتا تو مد بروں کی طرح باتیں کرتاایک بے ہودہ لفظ یا گالی کے بغیرشاندارانگلش میں خوبصورت تلفظ کے ساتھ

تھمبیر کیجے میں متاثر کن انداز کے ساتھ بے حدموز وں اور مناسب ترین الفاظ کے انتخاب کے ساتھاس وقت شوکت زمال شوکت زمال نہیں لگتا تھاکسی یو نیورٹی کا پر وفیسرلگتا تھا۔ کرم علی کوافسوس ہوتا اس نے شادی کیوں نہیں کی ۔ کر لیتا تو آج اس کی فیملی ہوتی جوشوکت زمال جیسے انسان کو پا کرخو د کوخوش قسمت تصور کرتی ۔

اس نےشوکت زمال سے زیادہ فیاض آ دمی جھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہر مہینے لاکھوں روپیہ پاکستان اور کینیڈ امیں مختلف خیراتی اداروں کو دیتا تھااوریہی نہیں وہ اپنے ملاز مین کی تنخوا ہوں میں اضافوں اور بونس کے معاطعے میں بھی اتنا ہی تنی تھا بہت کم ایسا ہوا تھا کہ شوکت زمال کے اداروں

تھااور یبی ہیں وہ اپنے ملاز مین کی تخواہوں میں اضافوں اور بوس کے معاطعے میں بھی اتنا ہی تی تھا بہت م ایسا ہوا تھا کہ تتولت زمال کے اداروں سے منسلک کوئی شخص کسی مالی ایشو کی وجہ سے نوکری چھوڑ کر گیا ہو۔ سے منسلک کوئی شخص کسی مالی ایشو کی وجہ سے نوکری چھوڑ کر گیا ہو۔

کرم علی نے بھی ایبادن نہیں دیکھا تھا جب شوکت زماں نے اس کے ساتھ سفر کیا ہواور رہتے میں بے مقصداس نے کسی نہ کسی کو پچھونہ ۔وہ۔ کیوں کرتا تھا؟ایں کا جواے کرم علی کو کساماتا اسے لگتاایں کا جواہ شوکت زماں کے باس بھی نہیں تھا۔

کچھ دیا ہو۔وہ یہ کیوں کرتا تھا؟اس کا جواب کرم علی کو کیا ملتاا سے لگتا اس کا جواب شوکت زماں کے پاس بھی نہیں تھا۔ وہ پاکستان سے شاعر بلوا بلوا کرکینیڈامیں مشاعروں پر لاکھوں روپینچرچ کرتا ہے گلوکار بلوا تااوران کے آگے چیچے بھرتا ہے کھی کرکٹ یاہا کی کے

کھلاڑیوں کے لئے تقریبات منعقد کرتا تو انہیں تحا نُف سے لا دریتا۔اوروہ بیسب کچھ دل سے کرتا تھا۔ وہ شاعروں کوان کے تمیں تمیں سال برانے وہ

اشعار سناسنا کر جیران کر دیتا تھا جووہ خود بھی بھول چکے ہوتے گلوکاروں کے پاس بیٹھتا تو آئییں ان کی ان غزلوں اور گیتوں کے حوالے دیتا جو آنہوں نے دس، دس سال پہلے بھی آیک آدھ بارگائی ہوں۔ کھلاڑیوں کے ساتھ ہوتا تو ان کے ہرچھوٹے بڑے دیکارڈ کی تفصیلات اسے از برہوتیں اور کرم علی چپ چاپ دوسر لے لوگوں کی طرح مرعوب اس کا چہرہ دیکھتار ہتا ہے لیقین کرتا کہ شوکت زماں نے پانچویں جماعت سے زیادہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔
وہ صرف اوٹو ایمیں نہیں بلکہ کینیڈ اکی ایشین کمیوٹی کے چند با اثر اور بارسوخ ترین مردوں میں شامل تھا جو تھر ان جماعت کے ہرفنڈ ریز نگ ڈ نرکا حصہ ہوتا اور اگر اسے دبچھی ہوتی تو یقینا وہ اس وقت کینیڈین پارلیمنٹ کا بیٹیس کینیڈین گورنمنٹ کا بھی حصہ ہوتا۔
کرم بھی کو این نہ گی ہیں ڈک کی تا تھا اور اگا ہے ذبیلی ان اس کا ظہار شوکت نہاں سے کہھی دیا تھا شوکت نہاں۔ زجوا آل سے دونوں

کرم علی کواس زندگی پررشک آتا تھااوراس نے پہلی باراس کا اظہار شوکت زمال سے کربھی دیا تھا۔ شوکت زمال نے جواباً اپنے دونوں کانوں کوہاتھ لگاتے ہوئے اسے تو بہ کرنے کوکہا تھا۔

> ''جیسی زندگی میں جی رہاہوں کرم علی ایسی زندگی اللہ کسی دشمن کو بھی ندد ہے۔'' کرم علی کا مند کھلے کا کھلارہ گیا تھا۔ آخر شوکت زمال کا مسئلہ کیا تھا۔اس وفت اسے لگا تھاوہ بے حد ناشکراانسان ہے۔ بیا سے بعد میں احساس ہوا تھا کہ شوکت زمال سے زیادہ شکر کرنے والا آ دی وہ دوبارہ بھی دیکھنے والانہیں تھا۔ بیا ہے بعد میں احساس ہوا تھا کہ شوکت زمال سے زیادہ شکر کرنے والا آدی وہ دوبارہ بھی دیکھنے والانہیں تھا۔

''برص ہے کتھے؟'' شوکت زمال نے اس دن اچا نک اس کی پنڈلیوں سے پچھا دیراس کی جینز کے مڑے ہوئے پانچوں کے بنچے سے جھلکتے برص کے داغوں کود کمھے کر یو چھاتھا۔

شوکت زماں کے ساتھ رہتے ہوئے اسے بی تیسراسال ہو چکا تھااوران تین سالوں میں برص اس کے تقریباً سارے جسم پر پھیل چکا تھا۔ صرف وہ حصہ بچاتھا جولہاس سے باہر رہتا تھااس کی کلائیوں سے پچھاو پر تک اس کے ہاتھ بخنوں سے پچھاو پر تک اس کی پنڈلیاں کالر بون سے پچھ نیچاو پر تک اس کا سینداورگردن اوراس کے چہرے کے سوااب اس کا پوراجسم برص کے سفید بدنما دھبوں سے ڈھک چکا تھااورکرم علی اب ان دھبوں کے اپنے چہرے،گردن ، ہاتھوں اور پیروں پرنمودار ہونے کا منتظر تھا۔

۔ عجیب بات تھی جوخوف اور صدمہ اسے لڑکین میں ان دھبوں کود کھے کر ہوا تھا اور جو بعد میں ہمیشہ ان دھبوں کے نظر آنے پرمحسوس ہوتا رہا تھاوہ ان تین سالوں میں نہیں ہوا تھا۔ وہ عارفہ کے اس کی زندگی سے نکل جانے کے بعد بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ عام شکل وصورت کا مرد تھا صرف عارفہ کا وجودتھا، جس نے اس کی زندگی کے پچھسال اسے اپنی نظروں میں بہت خوب صورت بہت اہم کردیا تھا۔ اتنا خوب صورت کہ وہ چاہتا تھاوہ برص اس کے وجود کو داغدار نہ کرے۔ تا کہ عارفہ کو بھی اس سے گھن نہ آئے۔ وہ اپنے وجود کو ان دنوں عارفہ کی نظروں سے دیکھا کرتا تھا اور اب جب وہ اس کی زندگی سے نکل گئی تھی تو کرم علی کو جیسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑنے والاتھا کہ برص کے وہ داغ اسے بدصورت بنادینے والے تھے۔

> '' ہاں؟'' کرم علی نے مختصراً کہاوہ شوکت زماں کے ساتھ اس کے لان میں موجودگھاس کا ٹ رہاتھا۔ ویں میں میں تین نے 15 ہے ۔ میں میں میں نہ میں میں تین اس کے الان میں موجودگھاس کا ٹ رہاتھا۔

''علاج كروايا تونے؟''شوكت زمال نے اس سے يوجھا۔

" کیوں؟"

''پہلے پینے ہیں تھے۔''

"اوراپ؟"

"اب پروائبیں ہے۔"

'' کیوں پر وانہیں ہے؟ بیمرض پھیلتا ہے۔ تیراسارا چبرہ خراب ہوجائے گا کرم'' خاموثی ہے گھاس کا نے والی مشین چلا تار ہا۔

'' میں کیا کہدر ہاہوں تجھے سےنوکری سے نکال دوں گامیں تجھے۔اگرمیری بات نہ مانی تونے۔'' شوکت زمان نے غرا کراس سے کہا۔

" کوئی بات نہیں ۔ "آ رام سے کہد کر پھراپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

''اوئے کرم علی تو کس طرح کا بندہ ہے یار ۔۔۔۔۔ مختبے احساس ہی نہیں ہے کوئی خیال ہی نہیں ہے اپنا۔''شوکت زمال بیک دم شنڈ اپڑ گیا۔

''خیال تو آپ کوبھی نہیں ہے اپنا'' کرم علی نے اس کے انداز میں جواب دیا۔

شوکت زیاں کچھ دیر کچھنیں بولا پھراس نے کہا۔

'' ہاں نہیں ہے پربعض دفعہ سوچتا ہوں کرنا چاہیے تھا۔توجوان آ دمی ہے ابھی میرے جیسی غلطیاں مت کرنا زندگی بربا دکرنا بڑا آ سان کام گار میں اس میں اس کے مصروفتا ہوں کرنا چاہیے تھا۔توجوان آ دمی ہے ابھی میرے جیسی غلطیاں مت کرنا زندگی بربا دکرنا بڑا آ سان کام

ہوتا ہے۔ پر زندگی کوسنجال سنجال کر رکھنا ہڑا مشکل کام ہے۔ تو مشکل کام کرنا آسانی کی طرف مت جانا۔''

''زندگی کو بر باد کرنامجھی آسان کام نہیں ہے۔ اپنی زندگی کو۔''

كرم على نے گھاس كا منے والى مشين روكتے ہوئے كہا۔

''میں علاج کرواؤں گا تیرا۔''شوکت زماں نے اس کے سوال کا جواب دیے بغیر کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیا کہتے ہیں بیدواغ مجھے کچھ بھی نہیں۔"

'' داغ داغ ہوتا ہے کرم علی ۔ پچھ نہ بھی کہے تو بھی بہت کچھ کہتا ہے تو مٹاسکتا ہے اب تو بچھے مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

شوکت زمال نے جیے تنبیبہ کرنے والے انداز میں کہا۔

''اتنی نوازشیں کیوں کرتے ہیں آپ مجھ پر ، مجھ سے کیا ملے گا آپ کو؟'' کرم علی نے قدرے مضطرب انداز میں کہا۔

" برآ دی برکام کی بدلے کی آس میں نہیں کرتا۔ "شوکت زمال پھر مدیر اندموڈ میں آگیا تھا۔

'' تو میرے ساتھ نیکی کے بدلے نیکی کرےگا۔اس کی مجھےامیداورتو قع ہے، وہ بھی تونہیں کرےگا تو میں پچھنیں کہوں گا تجھ ہے، میں

نے تواپنے گھر والوں کو بھی پچھنیں کہا تو تو پھر پرایا آ دی ہے کرم علی۔''

اس نے شوکت زماں کے منہ سے پہلی بارگھر والوں کا ذکر سناتھا۔اس کا چونکنالا زمی تھا۔'' گھر والے؟ گھر والے ہیں آپ کے؟''شوکت

زماں جیپ جاپ بیٹھاشراب کا پیگ بنا تار ہا۔ایک لفظ ہو لے بغیر جب تیار ہو گیا تواسے اٹھانے سے پہلے اس نے کہا۔ ''میں ہی گھروالے کہتا ہوں وہ تو کوئی رشتہ نہیں بناتے مجھ ہے۔''اس کی آواز میں دکھنہیں تھا کوئی اور چیز تھی۔

''خاندان ہے میراوہ۔'' وہ''میرا ہے'' پراٹکا۔اس نے شراب کا پیگ حلق سے انڈیل لیا۔ کرم علی ساکت بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔اب وہ شوکت زمال سے کیا کہانی سننے والاتھا۔

"كهال بين؟" كرم على نے برس محتاط ليج ميں كها۔

''ادھرامریکہ میں نہیں۔ایک بیٹا فیکساس میں ایک آئل ریفائنری میں انجینئر ہے۔ دوسرا نیویارک میں ایئر فرانس کا انٹیشن میٹجر ہے۔ بیوی نے دوسری شادی کر لی تھی۔ دوسرے شوہرہے بھی چار بچے ہیں اس کے۔۔۔۔'' وہ اب بتار ہاتھا کرم علی کے کسی سوال کے جواب کا انتظار کیے بغیر۔

''یوی پندی نبین تھی میری، میرے خاندان کی ہے وہ گر میں اپنی ایک کزن سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ پورا خاندان جانتا تھا۔ میری بیوی بھی جانتی تھی۔ لیکن ماں باپ نے اس کزن سے رشتہ نبیں کیا۔ وہ زیادہ خوبصورت نبیل تھی۔ بیتی، انہوں نے اس کے ساتھ کر دیا۔ میں نے شادی تو کر لی ماں باپ کے اصرار پر، پر شروع کے سالوں میں بڑا تنگ کیا ہے۔ یہاں کینیڈ اتو لے آیا گر یہاں آ کر بہت مارتا پیٹتا تھا ہے، پیٹیں کیا ہو گیا تھا تب مجھے میں ماں باپ کا سارا غصداس پر نکالتا تھا۔ ایک گرل فرینڈ بھی رکھ لی تھی میں نے اس کی ضد میں، کئی گئ دن گھر نہیں آتا تھا۔ دس سال ای طرح گزرے پھر بھر بس اس نے ڈائیوورس لے لی بچ بھی اس طرح گزرے پھر بھر بس اس نے ڈائیوورس لے لی بچ بھی لے بعد میں دوسری شادی کرلی۔''

بات کرتے کرتے وہ پھرا ٹکا۔اس نے بےربط انداز میں بات ختم کی پھر کیے بعد دیگرے بےصد تیزی سے نئے پیگ چڑھائے کرم علی اس کا چہرہ دیکھتار ہا۔اسے شوکت زمان پرترس آیا تھا اس کے لیے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔وہ واقعی بدقسمت تھا کم از کم اس کے خیال میں.....گروہ اسے بدقسمت ہی سمجھا تھا ظالم نہیں،اس نے غلطیاں کی تھیں اوران غلطیوں کی سز ابھگت رہا تھا۔

''آپ نے دوسری شادی کیوں نہیں کرلی؟'' کرم علی نے کچھ تو قف کے بعد کہا۔

''بیٹوں سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں؟''

''انہیں ضرورت نہیں ہےاب میری، نہ میری نہ میری دولت کی۔ وہ کہتے ہیں میری زندگی میں انہیں میرا پیسنہیں چاہیے ہاں میرے مرنے کے بعدد کیکھیں گے۔''

کواس طرح کیے چھوڑ سکتا ہے۔

پھیاتا ہوا برص رک گیا تھا۔ لیکن کرم علی کو ابھی یقین نہیں تھا کہ اس رکنے کی وجہ علاج تھایا پھیلنے میں وقفہ آیا تھا گر جو بھی تھا وہ شوکت زمال کا مشکور تھا۔

اس نے اس کے علاج پر بھاری رقم خرج کی تھی اور بیاسی علاج کے دوران تھا جب شوکت زمال بیک دم بیار پڑ گیا تھا اور یہ بھی کرم علی کواسی دوران پھ
چلا کہ وہ بہت عرصے سے کسی مرض کے علاج کے لیے سرتو ڈکوشش کر رہا تھا۔

شوکت زمال کو کیا مرض تھا۔ یہ کرم علی نہیں جانتا تھا گراس کی ایک دم بھڑتی ہوئی حالت اوراس کے ہاسپیل جانے سے اجتناب نے کرم
علی کو پر بیٹان کردیا تھا۔ اس نے شوکت زمان کوز بردی ہاسپیل لے جانے کی کوشش کی اور تب بی شوکت زمان نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ ان آئی وی

ا گلے سال کے آخرتک اسے پیۃ چل گیا تھا کہ کوئی باپ کواس طرح کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ شوکت زماں نے اس کا علاج کروایا تھا۔

علی کو پریشان کردیا تھا۔اس نے شوکت زمان کوزبردی ہاسپیل لے جانے کی کوشش کی اور تب بی شوکت زمان نے اسے بتادیا تھا کہ وہ ان آئی وی پازیٹو تھااور پچھلے پندرہ سالوں سے اس مرض میں گرفتارتھا۔ پندرہ سال تک اپنے بیوی بچوں کے لیے شدید دہنی اور جسمانی اذبیت کا باعث بنے رہنے کے بعد بیاس بیاری کا انکشاف ہی تھا جس

پدرہ میں تبدرہ میں ہے بیوں بچوں سے سے سازید دہی ہور جسمای ہویت و باعث ہے رہے ہے بعد بیاس و ہسمات ہی ھا ہیں نے شوکت زمال کو یک دم موت کے خوف سے متعارف کروایا تھا بیاری کیاتھی؟ کیوں تھی؟ اوراس کا علاج کیا تھا؟ شوکت زمال نے علاج کے لیے سرتو ڑکوشش شروع کر دی تھیں اور جوں جوں وہ اس بیاری کے علاج کے لیے دنیا میں پھرتا رہا اے احساس ہوتا گیا کہ اس کی بیاری لا علاج ہے۔ لیکن بیاری دا ہے کہ بڑے کرے گی کوئی نہیں وہانیا تھا۔ ڈاکٹر تک نہیں۔

لکین بیاری اے کب ہڑپ کرے گی ہیکوئی نہیں جانتا تھا۔ ڈاکٹر تک نہیں۔ شوکت زماں نے اس وقت زندگی میں پہلی بارشا یدا ہے بچوں اور بیوی پررتم کھایا پہلی باراسے احساس ہوا کہ وہ اس کی وجہ ہے اس کی طرح موت کا شکار ہو سکتے تھے اورشوکت زماں نے انہیں بیاری کے بارے میں آگاہ کرنے کے بجائے کیک دم غائب ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ بیوی

اور بچوں کورو ہے بھجوا تار ہا گرخود وہ اگلے کئی سال تک ان کے پاس نہیں آیا اور بیدہ سال تھے جب اس کے دونوں بیٹے باری باری یو نیورسٹیز میں چلے گئے اور یہی وہ وقت تھا جب اس کی بیوی نے اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا تھا۔ وہ کینیڈ امیں ہی کسی دوسرے پاکستانی سے شادی کرنا جا ہتی تھی۔ شوکت نے کسی نچکچا ہٹ کے بغیراس کا بیمطالبہ بھی پورا کردیا۔ تب تک علاج کی ہے در پے کوششوں کے بعد کم از کم اسے بیدیقین ہوگیا تھا کہ اس کے اپنی اولاد کے پاس جانے سے سماتھ رہنے سے کم از کم ان میں سے کسی کو یہ بیاری نہیں ہوسکتی تھی مگر شوکت زمال کو بیا ندازہ نہیں تھا کہ اس نے اپنی

اندراتن ہمت اور جراُت پیدا کرنے اوراپے خوف سے لڑنے میں جتنا وقت لیاتھا وہ وقت ضرورت سے بہت زیادہ تھا۔ اس کے دونوں بیٹے اس سے شدید نفرت کرتے تھے۔اس سے ملاقات میں اس کی بیاری کے انکشاف نے اس کے لیے کسی ہمدردی کو پیدا کرنے کی بجائے ان کی اس سے نفرت کو بڑھا یا تھا۔ان کا یقین تھا کہ باپ اس بیاری کے خوف سے اب اپنی خدمت کے لیے ان کے پاس رہنا

پیدہ ترے ں بہاے ہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اگلے پانچ سال شوکت زمال کوکار و بار میں ریکارڈ منافع ہوااور شوکت زمال اپنے بیٹوں کی محبت اور ول جیتنے کے لیے سرتو ڈکوشش کرتار ہا۔
لیے سرتو ڈکوشش کرتار ہا۔
اس میں ان دونوں کو ہر ماہ لاکھوں کے حساب سے پیسے بھوا نا بھی شامل تھا۔ وہ دونوں اس کے چیک لے لیتے تھے اور زیادہ سے زیادہ یہی

احسان تھاجووہ شوکت زمان پرکرنے پرتیار تھےاورشوکت زماں اپنی فرسٹریشن میں ایک دن اپنی سابقہ بیوی کے ہاں جھکڑا کرنے پہنچے گیا کیونکہ اس کو

سکتا تھا کہ وہ شوکت کواتنی آ سانی ہے اس اذبیت ناک موت کا سامنا کرنے دیتا۔ '' کیا؟ واقعی کچھنیں ہوسکتا؟''اس نے بے بسی کے ساتھ شوکت سے پوچھا۔ '' ہوسکتا ہے۔۔۔۔۔اگرتم مجھے مارڈ الو۔'' وہ اس کی تجویز پر دھک ہےرہ گیا تھا۔اسے لگا شاید شوکت اس کے ساتھ مذاق کررہا تھا۔ اڑالوں تو مجھ پر بیاحسان کر دے۔ سمجھ کہ بیاحسان کر کے تو میرے سارے احسانوں کا صلہ دے دے گا۔'' شوکت زمان اب گز گزار ما تھا۔ ''میں، میں بنہیں کرسکتا آپ تو آنہیں کرسکتا۔'' کرم علی نے خوف کے عالم میں کہا. '' یو آنہیں ہے بیر ہائی ہے، تو پانچ وقت کا نمازی ہے۔ نیک مومن آ دمی ہے۔میرا گلاگھونٹ دے گا تو تیرا کیا جائے گا؟'' وہ پھر تھا۔ پھرشوکت زمال نے اسے کیا سمجھ کریہ بات کہی تھی۔اسے شوکت زمان پررتم بھی آیااور غصہ بھی۔ کے عالم میں مارنا شروع ہوجا تا۔انمہینوں میں کرم علی کےعلاوہ اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔شوکت زماں کی حالت دن بہدن خراب ہوتی جار ہی تھی

'' یہی ہوگا جو ہور ہاہے۔ای طرحای طرح میراجسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بنتا جائے گا، ہرطرح کی بیاری لگے گی مجھےاور میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کرسسک سسک کرمرجاؤں گا۔''شوکت زمال نے مجیب مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ کرم علی کی آنکھوں میں بےافتیار آنسوآ گئے۔ابیا کیے ہو

روز سمجھ میں نہیں آیا۔ شوکت زمال کی اس بیاری کااس کے حلقہ احباب میں کسی کو پیتنہیں تھا، پنتہ ہوتا تو وہ سب شوکت سے کتر اتے باشاید بھا گئے گئے۔ ''اب کیا ہوگا؟'' کرم علی نے شوکت زماں سے یو چھاتھا۔اس کے زرد، مدقوق اور بیار چبرے کود کیے کر۔۔۔۔۔اگر کوئی علاج نہیں ہے تو پھر کیا ہو گا؟ كرم على كوبے حدتشويش تقى بشوكت كى موت كا خيال اسے ہولا رہا تھا۔

نهیں کی جتنی وہ پہلے کرتار ہاتھا،ان کا قصور نہیں تھا۔قصور شوکت زمال کا بھی نہیں تھا۔قصور کس چیز کا تھا۔قسمت کا؟ حالات کا؟ پیسے کا؟ یہ کرم علی کواس

'یفین تھا کہوہ اس کے خلاف مسلسل ان کےاندرز ہر بھرر ہی تھی۔اس جھگڑے کے بعداس کے بیٹوں نے دوبارہ بھی اس کے چیک وصول نہیں کیے نہ

اس نے اس دن کرم علی سے پچھنہیں چھیایا تھا۔ پچھیلی بار کی طرحکرم علی نے اس دن شوکت زماں کی اولا دے لیے اتنی نفرت محسوس

ہی شوکت زمان کی کوششوں کے باوجوداس سے ملنے پر تیار ہوئے۔

كرم على بچفركے بت كى طرح اس دن جيفا شوكت كے انكشاف سنتار ہاتھا۔

''میں بڑا بزول آ دمی ہوں کرم علی اتنی ہمت نہیں ہے مجھ میں کہاہنے ہاتھوں زہر پی لوں ،اپنے ہاتھوں پھندہ ڈال لوں۔ یا خود کو گو لی سے

کرم علی کچھ کہنے کے بجائے اٹھ کر کمرے ہے چلا گیا۔وہ شوکت زمال کو کیسے مارسکتا تھااور شوکت زمال کو کیاوہ تو کسی کوبھی نہیں مارسکتا

ا گلے کئی مہینے شوکت ای طرح گز گزاتا اس ہے رحم کی بھیک مانگنار ہاتھا، ہر باراس کے انکار پروہ اسے گالیاں دیتار ہابعض دفعہ بے بسی

اور پھروہ وفت بھی آ گیا تھاجب وہ اپنے بستر ہےاٹھ کرکہیں چلنے پھرنے کی ہمت نہیں کریار ہاتھا۔وہ ساراسارادن بستریریڑا کراہتار ہتایا پھرکرم ملی

` کوگالیاں دیتار ہتا۔اس نے الیی موت کی خواہش نہیں کی تھی ۔ کرم علی نے اس کےسارے بلانز پرپانی پھیردیا تھا۔ کینیڈامیں اس کے تمام حلقہ احباب کواس کی بیاری کے بارے میں پیتہ چل چکا تھااور اس کی بیاری کے انکشاف نے یک دم اسے جیسے سب کے لیے اچھوت بنا دیا تھا۔اس کے غیرمککی دوستوں کے علاوہ کسی نے شوکت کی عیادت کے لیے، ملنے کی کوشش نہیں کی تھی۔وہ سارے کھلاڑی،شاعر ادیب بگلوکارجنهیں شوکت اپنادوست کہتا تھااور جن پرتھا کف کی ہارش کیا کرتا تھااور جوشوکت کوشوکت زمال نہیں''شوکت بھائی'' کہا کرتے تھےان میں ہے کسی ایک نے بھی شوکت ہے آ کر ملنے کی کوشش تو ایک طرف اسے فون کال کرنے کی زحمت تک نہیں کی تھی ۔ شوکت زماں جب تک"میلہ" لگا تا تھا سب'' مشیلہ' نگانے کے لیے آ جاتے تھے جب وہ بازار سجانے کے قابل نہیں رہاتو دنیا کسی اور شوکت زماں کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھی۔ کرم علی کولوگوں کے رویے پر دکھ تھا مگرشوکت زمال کونہیں تھا۔ وہ جیسے اپنے مستقبل کا حال بہت پہلے جان چکا تھااور مستقبل کے اس حال میں لوگوں کے بیسارے رونے بھی شامل تھے۔اس کے باوجوداہے کسی سے گلنہیں تھا۔سارے شکوے کرم علی سے تھے جس کے اس نے اسنے کام کیے جس پراس نے اتنے احسان کیے مگروہ اس کا ای<mark>ک'' چھوٹا سا''معمولی سا کام کرنے پر تیار نہیں تھا۔</mark> '' کوئی قیمت لے لے مجھے سے اس کام کی ۔''شوکت زماںاس دن پھر گڑ گڑ اتے ہوئے کہدر ہا تھااور پھراس نے کرم علی کووہ آفر کی

تھی جس نے کرم کے ہاتھ یاؤں پہلی بار شنڈے کردیے تھے۔ '' دیکھ کرم علی! میں اپنی ساری جائیداد تیرے نام لکھ دیتا ہوں۔ یہ بھی لکھ دیتا ہوں کہ میں اپنی مرضی سے خود کشی کررہا ہوں میری موت کا ذ مہ دار کسی کونہ تھہرایا جائے تو بس زہرلا کر مجھے پلا دے۔سارا کچھ تیرے نام کر دوں گا! ایک ایک چیز ،تو سوچ مرتو میں نے ویسے بھی جانا ہے پرتو

مرنے میں مدد کردے گا تو تیری زندگی بدل جائے گی۔ ورنہ میرے بعد پھر دھکے کھا تا پھرے گا۔ وہ کرم علی سے Mercy Killing کی بھیک

كرم على دم ساد مصاس كے پاس جيفا ہوا تھا آج سے پہلے اس نے كرم على كوبيآ فرنبيس كى تھى۔

پیلے گلا بوں کا وہ سلسلہ صرف پیلے گلا بوں پرنہیں رکا تھا کسی نام اورایڈریس کے بغیرزینی کے لیے انہیں دولفظوں For Zaini کے ساتھ بہت کچھآ تار ہاتھا۔اس کی ہر پہندیدہ چیزاس کے پہندیدہ رنگ ہر بارایسا کوئی تحفہ کچھ دریے لیےزینی کو الجھادیتا تھا۔ پیتنہیں کیوں ہر بارا یسے تکسی تخفے کو ہاتھ میں لینے پراسے سب سے پہلا خیال شیراز کا ہی آتا تھا۔ایک عجیب سی چیب می تکلیف کا حساس ہوتا تھا ہے، وہ جانتی تھی وہ شیراز کا بھیجا ہواتحذ نہیں تھا۔اور یہ یقین اسے کیوں تھاوہ اس کی بھی وجہ جانتی تھی۔

اس نے بھی بیہ پیتہ کروانے کی کوشش نہیں کی تھی کہوہ تھنے اسے کون کہاں ہے بھجوا تا تھا۔ نہ ہی سلطان نے اس پرتوجہ دی تھی ادا کاراؤں کو بہت سےلوگ بہت کچھاس طرح بھیجا کرتے تھے۔ پہلے بے نام پھراپنے وقت پروہ سامنے آ جاتے تھے۔سلطان کوبھی انتظارتھا کہ تخفے تھیجنے والاوہ تشخص کب اور کس وقت سامنے آتا ہے۔ ۔ ایک لیے جو سے کے بعداس نے بالآخر پہلی بار چاگلیٹس کی ایکٹرے کے ساتھ اپناا ٹیرلیں اورفون نمبر بھیجاتھا۔وہ ای شہر کا تھا۔سلطان نے اپنی ڈائری میں وہ اٹیرلیں اورفون نمبرنوٹ کرلیا تھا۔اسے یقین تھا بہت جلدوہ شخص اپنا نام بھی اپنے تخفے پر لکھ بھیجنا۔ آخر کوئی کب تک یوں خاموثی سے تخفے بھجواسکتا تھا۔

> اوروہ ابھی اس ایڈریس اورفون نمبر کولکھ کرفارغ ہوا تھاجب زین نے اس کے پاس آئے چاکلیٹس کی ٹرے اٹھالی۔ '' یہ بھی اس نے بھیجے ہیں؟''زینی نے مسکراتے ہوئے چاکلیٹ کی ٹرے کھولی۔

'' آپ کو کیسے پیۃ چلا؟'' سلطان نے حیرانی سے زین کو دیکھا جوایک چاکلیٹ اپنے مندمیں ڈالتے ہوئے مسکرار ہی تھی۔وہ اب دوسرا حاکلیٹ نکال کرسلطان کو دے رہی تھی۔

"ایڈرلیں اور فون نمبر ہے اس بار نام نہیں ۔" وہ مزید ہولی ۔

''لیکن آپ نے بتایانہیں آپ کو کیسے پیتہ چلا؟''سلطان نے اپناسوال دہرایا۔

''بتادوں گی۔''زین نے ٹرےلا پروائی سے میز پرر کھوی۔ ''ایڈریس پیعۃ لگ گیا ہے توشکر سے ہی اداکر دیں۔''

میرس چیزکا؟ میں نے اس نے ہیں کہا کہ مجھے بیرس کھے بھیجے۔'' ''کس چیز کا؟ میں نے اس نے ہیں کہا کہ مجھے بیرسب کھے بھیجے۔''

'' زینی اب سگریٹ سلگاتے ہوئے کمرے میں چکر لگار ہی تھی۔

''لیکن جب کوئی اتنی محبت کرنے لگے تو'' سلطان کو تبجھ میں نہیں کہ وہ یک دم غصے میں کیوں آ گئی تھی۔

''میرےسامنے بھی محبت کا نام مت لینا۔''وہ جیسے غرائی تھی۔

'' میں تو صرف بیکہ رہاتھا کہ میخص اپنے دل میں کوئی خاص گوشہ تو رکھتا ہوگا آپ کے لیے کہ استے تنحا کف بھجوار ہاہے۔'' سلطان نے

گڑ ہڑا کر کہا۔

'' ہاں، بیمرد بھی مجھےاسکرین پردیکھ کر مجھ پر فدا ہو گیا ہوگا۔اس کی جیب میں بھی چار پیسے ہوں گےاوراب بیان تحفوں کے ذریعے میرے لیے جال بچھار ہاہے تا کہ میں کا نٹانگلنے والی مچھلی کی طرح بچنس جاؤں۔'' زینی نے تلخی سے کہا۔

"بوسكتاباس كوواقعي آپ سے محبت بور"

'' کوئی محبت کی حقیقت کو پری زاد سے بہتر نہیں جان سکتا۔''اس نے سلطان کی بات کاٹ دی۔

سلطان نے چونک کرزینی کا چیرہ دیکھا۔

"بمجھی کی ہے محبت؟"

وہ کمرے کے چکرلگاتے لگاتے رک گئی۔ بہت دیر خاموثی ہے سلطان کا چیرہ دیکھتے رہنے کے بعداس نے کہا۔

''محبت کی ہوتب ہی کوئی محبت سے اتنی نفرت کرتا ہے۔'' سلطان نے بڑے بجیب سے لیجے میں کہا۔ زین صوفے پر بیٹھ گئی۔ '' یہ جو بازار میں سکتے کئے کے مردول کے سامنے آ کر بیٹھ گئی ہوں۔ یہ محبت کی وجہ سے ہی ہے۔'' سلطان کچھ بول نہیں سکا۔وہ اسنے مہینوں میں پہلی باراس کے سامنے کھل رہی تھی۔

· ' كون تفاوه؟ ' سلطان نے بمدردانه ليج ميں يو جھا۔

'' ایک برواا فسر ہے۔ایک بہت بروے آ دمی کا داما دجس کی دولت مند بیٹی کواپنانے کے لیےاس نے زینب کے وجود کو بےمول کر دیا۔'' سال میں ماث میں میں میں میں تاہمیں میں سے میں سے میں میں میں میں ہے۔

وہ سگریٹ الیش ٹرے میں مسل رہی تھ<mark>ی ۔سلطان بہت دیر پچھ نہی</mark>ں بولا۔

"يادا تاج؟" بهت در بعداس فرين سے بوچھا-

"وهسكريث كاده بجه كلا عكوايش رعين باربار سكتي ربي-

''بہت آتا ہے۔ ہر بار جب کوئی مردمیرے قریب آتا ہے۔ ہر بار جب میں کیمرہ کے سامنے لباس کے نام پر چیتھڑے پہن کر کھڑی ہوتی ہوں ہر بار جب میں نشتے میں مدہوش کی مرد کے مندہے جھوٹا اظہار محبت نتی ہوں تو بہت یاد آتا ہے، مجھے بار باریاد آتا ہے۔''

اس کے کہجے میں آ گٹھی اور آ تکھوں میں نمی۔

''اس نے حچھوڑ دیایا دھوکا دیا؟''

"دونول کام کیے۔"

''کس لیے؟''سلطان نے بےساختہ کہا۔

زینی نے جوابنہیں دیا۔وہ صوفے پر پڑاا پنا شولڈر بیگ کھو لنے لگی پھراس میں سےنوٹوں کی بہت می گڈیاں نکال کراس نے سلطان کے سامنے ٹیبل پر پھینک دیں۔

''اس کے لیے۔''اس نے کخی سے کہہ کرایک اور سگریٹ سلگانا شروع کر دیا۔

سلطان نے بے حدر نج سے اسے دیکھا پھرنوٹوں کی گڈیاں سمیٹنے لگا۔اس نے پری زاد کو بھی اس موڈ میں نہیں دیکھا تھا۔

"كينيدُا يكونى پرودُ يوسر يا في كروژ كى فلم بنار با ہے اس سال ."

سلطان نے نوٹوں کی گڈیاں ایک بار پھراس کے پرس میں رکھنی شروع کردی تھیں۔زینی اسی طرح سگریٹ پینے ہوئے کمرے کے چکر لگاتی رہی۔

'' ہر ہیروئن اس فلم میں کاسٹ ہونے کے لیے اپروچ کررہی ہے۔'' سلطان نے اسے مزید بتایا۔

"كون يرود يوسر ب جوكينيدات اپناياني كرور ديوني آربائ يهان؟"زين في استهزائيا ندازيس كهار

''میں نے تو پہلے کینیڈ اے کسی پروڈ یوسر کا ذکر نہیں سنا۔'' ۔ میں انتا

'' ہاں یہ پہلی فلم ہےاس کی ۔ساری شوئنگ بھی وہیں ہونی ہےاس کی ۔''بہت بڑا یونٹ جائے گاوہاں۔''وہ اسے بتار ہاتھا۔

""تم مجھے کیوں بتارہے ہو؟" زینی نے ایک دم چونک کرکہا۔

'' بے وقوف ہوں اس لیے۔''سلطان جھلا کر بولا۔'' کہا بھی ہے کہ للم انڈسٹری کی ہر ہیروئن اس فلم کے لیے ہاتھ یاؤں مارر ہی ہے۔''

''اورتم چاہتے ہو۔ میں بھی اس لائن میں لگ جاؤں۔''

اورم جا ہے ہو۔ یں گن اگراس میں آپ کے بجائے کوئی اور کاسٹ ہوگئی اور بیلم ہٹ ہوگئی تو مصیبت پڑ جائے گی آپ کو۔ اور '' پانچ کروڑ کی فلم ہے پری جی!اگراس میں آپ کے بجائے کوئی اور کاسٹ ہوگئی اور بیلم ہٹ ہوگئی تو مصیبت پڑ جائے گی آ ۔ . .

پی روری ہے پر بات ہے۔ اور ہے۔ اور ہے۔ اب کی میں ہیں۔ بات میں اس پروڈ یوسرے کا ملیک کی کوشش کررہا ہوں پھر آپ کی بات مجھے بھی۔ کشتی ڈولنے لگے گی ہماری۔ بیللم آپ کواور صرف آپ کو ملنی جا ہے۔ میں اس پروڈ یوسرے کا ملیک کی کوشش کررہا ہوں پھر آپ کی بات

بھی کرواؤں گا۔''سلطان نے کہا۔

'' کون ڈائر یکٹ کررہا ہے اس فلم کو؟'' وہ اس طرح کمرے میں ٹہلتے ہوئے سلطان کی بات پرغور کررہی تھی۔وہ غلطنہیں کہدرہا تھا۔اسے فلمک صلا کے نام کہ اتر مان میں اور ان میں متد

اس فلم کوحاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے جا ہیے تھے۔

"شكر بانور حبيب نبيس كرر ہا۔" زين نے ملكاسا قبقهدلگاتے ہوئے كہا۔

''نواز پراچہ کے ساتھ تو میں پہلے ہی دوفلمیں کر رہی ہوں۔'' وہ تو ویسے ہی مجھے اس فلم میں لے لے گا۔اچھے تعلقات ہیں میرے اس کے ساتھ۔''زینی نے پچھ طمئن ہوتے ہوئے کہا۔

''اس غلط بھی میں مت رہے گا پری جی!''سلطان نے اسے خبر دار کیا۔

'' نواز سے پہلے ہی بات کر چکا ہوں ۔۔۔۔اس نے کہا ہے کہ پر وڈیوسر ہیروئن اپنی مرضی کی رکھےگا۔'' سلطان نے بتایا تو زین سگریٹ منہ سے نکال کر بےاختیار ہنسی۔

'' اپنی مرضی کی۔''اس نے سلطان کے پاس آ کرصوفہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

'' فکرمت کروسلطان!اس فلم میں میرےعلاوہ کوئی نہیں ہوگا۔ کیا نام ہےاس پروڈیوسر کا؟''

'' کرم علی!'' سلطان نے اس کے پاؤں دباتے ہوئے کہا۔

''کرم علی ''وہاس کا نام دہراتے ہوئے پچھسو چنے لگی۔

وہ اس رات سول سروسزا کیڈی کے کسی سالانہ فنکشن میں شرکت کے لیے سعیدنواز کے ساتھ وہاں آیا تھا۔ شینا کوبھی اس فنکشن میں آناتھا گر ہمیشہ کی طرح اس نے آخری لمحات میں یہاں آنے کے بجائے کہیں اور جانا'' پسند'' کیا۔ وہ سعیدنواز کا داماد نہ ہوتا تو شاید اسے تقریب میں آنے کا موقع بھی ندملتا۔ وہ سینئر آفیسرز کی گیدرنگ تھی۔ وہاں جونیئر آفیسرز وہی تھے جوابے اپنے خاندانوں کی وجہ سے وہاں موجود تھے اور سعیدنواز ۔ کبھی اسےالی جگہوں پرلا نانہیں بھولتا تھااوروہ بھول بھی جاتا تو شیرازخوداسے یادکروادیتا۔وہ جینے تعلقات اور شناسا ئیاں ایک گیدرنگ سے بناسکتا تھا۔ پورےسال میں بھی نہیں بنایا تا۔

"میں آج صرف پری زاد کی وجہ سے آیا ہوں۔"

شیراز کے ہاتھ سے ڈرنک کا گلاس چھوٹتے بچا۔ وہ جس ڈنرٹیبل پرتھا، وہیں پر پچھآ گےاس نے تقریباً اپنی ہی عمر کے کیکن اس سے ایک دوکامن سینئرآ فیسرز میں ایک کو کہتے سنا۔

چند لحول کے لیےاسے لگا تھا،اس کا دل اچھل کر باہر آ گیا ہے۔

''پری زاد کاوہاں کیا کام تھا؟''اس کے دل میں بےاختیار خیال آیا پھر جیسے اس نے تھیجے گی۔''زینی وہاں کیا کرنے آرہی تھی؟'' ''تو تمہارا کیا خیال ہے۔ میں کس لیے آیا ہوں؟ سب پری زاد کے لیے ہی آئے ہیں یہاں۔کتنی ویر ہے اس کی پرفارمنس میں؟'' دوسرے آفیسرنے جواباً کہا تھا۔

" پیتہیں، میں نے پروگرام چیک نہیں کیالیکن ظاہر ہےسب سے لاسٹ ہی ہوگی۔"

شیراز نے اپنے سامنے ڈنرٹیبل پر پڑے پروگرام کارڈ کو کھول کردیکے شاشروع کردیا۔ پری زاد کی پرفارمنس واقعی پروگرام کے اختیام پڑھی۔ '' پایا بتارہے تھے، دس منٹ کی پرفارمنس کا دس لا کھروپید یا گیاہے پری زاد کو۔''

وہ آفیسر کی ایڈیشنل سیکریٹری کا بیٹا تھا۔ شیراز نے پروگرام کارڈ دوبار ہیبل پر رکھ دیا۔اس نے پاس سے گزرتے ویٹر سے سوفٹ ڈرنک کا ایک اور گلاس لیا۔اسے یقین تھا،اس کے چہرے پر کہیں نہ کہیں پسینے کے قطرے ضرور نمودار ہورہے ہوں گے۔اس کے کان ان دونوں آفیسرز کی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔وہ دونوں کافی جوش وخروش کے عالم میں پری زاد کوڈسکس کرنے میں مصروف تھے۔

ینہیں تھا کہ شیراز کو پیتہ بی نہیں تھا کہ زینی کیا کر دہی تھی۔وہ ماڈ لنگ سے لے کرفلم انڈسٹری تک اس کے بارے میں ہر چیز سے واقف تھا۔ سڑکوں پر لگے بل بورڈ پراس کا چہرہ بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا۔وہ شوہز میں اس کی مقبولیت اور اس کے اسٹارڈم سے بھی واقف تھا۔ اس کے باوجودوہ اس کے لیے پری زاد بھی نہیں بن سکی۔وہ اب بھی اس کے لیے زینب ضیاء یا زین تھی۔اس کے چچپا کی بیٹی۔اس پر جان چھٹر کئے والی بے وقو ف منگیتر جے اس نے ہینا کے لیے جھوڑ اتھا۔

وہ اس کے لیے''سابقہ''تھی اور اس کے بیک گراؤنڈ کو جانتے ہوئے یہ بہت مشکل اور ناممکن تھا کہ وہ پری زاد سے اس طرح فیسی نہیں ہوتا ہوں ہوں کہ اسے جس طرح دوسر سے لوگ ہوتے تھے یا میڈیا ہوتا تھالیکن آج سول سروسز اکیڈی ہیں بیٹھ کراپے ہی جیسے آفیسرز کے منہ سے پری زاد کا نام س کرا سے کرنٹ لگا تھا۔ کیاوہ اتنی اہم ہوگئ تھی کہ اسے سول سرونٹس ڈسکس کرنے لگے تھے؟ اس کواور اس کی پر فارمنس کود کیھنے کے لیے مرنے لگے تھے؟ اور کیا تا تا بیٹی کی وقت اتنا قیمتی تھا کہ وہ اپنے بچھ منٹول کا معاوضہ لاکھوں میں لینے لگی تھی۔ شیراز کو یقین نہیں آر ہا تھا کہ اور پھرا سے وہی خیال آ یا تھا جواسے سب سے پہلے آنا چا ہے تھا۔ کیاوہ وہاں اسے دیکھنے پراسے بہچانے گی اور پہچانے گی تو کس ردمل کا اظہار کرے گی؟''

۔ ' برابروالی سیٹ پروہ آ دمی ہیشا تھا جو پروٹو کول کے طور پراسے لینے آیا تھا۔

دوسال میں سرکاری آفیسرز کے لیے میہ پہلافنکشن تھا جس میں وہ پر فارم کر رہی تھی۔ورنداس سے پہلے وہ ہر آفرر بجیکٹ کر رہی تھی۔ اسے سول سرونٹس سے نفرت تھی۔اس کے باوجوداس نے جب سے اشتیاق رندھاوا کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کیا تھا۔اس کا سرکاری آفیسرز سے دن رات سامنا ہوتا تھا۔لوگ ان کو باہر سے جانتے تھے،وہ انہیں اندر سے جانئے لگی تھی۔

اس بار چیف سیریٹری نے اس فنکشن میں پر فارمنس کے لیے اس سے رابطہ کیا تھا اور چیف سیکریٹری کیا پاکستان کا ہر چھوٹا ہڑا آفیسر جانتا تھا کہ وہ اشتیاق رندھاوا کی منظورنظر ہے۔کوئی دوسری ایکٹرلیس یا اسٹار ہوتی تو اس کو پر فارم کروانے کے لیے سول سر فٹس دوسرے حربے استعال کرتے لیکن اس کے پیچھے اشتیاق رندھاوا کھڑا تھا۔اس کے سامنے وانت پیپنے کے لیے نہیں ،صرف مسکرانے کے لیے استعال کرسکتے تھے۔

اور پری زادہ چیف سیکریٹری نے پہلے خود بات کی تھی۔اس سے بنچے کے کسی آفیسر کے لیے پری زاد سے بات کرنا توایک طرف،اس سے رابطہ کرنا بھی دشوار تھااور چیف سیکریٹری نے اس سے بات کرنے سے پہلے اشتیاق رندھاوا سے بات کی تھی۔

اوراب پری زاد وہاں پر فارم تو کررہی تھی مگراپنے منہ مائلے معاوضے پراور پورے''سرکاری پروٹوکول'' کے ساتھ جواشتیاق رندھاوا کے کہنے پراسے دیاجار ہاتھااور جو پری زادے پہلے کسی ایکٹریس کونہیں دیا گیاتھا۔

زین نے سیل فون پرآنے والانمبردیکھا پھر کال ریسیو کرنے ہے بجائے فون آف کرے گاڑی کے شیشوں سے ہاہر دیکھا۔ بہت کچھ یک دم یاد آنے لگا تھا۔ بہت ساری کر چیاں ایک ہار پھراس کی آنکھوں میں چینے گئی تھیں۔

وہ اکیڈی کی طرف جاتے ہوئے اس تھڑے کے سامنے ہے گز رر ہی تھی ، جہاں چندسال پہلے وہ شیراز سے ایک بار ملنے کے لیے آ بیٹھ گئی تھی۔ جہاں سے اس کا باپ اسے بچوں کی طرح روتے ہوئے واپس لے کر گیا تھا۔

گاڑی سیک سیکنٹر سے بھی پچھ کم وقت میں وہاں سے گزرگئ تھی ، گرزین نہیں۔سب پچھ جیسے سمندر کی ایک بلیٹ کرآنے والی موج کی طرح اس پرآن گراتھا۔ چندمنٹوں کے لیے،صرف چندمنٹوں کے لیےاس کا جی چاہاتھا،کوئی آج بھی اسے وہاں سے واپس لے جانے کے لیے ہوتا۔

گاڑی اب اکیڈمی کے اندر داخل ہور ہی گئی۔اہے بہت دورریسپشن پر کھڑے لوگ نظر آ رہے تھے۔جویقیناً صرف اس گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔اس وقت پہلی باراہے خیال آیا،شیراز کا خیالکیاوہ بھی یہاں تھا؟

☆☆☆

سلائی اسکول سے باہر قدم رکھتے ہی زری نے چاروں طرف دیکھا پھراسے جیسے مایوی ہوئی۔

'' ذلیل، کہدر ہاتھا،کل پیسے لےکرآ وُں گااورآج سرے سے ہی غائب ہے۔'' چندگالیاں دیتے ہوئے منہ ہی منہ میں بڑ بڑائی پھروہ گلی کے کونے پر کھڑے بھٹے والے کی ریڑھی کے پاس چلی گئی جس کے چہرے پرزری کواپنی طرف آتے و مکیوکررونق آ گئی تھی۔زری کے چہرے پر بھی بری خوبصورت مسکراہ مے تھی۔ چند کھے پہلے کے بل اس کے ماتھے سے عائب ہو چکے تھے۔

''اگرتو یہاں ریڑھی نہ لگا تا تو میں تو اس سلائی اسکول میں آٹا ہی چھوڑ دوں۔'' اس نے ریڑھی پر سے مکئی کے پچھ دانے اٹھا کر منہ میں

ڈالتے ہوئے بڑی بے تکلفی کے ساتھ ریڑھی وا<mark>لے سے کہا۔</mark>

''اورا گراس سلائی اسکول میں تو نه آتی ہوتو فیقا بیہاں ریڑھی لگا کر کیوں کھڑ اہو''ریڑھی والے نے بے حدمحبوباندا نداز میں اس سے کہا۔وہ ساتھ ساتھ زری کے لیے بھٹہ تیار کررہا تھا اور بیاس <mark>کاروز کامعمول تھا۔</mark>

زری روزای طرح اس کے پاس آ کر کھڑی ہو جاتی ، کچھ دیراس کے ساتھ معنی خیز با تیس کرتی۔اس سے دوتین بھٹے لیتی اور پھر قیمت ادا کیے بغیروہاں ہے چکی جاتی اوروہ ریڑھی والا اس اعز از پراتر ا تانہیں تھکتا تھا کہ اس سلائی اسکول کی سب سےخوبصورت لڑکی اس سے نہ صرف بات کرتی ہے

بلکہ شاید آ ست آ ست اس کی محبت میں بھی گرفتار مور ہی ہے۔وہ بخوشی اسے ہرروز چند بھٹے مفت میں تھانے میں کوئی حرج محسول نہیں کرتا تھا۔

بیاس کے نز دیک اس محبت کی قیمت تھی جو وہ زری ہے کرتا تھا۔ زری نے ہمیشہ کی طرح اس ہے بھٹوں کا لفا فیہ پکڑا ، اسے ایک قا تلانه مسکراہٹ ہے نواز ااور آ گے چل پڑی۔ریڑھی والا تب تک وہیں کھڑاا ہے دیکھتا رہاجب تک وہ گلی کا موڑنہیں مڑگنی پھرایک گہراسانس لے کروہ کچھاور بھٹے تیار کرنے لگا۔

> گلی کاموڑ مڑتے ہی زری دودھ دہی کی دکان پر کھڑی ہوگئی۔ بیاس کے رہتے کا دوسراا شاپ ہوتا تھا۔ '' سیجھ پینے کو ملے گایازری پیاسی ہی چلی جائے تمہاری دکان ہے؟''

اس نے دویٹے کے بلوکو دونوں ہاتھوں سے تنکھے کی طرح جھلتے ہوئے دکان کے تھڑے پر بیٹھے اس ستر ہ اٹھارہ سالہ لڑکے سے کہا جس نے باپ کے مرنے کے بعد ابھی کوئی مہینہ بھر سے بید دکان سنجالی ہوئی تھی اور وہ آج کل خوشی سے پھولے نہیں سار ہاتھا کہ محلے کی سب سے خوبصورت لڑکی اس کے عشق میں گرفتار ہرروزاس سے ملنے اس کی دکان پررکتی تھی۔

اسے مینہیں پیۃ تھا کہ بیخوبصورت لڑکی بچھلے تین سالوں سے اس کے باپ سے لی پینے کے لیے بھی رکتی رہی ہے اس کا باپ بھی اس خوش فہمی کو لیے قبر میں جا پہنچا تھا جوخوش فہمی اب بیٹاول میں بسائے بیٹھا تھا۔

وہ زری کے آئے ہے پہلے ہی گسی تیار کر کے رکھ دیا کرتا تھااور پھر جیسے اس کے آئے گی گھڑیاں گنتا تھا۔ محلے کی اس دکان ہے زری صرف کسی ہی نہیں پیچی تھی بلکہاس کے گھر میں ہرروز دودھ بھی تیبیں ہے آتا تھااورسال میں ایک آ دھ بار کےعلاوہ اس نے دودھ کی قیمت بھی پیپیوں سے

کاسمینکس کے سامان ہے کچھ نہ کچھ یار کرلیا کرتی تھی۔ سے حمامان سے چھ تنہ چھ پارٹر میں ہیں۔ بیاس سامان کے علاوہ ہوتا جووہ بوڑ ھاخوش دلی ہے زری کو بھی عادیتاً اور بھی مستقل طور پر دے دیا کرتا تھا۔ آج بھی اس نے زری کوجھمکوں کی ایک جوڑی تخفے میں دی تھی ۔زری کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ د کان سے اتر تے ہوئے وہ جھمکے اس کے کا نوں میں ہلکورے لےرہے تھے۔زری بلاشبداس محلے کے تمام مردوں کی جان تھی۔وہ جتنی باربھی اینے گھر سے نکلتی محلے کے مردوں کے دل کے تارچھیڑویتی تھی۔ اس تنگ و تاریک ٹوٹی پھوٹی گلی کے اس حصے میں ہمیشہ بہت رش ہوتا تھا، جہاں زری کا گھرتھا۔لڑ کے بغیر کسی وجہ کے اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے پھر بار بارگزرتے اور ہر باران کی نظریں گھرے دروازے کے سامنے لٹکے بھٹے ہوئے پردے سے اندر جھانگتی زری کو تلاش کرتیں جوبھی کسی کوسامنے سے گزرتاد مکھ کر درواز ہے تک آ ہی جاتی تھی اوربعض دفعہ تحفوں اوررقعوں کا تبادلہ زری کے گھر کے درواز ہے پر ہوتا تھا۔ زری دن میں کم از کم دس سے پندرہ چکر بڑی گلی کی دکانوں کےلگاتی اور وہاں ایک ہی وفت میں بہت سے مردوں کواپنی آ تکھوں اور مسکراہٹوں سے محبت کا یقین دلاتی ہوئی گھر آتی ۔ پھرا ہے محلے کے کسی ایسے گھر میں کام پڑ جاتا، جہاں پر کوئی نہ کوئی ایسالڑ کا ہوتا جواس پر پچھخر چ کرنے کے قابل ہوتا یااور پچھنہیں تو اس کوکوئی تحفہ ہی دے دیتااور جب وہ بیراؤ نٹر بھی پورا کر چکی ہوتی تو پھروہ اپنے دروازے میں کھڑی ہوکر محلے میں آنے والے ہرسبزی اور پھلوں کی ریڑھی والے کے ساتھ کچھیٹھی میٹھی باتیں کرنے کے بعداس کی ریڑھی سے پچھ نہ پچھا ٹھالیتی۔ ا بے گھر کے دروازے تک پہنچ کراس نے اپنا دوپٹہ ٹھیک کیا۔ا بے ہونٹوں کی لپ اسٹک ہفیلی کے کونے سے رگڑی پھریر دے کو ہٹاتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ پہلا قدم اندرر کھتے ہی کسی نے اس کے چبرے پر زنائے دارتھیٹر ماراتھا۔ چند کمحوں کے لئے زری کی آئکھوں کی سامنے اندھیرا جھا گیا تھا تھپٹرا تناہی زور دارتھا مگرتھپٹر سے زیادہ بیشاک تھاجس نے اسے حواس

اور وہ دونوں مسلسل ایک دوسرے کی آتھوں میں آتھ میں ڈال کر باتیں کرتے رہتے اور اس کام کے دوران زری کاؤنٹر پر بکھرے جیولری یا

تقریباً دس سال کا اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ پہلے سے زیادہ گھٹیا، مکاراور خبیث نظر آنے لگا تھا۔ اورزری اس رائے سے سوفیصد متفق تھی۔البتہ اس نے زبان ہے اس کا اظہار بھی نہیں کیا تھا، وہ اس بوڑھے کودیکھے کرمسلسل مسکراتی رہتی

مصروف ترین دکان تھی جے 65 سالہ ایک بوڑھا چلار ہاتھااور جس نے زری کی وجہ ہے ہیں سال بعدا پنے سر پرموجود چودہ بالوں کودوبارہ ہے رنگنا شروع کر دیا تھااوراہے یقین تھا کہاس ہےاس کی عمر میں کم از کم پندرہ سال کی کمی آئی تھی جبکہ زیادہ تر لوگوں کا خیال تھا کہاس ہےاس کی عمر میں

وووھ، دہی کی اس دکان سے تقریباً ووسونٹ کے فاصلے پراس محلے کا'' ڈیا ٹمنٹل اسٹور'' تھا۔ چھے بائی بارہ کی اس دکان میں دالوں سے لے کر کاسمیطکس کے سامان تک سب بچھ بکتا تھا۔ اگر چہ دالوں ہے لے کر کاسمیطکس تک ہر چیز کی کواٹی ناقص تھی ، اس کے باجود وہ اس محلے کی

ا دانہیں کی تھی۔وہ ہمیشہا پنی مسکراہٹوں، ناز وادااورخوبصورت آئکھوں کےساتھ ساتھ اپنی میٹھی زبان کااستعال کرتی تھی اوربعض دفعہاس لڑکے کے

باپ کوا بناہاتھ پکڑادینے میں بھی تامل نہیں کرتی تھی۔ بینہ ہوتا تواس کے گھر کا دودھ بند ہوجا تا، وہ ہرروز دودھ جیسی عیاشی کے تحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

باختہ کیا تھا۔اپنے گال پر ہاتھ رکھے اس نے اگلے ہی کمیے دوسرے باز و سے اپنا چہرہ چھپالیا تھا۔ور نداس کے باپ کا اگلآھپٹراس کے دوسرے گال پر پڑتا۔اس کے باپ نے اس کے چہرے کونشانہ بنانے میں ناکام رہنے کے بعد اسے بالوں سے پکڑلیا تھا۔ روز مرہ کے معمول کے مطابق وہ مغلظات کے ابلتے طوفان کے ساتھ بیہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے سلائی اسکول سے گھرواپس آنے میں اتنی دیر کیوں گئی تھی اور زری ہمیشہ کی طرح جھوٹ پر جھوٹ بول رہی تھی۔ تچ وہ بتانہیں سکتی تھی اور اس کے جھوٹ اس کے باپ کے لیے نا قابل یقین

ویر بیوں می می اور زری ہیں میں میں ہوت پر ہوت ہوں رہی ہے۔ جی وہ بیان میں میں اور اسے ہوت اس کے باپ سے بیان کا تھا اور تھے۔ نتیجہ وہی پٹائی تھی جواس کی ہفتے میں دو تین دفعہ ہوتی تھی۔اور جس کی وہ بچپین سے عادی تھی۔ باپ سے اس کا تعلق گالیوں اور مارکٹائی کا تھا اور پیرشتہ ہرگز رتے دن کے ساتھ''مضبوط''ہوتا جار ہاتھا۔

برسه ہر ررے رک سے بات میں برد برد باوہ ہوں۔ زری سات بہنیں تھیں اور وہ بہنوں میں چو تھے نمبر پرتھی۔اس کی بردی نتیوں بہنیں شادی شدہ تھیں اور و لیی ہی زندگی گزار رہی تھیں جیسی مرحوں سے گرمد گڑن قر تتھیں اور سے بیٹ بنیسے ایس ہور سٹنٹر سنٹر حصر انسان اس منہیں سٹیرانٹر ایس و بیروں کی کر س

وہ اپنے باپ کے گھر میں گزار تی تھیں۔ان کے شوہرانہیں ویسے ہی پیٹتے تھے جیسے ان کا باپ انہیں پیٹتا تھااور ویسے ہی ایک ایک روپے کے لیے تر ساتے تھے جیسے ان کا باپ تر ساتا تھا۔اس لیے شادی نے ،شادی کے دو دن کے اچھے کھانے اور چند نازنخرے اٹھائے جانے کے علاوہ ان کی

ترساتے تھے جیسے ان کا باپ ترساتا تھا۔ اس سے شادی ہے ، شادی ہے دو دن ہے اچھے کھا ہے اور چند ناز حرے اتھائے جانے ہے علاوہ ان بی زندگی میں کوئی تبدیلی پیدائییں کی تھی۔ شادی سے پہلے بھی باپ کے گھر وہ سلائی اوراسی طرح کے دوسرے چھوٹے موٹے کام کر کے اپنے اور گھر کے اخراجات میں مدد کرتی

تھیں اور شادی کے بعد بھی ان کی زندگی کے معمولات میں تبدیلی نہیں آئی تھی ۔اس کے باوجودرو نے سکتے وہ اپنی زندگی سے خوش تھیں کیونکہ بالآخر وہ خود پر شادی شدہ کالیبل لگوانے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔باپ کے سرے آہتہ آہتہ تین پہاڑوں کا بوجھ سرک گیا تھا جس نے اسے اپنے گھر ک

''عورتوں'' کے لیے ببول کا پیڑ بنادیا تھا۔ دس منٹ تک اس طرح بکتے جھمجکتے اور زری کو پیٹتے ہوئے اس کا باپ بالآ خر ہا پننے لگا تھا۔ زری بہت ڈھیٹھی۔وہ اپنی دوسری بہنوں کی طرح بیٹتے ہوئے یا بعد میں روتی چلاتی یا معافیاں نہیں ما تگتی تھی۔وہ بڑے اطمینان کے ساتھ مار کھاتی تھی اور اس کی ڈھٹائی کی وجہ ہے اس کے باپ

کا پاره اور ہائی ہوتا تھا۔ ''اب اگر گھرے قدم ہا ہر نکالا تو میں تمہاری ٹائگیں تو ژ دوں گا۔''

۔ اس کے باپ نے بالآخر آخری گالی دے کراس کے بال چھوڑتے ہوئے کہا۔ یہ جملہ ذری نے معمول کی طرح سناتھا۔اس کا باپ اسے ایک دن گھر میں بٹھا کرتین وفت کا کھا نانہیں کھلاسکتا تھا۔ کہاں یہ کہ وہ گھر بیٹھ کرمستفل اس پر بوجھ بنتی۔وہ ایک فیکٹری میں چوکیدارتھا اورا پی تنخواہ میں سے صرف پانچ سوروپے اپنی بیوی کو گھر چلانے کے لیے دیتا تھا۔اگر اس نے سات بیٹیوں کے ساتھ ایک بیٹا بھی پیدا کرلیا ہوتا تو یقیناً اس رقم

میں پچھاضافہ ہوجا تا مگر فی الحال بھی کافی تھا کہ وہ پانچے سورو پے دے دیتا تھا۔ زری کی مال خود تین گھروں میں صفائی اور برتن دھونے کا کام کرتی تھی۔اور پچھرقم اس کی بیٹیاں چھوٹے موٹے کا موں اورسلائی سے کمالیتی تھیں مہینۂ مشکل سے گزرتا تھالیکن گزرجا تا تھا۔ زری نے باپ کے دروازے سے باہر نکلتے ہی صحن کے فرش پر بڑے وہ بھٹے اٹھائے جووہ لے کرآئی تھی۔ دویئے کے کونے سے اپنے آنسو صاف کیے جوسرکے بال بار بار کھینچنے جانے کی تکلیف کی وجہ سے نکل آئے تتھے۔ پھراپنی ڈھیلی ڈھالی چٹیا کے بل کھولتے ہوئے اندر کمرے میں چلی آئی۔ اسے انداز ہ تھا آج بھی بالوں کے بہت سارے تھچھا تنی زور سے اور بار بار کھنچے جانے کی وجہ سے اتر جائیں گے ۔گریہ بھی معمول تھا، کوئی نئی بات نہیں تھی۔اس کی ماں اس وفت گھریز نہیں تھی۔ باپ آج کل نائٹ شفٹ کرر ہاتھاا وراس لیے دن کے وفت اکثر گھریر ہوتا اور جب تک وہ گھر برر ہتا ہر گھنٹے دو گھنٹے کے بعداس کی کسی نہ کسی بٹی کی شامت آئی رہتی۔

'' ابا چلا گیا؟'' کمرے میں اس کے داخل ہوتے ہی اس سے چھوٹی بہن گلشن نے پو چھا۔

'' باہر صحن میں خاموثی ہے۔گالیوں کی آ وازنہیں آ رہی تو اس کا کیا مطلب ہے؟'' زری نے کٹی سے کہا۔اوراطمینان سے حیار پائی پر بیٹھ کر

اس کے انداز میں عجیب سی بے حسی تھی۔اس کی ہاقی تنیوں بہنیں بھی اپنے کاموں میں مصروف تھیں یوں جیسے پچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

وہ جیسےاس ذلّت ،اوراذیت سے بےحس ہو چکی تھیں۔ یا پھرشاید بہت ہی دوسری چیزوں کی طرح انہوں نے اسے بھی اپنی قسمت کا لکھا

سمجھ كرقبول كرليا تھا۔

کرلیا تھا۔ اس نے سکون سے بیٹھ کر بھٹہ کھایا پھر دو پٹے کے بلو سے اپنا چیرہ صاف کیا اور جاریا کی پراطمینان سے حیت لیٹ گئی۔

''سونے لگی ہوکیا؟''گلشن نے اسے لیٹتے ہوئے دیکھ کر یو چھا۔

'' پیسونے کا وقت ہے کیا؟''زری نے چڑ کر جواب دیا۔

''نو پھرليڻي کيوں ہو؟''

''ابتم میرے لیٹنے پر بھی یا بندی لگادو۔''زری نے اسی انداز میں کہا۔

''خالدہ دو چکرانگا کے جاچکی ہےا ہے کپڑوں کے لیے۔ بڑی ناراض ہوکر گئی تھی اس بار۔ کہدر ہی تھی کہ آئندہ وہ سلائی کرنے کے لیے

كپڑے نہيں دے گی ہم وقت پر كپڑے نہيں ديتيں۔ ' مُكلثن نے تفصيل بتائی۔

''تووہ وفت پرسلائی دیتی ہے؟''زری نے بھنا کر کہا۔

''سوسونقص نکالتی ہے میرے سلے ہوئے کپڑوں میں بیس ہیں دفعہادھڑ واتی ہے پھرسلائی یوں دیتی ہے۔جیسے میری سات پشتوں پر

رات یسیے کمانے کے لیے شین بنا ہوا تھا۔

زری کنی سے کہتے ہوئے اٹھ گئی اوراپی سلائی مشین نکالنے لگی ۔خالدہ کے تیسری بار آنے کا مطلب کیا تھا۔وہ جانتی تھی۔ بہت باراس کا ول چاہتا تھا کہ وہ سلائی کے لیے آنے والےان کپڑوں کوان عورتوں سمیت آگ لگادے۔ ہردو ہفتے کے بعدایئے جسم پر چڑھنے والی چر بی کی تہوں سے بے خبراس کے ہاتھ کی سلائی میں عیب تلاش کرتیں۔وہ اس کے محلے کی امیرخوا تین تھیں کیونکہ ان میں سے ہرایک کا شوہریا کستان سے باہر دن

ُ زری کوبھی ان عورتوں پر دشک آتا تھا اور بھی غصہ وہ جانتی تھی اس کی سلائی میں اتنی خامیاں نہیں ہوتی تھیں جنتنی ان عورتوں کے د ماغ میں تھیں ۔اور کئی باراس کا دل جا ہتا کہ وہ سلائی کی رقم ان کے منہ پرائی طرح دے مارے جس طرح وہ کئی باراس کے سلے ہوئے کپڑے بھیئک کرگئی تھیں ۔لیکن کپڑوں اور پیپیوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

گلشن اوراس کی دوسری دو بہنول نے اس کی بڑبڑا ہٹ کے جواب میں پچھنیں کہا تھا۔اس گھر میں صرف زری تھی جسے وقنا فو قنا اور وجہ بے وجہ بڑبڑانے کی عادت تھی اوراس کی اس بڑبڑا ہٹ پر بھی اب کوئی دھیان نہیں دیتا تھا۔ جیسے سب کے لئے بے کارچیز تھی۔اگر باتوں سے قسمت بدل سکتی تو دنیا میں ہر آ دمی اپنی قسمت بدلنے پر قادر ہوتا اور چوہیں گھنٹے بولٹار ہتا۔

زری حسب معمول ایک گھنٹہ سلائی مثین چلانے کے دوران مسلسل بولتی رہی تھی گرساتھ ساتھ اس نے خالدہ کے سوٹ کی سلائی کھمل کر لی تھی۔ جس وقت اس کی ماں گھر میں داخل ہوئی۔ زری ہمیشہ کی طرح خالدہ کا سوٹ اس کے گھر چینچنے سے پہلے پہن کر آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔وہ مہنگے کپڑے پہننے کا شوق اس طرح پوراکیا کرتی تھی۔

''کنٹی بار تچھ سے کہا ہے سلائی کے لیے آنے والے کپڑوں کومت پہنا کر۔اگر کوئی کپڑا خراب ہوگیا تو مصیبت کھڑی ہو جائے گ ہمارے لیے۔''اس کی مال نے اسے جھڑکا۔

''میں کپڑے پہن کرنہیں دیکھتی اماں! دوسرے کی قسمت پہن کر دیکھتی ہوں۔ بید یکھو۔ بیجوڑا مجھ پر کیسے سج رہاہے۔ بھلااس طرح بیہ خالدہ پر بچے گا،اس کالی کلوٹی موٹی بھدی خالدہ پر؟''

> '' پانچ دس منٹ پہننے سے دوسرے کی قسمت اپنی نہیں ہو جاتی۔''اس کی مال نے حسرت سے کہا۔ ''ا تاردے اب بیر کپڑے۔''

'' جانتی ہوں دوسرے کی قسمت اپنی نہیں ہوجاتی۔ پھربھی بھلاکتنی قیمت ہوگی اس جوڑے کی؟''

'' تحجے کپڑے کی قیمت کی کیوں پڑی رہتی ہے ہروقت۔تونے کون ساخریدنا ہے؟'' اس کی ماں نے کھانے کی وہ چند چیزیں گلشن کو پکڑاتے ہوئے کہا جووہ اس گھرسے لے کرآئی تھی جہاں وہ کام کرتی تھی۔

'' بمجھی تووفت آئے گااماں! جب میں بھی اس طرح کے کپڑے پہنا کروں گی۔''زری نے گہراسانس لیتے ہوئے کہا۔

'' ہروفت خیالی پلاؤنہ پکایا کر۔ باپ تیراچوکیدار ہے، ماں لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہےاورتوان ہزار ہزار کے جوڑوں کے پیچھے پڑی رہتی ہے۔رکھا تارکر۔ابھی خالدہ لینے آگئ تو قیامت مجاوے گی۔''

اس کی ماں تھکے تھکے انداز میں چار پائی پرلیٹ گئی اورا یک بیٹی سے اپنے پاؤں دبانے کے لیے کہا۔

''میں تو تنگ آگئی ہوں اماں! سلائی کے اس کام ہے۔ ایک ایک روپے کے لیےاڑتے لڑتے ۔ بیجی کوئی کام ہے۔ بھکاریوں ہے بھی بدتر تمیں جالیس روپے کے لیے ساری ساری رات لگا کر کپڑے سیجوں اور اس پر بھی سوسو با تیں سنوں۔'' ''احچھاتو پھرنہ کرکام۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کرگھر بیٹھ جا۔رئیس باپ کی اولاد ہےتو کیوں کرے گی اس طرح کے چھوٹے موٹے کام۔ مال ہےنا تیری ناز برداری کرنے اور جو تیاں اٹھانے کے لیے۔''

زری نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اس گھر کے اکلوتے کمرے سے نکل جانا، بہتر سمجھا تھا۔اسے پتا تھااس کی ماں اب اگلے دو گھنٹے اسی طرح بولے گی۔اور یہ بھی امکان تھا کہ جو تاا تارکراہے دے مارتی ۔

تین گھروں میں صفائی اور برتنوں کا کام کرنے کے بعد گھر آتی تواپی زندگی اور گھرے اتن ہی بےزاراورا کتائی ہوئی گئی تھی۔ بیاس کی زندگی کا پچیس سال کامعمول تھا۔

زری کمرے سے نکل کرصحن میں آگئ تھی۔اور سیڑھیوں کے نیچے بنے جھو نے سے باور چی خانے میں جاکراس نے گلشن سے ان روٹیوں میں سے ایک روٹی اور پلیٹ میں سالن لیا جواس کی ماں کہیں سے لے کر آئی تھی۔اورا سے کھاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتی جھت پرآگئی۔اسے پتاتھا جمال اس وقت تک حبیت پرآچکا ہوگا۔اور حبیت پر پہلاقدم رکھتے ہی اس نے جمال کود کیولیا تھاوہ ساتھ والے گھرکی حبیت پر کھڑا تھا۔ گرزری کے گھرکی طرف بیشت کیے ہوئے تھا۔

عام طور پروہ دونوں گھروں کی چھتوں کوملانے والی چھوٹی دیوار پر بیٹھا ہوتا تھا، گمراس کا زری کے گھر کی طرف پشت کرکے کھڑا ہونا.....زری کے حلق میں روٹی کالقمہ ایکنے لگا۔وہ آج پھر کسی بات پر ناراض تھا۔ بیاس کے معمول میں شامل تھا۔ ہفتے میں دویا تین باروہ کسی نہ کسی بات پراس سے ناراض ہوا کرتا تھااور ذری اسی طرح بوکھلاتی تھی۔وہ واحد مخص تھا جس کی وہ پر واکرتی تھی اور جس کی ناراضی اس کے لیے پچھ معنی رکھتی تھی۔

"جمال.....جمال! کیا ہواہے کجھے؟اس طرح مندموڑے کیوں کھڑاہے؟"

زری نے روٹی پلیٹ میں رکھ کر پلیٹ منڈ مر پررکھی اورا سے پکار نے لگی۔ جمال نے بلٹ کرنہیں دیکھا۔ یعنی صورت حال عثمین تھیں۔ زری اگلے لحد سویے سمجھے بغیر دونوں چھتوں کی درمیانی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کودی اور پلک جھیکتے میں اس کے پاس پہنچ گئی۔ ''میری حجت پر کیوں آئی ہے؟ چل اپنے گھر جا؟'' جمال نے اس کے پاس آتے ہی بگڑ کرکہا تھا۔

'' کیا ہوا ہے تجھے؟اس طرح کیوں بول رہاہے؟''زری نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے بڑی بےتا بی سے کہا۔ '' تجھے کیا فرق پڑتا ہے میرےاس طرح بولنے ہے؟''

'' کیوں فرق نہیں پڑتا؟ فرق پڑتا ہے تو پوچھر ہی ہوں۔''زری نے اس کاباز و پکڑتے ہوئے کہا۔

"تونے اخترے جھکے لیے ہیں؟"

جمال نے کڑی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ چند لمحوں کے لیے زری کچھ بول نہیں تکی رکیکن پھراس نے اس انداز میں کہا۔ ''میں یا گل ہوں کہ اس سے پچھلوں۔''

''اس نے سباڑ کوں کے بیچ کھڑے ہو کر کہاہے۔''

''اورتونے اعتبار کرلیا؟''زری نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔جھوٹ بولنے کے سوااس وقت اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ ''نہ کروں تو اور کیا کروں ۔سارے محلے کے لڑکے کہتے ہیں کہ وہ تجھے چیزیں دیتے ہیں اورتو ان سے فرمائش کرتی ہے۔'' ''بھی تجھ سے کوئی فرمائش کی میں نے؟''زری نے اس کی بات کا شتے ہوئے کہا۔ جمال پہلی بار پچھ کنفیوژ ہوا۔

,,ښي*ن پر*.....

"تو پھرتو محلے كاركوں كى بات يركيسے يقين كرتا ہے؟" زرى نے آئكھوں ميں آ نسو بھرتے ہوئے كہا۔

ر بمجھے خصر آتا ہے جب کوئی تیری بات کرتا ہے۔'' اس کے آنسوؤں نے یک دم جمال کے غصے کوشٹڈ اکر دیا تھا۔ ''سب کو پتا ہے زری تجھ پر مرتی ہے ،اس لیے حسد کرتے ہیں سب تجھ ہے۔''

''وہ تو جانتا ہوں میں ۔'' ''پھر بھی لڑتا ہے مجھ ہے؟''

" پیار بھی تو کرتا ہوں۔" جمال نے پہلی بارمسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن جھگڑازیادہ کرتا ہے۔'' زری نے آنسو پو ٹچھتے ہوئے شا کی نظروں سے دیکھا۔اس کے آنسو ہمیشہ کی طرح کارگر ثابت ہوئے تھے۔ ''اچھاا بنہیں کروں گا۔'' جمال نے جلدی ہے کہا۔

'' روز وعدہ کرتا ہے،روز تو ڑویتا ہے۔'' وہ ناراضی سے بولی۔

'' تیری قتم،اب ایسا یچونبی*ن کرون گا۔*''

'' پہلے س کی قتم کھائی تھی؟''زری نے یا دولایا۔

"تیری ـ" وہ ڈھٹائی سے ہنسا۔

'' تو پھربس رہنے دے۔ ہر بارمیری تتم کھا تا ہے، وہ بھی جھوٹی۔لگتا ہے جان سے مارے گا مجھے کسی دن۔'' زری نے مصنوعی خفگی سے کہا۔اس سے پہلے کہ جمال پچھ کہتاا یک کوامنڈ بر پر پڑی پلیٹ سے روٹی کاوہ بچا ہوائکڑاا ٹھا کراڑ گیا جوزری کھاتے ہوئے آئی تھی۔ '' دیکھا۔۔۔۔۔اورلڑ مجھ سے ۔تو مجھ سےلڑتار ہااورکواروٹی لے گیا۔'' زری نے بے صدخفگی سے منڈ برکی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"ابتواس کاالزام بھی میرے سرڈال دے۔" جمال نے جیسے اس کا نداق اڑایا۔

° کوے سے چھین کرلاؤں روٹی ؟ '' وہ ابزری کو چھیٹر رہاتھا۔

"اس كے ليے تھے يرلكا كراڑ نايزے گا۔"زرى نے جواباً مسكراتے ہوئے كہا۔

''تو کوئی بات نہیں۔اڑلوںگا۔''

'' ہاں لوگ آسان سے جا ندتارے تو ژکرلاتے ہیں ، تو میرے لیے روئی تو ژکرلائے گا۔ رہنے دے ، کھالوں گی بنچے جا کر۔'' زری نے منڈ پر سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"میں نے اماں سے بات کی ہے۔" جمال نے اس کے پاس کھڑے ہوکرای کی طرح منڈ برسے تیک لگائی۔

"کیسی بات؟"زری ٹھٹھ کی۔

"اپن اور تیری شادی کی بات وه اس ہفتے آنا چاہتی ہے تیرے گھر۔"

'' تیراد ماغ خراب ہے جمال!''زری<u>نے بےساختہ کہا۔</u>

'' کیوں،اس میں د ماغ خراب ہونے والی کیابات ہے؟ تحقیے اعتراض کیا ہے اگر میں اپنی ماں کو تیرے گھر بھیجوں گا؟'' جمال نے پچھ گمز کر کہا۔

'' ہےاعتراض مجھے۔ابادودن میں مجھے تیرےساتھ رخصت کردےگا۔''

زری نے سجیدگی ہے پلیٹ میں پڑاسالن انگل سے جانتے ہوئے کہا۔

"تواحیهای ہےنا۔ تونہیں جاہتی کہ تومیرے گھر آ جائے؟"

" حاجتی ہوں _ مگراس سے پہلے بیرجا ہتی ہوں کہ تو کوئی کام کر۔"

'' ڈھونڈ تور ہا ہوں کام۔''جمال نے بےحد بےزاری ہے کہا۔ بیواحد موضوع تھاجس کا ذکراسے زری کی زبان ہے بھی برالگتا تھا۔

''ایسے ڈھونڈتے ہیں کام؟ ساراسارادن آ وار ولڑکوں کے ساتھ پھرتا ہے، پنتے کھیلتا ہے۔'' زری نے اسے گھر کا۔

'' تواور کیا کروں۔ کامنہیں ملتا تو وقت تو گز ار ناہے مجھے۔''

''اوراس پرتوشادی کرناچاہتاہ۔ بیوی اورگھر چلانے کے لیے پیسے کہاں ہے آئیں گے تیرے پاس؟''

''آ جا کیں گے، پہلے بیوی تو آ جائے؟''جمال نے اس بے فکری ہے کہا۔

'' میں اسی لیے شادی نہیں کرنا جا ہتی ابھی۔ میں نہیں جا ہتی کہ پہلے میں اپنا خرچ اٹھاتی ہوں پھر گھر کا بھی اٹھانا پڑے۔''زری نے بے

عد سنجيدگي ہے کہا۔

''میں نے کب کہا کہ تو گھر کاخرچ اٹھا۔''جمال نے برامانتے ہوئے کہا۔

'' کہاتونہیں پرہوگاایسے ہی۔''

" مجھے تیری ایس با تیں اچھی نہیں لگتیں۔"

''احیماچل نہیں کرتی ایسی باتیں۔''زری نے جلدی ہے کہا۔

" تیراباب تیری شادی کے لیے اتنا تیار بیٹھا ہے کہ کسی کے ساتھ بھی کردے گا تیری شادی۔ پھرروتی رہنا مجھے یادکر کے۔ " جمال نے

''ایسے ہی کردےگا۔شادی تو میں تجھ سے ہی کروں گی جمال! پر کروں گی تب جب تو کوئی کام کرے گا میں نے اب گلے میں کوئی اور پھندا ڈال کرنہیں بیٹھنا۔''زری نے صاف گوئی ہے کہا۔

''احچھاچل چھوڑ ۔کوئی اور بات کر۔'' جمال کوخدشہ ہوا کہ وہ کام کے بارے میں اسے پھرکوئی لمبالیکچرد ہے گی۔ ''زری کو جمال اپنے باپ کی کا پی لگتا تھا مگر اس کے باوجود وہ پا گلوں کی طرح اس پر جان چھڑکتی تھی۔وہ گلی کےسولڑکوں کے ساتھ فلرٹ کرتی تھی مگر بیصرف جمال تھا جس کے عشق میں وہ واقعی مبتلاتھی۔وہ دونوں تقریبا ہم عمر تھے اورزری کی طرح جمال بھی نکما بکھٹو ہی مگرشکل وصورت

کے اعتبارے محلے کا سب سے خوب صورت لڑ کا تھا اور زری ہی کی طرح دل بھینک بھی تھا۔ تگر زری کے برعکس وہ بیاکام اپنے محلے سے پچھ دور کرتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ زری اسے رینگے ہاتھوں پکڑ لے گی۔وہ ایسی ہی تیزتھی۔اور اس کے بعدوہ زری سے تو جاتا ہی ساتھ ہی اس مالی امداد سے بھی

جاتا جووه وقثافو قثااس كى كرتى تقى _

وہ زری کا ہمسامیر تھااور پانچویں کے بعداسکول ہے بھاگ گیا تھا۔وہ اگلے پانچ سال بھی وہاں رہتا تو تعلیم اس کا پچھٹییں بگاڑ سکتی تھی۔ وہ محلے میں ہونے والے چھوٹے موٹے جرائم میں بھی شریک رہتا تھااور واقعی خوش قسمت تھا کہ ابھی تک جیل نہیں پہنچا تھا۔

اوران تمام حرکات کے باجووزری اس کے عشق میں پاگل تھی۔ جمال کود کیھ کرجیسے اس کی سانس چلتی تھی '،اس کا دل دھڑ کتا تھااور جمال اس بات سے بخو بی واقف تھا۔ نہ صرف اس کی اس کمزوری سے بلکہ اس کمزوری کواستعمال کرنے کے طریقے سے بھی۔

اے زری کی محبت ہے زیادہ محلے کی سب سے خوب صورت اڑکی کو تمغے کے طور پر اپنے سینے پرسجانے اور دنیا کی ستائش سمیلنے میں زیادہ دلچپی تقی ۔اگر چہوہ زری سے محبت کرتا تھا مگر ہے مجبت زری کی اس سے کی جانے والی محبت جتنی طاقتو زنبیں تقی ۔

اور جہاں تک زری کاتعلق تھا۔ وہ جمال کے عشق میں پاگل ہونے کے باوجود شادی کے نام پر بری طرح بدک جاتی تھی۔ جمال کے گھر میں غربت کا وہی عالم تھا جو وہ خود اپنے گھر میں و کیھر ہی تھی۔ وہ ایک جہنم سے دوسر ہے جہنم کا فاصلہ کم از کم اپنی مرضی سے طینہیں کرنا چاہتی تھی اور جمال کا گھر نی الحال اس کے لیے ایک دوسرا جہنم ہی تھا۔ اس کے باوجود وہ دن میں خواب د کیھنے کی عادی تھی۔ ایسے خواب جن میں جمال کو وہ محنت سے کام کرتا دیکھتی اور پھر چند مہینوں اور چند سالوں میں ایک کے بعد ایک ترتی کے زینے مطے کرتے دیکھتی۔ پھرایک پر آسائش گھر ، ایک آ رام دہ خوب صورت زندگی ، و لیمی زندگی جیسی وہ محلے کے ان گھر وں میں دیکھتی تھی جہاں کوئی نہ کوئی مرد کمانے کے لیے بیرون ملک گیا ہوتا۔ اس کا بس چاتا تو وہ جمال کو بیرون ملک بھی پہنچادیتی مگر وہ جانتی تھی صرف یوایک ایسا خواب تھا جس کا حقیقت میں بدلنا مشکل تھا۔

زری اور جمال، دونوں کے پاس استے وسائل نہیں تھے کہ ایساممکن ہوسکتا اور ایساممکن ہوبھی جاتا تو زری کو بیاحساس تھا کہ جمال مہل پہند تھا۔وہ بھی زندگی میں آ گے بڑھنے کی جدو جہدمیں اس طرح ہاتھ پاؤں نہیں مارسکتا تھا جس طرح زری اسے مارتا دیکھنا جا دروازے ڈھونڈنے اور استعمال کرنے پریفین رکھتا تھا اور اس کے اور زری کے درمیان محبت کے علاوہ بیوا حدمشترک خصوصیت تھی۔

اسے حقیقی زندگی میں اپنے سامنے دیکھ کراس کے لیے اس میں زینی کی شباہت ڈھونڈ نامشکل ہوجائے گی۔ بیاس کا چېره نېیس تھا جے پیچا ننے میں اسے دفت ہور ہی تھی ۔ بی کوئی اور چیز تھی جوائیج پر کھڑی پری زا دکواس کے لیے اجنبی بنار ہی تھی ۔اس کا چېره نېيس اندازېدل گئے تھے۔اس نے دویئے اور چا در میں کپٹی جس زین کوساری عمر گھر میں چاردیواری میں دیکھا تھاوہ کہیں غائب ہوگئی تھی۔ پیہ جوا تنج پرسینکٹر وں مردوں کے سامنے نیم عریاں لباس میں ناچ رہی تھی ، یہ کوئی اور تھی۔ شیراز کے چبرے پرخون سمٹ آیا تھا۔ اسے غصہ آرہا تھا۔ وہ ا سے ناچتی اچھی نہیں لگی تھی مگروہ اس سے نظریں بھی ہٹانہیں یار ہاتھا۔اس کے نیم عربیاں جسم پرگڑی وہاں بیٹھے ہوئے مردوں کی نظریں اس کے لیے نا قابل برداشت ہور ہی تھیں مگرخوداس کی نظریں بھی اس کے جسم کے خدوخال کی بیائش میں مصروف تھیں۔ اے اگرائیج پرتھر کتااس کا وجودا چھانہیں لگ رہا تھا تو اس کا اٹھتا ہرقدم اورجسم کی ہرحرکت اس کے دل کی دھڑ کن کو تیز بھی کررہی تھی۔ یری زاد کواگر یا کستان کی'Most wanted woman'' کہا جار ہاتھا تو وہ اس ٹائٹل کی حقد ارتھی۔اس نے اپنی دس منٹ کی پر فارمنس میں وہاں ہیٹھے مردوں کے وجود کو جیسے ڈوری ہے جکڑ کرا بنی انگلیوں ہے با ندھ لیا تھا۔وہ چاہتی تو سول سروسز اکیڈی میں پاکستان کی تاریخ کاسب ہے بڑا کھ تىلى تماشاشروع كرسكتى تقى_ اس رات کا پروگرامOne woman show تھا۔ وہ پری زاد کی رات تھی ۔گمروہ پرستان نہیں تھا۔ بیروہ جگہتھی جہاں زینی اگر آتی تو شیراز کی بیوی بن کر،اس ہے دوقدم پیچھےرہ کر چلتے ہوئے آتی ۔اسے وہاں بھابھی اور بہن بن کرآنا تھااور جوبن کریہاں اس وقت آئی تھی، بیاس نے بھی نہیں جا ہاتھا۔ یہاں بیٹھےمردوں کی آئٹھوں میں اس کے لیے جو پچھتھا، وہ دیکھنے کے لیے وہ یہاں بھی نہآنا جا ہتی جو پچھ ہور ہاتھاوہ اس کی قسمت تھی یااس کا بتخاب۔کوئی زین سے پوچھتا تو وہ اسے اپنی بدشمتی کہتی اورکوئی دنیا سے پوچھتا تو وہ اسے اس کا بتخاب کہتی۔ استیج پر دس منٹ کی پر فارمنس کے دوران اس نے سامنے بیٹھے مر دوں میں صرف ایک مر دکو ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی اور وہ شیراز اکبرتھا۔ اوروہ اسے وہاں نظرنہیں آیا تھا۔وہ اسٹیج سے بہت دور ہیٹھا تھااورزین اسے اتنی دور دیکے نہیں سکتی تھی اور دیکے بھی لیتی تو کیا ہوتا۔وہ کیا کرتی ، بیتو وہ خود وہ پرفارمنس کے بعد نیچے آ کرجسٹیبل کے گردبیٹھی تھی۔شیراز اکبرکواسٹیبل کے پاس سے بھی گزرنے پر پسینہ آ جا تا۔اس میز کے گرد بیٹھے ہوئے تمام افسران میں سے کوئی ہیں گریڈ سے نیچے کانہیں تھا۔صرف پری زادتھی جو وہاں Wild card entry تھی جس کا کوئی گریڈ ، کوئی اسٹیٹس،کوئی بیک گراؤنڈنہیں تھا مگروہ اسٹیبل پرجیسے چیف گیسٹ کےطور پرموجودتھی۔اوروہ تمام سرکاری افسر جو ماتھے پرشکنوں کے ساتھ اور سیاٹ

چیرے اور سرد آ واز اورا نداز کے ساتھا ہے ہر ماتحت اور اپنے پاس کام ہے آنے والے افراد سے ملتے تھے۔ان کے کلف لگے وجوداس وقت پری زاو

کے لیےموم کے بن گئے تھے۔وہ پری زاد کے لیےخوشامدی قبقیجاورمسکراہٹیں چپروں پر لیے ہوئے اس سے جاننا جاہ رہے تھے کہوہ اس کے لیے کیا کر

شیراز نے سانس روک کرا ہے استیج پرنمودار ہوتے دیکھا تھا۔اوروہ اسے پہچان نہیں پایا تھا۔وہ جس زینی سے واقف تھااس میں اوراس

استیج پر کھڑی پری زادمیں زمین آ سان کا فرق تھا۔وہ بل بورڈ زاورمیگزینز میں بھی تبھی نظر آ نے پراسے پیچان نہیں یا تا تھا مگراہے بیا ندازہ نہیں تھا کہ

میں بچھنے کو تیار تھے۔ بیوہ لوگ تھے جواس ملک کا نظام چلانے کے لیے تیار کیے جاتے تھے۔ان میں سے ہرا یک سی بڑے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ طبقهاشرافیه کا فرد۔ان میں سے ہرایک پاکستان اور بیرون ملک کے بہترین اداروں سے تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ تھا۔ان میں سے کی ایک سے زیادہ ز بانیں بولنے میں مہارت رکھتے تھے۔ان میں سے ہرایک کے گھر میں ان ہی جیسے بڑے خاندان کی کوئی خوب صورت اوراعلیٰ اداروں سے تعلیم مافتہ عورت بیوی کے طور پرموجودتھی۔جوسوسائٹ میں ان کے ساتھ قدم ملا کرچلتی اورلوگ اس کے شوہر کی قابلیت اورعہدے کی وجہ سے رشک کرتے۔ اوراس سب کے باوجود وہ اپنے بچوں کی عمر کے برابرلوئر ٹدل کلاس سے تعلق رکھنے والی اور بے حدر تی تعلیم یانے والی شو بزکی اس بدنام زمانہ ہیروئن کے مداحوں اورعشاق کی فہرست میں اپنانام جاہتے تھے جس کاحسن اور جس کی شہرت اس کی واحد کوالی فیکیشن تھی اورشو بزمیں اتنے سال گزارنے کے بعدزینی جانتی تھی کہ بیکوالی فیک<mark>یشنز اس طرح کی کسی بھی عورت کے لیے بہت کافی تھی۔</mark> وہ پندرہ منٹ اس ٹیبل پران سات افراد کے ساتھ بیٹھی تھی اوروہ جانتی تھی کہ دہاں موجود ہرٹیبل پر بیٹھے مرد کی نظریں ان پندرہ منٹ کے دوران اسی ٹیبل پرنگی رہی تھیں۔ ہرایک نے پری زادکوائیج پر دیکھاتھا۔ گھر ہرایک پری زادکوقریب ہے بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ کیسے ہنستی تھی۔اس کی آ وازکیسی تھی۔وہ قریب سے دیکھنے میں کیسی لگتی تھی۔ان میں سے زیادہ باہمت مرد بہانے بہانے سے اٹھ کر دو چار باراس تیبل کے پاس سے ایک چکرلگا گئے تھا گرچہاس نیبل کے پاس آ کر پری زاد سے متعارف ہونے کی ہمت کسی میں پیدائبیں ہو کئی تھی۔ سعیدنوازبھی اسی ٹیبل پرتھااورزینی کی تعریف میں سب ہے زیادہ پیش پیش بھی۔شیراز نے بہت دور بیٹھے ہوئے بھی سعیدنواز کی نظروں اورا نداز کو بھانپ لیا تھا۔زندگی میں پہلی بارا سے اپناسسر برا لگ رہا تھا۔ کیوں برا لگ رہاتھا؟ اورا سے صرف سعیدنواز نہیں ،اس وفت وہاں جیٹھا ہروہ مرد برا لگ رہاتھا جس کی نظرین زینی پڑتھیں۔وہ پری زاد کے بارے میں کیے جانے والے تبصرے من رہا تھاا وران تبصروں کے ساتھ لگائے جانے والے قبقہے بھی بعض پراس کے کا نوں کی لوئیں سرخ ہور ہی تھیں بعض پراس کے ماتھے پر پسیند آر ہاتھاا وربعض پراس کوکرنٹ لگ رہاتھا۔ گراس نے وہاں بیٹھے بیٹھے مختلف مردوں کی زبان سے پری زاد کی''ہسٹری''سن لیکھی۔ وہ شہراور ملک کے کس کس مر داور بیوروکر کیں کے کس کس فر د کے ساتھ''انوالوڈ'' رہی تھی بیاانوالوڈٹھی کے س کس مرد نے اسے'' تنحا کف اور

کے جیں۔ ہرایک پری زاد سے ذاتی آشنائی جا ہتا تھا۔ ہرایک پری زاد کی یا د داشت کا اور پھراس کی زندگی کے پچھموں کا حصہ دار بنتا جا ہتا تھا۔

وہ پاکستان کے ذہین، قابل اور طافت ورترین گیدھوں کا ایک ٹولہ تھا جوانڈسٹری کی ایک بدنام کیکن خوب صورت ترین عورت کے قدموں

سال اوراس سے اس کاتعلق اسے ڈبونے کے لیے کافی تھے۔وہ اس کی چیاز ادتھی۔وہ اس کی غالہ زادتھی۔وہ اس کی محبت تھی۔وہ اس کی مثلیترتھی۔اور

کے بارے میں وہاں بیٹھا ہواصرف ایک مرد جانتا تھا جواس کا نام بھی اپنی زبان پرلانے سے ڈرتا تھا۔ کیونکہا سے لگتا تھا پری زاد کی زندگی کے وہ بیس

قیمت' کے طور پر کیا کیاد یا تھا۔ کس کس کا گھر توڑنے میں پری زاد کا ہاتھ رہاتھا۔ شو ہز میں اور شو بزسے باہر مرداسے کس کس نام سے پکارتے تھے۔

وہاں بیٹھا ہرمرد پری زاد کی زندگی کے پچھلے جارسالوں کے بارے میںسب پچھ جانتا تھا۔ مگر زینب ضیاء کی زندگی کے ابتدائی ہیں سالوں

وہ اس کی متر و کہاور بیسب اس زمانے کے قصے تھے جب وہ زیزب ضیاءتھی۔ایک باحیا، بات بات پر ہننے رونے والی لڑکی جس نے زندگی میں شیراز کے چپرے کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے چپرے کو بھی خور ہے دیکھائیس تھا۔ کسی کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنا تو دور کی بات تھی ۔اس زیزب ضیاء کے اندر پری زاد کہاں چپپی بیٹھی تھی اس کے اندازوں میں کہاں کوئی فاش غلطی ہوئی تھی فاش غلطی؟ یا پھراس نے زیزب کو جانچنے اور پر کھنے کے لیے جوفار مولا اپلائی کیا تھاوہ غلط تھا۔ لیے جوفار مولا اپلائی کیا تھاوہ غلط تھا۔ وہاں بیٹھے اسے دیکھتے ہوئے شیراز کو پہلی بار کسی غلطی کا احساس ہوا تھا اور وہاں بیٹھے اسے دیکھتے ہوئے شیراز زندگی میں پہلی بار اس

کے قد وقامت سے خانف ہور ہاتھا۔ پیسے کی جس دوڑ میں اس نے زین سے بہت پہلے دوڑ ناشروع کیا تھا۔ اس میں وہ اسے فی الحال بہت پیچھے حچھوڑ آئی تھی۔ شیراز نے اعتراف کیا تھا۔ ''سر! آپ کوسعیدنواز صاحب بلارہے ہیں۔''ایک ویٹرنے اس کے قریب آکر کہا۔

شیراز کوجیسے لگاکسی نے پوری قوت ہےاس کے پیٹ میں گھونسادے ماراتھا۔سعیدنوازاہے کیوں بلار ہاتھا؟اوراس وقت اس نیبل پرزین کے جانااس نیبل پر بیٹھےافراد کےسامنے زین کے ذریعے پیچانا جانا۔۔۔۔۔

سامنے جانااس ٹیبل پر بیٹھےافراد کےسامنے زین کے ذریعے پہچانا جانا۔۔۔۔۔ ''میرے خدا!''شیراز کا دل ڈوبا۔اس نے بےاختیاراس ٹیبل کی طرف دیکھا جہاں سعیدنوا زبیٹھا ہوا تھا۔وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھااور

بیرے اشارے سے جیسے ویٹر کے اس بلاوے کی تقید لی کرتے ہوئے شیراز کے لیے راہ فراراورمسدود کردی۔وہ جس پناہ گاہ میں چھپا ہیٹھا اس نے سرکے اشارے سے جیسے ویٹر کے اس بلاوے کی تقید لی کرتے ہوئے شیراز کے لیے راہ فراراورمسدود کردی۔وہ جس پناہ گاہ میں چھپا ہیٹھا۔ تھا۔اے اس میں سے نکلنے کا تھم دے دیا گیا تھا۔شیراز کولگ رہا تھا اس کا دل اس کے جسم سے باہر آجائے گا۔وہ اتنی ہی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

اس کا اپناوجود کیدوم پنے کی طرح کا پینے لگا تھا۔ اسے پہلی بارروز قیامت پریفین آیا تھا۔ کری سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اسے اپنی ٹانگیں جواب ویتی محسوس ہوئی تھیں۔ جیب سے رومال نکال کر اس نے سعید نواز کی ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے اپنے ماتھے پر پسینے کی بوندوں کو صاف کیا۔ گلے بیس باندھی ہوئی ٹائی اب اسے پھندے کی طرح لگ رہی تھی اورا پنے کپڑے اسے پسینے سے بری طرح بھیگتے محسوس ہور ہے تھے۔اس نے ڈزجیکٹ نہ پہنی ہوتی تو اس کی سفید

پھندے کی طرح لگ رہی تھی اور اپنے کپڑے اسے بیپنے سے بری طرح بھیگتے محسوس ہور ہے تھے۔اس نے ڈ نرجیکٹ نہ پہنی ہوتی تو اس کی سفید شرٹ اس کے جسم سے چپکی صاف نظر آ جاتی۔ اسٹیبل کی طرف جاتے ہوئے اس نے آیت الکری پڑھنا شروع کر دی۔ زینی زندگی میں پہلی باراسے کوئی بلاکوئی عفریت لگ رہی تھی۔ وہ نیبل سے پچھقدم کے فاصلے پرتھا جب اس نے زینی کواپنی کری سے کھڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ شاید جارہی تھی اور شیراز اس

وقت اس گول نیبل کی دوسری طرف تقریباً اس کے بالمقابل تھا۔ صرف ایک سینڈ کے لیے اس کی اورزینی کی نظریں ملی تھیں لیکن اس کی آئھوں میں پیچان کا کوئی رنگ نہیں آیا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ چیف سیکرٹری کے باز و پر ہاتھ رکھتے ہوئے کچھ کہدکر ہنٹی تھی اوراس سے اگلے لمحے میں نیبل کے گر داس طرف بیٹھے ہوئے افسران اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے اورزینی کے درمیان لوگوں کی دیوار آگئی تھی۔ زینی اب اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئ

سرے پیے اوے ہسروں مصرف اور میں ہوئی ہوئیں ہے دوروی کے دویات تھا کہ ان لوگوں کے اپنی کرسیوں سے پننے کی صورت میں وہ ایک بار تھی۔ شیراز نے برق رفتاری سے زینی کی ٹیبل کی طرف پشت کر لی۔ وہ نہیں جا ہتا تھا کہ ان لوگوں کے اپنی کرسیوں سے پننے کی صورت میں وہ ایک بار ۔ ' پھرزینی کی نظروں میں آتا۔وہ حاہتاتھا کہوہ وہاں سے چلی جائے۔وہ واقعی جارہی تھی۔زین نے اپنے سامنے ٹیبل کےدوسری طرف کھڑےایک افسر سے بات کرتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے اپنی طرف پشت کیے کھڑے اس مردکود یکھا۔ پھراس نے اپنے سامنے میبل پر پڑے سوفٹ ڈرنک کے گلاس کا ایک لمبا گھونٹ لے کر گلاس دوبارہ میبل پر رکھ دیا۔ وہ سرخ دھاریوں والی شرہ نیلی ٹائی لگائے ہوئے تھا اور وہ ٹائی تھوڑی سی ڈھیلی تھی۔اس کی ٹائی پرنگی ٹائی بن میں یقیناً ڈائمنڈ لگے ہوئے تتھے۔اسے یقین تھاوہ ڈائمنڈز ہوں گے۔اس کے ڈ نرجیکٹ کی کالر کی جیب میں سرخ رومال کا پچھ حصہ بےحدخوب صورت انداز میں باہر نکلا ہوا تھا۔اسے یہ یقین نہیں تھا کہوہ اب بھی ہوگو باس پر فیوم استعال کرتا ہوگا۔ جارسال دوماہ اٹھارہ دن اور بائیس گھنٹوں کے بعداس نے شیراز کے وجود برصرف يبي چيزين نبيس ديکھي تھيں۔ اس نے سینڈ کے ہزارویں جھے میں خود پر پڑنے والی اس کی آئٹھوں کا خوف چبرے سے پھوٹتی پیپنے کی دھاریں اور ہاتھ میں پکڑا سفید رومال بھی دیکھ لیاتھا۔جس سے وہ یقینا اپنا پسینہ صاف کرتے ہوئے آ رہاتھا.....وہ اگر چیف سیکرٹری کے باز و پر ہاتھ نہ رکھتی تو اڑ کھڑا جاتی۔ایک لمحہ کے لئے اس کا وجود بری طرح سے کا نیاتھا۔اس کے بدترین خدشات ٹھیک ثابت ہوئے تھے۔وہ وہیں موجودتھا۔مگروہ وہاں اس وقت اس ٹیبل کی طرف کیوں آ رہاتھا۔ بیتو وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے لیے نہیں آیا ہوگا۔ ورنداس کی آئکھوں میں خوف اور چہرے پر وہ پسینہ نہ ہوتا۔ وہ پہچانے جانے سے خوفز دہ تھا۔ آج بھی اینے اوراس کے تعلق کے آشکار ہوجانے سے شرمسارتھا۔ زینی نے اس شناخت کو کسی اور وقت کے لیے محفوظ کرلیا۔ اس کی دوسری نظرشیراز پر جب پڑی تھی تب تک وہ اس کی طرف پشت کر چکا تھا۔وہ جانتی تھی ،وہ اب اس کے چلے جانے کا منتظرتھا۔وہ اس وفت ایسا کبوتر بنا ہوا تھاجو بلی کود کیچ کراپنی آئٹکھیں بند کر کے سیجھنے لگتا ہے کہ وہ بلی کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔وہ اس کی طرف پشت نہ کرتا تب بھی وہ اے پہیاننے کی غلطی بھی نہ کرتی۔وہاںٹیبل کے آس پاس کھڑے مردوں میں وہ واحد مرد تھا جواس کی طرف پشت کیے کھڑا تھا۔اوراس نے بیلطی کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی تھی۔ چیف سیکرٹریاور چند دوسرےافسران پری زاد کو گاڑی تک حچوڑنے گئے تھے۔زینی کویفین تھا کہوہ اس کی ٹیبل تک آیا تھااور بیصرف

تب ممکن تھا جب ٹیبل پر بیٹھے کی شخص کے ساتھ اس کا کوئی تعلق یارشتہ ہوتا۔ اسٹیبل پراس کے ساتھ نوافسران بیٹھے تھے۔ زینی کو یقین تھا کہ وہ ان نو لوگوں میں سے کسی کا داماد تھا۔۔۔۔۔اوراسٹیبل پر بیٹھے نوافراد میں سے تین انگم ٹیکس کمشنر تھے۔سعید نواز ،شفاعت علی شاہ اورسلیم نورانی۔ گاڑی تک چینچتے ہوئے وہ نوافراد سے تین افراد تک پہنچ بھی تھی۔ اور ان مینوں میں سے وہ کس کا رشتہ دارتھا۔ یہ جاننا اب اس کے لیے دشوار نہیں تھا۔

☆☆☆

شیراز نے یقیناًاس کے نہ پیچاننے پرخدا کاسینکڑوں دفعہ نہیں تو دسیوں بارضرورشکرا دا کیا تھا۔ قیامت آتے آتے ٹل گئ تھی۔ گراس رات گھر جا کراس نے پہلی دفعہ زین کے بارے میں سوجا تھا۔ وہ آخراہے پیچان کیوں نہیں سکی تھی۔ کیااس کا چیرہ اب اس کے کے اتناغیراہم ہوگیاتھا کہوہ چندگڑ کے فاصلے پر کھڑے ہوکر بھی اسے نہیں پہچان کی تھی۔ یا پھراس نے جان بوجھ کراسے نظرانداز کیاتھا۔لیکن وہ پہچان کراسے نظرانداز کیسے کرسکتی تھی۔

وہ بے چین ہوکر کمرے میں پھرتار ہاوہ جس زین سے واقف تھا۔ وہ پروانوں کی طرح اس کے گردگھو منے کی عادی تھی اور آج جے دیکھے کر آیا تھا،اس کی بےاعتنائی اسے جیسے سوئی کی طرح چبھر ہی تھی۔

ایک لیے بی وہ تب سوچا کرتا تھا جب وہ اس طرح زینی کے بارے پیں سوچ رہا تھا۔اس طرح جس طرح وہ تب سوچا کرتا تھا جب وہ اس کی زندگی کا حصرتھی۔اسے اس کا لباس ،اس کا انداز ،اس کی بے باکی پھی اچھا نہیں لگا تھا۔اس کے باوجوداس سے مرعوب تھا۔اسے ملنے والی اس اہمیت سے خالف ہو گیا تھا جو اس نے وہاں اپنے سینئر افسران کواسے دیتے ہوئے دیکھی تھی۔وہ ہراس مرد کے بارے پیں سوچ کراس سے حسدمحسوس کررہا تھا جس کے ساتھا اس نے لوگوں کے منہ سے بری زاد کے کسی اسکینڈل کے بارے ہیں سنا تھا۔

چارسال میں پہلی باراس نے شینا کے بجائے زین کے لئے کمرے میں ٹہل ٹہل کررات گزاری تھی۔اسے زین کے ساتھ گزارا ہوا ہر بل یاد آ رہا تھا۔ ہروہ یاد جسے وہ آ ساکٹوں اور تعیشات کے ڈھیر کے بنچے ڈن کیے بعیفا تھا۔ بک دم پیٹرپیں کیسے ایک بار پھروہ زندہ ہوگئ تھی۔ بہت عرصے کے بعداس رات پہلی باراس کا ول زینی سے ملنے و چاہا تھا۔ وہ اس کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔ سامنا کر کے وہ کیا کرنا چاہتا تھا بیاس کے ذہن میں واضح نہیں تھا۔ شایداس نے اس کا فیصلہ زینی کے ردعمل پر چھوڑ دیا تھا اور زینی کاردعمل شیراز کے لیے غیرمتو قع نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ بچپن سے اسے جانتا تھا۔ اس کے مزاج اور کمزوریوں کو بچھتا تھا اور دنیا میں فی الحال وہی ایک عورت تھی جس کے بارے میں شیراز کو

> یقین تھاوہ ہزارغلطیاں کرنے کے باوجود جب جا ہے اسے ایموشنلی بلیک میل کرسکتا تھا۔ اوروہ غلط نہیں تھا۔اس کا زین کے بارے میں ہرا نداز ہٹھیک تھا۔صرف پری زاد کے بارے میں اس کا ہرا نداز ہ غلط تھا۔

اوروہ علاء یں ھا۔ا ک6 رین کے بارے یک ہرا ندار ہ ھیک ھا۔ سرف پری شاخت کا شاخت

سلطان نے کمرے کی لائٹ آ ن کی۔

''لائٹ آف کردو۔ مجھےاندھیرے میں رہنے دو۔'' اند کیست

وه بیڈ پر چیت کیٹی ہوئی ہے اختیار غصے میں چلائی تھی۔

سلطان نے گھبرا کرلائٹ آف کردی اوراس کے پاس بیڈیر آ کر بیٹھتے ہوئے بیڈسائیڈٹیبل لیمپ آن کردیا۔

'' کپڑے بدلے بغیرا تے ہی لیٹ گئی ہیں بری جی! طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' www.urdunovelspdf.com

سلطان نے تشویش کے عالم میں اس کا ہاتھ پکڑ کر جیسے بض چیک کرنے کی کوشش کی۔

"بسطبعت ملك ب-باقى سب كجهزاب ب-

وہ عجیب سے انداز میں بنتے ہوئے بزبرائی۔اٹھ کر بیٹتے ہوئے اس نے بیڈ کے کراؤن سے فیک لگائی پھراس نے بیڈٹیبل پر پڑا

سگریٹ کیس کھولا اور ایک سگریٹ نکالی۔اس کے لائٹراٹھانے سے پہلے سلطان نے لائٹراٹھالیا تھا۔

زین نے سگریٹ ہونٹوں میں دبا کرسلطان کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے لائٹرسے سگریٹ سلگایا۔

"كيا مواج؟ مجھے نبيل بنائيل گي توكس ہے كہيں گي پري جي؟"

سلطان نے ہمدردی سے لائٹرنیبل پررکھتے ہوئے کہا۔ زینی اس کی بات پر ہنس پڑی۔

'' ٹھیک کہتے ہوتمتمہیں نہیں بتاؤں گی تواور کس کو بتاؤں گیاب وہ زمانہ تو نہیں رہا کہ ہربات اللہ ہے کہتی تھی میں ۔''

سلطان نے چونک کراہے دیکھا۔وہ سگریٹ کے کش لےرہی تھی مگراس کی آئکھوں میں وحشت تھی۔

'' آج شیراز کودیکھامیں نے۔''اس کی آواز میں کرچیوں سی چیمن تھی۔

"کہاں؟" سلطان کو ہےا ختیاراس پرترس آیا۔

''جہاں گئی تھی وہیں۔''

''وہ ملا آ پ ہے؟''سلطان نے مختاط کہجے میں کہا۔

'' ملا؟.....'' وہ بےاختیارہنس۔'' مجھےد کمچے کراس نے میری طرف پشت کرلی۔ پہچانے جانے کاخوف ہوگا ہےوہ آج بھی میراسامنا

كرنے سے كتر اگيا۔اتنى شرم آئى اسے مجھ كود كھے كر۔ "اس نے سكريث كاكش ليتے ہوئے كئى سے كہا۔

" وفع كري برى جى-" سلطان نے اسے جيسے دلاسدد سے كى كوشش كى -

''ہرچیز دفع نہیں ہوتی سلطان!ہرچیز دفع نہیں کی جاسکتی۔'' وہسگریٹ کواب ایش ٹرے میں مسل رہی تھی۔

سلطان نے بہت باراسے ای حالت میں دیکھا تھا۔ جب وہ ساری ساری رات سگریٹ پیتے ہوئے کمرے میں ٹہلتی رہتی۔سلطان کو بعض دفعہ پری زاد پیلی کی طرح لگتی تھی جسے کوئی دوسرا سمجھ نہیں سکتا تھا۔ وہ ایسی البھی ہوئی ڈورتھی جس کا سرا تلاش کرتے کرتے آپ اس ڈورکواور .

الجھاہوا پاتے ہیں۔

''کس چیز کا خوف تھااہے مجھ ہے؟ کس چیز کے جانے کا خدشہ تھااہے؟'' وہ دوسراسگریٹ نکالتے ہوئے گئی ہے کہدرہی تھی۔

''وہ کیا سمجھتا ہے کہ میری طرف پشت کر کے کھڑا ہوجائے تو میں اسے پیچان نہیں یا وُں گی؟''

وہ سگریٹ سلگاتے ہوئے بنسی۔سلطان نے اس کی آئکھوں کو بھیگتے ہوئے دیکھا۔وہ ایک بارپھردھواں اڑانے لگی تھی۔

'' کیوں یا دکررہی ہیں اسے؟ بھول جا کمیں سب کچھوہ آپ کے قابل نہیں تھا پری جی'' سلطان نے اسے دلاسہ دینا شروع کر دیا تھا۔ زینی نے سیجھنہیں کہا تھا۔ وہسگریٹ کے کش کیتی رہی۔اس کی خاموثی سے سلطان کو گھبراہٹ ہونے گگی تھی۔اس کی خاموثی جیسے خطرے کا الارم ہوتی تھی اس کے لیے۔وہ جب تک بولتی رہتی سلطان کوفکرنہیں ہوتی تھی گمر جب اس

'' پراچہ نے آج فون کیا تھا۔'' سلطان نے جیسے اس کی سوچوں کارخ بدلنے کی کوشش کی ۔اس نے کش لگاتے لگاتے رک کراہے دیکھا۔ '' کہدر ہاتھا کینیڈاوالی فلم کاپروڈیوسرآ پ سے ملنا جا ہتا ہے۔وہاں کینیڈ ابلانا جا ہتا ہے آپ کو، چند ہفتوں کے لیے۔'' '' اور کس کس کو بلار ہاہے وہاں وہ؟''<mark>زینی نے چند کھوں کی خاموثی کے بعد کہا۔</mark> '' ابھی تو آپ ہی کوبلوار ہاہے وہ۔ آپ پیندنہ آئیں تو پھرکسی دوسری ہیروئن کوبلوائے گا، وہ پراچہ کہدر ہاتھا۔'' سلطان نے اسے بتایا۔

''بڑی تعریف کررہاتھاوہ کرم علی کی ۔ کہ**درہاتھافن اور ف**نکار کا تیج<mark>ح مداح ہےوہ آ دمی۔''</mark>

''فن اور فنکار!'' وہ زہر ملیے انداز میں بنسی ۔ادھ جلاسگریٹ ایش ٹرے میں بھینکتے ہوئے وہ اپنے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی ۔اپنے بیڈ روم میں رکھے ریفریجریٹر ہے بیئر کا کین نکلاتے ہوئے اس نے کہا۔

'' مداح اور پرستار ہونے کے لیےاس فنکار کاعورت ہونا ضروری ہے۔فن اور فنکار۔'' وہ بیئر کے گھونٹ لیتے ہوئے کمرے میں ٹہلنے گی۔ '' بیکرم علی نام کامداح ساری عمروہاں کینیڈامیں کتوں کی طرح کام کر کے پبیہ جوڑ تار ہا ہوگا۔ساری جوانی اس نے یائی پائی جوڑنے میں

لگائی ہوگی اوراب جب چار پیسےاس بڑھایے میں اس کے پاس انتہے ہو گئے ہوں گےتواہے پاکستان کافن اور فنکارنظر آنے لگے.....اور فنکار کو سراہنے کے لیے بیتو بہت ضروری ہے نا کہاہے بلوا کرکینیڈا میں اپنے گھر پر بلکہا ہے بیڈروم میں رکھا جائے اورا پے ہی قماش کے'' جانورول'' میں بڑے فخر سے اس کی نمائش کی جائے کہ دیکھوجیسے ہیں ار مانی ، ورساچی اور گوچی کی چیزیں خرید کرایئے گھر لاسکتا ہوں ای طرح ہیں انڈسٹری کی ایک

بڑی ہیروئن کو بھی اپنے گھر پر منگواسکتا ہوںتم میں ہے کوئی منگواسکتا ہے؟ نہیں نال؟''

وہ بیئر کے گھونٹ لیتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی ۔سلطان کو چند کھوں کے لیے لگاجیسےاس کا ڈبنی تو از ن ٹھیک نہیں تھا۔ ''اور بڑھایے میں اپنی ساری احساس کمتری اور احساس محرومیوں سے نجات حاصل کرنے کا اس سے اچھا طریقہ کیا ہوسکتا ہے کہ فلم

انڈسٹری کی سب سے مقبول اورسب سے خوب صورت ہیروئن کو گلے میں ڈالنے والے مفلر کی طرح خرید کراپنے گلے میں پچھ دریر کے لیے ڈال لیا جائے تا کہ ساری دنیا آپ پررشک کرے کہ کوئی تو بات ہوگی نا آپ میں کہ وہ اتنی مشہوراوراتنی خوب صورت ہیروئن آپ پر مررہی ہے.....یہی سب پچھ جا کر کرنا ہے تامجھے کینیڈامیںتا کہ مرنے سے پہلے وہ بڈھاز مین پراپنی بنائی ہوئی جنت میں کسی حور کے ساتھ رہ سکے۔''

وه اب بيئر كا دوسراكين نكال ربي تقى ـ

''اوراس کے بدلے وہ مجھے دےگا ایک عددفلمزیورات، تحائف، سیر وتفریح کے ڈھیروں مواقع اور ڈھیر سارا پییہ.....تو سودا کوئی

ّ برا تونہیں،میرا آخر کیا جاتا ہے۔اسے میری محبت تھوڑی چاہیےا سے میرا دل تھوڑی چاہیے؟ اسے تو میرا وقت چاہیے۔میرا فنکار۔۔۔۔۔اور مداح۔''

فریج ہے بیئر کا تیسرا کین نکالا۔

سلطان کا دل چاہا، وہ اٹھ کراہے روک دے۔ گراس میں ہمت نہیں تھی۔

''اور بیسارے مداح وہ ہوتے ہیں جن کی بیویاں اپنے شوہروں کی پارسائی کی شم کھار بی ہوتی ہیں۔ کیونکدان کے نیک، پاک باز شوہر ہرسال لاکھوں روپیہ خیرات میں دیتے ہیں کئی غریب لڑکیوں کی شادی کے لیے جہیز کا سامان دیتے ہیں اور بیساری خاندانی عورتیں ٹی وی اورفلم کی اسکرین پرمیر ہے جیسی عورتوں کود کیھ کریاان پرہنستی ہیں یاتھوکتی ہیں اپنے ان بی شوہروں کے پاس بیٹھ کر ۔۔۔۔۔ بیہ جانے بغیر کہ ہم چاہیں تو ان کے شوہر ہمارے تکو ہے بھی چاہئے بھریں۔''

وہ کیا کہدر ہی تھی؟ کیوں کہدر ہی تھی میہ نہ سلطان کی سمجھ میں آ رہا تھا نہ خود زینی کوگر میسب پچھ شراب کے نشے کی وجہ ہے نہیں ہور ہا تھا۔اے آج کچھاور ہو گیا تھا۔

ے این چھاور ہوئیا ھا۔ ''اورمت پیش ۔''سلطان نے اسے بیئر کا چوتھا کین نکلاتے دیکھ کر بالآ خرٹو کا۔

''اورتم ہتم چاہتے ہو کہ مجھے ہر قیمت پر بیلم ملنی چاہیے۔ چاہے مجھےاس کے لیے پچھ بھی کرنا پڑے۔'' وہ چوتھا کین کھول کراب سلطان پر ۔ سنے لگی تھی۔

'' کیونکہ بیروی فلم ہے۔ایک سپر ہٹ فلم ضروری ہے تا کہتم ایک کا میاب ہیروئن کے سیکرٹری ہے رہو چمہیں پیسہ ملتار ہےانڈسٹری کے لوگ جمہیں اپنے سر پر ہٹھائے رکھیں ۔ میں مارکیٹ ہے آؤٹ ہوجاؤں گی توتم مارکیٹ ہے آؤٹ ہوجاؤ گے۔''

سلطان ہے گارہ گیا۔ بیسب ہاتیں اس کے لیےنئ نہیں تھیں۔وہ جس ہیروئن کے ساتھ بھی کام کرتار ہااس سے بیسب پچھ سنتار ہاتھا مگر زینی کے منہ سے آج وہ بیسب پچھ پہلی بارس رہاتھا۔اسےان ہیروئنوں کے منہ سے بھی وہ سب پچھ سن کرد کھ ہوا تھا۔اسے زین کی زبان سے بھی بیہ سب پچھین کر تکلیف ہور ہی تھی۔

زین اب فرج سے پانچواں کین نکال رہی تھی۔

ویں ب ری سے پر پری ہیں ہیں ہیں ہیں۔ ''اس طرح کی ہاتیں کیوں کر رہی ہیں پری جی؟''

سلطان کو بےاختیاررونا آیا۔ کس نے زین کےاندرجلتی ہوئی آگ پرجیسے پانی کا چھینٹاماراتھا۔ کین کھولتے کھولتے وہ رک گئی۔ واقعی وہ اس طرح کیوں کر رہی تھی ،اسے کیا ہور ہاتھا؟ اس نے جیسےا پنے احساسات کو بچھنے کی کوشش کی ۔ ہروجہ، ہرراستہ ہرسراغ جیسے ایک آ دمی کے وجود پر آگرفتم ہوگیا تھا۔

''تم جاؤ سلطان! يهال سے۔''

اس نے چکیوں سے روتے ہوئے سلطان سے شکست خور دہ انداز میں کہا۔اس سب میں اس کا قصور نہیں تھا۔اس سب میں صرف اس کا ا بناقصور تفار سلطان کچھ کے بغیر روتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

وہ کین پکڑ کرصوفے پر آ کر بیٹھ گئریفریجریٹر میں پڑایہ آخری کین تھااور رات ختم ہونے میں ابھی کئی گھنٹے تھے۔سول سروسز اکیڈی ایک بار پھراس کے سامنے تھی اوروہ اس طرح مندموڑے کھڑا تھا۔ ہتک ہی ہتک تھی۔

اس نے بیئر پیتے ہوئے ایک اورسگریٹ سلگالیا۔غصداب رنج میں بدلنے لگا تھا۔ بادل اب گز گڑانے کے بعد برسنے لگے تھے۔اسے

اس وقت وہاں بیٹھےاب شیراز کا خیال نہیں آ رہاتھا۔اس خوش قسمت لڑکی کا خیال آ رہاتھا جواس کی بیوی تھی ۔ جومسز شیراز اکبرتھی ۔ جواس محفل میں بھابھی اور بہن کے نام سے بکاری جارہی ہوگی جہا<mark>ں وہ پری زاد تھی۔</mark>

" بيوئ تقى تو بچه ہوگا..... يا ہوں گےا يک پرفيك فيملى جس ميں اس كى كوئى گنجائش نبيں نكلتى تقى وہ اس كى طرف مندموژ كرنه كھڑ اہوتا تو آخر

زینب ضیاء آخراس کی تھی کون ،ایک مستر دکی گئی منگیتر۔اس نے آخراس پرایسی کون می قیامت تو ژ دی تھی وہاں اس ہے جیپ کروہ

کیا جا ہتی تھی وہ آ کراس کے گلے میں پھولوں کا ہارڈ التا وہ اب اس کو Justify کرنے لگی تھی۔ اس نے کین اورسگریٹ بجھاتے ہوئے میز پرر کھ دیےزندگی اس طرح کیے ہوجاتی ہے جیسے اس کی ہوگئی تھی ۔لگتا تھاوہ کسی بھیا تک

خواب سے گزررہی ہے۔ کسی طویل خواب سے بس فرق بیتھا کہ بیخواب وہ جاگتے میں دیکھے رہی تھی۔

کرم علی نے زینی کو پہلی بار دوبنی میں کیٹ واک کرتے ہوئے اس شومیں دیکھا تھا جوزینی کا بیرون ملک پہلاشوتھا.....اور وہ اس کے چېرے سے نظرنېيں ہٹاسكا تھا۔وہ حيرت انگيز حدتك عارف ہے مشابہت رکھتی تھی اوراسے ديكھ كركرم كو پېلا خيال عارف كابى آيا تھا۔

زینی اگراس رات شیراز کی شادی کے بارے میں سوچ سوچ کریا گل ہور ہی تھی تو کرم علی اسے دیکھے کراپنے ہوش وحواس کھو جیشا تھا وہاں رومپ پراسے دیکھ کرعارفہ نام کا جوباب وہ بند کرآیا تھا کئی سالوں بعدوہ ایک بار پھرکھل گیا تھازخم ایک بار پھرادھڑنے گئے تھے۔

زین جتنی دریتک رومپ پر رہی کرم علی جیسے کسی ٹرانس میں کھڑاا سے دیکھتار ہا۔وہ زندگی میں پہلی بارکوئی فیشن شود کھےرہا تھا۔زینی کے بیک سٹیج جاتے ہی وہ بے تا بی سے اس کے پیچھے وہاں گیا تھا۔وہ زینی سے ملنا جا ہتا تھااس سے تعارف حاصل کرنا جا ہتا تھا۔گمرزینی اس وقت وہاں

جو کچھ کر رہی تھی اور جس وجنی کیفیت میں نظر آ رہی تھی۔ کرم کے لیے اس حالت میں اس کی طرف کوئی پیش قدمی کرنا بے حدمشکل تھا۔ واحد چیز جو

ر ہاتھا۔البتہاس نے زینی کوایک بار پھر ہوکل کی لانی میں بے حدابتر ذہنی کیفیت کے ساتھ چکر کا شنے دیکھے لیاتھا۔وہ اس وقت سگریٹ بی رہی تھی اور

اسے اس رات وہاں سے واپس کینیڈ اچلے جانا تھااوروہ جانے سے پہلے ایک بارزین سے ملنا چاہتا تھا مگروہ اس کوشش میں بھی نا کام ہو

وہاں اس کے بارے میں جان پایا تھاوہ اس کے دونام تھے۔زین اور پری زاد۔

ّ بے حداپ سیٹ بھی۔وہ جانتا تھا۔وہ شراب کے نشے میں تھی۔ یہ بھی پوچھنا کرم کے لیے مشکل نہیں تھا۔ مگراہے پریشانی کیاتھی؟

یہ واحد سوال تھا جس کے جواب میں اسے دلچپی تھی۔ وہ زینی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ ہرطرح کی مدداوراس لیے اس نے ہوٹل سے چیک آؤٹ کرتے ہوئے کسی موہوم می امید میں زینی کے لیےریسپشن پر اپناوزیٹنگ کارڈ حچھوڑا۔

موہوم سی امیدامید ہی رہی تھی۔ا گلے کئی ہفتے بے تابی سے انظار کرنے کے باوجودزینی نے اس سے کوئی سے انٹیکٹ نہیں کیا تھا۔لیکن

اس چیز نے کرم کے حوصلے کو پست نہیں کیا تھا۔

پری زاد کے بارے میں تب تک میڈیا میں بہت پچھنیں لکھا جار ہاتھا گرجو پچھلکھا جار ہاتھا۔وہ کرم کی نظروں سے گزرر ہاتھا۔ بیصرف پری زادتھی جس کی وجہ سے اس نے شوہز میں دلچپسی لینا شروع کر دی تھی۔ بیمکن نہیں تھا کہ زین کے بارے میں کسی میگزین میں پچھشا کتے ہوتا اور کرم علی اسے حاصل نہ کرتا۔

شروع میں وہ اس کے لیے عارفہ کا ہی ایک تسلسل تھی مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا تھا۔ وہ اس کے لیے عارفہ ہے ہٹ کر بھی ایک وجود ایک اہمیت رکھنے گئی تھی۔ وہ ان دنوں طوفانی رفتار ہے شہرت کے زینے چڑھ رہی تھی اور اس کی بڑھتی ہوئی شہرت نے کرم کوکسی حد تک خا نف کر دیا تھا۔اس کا ایڈریس حاصل کرنے کے باوجودوہ اس ہے رابطہ کرنے کی ہمت نہیں کریار ہاتھا۔

یبرس مان کا میں سے بے بربریورہ میں سے جبیہ رہے کا مصاف کی پر ہوئے۔ وہ نہیں جانتا تھا۔زینی اس رابطے کو کیامفہوم دے گیکین جوں جوں وفت گزرتا گیا تھا کرم کے دل میں اس سے ملنے،اس سے بات

کرنے کی خواہش بڑھتی گئی تھی اوراس سے ملنے اوراس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اس نے وہی حربہ استعمال کیا تھا جو پری زادجیسی ہیروئن تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی آ دمی کرتا فلم پروڈیوس کرنے میں اس کی دلچیسی زیروتھی۔اوراسے اس بات کی بھی پروائہیں تھی کہ وہ استے بڑے بجٹ کی قلم پراپنا پیسے ضائع کرےگا۔کسی تجربہاور ذاتی دلچیسی کے بغیر۔

ہ ہے۔ اس نے فلم کا ڈائر یکٹر منتخب کرتے ہوئے اسے صاف لفظوں میں بتادیا تھا کہ وہ اس فلم میں کس کو کاسٹ کرنا چا ہتا تھا۔اس نے ساتھ ہی اسے ریبھی بتادیا تھا کہ وہ پری زادسے ملنے کی خواہش رکھتا تھا اور کرم علی کوانداز ہ بھی نہیں ہوا تھا کہ انڈسٹری کے ان بڑے ڈائر یکٹرز میں سے ایک نے اس کی اس خواہش اس فلم اور پری زاد سے ملنے کے حوالے سے اس کے بارے میں وہی رائے بنائی تھی جوکوئی بھی بناسکتا تھا اور اس رائے نے پراچہ کو بالکل اسی انداز میں زین سے رابطے پرمجبور کیا تھا جس طرح ایسے کام کے لیے ڈائر یکٹرکسی ہیروئن کوکسی پروڈیوسر سے ملنے کے لیے تیار کرتا۔

"سلمان کوکسی ہے کہدکرامریکہ بھجوادوزین!"

وہ اس صبح شوننگ کے لیے نکلنے سے پہلے ناشتے کی ٹیبل پڑھی جب نفیسہ نے اس سے کہا۔

زین ناشتہ کرتے کرتے رک گئی۔'' کیوں؟ امریکہ کس لیے؟ وہ پڑھ رہاہے یہاں۔ یہ بیٹھے بٹھائے آپ کواسے باہر بھجوانے کی کیا دھن

' سوار ہوگئی ہے؟''

www.urdunovelspdf.com

''وہ بڑا پریشان رہتاہے آج کل ''نفیسہ نے کہا۔ ''کھوری''

'' وہاں امریکہ میں کچھ دوست ہیں اس کے ۔۔۔۔۔ کہہ رہاتھا کسی طرح وہاں پہنچ جائے تو پھر کچھ نہ کچھ کرلے گا وہاں ۔۔۔۔ میں نے کہا میں زینی سے بات کرکے بتاؤں گی۔''

> '' آپ نے بتایانہیں وہ پریشان کیوں ہے؟''زینی نے مال کی بات کاٹ دی تھی۔ ''تم کو پتہ ہے زینی۔''نفیسہ نے پچھ در کی خاموثی سے بعد کہا۔ ''مجھے پتہ ہوتا تو میں آپ سے کیوں پوچھتی۔ مجھے نہیں پتاسی لیے پوچھر ہی ہوں۔''

'' تمہاری وجہ سے پریشان رہتا ہے۔ پرسوں بھی کالج میں لڑکوں کے ساتھ اس کا جھٹڑا ہو گیا تھا۔ وہاں کالج میں لڑکے تمہاری وجہ سے با تیں کرتے ہیں اسے ۔۔۔۔۔ پرسوں بھی پچھڑکوں نے تمہاری پچھڑراب تصویریں کالج کی دیواروں پرلگادیں۔سلمان لڑپڑا پھرگھر آ کر کمرے میں بند ہو گیا دودن پچھ کھایانہیں اس نے ، ہر دوسرے تیسرے ہفتے یہی ہوتا ہے۔ مجھے تو ابسلمان سے ڈریگنے لگاہے۔ وہ بھی کیا کرے لوگوں ہے کہاں

تک چھپا تا پھرے کہتم اس کی بہن ہوحالا نکہ میں نے اس ہے کہا تھا کہ غصہ کرنے یالڑنے کے بجائے تم صاف مکر جایا کروتمہارے ساتھ اس کا کوئی پیشیں میں ''

نفیسہ کی سادگی میں کہی ہوئی بات اسے خنجر کی طرح چیجی تھی۔نفیسہ نے زینی کے فق ہوتے ہوئے چہرے کوئہیں دیکھا وہ سلمان کے بارے میں پریشان بولتی رہیں۔

'' کئی باراس نے جھوٹ بولا۔ پر پرانے محلے کے بہت سارے لڑ کے اس کا کج میں ہیں،سب نے وہاں تمہارے بارے میں سب پچھ بتایا ہوا ہے۔ربیعہ نے تو چلو یو نیورٹی میں ہرایک سے تمہیں چھپالیا ہے۔لیکن سلمان بے چارہ کیا کرے۔ پہلے وہ چھوٹا تھا۔اتن سمجھ نہیں تھی اُسے۔۔۔۔۔

لکین اب تو ہر بات کی سمجھ ہےا سے زینی الڑ کے کہاں برواشت کرتے ہیں۔ بہنوں کے بارے میں الی باتیں۔''

" تتم نے ناشتہ کیوں چھوڑ دیا؟" نفیسہ نے اجا تک بات کرتے کرتے پہلی باراس کی پلیٹ کود یکھا۔

'' بھوک نہیں ہے۔' وہ ٹیبل سے اٹھ گئی۔وہ رہیعہ اور سلمان سے کتنے فاصلے پر چلی گئی تھی۔اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا۔ان سالوں میں ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی اس کاان کے ساتھ سامنا کئی ٹی ہفتوں کے بعد ہوتا تھا اوروہ بھی بے حدری اور سرسری۔ بیوہ بہن بھائی تھے جن کے ساتھ وہ اپنے پرانے چھوٹے گھر میں بیٹھ کرروزانہ گھنٹوں با تیں کیا کرتی تھی ۔۔۔۔۔اوراب اس بڑے گھر میں اسے ان دونوں کی شکلیں دیکھنا بھی یا ونہیں رہتا

تھا۔وہ عجیب زندگی جی رہی تھیاوراس کا خیال تھا کہاس کی زندگی نے کم از کم اب اس کےعلاوہ کسی اور کے لیے کوئی مسئلے پیدانہیں کرنے تھے۔ وہ غلط تھی ،ایک بڑا گھر ، یر آ ساکش زندگی اور بے پناہ دولت بھی اس کےاوراس کی فیملی کے ماتھے یر''عزت دار'' کاوہ لیبل نہیں لگا سکے تھے جو یہلے لگاہواتھا۔ جب عزت تھی تو معاشرہ انہیں دولت کے حوالے سے تنگ کر رہاتھا۔ اب دولت تھی تو معاشرہ ان سے باعزت ہونے کا مطالبہ کر رہاتھا۔

وہ ان چارسالوں میں بہت کم اس طرح کسی کی باتیں سن کر چپ ہوئی تھی ، جس طرح آئے نفیسہ کی باتوں نے اسے چپ کروا دیا تھا۔ اس کی اپنی مال نے کتنی آسانی کے ساتھ اس کے بہن بھائی کواس سے اپنارشتہ چھپا دینے کے لیے کہد دیا تھا۔

اس کی فراہم کی گئی آسائشیں ان سب کی ضرورت تھیں مگرخود اس کا وجود ان کے لیے رسوائی کا سبب تھا۔ اور اس وجود کے ساتھ ہونے والی شناخت ان میں سے کسی کے لیے بھی ضروری نہیں تھی ۔

والی شناخت ان میں سے کسی کے لیے بھی ضروری نہیں تھی ۔

والی شناخت ان میں سے کسی کے لیے بھی ضروری نہیں تھی۔

ذیر گی کا میں نیادن دیسے نساء کوا کسی ناسیق سکھا رہا تھا۔ وہ سی تی کی اور نہیں سکھا با با تھا۔

زندگی کا ہر نیادن زینب ضیاءکوا یک نیاسبق سکھار ہاتھا۔وہ سبق جواسے کوئی اور نہیں سکھا پایا تھا۔ بیسہاس سےاپنے ہونے کی قیمت وصول کررہاتھااور یہ قیمت، ہرگزرتے دن کےساتھ بڑھرہی تھی۔ پیسہاس سے اپنے ہونے کی قیمت وصول کررہاتھا

گاڑی پروہاں پینجی تھی۔وہ پاکستان اوردبئ میں جن لوگول کے گھروں پر جاتی رہی تھی ،ان کے مقابلے میں بیگھر کچھ بھی نہیں تھا مگر بیگھر کینیڈا میں تھا اور یہاں اپنے بڑے گھر کا مطلب کیا تھا، بیز بنی سمجھ سکتی تھی۔ جوآ دمی پانچ کروڑ ڈبور ہاتھا،اس کا گھر ایباتو ہونا ہی چاہیے تھا۔ ایک مُدل ایجڈ ہاؤس کیپرعورت نے آگے بڑھ کراہے خوش دلی ہے ریبوکیا۔زینی اس کے ساتھ چلتے ہوئے گھر کے اندرآ گئی تھی۔ ''کرم علی میاد ہے کہ کے دورک کی کام روٹ کیا ہائی کیور دیتھ کور سیورک نے میال نہیں تر سکالیکن دو ابھی تھوڑی دور میں تر سے میں میں

کیموزین سے پہلا قدم اتارتے ہی زینی نے اس گھر کے حدودار بعہ پرنظر ڈالی تھی جس کی ڈرائیووے کے ذریعے وہ ابھی چندمنٹ پہلے

'' کرم علی صاحب کو یک دم کوئی کام پڑ گیا،اس لیے وہ خود آپ کوریسیو کرنے یہاں نہیں آسکے لیکن وہ ابھی تھوڑی درییں آ رہے ہیں، ستے میں ہیں۔''

> اس پاکستانی عورت نے ایک کمرے میں اسے بٹھاتے ہوئے جائے کافی کے لیے پوچھا۔ ''فی الحال کچھنیں۔''زینی نے کہا۔

''اسعورت کے جانے کے بعداس نے کمرے کا جائزہ لیمنا شروع کیا۔ایک بہت خوبصورتی سے آ راستہ کمرے میں ایک طرف بار بھی تھا۔وہ کچھ دیر خاموثی سے اس آ رام دہ صوفے پر بیٹھی رہی۔کینیڈا آئے بیاس کا دوسرا دن تھا اور ابھی تک کرم کے ساتھاس کی فون پر بھی بات نہیں ہوئی تھی ۔صرف اس کے پی اے نے اسے اور سلطان کوائیر پورٹ پر ریسیو کرنے کے بعداوٹا واکے فائیواسٹار ہوٹل میں انہیں تھہرایا تھا۔

ں ہوں۔ ان میں ہے۔ سے دو معال وہ بیر پورٹ پر اسے خود ریسیو کرنے آیا تھا، نہ ہی اس نے اسے اپنے گھر پریا کسی اپارٹمنٹ میں زینی کا پہلا انداز ہ غلط ثابت ہوا تھا، وہ ائیر پورٹ پر اسے خود ریسیو کرنے آیا تھا، نہ ہی اس نے اسے اپنے گھر پریا کسی اپارٹمنٹ میں باتھا۔

پی اے نے اس وفت بھی کرم علی کے بارے میں یہی کہا تھا کہ وہ کسی کام میں مصروف ہے،اس لیے خوداسے لینے نہیں آسکا۔ پھراس کا پی اے ہی وقفے وقفے سے سلطان کوفون کر کے زین کی خیریت دریافت کرتار ہااور مختلف معاملات اور شیڈول کے حوالے سے کوآرڈنیٹ کرتار ہا۔ کرم علی نے وہاں پہنچنے کے بعد پہلی رات ذاتی طور پر کوئی رابط نہیں کیا تھا۔ زین کا دوسراانداز ہمی غلط ثابت ہوا تھا۔ زین کچھ جزبر ہوئی

اوراب یہاں دوسرےدن کنچ پراس کااستقبال بھی تقریباً ای انداز میں ہوا تھا۔ایک پاکستانی ہاؤس کیپراورکرم علی کی مصروفیت کا بہانہ۔ زینی کویقین تھا،وہ اس سٹنگ روم میں اسے گھنٹوں انتظار کروائے گا۔

وہ صوفہ سے اٹھ کرفر کچے ونڈوز کے پا<mark>س آ کر کھڑی ہوگئی۔ کھڑ کی سے باہر نظر آنے والے منظرنے پچے دریے لیے اسے جیسےا</mark> بی جانب تھینچ لیا تھا۔ گھر کے اردگر دوسیچے اورخوبصورت لان تھا جس نے بھی اس کی لینڈ اسکیپنگ کی تھی۔

وہ روکری میں سگےفوارے ہے گرتے ہوئے پانی کود بیھتی رہی۔قد آ دم فرخ ونڈ وز کےسامنے کھڑے اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ پچھ در کے لیے لان کے پچ میں جا کھڑی ہوئی ہے۔اس نے انداز ہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کتنے سالوں کے بعد صرف یوں سبزے کود کیھنے کے لیے

کھڑی ہوئی ہے۔چندلمحوں کے لیےوہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ کس کے گھر میں کس لیے کھڑی ہے۔ چندلمحوں کے لیےوہ پری زاد کو بھی بھول گئی تھی۔ اور پھراس نے اچا تک اپنے عقب میں قدموں کی چاپ تی تھی۔اس نے بےاختیار بلیٹ کر دیکھا۔کرم علی اوراس کا پہلا آ مناسامنا ہوا

تھاوہ ابھی ابھی کھلے دروازے سےاندرآ یا تھا۔ چندکھوں کے لیےزینی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کس طرح ری ایکٹ کرے۔ مقد شدہ ویسٹ سے ماروں سے ماروں سے ماروں کے لیےزینی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کس میں میں اور میں اور کی ایکٹ کرے۔

اسے یفتین نہیں تھا کہ وہ کرم علی تھایا کرم علی کا بھیجا ہوا کوئی آ دمی بھی اور بہانے کے ساتھ

''السلام علیم۔ میں کرم علی ہوں۔سوری آپ کوانتظار کرنا پڑا۔'' کرم علی نے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس سے کہا۔ زینی کے پچھاوراندازے غلط ثابت ہوئے تھے۔اس نے

سوٹ میں ملبوس اس وقت کرم علی کود کیھے کربیا نداز ہ لگا نامشکل تھا کہ اس نے زندگی میں بھی مشکل وقت دیکھا تھا۔ اس کےمصافحہ کے لیے بڑھے ہوئے ہاتھ کود کیھے کرز نی پہلی بارکنفیوز ہوئی۔ پہلی باراس طرح کے کسی مرد نے اس سے ہاتھ ملانے کے

> کئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ایک نظر کرم علی کے چہرے پرڈالتے ہوئے اس نے ایک مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کرم علی سے ہاتھ ملایا۔ ''آپ سے ل کربہت خوشی ہوئی۔''زین نے ہمیشہ ہرایک سے کہا جانے والا جملہ اس سے بھی دہرایا۔

```
''لکین مجھے نے زیادہ خوشی نہیں ہوگی آپ کو۔'' کرم علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
```

'' پلیز بیٹھیں۔''اس نے زینی سے کہااور بار کی طرف جاتے ہوئے بولا۔

"آپ کیا پیش گی؟"

"جوآپ بلائيس كي-"زين نے بساخة كها- (يهال پينے بلانے بى تو آئى موں ميں-)

کرم علی اب بار کی دوسری طرف پہنچ گیا تھا۔زینی دوبارہ کھڑ کی کی طرف چلی آئی۔

''آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے۔''

كرم على نے ڈرنك تياركرتے ہوئے اسے ديكھا۔ وہ كھڑكى كے سامنے كھڑى با ہرد يكھتے ہوئے كہدائى تقى۔

'' آپ کوخوبصورت لگا تو واقعی خوبصو<mark>رت ہوگا۔''</mark>

"كب سے ہيں يہاں ير؟"

"دس گیارہ سال ہے۔" www.urdunovelspa

"بہت لمباعرصہ ہے۔"

''ابنيس لگتا۔''

''اورآپ کی فیملی؟''

''وہ بھی سب یہبیں ہیں۔میرے ساتھ اس گھر میں نہیں رہتے ،لیکن اس شہر میں ہیں۔میرے والدصاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ بہن

بھائی ہیں، ماں ہے۔میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتی ہیں۔'' کرم علی بتار ہاتھا۔

'' آپ کے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟'' زینی نے گردن موڑ کراہے دیکھا۔

''میرےساتھ رہ کرکیا کریں گی؟اس اسکیے گھر میں سارا دن اسکیے بیٹھ کر _ میں توضیح کا گیارات کو آتا ہوں ۔اکٹر سفرکر تار ہتا ہوں ۔وہ کریس کا تعدید

میرے پاس رہ کرکیا کرتیں؟"

''آپ کے بیوی بچے کہاں ہیں؟''

''میں نے شادی نہیں کی؟''

(حجوث شادی نہیں کی بیوی کو پچھ دن کے لیے کہیں بھجوا دیا ہوگا۔ شاید پاکستان شاید کہیں اوراب پری زاد کومنگوایا جار ہا

ہے تو بیوی کی گنجائش کہاں سے نکلتیلیکن جھوٹ بولنا تو ضروری ہے نا، ورنہ میری ہمدردیاں کیسے سمیٹی جا کیں گی۔)

" کیوں شادی نہیں کی؟"

(اوراب یہ کے گا کہ آج تک صحیح عورت ملی ہی نہیں۔)زینی نے سوال کرتے ہی جواب ڈھونڈلیا تھا۔

ایک لمحے کے لیےزینی بول نہیں تکی۔اس نے بے حد خمل بھرے انداز میں جیسے اس پر ٹھنڈا پانی انڈیل دیا تھا۔وہ اب دونوں گلاس لیے اس کے پاس آگیا۔

'' آپ پہلے مرد ہیں جے شادی کی ضرورت محسوں نہیں ہوئی۔ کیااس لیے کیونکہ آپ کی زندگی میں بہت می عورتیں آتی جاتی رہتی ہیں؟'' زینی اس کے ہاتھ سے گلاس لیتے ، چاہتے ہوئے بھی خود کو طنز کرنے سے نہیں روک سکی۔ کرم علی نے چونک کراسے دیکھا پھر بے اختیار

مشكرابإبه

''آپ کوکیالگتاہے،میری زندگی میں بہت سی عورتیں آتی ہوں گی؟'' وہ اس کے سوال پر جیران ہوئی پھراس نے کہا۔ ''کوئی نہ کوئی تو آئی ہوگے۔''

کرم علی کے چبرے ہے مسکرا ہث ایک لمحہ کے لیے غائب ہوئی پھروہ کھلکھلا کرہنس پڑا۔

''کوئی نہ کوئی تو ہرایک کی زندگی میں ہوتا ہے۔ آپ کی زندگی میں نہیں ہے کیا؟''

زین کے چہرے سے مسکراہٹ یک دم غائب ہوگئی۔اس نے جیسےاسے بر فیلے پانی میں دھکا دے دیا تھا۔کرم علی سے نظریں چراتے ہوئے اس نے جیسے خودکوسنجالنے کی کوشش میں ہاتھ میں بکڑے گلاس میں موجود ڈرنک کی طرف پہلی ہار متوجہ ہوکراس سے سپ لیااورڈرنک کا پہلا سپ لیتے ہی اسے زبر دست اچھولگا۔گلاس کو جیرت سے دیکھتے ہوئے اس نے کرم علی سے کہا۔

'بیکیاہے؟''

"پیلیمونیڈہے۔"

کرم علی نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ٹشواس کی طرف بڑھاتے ہوئے کچھ جیرانی سے کہا۔

زین نے ٹشو پکڑتے ہوئے بےساختہ کرم علی کے عقب میں نظر آنے والے بارکود یکھا، جہاں سے وہ بیڈ رنک لایا تھا پھراس نے بے صد

المجھی ہوئی نظروں ہے کرم علی کو دیکھاا ورٹشو ہے اپنے ہونٹوں کوصاف کرتے ہوئے اس نے پچھ کہنا جاہا۔

'' میں نے کسی میگزین میں پڑھاتھا کہ آپ کولیمونیڈ بہت پسندہے۔''

زیٰ نے پچھ کہنے کے بجائے لیمونیڈ کا اگلاسپ لیا۔ یوں جیسے اس کے ذا لَقَدَوْ محسوں کرنا چاہتی ہو۔ کرم علی لیمونیڈ کے سپ لیتے ہوئے اس کے تاثرات کو بہت غور سے دیکھتار ہا۔

"حرت ہے، بيآپ كافيورث ڈرنگ ہے اورآپ اس كے ذائقے كو پېچان نہيں سكيں .."

"بہت عرصے کے بعد میں یہ بی ربی ہول۔"

'' کیوں؟'' کرم علی کوتجسس ہوا۔ زین نے جواب نہیں دیا۔ چارسال کے بعد پہلی بارکوئی مرداسے پریشان کررہاتھا۔ وہاں کھڑکی کے سامنے کھڑےاس کےساتھ کیمونیڈ پینے ہوئےاسے اپنا آپ احمق لگا۔وہ کینیڈ الیمونیڈ پینے نہیں آئی تھی۔ وہ کرم علی سے پچھاورا بجھی تھی۔

"آپ نے اپنے بارے میں پھٹیس بتایا مجھے؟" کرم علی نے پھھ دریا موش رہ کراس سے پوچھا۔

"مثلاً كيا؟"اس نے چونک كركرم على كوديكھا۔

''اپی فیملی کے بارے میں۔''

" گلاس کہاں رکھنا ہے مجھے؟" زین نے کیمونیڈ کا آخری سپ لیتے ہوئے کرم علی سے کہا۔

'' مجھے دے دیں۔'' کرم علی نے ہاتھ بڑھا کرگلاس اس کے ہاتھ سے لےلیا۔ زینی نے بات بدل دی تھی۔کرم علی نے محسوس کرلیا تھا۔ اس نے دوبارہ زینی سے فیملی کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

'' آ ہے' آ پ کوگھر دکھا تا ہوں۔''بار کے کا وُنٹر پرگلاس رکھتے ہوئے کرم علی نے پلٹ کراس سے کہا۔ آخری چیز جس میں زینی کو دلچیسی ہوسکتی تھی۔وہ اس گھر کود کچھنا تھا۔

''اوہ ضرور''اس نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہااور کرم علی کے ساتھ چل پڑی۔

(آخرگھراورگھر میں رکھی ہوئی چیزی نہیں دکھاؤ گے تو مجھے پہتا کہتے ہوئے گا کہتمہارے پاس کتنا پیبہ ہے۔ مجھے مرعوب کیسے کرو گے تم؟)

اس نے کرم علی کے ساتھ چلتے ہوئے سوچا تھاوہ اسے گھر دکھاتے ہوئے مختلف کمروں اور چیزوں کے بارے میں بتار ہاتھا۔ وہ سکراتے ہوئے بہت زیادہ دلچیسی ظاہر کرتے ہوئے سوچ رہی تھی کہا ہے آج واپسی پر پاکستان کس کس کو کال کرناتھی۔ کل کاشیڈول کیا تھا؟ دو ہفتے کینیڈا میں قیام کے دوران اسے کیا کیا کرناتھا اور دو ہفتے کے بعد پاکستان کے بعداس کی کون می فلم کی ڈیٹس تھیس اوراس کی ایک کمرشل کی شوئنگ، وہ اس کے ساتھ گھر میں پھرتے ہوئے اپنے اگلے مہینے کاشیڈول پلان کرتی رہی۔اس گھر میں اس کی عدم دلچیسی کا بیا مام تھا۔

وہ اب گھر کے اوپر والےفلور پر تھا۔ وہ اسے ٹیمرس پر لے گیا اور وہ اس لا وُنج کی کھڑ کی کے بعد وہ دوسری جگتھی ، جہاں جا کر کھڑا ہونا زینی کواحیصالگا تھا۔

''آ پ کو پہتہ ہے، میں نے آ پ کو پہلی بار کہاں دیکھاتھا؟''

وہ کچھ دیر چپ چاپ وہاں کھڑے وہاں سے نظر آنے والے منظر کود کیکھتے رہے پھر کرم علی نے بیک دم خاموثی تو ڑی۔ (کسی اشتہار میں ،کسی میگزین میں ، ٹی وی کے کسی انٹرویو میں ،کسی فلم کی اسکرین پر ،کسی سینما کی ہورڈنگز پر) زینی نے جواب جانتے

ہوئے بھی اپنے چہرے پرمصنوعی مسکرا ہٹ سجاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"'کهال؟"

"ووئ ای بی بی بی کے ایک فیشن شومیس آج سے چندسال پہلے۔"اس نے اسے تاریخ بتائی۔

ز بنی کے پید میں جیسے کسی نے گھونسہ دے ماراتھا۔ وہ اس دن ،اس تاریخ اوراس فیشن شوکو بھول جانا جا ہتی تھی۔

'' نیچ چلیں۔'' کرم علی پچھاور کہدر ہاتھا، جب زین نے یک دم اس کی بات کا شتے ہوئے کہااور پھرمزیدا نظار کیے بغیر پلٹ کر نیچے

جانے لگی۔ کرم علی نے بے مدجیرت کے ساتھ اسے دیکھا مگر کچھ کہنے کے بجائے اس کے پیچھے آ گیا۔

"آپ کومیری کوئی بات بری لگی زینی؟"

زین کوجیسے کرنٹ لگا تھا۔اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کر کرم علی کودیکھا۔اس کے تاثر ات نے کرم علی کو پچھ کنفیوز کیا۔

" کیا ہوا؟"

"آپنے کیا کہا جھے؟"

'' کیا؟'' کرم علی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

'' کیانام لیا آپ نے میرا؟'' ''زینی!'' کرم علی نے چند کھوں کی خاموثی کے بعد کہا۔

''آپکومیرانام کیسے پیتہ چلا؟''

''میں نے اس فیشن شومیں کسی کوآپ کواس نام ہے پکارتے سناتھا۔'' کرم علی نے قدر سےمعذرت خواہاندا نداز میں کہا۔

'' میں بیک اسٹیج گیا تھا تو کوئی آپ کواس نام ہے بلا رہا تھا۔ مجھے بیہ نام اچھالگا۔'' زینی پلکیس جھپکائے بغیراس کودیکھتی رہی۔وہ اس

رات بیک الٹیج کب آیاتھا؟ اوروہ اسے کس حد تک جانتا تھا۔وہ اور الجھی تھی۔

"آپ مجھ کو پری زاد کے نام سے پکاریں۔"

اس نے چندلمحوں کی خاموثی کے بعد یک دم کرم علی ہے کہااور بلٹ کرسٹر صیاں اتر نے لگی۔اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ای وقت وہاں سے چلی جائے۔وہ کرم علی کے پاس مزیز نہیں تھہر نا جا ہتی تھی۔اس کی موجود گی اور با تیں اسے بےحد عجیب انداز میں ڈسٹر ب کررہی تھیں۔وہ کوشش

کے باوجوداس سے زمی سے بات نہیں کریار ہی تھی۔ نہ جا ہے ہوئے ہو کے بھی تلخ ہور ہی تھی۔

''شاید ریکل کےسفر کی وجہ سے ہے۔''

سٹر صیال اتر تے ہوئے اس نے سوچا، ورنہ بظاہر آج ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس طرح ری ایکٹ کرتی جس طرح وہ کررہی سریں سر بھی بھار نہ بھار ہوں ہے ہیں ہے ہیں مونوں پر رہتھ

تھی۔اس کے باوجود کہ ابھی کرم علی نے اسے فلم میں کاسٹ کرنے کی ہامی نہیں بھری تھی۔

'' کھانا لگ گیاہے۔''سٹرحیوں کےسامنے کھڑی ہاؤس کیپر نے ان دونوں کوآ گے پیچھے بنچے اثر تاد مکھے کرمسکراتے ہوئے اطلاع دی۔ زینی کا دل جا ہا، وہ اس سے کہے کہ اسے بھوک نہیں ہے اور کم از کم اس وقت تو۔۔۔۔۔لیکن اس نے خاموش رہ کرخود کوایک مرتبہ پھر کمپوز اس کاروبیصرف اس کی نہیں، کرم علی کی بھی بجھ سے باہر تھا۔اس کا اندازہ تھا کہ وہ اس کی باتوں پرمسلسل الجھر بی ہےاور کرم علی کا خیال تھا کہ وہ ان باتوں پرخوثی کا اظہار نہ بھی کرتی تو کم از کم اس طرح اپ سیٹ نہ ہوتی ۔ پری زاد کا مسئلہ کیا تھا؟ بیا گراسے چندسال پہلے بجھ میں نہیں آیا تھا تو آج بھی نہیں آیا تھا۔شایداس کے حسن ،خوبصورتی اورشہرت نے اسے مغرور کردیا تھا۔کرم علی نے وہی اندازہ لگایا تھا جوزین کے اس رویے سے کوئی بھی لگا تا۔

کھانے کی میز پرشروع کے چندمنٹ بے حد خاموثی ہے گزرے تھے پھر کرم علی کواحساس ہوا کہ وہ اس کی مہمان ہے۔اسے اس کی مہمان نوازی کرنی چاہیے تو دوسری طرف زینی کواحساس ہونے لگاتھا کہ اس نے کرم علی کے ساتھ ضرورت سے زیادہ رکھائی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ''آپ نے مجھ سے فلم اور شوہز کے حوالے ہے کوئی بات نہیں گی۔'' زینی نے بالآخر کچھ دیر کے بعد گفتگو کا دوبارہ آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''اس کے بارے میں پھرکسی دن بات کریں گے،ابھی تو آپ بہت دن یہاں ہیں۔'' کرم علی نے مسکرا کرخوش دلی ہے کہا۔ ''بہت دن نہیں ،صرف دو ہفتے۔'' زینی نے اسے جتایا۔

"اك عفي من سات دن موت بين اور دومين چوده - بهت وقت ٢١٩٥٠ "كرم على في برجمتكى سے كها-

''آپ بریانی لیس،آپ کو پسند ہےنا؟''اس نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔زینی نے سراٹھا کراہے دیکھا۔

''میری پنداورنا پندکے بارے میں کتنا جانتے ہیں آ پ؟''

''آ پامتحان لیناحیا ہتی ہیں؟'' کرم علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

'' چلیں یونہی تبجھ لیں۔''زینی بھی مسکرائی۔

''اسٹیبل پررکھی ہرڈش آپ کی پیندیدہ ہے۔اگرمیگزنز میں شائع ہونے والی انفارمیشن کوٹھیک سمجھا جائے تو۔''وہ کرم علی کی بات پر بے

اختیارہنسی۔

''بس صرف یمی پیة ہے آپ کو کہ میں کیا کھانااور کیا پینا پسند کر تی ہوں؟''

''اور کیا پتا ہونا جا ہے مجھے؟'' کرم علی نے دلچیسی سے کہا۔

'' بیر کہ مجھے کیسے مرد پسند ہیں۔'' زین نے بےحد بے باکی سے کہا۔ چند کمحوں کی خاموثی سے وہ بری طرح محظوظ ہوئی۔

" کیسے مرد پیند ہیں آپ کو؟" کرم علی نے کچھ دیر کے بعد بے حدسا دہ کہے میں پوچھا۔

"آپ جیسے۔"زینی نے مسکراہٹ چھیاتے ہوئے بردی بے ساختگی سے کہا۔

''میرےجیے؟ یعنی میں نہیں۔''اس بار کرم علی بھی مسکرایا۔

''**يں** آپ……''

''آپ نے کباب لیے؟''اس سے پہلے کہ زینی کچھ کہتی ۔ کرم علی نے بات کاموضوع بدلنے کی کوشش کی تھی۔ زینی نے مسکراتے ہوئے کرم علی کو دیکھا تھا، یوں جیسےاسے جتانا چاہ رہی ہو کہ جانتی ہے کہ وہ بات بدل رہا تھا۔ دیسی نے سر میں میں مصلف کے بعد سے میں کا میں میں میں میں میں ہوئی

'' کھانے کے بعد باہرلان میں چلیں گے۔آپ کواجھا لگ رہاتھا نامیرالان؟''

کرم علی نے اس کی مشکراہٹ اورا نداز کو ککمل طور پر نظرا نداز کرتے ہوئے کہا گراس نے دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ بیکام بےحد مشکل تھا۔ وہ واقعی خطرناک حد تک خوبصورت تھی۔

"ویسے مجھاس بات پرجیرانی ہے۔"اس بارزینی نے اس کے سوال اور مشورے کو کمل طور پرنظرانداز کیا تھا۔

"كيا؟كس بات بر؟"كرم على في چونك كيا-

"آپ نے مجھے یہاں اپنے گھر میں کیوں نہیں تھبرایا؟ ہوٹل میں کیوں تھبرایا جبکہ آپ کے گھر پر کوئی نہیں رہتا۔"

كرم على اس بار يجھ الجھا۔

''میں نے سوچا، آپاسے مناسب نہیں سمجھیں گا۔''

اس نے چند کھوں کے بعد کہا۔

''میں کیوں مناسب نہیں سمجھوں گی؟''اس نے بےساختہ سوال کیا۔کرم علی ایک بار پھر کچھ دیر کے لیے بول نہیں سکا۔زین کا دل پہلی بار بے اختیار کھلکصلا کر ہننے کو جاہا۔ وہ جانتی تھی ، وہ اس کی بے با کی ہے پریثان ہور ہاتھا اور وہ اسے پریثان کرنا جاہ رہی تھی۔اس وقت کھانے سے زیادہ اسے اس کام میں مزہ آنے لگا تھا۔

> '' ویلاگرآپآپ یبال میرے گھرپرآ کرر ہنا چاہتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ خوشی ہوگی۔'' کرم علی نے قدرے گڑ ہڑا کر بے حد نارل انداز میں اس سے کہا۔

''اورآپ کی خوشی سے بڑھ کرتومیرے لیے دوسری کوئی چیز اہم نہیں۔''زینی نے بےساختداس کی بات کائی۔

''کبشفٹ کروں؟ کل یا آج؟''اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ کرم علی بول نہیں سکا۔ زینی بے حد سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کراسے دیکھتی رہی پھر کرم علی نے اسے یک دم قبقہہ مار کر ہنتے ہوئے دیکھا۔ کرم کا چپرہ بےاختیار سرخ ہوا۔اسے اس وقت احساس ہواتھا کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کررہی تھی۔

" گھبرائیں مت کرم علی صاحب! میں آپ کے گھر شفٹ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ۔ "

"میں کیوں گھبراؤں گا؟"

'' پيتو آڀ کو پية ہوگا۔''

زینی کچھاورہنی۔ یک دم اجنبیت اور تکلف کی وہ دیوارانہیں اپنے درمیان گرتی ہوئی محسوں ہوئی جو پچھلے چند گھنٹوں میں ان کو پریشان کرتی آ رہی تھی۔

''بہت ساری وجو ہات ہوسکتی ہیں گھبرانے کی لیکن بہر حال اب میں ان وجو ہات کے بارے میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔'' '' مجھے آپ کے اپنے گھر پر آ کررہنے پر کوئی اعتر اض نہیں ہے اور نہ ہی ہیہ بات میرے لیے پریشان کن ہے۔'' کرم علی نے بالآخر بڑے دوٹوک انداز میں کہا۔''لیکن اگر مجھے بیانداز ہ ہوتا کہ میرے گھر کا ذکر آپ کے موڈ کواس قدرخوشگوارکردے گا تو میں بیذکر آپ سے پہلے کرتا۔''

زین اس کے ساتھ کیا کررہی ہے۔ کرم علی اب تک سمجھ چکا تھا۔

"اب تک کتنی مودیز دیکھی ہیں آپ نے میری؟" زینی نے ایک بار پھر موضوع بدلا۔ "ایک بھی نہیں۔"

کرم علی کا خیال تھا، وہ اس کی بات پر چونکے گی مگروہ چونگی نہیں تھی ، وہ مسکرانی تھی۔'' اس کے باوجود آپ مجھے فلم میں ہیروئن کاسٹ کرنا چاہتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے۔'' کرم علی نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس سے کہا۔ '' ماہر چلیس ''

وہ فلم کا ذکر آتے ہی بات بدل دیتا تھا۔

كيوں؟ وه فلم بنار ہاتھا پھرفلم كے تذكر ہے ہے اتنا بھاگ كيوں رہاتھا؟

زین نے بے حد بجیدگی ہے اس کے چہرے کو دیکھا پھر اٹھ کر اس کے ساتھ باہر آگئی۔ لان میں چلتے ہوئے وہ اسے وہاں پودوں اور پھولوں کی ورائٹیز اور ناموں کے بارے میں بتا تارہا۔ زینی نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ آخری بار کسی مرد نے اسے اتنا بور کب کیا تھا۔ اسے کوئی ووسرامر دیا ذہیں آیا تھا۔ اسے آئ تک بہت سے مردول سے نفرت محسوس ہوئی تھی ، گھن بھی آئی تھی۔ گر کرم علی سے وہ بور ہور ہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا، وہ اس سے کہے کہ وہ اسے گھر میں آئے ایک عام مہمان کی طرح نہیں ' پری زاد'' کی طرح ٹریٹ کرے۔ شرافت کا جولبادہ اپنے او پر چڑھا کر پھر رہا ہے، اسے اتنا کر اصلی روپ میں آئے ، اس سے ملنے والا کوئی مردا پئی اصلیت دکھانے میں آئی دیڑ ہیں لگا تا تھا، جھٹنی دیر کرم علی لگار ہا تھا۔ گر پھر رہا ہے، اسے اتنا کر اصلی روپ میں آئے ، اس سے ملنے والا کوئی مردا پئی اصلیت دکھانے میں اتنی دیڑ ہیں لگا تا تھا، جھٹنی دیر کرم علی لگار ہا تھا۔ شام کی چائے کے بعد وہ اسے لانگ ڈرائیو پر لے گیا۔ انہوں نے رات کا کھانا بھی باہر کسی ریسٹورنٹ میں کھایا اور اس سارے وقت کے دوران وہ بڑے سادہ لیج میں اسے ان جگہوں کے بارے میں بتا تارہا، وہ جیسے زینی کی برداشت کا امتحان لے رہا تھا۔ وہ ساری با تیں ذینی کے لیے وہاں نہیں آئی تھی۔ لیے بھور اسے ان جگہوں کے بارے میں بتا تارہا کہ وہ جیسے ذینی کی برداشت کا امتحان لے رہا تھا۔ وہ ساری با تیں ذینی کے لیے وہاں نہیں آئی تھی۔

اسے صرف ایک چیز میں دلچیں تھی۔ پانچ کروڑ کی اس فلم میں لیڈنگ رول اور کرم علی کوجس چیز میں سب سے کم دلچیں تھی ،وہ وہی فلم تھی۔ ساڑھے دس بجے رات وہ اسے ہوٹل واپس چھوڑ گیا تھا۔وہ اس وقت تک بری طرح اپ سیٹ تھی اور اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہاں بیٹھے ہوئے سلطان نے اس کا چہرہ پڑھ لیا تھا۔ ''تم نے نواز پراچہ سے کنفرم کیاتھا کہ کرم علی مووی بنا بھی رہاہے یانہیں؟''اس نے چھوٹے ہی سلطان سے پوچھا۔ ''آپ سے اس بارے میں کوئی بات کی کیا؟'' سلطان کو بھی تشویش ہوئی۔

''بات ہی تونہیں کی ،اسی لیے تو پوچھر ہی ہوں میں۔بہت سارے نے پروڈیوسرفلم اناوُنس تو کردیتے ہیں ، بناتے نہیں۔'' اس نے صوفے پر بیٹے کراپی جیولری اتار ناشروع کردی تھی۔

'' آپ کہتی ہیں تو میں نواز پراچہ ہے دوبارہ پوچھ لوں گا۔ ویسے مجھے تو اس نے بتایا تھا کہ اس نے فلم کی بجٹنگ اور کا سٹنگ شروع کررکھی ہے۔کرم علی نے اسے ابتدائی رقم بھیج دی ہے۔خود کرم علی کا کوئی آ دمی بھی نواز کے پاس آ کرسارا پیپرورک کرکے گیا ہے۔''سلطان نے بتایا۔

> '' آپ کوکرم علی اچھا آ دی نہیں لگا؟'' سلطان نے اس سے پوچھا۔ وہ سگریٹ سلگار ہی تھی ،اس کی بات پ<mark>رجیسے چونگی۔</mark>

''احپھا آ دی؟''وہ پچھا کبھی۔''عجیب آ دی ہے دہ۔'' '' کیوں،عجیب کیوں؟''سلطان کوتجسس ہوا۔

''شایدوہ مجھےمتاثر کرنے کی کوشش کررہاہے۔ جا ہتاہے میں سمجھوں کہوہ شریف آ دمی ہے۔'' زینی نے وہاں بیٹھے بیٹھے جیسےخود ہی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ۔

''لکین وہ بیر کیوں چاہتاہے؟''سلطان نے حیرانی سے کہا۔

'' يبي توسمجه مين نبيل آر ہا كه وه بيكوں چاہتا ہے۔'' زيني نے يجھ سوچتے ہوئے كہا۔

اگلادن بھی تقریباً ای طرح گزراتھا۔ فرق صرف بیتھا کہ اس بار کرم علی نے لینے کے بجائے اسے ڈنر پر بلایا تھا اور ڈنرگھر کی بجائے کی ریسٹورنٹ میں رکھا تھا۔ پچھلے دن کی طرح اس نے اس رات بھی فلم کے بارے میں بات نہیں کی تھی لیکن اس رات زینی پہلے دن کی نسبت زیادہ پر سکون تھی۔ وہ جیسے بڑے تحل اور برداشت سے اسے تھلنے کا موقع دے رہی تھی۔ آخراس نے اسے کینیڈ امیں صرف تھمانے پھرانے اور کھا نا کھلانے کے لیے ہی تونہیں بلایا ہوگا۔ بھی نہ بھی تو وہ اسے مطلب پر آتا۔

اس رات بھی وہ ای طرح ڈنر کے بعد اسے واپس جھوڑ گیا تھا۔

تیسرے دن وہ اسے وہاں کے پچھ مشہور شاپنگ مال دکھانے لے گیا تھاا ورا یسے بی ایک مال میں ایک شاپ پرزین نے ایک لیدر بیگ پر پرائس ٹیگ دیکھ کراہے چھوڑ دیا۔

'' کیا ہوا؟'' کرم علی کوانداز ہ ہوگیا تھا کہ وہ بیگ اے اچھالگا تھا۔

" کے نہیں بہت Expensive (مہنگا) ہے۔"

زین لا پروائی ہے دوسرا بیک دیکھنے گئی۔ اسے وہ بیک انچھالگا تھا گرا تنائبیں کہ وہ اس پراتنی رقم خرج کر دیتی۔ ''آپ کوانچھالگا ہے تو آپ لے لیس I will pay for it (میں اس کی ادائیگی کر دوں گا)۔''کرم علی نے خوش دلی ہے آفر کی۔ ''مجھے تو اس شاپنگ مال کی ہرچیز انچھی لگ رہی ہے آپ کس کس چیز کے لیے پے کریں گے؟''زینی نے بے حد شکھے انداز میں اس سے کہا۔ ''آپ کو جو انچھا لگ رہا ہے لیس۔ اس کی فکر نہ کریں کہ Pay کون کرے گا۔'' ''تھک جائیں گے۔''زینی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

وہ ہنس پڑا'' چوہیں سال نہیں تھکا تو آپ کے چند گھنٹوں سے کیاتھکوں گا۔ آئیں، دیکھتے ہیں آپ شاپنگ کرتے ہوئے تھکتی ہیں یامیں کرواتے ہوئے تھکتا ہوں۔''

زین اس کے پہلے جلے کا مطلب نہیں سمجھ کی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس پر پچھ غور کرتی ،کرم علی کے اسکے جملے نے جیسے اس کو جیلنج کر دیا تھا۔ ''چلیس ، دیکھتے ہیں۔''زینی نے ہنس کر کہا۔کرم علی کوزچ کرنے کا ایک موقع اس کے ہاتھ آرہا تھا، وہ کیسے جانے دیتی۔

ا گلےسات گھنٹے کے دوران اس نے بےمقصداور بلاضرورت ہرشاپ میں جا کرمہنگی ہے مہنگی برانڈ ڈچیزیں خریدی تھیں۔ان میں سے آ دھی سے زیادہ چیزیں اس کے لیے بے کارتھیں۔وہ جانتی تھی ،وہ انہیں کہاں استعال کرسکتی تھی گروہ کرم علی کوزیادہ سے زیادہ مالی نقصان پہنچانا چا ہتی تھی۔ پاکستان میں جس مرد ہے اسے جان چھڑانا ہوتی ، وہ اس کے ساتھ یہی کچھ کیا کرتی تھی۔ بار بارا سے مہنگے مالز اور برانڈ ڈپروڈ کٹس کی

شاپس میں لے جاکر بےمقصد خریداری کرتی۔ بہت جلدوہ ان مردوں کے لیےخودا تنی مہتگی پروڈ کٹ ہوجاتی تھی جسے ہرکوئی افورڈ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ جانتی تھی ،کرم علی کے پاس جتنی دولت تھی ،وہ فوری طور پر شاید ہونے والے نقصان کا تخیینہ لگانے نہ بیٹھے کیکن بہر حال اس شاپنگ سے

اسے پہلا جھ كا ضرور كيك كا-آج تك كوئى عورت اس كولا كھوں كى نہيں يرسى موگ -

زین دل ہیں دل ہیں ہنستی رہی تھی۔ شاپنگ پر توجہ دینے کے بجائے وہ سات تھنٹے کرم کے چہرے کے تاثر ات دیکھتی رہی تھی اور ان تاثر ات نے اسے مایوس کیا تھا۔ کرم علی اگر اس کی اس قدرمہنگی شاپنگ سے اپ سیٹ ہوا بھی تھا تو اس کا اظہار اس کی زبان یا چہرے سے نہیں ہوا

تھا۔اس کے چیرے کی مسکراہٹ آخرتک برقر ارر بی تھی۔ کسی بھی جگہ یا موقع پڑاس کے ماتھے پر ہلکی سی بھی شکن نہیں آئی تھی۔ ہر دکان میں اس کی شاپنگ کے اختیام پربل بننے کے بعدوہ بے حد پرسکون انداز میں کارڈ نکال کرادا ٹیگی کرتا، شاپنگ بیگیز پکڑتااورمسکراتے ہوئے اس سے بوچھتا کہ

وہ اب کہاں جانا جاہتی ہے۔

ر ہب ہاں جاتا ہوں ہے۔ ساتویں گھنٹے کے اختیام پر جب زینی بالآخر تھک کرواپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تب تک کرم علی کے تین کریڈٹ کارڈز کی کمٹ ختم ہو چکی تھی۔وہ اب اپناdebit card استعال کررہا تھا۔

اس کی مرسڈیز کارمختلف شاپنگ بیگزاورڈ بوں سے تقریباً بھر پیکی تھی صرف آگے کی وہی دوسیٹیں خالی تھیں جس پروہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس رات بھی انہوں نے ایک نئے ہوئل میں بیٹھ کر کھانا کھایا، زینی نے اس کے چبرے پر پچھ پڑھنے کی کوشش کی مگراہے ناکامی ہوئی، '' آپ کوا بک مشورہ دوں؟''اس نے واپسی کے سفر میں بالآ خر کرم علی سے کہا۔

'کیا؟" کرم علی نے چونک کراسے دیکھا۔

« بجھی کسی ہیروئن کوشا پٹگ کی آ فرزندگی میں دوبارہ مت سیجئے گا۔''

کرم علی نے حیرانی ہےاس کا چیرہ دیکھا۔'' کیوں؟''

"وه آپ كا گفرتك بكواد _ كى ، نث ياته پرلة ئ كى آپكو."

كرم على با ختيار بسارزين كولكا جيساس في اس كى بات كوسنجيد كى سنبيس ليا-

"بيآپ مجھے كيوں بتار بى ہيں؟ مدردى موربى بےكياآپ كومجھے؟"اس في مسكراتے موئے بوچھا۔

"ترس آرہاہے۔"زینی نے بےساخ<mark>تہ کہا۔</mark>

كرم على نے با ختيار قبقهدلگايايوں جيساس كى بات سے بے حدمحطوظ موامو۔

''چلیں، کوئی جذبہ تومحسوں کیا آپ نے میرے لیے۔''

زینی نے گردن موڑ کراہے دیکھا۔وہ گاڑی ڈرائیوکرنے میں مصروف تھایا کم از کم ظاہریہی کررہا تھا۔

زینی کچھ در منتظرر ہی۔وہ دیکھنا چاہتی تھی وہ آ گے کیا کہتا ہے۔لیکن کرم علی نے مزید کچھنہیں کہا۔وہ خاموثی سے ڈرائیوکر تار ہا۔

ہوٹل کی انٹرنس پرزین کوڈراپ کرتے ہوئے اس نے بے حد سنجید گی سے کہا۔

'' بیتو صرف ایک شاپنگ مال تھا۔اس شہر میں کچھاور بھی اچھے شاپنگ مال ہیں اگر آپ کے پاس فرصت ہوتو کل ان میں ہے کہیں پر

لے جاؤں آپ کو۔''

زینی کچھ دریتک بول نہیں سکی۔اسے چند لمحوں کے لیے لگا تھا کہ وہ اس پرطنز کرر ہاتھا۔گراس کی آئکھوں میں ایسا کوئی تاثر نہیں تھا۔وہاں

سنجيد گي تقى۔

''کل نہیں پھر سہی ،جلدی کیا ہے؟'' .

زینی نے بے حد تھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

کرم علی نے اسٹیرنگ سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے بے حداطمینان سے کہا۔'' مجھے کوئی جلدی نہیں۔''

ز بنی کچھ کہنے کے بجائے گاڑی سے اتر نے لگی۔ کرم علی گاڑی سے نکل کر باہر کھڑا ہو گیا۔ زینی نے بلٹ کراسے دیکھا تک نہیں تھا۔وہ ہوٹل

کی اینٹرنس میں داخل ہوگئ تھی۔ چند پورٹرز گاڑی سے شاپنگ بیگز نکال کراندر لے جارہے تھے۔کرم علی کچھ دیروہاں کھڑااندردور جاتی زین کودیکھتارہا حدید میں ماس میں میں میں سے میں کا میں کا میں کا میں کا میں میں کا میں میں کا میں جاتھ کا میں گئے ہیں تھے جہتے

جس نے ہوٹل کے اندرجانے کے کچھ در بعد جھک کراینے ہائی ہیلڈ جوتوں کوا تاراجن کو پہنے وہ سات گھنٹے چلتی ہوئی شاپنگ کرتی رہی تھی۔

کرم علی کو بےاختیار ہنسی آئی تھی۔زینی کو یقیینًا اندازہ نہیں تھا کہوہ اتنی دور سے اسے دیکھ سکتا تھا در نہ وہ بھی اس طرح جوتے نہا تارتی۔ کرم نے شاپنگ مال میں کئی باراسے اپنے جوتے بدل لینے کامشورہ دیا تھا گرزین نے لا پروائی سے اسے رد کر دیا تھا، وہ کرم کو بیامپریشن نہیں دیتا جا ہتی تھی کہوہ شاپنگ کرتے ہوئے تھک رہی تھی۔ کرم علی نے اصرار نہیں کیا تھا۔

وہ عجیب لڑکی تھی۔ کرم علی اسے سمجھ نہیں یار ہاتھا۔ وہ اس کے ایک جملے سے اس کے بارے میں ایک نتیجہ اخذ کرتا اوراس کا اگلہ جملہ اس نتیج کوغلط ثابت کردیتا۔وہ جانتاتھا مجسوں کرسکتاتھا کہوہ اس ہے چڑ رہی تھی۔اسے زچ کرنا جا ہتی تھی۔وہ بعض دفعہ اس پرطنز کرتی بعض دفعہ اس کا نداق اڑاتی محسوس ہوتی اوربعض دفعہ لگتا کہاس <mark>ہےفلرٹ کی کوشش کررہی ہے مگراس نے کسی بھی لمحے زینی کواپنے آپ سے متاثر ہوتے نہیں پایا</mark> تھا۔ کرم علی کو بہتو قع تھی بھی نہیں ۔ا سے زین میں دلچیہی تھی ۔زین کا اس میں دلچیہی لینایا نہ لینااس کے لیےاہمیت نہیں رکھتا تھالیکن وہ بیضرور حیا ہتا تھا کہ وہ خودا پنے لیے کرم علی کے جذبات اورا حساسات کو کسی غلط طریقے سے نہ لے ، ج<mark>ب سے اس سے ملا قات ہوئی تھی وہ جیسے کرم علی کےا</mark> عصاب پر سوار ہونے لگی تھی۔الجھانے اور پریثان کرنے کے باوجود کرم علی کوعارفہ کے بعد پہلی بارکسی عورت نے اس طرح اٹریکٹ کیا تھااوروہ اس کی زندگی میں آنے والی پہلی عورت تھی جس کے ساتھ وہ اتناوفت گزارر ہاتھا۔اور سالوں کے بعدا سے اپنی زندگی انچھی لگنے لگی تھی۔ اوربيصرف اس ليے تھا كيونكہوہ ہرروز زيني سے ل رہا تھا۔

وہ اس رات بھی بے حداب سیٹ کمرے میں پہنچی تھی۔ا گلے پندرہ منٹ تک دونوں پورٹرز وہ سامان اس کے کمرے میں پہنچاتے رہے جو

انہوں نے کرم علی کی گاڑی ہے نکالاتھاا ورسلطان بے حدخوشی اوراشتیاق کے عالم میں ان شاپنگ بیگز کو کھول کھول کر دیکھار ہا۔

'' بد پکی بات ہے پری جی اِ کہ کرم علی آپ کواپی فلم میں لے رہاہے۔''

سلطان نے ان پورٹرز کے آخری چکر کے بعد جیسے اعلان کرنے والے انداز میں کہا تھا۔وہ اب زینی کے پیروں کا مساج کرنے میں

'' ورنداس طرح کون لاکھوں کی شاپنگ کروا تاہے۔''

سلطان کوان چیزوں کی اصل قیمت کا انداز پنہیں تھانہ ہی زینی کو بیہ پتاتھا کہاس نے مجموعی طور پر آج کرم علی کی کتنی رقم خرچ کروائی تھی۔ کیکن اسے بیاندازہ ضرورتھا کہ کینیڈین ڈالرزمیں بھی وہ آج تک کی جانے والی اس کی زندگی کی سب سے مہنگی اور بے مقصد شاپنگ تھی۔

اس نے کرم علی کا ہیں پچیس لا کھ روپیہ ڈبویا تھا مگراہے تسلی نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس نے کرم علی کو پریشان نہیں ویکھا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیےاں نے اپنے سات گھنٹے بے مقصد ضا کع کیے۔

'' مجھے لگتا ہے بری جی! بیہ آ دمی آپ کے عشق میں مبتلا ہے۔'' سلطان جیسے دور کی کوڑی لا یا تھا۔

"تمایٰی بک بک بند کرو گے؟" زین اس کے جملے پر بری طرح چڑی۔

''میں کی کہدر ہاہوں پری جی! مجھے تو اچھا آ دمی لگنے لگاہے ہیہ، دیکھے لیس ابھی تک اس نے کوئی غلط حرکت نہیں کی ۔کتنی عزت اور احتر ام سے ہرروز رات کو یہاں چھوڑ جا تاہے آپ کو۔''

''ابھی دن کتنے ہوئے ہیں مجھے یہاں۔''

'' پھربھی پری جی!اس کوبھی تواندازہ ہے کہ آپ کو چلے جانا ہے،اییاوییا آ دمی ہوتا تو تین دن بہت ہوتے ہیںاس کے لیے۔'' سلطان اب اس کے پیروں کامساج کرتے ہوئے بے حد شجیدہ نظر آ رہاتھا۔

''ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے۔لطان! بیسب پچھ جوتہ ہیں نظر آ رہا ہے نامیر ہاردگر دبھرا ہوا،اس سب کی قیمت ادا کرنی پڑے گی مجھےاس لیے مجھے کرم علی نہ تو فیاض لگ رہا ہے نہ عاشق۔عیاش آ دمی ہے اور عیاش آ دمی کی جیب جنتی بڑی ہوگی، وہ اپنی عیاشیوں پراتنا ہی بیسہ خرج کرے گا۔'' وہ کئی سے کہدر ہی تھی۔

www.urdunovelspdf.com

'' بھی مرددل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھی کرتاہے بیسب پچھ۔'' سلطان نے مدھم آ واز میں کہا۔ '' مرد کا دل نہیں ہوتا سلطان!''اس نے کئی ہے کہا۔

''عورت کا ہوتا ہے؟''سلطان نے رنجیدہ آواز میں کہا۔اسے پیتنہیں کیا یاد آیا تھا۔

''عورت کابس دل ہی ہوتا ہے۔اس کا تو پوراوجود دل مِشتمل ہوتا ہے۔''اس نے سلطان کا چبرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

" كرم على احجها آدى ہے۔" سلطان نے ايك بار پھر جيسے اصرار كيا۔

" مجھے برے آ دمیوں کی نسبت اچھے آ دمیوں سے زیادہ ڈرلگتا ہے سلطان!"

سلطان اس ہار بول نہیں سکا، وہ صرف زینی کے پاؤں دہا تار ہا۔

''بید کیا ہے؟'' زینی نے بے اختیاراس کی شرے کی آسٹین سے جھا نکتے نشانات کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں بوٹنگ کررہے تھے اور پیڈل بوٹنگ کے دوران ہی زینی کی نظران نشانات پر پڑئ تھی۔ کرم علی نے پچھ گرمی محسوس کرنے کی وجہ سے گاڑی سے اترتے ہوئے اپنی جیکٹ اتار کرگاڑی میں چھوڑ دی تھی۔

زین اب غیرمحسوس طور پراس کے کف پرلگا بٹن کھول رہی تھی ۔ کرم علی نے مزاحمت نہیں کی ۔اس کے ہاتھ کی سانو لی رنگت اور برص کے سفید داغوں میں اتنا فرق نہ ہوتا تو شایدزینی کی نظر آستین سے نظر آنے والے ان داغوں پر جاتی ہی نا۔

''برص ہے آپ کو؟'' وہ آسٹین کا بٹن کھولنے کے بعداب اس کی کلائی پر ہاتھ رکھے بڑی ہمدردی سے پوچھ رہی تھی۔ کرم علی نے ان تمام دنوں میں پہلی باراس کی آ واز اورانداز میں اپنے لیے ہمدردی کاعضر دیکھا تھا لیکن اس سے زیادہ اچھااسے اپنی کلائی پراس کے ہاتھ کالمس لگ رہا تھا۔

" ہاں، کئی سالوں ہے۔ " کرم نے لا پروائی ہے کہا۔

''صرف باز ووَل پرہے؟'' وہ اس نے پوچھا۔

' ، نہیں پورے جسم پر ،صرف چ_{ار}ہ گردن سینے کا اوپر کا کچھ حصدا وربیہ ہاتھ بیچے ہوئے ہیں۔''

''آپ نے علاج کیوں نہیں کروایا؟''زینی نے سجیدگی سے کہا۔

''علاج کروانے کی وجہ سے بی میراچ ہرہ اور ہاتھ آپ صحیح سلامت دیکھ رہی ہیں۔'' کرم علی نے کہا۔زینی اب اس کی آستین کا بثن بند کر

رہی تھی۔

" ننہیں ،ان داغوں کوختم کرنے کے <mark>لئے۔"</mark>

" مجھے ہیں پتاانہیں ختم کیا جاسکتا ہے انہیں، میں نے بھی اس کے لیے کوشش نہیں کی۔" کرم علی نے کہا۔

''کیول؟''

"ضرورت کیا ہے؟ انسان کوبعض داغوں کی عادت ہوجاتی ہے۔ مجھے بھی ہوگئی ہے۔" کرم علی نے لا پروائی سے کہا۔

زین نے اس کی کلائی سے اپناہاتھ ہٹالیا۔

" آپ کوبہت برے گئے ہیں بیداغ ؟" کرم علی کو یک دم جیسے کوئی خیال آیا۔

" نہیں، بہت برے تو نہیں گھے۔اگر آپ کوان ہے کوئی پریشانی نہیں ہے تو مجھے کیوں ہوگی۔ آفٹر آل، یہ آپ کاجسم ہے۔ آپ کی

زندگی ہے۔''

کرم علی نے جواب نہیں دیا۔وہ حیب چاپ بوٹنگ کرتار ہا۔

"أ پلعض دفعه مجھے بہت عجیب لگتے ہیں۔"

کرم علی نے چونک کراس کی طرف دیکھا پھر کھلکھلا کرہنس پڑا۔ زینی شاید پہلی باراس سے اپنے اندر کے احساسات کی بات کررہی تھی۔

" مجھے تو لگتا ہے کہ میں شاید ہروقت آپ کو بہت عجیب لگتار ہتا ہوں۔'

زین کولگا۔اس نے اس کی رائے کو نداق میں اڑا دیا تھا۔ زین نے کوئی تبصر پہیں کیا۔ کرم علی نے چند کھوں کے بعداس سے کہا۔

"آپ کومیری بات بری لگی ہے کیا؟"

"آپ کوکیا فرق پر تاہاس ہے؟"اس نے گردن موڑ کر کرم علی کود یکھا۔

"بہت زیادہ فرق پڑتا ہے مجھے، میں یہاں آپ کوناراض کرنے کے لیے لے کرنہیں آیا۔"

اس کی طرف دیکھتے ہوئے زینی کو بے حد عجیب سااحساس ہواتھا۔ کرم علی کی آ وازیاا نداز میں پچھالیا تھا جس نے زینی کوعجیب انداز میں

یریثان کیاتھا۔اس نے نظریں چرا کر کہا۔

www.urdunovelspdf.com

"واليس چلنا جاہيے، بہت دريہوگئ ہے۔"

''آپ دوبارہ کب آئیں گی؟'' کرم علی نے چند کھوں کے بعد کہا۔

''بوٹنگ کے لیے؟''زین نے کچھ حیران ہوکراہے دیکھا۔

« بنبیں یہاں کینیڈا؟''

''جب کوئی کام پڑےگا۔''

"اوركام كب يڑے گا آپ كو؟"

زین کے پاس اس سوال کے بہت سارے جواب تھے اور ہرا یک تلخی میں ایک سے بڑھ کرا یک تھالیکن اس وقت اسے کرم پرتزس آیایا پت

نہیں کیا کہاس نے اسے ان میں سے کوئی جواب <mark>ہیں دیا۔</mark>

"پيتوونت بنائے گا۔"

" میں آپ کو بہت مس کروں گا۔"

وہ بہت دریتک کچھ بول نہیں سکی۔وہ بہت ساری دیواروں کوگرانے میں کا میاب ہوگیا تھاجو باقی روگئی تھیں ،اب ان میں دراڑیں ڈال رہا

تھا۔ بہت ضروری تھااس کے لیے کہ وہ اس وقت اس کی طرف نہ دیکھتی ۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ باقی ماندہ دیواریں بھی ڈھے جا کیں ۔

اس رات سلطان نے زین کوغیر معمولی طور پر خاموش پایا تھا۔روز کی طرح آج آ کراس نے کرم علی کی بات نہیں کی تھی۔سلطان کے پوچھنے پر بھی نہیں۔وہ صرف کمرے میں بیٹھ کرایک کے بعدا کیکسگریٹ سلگاتی رہی تھی۔

'' کرم علی نے پچھ کہا ہے آپ ہے؟'' سلطان نے سونے کے لیےا پنے کمرے میں جانے سے پہلے ننگ آ کراس ہے پوچھا۔ مہ:

",هبيل-"

''تو پھر کیا ہواہے؟''

''تم جاؤ سلطان! جا کرسو جاؤ۔'' اس نے جواب دینے کے بجائے کہا تھا۔ سلطان کچھ دیر کھڑا اس کا چپرہ دیکھا رہا کچر کمرے کے دروازے تک گیا۔اےکھول کر ہاہر نگلنے سے پہلےاس نے بلیٹ کرزینی ہےکہا۔

" مجھ لگتا ہے رہی جی ! آپ کوکرم علی احجما لگنے لگا ہے۔"

 ''تم ایسا کروتم کسی ……یتیم خانہ کے ذریعے کوئی بچہاڈ اپٹ کرلو۔''وہ شینا کے مشورے پر بھونچکا رہ گیا تھا۔ دوس سے مصرف سے تاہم میں تاہم کے دریا ہے کہ اور اس کے ساتھ کے مصرف کے مصرف کے ایک کا مصرف کے تاہم کا تاہم کے تا

'' کیونکہ میرے پاس تو بچہ ہےاور میرے لیے ایک بچہ بہت کا فی ہے۔لیکن ضرور تہہارے ماں باپ کو تکلیف ہور ہی ہو گی تمہارے مستقبل کے بارے میں سوچ سوچ کر ۔تو تم اپنے لیے کہیں ہے ایک بچہا ڈاپٹ کرلو۔''

هینا ٹھیک کہدرہی تھی۔شیراز نے واقعی اکبراور نیم کے کہنے پر ہی هینا سے اپنی فیملی اسٹارٹ کرنے کی بات کی تھی۔اس کا خیال تھا کہ اب ان کی شادی کو خاصا وقت گزر چکا ہے۔ هینا کو یقینا اس کی تجویز بری نہیں لگے گی۔ هینا کو واقعی اس کی تجویز بری نہیں لگی تھی ،ای لیے اس نے فورا ایک جوابی تجویز اس کے سامنے پیش کردی تھی۔

''لیکن هینا!وہ میرا بچیتونہیں ہوگا۔''شیراز کو ہےا ختیار غصہ آیا۔ ''تو کیا ہوا؟ تمہارا دلنہیں چاہتا کہتم بھی مرنے سے پہلے دنیا میں کوئی اچھا کام کر کے جاؤتا کہ پیچھے دنیا میں کوئی توخمہیں اچھےلفظوں میں یاد کرے۔''هینانے تڑاخ سے کہاتھا۔

" میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں ۔میری اپنی اولا دنہیں ہوگی تومیری نسل آ کے کیسے چلے گ؟"

شیراز کو پتا تھااس کی اس طرح کی بات پر هینا اس کی کتنی بے عزتی کرنے والی تھی مگر وہ مجبورتھا، وہ واقعی اب اس بات پر بہت سجیدگی سے سو چنے لگا تھااسے بیخوش فہمی بھی ہورہی تھی کہ وہ اس کے بچوں کی وجہ سے شایداس گھر میں اپنے اور اس کے اسٹینس کوتھوڑ ابہت برابر کر دے یا کم از کم وہ گھر سے باہرا پنی سرگرمیوں اورمصروفیات کو بچھکم ضرور کرلےگی ۔حالانکہ اسے سنی کود کھے کراس طرح کی خوش فہمی دل میں نہیں یالنی جا ہے تھی۔

''تمہارااگریہ خیال ہے کہ میں تمہارے خاندان کی نسل کوآ گے بڑھاؤں گی۔ تو تم احمقوں کی جنت میں رہ رہے ہو، میں تمہیں کس طرح برداشت کر رہی ہوں یہ میں جانتی ہوں اور تم چاہتے ہو کہ اس گھر میں تمہارے جیسے دو چاراور آ جا ئیں۔No way اور و یسے بھی تمہیں اپنی نسل کو آ گے بڑھا کر کرنا کیا ہے؟ تمہارے ماں باپتمہیں پیدا کر کے دنیا میں کون سا revolution (انقلاب) لے آئے ہیں؟''وہ ہمیشہ کی طرح بنا کسی لحاظ کے کہدر ہی تھی۔

> '' پہلے میراباپ تنہیں پال رہاہے۔اس کے بعد تنہارے بچوں کو بھی پالنا شروع کردےگا۔''شیراز کو بےاختیار خصہ آیا۔ ''مجھ سے اس طرح بات مت کیا کرو۔''

' د نہیں کروں گی ، جب مجھے <u>لگے</u> گا کہتم ایک Parasite نہیں ہو۔''

" مجھے لگتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ایک جہنم میں رہ رہا ہوں۔"

" مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ اس لیے میرے پاپاکے پاس جاؤاورانہیں بتاؤ کہتم کس تکلیف سے گزرر ہے ہوتا کہ میری جان تم سے چھوٹ سکے۔" هینا نے کنی سے کہااوراٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔ شیراز بے بسی سے اسے جاتا دیکھتار ہاوہ بیکام ہی تونہیں کرسکتا تھا جووہ بتا کرگئی تھی ، هینا کوطلاق دینے کا مطلب کیا تھا۔ یہ سی کوسمجھانے

` کی ضرورت نہیں تھی۔

زین اب اسے پہلی بارسیح معنوں میں یاد آربی تھی۔اس نے اکبراور نیم کے پاس ای لیے جانا کم کردیاتھا کہ وہ اب اکثر زین کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ شینا اور زینی کا موازنہ کرتے رہتے تھے اور شیراز اس بات سے بری طرح چڑتا تھا۔اسے لگتا تھاوہ اس کی اچیومنٹ کو پاؤں کے پنچے روندنے لگے تھے۔

ھینا ایک غلط انتخاب ہوسکتی تھی مگرزینی اس کے لیے بھی ایک صحیح انتخاب نہیں ہوسکتی تھی۔وہ اس کی زندگی میں ھینا کی جگہ شامل ہوتی تو اس کی زندگی بھی اسی طرح مسئلوں میں گھری ہوتی۔

اس کی دونوں پہنیں ابھی بھی اس کے گھر بیٹھی ہوتیں اوراس کے مال باپ ابھی بھی اس پرانے مجلے کے اس اور نے بھوٹے گھر میں بیٹھے ہوتے۔

لیکن اب اس فنکشن میں زین کو دیکھ لینے کے بعد وہ خودا سے اپنے ذہمن سے نکال نہیں پار ہاتھا۔ بہت عرصے کے بعد پہلی باراس نے اکبراور نیم کے گھر زین کے ذکر پر خاموثی اختیار کی تھی ، اس طرح برہمی اور جھنجھلا ہے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ دو بیٹیاں اچھے گھروں میں بیا ہنے کے بعد وہ اس بیات سے خوفز دہ بھی تھے کہ تیسری بیٹی بیاہ دینے کے بعد وہ اس بیا ہنے کے بعد وہ اس بیا ہے کے بعد وہ اس بیا ہے کہ بعد وہ اس بیات سے خوفز دہ بھی تھے کہ تیسری بیٹی بیاہ دینے کے بعد وہ اس میں بیا ہنے کے بعد وہ بھی اس آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے پاس آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے پاس آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے پاس آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے پاس آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے پاس آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے پاس آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے پاس آتا تھا اور دہ بھی اس کے بعد ان کے بیاں آتا تھا اور دہ بھی اس میں جب شیراز کئی کئی ہفتوں کے بعد ان کے بیاں آتا تھا اور دہ بھی اس کے بیاں آتا تھا اور دہ بھی اس کے بیاں آتا تھا اور دہ بھی اس کے بیاں آتا تھا اور دو بھی سے بیاں کے بیاں آتا تھا دہ بیاں کی بیاں کی بیاں کی بیاں کیا کہ بیاں کیا کہ بیاں کی بیاں کی بیاں کی بیاں کی بیاں کہ بیاں کی بیاں کی بیاں کیا کہ بیاں کے بیاں کی بیاں کی بیاں کیا کی بیاں کی بیاں

ایک بری بہوشایداب انہیں اتنا بڑا مسئلہ نہیں لگ رہی تھی جتنی بیخوف ناک حقیقت کہ پوتے ، پوتی کی شکل میں آ گے بھی ان کے پاس کوئی ایساسہارانہیں آئے گا،جس سے وہ کوئی امید وابستہ کرسکیں۔

ایی صورت حال اگرانہیں اپنے پرانے سیٹ اپ میں پیش آتی تووہ اب تک شیراز کی دوسری شادی کر بچے ہوتے یا کم از کم دوسری شادی کی تیار یاں شروع کر بچے ہوتے لیکن یہاں پرشیراز کوالیہ امشورہ دینا اورشیراز کا اس مشورے پڑمل کرنے کا مطلب ان تمام آسائشوں سے محروم ہونا تھا جواس وقت انہیں حاصل تھیں۔ایک باراس آرام دہ اور پھیش لائف اسٹائل کا عادی ہوجانے کے بعدا کبر نہیم اور ان کی بیٹیوں کے لیے یہ بہت مشکل تھا کہوہ پہلے جیسی زندگی گزار سکیس تو آسائش اور سکون میں سے انہوں نے آسائش کا انتخاب کر لیا تھا۔ اور وہ اس انتخاب کی ذمدداری اپنے کندھوں کے بجائے شیراز کے سر پر ڈال رہے تھے۔اس سے کم از کم ان کے خمیر کے بوجھ میں خاصی کی واقع ہوگئ تھی۔

"آپ کوموویز دیکھنالپندہے؟"

اس شام وہ زینی کو لے کرایک انڈین فلم دیکھنے کے لیے سینما گیا تھا۔ جب پاپ کارن کھاتے کھاتے زینی نے اس سے پوچھا۔ '' پچ کہوں یا جھوٹ؟'' کرم علی نے بےاختیار کہا۔

,, سے ،،

''نہیں۔''زنی بےاختیارہنی۔

''اس کے باوجود کہ آپ ایک فلم پروڈ پوسر ہیں۔''

''ایک نیاپروڈ یوسراور بیلم میری پہلی اور آخری فلم بھی ہو سکتی ہے۔'' کرم علی نے اپنے لفظوں پرزوردیتے ہوئے کہا۔

"فلم بنانے كا خيال كيون آيا آپ كو؟"

"اگرمیں کہوں آپ کود مکھر آیا تو آپ کو یقین آئے گا؟" کرم علی نے مسکرا کرکہا۔

"بال!"

''اچھا۔۔۔۔۔آپ تو بہت جلدی مان گئیں۔کوئی ثبوت بھی نہیں مانگا آپ نے؟'' ''پہلے کس کس بات کا ثبوت مانگا ہے میں نے؟''زینی نے قدرے تیکھے انداز میں اس سے پوچھا۔

"مانگاتونہیں مگراندازاییا ہی ہوتا ہے آپ کا۔"

"ويكصيل كرم على صاحب "" زينى في يحد كبنا جا باكرم على في اس كى بات كافي-

"أب مجھ كرم كيون نبيس كہتيں؟"

'' کیوں کہوں؟''زینی نے بےساختہ کہا۔

''آپ مجھے پری زاد کیوں نہیں کہتے؟''

کرم علی بےاختیار مسکرایا۔وہ اس کا نام لیے بغیراس سے مخاطب ہوتا تھااورزینی نے بیہ بات نوٹس کر لی تھی۔

"كونكهوه آپكانام بيس ب-"كرم على نے بساخته كها-"اور جوآپكانام بوه آپكوميرى زبان پر برالگتا ب-"

اسكرين پرنظر جمائے اس نے کرم علی کوکمل طور پرنظرانداز کیالیکن وہ جانتا تھا کہ وہ جو کہہر ہاتھاوہ سن رہی تھی بچھ دیر دونوں خاموثی سے فلم

و یکھتے رہے پھرزین نے گرون موڑ کر کرم علی سے کہا۔

'' مجھے کینیڈا آئے دس دن ہو گئے ہیں۔''اس کا انداز جمّانے والاتھا۔

'' پیر کیوں بتاری ہیں؟''

''اورمیری واپسی میں صرف حاردن باقی ہیں۔''اس نے کرم علی کی بات کا جواب دیے بغیر جیسے اُسے اطلاع دی۔

"يەبرى خبرہے۔آپ اپناstay كيا extend كرىكتى بيں؟"

" نہیں، مجھے واپس جانا ہے میری فلم کی شوٹنگ اسٹارٹ ہورہی ہے۔"

کرم علی نے اس بارکوئی جوابنہیں دیا، زینی نے اس کے چبرے کوغور سے دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

'' کچھسوچ رہے ہیں؟''اس نے کرم علی کومخاطب کیا۔ وہ اسے دیکھ کرمسکرایا۔

''کلرات و زکرتے ہیں۔''

www.urdunovelspdf.com

" بيكام پچھلےوس دن سے روز كررہے ہيں ـ" زينى نے جيسے اسے جمايا ـ

''لیکن کل رات کا ڈنرمیرے گھریر ہوگا۔''

صرف چندسینڈ کے لیےزین کوجیےا یک دھپکالگاتھا،اس طرح خاص طور پراپنے گھرپرانوائٹ کرنے کا اب کیا مطلب تھا۔وہ آسانی سے سمجھ سمتی تھی لیکن کرم ملی کے منہ سے پھر بھی یہ سن کراہے دھپکالگا تھا اور یہ دھپکا کیوں لگا تھا یہ بچھ بیس پارہی تھی۔ یک دم فلم میں اس کی دلچپی ختم ہوگئی تھی۔

"آج توبرى تيارى كررى بين آپ؟" سلطان نے اسے جيولرى تكال كرديتے موئے كہا۔

''آج اس نے گھر پر ڈنر کے لیے بلای<mark>ا ہے۔''</mark>

سلطان کواس کالہجہ بجھا بجھالگا۔

''گھر پرڈنر کے لیے بلایا ہےتو پھر آپ کوخوش ہونا چاہیے پری جی! آپ اس وقت کا توانتظار کررہی تھیں۔روزاس بات پرغصه آتا تھا آپ کو کہ وہ مطلب کی بات کیوں نہیں کرتا۔''

سلطان اس کی بات پرجیسے حیران ہوا تھا۔

'' د کیچہ لیجئے گا آج وہ فلم کی بات بھی کرےگا۔''

'' دنہیں کرےگا تو بھی میں خود کرواؤں گی۔ بہت کھیل تماشا ہو گیا ہے۔'' زینی نے برٹر بڑاتے ہوئے اپنے بالوں میں برش کرتے ہوئے کہا۔ کرم علی نے اس رات اسے اپنے گھر کے پورچ میں ریسیو کیا تھا۔وہ ایک خوبصورت سیاہ ساڑھی میں ملبوں تھی اور آج غیر معمولی طور پر حسین لگ رہی تھی۔

''آپآج بہت خوب صورت لگ رہی ہیں۔''

کرم علی پچھ دیر کے لیے واقعی اس کے چہرے سے نظرین نہیں ہٹا سکا تھا۔وہ اتنی بی radiant (تاباں) نظر آ رہی تھی۔ وہ اسے ساتھ لے کرای کمرے میں آیا تھا جہاں وہ پہلی باراس کے گھر آنے پربیٹھی تھی۔

'' پلیز بیٹھیں۔''اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیااورخود بارکی طرف جانے لگا۔

'' میں آج لیمونیڈنہیں پیوَل گی۔'' زینی نے اسے وہیں روک دیا۔

کرم علی نے قدرے جیرانی ہے مؤکراہے دیکھا پھرمسکرا دیا۔'' پچھاور پینا چاہتی ہیں آپ؟''

"بإل-"

"کها؟"

''آپ کیمونیڈ کےعلاوہ کیا پیتے ہیں؟''

''بہت کچھ، حائے ، کافی ،سوپ ،سوفٹ ڈرنکس، جوسز''

زین نے یک دم اسے ٹو کا۔'' میں شراب میں آپ کی چوائس یو چھر ہی ہوں۔''

چند لمحوں کے لیے کرم علی کو جیسے جھٹکالگا۔ زین کے منہ سے اس طرح شراب کے تذکرے نے جیسے اسے پچھے جیران کیا تھا۔

''اوہمیں شراب نہیں پیتا۔''زینی نے ایک کمھے کے لیے جیران ہوکراسے دیکھا پھرکھلکھلا کرہنس پڑی۔

''آپ نماق اچھا کرتے ہیں۔''

''یہ نداق نہیں ہے۔'' کرم علی بنجیدہ تھا۔ ''اگر نہیں پیتے تو کیوں نہیں پیتے ؟''زینی نے بےساختہ کہا۔ ''آپ پیتی ہیں؟'' کرم علی نے جواب دینے کے بجائے سوال کیا۔

" اس نے بے دھڑک کہا۔

کرم علی کوانداز ہ تھا پھر بھی اس کے منہ ہے بیا تکشاف ن کر چندلمحوں کے لیے اسے شاک ضرور لگا۔

''مگر میں نہیں پیتا۔''

'' يېي تو پوچهرېي مون كه كيون نېيس پييتے''

'' کیونکہ بیمیرے ندہب میں حرام ہے۔'' زین ہے اختیار قبقہہ مار کرہنسی اور پھر بہت دیر تک ہنستی ہی رہی۔ کرم علی محفوظ نہیں ہوا وہ خاموثی ہےاہے دیکھتار ہا۔

'' مجھےانداز ہٰبیں تھا کہ آج رات میں اتنابنسوں گی۔''

زینی نے بالآ خرا پی ہنسی پر قابو یاتے ہوئے کہا۔ کرم علی نے اس کی بات پر کوئی تنصرہ کرنے کے بجائے کہا۔

"کیاتیک گی آپ؟"

'' كم ازكم آخ رات ميں يهال ليمونيڈ پينے نہيں آئی.....' زین بھی يک دم سنجيدہ ہوگئی تھی۔

'' بیکھانا پینا،گھومنا پھرناسبٹھیک ہے گر پچھکام بھی ہونا چاہیے۔کیا کینیڈاصرف بیسب پچھکرنے کے لیے بلایا ہے آپ نے۔''

" بہیں ، کام کے لیے ہی بلایا ہے۔" کرم علی نے بساختہ کہا۔

'' تو پھر کام ہونا چاہیے۔ بیلم میرے لیے بہت اہم ہے کرم علی صاحب ……! صرف اس فلم میں کاسٹ ہونے کے لیے میں پاکتان میں ۔

ا ہے سارے کام چھوڑ کریباں آئی ہوں۔''

"میں جانتا ہوں۔" کرم علی نے اس کی بات کاٹ کرکہا۔" ظاہرہ آیفلم کے لیے ہی آئی ہوں گی۔میرے لیے تونہیں آئیں۔"

وہبیں جانتا تھار جملہاس کے منہ سے کیوں لکلا۔

"آئى توآپ بى كے ليے موں بياور بات ہے كمآپ اپنااور ميرادونوں كاوفت ضائع كرتے رہے ہيں۔"

" کیامطلب؟" کرم علی کواس کی بات نے جیران کیا۔

" و ٹرکی بات کررہی ہیں؟" کرم علی کواس کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی اورزینی کواس کی۔

''کس ڈنرک؟'' وہ جھنجھلائی۔'' آپ کا کیا خیال ہے کہ میں اتنا سج سنور کر آپ کے ہاں ڈنرکرنے آئی ہوں؟ میں یہاں آپ کے ساتھ

رات گزارنے آئی ہوں۔'

اس نے بے حدصاف لفظوں میں کہااور پھر کرم علی کا چبرہ دیکھا۔ کرم علی کولگا سے سننے میں غلطی ہوئی تھی۔ ''ایکسکیو زمی۔'' کرم علی نے شاکڈ ہوتے ہوئے کہا۔

'' کیامیں اپنی بات دہراؤں؟'' زینی نے ای انداز میں کہا۔ کرم علی کے چبرے کے تاثرات اس کی سمجھ سے باہر تھے۔ آخراس نے ایسا کیا کہددیا تھا کہ کرم علی اس طرح ری ایکٹ کر رہاتھا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے آپ کواس لیے یہاں نہیں بلوایا۔'' کرم علی نے بمشکل کہا۔ بہت سارے بت ایک بار پھر کر چی کر چی ہونا شروع ہو گئے تصاوران کی ساری کر چیاں کرم علی کوزخی کر رہی تھیں۔

'' بیلم میرے لیے بہت امپورٹنٹ ہے اور میں اس کے لیے پچھ بھی کر سکتی ہوں۔''

زین نے ایک بار پھراپنی بات کومختلف الفاظ میں دہراتے ہوئے کہا۔وہ اس چوہے بلی کے کھیل سے واقعی اکتا چکی تھی جواس کے خیال .

میں کرم علی اس کے ساتھ کھیل رہاتھا۔

''اس فلم میں کاسٹ ہونے کے لیے آپ کو بیسب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

کرم علی کوشش کے باوجوداینے لہجے کو تکنخ ہونے سے نہ بچاسکا اور زینی نے اس تکنی کونوٹ کیا تھا۔اس نے وہاں آنے کے بعد پہلی بار کرم علی کے لہجے میں تکنی محسوس کی تھی۔

''نو پھراور کیا جا ہتے ہیں آپ مجھ ہے؟'' وہ بے اختیار البھی۔ کرم علی کی تلخی نے پچھ عجیب سااٹر کیا تھااس پر۔

'''پچھ بھی نہیں۔''زینی چند لیجے کرم علی کا چېرہ دیکھتی رہی پھر بےاختیار ہنسی۔

" ت کچھ بھی نہیں تو پھر کینیڈا آپ نے مجھے کس لیے بلوایا ہے؟''

"اس کام کے لیے بہر حال نہیں بلوایا۔" کرم علی نے بے ساختہ کہا۔

''اور په سير وتفريح ،شاپنگ ،کھانا پلانا۔ پهسب کس ليے؟ کوئی نه کوئی تو ہوگی وجهاس کی ۔'' وہ يک دم سنجيدہ ہوگئي۔

''تھا؟''زینی نے ہنس کر جیسے سوال کیا۔

کرم علی نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔''اور آپ اتنے دنوں سیجھتی رہیں کہ میں آپ سے مائی گاؤ۔'' کرم علی کو چیسے سوچتے ہوئے بھی تکلیف ہوئی۔

'' یفلم انڈسٹری ہے کرم علی صاحب! یہاں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ جتنابڑارول، اتنی بڑی قیمت۔'' زینی بھی یک دم ہجیدہ ہوگئ۔ ''میری فلم کے لیے آپ کوکسی سود ہے بازی کی ضرورت نہیں۔ مین رول آپ کا ہے۔ آپ کو بی ملے گا۔'' ایسے بی؟'' زینی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بإل،ايسےبی-"

" کیوں؟"

''اس کیوں کامیرے پاس کوئی جواب نہیں۔'' ''ہونا جاہیے۔''

كرم على چند لمحاے ويكھار ہا پھراس نے كہا۔ "ميں" جانور" نہيں ہوں۔"

زین نے اس کی بات پر ہے اختیار قبقہدلگایا، یوں جیسے کرم علی نے اسے کوئی لطیفہ سنایا تھا۔

''ہرمرد کے اندرایک جانور ہوتا ہے۔''

'' بيآپ ہے کس نے کہا؟'' کرم علی کواس کی بات جیسے چیجی۔

''میرا تجربہہے۔''اس نے کرم علی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔اس کی نظروں میں بے با کینہیں تھی۔اس کی نظروں میں آگ کی پہتیں تھیں ۔کرم علی کوآٹچ آئی۔

'' زندگی کوتجر بوں کی نذرنہیں کرنا چاہیے۔'' کرم علی نے اس سے نظریں چرائیں۔وہ راہ فرازتھی جواس نے ڈھونڈی تھی۔ '' تو کس کی نذرکرنا چاہیے؟'' وہ اس کےا گلے سوال کا جواب نہیں دے سکا۔وہ اسے ہر بات پرلا جواب نہیں کرسکتا تھا۔ '' آپ ایک عجیب آ دمی ہیں۔ یا کچ کروڑ کی ایک فلم میں لیڈرول کے لیے آپ کو مجھ سے پچھنہیں چاہیے۔سوال پیدا ہوتا ہے، کیوں؟''

زین نے کچھدریاس کے جواب کا انظار کرنے کے بعد کہا۔

''سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ہر چیز کی قیمت کیوں دینا جا ہتی ہیں؟'' کرم علی نے قدرے ترش انداز میں کہا۔ ''میں کسی کا احسان نہیں لینا جا ہتی۔''

''اورآ پاس احسان کی قیمت اپنی عزت کے ساتھ اتار ناجا ہتی ہیں۔'' کرم علی نے کسی لحاظ سے کے بغیر کہا۔

زین کاچپرہ ایک کمھے کے لیے سرخ ہوا۔اسے کرم علی کی بات گالی کی طرح گئی تھی کیونکہ آج تک کسی مرد نے اس سے ایسی بات ہیں کہی تھی۔ ''عورت کی''عزت'' بہت''قیمتی'' ہوتی ہے۔'' کرم علی نے اپنے لفظوں پرزور دیتے ہوئے کہا۔ زین کارنگ پچھاور بدلا۔اس نے اسے دوسری گالی دی تھی۔

''عورت کی''عزت' کے بارے میں مجھے لیکچرایک ایسے مرد کی زبان سے نہیں سنتاجس نے کسی رشتے کے بغیررات کے اس وقت مجھے اپنے گھر بلایا ہوا ہے۔''

کرم علی چپ رہ گیا، وہ ٹھیک کہدرہی تھی۔اس نے بھی اسے ایک ایکٹریس بچھ کرہی اتنی دیدہ دلیری سے بلوالیا تھا۔ایک شریف لڑکی سمجھ کراس طرح کیسے بلواسکتا تھا۔

"آ پٹھیک کہتی ہیں۔ مجھے غلطی ہوئی۔"

اس بارچپ ہونے کی باری زین کی تھی۔وہ بی**تو تع نہیں رکھتی کہ وہ اتن آسانی سے فوری طور پراپی غلطی کوشلیم کرےگا۔** ''میں پھر بھی یہی کہتا ہوں۔عورت کی عزت بہت قیمتی ہوتی ہے۔'' کرم علی نے اپنے دہرائی۔ ''اسی لیے دنیامیں سب سے'' زیادہ'' اور سب سے'' کم'' قیمت اس کی''عزت''ہی کی گلتی ہے۔''

زین نے اس کی بات کا شخے ہوئے کہا۔اس کی آ واز میں الاؤتھااوراس الاؤمیں کیا کیا جل رہاتھا۔ کرم علی کیسے جانتا۔

'' مجھے جانا جاہے۔خدا حافظ۔''اس نے یک دم دروازے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

" میں باہر تک چھوڑنے آتا ہوں آپ کو۔" کرم علی نے نہ چاہتے ہوئے بھی کہا۔

''ابھی بھی؟''زینی نے ایک تکخ مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھا۔

کرم علی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ کچھ کہنے اور سننے کے لیے اب باقی کچھٹییں رہاتھا۔ وہ عارفہ نہیں تھی۔ ویسی ہی عورت تھی جن

ہےوہ چھلے کئی سالوں سے بھا گتا چھرر ہاتھا۔اس کے ساتھ باہر پورٹیکوتک آتے ہوئے کرم علی نے جیسے سارے'' نتائج'' اخذ کیے۔

''کیامیں سمجھوں کہ بیلم مجھے بی سلے گی؟''باہر پورٹیکومیں کھڑی گاڑی کے پاس آ کرزینی نے کرم علی سے کہا۔

دونوں کام کیے۔

'' میں بھی نہ بھی آپ کے اس احسان کا بدلہ بھی اتاردول گی۔''زین نے چند کمعے خاموش رہنے کے بعد بے حد عجیب لہجے میں کہا۔ '' وہ تب ہوگا جب ہم دوبارہ بھی ملیں گے۔'' کرم علی نے دوٹوک انداز میں کہا۔

'' بیمت کہیں ۔ زندگی بڑی مجیب چیز ہے۔ کب کس کوکس کے سامنے لے آئے کوئی نہیں جانتا۔''

''لیکن میری خواہش ہے کہ میں آپ سے دوبارہ بھی نہ ملوں پری زاد!''

کی زبان پرآئے بہت سارے لفظ غائب ہوگئے۔ اس نے اسے اس کی حیثیت جتائی تھی۔وہ اس کے لیے ایک ایکٹر لیس تھی اور بساوروہ اس کا ایک مداح تھااور بسسینمامیں بیٹھ کراس کا کام دیکھے کرتالی بجانے والااس کے کام کی ستائش میں تفریخی جملے بولنے والا اوربساس سے زیادہ تو اس نے زینی کے بارے میں سوچا تک نہیں ہوگا پھروہ اس سے کیا بحث کررہی تھی؟ کیوں بحث کررہی تھی؟ بیاس کی مہر بانی تھی کہوہ اس کے'' فن' بہی کا دلدا دہ تھااورا سے کسی اور '' کام'' کے بغیروہ فلم دے رہاتھا۔ پھر کرم علی ہے کیا تو قع لگار ہی تھی۔اے کیا جتانا چاہ رہی تھی۔ان چند کمحوں میں کرم علی کے سامنے کھڑی زینی نے

اس نے ان سارے دنوں میں پہلی باراس کا نام نہیں لیا۔ پہلی باراہے پری زاد کہااوراس کے منہ سے اپنے لیے پری زاد کالفظامن کرزینی

ہر چیز کوایک بار پھر سےار پنج کرلیا تھا۔وہ'' پری زاؤ'تھی۔''زین'نہیں۔اس کو'' پری زاؤ'' کی طرح پیش آنا تھا'' زین'' کی طرح نہیں۔ و و کسی کواسے ڈراپ کر آنے کی ہدایات دینے میں مصروف تھا۔ زینی نے اس کے گھریرایک آخری الوداعی نظر ڈالی۔ان دونوں کے درمیان مزید کوئی بات نبیس ہوئی تھی ۔سلام دعا کا <mark>تباولہ تک نبیس۔</mark>

اس رات کرم علی کے گھر ہے واپس آ کروہ ساری رات ہوٹل میں اپنے کمرے میں بیٹھی جاگتی رہی اورسگریٹ پھونکتی رہی تھی۔کرم علی کی باتیں جا ہے کے باوجودوہ اپنے ذہن سے نکال نہیں یار ہی تھی۔وہ نیزے کی انیوں کی طرح اسے چبھر ہی تھیں۔

'' عجیب آ دی ہے۔''سلطان نے صبح زین سے رات کا قصہ سننے کے بعد کہا تھا۔

''ہاں، عجیب آ دمی ہے کیکن اچھا آ دمی ہے۔''اس نے پہلا جملہ کہنے کے بعد کچھاتو قف کرتے ہوئے کہا۔

سلطان نے کچھ حیران ہوکرزینی کودیکھا، وہ پہلی باراس کے منہ ہے کسی مرد کی تعریف سن رہاتھا۔ایک چھوٹا سالفظ اچھا کہنے کے لیے زینی

کوکتنا تر دوکر ناپڑا ہوگا ،ا سے صرف سلطان ہی جان سکتا تھااور و ہاسی لیے اس لفظ کوکر م علی کے لیے استعمال کرتے ہوئے س کرجیران ہوا تھا۔

'' واقعی احیمالگا آ ہے کو؟''سلطان نے بے صد دلچیسی سے پو چھا۔

''شوبزمیں آئے اتناعرصہ گزرگیاہے، یہ پہلامردملاہے مجھے،جس نے میراہاتھ تکنبیں پکڑا۔ برالگناچاہیے کیا؟''زینی نے جواباسوال کہا۔ سلطان بولنہیں سکا۔

''ہوسکتا ہے آج فون کرے۔''اس نے پچھ دیر کے بعد زینی سے کہا۔وہ اپناسامان پیک کرنے میں مصروف تھی۔

'' نہیں کرےگا۔''زینی نے بے تاثر کہیج میں کہا۔

"أب معبت كرتا ب تو "سلطان نے كچھ كہنا جاہا۔ ''کس نے کہامحت کرتا ہے؟''زینی کے ہاتھ رک گئے۔

'' آپ نے دیکھا،کس طرح سال بھرہے آپ کوتھا کف بھجوا تار ہا۔ یہاں بھی آپ کوسر پراٹھائے بھرا۔'' سلطان نے کرم علی کی حمایت کی۔

''سرے گرادیا ہے اب اس نے مجھے تسلی رکھو، اب کوئی تھنہیں آئے گا۔''زین نے ہنس کراستہزائیا نداز میں کہا۔ ''کیوں، ایسابھی کیا کرآئی ہیں پری جی؟''

سلطان جیسے ہول کررہ گیا۔زینی نے جواب نہیں دیا۔وہ سامان پیک کرتی رہی۔

" میں فون کروں اسے؟" سلطان کو پیتنہیں کیافکر لاحق ہوگئی تھی۔

'' کیوں؟''زینی نے برہمی ہےاہے دیکھا۔''تہہیں پریشانی ہے کہ ہیں فلم ہاتھ سے نہ نکل جائے۔''اس نے کمی ہے کہا۔

"آپ کولگتا ہے، مجھے بس یہی پریشانی ہے۔"سلطان نے رنجیدگی سے کہا۔

''راستے بندکرکے کیوں جارہی ہیں پری جی!اگراچھا آ دمی ہے بمجت کرتا ہے تو شادی کرلیں اس ہے۔ آج نہیں تو دوسال بعد۔'' زینی کو بےاختیار غصر آیا۔'' تمہاراد ماغ ٹھیک ہے؟ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا ہے تہہیں؟'' ''میں نے کیاغلط کہا۔'' سلطان تہم گیا۔

"كبهى سوچنا بھى مت كە ، وه كچھ كہتے كتے رك كئى۔اس كى زبان يركوئى بات آتے آتے ره كئى تھى۔

.urឩ្ឌង្គovelspdf.com

وہ رات صرف زین ہی نے جاگ کرنہیں گزاری تھی ، کرم علی بھی ساری رات نہیں سویا تھا۔ زین کے ساتھ چند گھنٹے پہلے کی ملاقات جیسے ایک بھیا نک خواب بن کراہے بار باریاد آ رہی تھی۔اس کے ساتھ میسب کچھ پہلی بارنہیں ہور ہاتھا۔ ہر باراییا ہی ہوتا تھا۔ فریب،اشتباہ نظراوراس کے بعد سفاک حقیقت۔اس رات اسے عارفہ یا دنہیں آئی تھی کیکن اس کی بددعا بہت یا دآئی تھی۔

وہ اتنے سالوں سے کسی آسیب کی طرح اس کی زندگی سے چیٹ گئی تھی۔اس نے ٹھیک کہا تھا۔اس کی قسمت میں سب پچھ تھا۔محبت نہیں تھی۔وہ عورت نہیں تھی جسے وہ جا ہتا،اوروہ اسے اس طرح جا ہتی جس طرح عارفہ نے اسے جا ہاتھا۔ بےلوث محبتاس نے اقر ارکیا تھا۔ عارفہ جسیا لگنے والا چپرہ عارفہ نہیں ہوسکتا تھا۔نہ ہا ہر سے ، نہا ندر سے ۔

وہ عارفہ کے فریب میں پری زاد کے پاس گیا تھااور پھر عارفہ کے بجائے اسے زینی تبجھ کراس کے قریب ہوتا گیا تھا۔وہ اس کے لیے عارفہ سے الگ وجودر کھنا شروع ہوگئ تھی۔ابیاوجود جواسے عارفہ کی یا ذہیں'' دلاتا'' تھا۔اس کی یاد'' بھلاتا'' تھا۔لیکن ایک جھٹکے میں پری زاد نے اس کے بیروں کے نیچے سے زمین تھینچ کراہے ہوا میں معلق کردیا تھا۔اس کی زندگی کی کشتی اب بھی بھنور کے بچ میں ہی رہی تھی۔

شوبز کی''عورت'' کے ساتھ کرم علی کی میر پہلی اور آخری شناسائی تھی۔اس نے اس رات پری زادگوا پے گھر اور دنیا ہے ہی نہیں جھٹکا تھا، اس کا خیال بھی اس نے اپنے ذہن اور دل سے نکال دیا تھا اور اس وقت اس نے میدکام بے حد آسانی سے کرلیا تھا۔اس رات اس نے مینجر کو پری زاو کے لیے کا نٹریکٹ پیپرزسائن کروانے کی بھی ہدایت کردی تھی۔

ا گلے تین دن جوزینی نے وہاں گزارے، اس دوران ان کے درمیان کوئی رابطہ بیں ہوا تھا۔ کرم علی رابطہ چاہتا بھی نہیں تھا اور اسے اطمینان رہا کہ زینی نے بھی ایسی کوشش نہیں گی۔ جس دن زینی کی فلائٹ تھی ،اس شام اس کے مینجر نے کرم علی کوایک بندلفا فددیتے ہوئے مطلع کیا کہ زینی نے روانہ ہونے سے پہلے ایئر پورٹ سے مینجر کوفون پراطلاع دی تھی کہا ہے ہوئل کے کمرے میں پچھ سامان اور ریسپشن پر کرم علی کے لیے ایک لفا فہ چھوڑ رہی ہے، وہ انہیں اس تک پہنچادے۔

لفافہ کھولنے تک کرم علی کواس سامان اور اس خط کے مضمون کے بارے میں تجسس تھا۔وہ اس کے لیے کیا چھوڑ کرگئی تھی؟ وہ اس سے کیا کہنا جا ہتی تھی؟

لفافے کے اندر خطنہیں تھا۔ صرف کا غذیر چند جملے تحریر تھے۔ اس کا نام اور کسی القاب کے بغیر۔

''آپ کے ساتھ کی گئی شاپنگ کی چیزیں چھوڑ کر جارہی ہوں۔ مجھے مفت میں پھھ بھی لینے کی عادت نہیں ہے۔آپ نے ٹھیک کہا تھا، آپ'' جانور''نہیں ہیں۔مدت کے بعدا کیے''انسان''سے ل کرخوثی ہوئی۔''

ا*س تحریر کے آخر میں زینی نے* اپنانام بھی نہیں لکھا تھا۔ کرم علی نے اس کاغذ کے ٹکڑے کر کے اسے ویسٹ پیپر باسکٹ میں مچھینک دیا۔ اسے وہ تحریر بری گئی تھی۔

گھروائیسی پراس نے اپنے بیڈروم کواس سامان سے بھرا ہوا پایا تھا۔ ہاؤس کیبر نے شاید بیسوچ کروہ ساری چیزیں اس کے کمرے میں اسٹاک کردی تھیں کہ وہ اس کی شاپنگ تھی جومینجر نے گھر پہنچائی تھی لیکن ان شاپنگ بیگزاور ڈبوں کے انبار کود کھے کرکرم علی کا موڈ بری طرح آف ہوا۔ زندگی میں پہلی بارکوئی اس کی چیزیں اس کے مند پر مارگیا تھا۔ کم از کم کرم علی کواس وقت زینی کی بیچر کت ایسی بھی تھی ہے کرم علی کواگر آج تک لوگوں کے اپنے آپ سے بے دھڑک مطالبوں اورخود غرضانہ فر ماکشوں سے تکلیف پہنچی تھی تو آج ان تحاکف کی واپسی بھی اس طرح کی تکلیف پہنچار بی تھی ۔ ان میں سے ہر چیز تقریباً اس طرح جوں کی توں واپس آگئی تھی۔ پچھ چیزوں کو شاید دیکھنے کے لیے ان کی پیکنگ کھولی گئی تھی گرکسی بھی چیز کو استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

ان چیزوں کو وہاں سے اٹھوا کر دوسرے کمرے کی خالی وارڈ روبز اور Closets میں رکھواتے ہوئے کرم علی کوآ دھ گھنٹہ لگا تھا۔ بیا طلاع بھی مل گئی تھی کہ وہ جانے سے پہلے ہوٹل کے دونوں کمروں کے ڈیوز ادا کر گئی تھی۔اس ایڈوانس کے علاوہ جوان کمروں کو بک کرواتے ہوئے کرم علی ک سمپنی نے ادائیگی کی تھی ،اگر پلیین کی کٹنس پہلے خریدی نہ گئی ہوتیں تو اس وقت وہ شایدان کی خریداری کی ادائیگی کے بارے میں بھی سن رہا ہوتا۔ کرم علی کو اس پر مزید خصہ آیا تھا۔وہ اپنے آپ کو کیا مجھتی تھی؟ وہ اس کو کیا جتانا جا ہتی تھی؟ بید کہ وہ بڑی خود دارتھی۔

"خوددار؟ جوايك معمولى فلم كے ليے كسى بھى مرد كے ساتھ"

کرم علی نے مکنی سے سوحیا۔

''اس میں اورا کیے طوائف میں کیا فرق ہے'' کرم علی اسے معاف کرنے پر تیار نہیں تھا۔وہ اس کے بارے میں جتنا براسوچ سکتا تھا،سوچ رہا تھا۔ جتنا بدخن ہوسکتا تھا، ہور ہاتھا۔ بزنس میں ڈائر یکٹ حصہ دار بنانے کے بجائے انہیں اپناا پٹاا لگ بزنس شروع کرنے میں مدد کی تھی کیکن اپنا بزنس ہونے کے باوجودان میں سے ہر کوئی ابھی بھی سال میں آنے والے تمام بڑے اخراجات کے لیے کرم علی کا درواز ہ ہی کھٹکھٹا تا تھااوراس کوان میں ہے کوئی بھی کرم علی کا احسان نہیں سمجھتا تھا۔ان سب کے نز دیک میکرم علی کی ذ مہداری تھی ۔وہ شوکت زمان سے ملنے والی دولت میں ان سب کی ذ مہداریاں اٹھا تا اور کرم علی نے میہ سب مجه جيسے بخوشی قبول کر ليا تھا۔ یہ سب وہ پچھلے کئی سالوں سے پہلے ہی کرر ہاتھا۔ تب بھی جب مہینے میں کمائے جانے والے سارے پیسے یا کستان بھیج کرخودوہ اکثر ادھار کے کرگز ارا کرتا تھااوراب تو خیراس کی زندگی ہی بدل چکی تھی۔وہ انہیں ان کے مطالبات سے بہت زیادہ بھی دیتا، تب بھی اس کے اپنے لائف اسٹائل اورزندگی برکوئی اثر نہیں پڑسکتا تھا۔ کرم علی کی فیملی کو پری زاد کے بارے میں پہلی بارپیۃ تب چلاتھا، جب کرم علی کے بھائی کی مینجر کے ساتھ ہونے والی ایک''اتفاقی'' ملاقات میں آصف کو بیہ پینہ چلا کہ پانچ کروڑ روپے کی ایک بڑی رقم پاکستان کسی پروجیکٹ کے لیے مختص کی جارہی تھی۔ وہ پروجیکٹ کیا تھا، آصف کو یک دم بیکریدلگ گئی تھی اوراس پروجیکٹ کے بارے میں جاننے میں اسے زیادہ دفت نہیں ہوئی تھی کیکن وہ ہ کا بکا ضرور رہ گیا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے اس کے گھروالے اور خاص طور پر کرم علی کی ماں اس فلم کاسن کر ہما بکارہ گئی تھی ۔ کرم علی کوزندگی میں بھی بھی فلموں یا ایسی دوسری چیز وں میں دلچیپی نہیں رہی تھی اوراب ایک دم ایک ایسی پاکستانی فلم پریا کچے کروڑ رو پے لگانا۔ ابھی وہ سب اس معے کوحل کرنے میں مصروف تھے کہ آصف کے ذریعے ہی انہیں پری زاد کی کینیڈا آمداور پھر کرم علی کے ساتھ اس کی روزاندی مصروفیات اور سرگرمیوں کا پیۃ چلنے لگا۔ کرم علی سیروتفریج کے لیے جاتا ، انہیں یہی چیز دنگ کردیتی اور کہاں بیر کہ وہ ایک غیرعورت کے ساتھ اوروہ بھی ایک فلم ایکٹریس کےساتھ سیروتفریج کے لیے آفس چھوڑ کرجار ہاتھا۔ان سب کے ہاتھ یاؤں نہ پھو لتے تواور کیا ہوتا۔ عارفہ سے متکنی ختم ہونے کے اگلے چند سالوں میں کرم علی کے گھر والوں نے وقثاً فو قناً اس پر شادی کے لیے دباؤ ڈالا تھا۔اس وقت وہ عارفہ کی شادی ہوجانے کے بعدخا ندان کو دکھانے کے لیےفوری طور پر کرم علی کی کہیں نسبت تھہرانا جا ہے تتھے کیکن ان کا دباؤاور حربے کرم علی پراثر اندازنہیں ہوسکے۔وہ اگلے کئی سال پاکستان آیا بی نہیں اوراس نے اپنے والدین کو دوٹوک الفاظ میں بیہ بات کہددی تھی کہ وہ اب شادی کرنا ہی نہیں جا ہتا۔اس وقت ہرایک کا خیال تھا کہ یہ فیصلہ وقتی د کھاوراشتعال کا نتیجہ ہےاور وقت گز رنے کے ساتھ ساتھ کرم علی اپنے اس فیصلے پرنظر ثانی کرے گالیکن شوکت زمان سے ملنے والی کمبی چوڑی جائیداد کے بعدا گلے کچھ سالوں میں اس کے کاروبار کومزید پھیلا دینے کے باوجود کرم علی نے

جب شادی میں کوئی دلچین نہیں دکھائی تو اس کے گھر والوں کو بالآ خریہ یقین آ گیا تھا کہ وہ واقعی شادی کرنانہیں چاہتا۔ تب تک اس کے باقی بہن

بھائیوں کی شادیاں ہوچکی تھیں اور ہرایک اپنی زندگی میں مصروف ہونے کے بعد کرم علی کی زندگی یا متوقع شادی میں پہلے کی طرح دلچیپی لینا جھوڑ چکا

اگر کرم علی کے لیےزینی کی کینیڈا سے روانگی کے بعد بیقصہ ختم ہو گیا تھا تواس کی فیملی کے لیے بیاس معاملے کا آغاز تھا۔

اس کی ساری قبملی آ ہستہ آ ہستہ بچھلے کچھ سالوں میں کینیڈ امنتقل ہو چکی تھی۔اگر چہ کرم علی نے ان کو ماں باپ کےاصرار کے باوجودا پنے

تھا بلکہ اس کے بہن بھائی اب کرم علی کی شادی کے ذکر پرالٹااپنے والدین کوغ کرتے کہ اگر بھائی جان شادی نہیں کرنا چاہتے توانہیں شادی کے لیے مجوز نہیں کرنا چاہیے۔ بات شروع ہوکرو ہیں ختم ہوجاتی۔ انی طرف سے جرایک یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ کرم علی کے فیصلے اور جذیات کی گتنی پر واکرتا تھالیکن اندر بھی اندر وہ سے ایک بخوف اور عدم

ا پی طرف سے ہرا کیے بین ظاہر کرتا تھا کہ وہ کرم علی کے فیصلے اور جذبات کی گتنی پر واکرتا تھا لیکن اندر ہی اندروہ سب ایک ہی خوف اور عدم تحفظ کا احساس پالے ہوتے تھے۔ کرم علی کی شادی کی صورت میں اس کے رویے میں آنے والی کسی متوقع تبدیلی کے نتیجے میں ان مالی مراعات اور آسانشات سے محروم ہونے کا خدشہ، جو وہ اب کرم علی بھینا اپنے بہن آسانشات سے محروم ہونے کا خدشہ، جو وہ اب کرم علی بھینا اپنے بہن ہمائیوں اور ان کے بچوں کے مطالبات اس طرح سنتا نہ مانتا جس طرح وہ اب مانتا تھا اور پیچسے سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل جانے کے متراد ف ہوتا۔ ان میں سے ہرایک کے لیے بی تصور بھی سوہان روح تھا۔ وہ آپس میں اس خدشے کا ظہار نہیں کرتے تھے گراندر ہی اندروہ بے حدخود خوش ہو کریہی چاہتے تھے کہ کرم علی شادی نہ کرے۔

وہ ساری زندگی اسے اپنی اولا د کے لیے گاڈ فا در کا رول اوا کرتے و یکھتے رہنا چاہتے تنے اور کہیں نہ کہیں ان میں سے ہرایک میں ہی سوچ رہا تھا کہ کرم علی کی شادی نہ ہونے کی صورت میں اس کی ساری جائیدا واس کے بہن بھائیوں اور ان کی اولا د کے حصہ میں ہی آنے والی تھی اور اس جائیدا دکے کئی حصے ہونے کے باوجود وہ اتنی زیادہ تھی کہ ان میں سے ہرایک اپنی باقی زندگی رئیسوں کی طرح گز ارسکتا تھا۔

اوراب 37 سال کی عمر میں کرم علی اچا تک کسی عورت میں ولچیسی لیتا نظر آنے لگا تھا اور عورت بھی ایک فلم ایکٹرلیں۔ ہنگا می طور پر کینیڈ ا میں ہی آصف کے گھر پر کرم علی کے سارے بہن بھائیوں کا'' اجلاس'' منعقد ہوا۔ ہرایک نے جس حد تک ممکن تھا، اپنی ماں کی مزید ہرین واشنگ کی کیونکہ باپ کی وفات کے بعد وہی ایسی'' چابی' بھی جے وہ کرم علی کو استعال کرنے کے لیے استعال کرتے تھے۔ چابی یا ہتھیار وہ ہدوقت ضرورت ماں کے رول کو بدل لیا کرتے تھے اور وہ پوری دل جمعی سے ان کے ہاتھ میں استعال ہوتی تھیں۔ ان کا واقعی بیرخیال تھا کہ ہڑا بھائی ہونے کے ناتے کرم علی پر ان سب کا'' حق'' ہے اور اسے ہی''حق'' ہروقت ادا کرنا چا ہیے کیونکہ اللہ نے اسے بے حدوجہ اب ماں باپ کی دعاؤں کی وجہ سے

ان میں ہے کوئی بینیں چاہتا تھا کہ کرم علی عمر کے کسی بھی حصہ میں''اپنی پسند'' کی شادی کرےاوراس پرمتزادیہ کہ وہ ایک ایکٹریس کے ساتھ شادی کر لیتا جس سے ان کا خاندان کسی کومنہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔''ایک ناچنے گانے والی آ وارہ عورت''ان میں سے ہرایک نے کئی کئی باراپنی ماں کے سامنے بیالفاظ دہرائے۔اتنی بار کہاس کی ماں واقعی تشویش میں مبتلا ہوگئ تھی۔ لڑکی کا خوبصورت ہونا اس لیے ضروری تھا تا کہ کرم علی کے سرے اس ایکٹریس کا بھوت اتارا جاسکے اوران کا خیال تھا کہ وہ کسی بہت ہی خوبصورت اڑی کے ساتھ ماں کے مجبور کرنے پرفوری طور پرشادی کے لیے تیار ہوجا تا۔اس کی خوبصورتی ، کم عمری کرم علی کے لیے جیسے ایک چارہ ہوتی۔ لڑ کی کا کم عمر ہونااس لیےضروری تھا تا کہاس کو ذہنی طور پر کرم علی کی قیملی آ سانی ہے اپنی مرضی کےمطابق ہینڈل کرسکتی۔انہیں کسی: مسمجھ دار''لڑی کی ضرورت نہیں تھی۔ایک ناسمجھ،کسی ح**د تک احمق ، کمز وراورامیچورلڑ کی کی ضرورت تھی ،جس کی خامیاں اور کمز وریاں وہ بہو**قت ضرورت ا ہے مفاد کے لیے کرم علی کے سامنے لالا کرر کھتے رہتے۔ان سب کویقین تھا کہا لیم کسی لڑکی کی نامجھی اور بے وقو فی کرم علی جیسے آ دمی کی نظروں میں مبھی بھی اے''پیندیدہ ہیوی'' کا درجہ حاصل نہ کر<mark>نے دیتیں۔</mark> اوراس کا لوئر ٹدل کلاس ہے تعلق رکھنا اس لیے ضروری تھا تا کہ اس کا خاندان اورخود وہ ہمیشہ کرم علی کے خاندان کے دباؤ میں رہتے ۔ کسی اچھے خاندان کی لڑکی کوکرم علی کے لیے لانے میں اتنے رسک فیکٹر زہتے کہ اس پرتو ان سب کے درمیان مشتر کہ اتفاق رائے تھا کہ لڑ کی کوئسی بہت'' غریب گھرانے'' سے ہونا جاہے۔ وہ کرم علی کے لیے کوئی ایسا خاندان نہیں جاہتے تھے جس کے ساتھ کسی رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد کرم علی کی زندگی میں ایک دوسرے خاندان کی گنجائش ،اہمیت یا قدر ہوتی ۔اگر کرم علی کے گھر والوں کے لیےممکن ہوتا تو وہ الیی اڑ کی کویتیم خانے سے لا نازیادہ پسند کرتے۔ اب واحد مسئلہ جورہ گیاتھا، وہ ایسی لڑکی کا'' فوری''ا بتخاب تھااوراس فوری انتخاب نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اینے پرانے گھرکے آس ماس کے گھروں اوران خاندانوں پرنظر دوڑا کیں جن کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے اوراس'' ریسرچ ، نے کرم علی کی ماں کی توجہ'' زری'' کے خاندان کی طرف دلائی۔وہ بھی ان ہی کے محلے میں رہتے تھے اورزری کا گھر اس پورے محلے میں لڑ کیوں کی خوبصورتی کی وجہ سے مشہورتھا کسی زمانے میں عارفہ سے مثلنی ختم ہونے کے بعد کرم علی کی ماں کوایک دو ہار کرم علی کا رشتہ طے کرنے کے لیےاس گھر کی لڑ کیوں کا خیال آتار ہاتھالیکن بعد میں وہ علاقہ اور پھر پاکستان چھوڑنے کے بعدوہ سارے حوالے اور خیالات ختم ہو گئے تھے۔

بیروہ سوال تھاجس پروہ سب بالآ خرا پناسر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔لمبی سوچ بچار کے بعدحل بیز نکالا گیا تھا کہ کرم علی کے لیےا بمرجنسی میں

کوئی خوبصورت، کم عمراورلوئر ٹدل کلاس ہے تعلق رکھنے والی لڑکی کو ڈھونڈ ا جائے اور پھر کرم علی کی ماں اسے جذباتی طور پرمجبور کر کے اس کے

زری کا خاندان اب کس حالت میں تھا، اب کون ی بیٹی شادی کے قابل تھی؟ اور اس لڑکی کی شکل وصورت اور عمر کیا تھی؟ اب یہ معاملات زیر غور آنے تھے لیکن اس سے پہلے کسی کا پاکستان جانا ضروری تھا کہ ذری کے گھر جایا جاسکے۔ اور اس اہم کام کے لیے پاکستان میں مقیم کرم علی کی واحد بہن سے رابط کیا گیا جس نے پہلے تو کرم علی کی شادی کے سوال پر ناراضی کا اظہار کیا۔ آخر اس عمر میں بھائی جان کوشادی کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے بعد اس نے ان معیاروں کے بارے میں شورواو یلا کیا جو کرم علی کی ماں

لڑ کی اوراس کے گھر والوں میں جا ہتی تھی بھین جب اسے اوٹو امیں کرم علی اوراس ایکٹریس کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا گیا تواس کے تمام

ُ اعتراضات منٹوں میں ختم ہو گئے ۔صورت حال واقعی بہت سنگین تھی۔

کرم علی کی بہن اگلے دن اس پرانے محلے میں جہاں اس نے پورا بچپن گز ارا تھا، زری کا گھر ڈھونڈ نے کے لیے چکراتی پھری کیکن بالآخر اس نے زری کا گھر تلاش کرلیا تھا۔

درواز ہ زری نے کھولاتھااور کرم علی کی بہن کا دل دروازے پرزری کی شکل دیکھتے ہی سجدہ شکر بجالانے کو چاہا۔ نہصرف گھر کی حالت و لیی تھی جیسی وہ چاہتے تھے بلکہ لڑکی بھی ولیں ہی تھی جیسی ان لوگوں کی خواہش تھی ۔ کرم علی کی بہن زری کونہیں پہچانتی تھی ۔ وہ زری کی بڑی بہنوں سے واقف تھی اور زری اس وقت بہت چھوٹی تھی جب اس کی شادی ہوگئی تھی اور وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔زری کے گھر میں اس وقت وہ اور اس کی دو دوسری بہنیں موجود تھیں مگراس کے ماں باپ میں ہے کوئی بھی گھریز ہیں تھا،اس لیے بڑے حوالے دینے کے باوجود زری یااس کی بہنوں کوشکیلہ، کرم علی کے گھریا جہاں داداوراس کے خاندان کے بارے میں کچھ یا زنہیں آ پالیکن انہوں نے بہرحال شکیلہ کو گھر کے اندر بی اپنی ماں کا انتظار کرنے کے لیے بٹھالیا تھا۔ شکیلہاس کی بہنوں کا نام لےرہی تھی تو یقینازری کی اماں ہے بھی واقف ہوگی۔زری نے یہی سوچا تھا۔ایسی کوئی واقفیت اسے نہ بھی نظرآتی تو بھی وہ شکیلہ کے جلیے اور خاص طور پراس کے سونے کے زیورات ہے اس حد تک مرعوب ہو چکی تھی کہا ہے بخوشی اندر بٹھالیا۔

پہلی باران کے گھر میں کوئی ایسا آیا تھا جوان ہے شناسائی کا دعویٰ کرر ہاتھاا ورسونے ہےلدا ہوا تھا۔زری نے نہ صرف شکیلہ کوفوری طور پر اندر بٹھایا تھا بلکہ وہ اور اس کی بہنیں اس کی جتنی خاطر تو اضع کرسکتی تھیں ، انہوں نے کی تھی۔

شکیلہاس خاطر تواضع سے تو خیر کیا متاثر ہوتی لیکن اس نے وہاں ان چند گھنٹوں کے قیام میں ان تینوں بہنوں کے ساتھ گھر میں موجود باقی افراد کابھی تفصیلی بائیوڈیٹا حاصل کرلیا تھااوراس کے تجزیے کےمطابق زرینه عرف زری کرم علی کے لیےان تمام معیار پر پوری اتر تی تھی جو کینیڈا ہے اس کی ماں نے اسے ڈکٹیٹ کروائے تھے۔زری اسے اپنی دوسری دونوں بہنوں سے زیادہ خوبصورت تو گلی ہی تھی مگرزیادہ سیدھی، بھولی ،فرما نبر دار ، ستھٹر، ہاا خلاق اور کم گوگگی تھی۔

''میں کسی ایسی فلم میں کا منہیں کروں گی جس میں سفیرخان ہواور جسے انور حبیب ڈائر یکٹ کرے۔ زین نے دوٹوک انداز میں تبریز یا شاہے کہا۔

'' یاشا پروڈ کشنز کی فلم میں کام کرتے ہوئے کوئی ہیروئن شرطیں نہیں رکھتی ۔'' تیمریز پاشانے بےحدنا گواری ہےاس سے کہا۔ '' نہیں رکھتی ہوگی۔ میں رکھر ہی ہوں۔ میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا تھا، میں تب کام کروں گی جب اس میں سفیراورانوردونوں نہیں ہوں گے۔''

'' ان کوتو میں فلم میں لوں گا۔میری ضرورت ہے۔سفیرتو پروڈیوں بھی کرر ہاہے بیفلم۔انور کو ہٹا بھی دوں سفیر کونہیں ہٹا سکتا۔'' تنمریزیا شا

نے بے حدصاف لفظوں میں اسے بتادیا۔

'' تو پھر مجھےمت لیں بھی دوسری اثر کی کو لے لیں۔ویسے بھی جار پیئر تو پہلے ہیں اس میں۔میں کیا کروں گی اس فلم میں۔''

''تم اور سفير ليذ ہواس فلم کی۔''

www.urdunovelspdf.com

'' فلم کی لیڈمت کہیں، پندہ سین اور چارگانوں کی لیڈ کہیں۔''زین ہنسی۔ تبریز کواس کی ہنسی تعلی۔ '' بہت غرور آگیا ہے تم میں۔ چارفلمیں سائن کر لی ہیں تو تم سمجھ رہی ہوں کہ سرخاب کے پرلگ گئے ہیں تہ ہیں۔'' '' سرخاب کے پر تو کسی کو بھی نہیں گئے ہوتے۔ مجھے نہیں گئے تو تبریز پاشا کو بھی نہیں گئے۔''

بندلمحوں کے لیے زین کے ڈرائنگ روم میں خاموثی چھا گئ تھی۔ تیمریز پاشانے آج تک فلم انڈسٹری میں آنے والی بڑی سے بڑی ہیروئن کنخرے اٹھائے تھے۔ انہیں دولت سے مالا مال کیا تھا۔ ان کی قسمتیں بھی بدلی تھیں لیکن اس نے کسی ہیروئن کو'' دو شکے کی طوائف'' سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں دی تھی کیونکہ وہ فلم انڈسٹری میں آنے والی ہر ہیروئن کے پور نے جمرہ نسب کوجا نتا تھا۔ وہ باز ارکے کس گھرکے کس کو شھے کی ، کس عورت کی پیدا وارتھی۔ اس کی ماں ، نانی ، پر نانی کون تھی اور اس کے مشقل گا ہک کون تھے؟

سامنے بیٹھی ہوئی ہیروئن کا تجرہ بھی وہ جانتا تھا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا تعلق بازار سے نہیں، اس کے خاندان میں سے کوئی بھی وہاں کا نہیں۔وہ اس کی ماں اور بہنوں کا نام نہیں جانتا تھا کیان ہیے جانتا تھا کہ پری زاد کے ستنقل گا مکب کون تھے،اس کی قیمت کیاتھی پھروہ اسے''دو شکے کی طوائف'' نة مجھتا تو کیا سمجھتا اورکسی طوائف کی زبان پرتیریزیا شاکا ذکراس طرح آتا، بیوہ کیسے برداشت کرتا۔

'' پری زاد کو پچھلے دو تین دن سے بخار ہے،طبیعت خراب ہے ان کی۔ای لیے آج کل چھوٹی چھوٹی باتوں پرالچھ پڑتی ہیں۔ میں

سمجها تا.....''

سب سے پہلےسلطان نےصورت حال کوسنجالنے کی کوشش کی تھی، بیرجانے کے باوجود کہ اب بہت دیر ہوچکی ہے۔ تیر کمان سے نگل چکا تھا۔اس کے باوجوداس نے تبریز کاغصہ شنڈا کرنے کی کوشش کی تیمریز پاشانے اس کی بیکوشش نا کام بنادی۔اس نے نہ صرف سلطان کی بات کا ٹی بلکہ اسے چند منٹوں میں انڈسٹری میں استعال ہونے والی غلیظاترین گالیوں سے بھی نواز اتھا۔سلطان چپ رہاتھا، زینی نہیں اور بیاس کی دوسری فاش غلطی تھی۔وہ گالیاں جو پہلے تبریز سلطان کودے رہاتھا،اب اسے دینے لگاتھا۔اس کی آ واز بے حد بلندتھی۔

"ميرے ڈرائنگ روم ميں بيٹھ كرتم گالى مت دو_"زين چلائى _

تیمریز پاشااس سے زیادہ بلند آ واز میں چلایا۔'' تمہارا ڈرائنگ روم؟ تمہارے باپ نے دیا ہے تمہیں یا بھائی نے؟ یاکسی شوہر نے؟ میرا گھرہے بیہ جوتمہیں رہنے کے لیے دیا ہے میں نے ۔''

اس نے بید چند جملے کہنے سے پہلے بعد میں اور چے میں بے تحاشا گالیوں کا استعال کیا تھا۔

زین اس باریچه بول نبیس کی تھی ، وہ واقعی ای کا گھر تھا۔

''میں آج ہی اس گھر کوخالی کردیتی ہوں یتم سنجال رکھوا پئے گھر کوا پئے پاس اورا پنامنہ بند کرو۔'' زینی نے بالآخراس سے کہا۔ '' ہاں،خالی کرواس گھر کولیکن اس فلم میں تم کیا ہترہاری ماں اور بہن بھی کام کریں گی یتم یاشا کی فلم میں کامنہیں کروگی تو میں دیکھوں گا ہتم اس گھر سے نکل کر کسی دوسری فلم کے سیٹ پر بھی کس طرح پہنچوگی۔تم نے تیمریز پاشا کو سمجھا کیا ہے؟ ہیں تو تہمیں زیمن میں زندہ گاڑ کرتم پر کتے جھوڑ دوں تو اس پورے ملک میں کوئی ایک آ دمی آ کر جھے سے سوال نہیں کرسکتا اورتم اشتیاق رندھاوا کی رکھیل بن کر یہ بیکھنے گئی ہو کہ جو چا ہوگی کروگی ، کوئی تہمیں کچھنیں کہ سکتا۔ یہ فلم انڈسٹری ہے ، بڑی بڑی ہیروئین آ کر چلی گئیں یہاں ہے۔ بہتوں کو فارغ کردیا میں نے بہتوں کو دن دہاڑے سرئک پر مروادیا میں نے کوئی انگلی تک نہیں اٹھا سکا تیمریز پاشا پر اور تم میں آج تیز اب پھٹکوا دول تمہارے چیزے پر تو ہیروئن تو کیا کوئی مرد تہمیں اپنے جوتے صاف کرنے کے لیے بھی نہیں بلائے گا۔کل رات آٹھ بجے میری فلم کا مہورت ہے۔ وہاں خود آ جانا ، ورند میرے آ دمی آئی مرد تہمیں لے جا کیں گے۔''

حبرین پاشامزید کچھ کے بغیرڈ رائنگ <mark>روم سے نکل گیا۔</mark> من

زین سرخ چبرے کے ساتھ وہاں کھڑی رہی۔وہ پاکستان فلم انڈسٹری کی کامیاب ترین ،معروف ترین اور مقبول ترین ہیروئن تھی اوراس نے اپنے ڈرائنگ روم میں کھڑے ہوکرانڈسٹری کے طاقتورترین مردوں کے تکون میں سے ایک سے وہی کچھ سناتھا، جواس سے پہلے انڈسٹری کی ہر معروف ہیروئن من چکی تھی یا پھرکسی نے اس لیے نہیں سنا ہوگا کیونکہ کسی نے بھی تیمریز پاشا کو وہ سب پچھ کہنے کی جراُت نہیں کی ہوگ جواس نے کہا تھا۔ ''آپ کوئٹنی ہار سمجھایا ہے میں نے پری جی الیکن آپ نے میری ہات نہیں تی۔ان ہی ہاتوں کی وجہ سے ڈرتا تھا۔''

سلطان نے اسے مخاطب کیا۔'' آخر کیوں اس طرح بات کی آپ نے تیمریز پاشا کے ساتھ۔ دریا میں رہ کر گرمچھ سے کیوں بیر لے رہی

ين آپ؟"

سلطان بے حد گھبرایا ہوا تھا۔ پاشا جو کچھ کہہ کر گیا تھا، پچ کہہ کر گیا تھا۔سلطان جانتا تھا،فلم انڈسٹری کی ٹئی ہیروئنیں نہ صرف پاشانے گھر بٹھا دی تھیں بلکہ فلم انڈسٹری کی کم از کم دوا بھرتی ہوئی ہیروئنوں تے قبل میں بھی پاشا کا ہی نام لیا جاتا رہا تھا۔سلطان فلم انڈسٹری کواندر سے جانتا تھا۔ انڈسٹری کے ہر''بڑے''اور'' چھوٹے'' کواور پری زاد بچھ بھی سجھنے اور دیکھنے پر تیار ہی نہیں تھی۔

وه اگر کہہ کر گیا تھا کہ پری زاد پر تیزاب بھینکا جاسکتا تھا تو بھینکا جاسکتا تھا۔

مارا جاسكتا تها تو واقعي مارا جاسكتا تها_

سلطان کے لیے روهمکیال نہیں تھیں ، نہ ہی گیدڑ تھبھکیال کیونکہ کہد کرجانے والاتہریز پاشاتھا۔

سلطان مسلسل بولٹار ہاتھااورزیٰ نے ایک لفظ نہیں کہاتھا۔وہ وہاں ڈرائنگ روم کے سینٹر میں کھڑی ای طرح تم صم تھی جس طرح تبریز کے جاتے ہوئےتھی۔ بہت دیر بعد سلطان سے پچھ بھی کہے بغیراس نے کمرے کے دوازے کی طرف قدم بڑھا دیا۔سلطان جاننا چاہتا تھا کہ وہ کیا

سوچ رہی ہے؟ کس نتیج پر پینچی ہے؟ اب کیا کرنے والی ہے؟

کیا مہورت پر جائے گی؟ مگر پری زاد چپتھی اور سلطان کواس کی چپ ہولار ہی تھی۔ ڈرائنگ روم سے باہر لا وُنج میں قدم رکھتے ہی زینی نے نفیسہ اور ربیعہ کود کھے لیا تھا۔ ۔ اسے'' گفتگو'' کہاجاسکتا تو۔ اسے'' گفتگو'' کہاجاسکتا تو۔

اگر پچھ دیر پہلے ڈرائنگ روم میں تبریز پاشا کی گالیاں سننااذیت ناک تھا تو اس وقت نفیسہ اور رہید کا سامنا کرنا اس سے زیادہ اذیت ناک تھا۔ وہاں کسی کوکسی سے پچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ خاموثی سب پچھ کہدر ہی تھی۔ وہ نفیسہ اور رہیدہ سے نظریں ملائے بغیر وہاں سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی۔سلطان اس کے پیچھے گیا تھا تگر کمرے کا دروازہ بندتھا۔

پہلی باراس نے سلطان پر کمرے کا دروازہ بند کیا تھا۔سلطان کوچین کیے آتا۔وہ نفیسہاورر بیعہ کے پاس بوکھلا یا ہوا آ یالیکن اس سے پہلے کہ وہ ان سے پچھ کہہ یا تا،انہوں نے اس سے پوچھنا شروع کر دیا تھا۔

تېرىز يا شاجو كچھ كهدر ما تھا۔زيني كو كيو<mark>ں دھمكار ہاتھا۔</mark>

سلطان کو برونت صورت حال کی شکینی کا احساس ہوا۔اس نے ان دونوں کوتسلیاں دینا شروع کردیں۔

پیت نہیں ان دونوں کواس کی باتوں پر کتنا یقین آیا، کتنا نہیں مگران دونوں نے سوال کرنے بند کردیے تھے۔

سلطان ساری رات اس کے کمرے کے دروازے کے باہر ببیٹھار ہاتھا۔ کمرے میں جلتی ہوئی لائٹ اوراندرو تنفے و تنفے ہے ہونے والی آ ہٹیں بتار ہی تھیں کہ وہ بھی جاگ رہی تھی۔وہ باہر بیٹھے ہوئے بھی جانتا تھا کہ وہ کس طرح کمرے کے چکر کاٹ رہی ہوگ۔ بیئر کا کیین پکڑے، سگریٹ انگلیوں میں دبائے۔سلطان کود کھ ہور ہاتھا۔اس نے رات کا کھانا تک نہیں کھایا تھا۔

رات کا کھانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا ناشتہ۔۔۔۔۔ دو پہر کا کھانا۔۔۔۔۔ کوئی جائے ، کافی جوس۔۔۔۔ پھے نہیں۔۔۔۔۔ وہ اس طرح تو کمرے میں بندنہیں ہوتی تھی ۔صرف سلطان ہی کونہیں ،نفیسہ اور رہیعہ کوبھی فکر ہونے گئی تھی۔ دستک پر درواز ہنہیں کھولتی تھی۔انٹر کام ریسیوروہ اٹھاتی نہیں تھی اور درواز ہ وہ لوگ تو ژنہیں سکتے تھے۔

واحداطمینان کی بات بیتھی کہ وہ اندرٹھیکتھی۔شایداندرہے آنے والی آ جٹیس بندہوجا تیں تو آئییں زینی کی زندگی کے بارے میں تشویش لاحق ہوجاتی۔

اور پھر بالآ خروہ ٹھیک ساڑھے سات ہجے کمرے سے نکل آئی تھی ۔خوبصورت کپڑوں میں ملبوس بھاری میک اپ کیےاور شائدار جیولری ہے آراستہ۔

وہ جیسے کہیں جانے کے لیے بالکل تیارتھی ۔سلطان اسے دیکھ کر پہلے بھونچکا ہوا تھا پھرخوش۔

زین کے چبرے پرکہیں بچھلی شام کے واقعات تحریز ہیں تھے۔اس کے چبرے پرمسکراہٹ تھی اور آ ٹکھیں بالکل صاف۔ان میں کسی بھی قتم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔

'' آپ نے تو مجھے ڈراہی دیایری جی!ابیا کیوں کرتی ہیں آپ؟''سلطان نے جیسے اس سے گلہ کیا۔

زین نے جواب بہیں دیا۔سلطان نے اپنی جیب سے ڈائری نکالتے ہوئے اس کاشیڈول چیک کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تو ڈرائیورکو بتایا تک نہیں ۔گاڑی لگوا تا ہوں ۔ ذراا یارٹمنٹ چیک''زینی نے اس کی بات کائی۔ ''ہم مہورت پر جارہے ہیں۔'' کوریٹرورمیں گئے ہوئے آ ئینہ میں اپنے بال سنوارتے ہوئے زینی نے بےحدعام سے انداز میں کہا۔ '' کون مهورت؟''سلطان چونکا۔

'' تنبریز پاشا کی فلم کی مہورت ۔'' سلطان کو جیسے اس کی بات پر سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ اب اپنے ہونٹوں کی لپ اسٹک ٹھیک کرر ہی تھی ۔

"آ پ تبریز پاشا کی فلم کی مهورت می<mark>ں جارہی ہیں؟"</mark>

'' ہاں ،اتنے مہینے پہلی فلم سائن کی تھی ،اب مہورت میں تو جاؤں گی ہی یا پھراس میں اپنی جگہ تہمیں بھجوا دوں۔''

زینی نے جیسے نداق کیا تھااوراس نداق پرکسی کوبھی ہنسی نہ آئی مگر سلطان ہےا ختیار مہننے لگا۔ بات مہننے والی ہی تھی۔ پری زاد نے سمجھوتے

کا فیصلہ کیا تھا۔سلطان نے بےاختیارسکون کا سانس لیا۔ یہی فیصلہ کرنا چاہیے تھاان حالات میں کیا، ہرقتم کے حالات میں۔

وہ دونوں جلتے ہوئے باہرآ گئے۔جب زینی نے بےحد معمول کے انداز میں اس سے کہا۔

''تم کوئی گھر دیکھوڈ یفنس میں''سلطان نے بےحد حیران ہوکراس ہے یو چھا۔

''میں گھر بدلنا جا ہتی ہوں ،اس ہفتے نہیں تو اس مہینے ضرور <u>۔</u>''

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اور بیربات کہتے ہوئے اس کا انداز بے حدعام تھا تگر سلطان کی چھٹی حس نے جیسے اسے کسی خطرے کاسکنل ویا تھا۔

''لکین گھر کیوں بدلناہے پری جی آپ نے؟''

'' کیونکہ بیمیرا گھرنہیں ہے۔تبریز پاشا کا گھرہے۔''

اس نے مسکراتے ہوئے برابر والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے سلطان سے کہا جس کوایک لمحہ کے لیے جیسے چکر آ گیا تھا۔اگر وہ مہورت پر کمپرو ما ئز کرکے جار بی تھی تو پھرتبریز پاشا کا گھر کیوں بدل رہی تھی اورا گروہ کمپرو ما ئزنہیں کرر ہی تھی تو مہورت پر کیوں جار ہی تھی؟

" مجھ آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی پری جی?" سلطان نے اپنے ماتھے کا پسیند پو نچھتے ہوئے کہا۔

''آ خرگھر بدلنے کی کیا ضرورت آن پڑی ہے؟''

زین حیب بیٹھی باہر دیکھتی رہی۔

"آپ کے دل میں کیا ہے بری جی؟" سلطان نے پچھ دیر بعد بے چین انداز میں یو چھا۔

"چھ بھی نہیں۔''

www.urdunovelspdf.com

ఘఘఘ

"میرکسی صورت میں جمال کےعلاوہ کسی دوسرے سے شادی نہیں کروں گی۔ میں تم کو بتارہی ہوں اماں!" زری جتنی بلندآ واز میں احتجاج کر سکتی تھی ،اس نے کیا تھا۔

شکیلہ دوروز قبل نہ صرف زری کی ماں سے ل کرگئی تھی بلکہ اس نے کرم علی کے لیے زری کارشتہ بھی ما تگ لیا تھا۔

زری کی ماں کے ہاتھ پیرتو شکیلہ کواپنے گھر دیکھ کر پہلے ہی چھولے ہوئے تھے۔اس پر بیاکہ وہ ان سے رشتہ داری کرنے آئی تھی۔وہ بری

طرح حواس باخته ہوگئی تھی۔

وہ جہاں داد کے خاندان کوتب سے جانتی تھی ، جب سے وہ اس محلے میں بیاہ کرآ کی تھی۔اس نے ان کی غربت دیکھی تھی اور پھر کرم علی کی

وجہ سے ان کے بدلتے ہوئے دن دیکھے تھے۔ کرم علی اس زمانے میں جیسے پورے محلے کےلڑکوں کے لیےایک رول ماڈل ہو گیا تھا کرم علی کے گھر والوں کی قسمت کرم علی کے امریکیہ پہنچنے کے چندسالوں میں ہی بدل گئے تھی۔ جب تک وہ کویت میں تھا، تب تک اگر چداس کے گھر والوں اور محلے کے

اوگوں کےلائف اسٹائل میں بہت فرق آچکا تھالیکن اس کےامریکہ چینچنے کے بعد کرم علی کے گھروالوں کاصرف لائف اسٹائل ہی نہیں،ان کی ذہنیت اور دوسر بےلوگوں کے ساتھان کاروبی بھی بدلنا شروع ہو گیا تھا۔اب وہ ہرایک ہے بیرجا ہے لگے تھے کہکوئی بھی ماضی میںان کی غربت ز دہ زندگی کو

نہ تو یا در کھے، نہ ہی انہیں اس زندگی کے حوالے دے کران کی قسمت پر رشک کرے۔ نیتجتًا انہوں نے محلے والوں سے بچنا شروع کر دیا تھا۔ان کا

سوشل سرکل اب نئ رشتہ دار یوں کی وجہ سے بدلنے لگا تھا۔

اوراس سے پہلے کہان کا بیرو یہ محلے والوں کو بیچے معنوں میں چھنا شروع ہوتا۔وہ محلّہ چھوڑ کرڈیفنس چلے گئے تھے۔اس کے بعد کرم علی کی قیملی نے مبھی مزکر پیچھےنہیں دیکھا تھا۔ ہاں مبھی کبھار جہاں داداس محلے میں اپنے رشتہ دار دں کے گھر آتا تو محلے کے پچھ دوسرے لوگوں سے بھی اس کی علیک سلیک ہوجاتی اوراس کی موت کے بعد بیسلسلہ بھی موقوف ہو گیا تھااور پھر آ ہتہ آ ہتہ کرم علی کی ساری قیملی کینیڈا چلی گئھی۔فاصلےاور بڑھ

گئے تصاوران فاصلوں نے کرم علی کی فیملی کواس محلے میں ' ویو مالائی حیثیت' دے دی تھی۔ اب ایسی کسی قیملی کازری کے گھر آ کراس آ دمی کے لیےرشتہ کی بات کرنا......نری اوراس کے گھر والوں کی خوش قسمتی ہی تھی۔

زری کی ماں نے فوری طور پر تو شکیلہ کو ہاں نہیں کی ۔اس نے زری کے باپ سے بات کے لیے پچھے مہلت مانگی کیکن شکیلہ کوانداز ہ ہو گیا تھا

کہ زمین پہلے ہی ہموار ہے۔انہیں اس کو ہموار کرنے کے لیے کوئی محنت نہیں کرنا پڑے گی۔

رشتہ کی بات زری کے سامنے ہی ہوئی تھی اور وہ بھی اپنی بہنوں کی طرح وہاں بیٹھے شکیلہ کے اس احیا تک مطالبے پر بھونچکا رہ گئی تھی اور

جب تک اس کے اوسان بحال ہوئے شکیلہ وہاں سے جا چکی تھی۔

کیکن جب شکیلہ کے جانے کے بعدزری کی مال نے اس سے فوری طور پراس حوالے سے اس سے کوئی بات نہیں کی تو زری مطمئن ہوگئ تھی۔ایسے رشتے اس کے گھر بہت آتے رہتے تھے۔کئی بارسلائی کروانے کے لیے آنے والی عورتیں بھی زری کود مکھے کرکسی نہسی کے لیے رشتہ کا ذکر ضرور چلا تیں کیکن بیر پہلی بارہوا تھا کہ شکیلہ جیسی رکھ رکھا وُ والی کسی عورت نے کسی ایسے آ دمی کے لیے رشتہ کی بات کی تھی جوکینیڈ امیس رہتا تھا۔

اگر چەزرى كوجىرت ہوئى تقى كەاس كى مال نے فورى طور پراس رشتے كے سلسلے ميں اس سے بات كيوں نہيں كى تقى كيكن اگر اس كى مال خاموش ربى تقى تو زرى نے بھى اس معالم پر بات نہيں كى ۔ زرى كى مال نے اسى رات اپنے شوہر سے اس رشته كى بات كى تقى اور حميد كوجيسے يقين نہيں آيا تھا اور جب يقين آيا تو كسى تامل اور تعرض كى

زری کی ماں نے اسی رات اپنے شوہر سے اس رشتہ کی بات کی ھی اور حمید کو جیسے یقین نہیں آیا تھا اور جب یقین آیا تو سی تامل اور لعرص کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ وہیں بیٹھے بٹھائے کرم علی کی عمر کا اندازہ لگایا گیا۔ سینتیس اڑ تمیں سالاور زری ابھی انیس کی نہیس ہوئی تھی۔ عمر کا فرق بے معند تندر تندر سال سیاست کر تھے ہوں تھے تھے۔ تھے تھے۔ میں سیاست کی شکل میں سرات خرید در سی سے نہید گار کی مطل

سوی سورت کا ہی میں ہر سورت میں مقابورہ تربعہ تورث میں ہوتا وہ میں مارٹ میں تاریک کو دیا ہے دورہ میں میں میں سے اب آمیز ہات تھی۔ زری کی ماں کوکرم علی کی اس زمانے کی ایک مثلنی اور پھراس مثلنی کا ٹوٹنا یاد آیالیکن ایک مثلنی کا ہونا یا ٹوٹنا دونوں بے کاراعتراضات

رری بی بان و رم بی بان و رم بی بیت می اور بیده بی و مایورا بیابی بین اید می باده بیار مارد بی بین بیست می باده بی بین بیست می اور بیده چیز تقی جوحمیداوراس کی بیوی دونوں کو ذرا نا قابل یقین لگ رای تقی ۔ انہیں بیستی ب

اعتراضات کرتے۔ کرم علی کا کر دار کیا تھا؟

اس کے بارے میں بھی حمیداوراس کی بیوی کوشبہات تنھے۔جہاں داد کے خاندان کی شہرت بھی ایی نہیں تھی کہ وہ لڑکے کو خاندانی طور پر ہی شریف سجھتے لیکن بیبھی وہ چیزتھی جو کم از کم حمید جیسے کر دار کے آ ومی کے لیے قابل اعتراض نہیں تھی۔ کرم علی کارشتہ ان دونوں میاں بیوی کی نظر میں اب تک ان کی کسی بھی بیٹی کے لیے آنے والے رشتوں میں سب سے زیادہ موز وں ترتھا

> اور دونوں نے متفقہ طور پر زری کوخوش قسمت قرار دیا۔ ان دونوں کواس رات وہاں ہیٹھے ہیٹھے یہ یقین بھی ہوگیا کہاس رشتہ کی وجہ سےان کی اپنی قسمت بھی بدلنے والی تھی۔

ہی روروں وں وہ حادثہ ہی گی ہیوی بنتی تو کیا مال باپ اور بہنوں کو اس غربت میں رہنے دیتی قسمت کی اگر واقعی کو نکی دیوی تھی تو وہ بیٹی اتنے دولت مند آ دمی کی ہیوی بنتی تو کیا مال باپ اور بہنوں کو اس غربت میں رہنے دیتی قسمت کی اگر واقعی کو نکی دیوی تھی تو وہ ان پر مہر بان ہوگئی تھی ۔رشتے کوفوری طور پر قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا تھا۔

اور میہ فیصلہ زری نے بھی سن لیا تھا۔اس نے منصرف میہ فیصلہ سنا تھا بلکہ ماں باپ کی ساری با تیں بھی سن تھیں اوران کی گفتگونے اس کا خون کھولا دیا تھا۔ایک بڑی عمر کا کم شکل آ دمی جس کی اگر باہر کہیں شادی ہوئی تھی تو بچے بھی ہو سکتے تھے، وہ اس کے ماں باپ کواس کے لیے بے صد موزوں برلگ رہاتھا کیونکہ اس کی جیب میں سونے کے سکے تھے۔

زری چراغ یا ہور ہی تھی۔اگراہے حمید کا خوف نہ ہوتا تو وہ اس وقت اٹھ کران دونوں کے سامنے اس رشتہ ہے اٹکارکر کے جاتی ۔لیکن اس

نے بہرحال بیے طے کرلیاتھا کہ وہ اگلے دن ماں کو دوٹوک انداز میں اپناا نکار پہنچائے گی۔ ا گلے دن مبح ماں اس کاا نکار سننے سے پہلے ہی کام کے لیے گھر سے نکل چکی تھی اور شام کو جب وہ واپس آئی تو وہ اکیلی نہیں تھی ،اس کے

ساتھ شکیلہ بھی آئی تھی اور شکیلہ کے ساتھ مٹھائی اور پھلوں کے ٹو کرے بھی آئے تھے۔وہ رشتہ طے کرنے آئی تھی۔

زری کاخون ایک بار پهرکھول کرره گیا جمید بھی اس وقت گھر پرتھا۔ وہ نہ ہوتا تو تو زری اس وقت جس موڈ میں تھی ، وہ شکیلہ کوخوداس رشتہ

ے انکار کردیتی لیکن حمید کی موجود گی میں اس نے نہ صرف شکیلہ کے ہاتھ سے پیسے لیے بلکہ مٹھائی بھی کھائی ۔ شکیلہ جاتے ہوئے اس کی چوڑیوں اور

انگونھی کے ساتھ ساتھ کپڑوں کا سائز بھی لے گئی۔ انہیں شادی کی جلدی تھی۔

زری اس رات بھی نہ ماں سے بات کرسکی ، نہ ہی جمال ہے۔البتۃ اس نے اپنی جھوٹی بہنوں کوصاف الفاظ میں بتادیا تھا کہوہ کرم علی جیسے بڈھے سے شادی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی کیکن اس کی بہنوں نے اس کی اس دھمکی میں کوئی دلچیبی ظاہر نہیں کی تھی ، نہ ہی ان کے دل میں کوئی خدشات

بیدا ہوئے تھے۔انہوں نے زری سے بڑی تین بہنوں کوبھی ان ہی دھمکیوں کے بعدان ہی جگہوں پرشادیاں کرتے دیکھا تھا جہاں حمید نے ان کے ر شتے طے کیے تصاتو اس طرح کاا نکاراوردھمکی جیسےان کے گھر کی روایت بن گئی تھی کیکن ان میں سے ہرایک زری کی قسمت پررشک کررہی تھی۔ بیہ

پہلی شادی تھی جس پران میں ہے ہرایک واقعی خوش تھا۔ان کی ایک دولت مند آ دمی ہے رشتہ داری ہونے والی تھی۔

زری کی ماں نے نہصرف اس شام نسبت تھہرائی تھی بلکہ شکیلہ کی طرف سے لائی جانے والی مٹھائی زری کے شدیداحتجاج کے باوجود محلے اوررشتہ داروں میں بانٹ دی تھی۔مٹھائی کی تقسیم کے ساتھ ہی محلے کی عورتوں کی مبار کباد کے لیے آید کا سلسلہ شروع ہو گیا تھااور پی خبر بجلی کی رفتار کے

ساتھ محلے بھر میں پھیلی تھی۔ جمال کوزری کی منگنی کی اطلاع محلے کے تھڑے پریتے تھیلتے کسی دوسرے لڑے نے دی تھی اور جمال نے ہنس کر مذاق میں اس کی بات

اڑائی تھی۔ ہرمہینے ہی زری کی کسی نہ کسی کے ساتھ منتلنی کی افواجیں اڑتی رہتی تھیں کیکن اس بارخبرلانے والالڑ کا اپنے گھر میں زری کے گھر ہے آنے والی مٹھائی کھا کرآیا تھا۔ نہصرف بیہ بلکہ وہ کرم علی کے بارے میں اپنی ماں سے ساری معلومات بھی لےآیا تھا۔ کرم علی کے نام اوراس کے خاندان سے زبانی طور پر محلے کی بیزو جوان نسل بھی واقف تھی جتیٰ کہ جمال بھی اور شاید کرم علی کا نام ہی تھا کہ جمال پہلی بار پیتے کھیلنا بھول گیا۔وہ بے حد بے چینی

کے عالم میں اٹھ کر گھر آیا تھااور گھر میں اس کے بدترین خدشات کی تصدیق مٹھائی کی اس پلیٹ سے ہوئی تھی جواس کی ماں نے باور چی خانے میں

رکھی ہوئی تھی۔ جمال کا دل جا ہا، وہ اسی وقت جا کرزری کو گو کی مار دے۔ اورزری جانتی تھی کہ جمال کونہ صرف اب تک اس کے کرم علی کے رشتے کے بارے میں اطلاع مل چکی ہوگی بلکہ وہ اس وقت بے حدجنونی

انداز میں اسے مارنے کے لیے غصے میں پاگل ہوا پھرر ہا ہوگا۔وہ اس شام ہمیشہ کی طرح حصت پرنہیں گئی۔حصت پر جانے کے لیےاس شام نہ وفت

تھاا در نہ موقع اورا گریہ دونوں چیزیں ہوتیں بھی تو زری میں ہمت نہیں تھی کہ وہ فوری طور پر جمال کا سامنا کرتی ۔ صبح حمید کے جانے کے بعد زری نے ماں کو کام پر جانے نہیں دیا اوراب وہ ماں کو بہا نگِ دہل بتا رہی تھی کہاہے کرم علی ہے شادی نہیں

` کرنی، جمال سےشادی کرنی ہے۔ زری کی ماں نے بے صداطمینان سے اس کا واویلا سنا۔ اس کی ہربیٹی نے اپنی پسند کے سی کا سے اس طرح واویلا مجایا تھا، اس کے لیے بیسب مچھ نیانہیں تھا۔ '' ہوش کے ناخن لےزری! تو کیوں اس کھٹو کے پیچھے مررہی ہے۔''

'' وہ کھٹو ہو جومرضی ہو، میں اس سے بیار کرتی ہوں۔مرجاؤں گی، پراس کےعلاوہ کسی اور سے شادی نہیں کروں گی۔'' زری نے ماں کو

بات بوری نہیں کرنے دی۔ "كول گرآئ درق كولات ماررى بزرى!ار ايسارشتة و بهارى سات پشتون ميس كسى لاكى كانبيس آيا-ار كروژي لاكاب،

''تم کوشر منہیں آئی اماں!اس بڈھے کولڑ کا کہتے ہوئے۔ پیٹنہیں کتنی شادیاں کرچکا ہے وہ اب تک اورتم کولگتا ہے مجھے تو اس سے اچھا رشتال ہی نہیں سکتا۔''زری ہے ماں کوملامت کرتے ہوئے کہا۔

'' پہلی شاوی ہےاس کی۔ میں نے خود فون پر بات کی ہےاس کی مال ہےاور فرض کر ، پہلی نہ بھی ہوئی پھر بھی دیکھےزری! کتنا پیسہ ہے اس کے پاس۔ارے دن رات بھی خرج کرے گی توختم نہیں ہوگا۔ایک کے بجائے دوشادیاں بھی ہوں تو بھی تخصے ان سے کیالینا دینا۔'' '' ہاں مجھے کسی بات سے کیالینا دینا۔اس کی عمر زیادہ ہے تو ٹھیک ہے۔ دوسری شادی ہے تو ٹھیک ہے۔شکل وصورت الچھی نہیں ہوتو بھی

ٹھیک ہے۔ میں تہاری سوتیلی بٹی ہوں کیا ماں؟''زری تڑپ کر بولی۔ ''مردکی شکل وصورت نبیں دیکھتے جیب دیکھتے ہیں۔جواس آ دمی کی بھری ہوئی ہےاور جمال کی خالی جیب ہے۔سوتیلی بیٹی ہوتی توبید شتہ چھوڑ کر جمال سے شادی کرتی تیری تا کہ ساری عمرتو بھی میری طرح لوگوں کے گھر صفائیاں کر کے گھر چلاتی ۔ بھوکی مرتی اور پھر جمال کے جوتے بھی کھاتی۔''اس کی

ماں کواب غصہ آنے لگا تھا۔ ''جوتے کھاتی لیکن اپنی مرضی کے آ دمی کے ساتھ تو رہتی ۔ کچھ تو اچھا ہوتا اس آ دمی ہے۔ کما تانہیں ہے بس لیکن میری عمر کا ہے۔ اچھی

'' ابھی جان دیتا ہے۔ بعد میں جان لے لے گا۔ پورامحلّہ بھرا پڑا ہےا لیے جان دینے والوں سے جن کی بیویاں روتی پھرتی ہیں۔خود تیرے باپ نے مجھ سے پیند کی شادی کی تھی۔سوسو وعدے کیے اورخواب دکھائے تھے مجھے اور اباب کیا ہے؟ صبح سے لے کرشام تک جانوروں کی طرح محنت کر کے گھر چلاتی ہوں تب بھی نہ تیرے باپ کی زبان بند ہوتی ہے، نہ ہاتھ رکتا ہے۔ساری عمر ہڈیاں تڑوائی ہیں میں نے۔

شکل کا ہے۔میرے پیجان دیتا ہےوہ 'اس کی ماں نے اس کی بات پوری نہیں ہونے دی۔

گھرسے لے کر گلی تک ہرجگہ جوتے کھائے ہیں میں نے تیرے باپ کے اور میں نے کیا تو اپنی بہنوں کودیکھ، کیا حال ہور ہاہے ان کا نے برت کی چکی نے آٹانہیں بنایا، بھوسہ بنا کرر کھ دیا ہے انہیں تجھے قسمت ایک موقع دے رہی ہےتو کیوں ضائع کررہی ہےا ہے۔ارے محلے کا کوئی بھی گھر کرم علی کو َ ا بِی بیٹی دینے کومنٹول میں تیار ہوجائے گا۔ بیتو خوش قشمتی ہے ہماری کہاس کی بہن یہاں آئی۔'' دونتر در برزی روز سے معرب نے معرب نور میں میں میں میں میں میں اور تنہوں کے دونتر میں اور میں اور میں اور میں ا

''تم ہزار دفعہ کہویالا کھ دفعہ، میں نے اس آ دمی سے شادی نہیں کرنی تونہیں کرنی۔''

زری پر مال کی کہی ہوئی بات نے اثر نہیں کیا تھا۔اس کی مال کواب اس پر شدید غصہ آیا۔ پاؤں سے جوتاا تار کر دور کھڑی زری پر پھینکتے ہوئے اس نے کہا۔

'' پیسب باپ سے کہنا اپنے ، وہ گلانہ گھونٹ دے تو پھر کہنا۔'' اس نے زری کو دھمکایا۔

''گونٹتا ہے تو گھونٹ دے۔روز مر<mark>نے سے ایک بار کا مرنا اچھاہے۔''</mark>

زری کی مال نے مزید کچھ کہنے کے بجائے گھرے چلے جانا زیادہ بہتر سمجھا۔ "امال! میں بات کررہی ہوں تجھ ہے؟"

زری نے مال کو دروازے سے نکلتے و کمچے کر گلا تقریباً بھاڑتے ہوئے کہا۔زری کی مال نے بلٹ کر دیکھنے کی زحمت تک نہیں کی۔زری

دروازے تک ماں کے پیچھے آئی تھی اور شاید گلی میں بھی آ جاتی لیکن اس نے ساتھ والے گھرے دروازے پر جمال کو کھڑے د مکھے لیا تھا جو شایداس کے

انتظار میں وہاں کھڑا تھا۔ زری کودیکھتے ہی اس نے درشت انداز میں اسے حجبت پرآنے کے لیے کہا تھا اور ساتھ ہی اے بیدهم کی بھی دی کہ وہ اگر

حصت پرندآئی تووہ اس کے گھر آجائے گا۔

زری بے حدحواس باختہ حصت پر پینچی تھی اور جمال نے اسے دیکھتے ہی اس پر برسنا شروع کر دیا۔ وہ بے حد غصے میں تھا۔ زری نے لاشعوری طور پرجھوٹ بولنا شروع کر دیا۔

''ایی کوئی بات نہیں ہے جمال! صرف رشتہ آیا ہے ابھی اور''

جمال نے بے حد غصے میں اس کی بات کا ٹی۔'' تیری ماں پورے محلے میں مٹھا کیں بانٹتی پھررہی ہےاورتو کہدرہی ہے کہ صرف دشتہ آیا ہے۔وھوکا دے رہی ہےتو مجھے،جھوٹ بول رہی ہے مجھ سے بلکہ ہمیشہ بولتی رہی۔''

وہ پہلی بارزری سے اس طرح بات کرر ہاتھا۔لڑتا وہ پہلے بھی تھا گراس طرح کا غصہ اس نے جمال میں پہلے نہیں دیکھا تھا۔زری کی سمجھ میں فوری طور پر جوحل آیا، وہ آنسو بہانا تھااوراس نے بھی کیا۔اس نے روتے ہوئے جمال سے کہا۔

'' اماں اورابانے زبردتی میرارشتہ طے کر دیاہے وہاں۔اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں توابھی اماں سے لڑی ہوں۔ تیری خاطر جوتے کھائے ہیں اس کےاورتو بھی مجھ ہی کوالزام دے رہاہے۔'' جمال اس کے آنسوؤں سے متاثر نہیں ہوا۔

'' تو تو کہتی تھی کہ تچھ سے کوئی زبر دسی نہیں کرسکتا اوراب منگنی کرا کے بیٹھ گئی ہے۔کل کواسی طرح اس کی ڈولی میں بھی بیٹھ جائے گی۔''

" بمجھ سے ایسی بات مت کر جمال! میں نے اگر کہا ہے کہ میں تجھ سے شادی کروں گی تو میں تجھ ہی سے شادی کروں گی ۔ بیزری کی زبان

ہے۔''زری نے یک دم رونا بند کر دیا۔اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت رونے سے جمال پرالٹااثر ہور ہاتھا۔

'' تیری زبان ……؟ تیری کوئی ایک زبان ہوتو میں اس پراعتبار کروں؟ کتنی بارتجھ سے کہامیں نے کہ امال کور شنے کے لیے بھیجوں، پرتو نے ایک دفعہ میری بات نہیں مانی ۔اب دیکھ لیا نتیجہ ،اسی دن سے ڈرتا تھامیں ۔'' جمال کا غصہ کم ہونے میں ہی نہیں آرہاتھا۔ '' تواعتبار کیوں نہیں کرتا۔'' جمال نے زری کو بات کلمل کرنے نہیں دی۔ '' معر تھے سے سیریں میں عدم تھیں ہے ہیں ہے ہیں ہے ہیں ہے ہیں گرتہ نہیں کی گرفتہ کی سال گرھے ۔علی سیزی ہیں۔

'' میں تھے سے کہدر ہی ہوں نا کہ میں تیرے علاوہ کسی ہے شادی نہیں کروں گی تو نہیں کروں گی۔ز ہر کھالوں گی مگر کرم علی کے ساتھ شادی پ کروں گی۔'' ''دور سے کی تاریخ سے مناقع میں میں گھر جا '' میاں کی میں جو کا کی زیاریں

'' زہرمت کھا، تو میرے ساتھ گھرہے بھا گ چل۔'' جمال کو بیک دم جیسے کوئی خیال آیا۔ '' ضرورت پڑی تو بیبھی کروں گی لیکن ابھی تو رشتہ تڑوانے کی کوشش کررہی ہوں۔ ابھی بڑاوقت ہے جمال!'' '' رشتہ تڑوانے کی کوشش ……؟ تیراباپ مانے گاتیری بات؟''حمید کو جمال ہی نہیں، پورامحلّہ جانتا تھا۔

'' تو مجھے تھوڑ اوقت تو دے۔ میں ٹھیک کرلوں گی سب پچھ۔اگرابھی تک شادی نہیں ہوئی کسی دوسرے کے ساتھ تواب بھی نہیں ہوگی۔''

'' پورے محلے کے لڑکے نداق اڑارہے ہیں میرا۔'' ''اڑانے دے۔ مجھے محلے کے لڑکوں کی باتیں مت بتایا کر۔'' زری اب جمال کو کمزور پڑتاد کیھ کرشیر ہور ہی تھی۔

'' تخجے پتا ہے ذری! میں تیرے بغیر نہیں رہ سکتا۔اگریہ کرم علی یہاں ہوتا تو میں جا کراس کو ماردیتالیکن اب میں خود کو مارسکتا ہوں اور میں گاگا تات نہ میں ہے بھے تھے ہے ۔۔ ''

ا پنی جان دے دوں گاا گرتونے اس سے رشتہ کوختم نہ کروایا۔'' جمال کی آنکھوں میں اب آنسوآ گئے تھے۔زری کے دل کو پچھ ہونے لگا۔کرم علی سے اس کی نفرت میں یک دم شدیداضا فہ ہو گیا تھا۔

جمال کی آتھوں میں اب آنسوآ گئے تھے۔زری کے دل کو پھھ ہونے لگا۔ کرم علی ہے اس کی نفرت میں یک دم شدید اضافہ ہو گیا تھا۔ ﴿ ﴿ ﴿ ﴾ شکیلہ دودن بعد پھروہاں آن موجود ہو کئ تھی اور اس باروہ یہ پیغام لے کرآئی تھی کہ انہیں دو ہفتے کے اندراندر کرم علی کی شادی کرنی تھی۔

حمیداوراس کی بیوی نے بخوشی اس کا بیمطالبہ قبول کرلیا تھا، وہ جانے سے پہلے شادی کے انتظامات کے لیے حمید کو پچھرقم دینے کے ساتھ انہیں ہے بھی بتا گئی تھی کہ انہیں صرف سادگی سے نکاح اور زخصتی چاہیے۔وہ شادی کی باتی تقریبات خود ہی کینیڈا میں منعقد کرلیں گے جمیداوراس کی بیوی کے لیے بیا یک اور نعمت غیر مترقبہ تھی۔وہ پہلے ہی شادی چار کپڑوں میں کرنے والے تھے۔لیکن اب شکیلہ کی اس آفر کا صاف صاف مطلب رہے تھا کہ حمیداس تنہ بی

رقم کوبھی بچالیتا جو بظاہرشادی کے انتظامات کے لیےرکھی گئی تھی۔ پہلی بارسچے معنوں میں زری کے ہاتھوں کےطو طےاڑے تتھے دو ہفتے میں شادی کا مطلب تھا کہاس کے پاس انکارکرنے اور ماں باپ کو منا نریکر لیروفیت نہ ہوں نریکے رابر تھا۔ سملے اگر و دمال یہ سرچھکڑ کرایہ سیمنار ہی تھی تو اے و منتوں رہے گئے تھی تگر اس کی مال ٹس یہ سیمس نہیں ہو

منانے کے لیے وقت نہ ہونے کے برابر تھا۔ پہلےاگروہ مال سے جھگڑ کراسے منار بی تھی تواب وہ منتوں پرآ گئے تھی مگراس کی مال ٹس سے منہیں ہو ربی تھی۔زری کا سلائی اسکول جانا بند کر دیا گیا تھا۔اور حمید کی بیوی اب چوہیں تھنٹے گھر میں رہنے لگی تھی۔اس نے ان تمام گھروں کا کام وقتی طور پر حجوڑ دیا تھا۔ گھر میں ویسے بھی شکیلہ کی شادی کے انتظامات کے لیے دیے گئے میسے اتنے تھے کہ وہ اسٹلے کئی ماہ اطمینان سے گھر میں بیٹھ کرکوئی کام کیے

ُ بغیرکھا کتے تھے۔

شکیلہ دودن کے بعدایک بارپھرآ گئی تھی۔اس دن وہ زری کو کپڑوں جوتوں اور دوسری چیزوں کی شاپنگ کروانے کے لیے آئی تھی اوراس

دن زری نے زندگی میں پہلی باراس گاڑی میں سفر کیا جسے اس سے پہلے اس نے ٹی وی پر دیکھا تھا۔ان ڈراموں کے کرداران گاڑیوں میں سفر کرتے تھے یا پھرسڑک پرونگن کا انتظار کرتے ہوئے و یکھاتھا جس میں آج وہ شکیلہ کے ساتھ سفر کررہی تھی اوراس نے پہلی باراس گاڑی کے اندر بیٹھ کراس کے شیشوں سے باہرنظر آنے والی دنیااوراس دنیا کے پیدل،سائیک سواراوربسوں ویکنوں میں لٹکتے لوگوں کودیکھا۔اسےان پرترس آیا۔ایئر کنڈیشنڈ

گاڑی کے اندر کی دنیاایی ہوتی ہے۔اہے ایک عجب می مسرت ہوئی تھی۔البحص اضطراب، بے چینی اور کرم علی ہے نفرت کے باوجودا ہے گاڑی

میں بیٹھنااحھالگاتھا۔

شکیلمسلسل با تیں کررہی تھی پچھلی سیٹ پراس سے برابر بیٹھی ہوئی اسے کینیڈ امیں کرم علی کی پرفیش زندگی سے بارے میں بتارہی تھی اس کے گھر کا سائز ، کمروں کی تعداد ، گاڑیوں کے ماڈل ، گاڑیوں کی تعداد ، وہ کہاں کہاں سفر کرچکا تھاوغیرہ ،کیکن زری کی توجہاس وفت کسی وغیرہ پرنہیں

تھی۔وہ صرف اس گاڑی کی آرام دہ سیٹ اورا بیئر کنڈیشنر کی خنگی ہے محظوظ ہور ہی تھی۔

سڑک کے کنارے کھڑی اس کی عمر کی کسی بھی لڑ کی کی نظر ہے اس کی نظر گلراتی تو وہ بڑی آ سانی ہے اس کی آ تکھوں میں وہ حسرت اور رشك يزه هسكتي تقى جوبهمي خوداس كي آنكھوں ميں ايسي گاڑيوں ميں بيٹھنے والي لڑ كيوں كود مكھ كرجھلكتا تھا۔

ا یک عجیب سانشه تھا جواس وفت زری کواینے اعصاب پرسوار ہوتامحسوں ہور ہاتھا اور بیصرف آغاز تھا،شکیلہ اس دن صبح ہے شام تک اسے شہر کی مہنگی ترین دکانوں پر لے جا کرخریداری کرواتی رہی تھی۔ایسی دکانوں پرجس کواس نے سڑک ہے گز رتے ہوئے بھی غور ہے دیکھا تک

نہیں تھا کیونکہا ہے یفین تھا، وہ زندگی میں بھی ان دکا نوں پر جا کر پچھ خرید نے کے قابل نہیں ہوسکتی تھی۔ زری کو پہلے حیب نگی تھی تو اب سکتہ ہو گیا تھا۔اس کے سامنے جو کپڑا خریدنے کے لیے پسند کرنے کو دکھایا جار ہا تھا،اسےان میں انتخاب کرنا

مشکل ہور ہاتھا۔ ہر کپڑا پہلے سے اچھا،مہنگااورنفیس تھا۔زری کواس کپڑے کو ہاتھ لگاتے ہوئے جھجک ہور ہی تھی اوراس کی سمجھ میں نہیں آر ہاتھا کہ شکیلہ دھڑا دھڑ کیسےان کپڑوں میں نقص نکالتے ہوئے انہیں رد کررہی تھی۔زری نے بہت دفعہان ایئر کنڈیشنڈ دکانوں میں اپنے ماتھے کا پسینہ یو نچھا۔

شکیلہا سے جیسے کسی اور دنیا ہیں لے آئی تھی۔ کپڑے جوتے کا تملیکس زیورات وہ ہر دکان میں جا کر بوکھلا رہی تھی۔اور ہر دکان میں

خریداری کے بعد بھی اسے یفین نہیں آتا تھا کہ اس نے وہاں سے اپنے لیے پچھ خریدا تھا۔ رات کے دس بجے سامان کے انبار کے ساتھ جب شکیلہ اسے اس کے گھر چھوڑ کر گئی تو زری کے طورا طوار بدلے ہوئے تھے۔اس کی ماں

اور بہنیں خریدی ہوئی چیزوں کو کھول کھول کر دیکھتے ہوئے بالکل اس طرح سکتے میں آ رہی تھیں ،جس طرح وہ ان چیزوں کو د کا نوں میں دیکھ کر ہور ہی تھی۔ایک عجیب م موبیت تھی جواب ان سب کے انداز میں زری کے لیے آ گئی تھی۔

وہ رات کے پچھلے پہرتک ان چیز وں کواوڑ ھاور پہن کر دیکھتی اورخوش ہوتی رہی تھی لیکن ان چیز وں کے سمیٹے جانے اوراس کی نظروں

کے سامنے سے غائب ہونے کے بعداس کے ذہن میں اس دن پہلی بار جمال کا خیال آیا تھاوہ یک دم بے چین ہوگئی۔ا سے لگا جیسے ان چیزوں کی خریداری کر کے اس نے جمال سے بے وفائی کی تھی۔وہ سارا دن اس کا حصت پرانتظار کرتار ہا ہوگا اور ہوسکتا ہے اب بھی حصت پر بیٹھا ہو۔ا سے جب نیز نہیں آتی تھی تو وہ اس طرح رات کو حصت پر آ کر بیٹھار ہتا تھا۔

وہ اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگی۔

" كہاں جارہى ہو؟" كلشن نے اسے ثو كا_

''کہیں نہیں۔''زری نے بات گول کرنے کی کوشش کی ۔

''ابا آج حیت پر بی سور ہاہے۔''گلشن نے بے حد جتانے والے انداز میں اسے بتایا۔ وہ جھنجطلا کر واپس کمرے میں کونے میں پڑی اپنی چار پائی پر آگئی۔ ''بڑی خوش قسمت ہے تو زری! تچی مجھے بڑارشک آرہاہے تجھے ہے۔''

'' مجھے نہیں جا ہےا لی قسمت ۔۔۔۔ میں جمال کے بغیر مرجاؤں گی۔''زری نے بے حد غصے ہے کہا۔

''انسان روٹی کے بغیر مرجا تاہے، دوائی کے بغیر مرجا تاہے۔محبت کے بغیر کوئی نہیں مرتا۔''گلثن نے بے حداطمینان سے کہا۔ ''تو تم کیوں نہیں کرلیتیں کرم سے شاوی؟''زری نے تڑخ کر کہا۔

''اگروہ لوگ مجھے پیند کر کے گئے ہوئے تو ہنس کر کرتی میں اس سے شادی۔''گلشن نے دوبدوکہا۔

'' جا ہے وہ بڑھا ہوتا، بدشکل ہوتا، شادی شدہ ہوتا؟''

''جومرضی ہوتا میں کرلیتی اس کے ساتھ شادی، تجھے پت ہے کہ کرم علی سے تیری شادی سے ہمارے دن پھر جا کیں گے۔ بیہ جو بھوک اور ذلت کی زندگی ہے اس سے ہم سب نکل جا کیں گے تو اپنانہیں تو ہمارا ہی سوچ لے۔''

"اور جمال اس کا کیوں نہ سوچوں۔"

'' کیاہے جمال میں؟ صرف انچھی شکلندگھریار ند کام دھندااور تو اس سے شادی کے لیے مرر ہی ہے۔''گلشن نے کمخی سے کہا۔ ''ساری عمر یوں نہیں رہے گا،وہ کام کرنے لگے گا۔''

'' کیا کام کرےگا؟اور کتنے دن کرےگا؟ جس مردکوکام کی عادت نہ ہووہ بیوی کوگھر بٹھا کرروٹی نہیں کھلاسکتا۔''

''میں خود کرلوں گی کام باپ کے گھر میں کرتی ہوں تو شو ہر کے گھر میں بھی کرلوں گی۔''

''باپ کے گھر میں ساری زندگی نہیں کر ناپڑتا۔ شوہر کے گھر میں کام کرنے لگوتو پھر ساری عمر ہی کرناپڑتا ہے۔'' ''کوئی بات نہیں کرلوں گی میں ۔''زری بصند تھی ۔

'' ساری عمر کام کرکر کے امال جیسی حالت ہو جائے گی تیری جوانی میں بوڑھی ہو جائے گی۔''

''گشن تو.....''گلشن نے ایک بار پھرزری کی بات کائی۔

'' دیکھزری! بیہ جومحبت ہے نا، بیانسان کو بڑارلاتی ہےاور پیبہ جو ہے نابیوہ رومال ہے جو ہرآ نسو پو نچھ دیتا ہے۔''گلشن اس وقت اپنی طرف سے جتنی عقل کی باتیں سمجھاسکتی تھی سمجھار ہی تھی۔

'' تو میری ایک بات یا در کھناگلشن! امال اور اہانے میری بات نہ مانی تو میں عین نکاح کے وفت انکار کر دوں گی۔ میں دوسری بہنوں کی طرح خوثی خوثی شادی کر کے اس گھر سے نہیں جاؤں گی۔ کرم کے ساتھ جانے کے بجائے جان دے دوں گی یہاں۔''

سرری مولی موں سادی سرے المقرسے بیں جاوں ہے۔ سرم سے ساتھ جائے ہے جان وے دول کی بہاں۔ گاشن نے بے اختیارا پناسر پکڑ لیا۔ زری کوسمجھا ٹااس وقت بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف تھا۔ گلشن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے جمال میں ایسا کیا نظر آرہا تھا، جووہ اس کے لیے یوں جان دینے پر تیارتھی اورائے کرم علی کا بیسہ بھی نظرنہیں آرہا تھا۔۔۔۔جبکہ وہ تو پیسے کے لیے پچھ مجھی کرسمتی تھی اوراب جب واقعی اُسے پچھ بھی کیے بغیر بیسہ حاصل کرنے کا موقع ال رہا تھا تواہے جمال اوراس کی محبت نظر آنے لگی تھی۔

سلطان مہورت کی تقریب میں شرکت کے لیے پاشا پروڈ کشنز کے اسٹوڈ یو میں زین کے ساتھ داخل ہونے تک خوف زوہ رہا تھا۔ لیکن زین اور تبریز پاشا کا آناسامنا ہوتے ہی اس کاحلق میں انکا ہوا سانس بحال ہو گیا تھا۔ دونوں بے حدگرم جوثی سے ملے تھے۔ زینی کو دھمکانے کے باجود تبریز پاشا نے پری زادکو وہاں پاکرسکون کا سانس لیا تھا۔ سلطان کواگرزینی کی طرف سے کسی غیر معمولی رویے یا حرکت کی توقع تھی تو وہ بہر حال وہاں نظر نہیں آئی تھی اور اس وقت تو صرف سلطان کوہی نہیں سفیر خان کو بھی جیسے شادی مرگ ہوگیا تھا جب زینی مسکراتے ہوئے خوداس کے پاس گئی اور سیٹ کے علاوہ کہلی بارزین سفیر سے کلے ملی تھی۔ نہ صرف اس سے بلکہ انور حبیب سے بھی

اوراس سلح یا مفاہمت کی وجو ہات کیاتھیں اگلے کئی دنوں اس پراخباروں میں بحث اور قیاس آ را ئیاں ہونے والی تھیں لیکن فلم انڈسٹری کے لوگوں نے مہورت کی اس تقریب میں پری زاداور سفیر کے درمیان ہونے والی اس صلح کوانڈسٹری کے لیےا بیک اچھاشگن قرار دیاتھا۔ مہورت سے واپسی پرگاڑی میں سلطان مسلسل چہکتار ہاتھا۔ وہ واقعی بے حدخوش تھا۔ پری زاد نے عقل مندی کا مظاہرہ کیاتھا۔ وہ اسے بتا

مہورت سے واپسی پر قاری بین سلطان سس پہلمار ہا ھا۔وہ واسے جاتھ کی راد ہے سلمان قامطا ہرہ میا ھا۔وہ اسے بنا رہاتھا کہاس انڈسٹری میں ہمیشہ وہی ہیروئن سب سے لمبے عرصے تک راج کرتی رہی ہے جس کے کسی ہیرو، ہیروئن یا ڈاکر یکٹراور پروڈ یوسر کے ساتھ تناز عات نہیں رہے اور جو ہیروئن اسکینڈلز اور تناز عات میں انوالو ہوتی رہی ہے وہ صرف چند سالوں سے زیادہ اس انڈسٹری سے غائب نہیں ہوئی بلکہ لوگوں کی یا دداشت سے بھی غائب ہوگئی۔

زین سگریٹ پیتے ہوئے بے حد خاموثی اور سنجیدگی کے ساتھ اس کی باتیں سن رہی تھی اور سلطان کو پورایفین تھا کہ وہ اس کی باتوں پرغور

اس نے سلطان کی تمام تصیحتوں، تمام مثالوں، تمام شاباشیوں کے جواب میں سگریٹ کا مکڑا گاڑی کی ایش ٹرے میں پھینکتے ہوئے

بھی کررہی ہےوہ کچھاور پر جوش ہوتے ہوئے زین کونفیحتوں پرنفیجتیں کرنے لگا۔وہ ہر چیز پرخوش تھاسفیرخان سے سکح پر،انورحبیب کے ساتھ بات

چیت پرتبریز پاشا کے ساتھ کی جانے والی پہل پر۔وہ پر<mark>ی زادکواسی طرح کے رویے کا مظاہرہ کرتاد کھنا جا ہتا تھا۔</mark>

یو چھا۔ایک لمحہ کے لیے سلطان کچھ شرمندہ ہو گیاا سے یوں لگا جیسے پری زاد نے اس کی ایک بات بھی نہیں تی تھی۔

" كرم على كى فلم كى ديش آھ تئيں؟"

ا یک لحہ کے لیے کرم علی کولگا اس کی ماں اس کے ساتھ مذاق کر رہی تھی لیکن و ہاں ان کے چبرے پرایسے کوئی تاثر ات نہیں تھے،جس سےاس کی خوش فہی کی بھی تصدیق ہوتی۔

''کیامطلب ہے آپ کا؟''اسے وضاحت طلب کرناضروری لگا۔

''مطلب یہی ہے جوتم نے سناہے، میں نے تمہاری شادی طے کردی ہے۔''اس کی ماں نے اطمینان سے کہا۔

'' کیوں؟''اس نے بے ساختہ الجھے <mark>ہوئے انداز میں کہا۔</mark>

''کیوں کا کیامطلب ہے؟ تم اولا دہومیری ،سب سے بڑی اولا دمیری خواہش ہے تمہارا گھر بساد یکھنے گی۔''

''لکین میں نے آپ کو بتایا ہے مجھے ش<mark>ادی میں دلچپی نہیں ہے۔''</mark>

''شادی میں دلچیبی ہے یانہیں ہےا<mark>ب تمہاری شادی طے کر دی ہےلڑ کی والے تیاری کررہے ہیں۔ دوہفتوں میں جا کر</mark> بیا ہنا ہے

۔'' کرم علی کولگا جیسے بیہ واقعی کوئی نداق تھا ور نہاس طرح بیٹھے بٹھائے اس کی ماں اس کی شادی جیسا بڑا فیصلہ اس سے بات کیے بغیرخو داپنے آپ کیسے کرسکتی تھی۔

''مجھے یو چھے بغیرآ پ نے میری شادی طے کر دی؟'' کرم علی کوجیے شاک لگا تھا۔'' کرم علی لڑکی اتنی خوب صورت ہے کہتم دیکھو گے تو حمهیں ماں کے انتخاب پر فخر ہوگا۔''

''بات لڑکی کی خوب صورتی کی نہیں ہے میری مرضی کی ہے۔ میں شادی نہیں کرنا جا ہتا، جا ہے وہ خوب صورت لڑ کی ہویا بدصورت '' ''شادی نہیں کرنا جاہتے اور اس ایکٹر لیس کے ساتھ آ وارہ پھرنا جاہتے ہو۔''

کرم علی کی ماں اپنی اولا دکی سخت مدایات کے باوجود پری زاد کا ذکر چھیڑے بغیرنہیں رہ سکی۔ چند کمحوں کے لیے کرم علی تچھ بول ہی نہیں سکا تھا۔ پری زاد کو وہاں سے گئے کئی ہفتے ہو چکے تھے۔اس وقت ان حالات میں اس کا ذکر کیوں کررہی تھیں وہ؟.....اس سوال سے بھی زیادہ جو بات اسے تا گوارگگی تھی وہ پتھی کہ کسی نے ماں کواس کےاور پری زاد کے میل جول کے بارے میں بتایا تھا۔وہ بتانے والے سے بھی واقف تھاا ورمیل جول کی تفصیلات کس انداز میں بتائی ہوں گی اسے بھی جانتا تھا۔وہ اس کے بھائیوں میں سے کوئی ایک تھا۔یفیناً آ صف ''

'' کون ی ایکٹریس؟'' کرم علی نے بالآ خراہے اعصاب پر قابویاتے ہوئے کہا۔

''تم کواچھی طرح پتاہے کون می ایکٹرلیں ……میرامنہ نہ کھلواؤ تم …..تم کوسو چنا جا ہیےتھا کہ چھوٹے بہن بھائی کیاسوچیں گے کیا کہیں گے جب بروابھائی ایک بدنام زماندا میٹرلیس کو پہلے کینیڈ ابلوائے گا پھراسے ساتھ لے لے کردن رات پھرے گا۔''

اس کی ماں اب وہ سب کچھ کہدر ہی تھی ۔ جواسے مختلف اولا دوں کی طرف سے کرم علی اور بری زاد کے بارے میں بتایا گیا تھایا کہا گیا تھا۔

''میں ساری عمر کرم علی کی مثالیں دیتی رہی دوسر ہے بچوں کواور کرم علی آخر میں اس طرح کا کام کرنے لگا۔'' کرم علی نے شدیدرنج سے ماں کی بات کا ٹی۔'' وہ میری ایک فلم میں کام کرنے کے سلسلے میں یہاں آ فی تھی۔میرے لیے ایک ایکٹریس ہےاور پچھییں۔''

'' تمہاری فلم؟ کیوں بنارہے ہوتم یے فلم؟ تعلق کیا ہے آخرتمہارااس فلم ہے؟ آج تک ہمارا خاندان کبھی کسی اسٹوڈیو کے پاس سے بھی نہیں گزرااور تم فلم بنانے بیٹھ گئے ۔ٹھیک ہے یہاں کینیڈا میں آ کررہتے ہیں مگر چھھے پورا خاندان ہے بہنوں کے سسرال ہیں، بھائیوں کے سسرال میں کیا کیا با تیں نہیں کریں گے لوگ۔ جب فلم پاکستان میں گھے گی تمہاری یالوگوں کو پتہ چلا کہتم ایسا کوئی کام کررہے ہو۔''

''آپ کیا مجھتی ہیں کہ ہرکوئی جوفلم بنا تا ہے وہ دنیا سے منہ چھپا کر بیٹھ جاتا ہے۔ پچھنہیں ہوتا۔ بڑے برے عزت دارقلمیں بناتے ہیں اور میں تو صرف شوق کے لیے بنار ہاہوں ۔۔۔۔۔کوئی برنس شروع نہیں کررہا۔''

اس نے نہ چاہنے کے باوجود مال کووضاحت دینا شروع کی کیکن اس کی ماں اس وقت اس کی کوئی بات سننے پر تیار نہیں تھی۔ ''شوق کے لیے بنار ہے ہویا جیسے بھی بنار ہے ہوا ب بیشادی کے بعد ہی بناناتم۔''

''آپ میرے ساتھ پینیں کر سکتیں آپ جانتی ہیں میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔''

''شادی نہیں کرنا چاہتاا وراس چڑیل کے لیے جوگ لے کر بیٹھنا چاہتا ہوں۔'' کرم علی کی ماں کا اشارہ اس بارعارفہ کی طرف تھا۔ ''اس کا نام نہلیں۔'' کرم علی نے بےساختہ کہا۔

"كيول نام ندليل_اس في شادى كرلى بي موسكة ال كاورتم آج بهى ال ك ليه بيشه مو"

''میں کسی کے لیے نہیں بیٹھا ہوں۔'' کرم علی نے جھنجھلا کر کہا۔'' بیمیری زندگی ہے میں نہیں چاہتا کسی کواس میں شامل کروں تو آپ لوگوں کو کیا اعتراض ہے آپ لوگ تو خوش ہیں نااپنی زندگیوں میں۔''

'' میں تو تب تک خوش نہیں ہوں گی جب تک تمہارا گھر نہیں ہے گا کرم علی! میں تب تک بے چین ہی رہوں گی۔ باپ تمہاراتم سے کہتے کہتے مرگیا۔تم نے اس کی بات نہیں مانی اب کیاماں کو بھی اسی طرح نامراد کر کے قبر میں اتارد ہے گا؟''

کرم علی کی ماں نے آئکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ کرم علی شیٹا کررہ گیا۔وہ ان کے غصے سے لڑسکتا تھا آنسوؤں سے نہیں اور خاص طور پرابھی جب وہ ایسی کسی صورت حال کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔اس کی ماں اس سے ملنے ویک اینڈ پراس کے گھر آئی تھی اوروہ بیتو قع نہیں کرر ہاتھا کہا گلے چند گھنٹوں میں ان دونوں کے درمیان بیگفتگو ہور ہی ہوگی۔

" آپ کو کیوں پیفلطنہی ہورہی ہے کہ میں ایسا کچھ۔ "اس کی ماں نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔

''اگراییا کچونہیں ہےتو پھرتم میری بات مان لو۔''

'' کیسے مان اوں میں آپ کی بات؟ مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔''

''میں آپ کووجہ بتادوں گامگر فی الحال آپ کوئی اور بات کریں۔میں اس موقع پر بات نہیں کروں گا۔''

''میں صرف ای ایک چیز کے بارے میں بات کرنے آئی ہوں، وہاں پاکستان میں ہم نے تاریخ بھی طے کر دی ہےاورتم کہ رہے ہوکہ تم اس موضوع پر بات کرنانہیں جا ہے''

كرم على ہونق بنامال كاچېره ديكھار ہا۔

وې کې دول بره د پيمارې د

''آپ کیے جھے بات کے بغیر میری شادی کی تاریخ طے کرسکتی ہیں۔'' ''

"كون؟"كياميراكونى حن نبيس بتم ير؟"اس كى مال كى آتكھوں ميں ايك بار پھر آنسوآ گئے۔

''حق ہے آپ کا بلکہ سارے حق آپ کو ہی ہیں۔ جب میں شادی کروں گا آپ ہی کی پینداور مرضی ہے کروں گالیکن فی الحال میں شادی کرنانہیں جا ہتا۔''

کرم علی نے بے حدزم آ واز میں مال کو قائل کرنے کی کوشش کی۔

''اوروہ جوبے چارے شادی کی تیاریاں کر کے لوگوں میں دعوت نامے بھی بانٹ چکے ہیں۔ان کا کیا ہوگا؟اس لڑکی کے ماں باپ کیا کریں گےاگراس وفت ہم نے انہیں تمہارا شادی ہےا نکار پہنچایا؟ وہ تو جیتے جی مرجا کیں گےاوروہ بے چاری لڑکی کرم علی! مجھے بددعاؤں ہے بڑا ڈراگتا ہے میں کسی کی آ نہیں لینا جا ہتی۔''

اس کی ماں نے بیک دم پینترابد لتے ہوئے کہا۔'' آ پانہیں سمجھا دیں۔ساراالزام میرےسر پرڈال دیں۔ بلکہ میری طرف سے معافی ما تگ لیں۔مجھ سے نہیں ہوگی تو کسی نہ کسی سے تو ہوجائے گی اس لڑکی کی شادی۔'' کرم علی نے کہا۔

وہ واقعی اس صورت حال سے بہت پریشان ہور ہاتھا۔ بیٹے بٹھائے ایک مصیبت اس کے گلے پڑ گئی تھی۔

''وہ غریب لوگ ہیں امیر ہوتے تو انہیں مسکلہ نہ ہوتالیکن اب لوگ لا کھ با تیں کریں گےلڑ کی کے بارے ہیں جنہیں تو پتا ہے ہمارے

لوگوں کا۔''

''آپائبیں کچھرقم دے دیں بلکہ جتنی بھی رقم وہ چاہیں انہیں دے دیں۔ ہماری غلطی ہے ہمیں اس کا کچھ خمیاز ہ تو بھکتنا چاہیے۔'' کرم علی نے فورا سے پیشتر تجویز پیش کی۔اگر چہوہ جانتا تھا کہ بیتجویز بے حد نامناسب تھی۔

اس سے پہلے کہ اس کی ماں پچھ کہتی کرم علی وہاں سے اٹھ گیاا سے اندازہ ہو گیا تھا کہ جب تک وہ وہاں بیٹھار ہے گا یہ بحث اس طرح چکتی رہے گی گربیاس کی بھول تھی کہ اس کے وہاں سے ہٹ جانے سے معاملہ ختم ہوجائے گا۔اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس کی ماں اور گھر والوں کے لیے بیمسئلہ اب ان کی ناک کامسئلہ تھا۔وہ اتنی آسانی اور آرام سے پورے معاطے گوگول کرکے کرم علی کوایک بار پھر بھا گئے کا موقع نہیں دے سکتے تھے۔ اگلے تین دن اس کی ماں اس کے گھر رہی۔ نہ صرف میہ بلکہ اس کے بہن بھائی بھی وہاں آگئے ۔اسے اس بات پر بے حد خجالت اور

وه کینیڈامیں بےحدمصروف تھا۔ اس کے گھر والوں نے شادی کی تاریخ میں کوئی تبدیلی کرنے کے بجائے شادی کی اسی تاریخ کو برقرار رکھا۔وہ کرم علی کےحوالے سے کوئی رسک نہیں لیٹا جا ہتے تھے۔ کرم علی اور زری کا نکاح فون پرکرنے کا فیصلہ کیا گیا۔اس وفت تک کرم علی زری کے بارے میں اس کے نام،خوب صورتی اورغربت کے علاوہ کسی چوتھی چیز سے واقف نہیں تھا جتی کہاس کی خوب صورتی کی تعریفیں سننے کے باوجوداس نے زری کی تصویر تک نہیں دیکھی تھی۔اور زری کی عمراوراس کی مرضی کے بارے میں وہ بالکل بےخبرتھا۔اگراس کے گھر والےاسے کہیں پہلے بیہ بتا دیتے کہ زری اوراس کی عمر میں اتنا فرق ہے تو کرم علی کسی صورت اس شادی پر تیار نه ہوتا ، اسے اسوقت زری قربانی کا ایک بکرالگتی جو ماں باپ کی مرضی سے قربان کیا جار ہاتھااور شایداس شادی ہے اٹکارکرنے کی وجاڑ کی کی تم عمری ہوتی مگریہ کرم علی کی بدنشمتی تھی کہ کسی نے اس کے سامنے زری کی عمر کا ذکر نہیں کیا۔ میں اسے کتنا گھاٹا ہوا تھاوہ اگر بھی اس سے ملتی تو ضرور جاننا جا ہتی لیکن اسے بیتو قع نہیں تھی کہ اس کی شیراز کے ساتھ ملاقات یوں اجا تک ہونے والی

ا پنے کندھوں پر لے کر پھرتااور بیآ خری چیزتھی جواہے زیادہ پریثان کرنے لگی تھی۔صرف بیایشو تھا جس کے بارے میں وہ اپنے گھر والوں کوٹھیک سے جواب نہیں دے یا تا تھااورانہوں نے اس کی کمزوری بھانیتے ہوئے اسی ایک بات پراہے بلیک میل کرنا شروع کردیا تھا کہ اس کی ضد کی وجہ سے ایک لڑکی کی زندگی اور نیک نامی خراب ہوجانے والی تھی۔

صورت میں وہ اپنی ماں اورگھر والوں کی ناراضی کے احساس کے ساتھ ساتھ یا کستان میں کسی لڑ کی کے ساتھ کی جانے والی زیاد تی کا احساس جرم بھی

' سبکی کا احساس ہور ہاتھا کہ وہ سب اس طرح انتہے اس سے اس کی زندگی کے ایک ایسے مسئلے پر بات کررہے تھے جس کا ان میں سے کسی کے

مسئلے میں آ گئی تھی۔اور کہیں نہ کہیں کرم علی کوا حساس جرم بھی ہور ہاتھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اپنے آپ کومجرم سمجھ رہاتھا جو بےعزتی کی تلافی پیسے

کے ذریعے کروانا جاہ رہاتھا۔وہ زندگی میں پہلی بارایک عجیب مخصے کا شکار ہور ہاتھا۔

دوسری طرف اسے اس فیملی اوراس لڑکی ہے بھی ہمدر دی ہور ہی تھی جوخواہ مخواہ اس کے گھر والوں کی جلد بازی کی وجہ ہے اس سارے

بعض دفعہ اے لگتا۔ اے شادی کر لینی چاہیے تھی۔ اب اس صورت حال کا اس سے زیادہ مناسب حل نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ انکار کی

زند کی اور نیک نامی خراب ہوجائے والی گئی۔ شادی کی تاریخ سے چاردن پہلے کرم علی بالآ خرزری سے شادی پر تیار ہو گیا تھا۔وہ بے حد خفا تھالیکن اس کی ماں اور گھروالوں کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہوہ سب کی بات مان گیاتھا۔شادی پررضامند ہوجانے کے باوجودوہ فوری طور پرشادی کے لیے پاکستان نہیں جاسکتا تھا۔ا گلے نین ہفتے

شیراز ،سعیدنواز کا داما دتھا۔ بیجاننے میں زینی کوزیا دہ وفت نہیں لگا تھاا ورسعیدنواز کی بیٹی شینا کے بارے میں اسے معلومات حاصل کرنے میں اس سے بھی کم وقت لگا تھا۔اسے ہینا کی پہلی شادی اور بیجے کے بارے میں بھی پیۃ چل گیا تھا۔شیراز نے گھائے کا سودا کیا تھا مگراس سودے ' تھی ، نہ بی شیراز کے فرشتوں کو میخبرتھی کہ وہ قیامت بن کرسیدھااس کے گھر پراتر نے والی تھی۔ وہ اس شام اشتیاق رندھاوا کے ساتھ تھی اور اسے اشتیاق کے ساتھ کسی سرکاری افسر کے گھر ڈنر پر جانا تھا۔کوئی اورمنسٹر ہوتا تو جس ادا کار ہ

وہ، س من ہو سوں ہو ہوں میں چھپا کررکھتا کہاں ہے کہرندھاواان دنوں زینی کے ساتھ کھلے عام پھرا کرتا تھا۔اس نے پرلیس میں کبھی کے ساتھ پھرتا،اس کوسات پر دوں میں چھپا کررکھتا کہاں ہے کہرندھاواان دنوں زینی کے ساتھ کھلے عام پھرا کرتا تھا۔اس نے پرلیس میں کبھی اپنے اور پری زاد کےافیئر کی تر دیدنہیں کی تھی۔اور پرائیویٹ میں وہ بلا جھجک پری زاد کے ساتھا پٹی محبت کا اعتراف کرتا تھا۔

پ مدی کی برات بھی زین اس کے ساتھ یہی سوچ کر گئ تھی کہ وہ اسے اپنے کسی واقف کار کے گھر لے جار ہاتھا۔افسر کا نام کیا تھا اسے اس میں دلچی نہیں تھی ۔لیکن اس گھر کے ڈرائیووے پرگاڑی میں ہیٹھے دور پورٹیکو میں استقبال کے لیے کھڑے تین لوگوں میں سے ایک کود کھے کو وہ پچھتائی اسے اشتیاق رندھاوا سے اس افسر کا نام پوچھ لینا جا ہے تھا۔زین کے ول کی دھڑکن بڑھ گئ تھی۔وہ شیراز کا گھر تھا۔ یا پھرشا یدسعیدنواز کا۔ا گلے چند

شیراز بے حد ہشاش بشاش موڈ میں هینا اور سعیدنواز کے ساتھ اشتیاق رندھاوا کوریسیوکرنے کھڑا تھا۔وہ اشتیاق کی نجی مصرو اوروہ اپنی سرکاری گاڑی کے بجائے ذاتی گاڑیوں میں سے ایک استعال کرر ہاتھا، جسے اس کا ذاتی ڈرائیور چلار ہاتھا۔

کمحوں میں اسے پتا چل جاتا۔

گاڑی ڈرائیووے پران کی طرف آ رہی تھی اور پورٹیکو ہے ابھی پچھ فاصلے پر ہی تھی جب شیراز نے بھی زینی کو گاڑی کی عقبی سیٹ پراشتیا ق رندھاوا کے ساتھ دیکھے لیا۔وہ ایک بل میں برف کا بت بن گیا تھا۔

اشتیاق رندھاواکوسعیدنواز نے اپنی ایکھیشن اورایک پرمٹ کے حصول کے ساتھ ساتھ شیراز کی ایک دوسری جگہ پوسٹنگ کے لیے گھر میں ڈنر پر بلایا تھا۔سعیدنواز کے ساتھ اس کی اچھی علیک سلیک تھی اورسعیدنواز نے سیڈنرا پنے گھر کے بجائے ان دونوں کے گھر پرار پنج کرلیا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ شیراز کو خاص طور پراشتیاق رندھاوا ہے متعارف کروائے۔

اوراباشتیاق کے ساتھ گاڑی میں موجود دوسرے فرد نے شیراز کے سارے جوش وجذ بے پروزیر داخلہ کے گھر پر آنے کے احساس تفاخر کومٹی کردیا تھا۔

وہ اس کے ساتھ کیوں آئی تھی؟ وہاں اس کے گھر اس وقت شیراز کواشتیاق رندھاوا کی وہ آیداورملاقات بھی کوئی سازش لگ رہی تھی۔ ''میہ پری زاد کو کیوں اٹھالایا ہے ساتھ؟'' ہینا نے بھی اس کی طرح دور سے اسے دیکھے لیا تھا اور اس نے سعیدنواز سے بڑبڑاتے ہوئے پوچھا۔اس سے پہلے کہ سعیدنواز کوئی جواب دیتا گاڑی پورٹیکو میں آ کررگ گئی۔

سعیدنواز کے دوملاز مین نے آ گے بڑھ کر گاڑی کے دروازے کھولے اشتیاق پہلے گاڑی سے اتر اتھاا وراترنے کے بعدوہ سعیدنواز سے ملنے کے بجائے دوسری طرف سے اترنے والی پری زاد کا منتظر رہاتھا۔

ے بجائے دومری سرف سے ہرئے وہ کا پر کارادہ مسترر ہاتھا۔ '' دیکھیں سعیدصاحب! ہم کس کواپنے ساتھ لے کرآئے ہیں۔''اس نے بڑی خوش دلی کے ساتھ زینی کوان سے متعارف کرواتے

و یں سیر صاحب ہم میں واپ من کا سے مراہے ہیں۔ اس سے برق وی دی ہے ماری وہی سے معارف رودس گاکھا۔ ''ارے دندھاواصاحب! یہ توخوش متی ہے ہماری کہ آج آپ کے ساتھ ساتھ پری زاد نے ہمارے فریب خانے پر آنے کی زحمت کی۔''
سعیدنواز نے شیرازاور هینا کے برعکس بے صدخوش و لی اورگرم جوثی ہے آگے بڑھ کرزینی کا استقبال کیا۔ شیرازاور هینا اب سعیدنواز کے
عقب میں تھے، شیراز یک دم ہر شم کا پروٹو کول اور ادب آواب بھول گیا تھا۔ اسے یہ بھی یادنہیں رہا تھا کہ اسے آگے بڑھ کر اشتیاق رندھاوا سے
مصافحہ کرنا تھاوہ آگے بڑھ تا تو اس کو اشتیاق ہی نہیں زینی سے بھی علیک سلیک کرنی پڑتی اور یہ کس نئی نہیں تھا۔ زینی اس بارا سے نہ بچوائی۔
مصافحہ کرنا تھاوہ آگے بڑھ تا تو اس کو اشتیاق ہی میں جھپ
جاتا، یہاں وہ ہزار مجروں کی دعا کمیں کرتا تب بھی مجروہ ہونے والانہیں تھا۔
ماری سے برنے گئے ہے۔ وہ اشتیاق سے اس کا تعارف کرواتے ہوئے ہوئے ہوئے نظریں اٹھا کرا ہے دیکھا۔
سعیدنواز اب بچ میں سے ہے گئے تھے۔ وہ اشتیاق سے اس کا تعارف کرواتے ہوئے ہوئے ہوئے نظریں اٹھا کرا ہے دیکھا۔

شیراز اشتیاق رندھاوا سے ہاتھ ملا رہا تھااوراس کے چیرے پرمسکراہٹ ہونے کے باوجوداس کے چیرے کارنگ اڑا ہوا تھا۔وہ اشتیاق کے ساتھ کھڑی تھی۔اشتیاق سے ہاتھ ملانے کے بعد شیراز کے لیے سب سے مشکل ترین مرحلہ تھا۔اسے زبنی سے علیک سلیک کرناتھی۔اس سے نظریں ملاتے ہوئے۔وہ اسے اب تک پیچان چکی تھی،اس بارے میں تو شیراز کوکوئی خوش نہی نہیں تھی۔لیکن پیچانے کے بعدوہ اس سے اس طرح کیے ل سکتی تھی جس طرح ملی تھی۔بے حدخوش دلی کے ساتھ چیرے پر مسکراہٹ لیے۔

ں ں۔ ہے۔ دوں وں سے مانسپر ہے ہو ہے۔ شیراز کواپنی خوش متنی پریقین نہیں آیا۔ زینی کےانداز میں کوئی شناسائی نہیں تھی اور پھراھے خیال آیا کہاس ہے کوئی شناسائی ظاہر کرناوہ

بھی افور ڈنہیں کرسکتی تھی وہ بھی اشتیاق رندھاوا کے ساتھ آئی تھی۔ا کیلے آتی تو شایدصور تحال مختلف ہوتی۔اس خیال نے یکدم جیسے شیراز کو دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا تھا۔ابھی وہ اتنا ہے بس نہیں ہوا تھا جتنا اس نے خود کو سمجھ لیا تھا۔اس میں اس کی اور زینی کی پوزیشن تقریباً ایک جیسی آ کورڈ تھی ، پھروہ کیوں اتنا خوف زدہ ہور ہاتھا شیراز نے قدرے مطمئن ہوتے ہوئے سوجا۔

زین تب تک شینا سے مل رہی تھی جس نے اس سے ہاتھ یا گلے ملنے کا کوئی تکلف نہیں کیا تھا۔اس نے بے حد پر تکلف انداز میں اس سے دور کھڑے کھڑے اسے ہیلو کہنے پر ہی اکتفا کیا۔ایک بن بلائی ایکٹریس کووہ اتنی ہی گرم جوثی دکھا سکتی تھی۔

اس نے زینی کوسر سے پاؤں تک دیکھا ہونہ دیکھا ہو گرزین نے اسے سر سے پاؤں تک ہی دیکھا تھا۔ بیدوہ عورت تھی جس نے اس کی زندگی بدل کرر کھ دی تھی۔جس کے بارے میں وہ ہمیشہ سوچتی رہی تھی۔جس کی خوش متھی پراس نے ہمیشہ رشک کیا تھا۔

ایک لمحہ کے لیے''زین' نے''پری زاد' کے وجود میں دراڑیں پڑتی دیکھیں۔ پھراس نے خود کوسنجالنے کی کوشش کی۔اسےاس وقت پری زاد کے ماسک کی جنتنی ضرورت بھی پہلے بھی نہیں تھی۔

اشتیاق رندهاوانے اس کی سوچوں کانشلسل تو ژویا۔

اس نے بری زاد کو گھر کے اندر چلنے کے لیے کہا۔ دنینا نے بے حد خفگی ہے باپ کو دیکھا تھا۔ اسے اشتیاق کی طرف ہے بری زاد کو دی

جانے والی بی توجہ بے حد بری لگ رہی تھی۔ سعید نواز نے آئکھیں چرالی تھیں۔ شینا کو بیانداز ہنبیں تھا کہ وہ وہاں واحد نہیں تھی ، جسےاشتیاق کا پری زاو پراس طرح قربان ہونابرا لگ رہاتھا۔وہ اگرشیراز کے چہرے پرایک نظرڈ ال لیتی تواسےا نداز ہ ہوجا تا کہ کم از کم زندگی میں پہلی باران دونوں کوایک ہی چیز بری لگ رہی تھی۔

" گھر براخوبصورت ہے آپ کا۔ "

زین نے ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہی مشروب کا گلاس اٹھایا اور ڈرائنگ روم پرنظر ڈالتے ہوئے سعیدنوازے کہا۔

''میراتھامیں نے شادی پر بیٹی کو گفٹ کردیاہے۔''سعیدنواز نے بڑے فخریدانداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ تو شیراز صاحب گھر داماد کے طور <mark>پررہ رہے ہیں یہاں۔''</mark>

اس کے اگلے جملے نے شیراز کو جیسے چارسو چالیس وولٹ کا کرنٹ لگایا تھا۔ ڈرائنگ روم میں یک دم خاموشی چھا گئی۔ ہینا کے ماتھے پر بلوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ جبکہ زینی بے حد آرام ہے مشروب کے گھونٹ بھرتی رہی۔اس خاموشی کواشتیاق رندھاوا کے قیم تھے نے تو ڑا تھا۔ جوفہماکشی

انداز میں ہنتے ہوئے کہدر ہاتھا۔

ئتے ہوئے کہدر ہاتھا۔ ''گھر دامادی کے بڑے فائدے ہوتے ہیں پری زاد۔اورنقصان کوئی نہیں۔کیوں شیرازصا حب؟''

شیرازکولگائسی نے اس کے مند پر جوتا مارا ہو۔

وہ ایک لفظنہیں بول سکا۔سرخ چہرے اورمصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اشتیاق اور سعید نواز کود یکھتار ہاجوہنس رہے تھے اور زینی مشروب کا ایک اورگھونٹ لےرہی تھی۔

''ویے آپ کااپنا گھر کہاں ہے شیراز صاحب؟ ڈیفنس میں؟''

زینی نے دوسرا گھونٹ لیتے ہوئے ایک بار پھر بڑےاطمینان سے پوچھا۔شیراز جوابنہیں دینا جا ہتا تھا۔ گمرصرف زینی ہی نہیں اشتیاق

بھی اس کا چہرہ د کیھتے ہوئے جواب کا منتظر تھا۔

''جی نہیں۔''شیرازنے مدھم آ واز میں کہا۔

''احِيماتوماڈلٹاؤن میں؟''

اس نے ایک بار پھرانجان بنتے ہوئے کہا۔

'' نہیں۔''اس سے پہلے کہ وہ کچھاور کہتی ،سعیدنواز نے جیسے شیراز کی مدد کرنے کی کوشش کی اس نے شیراز کے علاقے کا نام بتایا۔شیراز

''اوہ۔اچھا۔''زینی نے یوں ظاہر کیا جیسےاہے بڑی مایوی ہوئی ہو۔''ویسے پیتنہیں کیوں آپ کود کیھر مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں آپ کو

پېلے کہیں دیکھ چکی ہوں''

شیراز کی جیسے جان نکل گئے تھی۔ ڈرائنگ روم میں میٹھا ہر مخص چونک کرشیراز کود کیھنے لگا تھا۔

"آپ كوالدصاحب كياكرتے بين؟"اس نے دوسرا جا بك مارتے ہوئے كہا۔

شیراز کاجسم مختدًا ہونے لگا تھا۔اس بار مددوہاں سے آئی جہاں سے وہ زندگی بھرتو قع نہیں کرسکتا تھا۔

"آپ كوالدصاحب كياكرتے بين؟"

یہ شیناتھی جس نے بے حد طنزیدانداز میں پری زاوے یو چھا۔

اس کا اگریہ خیال تھا کہ باپ کے تذکرے پر پری زاد کے مندہے کوئی جواب نہیں نکل سکے گا۔ تواہے مایوی ہوئی تھی۔

''وہ اُنگم ٹیکس میں کلرک تھے۔ضیاء نام تھا ان کا۔ بتیس سال سروس کی انہوں نے۔ پھران کا انقال ہو گیا۔ آپ نے بتایانہیں شیراز

صاحب! آپ کے والدصاحب کیا کرتے ہیں؟"

مصیبت ٹلینہیں تھی۔اس نے ایک سانس میں هینا کی آئکھوں میں آئکھیں ڈالتے ہوئے بے حد فخریدانداز میں اپنے والد کے بارے متابات در محد رہیں انسے میں شدہ میں مصاب ہورات

میں بتایا تھااور پھرای سائس میں شیراز سے دوبارہ پوچھا تھا۔ دوشید سے میں اساس کی موسد میں سے

''شیراز کے والدسول سروسزا کیڈی میں تھے۔سرکاری افسرتھے۔''سعیدنواز نے بےافتیار مداخلت کی۔زبنی کے سوال اب اسے بھی جیسنے لگے تھے۔زبنی اس کے جواب پر بےافتیار بنسی۔

''اوہ۔ پھرتو مجھے بقیناغلطی ہوئی ہے۔''اس نے مشروب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''اصل میں ہمارے محلے میں ایک لڑکا ہوتا تھا۔ باپ شاید میٹرریڈر تھا اس کا۔لڑکا بڑا الا کُق تھاسی ایس کرلیا تھا اس نے ، سنا ہے بڑی اچھی پوزیشن کی تھی اس نے لیکن اس کے بعد اس نے اپنی منگیتر ہے منگئی تو ڈکر کسی سرکاری افسر کی بیٹی سے شادی کرلی۔''

اس بارصرف شیراز کارنگ فتی نہیں ہوا تھا۔سعیدنواز اور شینا کارنگ بھی بدل گیا تھا۔وہ بڑے آ رام ہے بیٹھی شیراز کی لائف ہسٹری انہیں بتار ہی تھی۔

'' ہوتے ہیںا یسے کتے آ دمی بھی۔''اشتیاق چند کھوں کے لیے یہ بھول گیاتھا کہ وہ کسی کے ڈرائنگ روم ہیں ہے۔

جوتاشیراز کےمند پر ماراتھا تواشتیاق کی کہی ہوئی بات جوتا بن کرسعیدنواز کو گئی تھی۔

''جی۔جی۔بالکل۔''وہ بے حد بو کھلا گیا۔

''میراخیال ہےکھانا لگ گیاہے۔ آئیں کھانا کھائیں۔''اس نے بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔

''آ پلوگ کھائیں۔میرا توبالکل موڈنہیں ہور ہا یہاں ہےاٹھنے کا۔'' زینی نے بڑےاطمینان سےمشروب کا خالی گلاس سائیڈٹیبل پر

رکھتے ہوئے کہا۔

"نويبين منگواليتے ہيں کھانا۔ اگر سعيد صاحب کوزحمت منہ ہوتو۔" اشتياق بھی دوبارہ صوفے پربيٹھ گيا۔

' « نہیں نہیں زحت کیسی _ یہیں کھاناسروکروا لیتے ہیں ۔''

سعیدنواز نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

جبکہ هینانے کھاجانے والی نظروں سے زینی کو دیکھا۔اس کابس چلتا تو وہ اس دو تکے کی ایکٹریس کواٹھا کراپنے گھر سے باہر پھنکوا دیتی جو ڈرائنگ روم میں بیٹھ کریوں ادائیں دکھار ہی تھی جیسے وہ وہاں چیف گیسٹ کے طور پر آئی ہو۔اسے صرف زینی ہی نہیں بلکہاشتیاق رندھاوا بھی اتناہی مراگ باتنا

چند لیحوں میں ڈرائنگ روم سے نسلک ڈائننگ روم کی ٹیمیلز سے ملازموں نے کھانالالا کرڈرائنگ روم میں بیٹھےلوگوں کوسروکرنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی نوکر وہاں سے غائب ہوئے۔ زبی نے بڑےا نداز سے اپنی ڈنر پلیٹ اٹھا کرشیراز کی طرف بڑھائی۔ ''اگرآپ کوزحمت نہ ہوتو شیراز صاحب تواس میں پچھ بریانی لا دیں۔''

اس بار پہلی بارشیراز کا دل چاہاوہ زین کے چہرے پرایک تھیٹر تھینچ مارے۔ بےعزتی کی کوئی حد ہوتی ہے۔وہ اتنی زحمت نہیں کرسکتی تھی کہ اٹھ کرٹرالی ہے بریانی لے لیتی۔اوراگروہ اٹھ نہیں سکتی تھی تو اسے شیراز کو تکم دینے کے بجائے ھینا کی مدد مائگنی چاہیے تھی۔

''اور مجھے کچھ کڑا ہی گوشت لا دیں۔''

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتاا شتیاق رندھاوانے بھی اس کی طرف اپنی پلیٹ بڑھائی تھیراز کا دل چاہا۔وہ اٹھ کروہاں سے بھاگ جائے۔ '' میں ملازم کو بلاتا ہوں، وہ سروکرتا ہے ہمیں۔'' سعید نے سائیڈٹیبل پر پڑی بیل کے بٹن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ '' ملازم کی کیا ضرورت ہے۔ میں رندھاوا صاحب سے کہتی تو وہ مجھے کھانا ڈال کرلا دیتے۔کیوں رندھاوا صاحب؟'' زینی نے جیسے برامان کرکہا۔

'' بالكل يتم تحكم تو كرو پرى زاد ـ كوئى ضرورت نہيں ملازم كى _ ميں خود لا ديتا ہوں كھانا۔'' رندھاوا نے زينى كے ہاتھ سے پليث ليتے

وسے انہا۔

'' 'نہیں نہیں رندھاواصاحب میں نے تواہیے ہی کہد یا۔ آپ آ رام سے بیٹھیں۔ شیراز سروکردے گاہمیں۔'' سعیدنواز نے اندر آتے ہوئے ملازم کو ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کا کہا۔ وہ اندر سے بچے وتاب کھار ہے تھے۔ شیراز نے پچھے کہنے اٹھ کہلاں دونوں سے پلیٹس کہ اجھیں

ے بجائے اٹھ کران دونوں سے پلیٹیں لے لی تھیں۔ شینا نے اسے کھاناسر وکرتا دیکھ کراپنی پلیٹ رکھ دی۔اس کی بھوک بیک دم ختم ہوگئی تھی۔اسے سعیدنواز اورشیراز دونوں پر بے تحاشا غصہ

آ رہائھا۔

اس رات سعیدنواز کے ڈرائنگ روم میں صرف زینی اوراشتیاق رندھاوانے کھانا کھایا تھا۔ ھینا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی تھی ،اورشیراز کھانا

' سروکرتار ہاتھا۔زینی نے اتنا کھانا کھایانہیں تھالیکن ہر چیز کے لیے شیراز کودوڑ ایاضرور تھا۔

وہ بار بار پلیٹیں بدلتی رہی تھی اوراس کے سامنے بھری ہوئی پلٹیوں کا ایک ڈھیر اکٹھا ہو گیا تھا۔ وہ صرف کھانامنگوار ہی تھی اوریہ چیز ھینا اور سعید نواز دونوں نے نوٹے کرلی تھی۔

کھانے کے دوران ہی سعید نواز نے اشتیاق رندھاوا سے ان معاملات کے بارے میں بات کی ،جس کے لیے اس نے دراصل اسے بلوا یا تھا۔ شیراز کو ایس نے دراصل اسے بلوا یا تھا۔ شیراز کو یقین تھاوہ ان معاملات کے بارے میں بھی کچھ نہ پچھ ضرور کہے گی۔ مگر خلاف تو قع وہ خاموش رہی تھی۔ صرف شیراز کی پوسٹنگ کی بات پراس نے بے حد معنی خیزانداز میں مسکراتے ہوئے شیراز کود یکھا تھا۔ جونظریں چرا گیا تھا۔

جس ونت وہ جانے کے لیے گھر کے پورٹیکو تک پنچے۔شیراز نے خدا کاشکرادا کیا تھا۔سعیدنواز کا موڈ بھی بے حدخوشگوارتھا کیونکہ تمام معاملات طے پاگئے تھے۔اوروہ اب پہلے سے بڑھ کررندھاوا کے سامنے بچھ رہاتھا۔

لا وُنْح کے دروازے سے باہر نکلتے نکلتے زین رک گئی اوراس نے بے حدمعصومیت سے شیراز سے کہا۔

''ارے میںا پنے جوتے تو ڈرائنگ روم میں بھول ہی گئی۔شیراز صاحب ذرامیرے جوتے تواندرے لا دیں۔''

. وہ ساڑھی میں ملبوس تھی اور کسی نے بھی اے ڈرائنگ روم میں جوتے چھوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ نہ کہتی تو شاید کسی کو پیة بھی نہ چلتا کہ وہ

اس وقت جوتوں کے بغیر ہے۔

سعیدنواز ،شیرازاور هینا متیوں ایک دوسرے کود کمچے کررہ گئے تھے۔وہ مسکرا ہٹیں جو چند کمجے پہلے تک ان متیوں کے چہروں پڑھیں ،وہ اب غائب ہوگئ تھیں۔اس سے پہلے کہ سعیدنواز پورچ میں کھڑے کسی ملازم کوجوتے لانے کے لیےاندر بھجوا تااوراپنے داماد کی پچی تھی عزت بچانے ک کوشش کرتا۔اشتیاق نے ہنتے ہوئے شیراز سے کہا۔

'' ہاں ۔۔۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔۔ ٹیراز صاحب! پری زاد کا جوتا لا دیں۔ بڑے خوش قسمت ہیں آپ کہ آپ کو پری زاد کا جوتا اٹھانے کی سعادت نصیب ہور ہی ہے۔''

شیراز نے اس بارکسی کی طرف نبیس دیکھا،اس نے صرف بے حدشا کی نظروں کے ساتھ مسکراتی ہوئی زینی کو دیکھااوراندر چلا گیا۔ ''بہت بری عادت ہے میری، جہاں جاؤں جوتے اتاردیتی ہوں۔اچھی عادت نبیس ہے نارندھاواصا حب؟'' اس نے پہلے معذرات خواہاندانداز میں سعیدنواز سے کہا پھر بڑی اداسے اشتیاق رندھاواسے۔

''کیوں،اچھی عادت نہیں ہے پری زاد!ہم غلام ہیں ناجوتے اٹھانے کے لیے یتم ایک بارکیا دس بارجوتے اتاردو۔' اس سے پہلے کہ زینی کچھ کہتی،شیراز اس کے سینڈلز لے کر باہر آگیا۔اس نے تقریباً تھینکنے والے انداز میں سینڈلز کوزینی کے پیروں میں رکھااور جیسےا پنے پیروں پر کلہاڑی ماری۔

زیی نے ایک لمحه ضائع کیے بغیراس سے کہا۔

۔ ''شیرازصاحب!ذراانہیں پہنابھی دیں۔''اس نے اپنی ساڑھی پیروں سے پچھاو پراٹھالی تھی۔شیراز کے ہاتھ کا پینے لگے تھے۔زینی اتنا ذلیل کیسے کرسکتی تھی اسے۔

''شیرازصاحب! مجھےتواب حسد ہونے لگا ہے آپ سے۔ارے ایسے نازتو پری زادنے بھی ہم سے بھی نہیں اٹھوائے۔'' اشتیاق نے ہنتے ہوئے سعیدنواز کے کندھے پر ہاتھ مارا۔سعید نے بھی ہننے کی کوشش کی تھی۔جوتے نہ پہنانے کا سوال ہی نہیں تھا۔ شیرازنے زمین پر بیٹے کرزین کے پیروں میں سینڈلز پہنا دیے۔اس وقت اس کا دل جا ہاتھاز مین بھٹے اوروہ اس میں ساجائے۔

> بیسب کچھا گلے بہت دنوں تک گھر کے ان نوکروں کی زبان پر رہنا تھا جواس وقت وہاں آس پاس موجود تھے۔ ''ہیں ۔۔ مل کے بیای خش میں کیشیان مار میں اللہ ملت میں گئیس کے میں۔ اکو المیسین میں نامیس

'' آپ سے ل کر ہڑی خوشی ہوئی شیراز صاحب!اب ملتے رہیں گے۔''اس کے سیدھا کھڑا ہونے پرزین نے اس سے کہا تھا۔ شیراز نے کوئی جواب نہیں دیا۔

گاڑی کے پورٹیکو سے نگلتے ہی شینا پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے اندر چلی گئ تھی۔ شیراز نے جیب سے رومال نکال کرا پنے ما تھے کوخشک کیا۔سعیدنواز کے چہرے پراب کسی تشم کی کوئی مسکرا ہٹ نہیں تھی۔ وہ بے حد سر دمہری کے ساتھ باہر جاتی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔اور جیسے ہی وہ گاڑی گیٹ سے نگلی ،سعیدنواز بھی اندر چلا گیا۔

شیراز نے فوری طور پران کے چیچھےاندر جانے کی کوشش نہیں کی۔وہاں اس کا کیا حال ہونے والا تھا،وہ نہیں جانتا تھا۔اس کا دل ڈوب رہا تھا۔وہ اس کی زندگی کی بدترین رات تھی۔وہاں کھڑے اس نے سوچا تھا۔ یہ اس کی غلط نہی تھی۔

گاڑی گیٹ سے باہر نکلتے ہیاشتیاق رندھاوانے گردن موڑ کوزین سے کہا۔

''تم جانتی ہواہے؟''

چند لمحوں کے لیے زینی کھڑ کی سے باہر دیکھتے ہوئے ساکت رہ گئی۔اسے اشتیاق رندھاواسے اس سوال کی تو قع نہیں تھی۔ '' کے ۔۔۔۔۔؟''اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے اس نے گر دن موڑ کراشتیاق کو دیکھا جو یک دم بے حد شجیدہ نظر آرہا تھا۔ ''سعید نواز کے داماد کو؟''

''زینی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''میں نہیں مانتا۔ اتی تذلیل تم کسی انجان آ دمی کی نہیں کر سکتیں۔''اشتیاق نے اسے پچھاور چونکا دیا۔

'' تذلیل'' زینی نے بےساختہ کہا۔ وہ اور پچھ دیر آئکھوں میں آئکھیں ڈالے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر بےاختیار کھلکھلا کر

ہس پڑے۔

''آپ کو پیة تھا کداس کی تذلیل کررہی ہوں تو میراساتھ کیوں دےرہے تھے؟''زینی نے ہنتے ہوئے کہا۔

''وہ''شناسا''تھاتم محبوبہ ہو''مجنوں''کیا کرتا۔۔۔۔لیکن کچھ دیر کے لیے تو میں بھی حواس باختہ ہو گیا تھا۔تم نے پہلے بھی ایسانہیں کیا۔ جیران تھا، آج کیا ہو گیا ہے۔تم تو کسی اجنبی کو گھاس تک نہیں ڈالتیں۔کہاں ہیے کہ شیراز سے اس کے خاندان کے بارے میں پوچھنے بیٹے گئیں۔''وہ اشتیاق کی بات سنتی رہی۔

''سعیدنواز چاہتا کیا ہے آپ ہے؟''زین نے بات بدلی۔

" بہت کچھا ہے داماد کی کراچی میں ایک کھانے پینے والی جگہ پوسٹنگجاب میں ایسٹینش اور ایک پرمٹ۔ "

"اورآپ کیادیں گےاہے؟"

''یہ تو پری زاد طے کرے گی۔''زینی چند لمجے اسے دیکھتی رہی پھراس نے کہا۔ ''

" دے دیں اسے جو چاہتا ہے۔'

''واقعی؟''اشتیاق نے دلچیبی سے کہا۔

" ہاں جوتے اٹھانے کے بعد کچھ تو ملنا جا ہے اے ۔ "اس نے تفر سے کہا۔ اشتیاق ہنس پڑا۔

''تم نے بتایانہیں کہ شیراز ہے کیاتعلق ہے تبہارا؟''

زین نے ایک گراسانس لیا۔"آپ جان کرکیا کریں گے؟"

"تم ہے ہدردی بہرحال نہیں کروں گا۔"

''پھرتورہے ہی دیں۔''

"تم اس کی وہ علیتر ہو، جسے اس نے سی ایس ایس کے بعد چھوڑ ویا؟" زینی کودھیکالگا۔اشتیاق مسکرار ہاتھا۔

'' مجھے تواب آپ ہے ڈر گلنے لگاہے۔''

"معثوق كوبهى عاشق ہے ڈرلگتا ہے؟"

زینی خاموش رہی۔وہ شیراز کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

''مجھے سے شادی کروگی پری زاد؟''

وہ ایک بار پھر چونگی۔اشتیاق ہفتہ میں ایک بارا سے پر پوز ضرور کرتا تھا۔ بھی فون پر بھی بالمشافہ ملاقات پرلیکن سڑک پر آج وہ پہلی بار سے

بات کرر ہاتھا۔

" نہیں۔ "اس نے بڑی محبت کے ساتھ اشتیاق کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

" کتنے سال انکار کروگی پری زاد؟"

'' جتنے سال زندگی ہے میری۔''وہ ہنسی۔

'' بیجی ممکن ہے بہت مختصر ہو۔''

''آج''عروج''ہے تبہارااس لیے شادی نہیں کرنا جا ہتی۔ میں تبہارے''زوال'' کا انتظار کرر ہا ہوں۔' وہ ہجیدہ ہوگیا۔ ''زوال میں آپ کے پاس'' پری زاد' نہیں ،کوئی دوسری پری ہوگی۔''زینی پھر ہنسی۔

" طنز کررہی ہو؟"

د د نہیں ، آپ مجھیں ، مشور ہ دے رہی ہول ۔''

اس نے لا پروائی سے کہا۔ اشتیاق کچھ دریفاموش رہا پھراس نے کہا۔

''سلمان کے پیپرز بنوادیے ہیں میں نے ،ایک دودن تک بھجوا دوں گاتمہیں۔وہاں اس کی جاب کا بھی انتظام کردیا ہے میں نے۔شروع میں اپنے دوست کے گھر پر ہی رہائش کا انتظام کروایا ہے پھرایک باروہ جاب کرنا شروع کردیتو دیکھوں گا کیا ہوتا ہے۔''

زین نے بے حداحسان مندنظروں سےاسے دیکھا۔''میں''

اشتیاق نے بے نیازی سے اس کی بات کائی۔'' آ گے پچھمت کہنا ہمہاری زبان میں عاجزی آ ئے گی تو مجھے بُری لَکُنے لَکو گئم۔تمہاری زبان کی کڑواہٹ اچھی لگتی ہے مجھے۔''

زینی واقعی بول نہیں سکی۔

'' کیسے جانتی ہے وہ تہہیں ہمہارے باپ کو ہمہارے فیملی بیگ گراؤنڈ کو؟''

ھینا شیراز کےاندرآنے سے پہلے سعیدنواز پر برس رہی تھی۔شیراز کے نظرآتے ہی جیسے تو پوں کوسیحے ٹارگٹ مل گیا تھا۔

''میں مجھے کیا پیتہ میں تو زندگی میں پہلی باراس سے ملاہوں۔''شیراز نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''اور پھر بھی اسے تمہارے بارے میں سب پیۃ ہے اور بیکون کی منگلیتر تھی تمہارے جس سے منگنی تو ژکرتم نے مجھ سے شادی کی۔''

''هینا پلیز''شیراز نے منت والے انداز میں کہا۔''اور آپآپ نے اس گھٹیا منسٹر کو یہاں انوائٹ کیوں کیا؟ وہ آ دمی اس

قابل تھا کہ یہاں آتا؟ ٹوٹلی ڈرنگ تھاوہاورساتھ وہ لے آیا پی کیپ کو۔اس نے کیاسمجھا، کہاں آر ہاتھاوہ؟''

" مجھے کیا بتاتھا کہوہ اپنے ساتھ کسی ایکٹریس کو لے کرآنے والاہے۔"

سعیدنواز نے بےبسی سے کہا۔ پہلی بارشینا ،شیراز کے سامنےان پر یوں چلار ہی تھی۔

''آئندہ آپ کواس دو تکھے کے آ دمی کو بلوانا ہوا تو اپنے گھر بلوائے گا۔ بیمیرا گھرہے، کوئی نائٹ کلب نہیں ہے، جہاں وہ اپنی ڈیٹ

(Date) کے ساتھ آ ؤٹ(Out) ہو کرآئے۔''

اس نے تختی ہے کہاسعید نواز نے اس بار خاموش رہنا بہتر سمجھا۔ "اورتم....."

"Your are in big trouble Mr."

(اورتم مسٹر!ایک بڑی مصیبت میں گھر گئے ہو)

وہ شیراز کودھمکی دیتے ہوئے لاؤنج سے چلی گئی۔اس کے جاتے ہی سعیدنواز کو جیسے موقع ہاتھ آ گیا۔وہ اپنا غصہ کسی دوسرے پر نکال سکےاورشیرازایسے کام کے لیے بہترین انتخاب تھا<mark>۔</mark>

> '' کیارشته تھاتمہارااس ہے؟''شیرازاس کے سوال اورانداز پر ہکا بکارہ گیا۔ " يايا....مين....مين التينين جانت<mark>ا"'</mark>

" بیجھوٹتم هینا سے بولنا۔میری آ تکھوں میں دھول جھو تکنے کی کوشش مت کروتم ۔ سمجھے؟"

''میں شم کھا تا ہوں یا یا! میں اسے نہیں جانتا۔''

وہ روہانسا ہو گیا،اس کابس چلتا تو وہ سعیدنواز کے یاؤں پکڑلیتا۔

''میں جاردن میں پتا کروالوں گا اس کے بارے میں اورا گر مجھے پتا چلا کہتمہارااس کےساتھ کوئی چکر ہےتو تم دیکھنا، میں تمہارا کیا حشر

ڪرتا ہوں۔''

وہ اس طرح دھاڑتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔شیراز نے دل ہی دل میں زین کو جی بھر کر گالیاں دیں۔وہ واقعی اس گھرہے جاتے جاتے اسے پھانسی کے پھندے پراٹکا گنی تھی۔

''هینا! میری بات سنو۔ پلیز میری بات سنو۔''شیراز نے اندر کمرے میں جا کر هینا کومنانے کی ایک کوشش کی تھی۔سعیدنواز کی انویسٹی

محیشن سے بیخے کے لیے بیہ بے حد ضرور کی تھا۔

"Keep your hands off me."

(این ہاتھ پیچھے ہٹاؤ)

وہ حلق بھاڑ کر چلائی اوراس نے شیراز کے ہاتھ کو جھٹکا۔

'' پہلے تو مجھےتم سے نفرت تھی لیکن اب مجھےتم سے گھن آتی ہے۔''

وه چلار ہی تھی۔

"You stink. You really stink."

ان ہی ہاتھوں سے جوتے پہنائے ہیں تم نے اس تھرڈ کلاس ایکٹریس کورجس کے آ دھے شہر کے ساتھ چکر ہیں بہھی دوبارہ مجھے ہاتھ مت لگانا۔"

''میں کیا کرتا،وہ مہمان تھی تمہارے پاپا کی۔''

شیراز نے ساراملبہ سعید نواز پرڈالنے کی کوشش کی۔

'' پاپا کی مہمان تھی۔تمہاری تونہیں تھی۔ مجھے تو لگتا ہے۔ وہ تم سے پیر چاشنے کو بھی کہتی تو تم دم ہلاتے ہوئے کئے کی طرح اس کے پیر حیا شئے بیٹھ جاتے ۔''

شيراز کاچېره سرخ ہوگيا۔

"Now that's enough" (اب بہت ہو چکا)اس نے بےاختیار هینا کو غصے میں ٹو کا۔

" No I dont think that is جماری کلاس کا حصد بننے کا شوق ہے ہماری کلاس کامیز ازم بھی سیکھ آؤ۔ اپنا بید ڈرل کلاسیا پن اس گٹر

میں پھینک آؤ، جہاںتم نے ساری زندگی گزاری ہے۔''

''تمتم منع کردیتی مجھے، پا پامنع کردیتے مجھے۔''شیرازنے بے کبی ہے کہا۔

'' کیوں ہم کیوں منع کرتے تہمیں؟ تمہاری اپنی کوئی ایگو، کوئی self esteem نہیں ہے؟ میراخیال ہے ہیں ہے۔ ہوتی تو آج نظر آتی۔ اومائی گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی کہتم اتنا گر سکتے ہو۔''

هینانے اپنی کنپٹیوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میرے تو نوکرتم سے زیادہ غیرت منداورخود دار ہیں۔اور میں تہہاری ہتم جیسے آ دمی کی بیوی بن گی۔مسزشیراز اوہ مائی گاڑ!..... پا پانے میری زندگی تباہ کردی۔'' وہ چلاتے ہوئے بولی۔

''ابتم میرے کمرے سے دفعان ہوجاؤ۔''

اس نے یک دم شیراز سے حلق کے بل چلا کر کہا۔وہ ہڑ بڑا کر کمرے سے ٹکلا گیا۔

''آج شیراز ہے کی میں۔''

زینی نے سگریٹ سلگاتے ہوئے بتایا۔وہ ابھی پچھ در پہلے ہی اشتیاق رندھاوا کے ساتھ واپس آئی تھی اوراب سلطان اس کے پاس بیشا

اسے اگلے دن کاشیڈول بتار ہاتھا جب زینی نے اس کی بات کائی۔

'' کیا؟.....کہاں؟''سلطان چونک گیا۔

"اس کے گھر گئے تھی اشتیاق کے ساتھ اس اڑکی کود یکھامیں نے جس کے لیماس نے مجھے چھوڑ دیا۔"

وہ اسے وہاں ہونے والے واقعات بتانے لگی ۔سلطان ہنسی سے لوٹ پوٹ ہور ہاتھا۔ بہت دیر بعداسے احساس ہوا کہ صرف وہی ہے جو

اس طرح ہنس رہاتھا۔زین کے چبرے بر مسکراہٹ تک نہیں تھی۔

''آپخوشنہیں ہیں۔''سلطان بھی یک دم سنجیدہ ہو گیا۔

> "کبول جائیں اسے۔پری جی! جانے دیں اسےوہ اس قابل نہیں ہے۔" اس نے ہزار بارکاد ہرایا ہوا جملہ پھرزین کے سامنے دہرایا۔وہ چپ چاپ سگریٹ پیتی رہی۔ "وہ میں نے آپ کور بیعہ باجی کے بارے میں بتایا تھا۔" سلطان نے یک دم جھ کتے ہوئے کہازینی کو جیسے کرنٹ لگا۔

'' کیا؟'' ''وہ کسی لڑکے سے ل رہی ہیں آج کل ۔'' سلطان نے جھمجکتے جھمجکتے بتایا۔۔۔۔۔زینی نے سگریٹ ایش ٹرے میں پھینک دیا۔ ''کس لڑکے کےساتھ؟''

"فاروق نام ہاں کا۔ربید ہاجی کے ساتھ یو نیورش میں پڑھتا ہے وہ۔میں نے پیۃ کروایا ہاں کے ہارے میں۔غریب خاندان سے تعلق ہاں کا، پراچھاشریف لڑکا ہے،گھروالے بھی بڑے شریف ہیں اس کے۔ مجھے لگتا ہے بچھ دنوں تک دشتہ آئے گاان کے گھر سے ربید ہاجی کے لیے۔" سلطان مزے سے بتار ہاتھا۔ زینی کواس کی معلومات پر چیرت نہیں ہوئی تھی۔سلطان کے ذرائع معلومات کیا تھے۔وہ نہیں جانی تھی لیکن سلطان سے ملنے والی اطلاعات پر بھی اسے شہیں ہوا تھا۔

زین کواپنے کندھوں پرٹکا کوئی ہو جھ یک دم ہلکا ہوتا ہوامحسوس ہوا۔عمران والے واقعے کے بعد بہت دفعہ اسے رہیعہ سے عجیب قتم کی ندامت محسوس ہوتی تھی بعض دفعہ تواسے اپنا آپ رہیعہ کا مجرم لگتا۔

"كياسوچ ربى بي برى جى؟" سلطان نے اسے چونكايا۔

'' سیج نہیں۔''زینی نے کہا۔''اس کے بارے میں مزید بتا کرواؤ۔''

اس نے سلطان کو ہدایت کی۔

'' آپ سے پہلے ہی کروار ہاہول۔'' سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ زینی نے ایشٹرے میں سگریٹ کودیکھا۔ وہ جل چکا تھا۔ جمال کا دل چاہ رہاتھا، وہ زری کا گلا گھونٹ دے۔وہ اس کے سامنے پیٹھی رور ہی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ محلے پیس کسی پہلی کے گھر جانے کا کہدکراس پارک میں آئی تھی۔ جہاں جمال اس کا انتظار کر رہاتھا۔ اس نے ہفتے بعد زری کی شادی کے بارے میں بھی سن لیاتھا۔ اوروہ گاڑی بھی د کچھا آ رہاتھا جس پر بیٹھ کرزری تقریباً ہمرروز شاپنگ کے لیے جاتی اور پھر رات گئے شاپرز کے ساتھ لدی پھندی واپس آتی۔ '' تو دیجھنا جمال ایس مولوی کے سامنے نکاح سے انکار کردوں گی۔ تو دیکھے لینا۔''

'' توا نکارکرے گی؟ تو؟ دولت مندلوگ ہیں وہ۔کروڑ پتی بڑھاہے وہ۔تو کیے چھوڑ دے گی بیسب پچھ۔'' وہ زہریلے لہجے میں کہدرہا قدا '' مجھے جہانی دریری مرتب میری ن گرمیانکہ بی تیسن ''

تھا۔'' مجھے جھانسہ دے رہی ہے تومیری زندگی بربا دکر دی تونے''

زری کے آنسوؤں میں پچھاوراضا فیہوگیا۔ ''میں کہا کہ وں حیال امیہ ی کوئی سنتا کا نہیں سے ایک کوانی

''میں کیا کروں جمال!میری کوئی سنتا ہی نہیں۔ ہرایک کواپنی پڑی ہوئی ہے۔ابا کو پیسے دے گئی ہےاس کی بہن۔ابا کیسےانکار کرے۔ اب مجھے نﷺ رہے ہیں وہ۔''زری نے جیسے دہائی دی۔

> ''وہ نہیں چھرہتوخود بک رہی ہے۔اپنے لاکچ کی وجہ ہے۔'' ''گالی مت دے مجھے جمال۔''زری تڑپ کررہ گئی۔

'' گالی؟ کیسی گالی؟ نوروز اس عورت کے ساتھ خوش خوش جاتی ہے اس گاڑی میں اورتو کہتی ہے، بیز بردی ہے۔'' وہ آج اس کی کسی بات پریقین نہیں کرر ہاتھا۔

'' تو کیا کروں؟....نہ جانے کا کہہ کرا ہا کے ہاتھوں ماری جاؤں؟''زری بیک دم رونا بھول گئی۔

'' تحقیے کہاہے میں نے ،میرے ساتھ بھاگ چل۔'' جمال نے کہا۔

'' بھاگ کرکہاں جاؤں؟ کہاں لے جائے گا مجھے بھگا کر، بتا؟ کون سابٹگل تغییر کر رکھا ہے تو نے جہاں تو مجھے رکھے گا؟ چاردن بعدای محلے است کر ساتھ میں میں میں میں کے جائے گا مجھے بھگا کر، بتا؟ کون سابٹگل تغییر کر رکھا ہے تو نے جہاں تو مجھے رکھے گا؟ چاردن بعدای محلے

میں واپس آئیں گےاورا ہا کتھے اور مجھے دونوں کو مار دے گا۔''

''جومرضی کہدلے تو جمال! زری تیری ہے تیری ہی رہے گی۔ تو شادی والے دن گھر کے باہر رہنا۔ میں مولوی کو ہتا دوں گی۔ مجھے تیرے کی فرمسر میں کی فرمد گی میں سے تنظیم میں میں میں کا تک میں میں تنظیم کے ساتھ کے باہر رہنا۔ میں مولوی کو ہتا دوں

ساتھ شادی کرنی ہے۔ پھرا با کوکرنی پڑی گی تیرے ساتھ میری شادی۔''وہ کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔ ''ٹھیک ہے گھرکے باہر رہوں گامیں لیکن پستول لے کراور تونے اگر نکاح کر لیانا تو تیرے دروازے کے سامنے گولی ماروں گااپنے آپ

سیب ہے سرے ہررہوں ہیں بیٹھے گی۔'' کو پھرمیری لاش ہے گزر کر تواس کی گاڑی میں بیٹھے گی۔''

جمال نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ زری بے حدخوف زدہ ہوگئی تھی وہ جمال کو جانتی تھی ، وہ ضدیراتر آتا تو پھرالٹے سے الٹا

` کام بھی کرگزرتا تھا۔اس کے لیےاب پہلی ہارآ گے کنواں، پیچھے کھائی والی صورت حال آ گئی تھی۔

کرم علی ہے اس کی نفرت میں پچھاوراضا فیہوا، بیواحد کام تھاجووہ کسی خوف کے بغیر کر سکتی تھی۔

☆☆☆

'' میں اپنے ماں باپ سے بات کروں گار ہید!لیکن مجھے پتۃ ہے وہ بھی نہیں مانیں گے۔ایک ایکٹریس کی بہن کے ساتھ وہ بھی میری شادی نہیں کریں گے۔''

فاروق نے کئی گلی لپٹی کے بغیراس دن رہیعہ کو بتادیا تھا۔وہ پچھلے چندروز سے اس کے لیے رشتہ بھیجنے کی بات کرر ہاتھااوررہیعہا پنے اندر میں میں میشد سے بیتھ سے میتھ کے میں میں میں میں میں میں تھے۔

یہ ہت پیدا کرنے کی کوشش کردہی تھی کہاہے بی<mark>بتادے کدوہ پری زاد کی بہن تھی</mark>۔

دوسری طرف فاروق کو بیر پریثانی تھی کہ وہ ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔اس کاربن مہن ان لوگوں کے ربن مہن سے بے حد مختلف تھا پیۃ نہیں اس کے گھر والے اس رشتہ کوقبول بھی کریں گے یانہیں اور اس نے رہیعہ سے جھجکتے جھجکتے جسے کتے

حلف ھا پینہ بین ان سے ھروا ہے اس رستہ و بول ہی سرین سے یا بین اور اس سے رہیعہ سے بہتے ہیں۔ ان کے شاہ اس کے اس رہیعہ نے اسے کھل کربتا دیا کہ اس کا رئین مہن ان سے بھی برا تھاوہ آج بھی جس گھر میں رئیتی تھی وہ اس کی ملکیت تھی۔ان کے ٹھاٹھ ہاٹھ پری

زاد کی وجہ سے تھے اس لیے اسے فاروق کے خاندان کا حصہ بننے میں کوئی دفت نہیں ہوگی نہ ہی اس کی ماں اس بات پر کوئی اعتراض کرے گی۔

کین پیسب کچھ سننے کے بعد فاروق بک دم مزید پریشان ہو گیا تھااوراب وہ رہید کوا بی مجبوری بتار ہاتھا کہاس کے گھر بھیجنے سے پہلے

عمران کے بعدوہ پہلی بارکس لڑکے میں دلچیس لے رہی تھی۔اس نے پہلی بارشادی جیسے رشتہ میں بندھنے کا سوچا تھااوراب پھروہی پچھے

ہونے والاتھاجو پہلے ہواتھا۔

وودن کے بعد فاروق نے رشتہ سیجنے سے معذرت کر لی تھی۔اس نے رہید کواپنی مجبوریوں کی لمبی فہرست سناتے ہوئے کہاتھا کہوہ مجھی

اے اپنے دل نے بیں نکال سکتالیکن اپنے گھر میں لانے کے لیے اسے اپنے والدین کی رضا مندی جا ہے کیونکہ وہ فاروق کانہیں اس کے والدین کا گھر تھا

اورایک ایکٹریس کی بہن کے ساتھ شادی کی صورت میں خوداس کی بہنوں کی شادیاں نہیں ہوسکیس گی۔اس لیےوہ بیقر بانی دے رہاتھا۔

ربیداس دن گھر آ کربری طرح روئی۔اسے لگا تھا۔وہ ساری عمرز بنی کی وجہ سے ای گھر میں بیٹھی رہے گی۔خوشیوں کے لیےاوراپنے

گھر کے لیے ترستے اس کے مکڑوں پر پلتے ہوئے۔

ا گلے دودن اس نے کچھنہیں کھایا اوراپنے کمرے سے باہرنہیں نکلی نفیسہ بےحد پریشان ہوگئی تھیں۔وہ فاروق والےمعاملہ سے واقف تھیں اورانہیں فاروق کےا نکار سے اتنی تشویش نہیں تھی جتنار ہید ہے اس طرح کھانا چھوڑ دینے سے۔انہوں نے زینی کوبھی فاروق کےا نکار کے

بارے میں بتا دیا۔ زینی کو بے حدر نج ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی رہیداس وقت اس کے بارے میں کس طرح سوچ رہی ہوگی ۔اس کے باوجودوہ اس کے

تمرے میں گئی۔

''امی نے بتایا ہے ہتم نے دودن سے کھا نائبیں کھایا۔''

وہ اس کے پاس آ کربیڈ پربیٹھ گئی۔رہیے جسم پر چا درتانے بیڈ پر چت لیٹی جھت کو گھورر ہی تھی۔اس کی آ تکھیں سرخ اورسو جی ہوئی تھیں۔

' دختہیں اس سے مطلب؟'' اس نے کاٹ کھانے والے انداز میں زینی سے کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا ہم آخراہیے ول میں میرے لیے کون می کدورت پال رہی ہو۔''

'' ہاں کدورتیں یالنے کاحق تو صرف تم کو ہے،تمہاری وجہ ہے لوگوں کی زندگیاں برباد ہوتی رہیں مگر کوئی تم سے پچھے نہ کہے۔''اس نے

ز ہر ملے انداز میں کہااوراٹھ کر بیٹھ گئی۔

''تم اگرفاروق کی وجہ ہے۔''ربیعہ <mark>نے زینی کی بات کا ٹی۔</mark>

''بےمقصد سوال ہے ریہ۔''زینی نے کہا۔

''تم فاروق کو کیسے جانتی ہو؟''

''اگراس کے بارے میں جانتی ہوتو یہ بھی جانتی ہوگی کہاس نے تمہاری دجہ سے مجھ سے شاوی ہےا نکار کر دیا ہے۔''

'' کیوں کر دیا ہے؟.....اگراس کوتم ہے محبت ہے، سچی محبت تواہے تم ہے ہفتم کے حالات میں شادی کرنی چاہیے۔ وہ بہن کے ایکٹریس ہونے کی وجہ سے تہمیں چھوڑ کر بھا گنا جا ہتا ہے۔ بیر محبت ہے اس کی؟"

''تم اس کی محبت کے بارے میں کچھمت کہو۔اس کی محبت سچی ہے یا جھوٹی ۔صرف میں جانتی ہوں۔''ربیعہ نے سکنی سے کہا۔ ''تم مردوں کے بارے میں بہت کم جانتی ہو۔''

''اورتم ضرورت سے زیادہ'' ربیعہ نے اسے طعنہ دیا تھا۔ وہ اسے نظرا نداز کرگئی۔

''میں فاروق سے رابطہ کروں گی۔''رہیدنے ایک بار پھر بے حد غصے کے عالم میں اسکی بات کا ٹی۔

'' کوئی ضرورت نہیں ہے۔تم اگراس ہے رابطہ کروگی تو اس کے دل میں میرے لیےاگر کوئی عزت ہے تو وہ بھی ختم ہوجائے گی۔''

زین کوده چکالگا۔''اتن بری ہوں میں؟''اس نے رنجیدہ ہو کر کہا۔

''تم بری ہوگئی ہو۔'' رہیدنے بےساختہ نظریں چرائیں۔ ''ٹھیک کہتی ہوتم۔''زین کی آنکھوں میں نمی آئی تھی۔

''حچھوڑ دویہسب کچھ۔''رہیدنے یک دم اس سے کہا پتانہیں کیوں اسے لگا تھا،اس وقت لوہا گرم ہے۔

'' فائدہ؟اس کے بعد کیا نیک نام ہوجاؤں گی؟''زینی نے سرجھٹک کرکہا۔

''مگرد نیاشہیں بیسب پچھبیں کے گی جواب کہدرہی ہے۔''

'' د نیاجو جاہے کیے، مجھے فرق نہیں پڑتالیکن اگرایئے برا کہنے لگیں تو بر داشت نہیں ہوتا۔'' زینی نے رنج سے کہا۔

''اپنوں کو بھی آ زمانانہیں جا ہیےزیٰں۔'' دوری کریں کر میں نہیں جا ہیےزیٰں۔'

''نو کس کوآ زمائیں،غیروں کو؟''زنی نے کلخی ہے کہا۔

''ایک وفت آئے گاجب تم بہت پچھتاؤگی، بیسب جوتم کررہی ہواس پر۔'' رہید کو پھرغصہ آنے لگا۔ ''ہوسکتا ہے لیکن تب زینب تمہارے کندھے پرسرر کھ کررونے نہیں آئے گی۔'' وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔ رہیعہ نے بے بسی ہے آئھیں بند کرلیں۔ زینی کو کوئی نہیں سمجھا سکتا تھا۔

☆☆☆

سر جھکائے زری نے فرش پرنظر آنے والے پیروں کودیکھنا شروع کیا۔ نکاح خواں ایجاب وقبول سے پہلے کے چند جملے ادا کرر ہاتھااور زری وہ جملے تیار کرر ہی تھی جواسے کہنا تھے اس کے اندرجیسے لا وااہل پڑنے کے لیے تیار تھا۔

زری نے باری باری سر جھائے ان پیروں کود کھنا شروع کیا، وہ سارے ان لوگوں کے پاؤس تھے جواس کے وجود کو سیڑھی بنا کراو پر جانا چاہتے تھے۔ اس کا باپ، ماں، بہنیں چند لمحوں کے لیےا سے ایسالگا جیسے وہ سارے بیراس کے جسم کے اوپر سے گزرر ہے تھے۔ ہاتھیوں کے کسی جھنڈ کی طرح اسے روند نے ، رگید تے ہوئے۔ چند لمحوں کے لیےا سے اپنا وجود بے حد کچلا اور پامال ہوا محسوس ہوا۔ اس نے جیسے گہرا سانس لیتے ہوئے خود کوسنجا لنے کی کوشش کی۔

''آخروہ کیوں ان لوگوں کے لیے سٹرھی ہے ؟ انہیں اپنے او پر سے گزرنے دے؟''اس نے سوچالیکن وہ کر ہی کیاسکتی تھی۔اس کے ہاتھ کٹے ہوئے تتھے۔ بیدوسری سوچ تھی پھرا سے جمال کا خیال آیا۔خوف کی ایک لہراس کے جسم میں سے گزرگئی۔

''تم نے اگر ہاں کی تو میں خود کو گولی مارلوں گاتِمہارے گھرہے تمہاری بارات جائے گی اور میرے گھرہے میراجنازہ۔''

اس کے کانوں میں اس کی دھمکی گونجی۔ وہ پچھلی رات حصت پر ایک بار پھر ملے تھے۔ جمال نے اسے وہ ریوالوربھی دکھایا تھا جو وہ کہیں سے لایا تھا۔زری کویقین تھاوہ جو کچھ کہدر ہاتھا، وہی کرنے کاارادہ بھی رکھتا تھا۔وہ کیا کرتی ، نکاح خواں باہر جاتااور جمال اپنے آپ کو گولی مار لیتا۔

اس کے میک اپ سے لیے پئتے چہرے پراسے نہینے کے قطرے نمودار ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تتھا سے باہر بیٹھے اپنے سے بیس بائیس سال بڑے اس بوڑھے آ دمی سے بے بناہ نفرت محسوس ہوئی تھی جو چند گھنٹے پہلے اچا تک نکاح کے لیے پاکستان پہنچ گیا تھا۔اس سے پہلے اس کا نکاح فون پر ہور ہاتھا، وہ شادی کے نام پراس کا سودا کرنے آیا تھا۔اسے اتنی ہی نفرت کمرے میں موجودا بیے خونی رشتوں سے ہور ہی تھی جن کی

مرضى سے وہ سودا طے پار ہاتھا۔

پوری د نیامیں صرف جمال تھااس سے تچی محبت کرتا تھانہ کرتا ہوتا تواس وقت اس کے لیےا پی جان دینے پرتیار نہ ہوجاتا۔ کمرہ اس وقت اس کی ساری رشتہ دارخوا تین اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ مووی کیمرہ کی تیز جلا دینے والی روشنی رہی سہی کسر پوری کررہی تھی۔اس کا سانس جیسے بند ہور ہاتھا۔ دیا جار ہاہے تہمیں قبول ہے؟'' نکاح خواہ اب بالآ خروہ سوال کرر ہاتھا جس کے جواب کی تیاری وہ پیچھلے ایک ہفتہ سے کرر ہی تھی۔ کمرے میں یک دم خاموثی چھا گئی تھی۔ نیسین

'' زرینهٔ حمیدالدین ولدحمیدالدین! تنهمیس سوتو لے سونااور پانچ لا کھروپے سکہ دائج الوقت کے عوض کرم علی والد جہاں داد کی زوجیت میں

ا کیے لیے دری کولگا جیسے اس سننے میں کوئی غلطی ہوئی تھی۔نکاح خواں اب ایک بار پھرنکاح کے جملے دہرار ہاتھا۔

، رہے تھے۔اس کے ذہن سے جمال اس وقت نکل گیا تھا۔صرف وہی نہیں اس گھر اور اس کمرے میں بیٹھا ہر شخص بھی، یا در ہا تھا تو صرف بیر کہ ایک مصر میں جاک میں مصر ماتھ میں کر مصر میں مصر میں سے ایک میں سے میں کینے میں مند تھ

ہاں اسے آج لکھ پی بنادینے والی تھی۔انکاراہے کیادیتا اسے اس کے لیے کسی حساب کتاب کی ضرورت نہیں تھی۔

'' قبول ہے۔''اس نے بےساختہ کہااور پھر دود فتہ اسے پھر دہرایا ہر دفعہ اس اقر ارکے ساتھ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کا فنائشل اسٹیٹس بھی تبدیل ہور ہاہے اور تیسری بارا قر ارکرنے کے بعد اس نے خوشی کی ایک عجیب سی لہرا پنے وجود کے اندر دوڑتی محسوس کی۔اس نے زندگی میں جیک مصد سے کہ میتر میں سیسی میں میں میں میں میں میں میں ایک میں ہے تھے۔ کی میتر میں ایک میں میں میں میں میں جیکھ

پاٹ ہٹ کرلیا تھا۔وہ اب اس کمرے میں کھڑی اسے رشک اور حسد بھری نظروں سے دیجھتی ہوئی عورتوں اورلڑ کیوں کا حصہ نہیں رہی تھی۔ نکاح خواں اور کمرے میں نکاح کے لیے آئے ہوئے دوسرے مرداب وہاں سے جاچکے تھے۔زری کی ماں بڑے فخریہا نداز میں عورتوں

ک مبارک بادیں وصول کرتے ہوئے پھولے نہیں سار ہی تھی۔زری بل مجر میں کرم علی کے بعداس محلے کا دوسرا Icon بن گئی تھی۔ تھوڑی دیرِاورگزری اوراس کے بعد باہر کی طرح اندر بھی نکاح کے چھو ہارے بٹنے لگے۔نکاح ہو گیا تھااوراب پچھ ہی دیر میں رخصتی

ہونے والی تھی اوراس پورے عرصہ میں زری کو پہلی بار جمال کا خیال آیا تھااوراس کا خیال آتے ہی جیسےاس کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ کرم علی صرف گھر کے چندا فراد کے ساتھ نکاح کے لیے آیا تھااوروہ لوگ با ہرگلی میں ہی ایک ٹمنیٹ میں بیٹھے تھے۔

کرم عی صرف کھرنے چندا فراد کے ساتھ نکاح کے لیے آیا تھااوروہ لوک باہر عی ہیں ہی ایک عنیف میں جیھے تھے۔ زری کویقین تھا جمال اس ثنینٹ میں ہی کہیں ہوگا اوراس نے کرم علی کی طرف سے ایجاب وقبول دیکھا ہوگا اوراس نے زری کے ایجاب و

> قبول کے بارے میں بھی سنا ہوگا۔ پھراس نے کیا کیا؟ ص

''یا پھروہ کیاا نظار کرر ہاتھا تھے وقت کا کہ''زری کوزندگی میں پہلی بار جمال سے خوف آیا۔اس کے کان مسلسل باہر ہونے والے کسی میں سریفیت

دھاکے اور ہنگاہے کے منتظر رہے۔ پریوری فریش خصتہ

نکاح کے فوراً بعد زخصتی ہوگئ تھی۔زری کے گھر والوں نے کھانے کا انتظام کیا تھا مگر کرم علی کے گھر والوں نے کھانے ہے منع کر دیا تھا حالا تکہ کرم علی کواب اس طرح کا کھانا اور وہاں کا ماحول معیوب لگ رہا تھا تو وہاں کھانا کھانے پراوراس طرح کھانا کھانے میں کوئی اعتراض یا جھجک نہیں تھی زری کے والدین جواس کے سامنے جس طرح بچھر ہے تھے وہ اس پرمسلسل شرمندہ ہور ہاتھا اوراس کی شرمندگی کا آغاز نکاح خواں کے منہ

سے زری کی عمر سنتے ہی ہو گیا تھا۔

وہ چند لیے تک پچھ بول نہیں سکا۔ایک اٹھارہ سالہ لڑک کے ساتھ شادی۔کرم علی کی جگہ کوئی بھی دوسرا مرداس انتخاب پر بے صدخوش ہوتا لیکن کرم علی کا دل ڈوب گیاتھا۔ اپنے سے آ دھی عمر کی لڑک کے ساتھ شادی کرنے اورخود کشی کرنے میں وہ کوئی زیاوہ فرق نہیں سمجھتا تھا۔ چند لمحوں کے لیے وہاں بیٹھے اسے ایسانی لگاتھا جیسے وہ کسی کی بیٹی خریدنے وہاں آیا تھا۔وہ کسی بھی لحاظ سے اس لڑکی کے قابل نہیں تھا۔ وہ دونوں تکمل طور پر Mismatched تھے، وہ جس قدرخوب صورت تھی۔اسے کوئی بھی ہم عمراورا تھی شکل وصورت کا یا کم اس سے بہتر شکل وصورت کا ایا کم از کم اس سے بہتر شکل وصورت کا یا کم از کم اس سے بہتر شکل وصورت کا شاہراس کے ماں باپ نے آخر کیاد کھی کرکرم علی سے اس کی شادی کردی تھی۔

صرف اس کی دولت؟

كرم على كے رنج ميں اضاف ہوا

وہ پندرہ منٹ زری کے گھر میں زری کے ساتھ بیٹھا یہی سب پچھ سوچتار ہاتھا۔کوشش کے باوجودوہ چبرے پرایک مصنوعی مسکراہٹ بھی لانے میں ناکام رہاتھااوراہے بیاندازہ نہیں ہوسکا کہاس کے چبرے کی سنجیدگی اوراس کی خاموثی زری کے گھر میں موجود خاندان اور محلے کا ہر فرو نوٹ کررہاتھا۔

کرم علی نے زری کودیکھا تھا مگرزری نے ایک نظر بھی اٹھا کر کرم علی کونہیں دیکھا تھا۔اس نے صرف ایک سوٹڈ بوٹڈ مختص کے پیروں کودیکھا تھا جوآ کراس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔اور جس کےاندرآتے ہی ہلچل مچے گئی تھی۔

ہرا یک کرم علی سے بات کرنے کی کوشش کرر ہاتھااور زری نے کرم علی کی خاموثی نوٹ کی تھی۔ان کے محلے میں کسی بھی شادی میں کوئی بھی دلہااس طرح گونگا ہوکر نہیں بیٹھتا تھا۔ حتیٰ کہاس کے اپنے بہنوئی بھی نہیں بیٹھے تھے۔ مگراس کے ساتھ شوہر کے طور پر بیٹھا ہواشخص ہوں ہاں اور چند چھوٹے جملوں کے علاوہ کسی ہے کوئی بات نہیں کرر ہاتھا۔

زری کوکرم علی سے عجیب طرح کی چڑمحسوں ہوئی۔اس کے کان میں اس کی کسی پہلی نے کسی رشتہ دار بھی محلے والی نے کرم علی کے اندر آنے پر دولہا کے بارے میں کوئی تعریفی جملے نہیں کہا تھا۔ بیہ جانے کے باوجود کہ وہ اس سے دگئی عمر کا اور معمولی شکل وصورت کا تھا۔ زری کی ساعتیں منتظرر ہی کہ شاید کوئی کرم علی کے بارے میں کوئی ایک اچھا جملہ کہہ دیتا اوراگر اس وقت اس کے ساتھ جمال بیٹھا ہوتا زری نے تصور کرنا شروع کر دیا تو اس وقت کہ شرک کی جوڑی تھے۔ (اگر دونوں اپنے منہ بند کر کے بیٹھے رہتے تو)
محلے کی جرائر کی رشک اور حسد سے مرد ہی ہوتی ۔وہ دونوں بلاشبہ چاندا ورسورج کی جوڑی تھے۔ (اگر دونوں اپنے منہ بند کر کے بیٹھے رہتے تو)
اور یہی وہ لحد تھا جب زری نے کرم علی کو جمال کے ساتھ حوالات کے ساتھ بیٹھا ہواشخص اب کرم علی نہیں تھا جمال تھا۔

بندرہ منٹ بعدگھرسے گاڑی تک کاسفرکرتے اس نے بہت بارکسی فائر کی آ واز کا انتظار کیا۔کرم علی اب آ گیا تھازری کو بیاندیشہ بھی ہو رہاتھا کہ جمال خودکشی کرنے کے بجائے کرم علی کوبھی مارسکتا تھا۔ویسے تو اسے کرم علی کی زندگی میں کوئی دلچپی نہیں تھی کیکن یہاں بیمسئلہ تھا کہاس کے یا پچے لاکھا ورسوتو لےسونا بھی کرم علی کی موت کے ساتھ ہی ڈوب جاتا۔

مگراہے یقین تھا کہوہ رور ہی تھی۔ اس نے تشوباکس اٹھا کرزری کے سامنے کردیا۔" پلیز۔" زری نے اسے پہلی بارخود سے مخاطب ہوتے سنا۔ دوسری طرف بیٹھی کرم علی کی ماں بھی یک دم زری کی طرف متوجہ ہوئی تھی اوراس نے زری کواپنے ساتھ لگا کرتسلیاں دینا شروع کیا تھا۔زری نے ایک ٹشو نکال لیا تھا لیکن اس نے استعال نہیں کیا۔وہ پر فیو مُد ٹشواس قدرزم اور ملائم تھا کہ زری کواس ہے آنسو یو نچھ کرضا کع کرنا اچھانہیں لگا۔ زری نے ایک لمحہ کے لیے پھرتصور کیا کہ وہ کرم علی نہیں جمال تھا جواس کے آنسوؤں سے پریشان ہو گیا تھااوراس تصور نے اس کے آنسوؤں کو روک دیا تھا۔ کرم علی کی مال نے فاتھانہ نظروں سے کرم علی کود کیھتے ہوئے زری کوٹھیکی دی۔وہ پیچھی کہ زری اس کی تسلیاں سن کر چپ ہوئی ہے۔ کرم علی ایک بار پھر گاڑی ہے باہر و کیھنے لگا۔اس کی ماں نے بڑے غور ہےا ہے جبڑے کے چبرے کو دیکھااور دل ہی ول میں عارفیہ پروس لعنتیں جھیجیں۔اس کے خیال میں وہ یقینااس وقت اس چڑیل کے بارے میں سوچ رہا ہوگا۔کرم علی کا اتر اہوا چہرہ بتارہا تھا۔وہ کچھے مایو^{ں بھ}ی ہوئی تھی وہ زری کو دیکھے کراس طرح خوش نہیں ہوا تھا جس کی وہ تو قع کر رہی تھی ۔''اتنی خوبصورت اور کم عمر بیوی دوسرے بیٹوں کے لیے لاتی تو وہ خوشی ہے یا گل ہور ہے ہوتے اورایک بیہ ہے کہا ہے تھی عارفہ کو لے کر ہیٹھا ہوا ہے۔'' کرم علی کی ماں دل ہی دل میں اس سے گلہ ہونے لگا۔ زری کوکرم علی کے پاکستان والے گھر پہنچتے ہی جیسے غش آ گیا تھا۔ایک بار پھر جمال اس کے ذہن سے غائب ہو گیا۔اسے ریتوانداز ہ تھا کہ وہ کسی بنگلے میں رہتے تتھے مگروہ بنگلہ ایسا بھی ہوسکتا ہے بیاس کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا۔ ویسا ہی گھر جبیباوہ انڈین فلموں یا ٹی وی کے ڈراموں میں دیکھتی تھی ،زری کو پہلی بارا پنی قسمت پررشک آیا تھا۔ کرم علی کے گھر میں اس وقت اس کے گھر کے برعکس بالکل سناٹا تھا۔ اس کے جو چند بہن بھائی اس کی شادی میں شرکت کے لیےاس کے ساتھ کینیڈا سے یا کستان آئے تھے۔وہ ڈرائنگ روم میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ زری کوانہوں نے چندابتدائی رسومات کے بعداس کے کمرے میں پہنچاد یا تھا کیونکہ فی الحال وہ زری کواس قابل نہیں سمجھتے تھے کہا ہے وہاں اپنے ساتھ بٹھا کے اس کے سامنے اس طرح گفتگو کر سکتے ، جیسے وہ اس کی عدم موجود گی میں کر سکتے تتھے اور شاید دوسری اہم وجہ ریتھی کہ فی الحال سب سے پہلی زری اوراس کے خاندان کی طرف سے منعقدہ شادی کی اس تقریب کوہی ڈسکس کرنا تھا۔جس میں سب نے بڑی بیزاری کے ساتھ

اس لیے وقتی طور پر گاڑی کی طرف جاتے ہوئے زری نے جمال سے زیادہ کرم علی کی زندگی کے لیے دعا کی ۔ گاڑی میں خیروعافیت سے

گاڑی کے گلی سے نکل کرسڑک پر آتے ہی اس نے گاڑی کی کھڑ کی سے جمال کود کمچہ لیا تھا۔وہ گلی کے نکڑ پر کھڑا بے صدوحشت زدہ نظر آ رہا

برابر بیٹھے کرم علی نے اس کی سسکی سن پھر چونک کراہے دیکھا۔وہ سر جھکائے ہوئے دو پٹے کی اوٹ میں تھی اوروہ اس کا چیرہ نہیں دیکھ سکا

تھا۔زری کا دل کسی پرندے کی طرح پھڑ پھڑایا۔وہ رخصتی کے وقت نہیں روئی تھی لیکن اب ایک دم اس کی آئٹھوں ہے آنسو بہنے لگے تھے۔گاڑی

بیٹھ جانے کے بعداسے حیرت ہونے لگی تھی۔ جمال آخر کہاں غائب ہو گیا تھا؟ اوراس کی بیچیرت بہت دیر تک قائم نہیں رہی۔

آ گے بڑھ چکی تھی۔ جمال پیھیےرہ گیا تھا۔

ٔ شرکت کی تھی۔اس لیے وہاں سے زری کو بھیجنا ضروری تھا۔

زری کو پہلاغش اگراس گھر میں داخل ہوتے ہوئے آیا تھا تو دوسرااس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے آیا تھا جواس کا تھا۔اس کی نندا سے صوفے پر بٹھانے کے بعداہے بتا گئی تھی کہ وہ پچھ دیر میں اس کے لیے کھانا بھجواتی ہے وہ آرام کرنا چاہے تو کر لے۔

گرزری آ رام کیسے کرسکتی تھی۔نند کے دروازہ بند کر کے باہر جاتے ہی اس نے خوشی سے مغلوب ہوتے ہوئے کمرے میں چلنا پھرنا اور وہاں پڑی چیزوں کوچھوچھوکرد بکھنا شروع کر دیاوہ جیسے بہیفین جاہتی تھی کہوہ کوئی خواب تونہیں دیکھر ہی ہے۔اس پورے تناظر میں جوواحد چیز

اسے جمال کی یا دولاتی تھی وہ کرم علی تھاا ور کرم علی <mark>فی الحال کمرے ہے باہر تھا۔</mark>

''آپ نے زری کی ماں کودیکھا۔ بٹی کی شادی پر بھی پھٹا ہوا دوپٹہ پہنے پھرر ہی تھی۔ا تنا تو انسان ہوش کرے کہا ہے کپڑے ہی دیکھ لے۔

اور باپ شادی کے موقع پردس رویے کی چپل بیرو<mark>ں میں اٹکائے پھر رہاتھا۔ حالانکہ اتنی بڑی رقم دی ہم لوگوں نے کہ شادی کے اخراجات ان کے لیے</mark>

کوئی مسئلہ نہ ہوجا ئیں لیکن انہوں نے تو مجھے لگتا ہے ان پیپوں میں ہے ایک روپیہ بھی شادی پرخرج نہیں کیا۔ساری کی ساری رقم رکھ لی ہوگی۔ بیاس طرح کے لوگوں کی ذہنیت ہوتی ہے۔ بیٹی کو بیاہنے پرتوان کے تین کپڑے بھی نہیں لگے۔ آج تو زری کا پورا گھرشکرانے کے فل ادا کررہا ہوگا۔''

شکیلہ کے آخری جملے پر ڈرائنگ روم میں ایک قبقہہ پڑا تھا صرف کرم علی تھا جس کے ماتھے پرشکنیں آئی تھیں۔اسے شکیلہ کی باتوں سے زیادہ اس قبقے پراعتراض ہوا تھا۔ان سب نے جیسے ایک لفظ کے بغیر صرف بنس کر شکیلہ کے بیان کی تائید کی تھی۔

''اورا تنا گندامحلّه میں نے زندگی میں بھی نہیں دیکھا۔اتن گندگی اورخود زری کے گھر کی حالت دیکھنے والی تھی۔ مجھے تو اندر بیٹھتے ہوئے ڈر لگ رہاتھا چیت پر بیچ کھیل رہے تھے اور ان کے پیروں کی دھک من کر مجھے لگ رہاتھا کہ کسی بھی وقت حیوت گرجائے گی۔''

بیکرم علی کی مان تھی کرم علی نے بے یقینی ہے ماں کود یکھا۔وہ ان کی مرضی ہے وہاں بیاہا گیا تھااور پچھادن پہلے تک ای گھر کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لیےوہ اسے اللہ کے واسطے دے رہی تھی۔

'' میں مجھتی تھی کہ چلوکسی ہوٹل یا میرج ہال میں نکاح کی تقریب کرلیں گے بیلوگ۔اس لیےا سے پیسے بھجوائے میں نے پر بیا سے کمینے لوگ ہیں کہاں انہوں نے گلی میں دروازے کے سامنے ٹینٹ لگا کر بٹھا دیا ہمیں میں تو شرم سے پانی پانی ہور ہی تھی۔ارے ہمیں کہاں عادت ہے۔اس طرح گلی میں بیٹھ کرمجمع لگانے کیتم نے کہانہیں تھاان لوگوں سے کہ کسی ہوٹل یا میرج ہال میں انتظام کریں؟''

کرم علی کی مال نے شکیلہ سے قدر نے تفکی سے کہا۔

''ابالي باتين بھي کياميں کہتى ان سے؟''شکيله نے جوابا کہا''انہيں خود پية ہونا چاہيےتھا پہلى بيٹي تونہيں بياہ رہے تھے۔اپني حيثيت كا نہ ہی ہماری حیثیت کا تو خیال رکھنا جا ہے تھا انہیں اور پھر آخر پہیے ہم نے خیرات کے طور پرتونہیں دیے تھے۔انظامات کے لیے دیے تھے اب اگر انہیں شادی کے انتظامات کامطلب گلی میں ایک ٹمنیٹ، جارکرسیاں، میٹھے اورنمکین جاولوں کے ساتھ بڑے گوشت کے شور بے پرمشمل سالن لگتا ہے تو ''میں نے ای لیے منع کیاتھا کہ اس طرح بری اور زیورات پر پیبہ لٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم اس کے بغیر بھی ان لوگوں سے بہت او نچے ہیں لیکن آپ نے میری ایک بات نہیں نی اور اس پر بھائی جان نے حد کر دی پانچ لا کھروپے سونا بھی لکھ دیا اسے حق مہر میں ،اس پورے محلے کی تمام بیا ہی ہوئی لڑکیوں کاحق مہرا کٹھا بھی کرلیس تب بھی وہ اس سے آ دھا ہی ہوگا اور ایک آپ بھی۔''

تکلیدنے اب کرم علی کومخاطب کر کے بات شروع کر دی۔ اب شادی ہوگئ تھی۔ اب وہی کام ضروری تھا جو وہ سب بیٹے کر رہے تھے شادی والے دن کرم علی کی ضروری بھا جو وہ سب بیٹے کر رہے تھے شادی والے دن کرم علی کی ضروری برین واشنگاس کے ذہن میں بیکوٹ کوٹ کر بھرنے کی کوشش کرنا کہ اس کے سسرال والے کتنے گھٹیا اور کمینے لوگ ہیں۔
''میرا خیال ہے شکیلہ! کہ زری اور اس کے گھر والوں کے بارے میں تم لوگوں کو پہلے ہی سب پتا تھا۔ آ تھیں بند کر کے تو تم لوگوں نے رشتہ نہیں کیا۔ وہ کتنے غریب ہیں یا جسے بھی ہیں بیسب تو آپ لوگوں کوشا دی سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔''

کرم علی نے بےحد تھبرے ہوئے لہجے میں کہااہے اپنے بہن بھائیوں اور ماں کے لہجے میں جھلکنے والی حقارت بری طرح تھلی تھی۔

''ویسے بھی ہم خودای محلے میں رہے ہیں۔اب بیر گندا ہے۔ بیہ بدیودار ہے جیسا بھی ہے ہمارا بحیپن پیبیں گزرا ہےاورایک زمانے میں ہمارا گھر زری کے گھر سے زیادہ خستہ حال اور چھوٹا تھا۔ای طرح چھتیں ٹیکتی تھیں اس کی اوراس طرح حبیت پرکسی کے چلنے سے حبیت گرنے کا اندیشہ ہونے لگنا تھا۔'' وہ اب اپنی ماں کود کمچھ کر کہدر ہاتھا۔

''اوریہاں کوئی غیروں کا مجمع نہیں تھا۔سب لوگ ہمارے صرف نام نہیں بگڑے ہوئے نام تک جانتے ہیں ٹھیک ہے اب ہم یہاں نہیں رہتے اللّد تعالیٰ نے ہمیں بہت رزق دیا ہے۔لیکن ای گندگی ہیں پرورش پائی ہے ہم سب نے۔''

چند کھوں کے لیے کرم علی کی بات پرسب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ پھر آصف نے نداق اڑانے والے انداز میں کہا۔

'' دیکھا بھائی تو پہلے دن ہی سسرال کی حمایت کرنے لگے ہیں ،اب توانہیں ہماری باتیں بری ہی لگیں گی نا۔''

'' بیرحمایت یاطرف داری کی بات نہیں ہے، سچائی ہے۔' کرم علی نے اسے ٹو کا۔

''اب سوسال پہلے اگر ہم اس محلے میں رہتے تھے تو اس کا بیہ طلب تو نہیں ہے کہ آپ ہمیں ای ایک چیز کے طعنے دیے لگیں۔'' شکیلہ نے چ'کراور برامان کرکہا۔

کرم علی کا دل چاہاوہ اسے بتائے کہ اسے یہاں سے گئے جتنے سال ہوئے ہیں۔وہ اس کے ہاتھوں کی پوروں سے بھی کم ہیں۔لیکن اس کے ہاتھوں کی لکیروں سے زیادہ گہرانقش حچھوڑ ہے ہوئے ہیں۔

" میں کسی کوطعت نہیں دے رہا۔ " کرم علی نے نرمی سے کہا پھر ماں سے مخاطب ہوکر بولا۔

"مجھےآپ سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔"

اس کی ماں چونک گئی۔وہ سب کے چیج بیٹھے بٹھائے اسکیے بات کرنے پر کیوں اتر آیا تھا۔

```
خيريت توہے؟''
```

'' خیریت ہی ہے۔'' کرم علی نے اٹھتے ہوئے کہااور مال کوساتھ لے کراس کے کمرے میں آ گیا۔ڈرائنگ روم میں ایک بار پھرزری اور اس کے گھر والوں کے بارے میں تمسنحرکا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

> "آپ نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کاڑی اتن کم عمر ہے" کرم علی نے کمرے میں آتے ہی ماں سے کہا۔ "کتنی کم عمر ہے؟ ہیں پچیس سال کی ہے۔ یہ کوئی کم عمر ہے؟" کرم علی کی ماں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"الماره سال عمر ہے اس کی یا چلیس زیادہ سے زیادہ انیس کی ہوگی۔" کرم علی نے ایک ایک لفظ پرزوردیتے ہوئے کہا۔

" حجموث بولتے ہیں اٹھارہ کی کہاں ہےلگ رہی ہے۔لوگ خوامخواہ غلط عمریں لکھوادیتے ہیں۔" کرم علی کی ماں نے نا گواری سے کہا۔

"امی! میں جب پاکستان سے گیاتھا۔اس وقت حمیدالدین کی صرف تین بیٹیاں تھیں۔ "کرم علی نے سب لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے

کہاا یک کمھے کے لیے کرم علی کی ماں خاموش ہوگئی وہ واقعی ہے بھول گئی تھی کہ کرم علی حمیدالدین کے خاندان کوان ہی کی طرح جانتا تھا۔

'' تو ہم نے کوئی زبردستی شادی تھوڑی کی ہے۔انہوں نے اپنی مرضی سے بیٹی دی ہے ہمیں۔'' کرم علی کی ماں نے کیک دم بات بدلتے

www.urdunovelspdf.com برعابا

''سوال بینہیں ہے کہ انہیں اعتراض ہے یانہیں۔سوال بیہ ہے کہ آپ نے مجھے پہلے بیہ بات کیوں نہیں بتائی ؟'' ''مجھے دھیان نہیں رہااور بیکوئی خاص بات تھی بھی نہیں۔'' کرم علی کی مال نے حدد رجہ لا پروائی ہے کہا۔

''خاص بات؟ وہ مجھ سے آ دھی عمر کی ہے امی! میں اتنی کم عمر لڑ کی کے ساتھ شادی نہیں کرنا جا بتا تھا۔''

''تم تو شادی ہی نہیں کرنا چاہتے تھے اور خیراب تو شادی ہوگئی۔اب چھوٹی یا بڑی عمرے کیا فرق پڑتا ہے؟'' کرم علی کی مال نے اس بار

پھراسی اطمینان ہے کہا۔

کرم علی کچھ دیرا کجھی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھار ہا پھراس نے بالآ خروہ بات کہی جواس کی پریشانی کی اصل وجہ تھی۔

"آپ نے ان لوگول کو میر بتایا ہے کہ مجھے برص ہے؟"

کرم علی کی بات پروہ کچھ دیر کے لیے اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھراس نے بڑے آ رام ہے کہا۔

«نہیں۔" www.facebook.com/urdunovelspdf اس بار کرم علی بول نہیں سکا تھا۔

'' یہ بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تمہارے کون سے چہرے پر برص ہے۔جسم پر ہےاورجسم کپڑوں میں حیوپ جاتا ہےاور پھریہ کوئی حجوت کی بیاری تو ہے نہیں ، جوتہاری بیوی کولگ سکتی ہے کہ تہہارے سسرال والوں کو پہلے سے اس کی اطلاع دینا ضروری ہے۔'' '' میں گاک میں سے بھریٹ نہ ہوئی ۔ علم نہ میں میں میں میں میں بھری

"اورا گرکل کو چبرے پر بھی ہوگیا تو؟" کرم علی نے بےصد تیز آ واز میں کہا۔
" دیتر : تیں ہے کہ مارت " کی علی کی کہا۔

" برتم نے تو علاج کروالیا تھا۔" کرم علی کی ماں کوایک کھے کے لیے تشویش ہوئی۔

''کروایا ہے میں نے ۔۔۔۔۔۔لیکن اگر میری قسمت خراب ہوئی تو پھر بڑھنا شروع ہوجائے گا۔''کرم علی نے جھنجھلا کر کہا۔ ''اللہ ننہ کرے۔''اس کی مال نے بےساختہ کہا۔''تمہارے چہرے پر بھی برص ہوتا نا تو تمہارے سسرال والوں کوکوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ وہ نبس کرا پٹی بٹی دیے تمہیں۔انہوں نے تمہاری شکل وصورت نہیں دیکھی ۔ جیب دیکھی ہے۔ بٹی کا آ رام وآ سائش دیکھا ہے۔'' کرم علی کی مال نے جیسے نیزے کی انی لے کر کرم علی کے دل میں گاڑ دی تھی۔ یعنی وہ بیجا نتی تھی کہ وہ صرف پیسے کے لا کچ کے لیے کرم علی کے ساتھ اپٹی بٹی کا رشتہ طے کررہے تھے اوراس کی مال نے بید شتہ ہونے ویا۔

''میں ایس بیوی نہیں چاہتا امی! جس کے ماں باپ میری شرافت نہیں صرف میری دولت دیکھ کر مجھے اپنی بیٹی بیا ہیں۔'' اس نے بے حدر نجے سے کہا'' بیدہ ذرمانے نہیں ہیں جب کوئی مرد کی شرافت دیکھ کراس کے ساتھا پٹی بیٹی کارشتہ طے کردے۔اب صرف مرد کا بیسہ ہی دیکھا جاتا ہے۔اور تو اگر سیمھتا ہے تا کہ عارفہ کے ماں باپ نے تمہاری شرافت دیکھ کرتمہارے ساتھا اس کارشتہ کردیا تھا تو یہ بھی بھول ہے تمہاری۔انہوں نے بھی تب رشتہ کیا تھا تمہارے ساتھ جب تم نے چار پسیے کمانے شروع کردیے تھے۔''

اس وقت عارفہ کا طعنہ اسے ایک اور برچھی کی طرح لگا۔ وہ وہاں زری کے ماں باپ اور عارفہ کے ماں باپ کا موازنہ کرنے نہیں آیا تھا۔ لیکن ماں سے بات کرنا جیسے بھینس کے آ گے بین بجانے کے مترادف تھا۔

''اور دیکھو، زری کو آج صاف صاف بتا دینا کہ اسے تنہاری ماں اور بہن بھائیوں کی تنہاری طرح عزت کرنی ہے۔ بلکہ اسے صاف لفظوں میں بتادینا کہاگراس کی وجہ سے تنہار ہے گھر والوں کوکوئی تکلیف ہوئی تو وہ تنہار ہے گھر میں اس کا آخری دن ہوگا۔''

کرم علی نے بے حد حیرانی سے مال کی شکل دیکھی۔اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ مال کی اس بات کا کیا جواب دے۔اس کے چہرے پر یقیناً کوئی ایسے تاثر ات نمودار ہوئے تھے جنہوں نے اس کی مال کو یک دم سنجلنے پرمجبور کیا۔

''میں اس لیے کہدرہی ہوں بیٹا کہ کل کوتمہارے لیے کوئی مُسئلہ پیداندہو۔اباسے تو پیتے نہیں ہے نا کہتم ہمارے بغیرنہیں رہ سکتے۔تم اسے خود بتا دو گے تو وہ بھی ذرااجھے طریقے سے بات کرے گی سب سے ۔۔۔۔۔ورنہ تو میں جانتی ہوں کہ بیٹے بیا ہتے ہی پرائے ہوجاتے ہیں۔صرف بیویوں اورسسرال والوں کوہی فیض ہوتا ہے ان سے ۔اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی طرف ہے آ تکھیں بندکر لیتے ہیں وہ۔''

''امی آپکیسی باتیں کر رہی ہیں؟'' کرم علی پریشان ہو گیا۔'' آپ کی ضد پرشادی کر رہا ہوں۔ورنہ میں تو شادی کرتا ہی نہیں اور اب آپ سمجھ رہی ہیں کہ بیشادی میراخون سفید کردے گی۔''

'' میں جانتی ہوں میرا کرم علی بڑا فر ما نبر داراور سعادت منداولا دہے بیہو ہی نہیں سکتا کہوہ ماں کی نافر مانی کرے مگر پھر بھی تیرے بہن بھائیوں کو بڑا خوف ہے کہ تواب بدل جائے گا۔''

کرم علی نے بے اختیار گہرا سانس لیا تو اس کی مال کی زبان پر اس کے اپنے لفظ نہیں تھے وہ اس کے بہن بھائیوں کے خدشات اور خیالات کوزبان دے رہی تھی۔ اس کی ساس ننداورگھر کے چند دوسر بےلوگ اس کے ساتھ بیٹھے کھانا کھاتے اور باتیں کرتے رہے مگرزری کی بھوک غائب ہوگئ تھی ، سب کے اصرار کے باوجو داوراپنی پہند کی چیزیں سامنے ہونے کے باوجو داس نے بہت کم کھایا۔

اے سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے شدید نفرت ہورہی تھی۔ا سے جمال شدت سے یاد آنے لگا۔ا سے بری طرح رونا بھی آنے لگا تھا۔ کرم علی اس وفت صرف اے اپنی خوشیوں کا قاتل لگ رہا تھا اور پچھ نہیں ، کھانے کے دوران اس نے کرم علی کی شادی کے سلسلے میں اس کے گھر کے افراد کے پچھ مطالبات سے جوکرم علی نے بخوشی مانے تھے۔

وہ چند لمحوں کے لیے ہکا بکارہ گئ تھی آخراں شخص کے پاس کتنا پیسے تھا کہ وہ لاکھوں روپے کے تحائف یوں اپنے بہن بھائیوں اوران کے بچوں کو دے سکتا تھا اورا تنی آسانی سے؟ زری کوفوراً اپناحق مہریا د آگیا تھا۔ زیورتو پہلے ہی اس کے پاس تھے۔البتۃ اے کرم سے حق مہر کے پانچ لاکھ روپے لینے تھے اور وہ جاہتی تھی کہ وہ جتنی جلدی بیرقم لے لیتی اتنا بہتر تھا۔ کرم علی کے خدشات ٹھیک ٹابت ہوئے تھے۔اس کی زندگی میں ایک ایسا رشتہ شامل ہوگیا تھا جسے اسے استعمال کرنے کے علاوہ کسی دوسری شے میں دلچپی نہیں تھی۔

"بیشادی آپ کی مرضی سے ہوئی ہے؟"

کرم علی اوراس کے درمیان تنہائی میں بیہ پہلا جملہ تھا جو کرم علی نے بولا تھا کچھ دیر کے لیے زری ساکت بیٹھی رہ گئ تھی۔ کیا کرم علی کوکوئی شک ہو گیا تھا؟ کیا جمال نے کرم علی کو کچھ؟ وہ کیک دم پریشان ہو گئ تھی اور جب زری پریشان ہوتی تواس کی ساری حسیات کا م کرنے لگتی تھیں۔ "جی!"اس نے بے حدمختصر جوابدیا۔

کرم علی مطمئن نہیں ہوا تھاا کی جی اس کے سوال کا جواب ہوتا اگروہ اپنے معاشرے کواچھی طرح سے جانتا ہوتا۔ ''میرامطلب ہے آپ کے والدین نے آپ کومیرے ساتھ شادی کے لیے زبردسی مجبور تونہیں کیا؟''کرم علی نے اب اپنے سوال کو کچھ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں'' زری نے ایک بار پھراسی طرح نظریں جھکائے ہوئے کہا۔

''میرے بارے میں سب کچھ بتایا تھا آپ کے والدین نے آپ کو؟ میرا مطلب ہے میری عمر، میری شکل وصورت۔'' زری نے اس باراس کی بات کاٹ دی، اے اب کرم علی کی اس بے وقت کی تفتیش پرغصہ آرہا تھا۔ ''صرف آپ کے برص کے بارے میں نہیں بتایا تھا انہوں نے مجھے۔'' کرم علی چندلمحوں کے لیے خاموش ہوگیا وہ واقعی نادم تھا۔

'' آئی ایم سوری میں نہیں جانتا تھا کہ میری امی اور بہن اس بات کو آپ کے گھر والوں سے چھپا کیں گے، مجھے آج ہی پیۃ چلا اور میں ہت شرمندہ ہوں ۔''

زری کا دل چاہا کہ وہ کہے کہ اس کے ش<mark>رمندہ ہونے کا اسے کیا فائدہ تھا۔</mark>

''بہت ساری چیزیں اور بھی ہیں جن کے بارے میں مجھے بھی پہیں آ کر پتہ چلااور میں اس وجہ سے کافی اپ سیٹ ہوں۔ میں شادی کو ایک بہت ہی مقدس بندھن سجھتا ہوں اور میں اس میں کسی زبردی کا قائل نہیں ہوں۔اگر اس رشتے میں آپ کی مرضی شامل نہیں ہے اور آپ اس شادی سے ناخوش نہیں تو آپ بلا جھ بھے بتا دیں۔ میں بہت اچھے طریقے سے اس سارے مسئلے کا کوئی حل نکال لوں گا اور آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔آپ کوکوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

کرم علی کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کی اس تسلی کے جواب میں اس کے منہ سے کیا سننے والا تھا۔ا سے اندازہ ہوتا تو وہ یقینا زری ہے اس وقت بیگفتگونہ کررہا ہوتا۔

''آ پ توخوداس رشتہ پرخوش نہیں ہیں؟''زری نے اس بارجھنجھلا کراس سے کہا۔ کرم علی کی ہمدردی کا اس پرالٹااثر ہوا تھا۔ چندلمحوں کے لیےوہ بول نہیں سکا۔وہ زری سے جواباً اس سوال کی تو تع نہیں کررہا تھا۔

''آپ سے کس نے کہا میں اس رشتہ سے خوش نہیں ہوں، بیضرور ہے کہ میں اس طرح اچا تک شادی طے پانے پر پچھاپ سیٹ تھا لیکن میری مرضی سے ہوئی ہے میری شادی اور میری منگنی کوختم ہوئے بہت عرصہ ہوگیا۔ اس منگنی کی وجہ سے اگر آپ سیجھ رہی ہیں کہ میں آپ سے شادی پر معترض تھا تو آپ غلط بجھ رہی ہیں۔''

کرم علی کا خیال تھا کہاس نے یااس کے گھر والوں نے محلے ہیں ہی کہیں عارفہ کے ساتھ منگنی کے بارے میں سنا ہوگا کیونکہ عارفہ کے گھر والے ابھی بھی اسی محلے میں مقیم تتھےاورزری نے بینتیجہا خذکر لیا ہوگا کہاتنی طویل مدت سے اس کی شادی نہ کرنے کی وجہاس کی بیٹنی ہی ہوسکتی تھی۔ لیکن اسے انداز ہ ہی نہیں تھا کہ زری اس کے سرپراب کون ساہم چھوڑنے والی تھی۔

''میں اس منگنی کی بات نہیں کررہی ہوں۔''زری نے کہا۔

'' پھر؟'' كرم على الجھا۔

"میں بری زاد کی بات کررہی ہوں جس کے ساتھ آ پ کا چکر تھا۔"

زری نے بے حداطمینان کے ساتھ ہر لحاظ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بے حدعامیا ندانہ میں کہا۔ شکیلہ کوشایدا ندازہ بھی نہیں ہوگا کہ اسے شاپنگ کرواتے ہوئے وہ کرم علی کے بارے میں نداق یا سنجیدگی میں جو بات کہدرہی تھی۔ وہ زری کسی کمپیوٹر کی ہارڈڈ سک کی طرح اپنے ذہن میں محفوظ کرتی جارہی تھی اور پری زاد کا تذکرہ بھی شکیلہ ہی کا کارنامہ تھا۔

مٹاک جیساشاک تھاجو کرم علی کولگا تھا۔ عارفہ کی بات دوسری تھی لیکن پری زاد کے بارے میں تو وہ جانتا تھایااس کے گھروالے..... باتی سی شخص کو پری زاد کاعلم نہیں تھا تو کیااس کے گھروالوں نے زری کو پری زاد کے بارے میں بتایا تھااوروہ بھی اس وقت جب وہ زری کواچھی طرح جانتے تک نہیں تھے۔

''آپ ہے کس نے کہا ہے ہی؟''بہت دیر تک اپنے حواس بحال کرنے کے بعد کرم علی نے اس سے کہاتھا۔ ''میں نے سنا ہے کس سے؟''زری نے بے حد بے نیازی کے ساتھ جواب دیا۔ ''پری زادا کی فلم ایکٹر ایس ہے جومیری ایک فلم میں کام کر رہی ہے۔اس کے علاوہ میر ااس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔'' اس بار کرم علی نے بے حدد وٹوک انداز میں اس سے کہا،اسے اس وقت زری کی زبان پریری زاد کا اس انداز میں تذکرہ واقعی بری طرح

چبھاتھا۔

''اب بيتو آپ کو پية ہوگايا پري زادکو۔''

وہ کم عمرتھی لیکن اتن ہی بےلحاظ تھی ، میہ جانئے میں کرم علی کو بہت دیرنہیں گئی تھی لیکن وہ پہلی ہی رات اس کے ساتھ بحث نہیں کرنا چا ہتا تھا۔ کیونکہ اپنے اندر کہیں اس کے دل میں زری کے لیے ایک زم گوشہ ضرور موجود تھا۔وہ اب بھی سمجھتا تھا کہ زری کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وہ اس کے لیے مناسب برنہیں تھا۔لیکن اب ایک رشتے میں بندھ جانے کے بعد بیضروری تھا کہ وہ اس زیادتی کی تلافی کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتا اور اس رشتے کو نبھا تا۔

زری کے اس تبھرے پر پھرکوئی مزید تبھرہ کرنے کے بجائے کرم علی نے اپنی جیب سے ایک ڈائمنڈ رنگ نکالی اور زری کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسے پہنائی۔زری نے بے حد مایوی کے ساتھ اس رنگ کودیکھا اور پھر بے ساختہ کرم علی سے کہا۔

''بس يبي دي گيآپ مجھے؟''

كرم على كے اندركہيں ختكى بڑھى تھى۔ "بيربت قيمتى ہے۔" وہ بيكهنانہيں جا ہتا تھالىكن اسے كہنا پڑا۔

''لیکن شکیلہ بابی نے تو کہاتھا۔ آپ مجھے ڈائمنڈ کا سیٹ دیں گے مند دکھائی میں۔''اس کے لیجے میں استحقاق نہیں تھا۔ لا کچ تھااور کرم علی کواپسے لیجے پہچاننے میں ملکہ تھا۔ وہنہیں جانتا تھا شکیلہ نے واقعی زری سے ایسا کوئی جھوٹ بولا تھایازری اس سے جھوٹ بول رہی تھی۔

> ''میراسب کچھآپ ہی کا ہے۔۔۔۔آپ کوڈائمنڈسیٹ چاہیے تو ڈائمنڈسیٹ لے دوں گا۔'' کرم علی نے اس بات پر بحث نہیں کی تھی کہ اس نے ایسا کوئی وعدہ کیا تھا یانہیں۔

"كب كروي كع؟" زرى نے بتابى سے كہا۔

''کل لے دوں گا۔ آپ میرے ساتھ چلیے گامیں آپ کی مرضی سے آپ کوسیٹ دلا دوں گا۔'' زری کوسلی ہوئی۔

''اوروہ میراحق مہرآ پ کب دیں گے؟''

کرم علی چندلمحوں کے لیے اس کی شکل دیکھ کررہ گیا تھا۔ پھر پچھ کہنے کے بجائے وہ اٹھ کروارڈ روب کی طرف گیا۔ اپنا بریف کیس نکال کر اس نے اسے کھولا ،اس میں سے اپنی چیک بک نکال کرایک چیک سائن کیااور دوبارہ زری کے پاس چلا آیا۔

'' بيآ پ کاحق مهر ہے۔اگرآ پ کا اکا وُنٹ ہےتو آ پ بياس ميں جمع کرواديں ، ورنه کل صبح ميں آ پ کا اکا وُنٹ ڪھلوا کراس ميں جمع کروا

ريتا ہوں۔''

د دنهیں، پیمیں خود کر والوں گی۔''

زری نے بے حد تیزی سے اس سے چیک لے لیادہ ایسے دھو کے ٹیس کھا سکتی تھی کہ اپناا کا وُنٹ کھلوانے اوراس میں رقم جمع کروانے کی فرمہ داری کرم علی کوسونپ دیتی وہ زیادہ پڑھی نہیں تھی مگر اس نے تین عور تیں تین کہانیاں اور خواتین کے ڈائجسٹوں میں ایسے بہت سارے قصے پڑھے تھے جن میں شوہر بیوی کاحق مہراس طرح جعل سازی سے غصب کرلیا کرتے تھے۔ پچھ دیر کے لیے تو اس کا بیچی دل چاہا تھا کہ کرم علی سے چیک کے بجائے کیش کا مطالبہ کرتی ۔ لیکن اسے خیال آیا کہ پاٹج کا کھرو پے اتنی بڑی رقم ہے جو اس وقت کرم علی کے پاس نہیں ہوگی اسے بیا ندازہ نہیں تھا کہا گروہ اس وقت کرم علی کے پاس نہیں ہوگی اسے بیا ندازہ نہیں تھا کہا گروہ اس وقت کرم علی سے بہت زیادہ رقم موجود تھی جوزری کو چاہیے تھی اور کرم علی سے بہت زیادہ رقم موجود تھی جوزری کو چاہیے تھی اور کرم علی اس کے اس مطالبے کو بھی اس طرح پورا کرتا۔

"آپ مجھے ماہانہ کتناجیب خرجے دیں گے؟"

اس بار کرم علی کوہنسی آ گئی تھی۔رونے سے ہنستا یقییٹا بہتر تھا۔

'' آپ کوکتنا چاہیے؟'' وہ رشتوں کے معاملے میں خوش قسمت نہیں تھا اسے اس بات پر کبھی بھی شبہبیں رہا تھا۔ پھروہ زری سے کیا

توقعات لگاتا۔

زری نے پچھ دیرسوچنے میں لگائی اسے انداز نہیں تھا کہ کرم علی اس سے پوچھے گا۔

"آدى ہزارٹھيك ہيں؟"

زری نے ڈرتے ڈرتے کہااس کی نظر میں دس ہزار بہت بڑی رقم تھی ، پیتنہیں کرم علی کیا کہتا۔

" میں آپ کو ہر ماہ بچاس ہزاررو بے دول گا۔ "زری کوشد بدصدمہ ہوااس نے کرم علی کی مالی حیثیت کا بہت غلط انداز ہ لگایا تھا۔ اس نے

پچاس ہزار کیوں نہیں مائلے؟ وہ بری طرح پچھتائی ورنہ کرم علی یقیناً اسے ایک لا کھ دیتا۔

اے انداز ہنبیں تھا کہ کرم علی اس وقت اس کا ذہن کھلی کتاب کی طرح پڑھ رہاہے۔ ''آپ نے جوضبح مجھے ڈائمنڈسیٹ لے کر دینا ہے اس کے بجائے آپ مجھے پیسے ہی دے دیں۔'' ن میں نہ ماز نے میں دیر کی کہ رہ میں کے معربہ مہل ایک وعلی سے لیے اور میں نے مرجھلک بھی پیغنا

زری نے بالآ خرسرا ٹھا کرکہا۔اس کے لیجے میں پہلی بار کرم علی کے لیے پیار بھری نرم جھلکی تھی۔ پنتیس لا کھرو پیدو ہے والا آ دمی اب اتنی محبت کا تو حقدار تھا ہی۔

" بیں سوچ رہی ہوں کہ خود ہی بعد میں دو چار د کا نیس پھر کرا پنی مرضی ہے خریدلوں گی۔ "

زری نے کرم علی کو پہلی مسکراہٹ سے نواز تے ہوئے کہا۔ یہ وہ مسکراہٹ تھی جس کا جادووہ تب چلایا کرتی تھی جب اس محلے کی دکان سے کوئی چیز پییوں کے بغیر لینا ہوتی تھی۔ کرم علی محلے کی دکان پر بیٹھاوہ مرذبیس تھا جوزری کی اس مسکراہٹ کے لیے پچھ بھی دے سکتا تھا۔ وہ اس کا شوہر تھا جوا پٹی بیوی کو اس کے بغیر بھی تچھ بھی دے سکتا تھا۔ کی زری اس چیز کو تب بچھتی جب اس نے اپنی زندگی میں اپنے آس پاس ایسے مرود کیھے ہوتے۔ اس نے بہی سیکھا تھا اور جو پچھاس نے سیکھا تھا وہ اسے استعال کررہی تھی ۔ لیکن وہ زندگی کے بیفارمولے غلط آ دمی پر استعال کررہی تھی۔ ہوتے۔ اس نے بہی سیکھا تھا اور جو پچھاس نے سیکھا تھا وہ اسے استعال کررہی تھی۔ اس کے سامنے بسیٹھا تھا۔

'' ٹھیک ہے میں آپ کواس کے لیے بھی رقم دے دوں گا۔ یاوہ بھی ابھی چاہیے آپ کو؟'' کرم علی کے لیجے میں اگر غیرمحسوس کوئی طنز آیا تھا بھی تو زری نے اسے محسوس نہیں کیا۔

''نہیں، آپ بے شک کل دے دیں۔'' مرکب المرشوری سے عواق میں ہے گا ہے کا بات میں مرکب ہے عواق میں میں م

زری کے لیجے میں مٹھاس بڑھ گئی تھی اورا یک بجیب طرح کی فرما نبرداری بھی آگئی تھیاب پہلے کی طرح اس کی نظر کرم علی کے برص کے داغوں پر بھی نہیں جار بی تھی۔نہ بی کرم علی سے اس طرح کی شدید نفرت محسوس ہور بی تھی جووہ پچھ دیر پہلے تک محسوس کر رہی تھیاور سب سے بڑی بات کہ اسے اس وقت جمال بھی یا دنہیں آر ہاتھا۔

'' کچھاور؟'' کرم علی نے اس سے یو حیصا۔

' د نہیں اور پچھ نہیں کچھ اور چاہیے ہوگا تو میں بتادوں گی آپ کو؟''زری نے بے حدفر ما نبر داری سے کہا۔ ''ضرور۔'' کرم علی نرمی سے کہتا ہوا بیڈے اٹھ گیا۔ www.urdunovelspdf.com

''آپ تھک گئ ہوں گی چینج کر کے سوجا کیں۔''

زری نے بے صدحیرانی سے ٹیرس کا درواز ہ کھول کر ہا ہر نکلتے ہوئے کرم علی کودیکھا.....وہ اس کی بات نہیں مجھی تھی۔

کرم علی ٹیرس پر پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔اندر سے اے سی کی مصنوعی خنگی سے باہرموسم گرما کی رات کی حدت میں اسے

عجیب ساسکون ملاتھا۔ ہرطرف گہراسکوت تھا جے وقٹا فو قٹا کسی گاڑی کی آ وازتو ڑتی یا پھر آ سان ہے گزرتا کوئی جہاز مگراندر چھائے ہوئے سکوت کو

کوئی چیز نہیں تو ڑر ہی تھیوہاں کوئی آ واز کوئی سرگوشی کوئی گونج نہیں تھی۔بس ایک یا تال تھااوراس کی نہ ختم ہونے والی وسعت تھی۔ کچھ دیر کے بعداس کے عقب میں موجو دشیشے کے سلائیڈنگ ڈور سے آنے والی روشن بھی ختم ہوگئی تھی۔زری شاید لائٹ بجھا کرسونے

کے لیے لیٹ محکی تھی۔ کرم علی اب مکمل تاریکی میں تھاا وراس تاریکی میں جو چہرہ اس کے ذہن کی اسکرین پرایک جھما کے کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔اس نے اسے

حیران کردیا تھا۔ کرم علی ہےا ختیار کراہا۔ بیکوئی وقت تھایاد آنے کا؟ یاد بڑی ظالم ہوتی ہے۔ ہمیشہ غلط وقت پر غلط جگه آتی ہے۔ اس نے اس آخری ملاقات میں زینی کو پر پوز کرنے کے لیے اس رات اے اپنے گھر بلایا تھا جس رات زین نے اے کرم علی نے اس کے لیےخریدی ہوئی انگوٹھی اس کے جانے کے بعداس ٹیبل سے اٹھالی تھی جہاں وہ اسے لے کر بیٹھنے والا تھااورزینی نے

اگردھیان دیا ہوتا تو وہ اسٹیبل پر پڑی اس نازک ہی ڈبیااوراس کے گردموجودفلورل ادیسجہ منٹس کود مکھے چکی ہوتی اورشایدا ہے کوئی تجسس ہوتا یا ہوسکتا ہےوہ کوئی سوال ہوچھتی۔ ایباسوال جس کا جواب پچھ دیر کے لیے زینی کے ہونٹوں پر مہر لگا دیتا۔وہ پچھے نہ کہتی جس نے کرم علی کے ہونٹوں کوی ویا تھا۔شاید کوئی بھرم

رەجا تا.....كوئى بھرم کیکن جب کوئی بھرمنہیں رہاتھا جب وہ زینی کی اصلیت اچھی طرح جان چکاتھا۔ جب اس کوزینی سے گھن بھی آئی تھی ۔ تب بھی اب تک وہ کیوں اس کے ذہن میں انکی ہوئی تھی۔ سلکتی ہوئی چنگاری کوکون می شےہوادے رہی تھی۔

عارفہ زینی کی طرح خوب صورت نہیں تھی اس ہے کرم علی کا آ واز کا رشتہ تھا جو کئی سال چلاتھا۔ زینی سے تعلق کچھاور طرح کا تھا۔اتنی کمبی یدت کا نہ ہی کیکن تعلق کی گہرائی عارفہ جیسے تعلق ہی کی طرح تھی۔اوراب جب ایک تیسریءورت اس کی زندگی میں آگئی تھی تواہے عارفہ کی بددعایا د آئی تھی کیکن زینی خودیاد آئی تھی۔شاید کہیں نہ کہیں اسے زین اور زری میں کوئی مماثلت نظر آئی تھی۔ کیامماثلت تھی؟اس نے اپنے ذہن سےاس

مما ثلت کو جھنکنے کی کوشش کی ۔اس خیال کو نکالنے کی کوشش کی ۔وہ دونو ںعورتیں اس کی زندگی میں پیسے کے لیے آئی تھیں ۔پہلی ایکٹریس تھی رسوائے ز مانتھی۔ان دونوں کا آپس میں کوئی رشتہبیں تھالیکن اس کا دل عجیب انداز میں اس کی طرف کھنچتا تھا۔ دوسری اس کی بیوی تھی ایک مقدس رشتے میں ' پوری دنیا کےسامنےاس کےساتھ بندھاتھاوہ ۔۔۔۔۔اوروہ جدوجہد کرنے میںمصروف تھا کہسی طرح وہ اپنے دل میں زری کواس کی ساری خامیوں سمیت جگہدے سکے۔

اورزیناے شبہیں تھا کہ وہ اپنے ہرعیب ہر برائی کے ساتھ پہلے ہی اس کے دل کے اندرتھی۔ حد مرب مرب

اگرشادی کوئی جواتھا تو پاکستان چھوڑتے ہوئے کرم علی بیجان چکاتھا کہ وہ بیجوا ہار چکاتھا۔ زری بالکل ولی بی لڑکی تھی جیسی لڑکی کو بیوی بنانے کے تصورے اے ساری زندگی خوف آتار ہاتھا وہ کتنی معصوم ،سیدھی سادی اور فرما نبر دارتھی۔ وہ کرم علی کے گھر والوں کو چند دن میں ہی پہنچل گیا تھا۔ ایک استحصالی دوسرے استحصالی کو بہت جلدی اور بہت آسانی سے پہچانتا ہے اور زری نے بھی بیجان لیاتھا کہ کرم علی کے گھر والے اس کا استحصالی کررہے ہیں اور پہلاسبق جواس نے ان سے سیکھا تھا وہ بہی تھا کہ استحصالی کررہے ہیں اور پہلاسبق جواس نے ان سے سیکھا تھا وہ بہی تھا کہ استجھی بہی کرنا ہے۔

کرم علی کے اندرکتنالحاظ کتنی نرمی تھی وہ یہ بھی جان پچکی تھی اورا ہے بیے خدشہ بھی نہیں تھا کہ کرم علی اسے چھوڑ دیتایا اس کے ساتھ کوئی بدسلو ک کرتا۔ جس خصوصیت کود وسری کوئی عورت کرم علی کی خو بی بمجھتی زری نے اسے کرم علی کی کمز دری سمجھا تھا۔

اے یقین تھا کہ وہ اس کا خیال اس لیے نہیں رکھ رہا کہ وہ طبیعثا ایک خیال رکھنے والا اور نرم مزاج آ دمی ہے۔ بلکہ بیاس کاحسن اور کم عمر ی تھی جس نے کرم علی کواندھا کر دیا تھا۔ جو نتیجے اس کی عمر ، مزاج اور ذہنیت کی کوئی بھی لڑکی نکالتی اس نے بھی وہی نتیجے اخذ کیے تھے۔

شادی کے دوسرے تیسرے دن کرم علی کے گھر والوں نے کرم علی ہے زری کی شکا بیتیں شروع کر دی تھیں اور کرم علی بعض با توں میں واقعی ول ہی دل میں انہیں حق بجانب بھی سمجھتا تھا لیکن وہ دوسری طرف زری کواس طرح کی ڈانٹ ڈپٹ بھی نہیں کرنا جا ہتا تھا جیسی ڈانٹ ڈپٹ کرم علی کے گھر والے اس سے کروانا جا ہتے تھے۔

اس کا خیال تھا کہ ذری کینیڈااس کے پاس آ جائے گی توایک ہی گھر ہیں سب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے جواختلا فات جنم لےرہے تھے وہ نہیں ہوں گے۔وہ وہاں پر زری کو تمجھانے کی کوشش بھی کرتا لیکن سات دن کے مختصر قیام میں وہ زری کونصیحتوں کےانباز نہیں تھا نا جا ہتا تھا۔

ایک ہفتہ کے بعد صرف کرم علی ہی نہیں اس کے ساتھ ہی تقریباً سارے گھروا لے واپس آ گئے تھے۔زری واپس اپنے ماں آباپ کے پاس تب تک رہنا چاہتی تھی۔ جب تک کرم علی اس کے پیپرز بنوا کراہے باہر نہ بلوالیتا۔

اور بیواحد بات تھی جس پر کرم علی نے اعتراض کیا تھا۔ ایک ہفتے کے قیام میں ایک دوبارزری کے ساتھ اس کے گھر جا کراسے بیا ندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا سوشل سرکل کس طرح کا ہے اور وہ گھر پر رہنا پسند کرتی ہے۔ دونوں بار اس کے ساتھ گھر جانے پر وہ زری کے ماں باپ کے پاس جیٹھار ہتا اور زری وہاں پہنچتے ہی محلے میں اپنی سہیلیوں سے ملنے کے لیے نکل جاتی۔

اس کے بعداس کو واپس لانے کے لیے ہا قاعدہ اسے محلے میں ڈھونڈا جاتا، کرم علی اگر چہ پابندیاں لگانے والا مرذنہیں تھا۔لیکن اسے زری کااس طرح پھرنا بے حدمعیوب لگاتھا۔ اورا سے بیہ می احساس ہوگیا تھا کہ بیزری کی عادت تھی۔وہ وہاں رہتے ہوئے شاید سارادن یہی کرتی تھی۔ زری کے ناخوش ہونے کے باوجود کرم علی جانے سے پہلے شکیلہ کواپنے گھر تب تک رہنے کے لیے کہد گیا تھا جب تک زری کا ویزا نہ آ جا تا۔زری پہلے اس بات پرمعترض ہوئی تھی کہ وہ اسے میکے کے بجائے سسرال میں رہنے کو کہدر ہاتھا اور پھراس پر بری طرح جھنجھلائی کہ وہ اس کے سر پرشکیلہ کومسلط کر کے جارہاتھا۔

۔ اس کااصرارتھا کہ وہ اپنی بہنوں کواپنے گھر بلالیتی ہے یامال باپ میں سے کسی کواورشکیلہ باجی کوان کے گھر نتقل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کرم علی نے اتنی ہی نرمی سے اس سے کہاتھا کہ وہ بے شک اپنی کسی بہن یامال باپ میں سے کسی کوبھی اپنے پاس ر تھے کیکن شکیلہ اور اس مراہم رہ سے معرف میں بیت ا

کی قبلی کا بھی اس گھر میں ہونا ضروری تھا۔ یہ پہلی کلہاڑی تھی جو کرم علی نے اپنے پاؤں پر ماری تھی۔زری بغض دل میں رکھنے کی عادی تھی اور اس نے کرم علی کواس چیز کے لیے معاف نہیں کیا۔

تین ماہ کے دوران کرم علی دویا تین بار پاکستان آیا تھا جب تک ذری کا دیز انہیں لگ گیا اور ہر بار دہ ذری سے پہلے سے زیادہ دل بر داشتہ اور ما یوس ہوکر دالپس گیا ذری نے اگر چہ شکیلہ کے آجانے کے بعد اپنے گھر دالوں میں سے کسی کوستنقل طور پراپنے ساتھ رہنے کے لیے نہیں بلایا تھا لیکن شکیلہ اور اس کے درمیان ایک محاذ کھل گیا تھا جتنا بغض اور کینہ ذری شکیلہ کے لیے رکھتی تھی اتنا ہی وہ ذری کے لیے، اب وہ اس وقت کو پچھتا تی تھی جب اس نے اس معصوم ، کم گواور سیدھی سادی لڑکی کو اپنے بھائی کے لیے پہند کیا تھا۔

دونوں کے پاس ایک دوسرے کے خلاف شکائیوں کے انبار ہوتے جو دونوں ہر دوسرے دن فون پر کرم علی کے سامنے رکھ دیتی۔ کرم علی اس صورت حال سے واقعی بری طرح پریشان ہوا تھا۔ شکیلہ نے ایک مہینے کے بعد ہی کرم علی سے بیکہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ واپس اپنے گھر جانا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ زری کی چوکیداری کے لیے وہاں نہیں بیٹے سکتی۔

اوراس کے ساتھ ہی اس نے کرم علی کو پہلی بارزری کوطلاق دینے کامشورہ بھی دے دیا تھا۔ جس پر کرم علی بے حد شنعل ہوا تھا۔ شکیلہ پہلی باراس کے غصے سے خاکف ہو فکتھی کیونکہ اس نے زندگی میں پہلی بار ہی کرم علی کو غصے میں دیکھا تھا۔ وہ نہ صرف اگلے دو ماہ بھی پر سن نہ سے سال میں سے سن سے کہ کہ میں شندہ میں ہیں تھا ہے۔

وہاں رہی بلکہ اس نے دوبارہ کرم علی کوزری کے بارے میں ایسا کوئی مشورہ نہیں دیا۔ تین ماہ کے بعد کرم علی زری کواپنے پاس لے آیا تھا۔اور زری کتنی بڑی مصیبت تھی۔اس کا اندازہ اسے بھی ہو گیا تھا۔وہ بے لحاظ تو تھی لیکن بغیر سوپے سمجھے بولنے کی عادی بھی تھی لیکن بات اگر صرف زبان تک رہتی تو کرم علی شاید ٹی ان ٹی کر دیتا۔زری بے صدیجیب نیچر کی تھی کم از کم کرم علی کوتو وہ بجیب ہی لگتی تھی۔اسے اگر کرم علی سے کوئی مطالبہ منوانا ہوتا تو اس کی زبان سے کرم علی کے لیے شیر پنی ٹیکتی رہتی اور جب وہ مطالبہ پورا

ہوجا تا تو وہ منٹوں میں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی تھی۔ وہ اگر چہزیادہ پڑھی کھی نہیں تھی لیکن اس نے جس طرح سے مغربی کلچر کو اختیار کیا تھا۔اس نے کرم علی کوبھی حیران کر دیا تھا۔۔۔۔۔اور حیرانی سے زیادہ بیشاک تھاوہ اتنا عرصہ و ہاں گز ارنے کے باوجودمغر بی طور طریقے نہیں اپناسکا تھااورزری کا بیرحال تھا کہ وہ اگراہے نعے نہ کرر ہاہوتا تو ان مغربی ملبوسات کو بہننے اور پہن کر پھرنے سے نہ چوکتی ،جنہیں بہنتے ہوئے کوئی دوسری لڑکی دوبارہ ضرورسوچتی۔ وہاں آنے کے پچھ عرصہ کے بعدزری نے کرم علی ہے پچھ رقم قرض ما نگی تھی۔ ہمیشہ کی طرح وہ بے حد میٹھے انداز میں بات کررہی تھی۔ '' ابوگھر بدلنا جا ہتے ہیں۔ کچھرقم کم پڑر ہی ہے۔ مجھے ہات کی ہےانہوں نے وہ کہدر ہے تھے بہت جلدرقم واپس کر دوں گا۔'' زری کویقین تھا کہ کرم علی بھی رقم واپس نہیں لےگا۔اس لیےوہ اسنے آ رام سے کہدرہی تھی۔ ''آپان ہے کہیں گھر دیکھیں جتنی رقم انہیں جاہیے میں بھجوادوں گا۔'' کرم علی نے گھرہے نکلتے ہوئے کہازری ہےاختیارخوش ہوتے ہوئے دروازے تک آئی۔ ''نہیں، میں کوئی احسان نہیں لینا جا ہتی بس کچھ در کے لیے انہیں رقم قرض جا ہیے۔'' زری نے بظاہر بے حد ہجیدگی ہے کہا۔ ''احسان والی کوئی بات نہیںوہ آ پ کے parents ہیں اور میں انہیں اپنے parents کے برابر درجہ دیتا ہوں۔'' کرم علی نے چلتے ۔ ہو۔ ''حیا ہے وہ ذرامہنگا گھرلینا جا ہیں تب بھی۔''زری نے بےساختہ کہا۔ '' حبیبا گھرلینا جاہتے ہیں لےلیں۔ جبگھر دیکھ لیتے ہیں تو مجھے بتادیجیےگا۔ میں انہیں رقم ٹرانسفر کرواووں گا۔'' کرم ملی کوبات کرتے کرتے جیسے کچھ خیال آیا۔ ''اورآ پاگر ہر ماہ انہیں کچھرقم بھجوا ناجا ہیں تو مجھےاس پربھی کو کی اعتراض نہیں۔'' زری ایک لمحہ کے لیے بالکل حیب ہوکررہ گئی۔اسے انداز ہبیں تھا کہ کرم علی اسے اس طرح کی کوئی آفردے گا۔ ''آ پ……'' وہ پچھ کہتے کہتے رکی ۔کرم علی منتظرر ہا کہ وہ اپنی بات پوری کرے گی لیکن زری نے بات پوری کرنے کے بجائے بڑی محبت ہے کرم علی کی ٹائی کی ناٹ کوسیدھا کرتے ہوئے اس کے کوٹ پر ہاتھ یوں پھیراجیےوہ اسے جھاڑ رہی ہو۔کرم علی جانتا تھاوہ ایساہی پچھ کرے گی ہر بارکسی فیور کے بعدوہ کسی نہ کسی طرح اس ہے محبت کا اظہار کرتی تھی ۔ کرم علی کووہ سب مصنوعی لگتا پھر بھی اچھا لگتا۔اس وقت بھی احچھالگا تھا۔

کرم علی کچھ کہنا جا ہتا تھالیکن کہنہیں سکا۔وہ صرف ایک ہلکی مسکرا ہٹ کے ساتھ گھرہے باہرنکل گیا۔

''آپ بہتاچھ ہیں۔''زری نے اس سے کہا۔

پاشا توخیر پہلے ہی اس سے بہت خوش تھااورا سے یقین تھا کہ اس دن اس کی دھمکیاں کارگر ثابت ہوئی تھیں۔وہ گڑ سے مرگئ تھی۔اس کو زہر دینے کی ضرورت چیش نہیں آئی تھی۔وہ یہ نیس جانتا تھاوہ اس کے لیے زہر تیار کرنے میں جتی ہوئی تھی کیونکہوہ گڑ سے مرنے والانہیں تھا۔ معتا

زین نے زندگی میں صرف ایک کام ہمیشہ عقلمندی سے کیا تھا۔

اس شاخ کوکا شنے کا کام ،جس پروہ خود بیٹھی ہوتی تھی اوراب بھی وہ یہی کام کرنے والی تھی۔وہ اس وفت انڈسٹری کی دوبڑی فلموں کی ہیروئن تھی۔ایک کرم علی کی اور دوسری تیمریز پاشا کی۔

پاشا کی فلم بجٹ کے لحاظ سے انڈسٹری کی آج تک بننے والی سب سے بڑی اور مہنگی فلم تھی۔ پاشااپٹی اس فلم کی کامیابی سے فلم انڈسٹری کی تاریخ کو نیاجنم دینا چاہتا تھا اور اسے بھتین تھا کہ فلم کامیاب ہوگی۔ پاشااپٹی اس فلم کوصرف پاکستان میں ہی نہیں ہو کے میں بھی ریلیز کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا اور پاکستان میں وہ اس فلم کی ریلیز کے لیے پنجاب سرکٹ کے اپنے ذاتی تین سینماز کی بھی ساتھ ساتھ رینویشن کروا رہا تھا۔ انڈسٹری کے سارے پنڈت پہلے سے ہی فلم کی کامیابی کی پیش گوئیاں کر رہے تھے۔ یہ پر ہٹ ہوگی۔ اس کے بارے میں کسی کوشبہ نیس تھا۔ لیکن سے بزنس کتنا کرے گی۔اس کا اندازہ بھی کسی کوشبہ نیس تھا۔ لیکن سے برنس کتنا کرے گی۔اس کا اندازہ بھی کسی کونہیں ہور ہاتھا اور کیا ہے انٹر میں کامیابی حاصل کریائے گی؟

بیسب سے بڑاسوال تھا۔فلم پر بجٹ سے زیادہ پیبدلگ گیا تھااوراس کے فلاپ ہونے کی صورت میں پاشاپروڈ کشنز کوایک بڑا جھٹکا لگتا۔ پاشاپروڈ کشنز جھٹکا سہہ تو جا تالیکن فوری طور پر چندسالوں کے لیےا گروہ اس طرح کی کوئی فلم پروڈیوس نہ کر پاتا۔اورا گریہ بہت بڑی فلاپ ہوتی تو پھر پاشاپروڈ کشنز کے ستار سے صحیح معنوں میں گردش میں آ جاتے اوراسی خطرے کو کا وُنٹر کرنے کے لیے مارکیٹنگ کی جواسٹر مجیز بنائی تھیں ان میں میوزک کوبھی مارکیٹ میں لانچ کرنے کا پلان کیا گیا تھا۔

دوسری طرف کرم علی کی فلم تھی جس کے بارے میں انڈسٹری کو بہت زیادہ تو قعات نہیں تھیں ایسے کی پروڈیوسرز کم فنانسرز وقنا فو قنا نٹرسٹری میں ہو تھی ہوجا تا تو کوئی خاص بات نہ ہوتی۔ واحدہ کچپی جو کسی کواس فلم میں ہو تھی تھی وہ پری زاد کی موجود گی تھی۔ اور پچھلے بچھ عرصے میں پری زاد کی وجہ سے بچھا لیک فلمیں بھی ہٹ ہوئی تھیں جن کے بارے میں انڈسٹری کے پنڈ ت خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ پری زاد کی موجود گی تعمل طور پر کینیڈا میں شوننگ اور بڑا بجٹ کھمل طور پران تین چیزوں کے علاوہ دوسرا کوئی پلس پوائٹ اس فلم میں نہیں تھا کیونکہ اس فلم کے ڈائر کیکٹر کی آخری دوفلمیں بری طرح فلاپ ہوئی تھیں اوراس فلم میں پری زاد کے ساتھ ہیرو آنے والے میں سریر بران خات

گالیاں دینے والاسفیرخان آج اس کے گن گاتے نہیں تھکتا تھا۔ ہر دوسرے دن اخبار میں ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی بات شاکع ہوتی ۔ سفیر آن
ریکارڈ بمیشدالی باتوں کی تر دید کرتا اور آف دار یکارڈ پرلیں والوں کو دھڑ لے سے بتا تا کہ وہ پری زاد کے عشق میں بری طرح مبتلا ہے اور صرف اس
سے محبت نہیں کرتا۔ اس سے شادی بھی کرنے کا خواہش مند ہے اور صرف وہ بی نہیں پری زاد بھی اس کی محبت میں گرفتار ہے۔
دوسری طرف پری زاد نے ہمیشہ آن دار یکارڈ سفیر کے حوالے سے پوچھے جانے والے سوالوں کے معنی خیز جواب دیتی۔ اکثر جواب
ایسے ہوتے جو سفیر کی آف دار یکارڈ باتوں کی کمل طور پر تقمد این کرتے دکھائی دیتے اور کئی باروہ اشاروں کتابوں میں میدا قرار بھی کرتی کہ وہ واقعی
سفیر سے شادی کی خواہش مند ہے۔ لیکن وہ کسی کی دوسری بیوی بنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ اگر سفیر پہلے سے شادی شدہ نہ ہوتا تو یقنینا اب تک وہ اس

بھی گردش کررہی تھیں۔ وہ دونوں اب تقریباً ہرفکمی اورشو بز کی تقریب میں انتھے جاتے اورا کٹھے آتے تھے۔ چند ماہ پہلے تک کھلے عام پری زاد کو

انڈسٹری میں اگرایک طرف ان دوفلموں کی بات ہور ہی تھی تو دوسری طرف سفیراور پری زاد کے بارے میں دھڑا دھڑخبریں اورا فواہیں

آف دار یکارڈ بمیشه پرلیس والوں سے بنس کران سب باتوں کی تر دید کرتی۔

ہےشادی کرچکی ہوتی۔

''ہم دنوں ایک دوسرے سے فلرٹ کررہے ہیں جیسے انڈسٹری میں دوسرے تی ہیرو ہیروئن آپس میں کررہے ہیں اور یہ کمر شلی پاپولر پیئر بننے کے لیے ہے۔ورندند میں اس کے بارے میں سیریس ہوں نہ وہ۔''

وہ آرام سےساری باتوں کا نچوڑ جیسے ان لوگوں کےسامنے رکھ دیتی۔

''ہم ساتھ ساتھ اس لیے نظر آتے ہیں کیونکہ عوام ہمیں ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں۔''وہ لا پرواہی ہے انگلے کسی سوال کے جواب میں کہتی۔
سفیر پری زاد کی آن داریکارڈ باتوں پر جیسے قربان ہوجاتا تھا۔انڈسٹری کی سب سے خوبصورت اور پاپولرعورت اسکے لیے پاگل ہورہی تھی۔اس کا ساتھ چاہتی تھی۔اس کی محبت میں پچھاوراضا فہ ہوتا تھی۔اس کا ساتھ چاہتی تھی۔اس کی محبت میں پچھاوراضا فہ ہوتا گیا۔ پری زاد کی لیے اس کی محبت میں پچھاوراضا فہ ہوتا گیا۔ پری زاد کی اس جرائت سے وہ اس کی از دواجی زندگی میں کتنااور کس طرح کا زہر گھول رہی تھی ،اس کا انداز ہ پری زاد کو تھا یا پھر سفیر کی بیوی کو۔
سفیر نے لومیر ج کی تھی اور اس کی سسرال کا دور دور تک شوہز سے کوئی تعلق نہیں تھا۔انہوں نے اس رشتہ کو قبول تو کر لیا تھا مگر سفیر کواسیخ

یرے ریبرں میں سروہ میں میں انہیں ہمیشہ دفت ہوتی وہ سفیر کی ہر بات پر آ تکھیں بند کر کے ایمان لے آتی تھی کیکن ابسات سال خاندان کے داماد کے طور پر وہ عزت دینے میں انہیں ہمیشہ دفت ہوتی وہ سفیر کی ہر بات پر آ تکھیں بند کر کے ایمان لے کی شادی میں پہلی بار اس نے سفیر کے لیے مسئلے پیدا کرنے شروع کر دیے تھے۔ وہ اخبار میں شائع ہونے والا پری زاد کا ہربیان پڑھتی ، ہراس

تقریب کی کورت کی پڑھتی جہاں پروہ اور سفیرا کتھے ہوتے اورا کسی ہرتقریب کے اخباروں اور میگز نیز میں شائع ہونے والے فوٹو زمیں کہیں پری زاد نے سفیر کا ہاتھ پکڑا ہوتا، کہیں وہ دونوں بازوؤں میں بازوڈالے ہوتے ، کہیں وہ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوتے پری زداس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کربیٹھی ہوتی یااس کی طرف جھی ہوئی۔ ایسا کوئی منظرد کیچے کرسفیر کی ہیوی کے تن بدن میں آگ لگ جاتی۔ اس کا جی جاہتا کہ وہ بری زادگوگو کی ماردے یا پھرسفیر کا بی گلا گھونٹ دے۔ ۔ زینسفیری زندگی کااسکر پٹ لکھر ہی تھی اورجس کے لیےلکھر ہی تھی ،اس تک بے حد ہوشیاری سے پہنچا بھی رہی تھی۔سفیر بے وقوف تھا۔ بیاس سے چندملا قاتوں کے بعد ہی زینی کواندازہ ہو گیا تھا۔اسے اس کے لیے کیسے گڑھا کھودنا تھا۔ بیوہ جان گئی تھی۔وہ تھا۔وہ اسے گڑ ہی دے رہی تھی۔

''انورصاحب! آپ فلم کیوں نہیں بناتے؟'' وہ اس رات ایک فلمی پارٹی کے ٹتم ہونے پرانور حبیب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ''فلم نہیں بنار ہا تو اور کیا بنار ہا ہوں میں؟'' انور بڑے بے دھنگے انداز میں ہنسا۔ یوں جیسے پری زاد نے اس سے مذاق کیا ہو۔ وہ اس

وفت شراب کے نشے میں دھت تھا۔

" میں فلم پروڈیوس کرنے کی بات کررہی ہوں۔" زین نے بڑی سنجیدگی ہے کہا۔
" فلم پروڈیوسر بننے کا کیا فائدہ ہوگا؟ اتناسر ما بنہیں ہے کہ میں فلم پرلگاؤں۔"
" سرمایہ آجا تا ہے نیت ہونی چاہیے۔ دوچارفلمز پروڈیوس کرلی ہوتیں تو آج آپتر بزیاشا کی فکر کے آدمی ہوتے۔"
انور صبیب نے بےافتیار دونوں کا نوں کو ہاتھ لگایا۔

'' پاشا کی نکر کا آ دی نہیں ہوں میں۔ میں بڑا چھوٹا آ دمی ہوں۔ پاشا کے پیچھےاس کا خاندان ہے جس نے اس انڈسٹری پرکٹی سال راج کیا ہے۔میرے پیچھے تومیرا خاندان تک نہیں ہے۔ایسےالٹے سیدھے خیال مت ڈالومیرے ذہن میں پری زاد!''

'' بھی نئی سے تبریز پاشا کے خاندان میں بھی کسی نہ کسی نے پہلاقدم اٹھایا ہوگا اور آج آپ ان کے نام پر کا نوں کو ہاتھ لگارہے ہیں۔ آج

آ پالیها کوئی قدم اٹھالیں گے تو کل کوئی اور آپ کے نام پر کا نوں کو ہاتھ لگار ہاہوگا۔'' زین نسگریہ مرکا سکر میں سنریس سے نکال لیا۔ اندر حصہ سے سنگریہ مرکا یہ

زین نےسگریٹ کا پیکٹ اپنے پرس سے نکال لیا۔انور حبیب کےسگریٹ کا پیکٹ وہ ختم کر چکی تھی۔انورنے اس باراس کی بات کا جواب نہیں دیا۔وہ کچھ دیر عجیب می نظروں کے ساتھ زینی کو دیکھٹار ہا۔

'' تمہارا د ماغ خراب نہ ہو گیا پری زادتو اس انڈسٹری میں اسکلے کئی سال تمہارا راج ہوگا۔ تاریخ تم بھی لکھ جاؤگی اس فلم انڈسٹری میں۔'' زینی نے اس کےستائشی جملوں کے جواب میں اسے ایک مسکراہٹ سے نواز اپھر بڑے انداز سے کہا۔

'' تاریخ جب ایک اکیلا بیشه کرلکھتا ہے تو اور ہوتی ہے۔ دو بیٹھ کر لکھتے ہیں تو تاریخ کامفہوم بدل دیتے ہیں۔ میں فلم پروڈیوس کرنا چاہتی ہوں انورصاحب بلکہ چاہتی نہیں کررہی ہوں۔''

انورحبیب اس باراس کی بات پر بری طرح چونکا۔

''تم کیوں فلم پروڈیوں کررہی ہو۔ بیتووہ ہیروئنز کرتی ہیں جن کوانڈسٹری میں کام ملنا بند ہوجا تا ہے۔تمہارے پاس تو بہت کام ہے پری زاد۔'' ''ہاں لیکن میں کچھاپی مرضی کا کام کرنا جا ہتی ہوں ۔سوجا تھا آپ کے ساتھ مل کرفلم پروڈیوس کروں گی لیکن لگتا ہے آپ کوکوئی دلچپی نہیں ہے۔ براچہ اوراصغرصا حب کو ہے۔ان میں ہے کسی کے ساتھ ہی ہے فلم پروڈیوس کرنا بڑے گی مجھے۔'' زین نے انڈسٹری کے دودوسرے مصروف ترین ڈائز مکٹرز کا نام بے حدلا پر واہی سے لیا۔ انور حبیب بے اختیار بے چین ہوگیا۔ ''پراچہ اورزاصغرجیے ڈائز مکٹرز کے ساتھ کام کر کے اپنارو پہیجی ضائع کروگی اوروفت بھی۔'' وہ کے بغیر نہیں رہ سکا۔ ''تو پھر کیا کروں، آپ کوتو دلچپی نہیں ہے، ورنہ تو آپ کے ساتھ ہی فلم کرنا چاہتی تھی ایک بات اور بتاؤں آپ کو۔ ہوسکتا ہے، اس میں کچھرقم سفیر بھی لگادے۔اس سے بھی بات ہوئی ہے میری۔''

انورحبیب پہلے ہے بھی زیادہ حیران ہواتھا''سفیرکوییشوق کہاں سےلگ گیا؟''اس نے بےاختیار کہا۔

''مجھے۔''پری زادنے عجیب مسکرا<mark>ہٹ کے ساتھ کہا۔</mark>

''مجھے سوچنے اورمشورہ کرنے کا موقع دو پری زاد!اتن جلدی پراچہ اوراصغرے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے تہہیں۔''انور حبیب نے کہا۔ ''مجھے جلدی ہے انورصاحب! آپ کوتو پیۃ ہے میں انتظار نہیں کر سکتی لیکن آپ کو وقت دے رہی ہوں ،سوچ لیں۔ بینہ ہوکل مجھ سے کوئی کو۔''

زین نےسگریٹ کوالیشٹرے میں بھینکتے ہوئے کہا اوراٹھ کر کھڑی ہوگئے۔ انور حبیب کو یک دم سمجھ میں آگیا کہ وہ اس کے اور سفیر کے ساتھ تعلقات ٹھیک کرنے پر کیوں مجبور ہوگئ تھی۔اسے ان دونوں کی ضرورت پڑگئ تھی ،اس لیے۔اس نے بھی گدھے کو باپ بنانے کافن سیکھ لیا تھا۔ اسے اس فلم میں سفیرا یک ایکٹر اورانور حبیب ایک ڈائر یکٹر کے طور پر جا ہیے تھا گروہ ان دونوں کو پروڈیوسر کے طور پر کیوں جا ہتی تھی۔ انور حبیب نے بیسوال اس سے پوچھ بھی لیا۔زینی نے بڑے آرام سے کہا۔

''اس لیے کیونکہ میرے پاس اکیلے فلم پرلگانے کے لیے اتنا سر ماینہیں ہے لیکن کوئی مجبوری نہیں ہے انور حبیب صاحب! آپ کواگر فلم پروڈیوس نہیں کرنا تو نہ کریں۔ میں نے آپ سے کہانا میں چندا ورلوگوں کے ساتھ را بطے میں ہوں۔'' وہ سکرائی اورا پناپرس اٹھالیا۔ انور حبیب اسے باہر تک چھوڑنے آیا اور جیسے ہی زینی کی گاڑی اس کی پورچ سے نکلی ،انورنے اپنے بیل پر سفیر کو کال ملائی۔

'' ہاں،اگر پری زادفکم بنائے گی تو میں اس میں پچھ پیسہ انویسٹ کرلوں گا۔ پری زاد کو میں اٹکار تو نہیں کرسکتاً اور دوسری بات بیہ کہ چند

سالوں تک میں ویسے بی اپناپروڈکشن ہاؤس بنانے کا سوچ رہاہوں۔اب ایک تجربہ کرنے کا موقع مل رہا ہے تو اس میں کیا ہرج ہے۔''

سفیرنے اس کی بات سنتے ہی زینی کی بات کی تصدیق کی تھی۔ ''اور اسی زاگ ہے۔ سے ارٹیز سنز کو کہ اسرتو'' ہی ہیڈیا'' راخ

''اوراس نے اگر آپ سے پارٹنر بننے کو کہا ہے تو'' آئیڈیا'' برانہیں ہے۔ آپ بھی کب تک دوسروں کی فلمیں ڈائر یکٹ کرتے رہیں گے۔ایک فلم ہٹ ہوگئ آپ کوتو پورے سال فلمیں ڈائر یکٹ کر کے اتنانہیں کمائیں گے، جتناایک فلم پروڈیوس کر کے کمالیں گے۔' سفیر نے اسے .

''لیکن اگرفلم فلاپ ہوگئ تو؟''انور حبیب نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

'' تو بھی کیا ہوگا؟ نقصان بھی تقسیم ہوجائے گانتیوں میں اور تین پارٹنر ہوں گے تو نقصان برداشت کرنا آ سان ہوگا۔لیکن آ پ بیہوج ہی کیوں

'' پری زاد کا سکہ چل رہاہے آج کل _اس کوکوئی فلم ہے باہز ہیں بٹھائے گا۔ہم دونوں پر ہی نزلہ گرے گااس کا اور پری زاد کو باہر بٹھا بھی دیا تو کیا ہوگا۔وہ ہیروئن ہے۔اس کی آبدنی کےاور بے شار'' ذرئع'' ہیں لیکن جمیں تواسی انڈسٹری میں رہ کراور کام کر کے کھانا ہے۔'' انورحبیب نے کہا،سفیرسوچ میں پڑ گیا، بات غلط نہیں تھی۔انہیں واقعی نقصان ہوسکتا تھا۔ ''احچھاتو پھریری زاد ہے کیا کہوں میں؟ میں نے تو وعدہ کیا ہے اس ہے۔''سفیرنے کچھ متفکر ہوتے ہوئے کہا۔ ''اب دیکھ لوتم ،سوچنے کا تو میں نے بھی کہا ہےا سے لیکن میں تمہیں ممکنہ خطرات سے آگاہ کرر ہاہوں۔ پری زاد کا کچھنہیں جائے گا۔ہم دونوں ڈوب سکتے ہیں۔ہیروئن فلم پروڈیوس کرنے لگے تواسے کوئی حریف نہیں سمجھتا۔ڈائر یکٹراورا یکٹر کوسمجھنے لگتے ہیں۔'' ''احچھا پھر میں کوئی بہانا سوچتا ہوں۔''سفیرنے فوراً انور حبیب سے کہا۔ انورحبیب اورسفیر کے درمیان ہونے والی اس گفتگو ہے زین بے خبرنہیں رہی تھی۔انورحبیب نے اسے اس آ فر کا اٹلے کئی ہفتوں میں سکسی اور مبرے کوآ گے بڑھانا تھا۔ دوہفتوں کے بعد تبریز پاشانے اپنے اگلے سال کے دو پراجیکٹس کا ایک پرلیس کا نفرنس میں اعلان کیا تھا۔ان میں سے ایک کی پری زاد

کے مقابلے میں کام کرنے لگیں گے تو ناراض نہ بھی ہو، کام دینے کےمعاملے میں تنگ کرے گا وہ جمیں۔ پاشا کی اگلی فلم میں کوئی اور ہیرواور کوئی اور ڈ ائر میکٹر ہوااور وہ فلم ہٹ ہوگئ تو تم کوا نداز ہ ہونا چاہیے کہ ہم دونوں کونقصان ہوگا۔''انو رصبیب نے جیسےاسے خبر دار کیا۔ ''نقصان تو پری زاد کوبھی ہوگا۔''سفیرنے اس ہے کہا۔

''نہیں، کہا تونہیں کیکن اس کے ساتھ اتنے عرصے سے کام کررہے ہیں۔وہ کتنا طاقت وراور کین**در کھنے والا آ دمی ہےتم جان**تے ہو۔اس

خدشے کے تحت کہا۔ رہاور تبریز یاشاکس بات پرناراض ہوگا؟ آپ کوسی نے اس بارے میں پچھ کہا کیا؟"

سفيرىياعتراف كررباتهااوربيوه چيزهي جوانورهبيب پيلے بي جانتاتها يہ ''تم نے تبریز پاشا کے ری ایکشن کے بارے میں سوچا ہے۔اگراہے پیۃ چلا کہ ہم کوئی فلم پروڈیوس کرنے والے ہیں؟''انورحبیب نے '' کیساری ایکشن؟'' سفیر چونکا۔'' انڈسٹری میں اور کئی ڈائر بکٹراورا بکٹرزبھی فلمز پروڈیوں کررہے ہیں۔ہم کوئی انوکھا کام تونہیں کر

سفیراب بے حد سجیدہ تھا،کسی ہیرو کے لیے بیاعتراف کرنا بڑامشکل تھا کہ فلم اس کی وجہ سے نہیں کسی ہیروئن کی وجہ سے ہٹ ہور ہی تھی مگر

رہے ہیں کہ نقصان ہوگا۔ آپ فلم بنائیں گےاورہم دونوں فلم میں ہوں گے تو فلم فلاپ کیے ہوگی۔ پری زاد کی ابھی تک ایک بھی فلم فلاپ نہیں ہوئی۔''

جواب نہیں دیا تھا۔زینی نے اس سے دوبارہ پو چھانہیں اور سفیر نے بات ٹالنے کی کوشش کی تھی اورزینی کےاصرار پراس نے انور حبیب کے خدشات کود ہرادیا تھا۔سفیرنے زین سےمعذرت کی تھی۔زین نے اس کی معذرت قبول کرلی۔شطرنج کی بساط پراس کی پہلی حیال نا کام ہوگئی تھی۔اباسے

co-producer پروڈ پوسرتھی۔ یاشا پروڈ کشنز پہلی بارکسی کے ساتھ مل کرفلم پروڈ پوس کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔انڈسٹری میں چہ مگوئیاں شروع ہوگئ

تھیں۔اورانورحبیباورسفیرخان بری طرح پچھتائے تھے۔انہوں نے اپنی بزدلی کی وجہ سے ایک سنہری موقع ہاتھ سے گنوادیا تھا۔دونوں نے اپنی جگہزیئی سے پچھتاوے کا اظہار کیا تھا جے زینی نے بے حدخوش دلی کے ساتھ نظر انداز کردیا تھا لیکن اس نے ان کے ساتھ اس بات پر بے حدخوش اور جوش کا اظہار کیا تھا کہ اسے ان سے بہتر ورکنگ پارٹنزل گیا ہے۔اوراس کی اس ایکسائٹمنٹ نے انور حبیب کے پچھتاوے میں پچھاوراضافہ کیا تھا۔

یہلی باران دونوں کے درمیان ہلکی ہی تی پیدا ہوئی تھی۔کیونکہ سفیر نے انورکواس معاطے میں موردالزام تھہرایا تھا کہ اس کے خدشات کی وجہ سے وہ نے صرف یہ کہ پری زاد کے ساتھ پر وجیکٹ میں پارٹنزشپ نہیں کر سکا بلکہ اس نے پری زاد سے کیا ہوا وعدہ بھی تو ڑالیکن اس وقی تخی اورر بحش کوختم کروا نے میں پری زاد نے ہی کردارادا کیا۔

میں پری زاد نے ہی کردارادا کیا۔

''اس بارنہیں تواگلی بارآپ لوگ میری پروڈ کشن کو پروڈیوس کرسکتے ہیں۔ بیمیری زندگی کی آخری پروڈ کشن تو ہے نہیں کہ دوبارہ آپ میں سے کسی کو چانس نہیں ٹل سکتا ،اس لیے میرے پروجیکٹ کی وجہ ہے آپ لوگوں کے درمیان کوئی شکوک وشبہات نہیں ہونے چاہمیں۔''اس نے بڑے دوٹوک الفاظ میں ان دونوں کے سامنے کہا تھا اور اس کے بعد ان کے ساتھ چند دنوں کے وقفے سے ہونے والی الگ الگ ملا قاتوں میں دونوں کو رہ ، غدمجسوزی ان از میں ان روزوں کے سیسے خبر دان سے شکا کہا

بے حدغیر محسوں انداز میں ایک دوسرے سے خبر دارر ہے کا کہا۔ انڈسٹری کے تین بڑے ستون پہلی بارایک دوسرے کے بارے میں پچھتحفظات کا شکار ہونے لگے تھے۔انور حبیب اور سفیر خان اگریہ

جان جاتے کہ پری زادنے تیمریز پاشا کوکیا کہہ کراس کے ساتھ اس پروڈکشن میں شراکت کی تقی تووہ دونوں پری زاد کا گلااپنے ہاتھ ہے گھو نٹتے۔

'' میں ایک فلم پروڈیوس کرنا جاہتی ہوں اور اس سلسلے میں مجھے سر مائے کے لیے ایک اور پروڈیوسر کی ضرورت ہے۔انور حبیب اور سفیر دونوں مجھے سر مایید بینے کے لیے تیار ہیں لیکن وہ نیہیں جا ہے کہ ان کا نام فلم کے پروڈیوسر کے طور پرسامنے آئے کیونکہ وہ دونوں آپ سے خوف زوہ

ہیں۔ میں نے سوچا۔ میں اس سلسلے میں سیدھا آپ سے بات کیوں نہ کروں۔ میرے ساتھ فلم پر سرمایہ تو آپ بھی لگا سکتے ہیں اور اس طرح خوف

زده بوئ اورچھے بغیر

تبریز پاشانے انور حبیب کی طرح سوچنے کا وقت ما نگاتھا، نہ سفیر کی طرح سرمائے کی اماؤنٹ۔اس نے صرف ایک بات کہی تھی۔

'' پاشا پروڈکشنز اس فلم کو پروڈیوس کرے گائم کو co-producer پروڈیوسر بن جاؤ۔'' زینی نے ایک لمحہ کا توقف کیے بغیرسر ہلا دیا۔ پروڈیوسراورکو پروڈیوسر کےمعاملے پروہ لڑتا جے فلم بنانی ہوتی ،اس وقت تو صرف وعدے ہور ہے تھے۔

، ای کےاصرار پرتبریز پاشانے دوہفتوں کے بعدایک پریس کانفرنس میں اس فلم کے بارے میں اعلان کر دیا تھا۔اوراس کے بعداسے

بہت جلدا پنے گرگوں کے ذریعے اس پارٹنرشپ کے معاملے میں انور حبیب کے درمیان ہونے والے اختلافات کے بارے میں بھی پنة چل گیا۔

انڈسٹریا تنی چھوٹی تھی کہ وہاں پرکسی ہے دل کی بات بھی رازنہیں رہ سکتی تھی۔ بیتو ممکنہ پارٹمزشپ کا معاملہ تھا۔ مردد سال کردہ تھی میں میں میں تھی میں میں میں تھی ہے۔ بیٹر میں میں میں میں میں ہے۔ اور میں میں میں میں میں میں

پری زا د جال بچھار ہی تھی یا بارودی سرنگیں ۔اسکا فیصلہ وقت کرنے والا تھا۔

'' زری! میں نے یہاں کچھرقم رکھی تھی ،ابنہیں ہے۔'' کرم علی آفس جانے سے پہلے اپنے دراز کو کھول کراس رقم کو تلاش کرر ہاتھا، جو اس نے کسی کام کے لیےکل رات کو نکلوا کر رکھی تھی۔''تم نے تو کہیں اٹھا کرنہیں رکھ دی؟''

> '' ہاں،وہ میں نے لے لی ہے۔''زری نے بڑےاطمینان سے کہا۔وہ اپنے ناخن فائل کرر ہی تھی۔کرم علی پچھ جیران ہوا۔ ''تم نے ۔۔۔۔۔؟ کس لیے۔۔۔۔۔؟''

> > '' وہ مجھے کچھشا پنگ کرناتھی؟''زری نےمسکراتے ہوئے کہا۔

''کس چیز کی شاپنگ؟''اس نے یو چھا۔زری ناخن فائل کرتے ہوئے رک گئی۔

''شاپنگ چیز کینہیں ہوتی ، چیز وں کی ہوتی ہے۔''اس نے بڑے جتانے ولےانداز میں کرم علی ہے یوں کہا جےوہ جاہل ہو۔ ''گرکن چیز وں کی؟''

"اب میں آپ کوایک ایک چیز گنواؤں کہ میں نے کیالیا؟"زری یک دم غصمیں آگئی۔

'' دس ہزار ڈالرز تھے وہ زری؟'' کرم علی نے اپنے لفظوں پرز وردیتے ہوئے اس سے کہا۔

'' دس لا کھتونہیں تھے۔''اس کے دوبہ دوجواب نے کرم علی کو چند کمحوں کے لیے خاموش کر دیا۔

"لكن تمهارے ماس تو كريد كارؤ ہے تم اسے استعال كرتى ہوشا پنگ كے ليے"

" ہاں ہے۔ کریڈٹ کارڈلیکن کیش بھی جا ہے ہوتا ہے مجھے۔اب میں لاٹری کی مکٹس خریدنے کے لیے بھی آپ کا کریڈٹ کارڈ استعمال

کروں؟''

" تتم نے دس ہزار ڈالرز کے نکٹس لیے؟" کرم علی کوجیسے جھٹکالگا۔

'' میں نے کب کہامیں نے دی ہزار کے ٹکٹ لیے۔ میں نے مثال دی ہے آپ کو۔سواخراجات ہیں میرے۔اب ایک ایک ڈالر کے لیے میں آپ کے سامنے ہاتھ پھیلا وُں۔'' کرم علی نے اس سے رینہیں کہا کہ وہ وقٹا فو قٹا اس کے مائلنے پر ہی نہیں مائلے بغیر ہی اسے کافی کیش دیتا رہتا ہے۔لیکن اس وقت زری کوالی کوئی چیز یا دکروا نااپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔

'' پھر بھی زری! دس ہزارڈالرزکوشا پنگ پرضائع کرنا ہوش مندی نہیں اور کم از کم تہہیں رقم لینے سے پہلے مجھے بتادینا چاہیے تھا۔'' کرم علی نے اپنے بریف کیس میں اپنی کچھ چیزیں رکھتے ہوئے کہا۔ زری میک دم غصے میں کمرے سے نکل گئی۔ چند کھوں کے بعد دوبارہ خلاب کی میں مناسر قری علاسے میں دیا ہے میں میں میں میں کا میسی میں میں میں دیگا

کمرے میں داخل ہوئی اوراس نے کچھرقم کرم علی کے سامنے بیڈ پر پھینک دی۔کرم علی چونک کراس کا مندد کیکھنے لگا۔ دو لیس مزوق ہے گئے کہ بی سے میں مدان میں سے میں دیا ہے۔

" بیلیں اپنی رقم، ہنگامہ کھڑ اکر دیا ہے دس ہزار ڈالرز کے لیے آپ نے۔"

''زری! میں نےتم سے رقم واپس نہیں مانگی۔ میں نےتم سے صرف پو چھا ہے اس کے بارے میں ۔'' کرم علی نے اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے تحل سے کہا۔'' بیرقم اٹھالو یہاں ہے۔'' ''میں آئندہ آپ کے ایک روپے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ پیتنہیں ماں باپ نے کیا دیکھ کرمیری شادی آپ سے کر دی۔'' زری اب واویلا کررہی تھی۔

" بيرقم الشالويبال سے ميں اس كوايشو بنانانبيں جا ہتا۔" كرم على نے خفگى سے كہا۔

''میں مرجاؤں گی کیکن اتنی بےعزتی کے بعد بیر قم نہیں اٹھاؤں گی۔''

"بعزتی؟ بعزتی میں نے تمہاری کی ہے یاتم میری کردہی ہو؟" کرم علی نے بے حدشا کی انداز میں اس سے پوچھا۔

سے رئی ہے۔ جب رئی سے جہاری کے جہاری کے جہاری کردی ہود سے رہاں سے بے صدف کی مدر رہیں ہی سے پر پھات ہوں ۔ ''صحیح کہتی تھیں میری سہیلیاں۔ بھی بڑی عمر کے مرد سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بیویوں کی زندگی عذاب کردیتے ہیں اور عمر کے ساتھ

ی بن یں میری مہیمیاں۔ می برق مرحے سردھے سادی بین سری م ساتھ اگرشکل وصورت بھی اچھی نہ ہوتو پھر تو جو کردیں جو کہد یں، وہ کم ہے۔''

ے و روٹ مان مان مارو کرد کردی کرد ہدیری مردہ ہے۔ زری نے بظاہر بڑ بڑاتے ہوئے کہا تھالیکن اس نے کرم علی کوحر کت کرنے کے قابل نہیں چھوڑ اتھا۔ وہ عمر کے بارے میں پہلے بھی کئی بار

زری کے منہ سے بلا واسطہ طور پر طعنے من چکا تھالیکن شکل وصورت کے بارے میں آج پہلی بارمن رہا تھا۔ جواب میں اسے کیا کہنا چاہیے،اس کی سمجھ میں نہیں ہیں افتار پڑی اے دن سمجے معدود استریب سے ریکھ سے زندار کے میں درج تھی

کرم علی بے حس وحرکت اسے دیکھ رہاتھا۔اس کا چہرہ بے حدخوبصورت تھالیکن اس کی زبان اتنی ہی بدصورت تھی۔اس کی زبان پرزہر

کے علاوہ اور پچھنیں تھا، کم از کم کرم علی کے لیے۔ آج عمر کے بعدوہ شکل وصورت پر آگئی تھی۔اب برص تک کب آئی تھی، بیکرم علی کودیکھنا تھا۔وہ اگر بیسمجھتا تھا کہ وہ زری کے ساتھ حسن سلوک کر کے یا آسائشات سے مالا مال کر کے اس کا ول جیت سکتا تھا تو بیاس کی زندگی کی سب سے بڑی

مھول تھی۔زری نے اسے غاصب کے علاوہ مجھی کچھنیں سمجھا تھا، نہ وہ سمجھ کتی تھی۔

وہ پورا دن کرم علی آفس میں اپ سیٹ رہااور شاوی کے بعد پہلی باراس کا دل گھر واپس جانے کوئییں جاہ رہا تھا۔اس پورے دن میں اس نے زری کو ہمیشہ کی طرح آفس سے کالوئییں کیں۔زری تو خیرا سے پہلے بھی بھی کال نہیں کرتی تھی۔

۔ وہ رات کوتقریباٰدس بچے گھرواپس آیا تھااورزری تب تک کھانا کھا کرکوئی انڈین فلم دیکھر ہی تھی۔وہ کرم علی سے بالکل اس طرح پیش آئی تھی میں لارد دندں کے بچھوج کے مدان نہیں مہلکہ معمدا کراڑ ان کھنے کی انھرائی معلم سے نہیں اور جہاتیاں میں تنزیر میں کردی تیا ہے۔

جیسےان دونوں کے پچھٹی کچھ ہوا بی نہیں ہولیکن معمول کاا ندازر کھنے کے باوجوداس نے کرم علی سے بینبیں پوچھاتھا کہ وہ اتنی دیر سے کیوں آیا ہے۔ کرم علی پوری رات جا گنار ہااور زری فلم و کیھنے کے بعد بڑے اطمینان سے اس کے برابر گہری نیندسوگئی۔ کئی مہینوں کے بعداوراپنے

آپ سے کیے ہوئے تمام وعدوں کے باوجود کرم علی اس رات ایک بار پھراس کمرے میں گیا تھا۔ جہاں زینی کی فلمز ہمیگزینز، پوسٹرزاورتصویروں کا ایک انبار پڑاتھا۔ کئی مہینوں بعداسے اپنی برص زدہ کلائی پراس کے ہاتھ کالمس'' یاڈ' آیا تھا۔ یادآ یا تھایا شاید''محسوس' ہواتھا۔ کئی مہینوں کے بعداسے اس کی آواز میں بیک دم چھلکنے والی نرمی اور ہمدردی مرہم کے کسی بھاہے کی طرح یاد آئی اور کئی مہینوں کے بعدا بیک بار پھراس کا دل جا ہاتھا، وہ زینی کو پچھ

> مجھوائے۔اسی طرح کسی بے نام خض کی طرف ہے بھی غلط ایڈریس ہے۔ میں میں سے مصرف کے میں ان کا میں ان کے ان کا کا ا

بھراسے یک دم احساس ہوا، وہ شادی شدہ ہےاورزین کے ساتھ کوئی تعلق دلی یا جذباتی یا کیسابھی بددیانتی کی سٹرھی پریہلا قدم ہوتااور

پہلاقدم رکھنے کے بعد دوسراقدم رکھنے میں کتناوفت لگتاتھا، بہت کم۔
''جوتعلق ٹوٹ گیا، اسے ٹوٹار ہنے دوکرم علی! تعلق پھر سے جڑے گاتو بڑی مشکل ہوجائے گی۔ وہ ابھی بھی دل سے نہیں جاتی پھر کیا کیا مصببتیں پیدا کردے گی تہارے لیے۔ اس کا اندازہ ہے تہہیں؟ اور پھر ہے تو وہ بھی ایک ایکٹرلیں جو تہہیں اپنے ایک فیمن سے زیادہ پچھنیں بھی ۔ مصببتیں پیدا کردے گی تہارے لیے۔ اس کا اندازہ ہے تہہیں؟ اور پھر ہے تو وہ بھی ایک ایکٹرلیں جو تہہیں اپنے ایک فیمن سے زیادہ پچھنیں بھی خود غرضی ایک ایکٹرلیں جو کھوٹ ادھر بھی ہے۔ ذری میں خود غرضی ایک ایکٹرلیں جاتو کھوٹ اور ہی نہیں ہے۔ ذری میں خود غرضی ہے تو کھوٹ اور ہی نہیں ہے۔ ذری میں ہے۔ ذری بیوی ہے۔ ذری بیوی ہے۔ تری بیوی ہے۔ ذری میں زہر ہے تو شہد وہاں بھی نہیں ہے۔ ذری بیوی ہے تہاری ، بری سبی گریا کے باز تو ہے اور وہ کیا ہے۔ آئھوں دیکھی تھی جے تم نگلنا جا ہے ہو۔''

اس کا دل اسے پیتے نہیں کیا کیا جتار ہاتھا اور اس کا ذہن پیتے نہیں کیا کیا بتار ہاتھا۔ وہ اس کمرے سے اٹھ کر اس کمرے میں آگیا جس کی وار ڈروب اور closests اس شاپنگ سے بھری تھیں جو اس نے زینی کے لیے کی تھی۔ ہر چیز پر نظر دوڑ اتے اس کو پیتے نہیں کیا کیا یاد آر ہاتھا۔ وہ سارے دن فلم کی کسی ریل کی طرح اس کی آئکھوں کے سامنے گھو منے لگھے تھے۔اس کی زندگی کے بہترین دن۔

''فاروق کے گھروالے آئے تھے آج۔ربیعہ کو پسند کر گئے ہیں۔ کہدرہے تھے، انہیں جلدی شادی کرنی ہے۔فاروق پی انچ ڈی کے لیے باہر جار ہاہے۔اسکالرشپ ملاہے اسے۔وہ لوگ چاہتے ہیں وہ شادی کر کے بیوی کوساتھ لے کر باہر جائے۔'' نفیسہ نے بے حد خوشی اور جوش کے عالم میں زین کے رومل کو دیکھے بغیراسے بتاتی جار ہی تھیں۔

''بڑےا پچھالوگ ہیں۔نیک اور سادہ۔ذرابھی بناوٹ اورغروز نہیں ان میں تہہارابھی کئی دفعہ ذکر کیاانہوں نے اور بڑےا پچھلفظوں میں۔'' نفیسہ نے خاص طور پر اس طرح ذکر کیا جیسے زین کا اچھےلفظوں میں ذکر ہونا بڑے اچنبھے اور کا رنامے کی بات تھی۔زین کے چہرے پر ایک ہلکی ہی مسکرا ہے آئی۔اب اتن چھوٹی چھوٹی باتوں کومسوس کرنا چھوڑ دیا تھا اس نے۔

''میں بس بیرچاہ رہی تھی کہاڑ کے کے بارے میں پچھتھیق کروالی جائے اور''

اس سے پہلے کہ نفیسہ بچھاور کہتیں،رہیعہا ندرآ گئی۔'' کوئی ضرورت نہیں ہے کسی تحقیق کی۔دوسال اس کے ساتھ تعلیم حاصل کی ہے میں نے۔بہت اچھی طرح جانتی ہوں اسے۔''

اس نے ماں کی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔ زینی نے نظریں اٹھا کراسے دیکھا۔ وہ چند ہفتے پہلے کی مرجھائی اور کملائی ہوئی رہیے نہیں تھی۔اس وقت اس کا چہرہ خوثی سے دمک رہاتھا۔ کافی عرصے کے بعداس کے چہرے پراس نے ایسے رنگ دیکھے تھے۔ زینی کو واقعی خوثی ہوئی۔
'' رہیعہ ٹھیک کہتی ہے۔ وہ جانتی ہوگی فاروق کو اچھے طریقے سے تحقیق کروانے میں وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔''
زینی نے رنہیں بتایا تھا کہ سلطان بہت پہلے ہی فاروق کے بارے میں جتنی معلومات حاصل کرسکتا تھا، کرچکا تھا۔
'' آ ہے اب لڑکے والوں کے گھر کب جارہی ہیں؟''

ہے کچھفارغ ہوجائے تو چلیں گے۔ ویسے بھی پندتو کری گئے ہیں وہ۔اب تو صرف رسم ہی باتی ہے۔'

نفیسہ نے زینی سے ساتھ چلئے کونہیں کہا تھا۔ زینی کو مال پر پیار آیا۔ وہ رہیعہ کی خوشیوں کواس کے سائے سے بھی اس طرح بچارہی تھیں
جیسے مرغی اپنے پروں کے بنچا ہے بچوں کو چھپاتی ہے۔ کہیں کچھالیا نہ ہوجائے زینی کی وجہ سے کدر بیعہ کو پھر پچھکھونا پڑے۔

زینی کوکوئی رنج نہیں ہوا تھا۔ مال نے بہت عرصے پہلے اسے کمز ورسجھنا چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ پسے کی وجہ سے یک دم بہت طاقتور لگنے گئی۔

تقی۔اتنی طاقت ورکہ انہیں لگااب اسے کسی کے سہارے اور کندھے کی ضرورت ہی نہیں ہے لیکن ماتی بچوں کوتھی۔

''بس ای ہفتے۔وہ لوگ تو چاہتے تھے کہ کل ہی آ جاؤں میں ان کے گھرلیکن میں نے کہا کہ زہرہ کوساتھ لے کر جانا ہے۔وہ اپنے کا موں

تھی۔اتی طافت ور کہانہیں لگااب اسے کسی کے سہارےاور کندھے کی ضرورت ہی نہیں ہے لیکن باقی بچوں کوتھی۔ ''آپ لوگ جا کرشادی کی تاریخ کے بارے میں بھی کچھ طے کرلیں کیونکہ شادی کے انتظامات کے لیے ابھی ہے۔۔۔۔۔'' رہیعہ نے زینی کو بات مکمل نہیں کرنے دی۔''شادی کے کوئی انتظامات نہیں کرنے ہیں۔ میں نے فاروق سے کہا ہے کہ بس سادگی سے

نکاح ہوجائے تو ٹھیک ہےاوراسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔اس لیے تہمیں انظامات کے بارے میں پریشان ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے پرانے گھر میں نکاح کروانا چاہتی ہوں اور وہیں ہے ہی رخصتی ہوگی۔''

بخ پرانے گھر میں نکاح کروانا چاہتی ہوں اور وہیں ہے ہی رحقتی ہوگی۔'' زینی پلکیں جھپکائے بغیرر بیعہ کا چہرہ دیکھتی رہی۔ ''خدامخہ اور اور گی سے شادی ہوگی نہ بنی اگر وہوم وہ امر سے شادی کرنا ہا ہتی ہے تو شادی وہوم دھام ہے ہی ہوگی۔سے ال والے بع

''خوامخواہ سادگی سے شادی ہوگی۔ زینی اگر دھوم دھام سے شادی کرنا چاہتی ہے تو شادی دھوم دھام سے ہی ہوگی۔سسرال والے بعد میں سوسو ہاتیں کرتے ہیں کہ پیسے بچالیے اس طرح شادی کر کے۔اس لیے زینی کوشادی کے انتظامات کرنے دو۔'' نفیسہ نے اس بار ربیعہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ وہ ایک بیٹی کی سادگی سے شادی کے نتائج کئی سال بھگتی رہی تھیں۔اب دوسری کی شادی

تھیں۔ نے اس بارر بیعہ تو ڈاسٹے ہوئے کہا۔ وہ ایک بین م سادی سے سادی سے نمان میں اس میں۔ اب دوسری میں دی سادی سے کرنے کے نام سے بھی خوفز دہ تھیں۔ سادگی سے کرنے کے نام سے بھی خوفز دہ تھیں۔ ''ابو کے پیسے ہوتے نا تو ہیں بھی دھوم دھام سے ہی شادی کرتی گر مجھے اس کے حرام کے پیسے سے اپنے گھر کی بنیا زئیس رکھنی اور فاروق کے گھر والے صاف صاف بتا بھی گئے ہیں آپ کو کہ انہیں تین کپڑوں ہیں زھتی جا ہیے اور جہز کے نام پر بھی پچھیس جا ہیے۔''

ربیعہ نے بے حد فخر بیا نداز میں بہن کود کیھتے ہوئے مال ہے کہا۔ ''جیسے ربیعہ چاہتی ہے آپ وہی کریں۔وہ سادگی سے شادی چاہتی ہے تو سادگی سے ہی سی۔ آپ زیورات اور دوسری ضرورت کی چیزیں۔۔۔۔'' ربیعہ نے ایک بار پھرزین کی بات کاٹ دی۔

'' مجھےزیورات اور دوسری چیزیں بھی نہیں جا ہمیں۔ میں نے کہانا مجھے تمہارے کمائے ہوئے پیسے کواپنی شادی پرخرج نہیں کرنا۔اسے تم اپنی شادی کے لیے محفوظ رکھو۔''

''تم خالی ہاتھا ہے سسرال جاؤگی تو بہت عزت کریں گے تمہاری۔ دروازے پر ہی تمہارے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالیس گے۔ آخر الیمی بہو کمیں روز روزتھوڑی ملتی ہیں جنہیں حرام اور حلال کا فرق پیۃ ہوتا اور وہ حرام سے اتنا پچتی ہوں کہ جہیز کے نام پرایک تکا بھی سسرال لے کر نہ زین نے بے حداطمینان سے یوں کہا جیسے معمول کی گفتگو ہورہی ہو۔

'' طنز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چار ہا تنی سننی پڑیں گی مجھے جہز نہ لے جانے پر۔وہ میں ن لوں گی۔'' رہیدنے برا مان کر کہا۔

" چار با تیں ……؟ اب وہ چار با تیں تنہیں کب تک اور دن میں کتنی بارسنائی جائیں گی۔ یقیناً تنہیں پیرجاننے میں بھی کوئی دلچیہی نہیں ہو

گی کیونکہتم'' چپار ہاتوں' کے لیے دبنی طور پر تیار ہو یتم نے ہزاروں بارز ہرہ آپا کووہ'' چپار ہاتیں'' سنتے دیکھاہے،اس لیے تہہیں کیا پروا۔''

'' د نیامیں سارے لوگ نعیم بھائی اور زہرہ آپا کے سسرال والوں جیسے نہیں ہوتے۔ ہرایک پیسے کا بھوکا اور کمیینہیں ہوتا اور نہ ہرلز کی کی

قسمت ایک جیسی ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے فاروق کے گھروالے بالکل مختلف ہوں۔ ضروری تونہیں ہے کہ ہرمردنعیم بھائی ہی کی طرح لا کچی ہوگا۔''

'' جب تمہیں پاکستان میں ایسامرد ملے جو بیوی کے مال پرنظر نہ رکھتا ہواورسسرال کی دولت دیکھ کرجس کی رال نہ نیکتی ہواور جس کو مال

باپ سے بیوی اورسسرال سے مانگنے کواپناحق سجھنے کی ہدایت نہلی ہوتو مجھے ضرور دکھانا۔ میں اسے چڑیا گھر میں رکھواؤں گی۔''

زین نے میگزین کی ورق گردانی کرتے ہوئے بظاہر عام انداز میں کیکن بے حد ہتک آمیز کہے میں کہا۔

ربید کے تن بدن میں آ گ لگ گئے۔'' آپ نے سنا، کیا کہااس نے مجھے؟ اس کی ایسی ہی باتوں کی وجہ ہے۔۔۔۔۔''

نفیسہ نے رہیعہ کی بات کاٹ دی۔

'' وہٹھیک کہتی ہے رہیعہ! آج کل کوئی ایسانہیں ہے جوخالی ہاتھ گھر آنے والی بہوکوہنس کر گلے لگائے ۔لوگوں کا ظاہراور باطن بہت مختلف

ہوتاہے۔''

'' کیا ہوگازیادہ سے زیادہ جوتے ہی کھانا پڑیں گے زہرہ آیا کی طرح ، میں کھالوں گی کیکن قیم بھائی کی طرح فاروق کو بھکاری نہیں بناؤں

گی کہوہ ایک ایک چیز کے لیے یہاں آئے اور یہاں پر ہاتھ پھیلائے۔"

زینی نےمیگزین ٹیبل پر پھینکا اورا پناسیل فون اٹھاتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

''ٹھیک ہے، تہہیں اگر میسب کچھ پسندنہیں ہے تو نہ تہی۔ میتمہاری شادی ہے،ای طرح ہونی چاہیے جیسےتم چاہتی ہو۔''

زین نے جیسے بات فتم کرتے ہوئے بحث فتم کی تھی۔

شادی کی ساری تیاری واقعی و یسے ہی ہوئی تھی جیسے رہیدنے جا ہی تھی۔ بے حد سادگی اور کسی شور ہنگاہے کے بغیر۔البنة اس کے سسرال

ے لیے نفیسہ نے زیورات اور تحا کف لیے تھے جن کے بارے میں رہید کوشادی کے دن تک پتانہیں چلاتھااور جب اسے پتا چلاتب تک وہ چیزیں

اس کے سسرال والوں تک پہنچ گئی تھیں۔ وہ خون کے گھونٹ بی کررہ گئی تھی۔

شادی سے ایک رات پہلے زینی رات گئے اس کے کمرے میں آئی تھی۔ رہید تب تک لائث بجھا کرسونے کے لیے لیٹنے ہی والی تھی۔

زینی کواینے یاس دیکھ کروہ حیران ہوئی۔

''کوئی کام ہے؟''اس نے زین سے پوچھا۔

' د منہیں، ایسے ہی کچھ دریتہ ہارے پاس بیٹھنا چاہتی ہوں۔''

اسےاس رات زین بےصر شجیرہ لگی تھی۔وہ بہت در چپ چاپ رہید کے پاس اس کے بستر پر بیٹھی رہی پھرر ہید کے ہاتھ پکڑ کران پرلگی مہندی دیکھنے لگی۔

"بہت گہرارنگ آیا ہے۔"اس نے مدھم آواز میں زین کو کہتے ہوئے سنا۔اسے پتاتھا، وہ مہندی لگوانے کی بہت شوقین تھی۔

" تمہاری شادی پرتمہارے ہاتھوں پر کگے گی تو تمہارے ہاتھوں پر بھی بہت گہرارنگ آئے گا۔"

ربیدنے پیتنہیں کیا سوچ کراس ہے کہا۔زینی بنس پڑی۔وہ اس نے ربید کے ہاتھ چھوڑ دیے۔ربید منتظر بیٹھی رہی۔ بہت دیر بعد

جباس نے سراٹھایا توربید نے اس کی آئھوں میں آنسود کھے،اسے تکلیف ہوئی۔

''مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہوتو مجھے معا<mark>ف کردینا۔''اس نے زینی کو کہتے سنا۔رہید چاہتے ہوئے بھی اس وقت پچھ نہیں کہ سکی۔</mark>

''میری دجہ ہےتم لوگوں کو بہت زیادہ تکلیف اٹھا ناپڑی ہے۔''اس نے زینی کوپہلی باراعتراف کرنے سنا۔

'' بعض د فعدسب کچھ ہاتھ سے نکل جاتا ہے رہید! لا کھ کوشش کرے آ دمی پچھ نہیں کرسکتا۔'' وہ بہت مدھم آ واز میں رک رک کر بول رہی

تھی۔اوراتنے سالوں میں پہلی بارر بیعہ کی ہمت نہیں ہو پار ہی تھی کہ وہ اے ملامت کرسکے۔وہ کام جووہ ہمیشہ کرتی تھی ،زینی بہت دیراس کے پاس چپ چاپ بیٹھی رہی تھی پھراس نے ربیعہ کا ہاتھ پکڑ کراس پر کچھ رکھا۔وہ سونے کا ایک چھوٹا سالا کٹ تھا۔

"بيرام كے پيے كانبيں ہے۔ ابوكی پنشن كے پييوں كا ہے۔"

ربیعہ کی آئھوں میں آنسوآ گئے۔زین وہاں رکی نہیں، وہ اس طرح اٹھ کروہاں سے چلی گئی۔

"آپ نے مجھے بتایا بی نہیں کہ آپ نے میرے لیے اتنی شاپٹک کرر کھی ہے۔"

وہ زری کی بات پرجیران رہ گیا۔وہ حسب عادت اس وقت بے حد میٹھے انداز میں اس سے بات کررہی تھی اور بے حد خوش نظر آرہی تھی۔ نہ صرف بیہ بلکہ اس نے کرم علی کے آتے ہی اسے آج خاص طور پر اس کے لیے کھانا لیکانے کی اطلاع دی تھی اور کرم علی کی چھٹی حس نے اسے خبر دار کرنا

ت رک میں بعد سے اس کھانے کی کوئی وجہ ضرور ہوگی اور وہ وجدا گلے چند منٹوں میں ہی سامنے آگئی تھی۔ شروع کر دیا تھا۔ اس کھانے کی کوئی وجہ ضرور ہوگی اور وہ وجدا گلے چند منٹوں میں ہی سامنے آگئی تھی۔

" کیسی شاپنگ؟" کرم علی نے کچھ جیران ہوکراس سے بوجھا۔

'' آپاس طرح انجان نہ بنیں۔ مجھے پتا ہے آپ بیسب شادی کی سالگرہ کے لیے اکٹھا کررہے ہیں لیکن میں نے نکال کی ہیں ساری چیزیں وہاں سے۔''زری نے بے حدلا ڈسے کہا۔

کرم علی کوکرنٹ لگاتھا، وہ جان گیاتھا کہ وہ کن چیزوں کی بات کررہی ہے۔ وہ یقیناً زینی کی شاینگ تھی ۔ فوری طور پراس کی سمجھ میں نہیں

''اوروہ ایک کمرہ ہے،اس کی چابی نہیں ال رہی مجھے۔ ہاؤس کیپر بتار ہی تھی کہ آپ کے پاس ہے۔''زری اب اس کمرے کی بات کررہی تھی جس میں زینی کی تصویریں اور فلمز پڑی تھیں۔'' ہاؤس کیپر کہدرہی تھی کہ آپ نے بہت عرصے سے اسے صاف بھی نہیں کروایا۔ مجھے چابی دے دیں، میں صاف کرواتی ہوں اسے۔ویسے اس کمرے میں ہے کیا؟''

زری کاانداز بظاہر بہت نارل تھالیکن کرم علی جانتا تھااس کمرے کی چانی اس کے ہاتھ لگنے کا مطلب کیا تھا؟ زری کے ہاتھ میں وہ طعن و طنز کی ایک اور تکوار پکڑا دیتا۔ وہ بہت کم اب اس کمرے میں جاتا تھالیکن اس کے باوجود وہ زین سے متعلقہ تمام چیزیں ضائع کرنے پراپنے دل کو آ مادہ نہیں کرسکا تھا۔

''اس کمرے میں پچھنیں ہےاور مجھےاگراس کمرے کی صفائی کروانی ہوگی تو میں ہاؤس کیپر سے کروالوں گا۔ آپ زحمت نہ کریں۔'' ''نہیں تو نہ ہیں۔ میں تو آپ کے لیے ہی کہہ رہی تھی۔'' زری نے کند ھےاچکاتے ہوئے کہا۔وہ فی الحال کلمل طور پران چیزوں کواستعال کرنے کے خیال میں گئن تھی جووہ اس closet سے نکال کرلائی تھی۔

'' مجھے ہروفت شاپنگ ہے ٹو کتے رہتے ہیں اورخود دیکھیں گنئی مہنگی چیزیں خریدلائے ہیں میرے لیے۔'' زری اب بھی بڑے لاڈے خوشی ہے جگمگاتی آئھوں کے ساتھ کہدرہی تھی۔ کرم علی خاموش رہا۔ٹھیک تھا، وہ بیسب پچھاستعال کرلیتی۔ آخر کتنی دیر تک وہ ساری چیزیں وہ رکھ سکتا تھا۔ رکھ کر ضائع کرنے ہے بہتر تھا کہ وہ کسی کے استعال میں آئیں اوراس کی بیوی ہونے کے ناطے اس کا حق کسی بھی دوسری عورت سے زیادہ تھا۔

'' چپ کیوں ہیں آپ؟'' زری نے بالآ خراس کی خاموثی کومحسوس کیا تھا۔اب سامان کا اتناا نبار ہاتھ میں آنے کے بعد فرض تھا کہ وہ پچھ نہ پچھتو''محسوس'' کرتی۔

''نہیں ایسے ہی پچھسوچ رہاتھا۔'' کرم علی نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اسے ٹالا۔''ایک تو آپ سوچتے ہڑا ہیں۔'' زری نے ہڑے تاز سے
کہا۔''میری سہیلیاں کہتی ہیں ہڑی عمر کے آدمی ای طرح ہوتے ہیں جس طرح آپ ہیں۔ایسے ہی شجیدہ اور چپ چپ رہنے لگتے ہیں لوگ اس عمر میں۔''
زری نے بظاہر ہمدردی سے کرم علی کو بتایا تو وہ مسکرایا۔ کرم علی'' ہڑی عمر کا آدمی'' کی تعریفیں سننے کا عادی ہو چکا تھا۔
'' ہیں جب آپ کی عمر کا تھا تو تب بھی اتنا ہی خاموش اور شجیدہ تھا، جتنا اب ہوں۔'' کرم علی نے جیسے اسے اطلاع دی۔
'' جمھے کیا پتہ ؟ میں تو پیدا بھی نہیں ہوئی تھی تب۔'' زری نے بے صدمعصومیت سے کہا۔ کرم علی بے اختیار ہنسا۔ زری البجھی۔
'' یہ ہنسے کیوں ہیں آپ ؟''

''آپ نے بالکل سیح بات کی ،اس لیے؟''زری نے کرم علی کومشکوک نظروں سے دیکھا۔ کرم علی ہننے یامسکرانے کا عادی نہیں تھااور زری اس کی اس بنجید گی کی اتنی عادی ہو چکی تھی کہابا گروہ بھی مسکراتا بھی تو زری بہت سے شبہات اور خدشات کا شکار ہوجاتی ۔ '' دو تمین دن سے آفس سے آپ سے بات نہیں کر پار ہا۔ جب بھی فون کرتا ہوں ،فون بزی ہوتا ہے اور سیل فون آپ اٹھاتی نہیں ہیں۔'' کرم علی نے یک دم خیال آنے پر پوچھا۔

''ہاں.....وہ.....میں.....فون پر بات کررہی ہوں گی پاکستان.....آپ نے کس وقت فون کیا؟ زری بیک دم ہنجیدہ ہوگئی۔

میں نے وقفے وقفے سے دو تین بارفون کیا۔ چند گھنٹوں کے فرق سے ہر بارفون بزی ملااور میددو تین دن سے ہور ہا ہے۔ پاکستان اتن کمی کال خیریت تو ہے وہاں؟''

'' ہاں، خیریت ہے۔بس اداس ہوتی ہوں تو کال کر لیتی ہوں۔اب مجھے کیا بتا تھا آپ اس پر بھی اعتراض کریں گے اور اس طرح

جاسوی کرتے پھریں گے میری۔''زری کا موڈ کی<mark>۔ دم بگڑ گیا۔</mark>

کرم علی ہکا بکارہ گیا۔'' جاسویآپ کیسی باتیں کررہی ہیں۔ میں کیوں جاسوی کروں گا آپ کی؟''

" بيتوآپ كو پنة موگا كهآپ كيول كررے ہيں؟ كياشك ہےآپ كومجھ يركهاس طرح بار بارفون كرتے ہيں آفس ہے۔"

کرم علی کے حلق ہے آ واز نہیں نکل سکی۔وہ باتیں جواس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھیں،وہ دہرارہی تھی۔

''میں کسی شک کی وجہ ہے آ پ کوفون نہیں کرتا۔ آپ جانتی ہیں، میں ہمیشہ آفس ہے آپ کوفون کرتا ہوں۔'' کرم علی نے وضاحت کر

دینے کی کوشش کی ۔زری کے الزام پر واقعی اس کی شی مم ہوگئی تھی۔

''روزتونہیں کرتے آپ فون۔''

'' ہاں بھی بہت مصروف ہوں تونہیں کرتایا آپ نے بتایا ہو کہ آپ گھریزنہیں ہوں گی تونہیں کرتا، ورنہ تو ایک دو ہارفون کرتا ہوں میں آپ کواور صرف آپ کی خیریت در یافت کرنے کے لیے۔"

'' کیوں،میری خیریت کو کیا ہوا؟''زری نے تیز آ واز میں کہا۔ کرم علی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس سے کیا کہے۔

وہ بدتمیزی کا مقابلہ کرسکتا تھا جہالت کانہیں ،اورزری میں دونوں''صفات'' بدرجہاتم تھیں ۔کرم علی لفظ ڈھونڈ نے لگا۔

''آپ کوا چھانہیں لگنا کہ میں آپ کوآفس ہے فون کروں؟'' کرم علی نے سنجید گی ہے اس سے پوچھا۔

''نہیں۔'' تڑاخ سے جواب ملا۔

''(لیکن میرادل چاہتا ہے کہآ پ ہے بات کروں۔'' ''

کرم علی نے اپنی ساری عزت نفس کو جیسے کوڑے کے ڈیے میں ڈال کراس سے کہا۔وہ اس سے بینہیں کہدسکا تھا کہ زری کوآفس سے فون کرنے کے لیےا ہے بھی اپنے دل کومجبور کرنا پڑتا تھا، ورنہ وہ بھی اس کی آ واز اور باتوں ہے اسی طرح الجھتا تھا جیسی وہ الجھتی تھی کیکن وہ پھربھی حتی المقدوریہ کوشش کررہاتھا کہ کسی نہ کسی طرح بیشادی چلے کم از کم اس کی طرف سے زری کوکوئی شکایت نہ ہو کہ وہ اس کا خیال نہیں ر کھتا یا اس پر توجہ نہیں دیتا۔

www.urdunovelspdf.com

کی زندگی کاوہ بھیا تک خواب تھا جے وہ جاگتے میں دیکھر ہاتھا۔

الزام ك كوهبرائ _اس كى كم عمرى كو؟ اس كى كم تعليم كو؟ اس كى غربت كو؟ اس كے ماحول كو؟ اس كے ماں باپ كى تربيت كويا اپنى بدشمتى كو؟ زرى اس

کرم علی نے پچھ کہنے کے بجائے کمرے ہے باہر نکلنا زیادہ بہتر سمجھا تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس کی سوچ اور ذہنیت کا مور د

"اب اگرفون کو ہاتھ بھی لگایا میں نے تو میرانام زری نہیں۔ ماں باپ کو کہدووں گی کہ مجھ کیس زری مرگئی۔ بڑی عمر کے آ دمی سے شاوی کر کے وْن تُوخِير يہلے ہى كردياانہوں نے مجھے۔اب فاتحہ بھى پڑھ كيں۔''

کرتے ہیں اور انہیں آزادی دیتے ہیں۔ یہاں تو گلے می<mark>ں ری ڈال کر کھونے سے بائدھ دیاہے مجھے۔اس سے تواپے ب</mark>اپ کے گھر بیٹھی رہتی توسیقی

'' کیوں بات تو کرتے ہیں آپ روز مجھ سے مصبح آفس جاتے ہوئے اور پھر رات کو بھی تو واپس آ جاتے ہیں پھر بے وقو فوں کی طرح دو

اس نے جیسے کرم علی کے لیے بچھ کہنے کوچھوڑا ہی نہیں تھا۔ بچھ دیر پہلے کااس کا خوش گوارموڈا ب غائب ہو چکا تھا۔ '' ہر کام پر پابندی، ہر بات پراعتراض۔ یہ کیوں کررہی ہو؟ وہ کیوں کررہی ہو؟ پیتنہیں وہ کون سے مردہوتے ہیں جو بیویوں پراعتاد

وہ اب مسلسل بول رہی تھی۔ کرم علی اب اس وقت کو پچھتار ہاتھا جب اس نے زری سےفون کے بارے میں یو چھاتھا۔

ووتمین تمین بارفون کرنے کی کیا ضررت ہے۔ پاکستان تو میں اس لیے کال کرتی ہوں کہ وہ لوگ میرے ساتھ نہیں ہیں۔''

سعیدنواز نے زین اورشیراز کے تعلق کے بارے میں پتا کروایا یانہیں لیکن بہرحال انہوں نے دوبارہ شیراز سےاس سلیے میں بات نہیں کی تھی اور بیشیراز کے لیے جیسے مجز سے سے تم نہیں تھا اوراس نے اس مجزے کے لیے کتنی دعا ئیں مانگی تھیں، بیصرف وہی جانتا تھا۔ا گلے چھ ماہ وہ بے حدمختاط رہاتھا۔

زین ہے رابطے کا تو نی الحال سوال ہی پیدانہیں ہوتا تھا کیونکہ اسے انداز ہ ہو چکا تھا کہ زینی اس کے خلاف اپنے ول میں کتنا غصہ رکھتی تھی۔شیراز نے ان چند' گرل فرینڈ ز' کے ساتھ بھی ہرطرح کا رابط منقطع کر دیا جن کے ساتھ وہ پچھلے کچھ عرصہ سے انوالوڈ تھا۔

۔ شینا کی زبان پر پچھ عرصہ تک پری زاد کا ذکراوراس کے حوالے سے طعنے رہے تھے گر پھر جوں جوں وفت گزرتا گیا پری زاد جیسے قصہ پارینہ بنتی گئی۔

شیرازاسعرصہ میں ایک فرمانبردارشو ہربن کردکھانے کے لیے جتنی کوشش کرسکتا تھاوہ کرتار ہاتھا۔دفتر اورگھر کےعلاوہ اپنی سوشل لائف مکمل طور پر کاٹ دی تھی۔دوبارہ سے شینا اورسعیدنواز کااعتاد جیتنے کے لیے اسے بہت محنت کرنا پڑر ہی تھی۔وہ انہیں یقین دلانا چاہتا تھا کہ وہ اتنا ہی بےضررتھا جتناوہ سجھتے تھےاور پری زاد والاقصہ ایک اتفاق کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

یہاں تک کہ شیراز نے شینا کے بیٹے پربھی اس طرح توجہ دینی شروع کر دی جیسے وہ اس کا اپنا بچے ہو۔اس کے دل میں ایک موہوم ہی امید تھی کہ شایداس بچے پر دی جانے والی توجہ ہی کے بدلے میں شینا اسے معاف کر دے اوراس کے رویے میں بچھے بہتری آئے۔

کیکن شینا کے رویے میں بہتری کے لیے کی جانے والی ہر کوشش ڈھاک کے تین پات ثابت ہوئی۔ سہیل کے ساتھ اس کے تعلقات اس طرح عروج پر تضاوراب وہ کھلے عام ان کے گھر آنے لگا تھاا ورشیرازنے زہر کا بیگھونٹ بھی پی لیا تھا۔

اس نے جیسےاس بات پر مجھونۃ کرلیاتھا کہ سہیل کوشینا کی زندگی میں کسی نہ کسی شکل میں ساری زندگی رہنا ہے۔وہ بعض دفعہ شینا کی سہیل کے لیے محبت دیکھے کرچیران بھی ہوتاتھا۔حسد کرناتو خیراب اس نے کب کا حچھوڑ دیاتھا۔

سہبل سے شینا کا تعلق اور محبت اب سعید نواز کے علاوہ اور کسی کواپ سیٹ نہیں کرتی تھی۔صرف سعید نواز تھا جے سہبل اور شینا کا بیمیل جول ایک آئھ نہیں بھا تا تھااوراگراس کے بس میں ہوتا تو وہ سہبل کوگولی ماردیتالیکن اس جذبے میں شیراز سے ہمدردی کا کوئی عضر نہیں تھا بلکہ سعید نواز کو سہبل اوراس کے گھروالوں سے ذاتی مخاصمت تھی اور بیٹی ایسی تھی کہوہ اس پر جان چھڑ کتا تھااوروہ اسی طرح سہبل پر مرتی تھی۔

باپ کی ناپندیدگی ناراضی یا مخاصمت جیسے اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

شیراز کوجھی توسعیدنواز پرغصہ آتا بہھی ترس اور بھی اسے خوشی ہوتی ۔ هینا وہ پہاڈتھی جس کےسامنے سعیدنواز آگیا تھا۔ شیراز کی باقی دونوں بہنوں کی شادی بھی اب ہو پچک تھی ۔ اکبراور نیم اب بالکل اکیلے تھے۔ شیراز کوشش کے باوجودان کے پاس جانے اور بیٹھنے پر بھی خودکو آمادہ نہیں کریا تا تھا۔ اکبراور نیم کے پاس بات کرنے والے جوموضوعات تھے ان پر بات کرنے سے شیراز کو بری طرح غصر آتا تھا۔ وہ اس بات پرصدمے سے بے حال ہوتے کہ ان کے بیٹے کی ابھی تک کوئی اولا دنہیں ہے اور نہ بی مستقبل میں کسی اولا د کا امکان نظر آتا ہے۔اپنی اگلی نسل انہیں دور دور تک کہیں نظر نہیں آر بی تھی اور صرف یہی سوچ کہ ان کی نسل ان کے بیٹے کے ساتھ بی ختم ہونے والی ہے۔اکبراور نسیم کو بے حال نہ کرتی تو اور کیا کرتی۔

وقناً فو قناً وہ ابشیراز کوخفیہ طور پر دوسری شادی کامشورہ بھی دینے گئے تھے۔ بیصرف شیراز جانتا تھا کہ وہ اسے دوسری شادی کانہیں ،خود کشی کامشورہ دے رہے ہیں ۔سعیدنوازیا شینا سے دوسری شادی کا چھپار ہنا ناممکن تھااوراس کے بعد پتا چلنے پروہ اس کا جوحشر کرتے وہ شیراز کوایسے کسی ارادے سے بازر کھنے کے لیے کافی تھا۔

جبکہا کبراورنیم کااصرارتھا کہ وہ دوسری شادی کر کے اپنی دوسری بیوی کوان کے پاس رکھے۔انہیں یقین تھا کہ شینا یااس کے باپ کواس کی شادی کا پہتہ بھی نہیں چلے گا۔انہیں اب اپنے بڑھا پے اور تنہائی کا خیال بھی پریشان کرتا تھا۔

بعض دفعہ شیراز واقعی دوسری شادی کے بارے میں سوچنے لگتا تھا۔ پچھ دیر کے لیے وہ واقعی فرض کر لیتا تھا کہ ھینا اور سعید نواز کواس کی شادی کے بارے میں پتانہیں چلے گا۔ دہ اپنی بیوی کو یہاں اپنے ماں باپ کے پاس رکھے گا اور کسی کوکا نوں کان خبر تک نہیں ہوگی۔اور پھرا سے خیال آتا۔ لیکن اگر ہوگئی تو؟اوراس تو کے بعدنظر آنے والی تصویراتنی ہولنا کتھی کہ اس کے سارے ارادے لیحہ بھر میں غائب ہوجاتے۔

وہ ایک دلدل میں پھنس چکا تھا جس میں وہ ہاتھ پاؤل مارسکتا تھالیکن باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ کسی لڑک کے ساتھ کوئی افیر چلا نا اور پچھ وقت گزار نا دوسری بات تھی لیکن کسی کومستقل طور پر اپنی زندگی میں شامل کرنا ایسا قدم تھا جو وہ اٹھانے کے قابل نہیں تھا اے اپنے آس پاس ملنے جلنے والے افراد میں اب بہت سارے ایسے مردنظر آنے گئے تھے جو اس جیسی ہی دو ہری تہری زندگیاں گزار رہے تھے۔ بہت سارے ایسے مردجنہوں نے کامیابی کے زینے چڑھنے کے لیے امیرسرال کا سہار الیا تھا۔ اور ان میں سے بظاہر کوئی نا خوش نظر نہیں آتا تھا ہرا کیک کامیاب زندگی گزار تا نظر آر ہاتھا۔ ہرا کیک کی زندگیوں میں کہیں نہ آر ہاتھا۔ ہرا کیک کی زندگی میں وہ مجزے ہو تھے جس کے لیے انہوں نے کامیابی کی بیسٹر ھی ڈھونڈی تھی۔ لیکن ہرا کیک کی زندگیوں میں کہیں نہ کہیں وہ شکاف بھی نظر آتے تھے جو صرف شیر از یا شیر از جیسے دوسرے لوگ ہی دکھے سکتے تھے۔ جو و لیکی زندگیاں گزار رہے تھے اور جو ان ماسک کو کہیاں سکتے تھے جو وہ سب پہن کرا کیک دوسرے کے سامنے آتے تھے۔

'' کرم علی کوفون کرنا چاہیے آپ کو۔' سلطان نے اس سے کہا۔ وہ دودن پہلے کرم علی کی فلم کی شوٹنگ کے لیے اوٹو ا آئی تھی اور یہاں آتے ہی سلطان نے اسے بار بارکرم علی سے رابطے کے لیے کہنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اسے رابطے کا نہ بھی کہتا تب بھی زینی کواوٹو امیں اس کے ساتھ گزرے ہوئے وہ دو ہفتے بری طرح یا د آنے لگے تتھے اور اس کے ساتھ ہی کرم علی بھی۔

کیوں یا د آ رہاتھا ہے بچھنہیں پار ہی تھی۔

'' کیوں فون کرنا جاہیے مجھے؟''زینی نے بے حد سنجید گی ہے یو جھا۔

'' آپ کوا چھالگا تھاوہ پری جی۔''سلطان نے اس کے کسی زخم کوچھیٹرا تھا۔

"اس سے کیا ہوتا ہے؟" زینی نے مدھم آ واز میں کہا۔

''سیجے نہیں ہوتا کیا؟'' سلطان نے بے حد چیھتے ہوئے انداز میں پو چھا۔وہ چند کمجے اسے دیکھتی رہی پھراس نے کہا۔ ''نہیں سیجے نہیں ہوتا۔''

'' چلیں میں پراچہصاحب سے کہوں گاوہی ملا قات کا انتظام کروادیں ۔کھاناوانا تو کریں گے کرم علی صاحب …… ہر پروڈیوسرکرتا ہے۔'' سلطان نے جیسے کچھسوچتے ہوئے کہا۔

'' خبر دارتم نے پراچہ سے اس سلسلے میں کوئی بات کی میں نے کہانا مجھے کرم علی سے نہیں ملنا، نہ ہی بات کرنی ہے۔' زینی نے بے حد سنجیدگی سے کہاا سے سلطان کی بات سے زیادہ اس کے انداز پر غصر آیا تھا۔ سلطان اس وقت اسے غصے میں دیکھے کرخاموش ہوگیا۔

اے منع کرنے کے باوجودزینی کوجیے کوئی موہوم ہی امیڈتھی کہ وہ اتنے ہفتے کے قیام میں بھی نہ بھی اس ہے رابطے کی کوشش کرے گا۔وہ لاشعوری طور پر منتظرتھی کہ وہ کسی نہ کسی دن سیٹ پرشوننگ دیکھنے ہی آئے گا تو ۔۔۔۔۔کرم علی نہیں آیا تھا۔

''آپکو پیۃ ہے کرم علی کی شادی ہوگئی ہے۔'' دو ہفتے کے بعدا یک دن سلطان نے منہ لٹکا کرزینی کو بتایا۔وہ اس وقت سین کے دوران آنکھوں کے میک اپ کی ری ٹچنگ کرر ہی تھی چندلمحوں کے لیے زینی کو ہاتھ میں پکڑے آئی شیڈز کے کلرز کو پیچاننا اور یہ طے کرنامشکل ہو گیا تھا کہ وہ کون ساکلراستعال کر رہی تھی۔اس کا کوئی تعلق تھا کہ وہ چندلمحوں کے لیےاس طرح سکتے میں آئی تھی۔

"احیما ہوائمہیں کسنے بتایا؟"

چند کھوں کے بعد جیسےاس نے اس شاک ہے خود کو آزاد کرتے ہوئے کہا۔وہ ایک بار پھر آئی شیڈز پرنظریں جمائے ہوئے ان کو پہچا نے کی کوشش میں مصروف تھی۔

> ''کیاا چھاہوا پری تی؟ مجھے تو ذراخوشی نہیں ہوئی اس کی شادی کا سن کر۔''سلطان نے منہ بسورتے ہوئے کہاتھا۔ ''تہباری خوشی یا ناخوشی سے کیا فرق پڑتا ہے۔سلطانکرم علی خوش ہےا پٹی شادی سے۔ بیکا فی ہے۔'' اس نے بالآ خرشیڈز پہچانے شروع کر دیے تھے لیکن آ واز کی لرزش پر قابو پانے میں اسے ابھی بھی دفت ہور ہی تھی۔ ''آپ بھی صحیح کہتی ہیں پری جی؟سلطان نے گہراسانس لیا۔

'' پراچھا آ دمی تھا اگر آپ'' سلطان نے بات ادھوری چھوڑ دی زین نے سراٹھا کرسامنے کوریوگرافر کو ایکٹرز کو ڈانس کی ریبرسل کرواتے ہوئے دیکھا آج اسے ایک ڈانس کی شوٹنگ کروانی تھی۔زین کادل بیک دم اچاہے ہو گیا تھا۔

"سلطان اگرمیں آج شوئنگ نه کرواؤن تو؟ پیک اپ ہوسکتا ہے کیا؟"

زینی نے سامنے لوگوں کوسین کی تیاری کرتے ہوئے سلطان سے کہا۔

۔ سلطان نے چونک کراس کا چہرہ دیکھااسےا نداز ہ ہوگیاتھا کہاس نے سیٹ پراسے کرم علی کی شادی کے بارے میں بتا کرغلطی کی تھی کیکن غلطی ہوچکی تھی ۔

\$\$\$

وہ شوننگ کے لیے وہاں تھی بیرم علی بھی جانتا تھا۔اس کے پاس اس کے پینتیس دن کی شوننگ اور کویشنز کا پورا شیڈول تھا۔وہ جانتا تھا آج وہ کہاں کیا شوٹ کروار ہی ہے۔ بہت دفعداس کا دل چاہا کہ وہ ایک بارا سے ملنے جائے یا فون کر کے اس سے بات کرے۔ بہت باروہ فون ہاتھ میں لے کربھی جیٹھار ہااور ہر بارالفاظ تلاش کرتے کرتے فون رکھ دیتا۔

زین سے بات کرنے کے لیے اس کے پاس ہمت تھی الفاظ نہیں تھے۔ بہت دفعہ وہ اپنے آپ کو بار باریبھی سمجھا تار ہا کہ وہ اس طرح مسلسل اس کے بارے میں سوچ سوچ کراپنی بیوی سے بے وفائی کا مرتکب ہور ہاتھا۔لیکن ہر باروہ خودکو بے بس پاتا۔ بیاس کا ذہن نہیں تھا جس کووہ سمجھانہیں یار ہاتھا بیاسکادل تھا جو کچھ بھی سننے پرتیارنہیں تھا۔

''سناہے آپ کی پہندیدہ ہیروئن پری زاد آئی ہوئی ہے آپ کی فلم کی شوٹنگ کے لیے اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔'' وہ اس رات سونے کے لیے لیٹ رہاتھا، جب زری کی بات پڑھٹھک گیا۔وہ تکھے سے ٹیک لگائے بظاہرٹی وی دیکھے رہی تھی۔ کرم علی کویقین تھا کہ جلدیا بدیرزری کوزین کی وہاں آمد کے بارے میں پتا چل جائے گالیکن بیسب اتنا جلدی ہوگا۔ بیاسے اندازہ نہیں تھا۔ ''آپ کوکس نے بتایا؟''کرم علی نے اس سے کہا۔

''اب آپ نے نہیں بتایا تو اس کا میں مطلب نہیں ہے کہ کوئی بھی نہیں بتائے گا۔''زری نے بے حد بے نیازی ہے کہا۔ ''میں نے اس لیے نہیں بتایا کہ میر ہے نز دیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔وہ فلم میں کام کرنے آئی ہےاور کام کر کے چلی جائے گی۔'' ''اب بیتو آپ کو پتا ہوگا کہ وہ کیا کام کرنے آئی ہے اور کیا کام کر کے جائے گی ، ویسے ہے خوب صورت ملواہی دیتے۔'' وہ اب دل جلانے والی مسکرا ہٹ کے ساتھ کہدری تھی۔کرم علی نے جو اب دینے کے بجائے خاموثی سے لیٹ جاتا بہتر سمجھا، چند منٹوں تک کمرے میں خاموثی رہی۔زری اب اٹھ کر CD کی پرکوئی فلم لگانے میں مصروف تھی۔

چند لمحوں کے بعداسکرین پرا بھرنے والی ایک آ واز پر کرم علی جیسے کرنٹ کھا کرا ٹھاتھا، زری اب پری زاد کی کوئی فلم لگانے کے بعد بے صد فاتحانہ انداز میں بیڈ کی طرف آ رہی تھی ۔ پری زاداس سین میں ہیرو کے ساتھ بے خبر قابل اعتراض ڈائیلاگ بول رہی تھی۔

"بند کرواہے۔" کرم علی نے بے حد غصے میں زری سے کہا۔

" کیوں آپ کوا چھانہیں لگا کیا؟" زری نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

کرم علی اشتعال کے عالم میں اٹھااوراس نے ٹی وی آف کر دیا۔ زری سے ریموٹ مانگنے کا سوال ہی پیدائبیں ہوتا تھا۔ وہ اسے بری

طرح تنگ کرتی۔

''اوہ! میں بھے گئے۔ پری زاد کی الی فلمیں تو آ پا کیلے بیٹھ کرد کھتے ہیں۔میرے ساتھ تواجھانہیں لگے گا آپ کواپٹی فیورٹ ایکٹریس کوا س حالت میں دیکھ کر۔''

زری کرم علی کی حالت ہے بری طرح محظوظ ہور ہی تھی۔

" كہال سے لى ہے آپ نے بيلم؟ " كرم على نے واپس بيڈ پر آتے ہوئے كہا۔

زری نے بے حدنازاورمعصومیت ہے آئکھیں گھماتے ہوئے حیوت کودیکھااور پھرکہا۔

'' د نیامیں پری زاد کی فلموں کے سب سے بڑے ذخیر ہے ہے، جومیر ہے شوہر کے پاس موجود ہے۔''
کرم علی بے حس وحرکت بہت دیر تک اسے دیکھتار ہا۔'' آپ نے اس کمرے کو کھول لیا؟''
'' کھولانہیں تالا تو ڑنا پڑا جانی تو آپ کے پاس تھی۔'' زری نے بڑے آرام سے کہا۔

"میں نے منع کیا تھانا؟''

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"زری کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

''زری! میں آج آپ کوآخری باریہ بات سمجھار ہا ہوں کہ اگر میں یہ کہوں کہ آپ اس کمرے میں نہیں جائیں گی تو آپ نہیں جائیں گی اور اگر میں نے کہا کہ اس چیز کو ہاتھ نہیں لگائیں گی تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ہاتھ نہیں لگائیں گے۔'' کرم علی نے شادی کے بعد پہلی باراس سے اس طرح بات کی تھی۔زری کو جھٹکا لگا تھا۔

''ورنهآپ کیا کریں گے؟''''میں آپ کوdivorce (طلاق) کردوں گا۔''

کی منٹ تک ذری کے منہ ہے آ واز نہیں نکل سکی وہ جیسے اس وقت سکتے میں آئی ہوئی تھی۔اس کے نزدیک جو ہات معمولی سی تھی،اس پر کرم علی کا اس طرح کا روممل کرم علی نے اٹھے کر VCD سے فلم نکالی اور کمرے سے نکل گیا۔ زری نے ایک فلم کےعلاوہ وہاں سے کوئی اور چیز نہیں لی تھی۔البتۃ اس نے اس کمرے میں ہر چیز چیک ضرور کی تھی۔میگز نیز بھی بے صدیح ترتیبی سے پڑے ہوئے تھے۔ایک نظرڈ التے ہی کرم علی کواس کا انداز ہ ہوگیا تھا۔

پندرہ منٹ کے بعدوہ جب واپس کمرے میں آیا تو زری سوچکی تھی یا کم از کم سونے کی ایکٹنگ ضرور کررہی تھی۔

کرم علی بھی سونے کے لیے لیٹ گیاتھا۔ فوری طور پر نیند کا آنامشکل تھا۔ وہ زری کی اس حرکت سے بہت بری طرح اپ سیٹ ہواتھا۔ اگلے چند دن زری بے حد خاموش رہی جبکہ کرم علی معمول کے انداز میں اس سے بات کرتار ہا۔ اس کے لیے اتناہی کافی تھا کہ ذری دوبارہ معرضوں گئے تھے سے مند میں درین کر کرت میں سال منام میں میں میں سال میں کی سامہ ڈی سے برک بھٹھ تھے کہ میں میں م

اس کمرے میں نہیں گئے تھی نہاس نے پری زاد کا ذکر کیا تھا۔اس لیے وہ غیر محسوں طور پر زری کی دل جو ئی کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا۔اسے واقعی احساس ہوا تھا کہاس نے ایک بہت چھوٹی بات پرطلاق کی دھمکی دی تھی۔

ا گلے چند دن وہ زری کو بہت اچھی اچھی جگہوں پر کھانا کھلانے لے جاتار ہا۔اس نے زری کو جی بھر کرشا پنگ کرنے کا موقع بھی دیا تھا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کوئی اور چیز زری کا موڈٹھیک کرے یا نہ کرے روپے کو بے دردی سے خرچ کر کے وہ ضرورخوش ہو جاتی تھی اور زری کا موڈ واقعی ٹھیک ہو گیا تھا۔ نہ صرف بیہ بلکہ اس نے کرم علی سے اپنے رویے کے لیے معذرت بھی کر لی تھی۔ شادی کے ٹی مہینوں میں بیہ پہلی معذرت تھی جو زری کی جانب سے آئی تھی اور کرم علی کے لیے بیہ بے حدخوش کن بات تھی۔

لیکن دوہفتوں کے بعد بی زری نے کرم علی کی عدم موجودگی میں اس کی ماں کے گھر آنے پراس کی بے حد بری طرح بے عزتی کرتے ہوئے اسے صاف فقوں میں اپ گھر آنے سے منع کیا تھا۔ کرم علی کی ماں کی زری کے ساتھ وقٹا فو قٹا چھوٹی موٹی چپقلش تو ہوتی رہتی تھی لیکن میہ پہلا موقع تھا کہ زری اور اس کے درمیان اتنا ہوا جھڑا ہوا۔ کرم علی کی ماں اس وقت گھر سے چلی گئی تھیں لیکن اس نے کرم علی کے آنے پر ہچکیاں لے کر روتے ہوئے اسے زری کی باتیں بتا کیں نہ صرف میے بلکہ اس نے کرم علی سے میں مطالبہ بھی کیا کہ اسے ایسی بیوی کو طلاق و سے دینی چا ہیے جو اس کی ماں کے ساتھ اتنی برتمیزی کر رہی ہے۔

کے ساتھا تی بدمیزی کررہی ہے۔ ''اس مصیبت میں آپ نے پھنسایا ہے مجھے۔'' کرم علی نے زچ ہوکر کہا۔'' آپ کوشوق تھا میرے لیے کم عمراورخوبصورت بیوی لانے

كااب وه آ كل ب اور مين بھكت ربا بهول تو آب بھى بھكتيں ۔''

ان کے لیےاس کی شادی کا ہونااورختم ہونااتنی معمولی بات تھی کہوہ چنگی ہجا تیں اوروہ بیکردیتا۔عجیب سے گھٹن تھی جووہ اس وقت ماں کی بنتہ مدر پرمجسوس کر بابتدا

با تیں <u>سنتے ہوئے م</u>حسو*س کر*ر ہاتھا۔ کر

''میں زری کی طرف ہے آپ سے معذرت کرتا ہوں بلکہ میں زری کو سمجھا وُں گا۔وہ بھی معذرت کرلے گی آپ ہے۔دو بارہ بھی ایی شکایت نہیں ہوگی آپ کو۔''اس کی ماں اس کی باتوں پر بری طرح برا فروختہ ہوگئیں۔

ی اوں اپ وٹ میں ماں ہوں چاری مرت ہوں ہے۔ ''تمہارا خیال ہے کہ میں نے اس وفت تہمیں زری ہے معافی منگوانے کے لیے یہاں بلوایا ہے؟ ماں کی بےعزتی تمہارے نز دیک کوئی

معنی بی نہیں رکھتی ٹے بیک کہتے ہیں تمہارے بہن بھائی کہتم شادی کے بعد بالکل بدل گئے ہو، بیوی کےعلاوہ تمہیں کوئی نظر بی نہیں آتا۔'' '' کرم علی ان سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ بہت کچھ کہہ سکتا تھا۔لیکن وہ خاموش رہا۔اس نے زندگی میں ہمیشہ ماں کی ڈانٹ ڈپٹ کو

خاموشی سے سنا تھا۔اس وقت بھی سن رہا تھا۔

تقریباً تین گھنٹے وہاں بیٹھنے کے بعدوہ واپس گھر آیا۔زری کوانداز ہ ہو چکاتھا کہ وہ اپنی ماں کے پاس سے ہوکر ہی وہاں آئے گا۔وہ اس

کاسامنا کرنے کے لیے تیارتھی۔اور بے حد غصے میں بھی۔ وور سے میں حکاری سے میں میں میں میں میں دوروں

"امی کے ساتھ جھگڑا کیوں کیا آپ نے؟""

''میں نے جھڑانہیں کیا؟ آپ کی امی یہاں آئی جھگڑا کرنے کے لیے تھیں۔''زری جیسے منتظرتھی کہ کرم علی بات کرےاوروہ شکائیتوں کا

انبارلاكراس كےسامنے ركھ دے۔

''میں تنگ آ گئی ہوں ان کےروز روز کے طعنوں اور باتوں ہے۔ ہروفت ان کی زبان پریہی ہوتا ہے کہان کے بیٹے کا پییہ میں اپنے گھر والول کو بھیج رہی ہوں۔ آپ نے میرے باپ کوایک گھر کیاخرید دیا۔ آپ کے سارے گھروالے پیچھے پڑگئے ہیں میرے۔ ہروفت ان کی زبان پر

ایک ہی بات ہوتی ہے۔ میں ان کے بیٹے کودونوں ہاتھوں سے لوث رہی ہوں۔'

کرم علی فوری طور پرزری کی باتوں پر بھی پچے نہیں کہہ سکا۔ وہ بیجانتا تھا کہاس کے گھروالے وقثاً فو قٹاایئے سسرال کی ، کی جانے والی امداد

کو بے حدنا پہند کرتے تھے۔ یا کتان میں زری کے خاندان کا گھر بدلنا اور اس کے بہتر ہوتے ہوئے حالات کرم علی کے خاندان کے مختلف لوگوں کے ذر یع کرم علی کے گھر والوں تک پہنچ جاتے تھے اور یکس کے طفیل ہور ہاتھا پیرجانے میں انہیں در نہیں لگتی تھی۔

''میں اپنے خاندان اور خاندان ہے باہر جانے والے مستحق لوگوں کو ہر سال لاکھوں روپید دیتا ہوں خیرات اور ز کو ۃ میںاگراپنے

سسرال والوں کی تھوڑی بہت مدد کر ویتا ہوں تو کیا فرق پڑتا ہے۔مستحق تو وہ بھی ہیں۔اگرتھوڑی آ سانی ان کی زندگی میں میری وجہ ہے آ گئی ہے تو کیا ہو گیا ہے۔میرے برنس اور بینک بیکنس میں کوئی فرق نہیں پڑا۔''

وہ جوزری سے من رہاتھا۔ پچھ دیر پہلے اپنی ماں سے بھی من آیا تھاا دراس نے اس اعتراض پر ماں کو سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی جس یراس

کی ماں نے برامانا تھا۔اب زری دوبارہ وہی الزام دہرارہی تھی تو کرم علی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ اسے کیسے کیے۔وہ باتیں سن کرکسی کوبھی غصہ آتا۔ اگرزری کوآ گیا تھا تو یہ کوئی عجیب بات نہیں تھی۔

''آپ جو کچھ میرے گھر والوں کو دیتے ہیں۔ایک ایک چیز کے بارے میں اپنی ماں کو ہتاتے ہیں۔ بیساری بےعزتی آپ کی وجہ سے

'' زری! میں نے بھی اپنی ماں یاکسی بہن بھائی کو پینہیں بتایا کہ میں آپ کے گھر والوں کو کیا دیتا ہوں جیسے آپ کو میں نے پینہیں بتایا کہ میں اپنے گھر والوں کو کیا دیتا ہوں۔میرے لیے آپ کی قیملی اوراپنی قیملی میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

"نو پھر کیے پتا چاتا ہے انہیں کہ۔"

'' پاکستان میں بہت رشتہ دار ہیں ہمارے جن کا آپ کا گھر آ ناجانا ہے۔۔۔۔۔آپ کے گھر والے ذکر کرتے ہوں گے یاذ کرنہ بھی کریں وہ اندازہ کر سکتے ہیں۔آپ کی قبلی نے گھر بدلا ہے گاڑی رکھ لی ہےانکل کاروبار کرنے لگے ہیں تو۔'' کرم علی نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''اب آپ بھی ایک ایک چیز جمّا ئیں مجھے، بالکل اپنی ماں کی طرح۔اس لیے میراان کی شکل دیکھنے کو دلنہیں چاہتا۔ ہر ہفتے آ جاتی ہیں یہاں اپنے گھر کیوں نہیں رہ سکتیں وہ؟''زری نے اس کو بولنے نہیں دیا۔

''وہ ماں ہیں میری!اور بیان کے بیٹے کا گھرہے۔میری ماں جب جا ہیں گی یہاں آئیں گی۔''

''جانتی ہوں میں کہ بیان کے بیٹے کا گھرہے۔ میں نے کب کہا کہ بیمیرے شوہر کا گھرہے۔ بیآپ کی ماں کا گھرہے۔ آپ کے بہن بھائیوں کا گھرہےاورآ پ جیسے جومر دہوتے ہیں نا،انہیں شادی نہیں کرنا جا ہیے۔انہیں بس ساری عمرا پنی ماں اور بہن بھائیوں کا طواف کرنا جا ہیے۔ ویسے بھی اتنی عمرتو گزرگئی تھی آپ کی۔ باقی بھی گزار لیتے۔میری زندگی برباد کرنے کی کیاضرورت تھی۔ بیوی کی تو آپ کوضرورت ہے ہی نہیں۔ مال

زری آج پھراہے پرانے موڈ میں تھی۔وہ بری طرح چلانے لگی۔

کرم علی ہونٹ کا شار ہا۔اس کا ذہن م<mark>اؤف ہور ہاتھا۔</mark>

"اسيخاسيخ گھرول ميں كيون نبيس آرام سے رہ سكتے بيسب لوگ جب ان كو پيسي كى ضرورت براتى ہے۔ بھيج ديتے ہيں آپ كى مال كو يهال -" "Stop it Zarri" كرم كواس كى بات جا بك كى طرح لكى _

'' آپ کونظر کیوں نہیں آتا کہ بیسب لوگ آپ کواستعال کررہے ہیں۔بس آپ کے پیسے میں دلچیبی ہےان سب کواور آپ کو کیا لگتا

ہے۔ یہ بھائی جان، بھائی جان کی گردان آپ کی محبت میں ہوتی ہے۔'

وہ اے وہ آئینہ دکھانے کی کوشش کرر ہی تھی جس میں کرم علی پہلے ہی سب کاعکس دیکھ چکا تھا.....خود زری کا بھی اس کے باوجود زری کے منہ سے بیسب بن کراہے تکلیف ہور ہی تھی۔کیااس کے سارے خونی رشتے اسے ہی کھو کھلے اور مادہ پرست سے کہ زری جیسی کم عمراور جاہل لڑکی بھی ایک سال سے کم عرصے میں ان کے بارے میں بیسب کچھ کہدرہی تھی۔

زری اس کی خاموثی سے شیر ہوگئی اسے لگااس کی باتوں نے کرم علی کوسو چنے پرمجبور کر دیا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک اس طرح نان اسٹاپ ول کا غبار نکالتی رہی اور کرم علی بے حد خاموثی ہے صوبے پر جیٹھا اس کی ساری باتیں سنتار ہا۔ وہ زندگی میں بہت بارا یہے ہی مرحلوں ہے گز راتھا جب اس نے خود کواتنا ہی بے بس محسوس کیا تھا۔

جب اس کے دل کاغبارا چھی طرح نکل گیا تھا تو وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔اسے کرم علی سے صرف اتنی ہی باتیں کرناتھیں جو وہ کر چکی تھی۔ اس رات پہلی بار کرم علی نے زری کے والدین سے اس کے رویے کی شکایت کرنے کی سوچی ۔ ان کی بیٹی اگراس کے لیے مسئلے کھڑے کر ربی تھی توانبیں یہ پتا ہونا چاہیے تھا۔وہ خود ہرمسکا حل کرتے کرتے تھک گیا تھا۔

ا گلے دن اس نے آفس سے زری کے گھر فون کر کے اس کے باپ سے بات کی اور وہ ہکا بکارہ گیا تھا۔اس نے کرم علی پر غیرعورتوں سے تعلقات سے لے کراسے پیٹنے اور گھر میں قید کرنے تک ہرطرح کا الزام لگایا تھا بیسب اسے زری بتاتی رہی تھی۔ کرم علی بیسب پچھین کر بولنے کے

''میں پھربھی چاہتا ہوں بیٹا کہتم دونوں خوش رہو۔ بیٹی کی شادی ایک بارکر دی ہے۔ بار بارتونہیں کرسکتا۔تم اسے خوش رکھو گے تو وہ تمہاری خدمت کرے گی میری تو ہربیٹی کی قسمت ہی خراب ہے۔'' فاروق کے گھر والے واقعی شریف لوگ تصاور لا لچی بھی نہیں تھے۔ بیر بیعہ کوشادی والے دن ہی انداز ہ ہو گیا تھا.....شادی اس طرح ساد گی ہے ہوئی تھی جس طرح اس نے جاہی تھی اور وہ دل میں بے پناہ خدشات لے کرسسرال گئی تھی۔ایک خالی ہاتھ گھر آنے والی بہو کو جتنے بھی

خد شات ہوتے وہ کم تھے۔لیکن اس گھر میں اس کا شانداراستقبال ہوا تھا۔ایسا گرم جوش استقبال کہ ربیعہ کواپنی قسمت پریفین نہیں ہوا تھا۔سسرال میں کوئی ایسانہیں تھاجس نے خالی ہاتھ آنے پراسے طعنہ دیا ہویا اسے جتایا ہونہ ہی کسی نے زینی کے للمی کیرئیر کے حوالے سے کوئی نامناسب ہات کی تھی۔ ان میں سے جوبھی زینی کے ہارے میں یا اس کے خاندان کے ہارے میں بات کرتا ، بڑی عزت اور چاہت سے کرتا اور ایسی ہی عزت

اوروہ اس وقت تک جی بھر کرا پنے سسرال والوں کی خدمت کرنا جا ہتی تھی اوراس کی خدمت سب کی نظروں میں اس کا مقام اور بڑھار ہی تھی۔ اس نے اپنے میکے آنا تقریباً چھوڑ ہی دیا تھا جب آتی فاروق کے ساتھ آتی اوراس کے ساتھ چلی جاتی اور جب بھی اکیلی آتی تو جتنی دیر معشریں

وہ جس چیز پریفتین رکھتی تھی، وہ سچ ثابت ہوئی تھی۔ زینی نے اس کی شادی کے بعدیہلے کی طرح مبھی اس سے بحث نہیں گی۔وہ

صرف مسکراتے ہوئے رہیعہ کی باتیں سنتی رہتی ۔ رہیعہ جانتی تھی وہ مسکراہٹ نہیں شرمند گی تھی ۔ وہ اب اس کے ساتھ بحث کر بھی کیسے سکتی تھی ۔ اس نے کہاتھا۔وہ اسکاا حسان لیے بغیراس گھرہے جائے گی تو وہ اس کاا حسان لیے بغیر گئی تھی ۔اس نے کہاتھا کہوہ اس کے پیسے پراپنے گھر کی بنیا ذہیں رکھے گی تو اس نے نہیں رکھی تھی۔اسے یقین تھا، دل ہی دل میں زینی بہت نادم ہوتی ہوگی اس کی با تو ل کوئ کر۔ شادی کے دوسرے ہی ماہ رہیعہ پر بیکھٹ ہوگئی تھی۔وہ ان دنوں جیسے ساتویں آسان پرتھی اور شاید ساتویں آسان پر ہی رہتی اگر فاروق

کے ساتھ پی ایج ڈی کے لیے یو کے جانے سے پانچے دن پہلے وہ فاروق کے بریف کیس میں ہیں لا کھ کا ایک چیک نہ دیکھ کیتی جس پرزینی کا نام تھا۔ آ سان سے گرنااور آ سان سر پر گرنا کے کہتے ہیں رہیدنے اس چیک کواپنے کا نیتے ہاتھوں میں لیتے ہوئے جانا۔اس پر دودن پہلے کی تاریخ تھی اوروہ ایک غیرمکی بینک کا چیک تھا۔ کچھ دیر کے لیے رہیعہ نے اپنے آپ کو بہت سے فریب دینے کی کوشش کی تھی شایدا سے ضرورت پڑی ہو باہر جانے کے لیے اور اس نے پہلی بارزین سے پیے لیے ہوں، شایداس نے زین سے بیرقم کچھ عرصہ کے لیے قرض کے طور پرلی ہو۔ شایدزینی نے بیرقم کمی کام سےاسے دی ہو۔ مدد کے لیے بیس کسی اور کام سے۔

پھراس نے ہرفریب اور جواز کوایک طرف رکھ کر فاروق کے بریف کیس کی تلاشی لی اور ہرفریب پل بھر میں ختم ہو گیا۔اس کے بریف کیس ہے دواورڈیبازٹ سلیس نکلی تھیں پرانی تاریخوں کی۔ایک اس کی شادی ہے ایک ہفتہ پہلے کی تھی۔اور دوسری ہیں لا کھ کی ڈیازٹ سلپ اس کی شادی والے دن کی تھی فاروق کودوبارہ وہی اتنی رقم دےسکتا تھا جوتیسری باربھی دےرہاتھا۔زینی نے ثابت کردیا تھا۔وہ واقعی بازار میں کھڑے سمسی بھی شخص کوخرید سکتی تھی اس کی احیمائی ،شرافت اور نیکی کےساتھ۔اس نے فاروق اوراس کے گھر والوں کور بید کی خواہش برخرید کرا ہے تخفے میں وے دیا تھا۔ کب خریداتھا؟ کیسے خریداتھا؟ کیا قیمت طے ہو کی تھی؟ بیسارے سوال اب بے معنی ہوکررہ گئے تھے۔

فاروق اوراس کے سسرال والوں کے بت بل بھر میں کرچیوں میں ٹوٹ کر گرے تھے۔ وہ شریف لوگ تھے۔اسے شبہبیں تھالیکن اس شرافت میں کتنا حصہاس کی بہن ہے ملنے والے چیکس کا تھا، وہبیں جانتی تھی۔

وہ اس کی دل سے قدر کرتے تھے کیکن اس قدرو قیمت کا کتنا حصہ اس کی اپنی ذات اورخوبیوں کا تھااور کتنازینی کی طاقت کا،وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی پر بہت کچھ بل جرمیں ختم ہو گیا تھا۔اس کی عزت نفس ،خوداعتا دی ،اناسب کچھا یک بل میں مٹی کا ڈھیر ہو گیا تھا۔ اسے زینی ہے شدید نفرت محسوں ہوئی لیکن سوال اب اس نفرت کانہیں تھا۔ سوال صرف اس بھرم کا تھا جواس کے شوہر ،سسرال والوں اور

اس کے درمیان تھا۔وہ ان چیکس کے بارے میں ان سے پوچھتی تو وہ بھرم، وہ فریب اٹھ جاتا جس نے نے ان سب کوایک بندھن میں باندھا ہوا تھا۔ وہ فاروق کا گریبان پکڑ کراس سے بات کرنا جا ہتی تھی لیکن وہ اس کے شوہر کا گریبان تھا۔ زینی نے سب پچھراز رکھا تھا۔اس نے چیک

ای خاموثی کے ساتھ بریف کیس میں رکھتے ہوئے جیسے اس راز کوراز رہنے دیا۔

بعض دفعہ جان بوجھ کراندھا ہو جانا بہتر ہوتا ہے۔ وہ بھی ہوگئ تھی۔لیکن آج سے پہلے اس نے اپنے آپ کوا تنا بے مول نہیں پایا تھا۔ ا ہے بھی بیسے کے تر از و سے ہی تول کراس کی قیمت لگائی گئی تھی اس کے وصف اورخوبیوں کاخریدار کوئی نہیں ٹکلاتھا۔ یو کے جانے سے پہلے پاکستان میں آخری چار دنوں میں اس نے اپنی سسرال میں کوئی کا منہیں کیا تھا۔اب اسے دل جیتنے کی ضرورت نہیں تھی۔اس کی بہن اس کے لیےان کے دلوں کو پہلے ہی خرید چکی تھی۔وہ اس کے تتھے۔وہ انہیں مٹھی میں رکھتی یا پیر کے نیچے سارااختیا راس کا تھا۔ وہ آخری دن فاروق کےساتھا ہے گھر والوں سے ملنے آئی تھی اورزین سے بھی ملی تھی اوراس ملاقات کے دوران زین اسے اندرا پے کمرے میں کے گئی تھی۔اس نے رہیدے لیے چند تحا نُف خریدے تھے۔رہید نے ان چیزوں کواٹھا کراس کے مند پردے مارا۔زینی سکتے میں آھئی۔ '' میں آج آخری بارتمباری شکل دیکھر ہی ہوں ہتم بھی دیکھ لو۔ دوبارہ تمہارااور میرا بھی سامنانہیں ہوگا ہتم نے مجھے برباد کر دیاز بنی ۔'' وہ اب رور ہی تھی۔اتنے دنوں سے اندر پکنے والا لا وا بہہ نکلا تھا۔زین کو بیہ جاننے میں دیرنہیں لگی تھی کہاس کا اشارہ کس طرف تھا۔اسے ربیعہ سے ایسے ہی ردعمل کی تو قع تھی اگروہ پیسب پچھ جان جاتی تو۔ "میں نے بیسب کھتمہارے لیے کیاتمہاری خوشی کے لیے!"اس نے بقر ار موکر کہا۔ ''تم محبت کرتی تھی فاروق ہے۔شادی کرناجا ہتی تھی۔''اس نے جیسے رہید کو یادولانے کی کوشش کی۔ '' ہاں۔محبت کرتی تھی فاروق ہے۔شادی کرنا جا ہتی تھی۔لیکن ۔۔۔۔لیکن تمہارےخریدے ہوئے Parasite ہے نہیں میں ایک ایسا شوہر چاہتی تھی جو مجھ سے میری دجہ سے محبت کرے۔ تم نے مجھے ''وہ روتے ہوئے کمل نہیں کرسکی۔ '' فاروق برا آ دمی نہیں ہے۔وہ بہت اچھاانسان ہے۔ بیسے ہے وقتی طور پراس کی اوراس کے گھر والوں کی پچھضرور تیں ضرور پوری کی

ہیں میں نے 'لیکن وہ اچھےلوگ ہیں رہیعہ! برے ہوتے تو؟'' رہیعہ نے جیسے بے حد غصے میں اس کی بات کا ٹی۔'' ہاں اچھا آ دی ہے وہ لیکن تم نے اس اچھے آ دمی کے دل میں لا کچ کا نیج بودیا ہے۔ اب رہید کما

یہ نئے پھل دار درخت بنے گا اور میں ساری عمراس درخت کا پھل کھاؤں گی۔تم نے پتہ ہے کیا کیا ہے زین!تم نے میرے شوہر پرمیراسارامان ،سارا فخر ،ساراغرورمٹی میں ملاکرر کھ دیا ہے۔ میں ساری عمراس کے لہجے میں چھلکتی محبت اور نرمی میں تبہارے پیسے کی بوسوگھتی پھروں گی۔اس لمجے میں بھی جب وہ واقعی دل سے مجبور ہوکر مجھ سے میرے لیے کسی سچے جذبے کا اظہار کر رہا ہوگا اور میں اپنے باپ جیسے کسی دراز قامت مرد کے ساتھ زندگ

مچھوڑا رتم نے محبت خریدی ہے میرے لیے؟ تم نے محبت نام کی شے میری زندگی میں غائب کر دی ہے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کرروتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔زنی تڑنتے وجود کے ساتھ کمرے میں رہی۔ چند ماہ میں بیدوسری بارہور ہاتھا کہ دینی میں سیست

وہ اپنے خونی رشتوں کے ہاتھوں اس طرح دھتکاری گئی تھی۔ پہلی بارتب جب سلمان اس سے ملے بغیرامریکہ چلا گیا تھا۔ حالانکہ وہ اسے رخصت کرنے کے لیےا پی ایک شوٹنگ چھوڑ کرگھر آئی تھی۔

وہ تب تک اپنے چند دوستوں سے ملنے نکل گیا تھااور پھروہیں سے ایر پورٹ چلا گیا۔ زینی نے اسے فون کیااوراس سے نہ ملنے پر ناراضی کاا ظہار کیا۔

''آپ سے ملناضروری نہیں تھا۔اس لیے نہیں ملامیں''اس نے سرو لہج میں زینی پربھی اتنی ہی برف ڈال دی تھی۔ ''جسب صفری میں تاریخ سے ماہم امیریہ'' میں اقی سندو کی اور کی بات پر نینی کوئی سات کے جب میں اوران ایسا میں اس

''جن سے ضروری تھا،ان سے ل آیا ہوں۔''وہ باقی بہنوں کی بات کرر ہاتھا۔زینی کولگاوہ اس کے وجود پر آرا چلار ہاتھا۔وہ اسکاماں جایا تھا،اس کا اکلوتا بھائی تھا۔

'' آپ کی وجہ سے تو ملک بدر ہور ہا ہوں میں ۔ ذلت کا بیا نبار آپ میرے سر پر نہ لا دتیں تو آج مجھے اس طرح اس عمر میں امی کوچھوڑ کر نہ بانا پڑتا۔''

زین کے جیسے کا ٹو تولہونہیں تھا۔وہ زندگی میں بہت کم اس طرح گونگی ہوئی تھی۔وہ پانچ سال جھوٹا تھااس سے اور پچھلے چندسالوں میں اس کا بھی اس طرح کا آمناسامنااس سے نہیں ہوا تھا کہ وہ اس کے منہ پراہے بیسب پچھ کہتا۔ آج وہ سامنا ہو گیا تھااور کیا وقت تھا'' سامنے'' کا۔ 'آپ نے ہماراگھر،ہماری زندگی ہر بادکردی۔''وہ تکنی سے کہدر ہاتھا۔

''میں تو دوبارہ آپ کی شکل دیکھنانہیں چاہتا۔ آپ مجھ لیس کہ آپ کا کوئی بھائی ہے ہی نہیں، جیسے میں نے سمجھ لیا ہے کہ میری صرف دو

بہنیں ہیں۔'' زین نے فون بند کر دیا تھا۔مزید سننے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

د نیا کی کہی ہوئی بات اورا پنوں کی کہی ہوئی بات میں فرق بیہوتا ہے کہ دنیا کی کہی ہوئی بات پہلے تکلیف دیتی ہے پھراس کی عادت ہو

پ، ہوتی ہے۔اپنوں کی کہی ہوئی باتوں کی مجھی عادت نہیں ہوتی۔ ہر باروہ سننے پر تکلیف پہلے سے زیادہ بڑھتی ہے۔

اس نے سلمان ہے ہونے والی گفتگو کے بارے میں کسی کونہیں بتایا۔اسے یقین تھا۔دوسرے پہلے ہی جانتے تھے کہ سلمان اس سے ل کر کیوں نہیں گیا۔اس کے اندرزین کےخلاف جونفرت اورز ہرتھا۔وہ اس نے اگر اس سے نہیں چھپایا تو کسی دوسرے سے کیا چھپایا ہوگا۔

کئی ہفتے وہ ذہنی طور پر ڈسٹر ب رہی تھی۔سلمان کی ہا تیں اس کے ذہن سے نکل ہی نہیں رہی تھیں اور جب بالآ خروہ اس قابل ہوئی کہ وہ ان ہا تو ں کو ذہن سے نکال سکے تو اب رہیے کی ہا تو ں کی ہازگشت اسے کا نٹو ں پرسلانے کے لیے آگئی تھی۔

وہ دنیا کے لیے پری زادتھی انڈسٹری کی طاقت ورترین ہیروئن ایک دنیا جس پرمرتی تھی،جس کی کامیابی پررشک کرتی تھی۔جس کی ابرو کے اشاروں پر بہت سے لوگوں کی قسمتوں کا فیصلہ ہوتا تھا، جوانڈسٹری میں ہرحساب صاف کرنے میں یقین رکھتی تھی اور سیحے وقت پر پیروں کے پنچے سے زمین تھینچے لینے میں مہارت رکھتی تھی۔

پری زاد کی لغت میں انڈسٹری کے کسی فرد کے لیے معافی کے لفظ کا اندراج نہیں تھا۔لیکن وہ اپنی ذاتی زندگی میں زیخ تھی۔ بدقسمت زینی جواپنے بہن بھائیوں پر جان دینے میں یقین کرتی تھی اوران کی نفرت کواپنے لیے محبت میں بدلنے پر قادرنہیں تھی۔اس حقیقت کو جاننے کے باوجودوہ ان کودنیا کی ہرتنگی، ہرتکلیف ہے محفوظ رکھنا چاہتی تھی، بیانداز ہ کیے بغیر کدوہ انجانے میں ان کے رہتے میں کا نٹوں کا جال بچھار ہی تھی۔ زری کافی دنوں سے کرم علی سے یا کستان چلنے کا مطالبہ کررہی تھی۔ یہ بھوت بھی بیٹھے بٹھائے اس کے سر پرسوار ہوا تھا ور نہ وہ جب سے یہاں آئی تھی اس نے یا کستان جانے کا نام نہیں لیا تھالیکن اب اچا تک اس نے اصرار کرنا شروع کر دیا تھا۔

کرم علی کواس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔اسے واقعی سال ہونے والاتھا۔وہ نہ بھی کہتی تو وہ خوداسے پاکستان لے جانا چاہتا تھا۔لیکن اس کے اپنے پچھالیسے کام آ گئے تھے کہ وہ فوری طور پر پاکستان جانے کے لیے وفت نہیں نکال سکتا تھااور یہی بات اس نے زری سے کہی تھی کیکن زری اس

کی بات پریک دم جیسے چپ ی ہوکررہ گئی تھی۔

'' کیا ہوا؟'' کرم علی کولگا وہ خفا ہوگئ ہے

'' آپمصروف ہیں تو آپ نہ جا کیں۔ آپ ویسے بھی وہاں جا کر کیا کریں گے؟'' ''سب لوگوں سے ملوں گا۔رشتہ دارو<mark>ں وغیرہ ہے۔ کہیں سیروتفریج کے لیے چلے جائیں گے۔'' کرم علی نے کہا</mark>

'' نہیں۔ کتنی دیررشتہ داروں ہے ل سکتے ہیں یاسپر وتفریح کر سکتے ہیں۔ آپ اسکیارہ کر نگ آ جا کمیں گے۔''

''اکیلا کیوں ہوں گا؟ آپ ہوں گی نامیرے ساتھ۔''

''میں آپ کے ساتھ ہوں گی یا اپنے ماں باپ کے ساتھ؟ مجھے اپنے اتنے ہزاروں کام ہوں گے۔آپ کا دم چھلا بن کرتونہیں رہ سکتی میں۔آپ مجھے بچھوادیں۔آپ بعدمیں بھی سب سے ملنے چلے جائیں جبآپ کی ای جائیں۔''

زری نے جیسے مسئلہ ہی ختم کردیا تھا۔

وہ اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔ا کیلے جانا چاہتی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی کرم علی نے آ مادگی ظاہر کردی تھی۔ یا کستان میں اس کے اب کوئی نے رشتہ دار تھے تو وہ اس کا سسرال تھااورا گراس کی بیوی کو ہی اس میں دلچیپی نہیں تھی کہ وہ ان سے ملتا یاان کے ساتھ وفت گزار تا تواس کے یاس بھی اتنا فالتو وفت نہیں تھا کہوہ اپنے آپ کوکسی کے سر پرز بروستی مسلط کرتا۔

اس نے اس کے پاکستان جانے کا انتظام کر دیا تھا اور زری ان دنوں اس کے لیے سرایا شہد بنی ہوئی تھی۔ کرم علی بعض دفعہ سوچتا کہ اگرواقعی وہ الیمی ہوتی تو وہ اپنے آپ کو دنیا کوخوش قسمت ترین انسان سمجھتالیکن وہ جانتا تھا۔ بیمٹھاس اورنرمی صرف یا کستان جانے تک رہے گی۔ واپس آنے پرزری کے لیجے میں اس کے لیے کیا ہوگا۔ بیاس وقت زری کی کوئی ضرورت طے کرے گی۔

وہ تقریباڈیڑھ ماہ کے لیے پاکستان گئی تھی۔اور کرم علی نے بڑی شدت سے گھر میں اس کی کمی کومحسوں کیا تھا۔اچھی یابری وہ جیسی بھی تھی کیکن وہ اس گھر میں اسے کمپنی دینے والا واحد وجود تھا جس سے وہ کوئی بات کرسکتا تھاور نہ وہ اس گھر میں واقعی سونے کے لیے آتا تھا۔خوشگوار جیرت اے اس بات پر ہوئی تھی کہ زری نے پاکستان پہنچنے پرتقریباً ہرروز بلاناغہاسےفون کرناا پنامعمول بنالیا تھااور ہر بارفون پروہ کرم علی ہے بڑے اچھے انداز میں عزت کے ساتھ بات کرتی ۔ابتدائی چند کالز کے بعدوہ اسےخود کال کرنا جاہتا تھالیکن زری نے اسے منع کردیا تھا۔ '' میں خود ہی فون کرلیا کروں گی آپ کوگھر پر تو آج کل ویسے بھی ہوتی نہیں ہوں میں۔ابھی ہم سیر کے لیے مری آئے ہوئے ہیں سب گھر والے پھر بعد میں ایک دواور شہروں میں بھی جاؤں گی۔ابو کہہ رہے تھے،سارے رشتہ داروں سے مل جاؤں۔سب پوچھتے ہیں،اس لیے آپ سے کہہ رہی ہوں کہ میں خود فون کرلیا کروں گی آپ کو۔ جب بھی مجھے فرصت ملے گی۔'' کرم علی کواس کی بات نامناسب گئی تھی۔

ڈیڑھ ماہ تک زری نے جس با قاعدگی کے ساتھ کرم علی کوفون کیا تھا،اس نے کرم علی کوجیران کرنے کے ساتھ ساتھ ایک خوشگوار حیرت سے بھی دوجا رکیا تھا۔ یقیناُ وہ یا کستان جا کراہے مس کرر ہی تھی اوراس کا اظہار بھی کرر ہی تھی۔

ڈیڑھ ماہ بعداس کے واپس آنے ہے پہلے کرم علی کوامید تھی کہ زری کے رویے میں بہت تبدیلی آچکی ہوں گی لیکن اس کے پاکستان سے واپس آنے کے بعد کرم علی کوشاک لگا تھا۔

زری کا رویہ بے حد عجیب وغریب ہوگیا تھا۔ وہ پاکستان سے واپسی کے اسکا کئی ہفتے تھم مہر ہی تھی۔ کرم علی کے ساتھ اس کا رویہ بھی درشت تھا۔ کرم علی نے کئی بارا سے اسکیلے ہیں ہیٹھ کرروتے بھی دیکھا۔ وہ یقینا اپنے گھر والوں سے ال کرآنے کے بعد انہیں بری طرح مس کررہی تھی۔ کرم علی نے یہی سوچا تھا۔ اس نے زری کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ اسے ہر تین ماہ بعد دوہ نقوں کے لیے پاکستان بھیجوا دیا کرے گا اور زری یک دم پرسکون اور مطمئن نظر آنے گئی تھی۔ پاکستان کی جانے والی فون کالزمیں یک دم اضافہ ہوگیا تھا۔ پہلے زری کارڈ استعمال کیا کرتی تھی لیکن اب اس نے گھر کے نمبر سے کالزکر نا شروع کر دی تھیں۔ کرم علی کا فون کا بل پہلے سے دس گنا زیادہ آنے لگا تھا لیکن کرم علی نے اس کی پروائییں کی۔ چند ہزار گا الرزخر چ کرنے سے وہ اس کی خوثی اور گھر کا سکون خرید سکتا تھا تو یہ کوئی مہنگا سود انہیں تھا۔

زری اس کے تین ماہ کے بعد پاکستان بھیجنے کے وعدے کے بعد سے یک دم بہت بہتر ہوگئ تھی۔اس نے پہلے کی طرح کرم علی کے ساتھ بحث کرنا اورا کھنا چھوڑ دیا تھا اور وہ چتی المقدور کرم علی کا خیال بھی رکھنے گئی تھی ۔ نہ صرف یہ بلکہ اس نے کرم علی کی فیملی کے ساتھ بھی اپنار و یہ بہت بہتر کر لیا تھا۔وہ ان کے گھر آنے پر پہلے کی طرح اپنے کمرے میں بندنہیں ہوتی تھی بلکہ اکثر ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی۔

کرم علی ان دنوں اس سے اتنا خوش تھا کہ وہ تین ماہ کے بجائے اسے دو ماہ بعد ہی پاکستان بھجوانے کا سوچنے لگا تھااور بھجوا بھی دیتا۔اگر اس سے پہلے زری اس کےسر پرایک قیامت نہ تو ڑ دیتی۔

اس عید کے موقع پر ذری کے والد سے بات کرتے ہوئے اسے ذری کے ایک ماہ تک پھر دو ہفتے کے لیے پاکستان آنے کی اطلاع دی۔ حمیدالدین بہت خوش ہوا۔

''لیکن بیٹا! دو ہفتے کے بجائے اس بار مہینے کے لیے اسے بھیج دو۔ہم سوچ رہے ہیں کداگر زری اتنی جلد آ رہی ہے تو پھرگلشن کی شادی طے کر دیتے ہیں۔ پچپلی باربھی صرف دو ہفتے کے لیے آئی۔ہم لوگ چاہتے ہوئے بھی گلشن کی شادی نہیں کر سکے۔انتظامات مکمل نہیں تتھے۔خود زری بھی کہدری تھی کداگلی بارزیادہ وفت کے لیے آئے گی۔'' ''انگل! دونہیں، زری چھ بفتے پاکستان رہ کرآئی ہے۔ آپ ان دنول شادی طے کردیتے تو میں بھی شرکت کے لیے آجا تا۔'' دوسری طرف حمیدالدین بہت دیر تک کچھ نہیں بولا۔

''چھ ہفتے کہاں بیٹا! دو ہفتے کے لیے آئی تھی۔ 21 کو آئی اور 6 کو چلی گئے۔''حمید کولگا جیسے کرم علی کولٹ کے کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ ''کس مہینے کی 21 کو؟''اس نے بمشکل خود کوسنجا لنے کی کوشش کی۔

''مئی کی 21 کوآئی اور جون کی 6 کو<mark>واپس گئی۔''</mark>

كرم على كاچېره سفيد موگيا۔ ' وه اوثو وا<mark>سے 24 كوگئ تقى ، 24 پريل كو۔</mark> ''

''آپاوگ مری وغیرہ گئے تھے اس کے ساتھ؟''اس نے اپنی آواز کی کیکیا ہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی ۔کسی نے جیسے اس کی پشت میں خنجر گھونپ دیا تھا۔

''نہیں بیٹا! کہاں۔دو ہفتے میں بمشکل وہ بازار جاجا کراپنی شاپنگ ہی مکمل کرتی رہی۔وہ تو سارے رشتہ داروں ہے بھی نہیں ملی'' حمیدالدین بے حدسا دہ لہجے میں کہدر ہاتھا۔

" آ پاوگ کراچی بااسلام آباد کسی رشته دارے ملئے ہیں گئے؟"

"كراچى يااسلام آباديس كون بهارا؟"

حمیدالدین سوچ میں پڑ گیا تھا۔ کرم علی نے ہونٹ جھینچ لیے۔وہ واقعی عقل کا اندھا تھا۔اس سے بڑھ کر بے وقوف اس وقت اس کرہ ارض پرکوئی دوسرانہیں تھا۔

''آپ کی بیٹی یہاں سے 24 اپریل کو پاکستان گئی ہے۔ آپ کہتے ہیں وہ 21 مٹی کو وہاں آئی ہے۔ چار ہفتے وہ کہاں رہی ہے، یہ آپ کو پتا ہونا چاہیے کیونکہ میں نے اسے آپ کہتے ہیں آپ لوگ کہیں نہیں پتا ہونا چاہیے کیونکہ میں نے اسے آپ کہتے ہیں آپ لوگ کہیں نہیں گئے۔ وہ کہتی ہے، وہ کراچی اور اسلام آبادا پنے رشتہ داروں سے ملنے گئے۔ آپ کہتے ہیں وہاں آپ کے کوئی رشتہ دارنہیں۔ اب اس نے بیرچار ہفتے کہاں گزارے ہیں، بیمیں آپ کواس سے پوچھ کر ہتا تا ہوں۔''

کرم علی نے گئی سےفون بند کر دیا۔وہ جانتا تھا جمیدالدین کے گھر میں اس وقت ہنگامہ بریا ہو گیا ہوگا۔

وہ عید کا دن تھااور کرم علی کی پوری فیملی ڈنر کے لیے وہاں اس کے گھر پڑتھی۔ بیا چھاتھا کہ وہ اپنے بیڈروم سے فون پراپنے سسرال میں بات کررہاتھا۔

اگراس وفت لا وُنج میں بیٹھا ہوتا تو؟اس کاجسم پوری طرح سر دیڑ گیا تھا۔

وہ کینیڈا کے متازترین برنس مین میں سے ایک تھا جودن میں درجنوں گھا گ آ دمیوں کے ساتھ برنس ڈیلز کرتا تھا جس کے ساتھ برنس

ڈیلز سے پہلے بڑے بڑے لوگ مکمل تیاری کے ساتھ آتے تھے کیونکہ کرم علی باریک سے باریک نقص کو پکڑنے کا ماہر تھا۔اس کو بےوقوف بنانا بے صد مشکل کام تھااور یہاں ہیں سال کی ایک لڑکی نے چنگی بجاتے میں اس کی آٹکھوں میں دھول جھونک دی تھی یا شایداس نے اسے جان ہو جھ کر دھول جھو نکنے دی تھی۔

اسے بھی زری پرکوئی شک نہیں ہوا تھااور بیاس کی پہلی غلطی تھی۔اس نے زری کوضرورت سے زیادہ آزادی دی، بیاس کی دوسری غلطی تھی۔اس نے زری پراعتبار کیا، بیاس کی تیسری غلطی تھی۔وہ جیسے غلطیوں کی ایک فہرست ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا۔

سب سے بڑی غلطی شاید اس کا زری سے شادی کرنا تھا اور اس کا احساس کرم علی کو اپنی شادی کے دن ہی ہو گیا تھا۔ لیکن اس mismatched رشتے کو نبھانے کے لیے کرنے والی کوششیں جو''رنگ' لائی تھیں، وہ آج اس کے سامنے تھا۔

سوال اب صرف بیتھا کہ وہ کیا کر ہے۔اس نے زری کو'' بیوی' سمجھ کر جو درجہ دیا تھا،اس نے اسے وہ دن دکھایا تھا۔ کرم علی کواب زری کو اس رشتے کی بریکٹ سے باہررکھ کرٹریٹ کرنا تھا۔ایک عام عورت کی طرح ،ایسی عورت کی طرح جس کے لالچے اور ہوس سے اس نے ہمیشہ گھن کھائی تھی اور جیسی عورت کو وہ بھی آئکھیں کھول کراپنی بیوی جیسے رشتے کے بندھن میں تو نہ باندھتا۔

ہاتھ میں بکڑا فون لےکراس نے وہیں بیٹھے بیٹھے یا لی آئی پران کالزکود بکھنا شروع کردیا تھا جوزری کرتی رہی تھی۔وہ صرف اس کے گھر کے نمبرنہیں تھے کچھاورنمبربھی تھے لیکن صرف ایک ایسانمبرتھا جو بیل فون کا تھااور جس پر بار بار کمبی کالز کی گئی تھیں۔

چند لمحے کرم علی اس نمبر کود کیسار ہا پھر پتانہیں کیاسوچ کراس نے اس نمبر پر کال ملادی۔ایک ہی گھنٹی کے بعد دوسری طرف سے جمال نے کال ریسیور کرلی تھی۔

" مبلو جبلو بیلوزری آواز نبیس آر ای ہے کیا میری بیلو ب

جمال مسلسل بولٹار ہا، کرم علی نے فون بند کر دیا۔اس کے ہونٹوں پرایک زہر خند مسکراہٹ تھی۔اپناسیل فون اٹھا کراس ہاراس نے اس پر جمال کا نمبر ٹائپ کیااور دوبارہ اسے کال کرنے نگا۔اس بارفون چند گھنٹیوں کے بعدا ٹھایا گیا تھا۔ پہلے کے برعکس آ واز میں بے تکلفی کاعضر غائب تھا اوراب لہجہ بے حدمحتاط تھا۔

df ...

"بیلو، میں عزیز صاحب سے بات کرسکتا ہوں۔" کرم علی نے بے حد شسته انداز میں کہا۔

"كون عزيز صاحب؟" دوسرى طرف سے جمال نے الجھ كركہا۔

" ينمبرعزيزصاحب كانبيل."

''نہیں، یہ تومیراہے۔''جمال نے بےساختہ کہا۔

''اورآ پ کانام کیاہے؟'' کرم علی نے یو چھا۔

''جمال۔''جمال نے روانی سے کہہ کراپی زبان دانتوں میں دبالی۔کال ڈس کنیک ہوگئی ہی۔

کرم علی نے فون بیڈسائیڈ ٹیبل پرر کھ دیااوراٹھ کر باہر نکل آیا۔ ڈنٹیبل تقریباً تیارتھی اور زری باتی لوگوں کی طرح زرق برق کپڑے پہنے

کرم علی کی بہن کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ وہ وہاں موجود عورتوں میں سب سے خوبصورت نظر آربی تھی اور کی مرد کیا عورت کے لیے بھی

اس سے نظریں بٹانا مشکل ہوجا تا۔ بیسب نہ ہوا ہوتا تو کرم علی کیا کوئی بھی مردالی ہوی پاکراپئی قسمت پر نازاں ہوتا لیکن کرم علی اس وقت اسے

دیکھتے ہوئے صرف میرسو پنے میں مصروف تھا کہ ذری نے بیسب کچھ کیوں کیا ہے۔ پسیے کالالی جہت ی عورتوں میں ہوسکتا ہے گراپئے شوہر سے ب
وفائی کرنے کی ہمت بہت کم عورتوں میں ہوتی ہے اور برقسمتی سے کرم علی کا واسط الی بی ایک عورت سے پڑھیا تھا۔

دیکھتے کو کے بعد دروز سے لاک اور کھڑ کیا ان بند کرنے کے بعد دروز سے لاک اور کھڑ کیاں بند کرنے کے بعد

رات کوایک بجے کے قریب سب لوگ چلے گئے تھے۔ کرم علی ان کورخصت کرنے کے بعد دروزے لاک اور کھڑ کیاں بند کرنے کے بعد جب تک اپنے کمرے میں آیا، زری اپنالباس تبدیل کر پچکی تھی اور سونے کی تیاری میں مصروف تھی۔

''آپ کوکیا ہوا؟ صبح تو بہت اچھا موڈ تھا پھر ابھی کیا ہو گیا تھا آپ کوکسی ہے بات ہی نہیں کررہے تھے؟''زری نے اسے دیکھتے ہی

قدرے ناراضی کے انداز میں اس سے کہا۔

تدرے مارہ می سے مداریں ہی سے ہوں۔ ''ہمیں کچھ باتیں کرنی ہیں ذری! وہاں صوفے پر چلتے ہیں۔'' کرم علی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس سے کہا۔ ذری بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔کرم علی کے لیجے میں ایسا کچھ تھا جس نے اسے چو تکا دیا تھا۔

'' کیابا تیں کرنی ہیں آپ کو؟''وہ کچھ پریثان ہوکر کرم علی کے پاس آئی۔اس نے اپنے بیڈےصوفے تک آنے کے وقت میں پورے دن کی سرگرمیوں اور باتوں کواپنے ذہن میں دہرایا تھا۔کہیں کچھالیا نظر نہیں آیا جس لیے کرم علی اسے یوں رات کو بٹھا کر بات کرتا۔

'' بیٹھو۔'' کرم علی نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔زری کچھا کجھی ہوئی اس کے پاس بیٹھ گئی۔

'' پاکستان اپنے گھر والوں کے پاس کس تاریخ کو گئی تھیں تم۔''

زری کے پیروں کے پنچے سے محاور تانہیں، حقیقتاز مین نکل گئ تھی۔ بیآ خری بات تھی جوکرم علی آج کی رات اس سے پوچے سکتا تھا۔

اس کے ہاتھ پاؤں کیکیانے لگے۔ کرم علی ایک ٹک اس کی آئکھوں میں آٹکھیں ڈالے دیکھ رہاتھا۔ نظریں چرانے کا مطلب ہوتا وہ

جھوٹی تھی اورزری نے ساری زندگی ایسی پچویشنز میں جھوٹ ہی بولاتھا۔ سے

''میں آپ کی بات نہیں مجھی۔''زری کی آ واز میں بھی کیکیا ہے'تھی۔

''وہ میں مجھتادیتا ہوں۔تم یہاں سے 24 اپر میل کو پاکستان کئیں لیکن تمہارے والدصاحب نے تمہیں 21 مئی کوار پورٹ پرریسیو کیا۔تم نے مجھے کہا کہتم بھور بن گھر والوں کے ساتھ گئی تھیں۔تمہارے والدصاحب نے کہا کہ وہ تمہارے ساتھ کہیں نہیں گئے۔تم نے کہا تم اپنے رشتہ داروں سے ملنے کراچی اور اسلام آبادگئیں۔تمہارے والدنے کہا کہ ان دونوں شہروں میں ان کا کوئی رشتہ دارنہیں ہے۔اب بات سمجھ میں آگئی کہ میں کیا یو چھر ہا ہوں یا پچھوضاحت کی ضرورت ہے؟'' وہ دم سادھے کرم علی کودیکھتی رہی۔شادی کے بعد پہلی بارآج کرم علی نے زری کی آٹکھوںاور چہرے پرخوف دیکھا تھا۔اسےاس پرترس آیا۔زری جھوٹ گھڑنے کی کوششوں میںمصروف تھی۔اس کا بھا نڈاچوراہے میں پھوٹا تھااوراب وہ……'' اس نے فی الفورجھوٹ گھڑلیا۔

'' میںمیں اپنی کچھ دوستوں کے ساتھ بھور بن گئی تھی۔ آپ سے جھوٹ اس لیے بولا کیونکہ آپ بھی اجازت نہ دیتے۔' زری نے بے حد معصوم چبرے کے ساتھ آئکھوں میں آنسو بھر کر کہا اور اس سے پہلے کہ دہ پچھا ورجھوٹ بولتی کرم علی نے کہا۔ '' جمال کون ہے؟''اس نے جتنے جھوٹ گھڑے تھے، پل بھر میں غائب ہوگئے تھے۔ چار بھتے غائب رہے کا اسے اس کے باپ سے پت چل گیا تھا گر جمال کا پیتے کس سے چلا۔ اسے تو اس کا باپ بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ اس بار جھوٹ بول کرنہیں نکل سمتی تھی لیکن اس نے پھر بھی کوشش کی۔ ''کون جمال؟''اس نے اپنے حلق سے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

" بات کروادوں اس سے تا کہتم بیجیان لو یا پھر تمہارے گھروالوں سے بیو چھلوں کہ جمال کون ہے؟"

کرم علی اس وفت کسی لحاظ کے موڈ میں نہیں تھا اور زری کی جان پر بنی ہوئی تھی۔اس نے ایک بار پھر پچھے کہنا چاہا۔کرم علی نے ہاتھ کے اشارے سےاسے روکا۔

''میں جانتا ہوںتم بہت اچھا جھوٹ بولتی ہولیکن مجھ ہے اس وقت صرف بچے بولنا۔ پچے بولنے کاتمہیں جتنا نقصان ہوگا،جھوٹ کا اس سے زیادہ ہوگا اس لیے اس وقت کوئی جھوٹ نہیں۔''

زری بہت دیر چپ بیٹھی جیسے حساب کتاب کرتی رہی۔ ہر تخمینے ، ہراندازے نے اس سے یہی کہاتھا کہا سے اس وقت بچے ہی بولنا جا ہیے۔ ''میں جمال سے شادی کرنا جا ہتی تھی ،میرے ماں باپ نے زبردئ آپ سے کرادی۔'' اس نے سر جھکا کرکہا۔

''کتنی بارتم سے پوچھاتھا میں نے کہ بیشادی تمہاری مرضی ہے ہوئی ہے یانہیں اور ہر بارتم نے یہی کہا کہ بیشادی تمہاری مرضی ہے ہوئی ہے۔'' کرم علی جیسے پھٹ پڑاتھا۔

'' تواور کیا کہتی میں،اس وقت شادی ہو چکی تھی میری۔آپ کو بتادیتی کہ زبرد تی ہوئی ہے تو آپ کیا کرتے۔''

''میں تنہیں چھوڑ دیتا۔ یہاں بھی نہلے کرآتا۔''

'' آپ چھوڑ دیتے توا ہا مجھے جان سے ماردیتا۔''

''اس لیےتم نے بہتر سمجھا کہتم میرے ساتھ رہ کرمیری آنکھوں میں دھول جھونگتی رہو۔میرے پیسے پرایک دوسرے آ دمی کے ساتھ عیاشی کرتی رہو۔''اس نے کئی ہے کہا۔

> '' دوسرا آ دمی آپ ہیں میرے لیے۔''زری نے یک دم اس کی بات کا ٹ دی۔'' جمال نہیں۔'' ...

"اوراين باته مين بوتاتواي سے كرتى ."

''اپنے ہاتھ کی بات مت کروہتم نے مال باپ کے مجبور کرنے پر مجھے سے شادی نہیں کی۔میر اپییہ دیکھ کر مجھ سے شادی کی۔سودا کیا تم نے۔'' ''آپ نے بھی تو یہی کیا تھا۔آپ نے بھی میری خوبصورتی ،میری جوانی دیکھ کرشادی کی تھی۔آپ نے کیوں نہیں اپنی عمر کی اپنی شکل و صورت جیسی والی عورت سے شادی کی۔آپ نے کیوں احساس نہیں کیا کہ آپ کے ساتھ میں بجتی ہوں یانہیں۔'' کرم علی بچھ بول نہیں سکا۔زری بے حد کمنی سے بول رہی تھی۔

'' مردکوشادی کرتے ہوئے اپنی عمراورا پی شکل نظر کیول نہیں آتی ۔اس لیے نا کدوہ مجھتا ہے کداس کی جیب میں پہیے ہیں ۔سوداتو پھروہ پہلہ ہی خدیک میں میں میں ہے کا بیر خدیص بی کال میز ملس میں سے تھر میں میں گدایلوں تا میں میتا کہ دیں میں بیٹ

پہلے بی خود کر دیتا ہے۔عورت کی عمراورخوبصورتی کااپنے پیے ہے۔۔۔۔۔پھرسودے میں گھاٹا ہوتا ہے توروتا کیوں ہے؟''

وہ اس دفت کم عقل جاہل زری نہیں لگ رہی تھی جسے وہ جانتا تھا۔'' اگرتم اسے سودالمجھتی ہوتو تنہیں ریبھی پتا ہونا چاہیے کہ سودا کرنے کے بعداس میں دھوکانہیں ہوتا۔''

''وہ تب ہوتا ہے جب سودااپنی مرضی ہے ہو۔ چارآ یتیں سن کر کاغذ پر کیے جانے والے تین دستخط مجھے آپ کی وفا دارنہیں بنا سکتے۔اگر میراد لنہیں چاہتا تو''

میرادں ہیں چاہتا ہو..... ''بہت ساری عورتیں کسی اور کو پسند کرتے کرتے کسی اور کی بیوی بن جاتی ہیں۔وہ وفا داری کرتی ہیں زری!ان کا دل چاہے نہ چاہے، بیہ خاندان کی بات ہوتی ہے۔''

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے خاندان کا طعنہ دینے پرمجبور ہوگیا تھا۔

'' آپ سجھتے ہیں، میں نے آپ سے وفا داری کی کوشش نہیں کی؟ میں نے جمال کواپنے دل سے نکال کر آپ کا گھر بسانے کی کوشش نہیں کی؟ وہ اب آنسوؤں کے ساتھ کہدر ہی تھی۔

"بہت بارکی لیکن مجھے برص زدہ لوگ اچھے نہیں گئتے۔ کبھی اچھے نہیں گئے۔ آپ کواندازہ نہیں ہے ہر بارآپ کا برص زدہ ہو کھے کہ کہ جھے اتی کر اہیت آتی ہے کہ میرے دل ہے آپ کے ہروہ جذبہ نکل جاتا ہے جے میں نے سرتو ڑکوشش کر کے پیدا کیا ہوتا ہے۔ جھے ہر روزا پے آپ سے یہ جنگ لڑتی پڑتی تھی کہ آپ میرے شوہر ہیں اور جھے آپ سے عبت کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں بھی یہ جنگ نہیں جیت کی۔ آپ نے جموث بول کر اپنی اس بیاری کو جھے ہے چھپا کرشادی نہ کی ہوتی تو شاید میں اپنے آپ کو بیسوج کر سمجھالیتی کہ بیمیرافیصلہ ہے۔ میں نے جان بوجھ کرکیا ہے۔ جمھے اسے نبھانا چاہیے۔ پر ہر بارآپ کے جسم کود کھے دھو کے کا حساس ہوتا ہے۔ میرے گھر میں اتی خربت نہ ہوتی تو آپ اور آپ کے گھروا لے بھی اتنا ہوا عیب چھپا کرآپ کی شادی کرتے بھی نہیں۔ لیکن انہیں بتا تھا کہ خربت نے میرے ماں باپ کے ہاتھ کاٹ دیے ہیں ، زبان بند کر دی ہے۔ برص کیا وہ سو بیاریاں بھی چھپا کرآپ کی مطالبہ تھی ہوتا۔"

بے حد تکلیف دہ تھا۔

۔ ''میں نے جو پچھ کیا غلط کیا، کیکن اس کام کی ابتدا آپ نے کی ہے۔ نہ کی ہوتی تو شاید ہیہ پچچتا وااورا حساس جرم ہی مجھے گناہ سے روک دیتا کہ میں آپ کے ساتھ میہ کر رہی ہوں لیکن کرم علی مجھے بھی کوئی احساس جرم نہیں ہوا۔ ہر بار مجھے لگا میں آپ کے ساتھ ٹھیک کر رہی ہوں کیونکہ اس سے پہلے آپ نے دھوکا دیا تھا مجھے۔''

''تم جانتی تھیںاس شادی کومیں نے ارتے نہیں کیا تھا، نہتم کومیں نے دیکھ کرتم سے شادی کی خواہش کی تھی یتم لوگوں کومیرے بارے میں کیا بتایا گیا، کیا چھپایا گیا، مجھےاس کا بھی پیے نہیں تھا۔میری شادی زبردتی ……''

'' مردگی شادی کوئی زبردی نہیں کرسکتا کرم بیے عورت ہوتی ہے جس کے ساتھ زبردی ہوتی ہے۔ مرد کے ذہن میں کہیں نہ کہیں'' ہاں'' ہوتی ہے۔ تو وہ'' ہاں'' کہتا ہے۔اگر'' ٹال' ہوتو وہ مرجا تا ہے گر'' ٹال' ہی کہتا ہے۔ اور آپ کومجبور کرنے والے تھے کون۔ ایک مال اور چھوٹے بہن بھائی۔''

اس نے جیسے کرم علی کے مند پر جو تا تھینچ مارا تھا۔ کرم علی کواس وقت اس سے بات کرتے ہوئے واقعی شفنڈے پیینے آ رہے تھے۔ اگراس نے ساراعلم اور تجربہ'' ونیا''سے حاصل کیا تھا تو زری کا استاد بھی'' ونیا''ہی تھی۔

عادا مہاور بربہ ویا سطے ماں میا ھا ورزی ہاسادی ویا میں گا۔ ''تم اب کیا چاہتی ہوزری؟'' کرم علی نے اپنے سارے سوالوں کوایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔اسے زری سے سوال جواب یک دم بے کار لگنے لگے تھے۔

زری خاموش ہوگئے۔''اب' کے بارے میں اس نے واقعی نہیں سوچا تھا۔

''طلاق چاہتی ہو؟''اس کی خاموثی نہ ٹوٹے پر کرم علی نے اس کی مشکل جیسے آسان کرتے ہوئے حل پیش کیا۔ ''ہاں۔''

> ''ٹھیک ہے،تم پاکستان چلی جاؤ۔ ہیں وہیں ترجیس طلاق کے کاغذات بھجوادیتا ہوں۔'' کرم علی نے کہا۔ ''ہیں پاکستان نہیں جاؤں گی۔ابا مجھے ماردے گا۔''زری یک دم خوف زوہ ہوگئی۔

''تم اپنے گھرمت جانا۔ پہلے کی طرح جمال کے پاس ہی جانا۔'' کرم علی نے طنز نہیں کیا تھالیکن زری کوطنز ہی لگا۔

''جمال کے پاس کیے جا کر رہوں۔اس کا گھر ہمارے پرانے محلے میں ہے۔وہ کوئی کامنہیں کرتا، مجھے کیےر کھے گا اوروہ ابااتنا موقع تھوڑی دےگا مجھے کہ میں اس کے ساتھ جا کر رہ سکوں۔میں پاکستان نہیں جاؤں گی۔''زری نے جیسے اعلان کیا۔

''تويهان اڪيلي کيسے رہوگی؟''

'' میں جمال کو یہاں بلوانے کی کوشش کررہی ہوں۔اس نے ایجنٹ کو پیسے دیے تھے کینیڈا آنے کے لیے کین فراڈ ہو گیا۔وہ کہدرہاتھاوہ اب سیدھاا یمہسی ہی ایلائی کرے گا اسے ویزامل جائے گا تو پھروہ یہاں آ جائے گا اور ہم شادی کرلیں گے۔''اس کے پاس حل تھا لیکن وہ پھر بھی پریشان نظرآ رہی تھی۔ www.urdunovelspdf.com

''اور بیا یجنٹ کے لیےتم ہی نے اسے پیسے بھجوائے ہوں گے؟'' وہ کرم علی کی بات پر کچھ نہیں بولی۔ "اورا گرجمال کوویزانه ملاتو؟اس کے بعدتم یہاں کیا کروگی؟" وہ اس کی بات پر پچھاور پریشان نظر آنے لگی تھی۔

''بہتر ہےتم اپنے ماں باپ کے پاس چلی جاؤ کم از کم اس طرح تم جمال سے شاوی کرسکو گی۔''

' ' ننہیں، مجھے پاکستان نہیں جانا۔ میں مرجاؤں گی کیکن پاکستان نہیں جاؤں گی۔''

'' زری نے دوٹوک انداز میں کہا۔ کرم علی اسے دیکھتار ہا، وہ اسے وہاں رکھنے کا رسک نہیں لےسکتا تھا۔ وہ اگر وہاں کسی کورٹ میں اس

کے خلاف کیس دائر کردیتی تو کرم علی کے لیے اچھی خاصی مصیبت کھڑی کر سکتی تھی اور زری ہے وہ اب پچھ بھی تو قع کرسکتا تھا۔

'' میں تمہارے والدین کو یہاں بلوا کرانہیں سمجھا دیتا ہوں۔وہ تہہیں کچھنیں کہیں گے۔ میں ان سے کہد کرتمہاری شادی جمال سے کروا دیتاہوں۔'' کرم علی نے جیسے راستہ ڈھونڈ اتھا۔

زری نے دونوں ہاتھاس کے سامنے جوڑ دیے۔

رری ہے دونوں ہا تھا ک ہے ساتھے بور دیے۔ ''آ پان کی بجائے جمال کو یہاں بلوا کرمیری شادی اس ہے کردیں۔ میں ساری عمرآ پ کی احسان مندر ہوں گی۔''

رات کے چار بجے کا وقت تھا، جب زین سر ہانے بجتے ہوئے انٹر کام کی آ واز پر بیدار ہوئی تھی۔ دوسری طرف سلطان تھا۔ "غضب ہوگیا بری جی؟"

'' کیا ہوا؟''زین نے اپنی جماہی روکتے ہوئے کہا۔

'' تبریز پاشا کا ہارٹ فیل ہوگیا۔'' وہنتی رہی۔''رات کسی وقت پاشااسٹوڈ یوز کے ایڈیٹنگ روم میں آ گ لگ گئے۔ آپ کی آنے والی فلم ''بہاروں کے سنگ'' کے نتیوں پرنٹ جل گئے ۔ آ گ پراہھی تک قابونہیں پایا جاسکا۔ پاشا کا کروڑوں کا نقصان ہوا ہے۔اس کی باڈی ابھی ہاسپطل میں پڑی ہے۔ پوری فلم انڈسٹری میں کہرام مجاہوا ہے۔سب یا شا کے گھر پہنچ رہے ہیں۔میں نے ڈرائیورکوکہا ہے گاڑی نکا لنے کا۔ آپ بھی تب تک www.facebook.com/urdunovelspdf سلطان نے کہا۔

''سلطان!میںشدیدشاک کے عالم میں ہوں میرانروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہےاور میں فی الحال کسی ہے نہیں مل سمجھ گئے۔'' زین نے اس سے اطمینان سے کہااور ریسیور رکھ کر بیڈ سائیڈٹیبل لیمپ آف کرتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئی۔وہ نیند کی گولی کھا کرلیٹی تھی اورابھی بھی غنودگی کی حالت میں تھی۔ دوبارہ گہری نیندمیں جانے میں اسے درنہیں گئی تھی۔

دوسری طرف سلطان ابھی تک انٹر کا م کاریسیور ہاتھ میں پکڑے بیٹھا تھا۔

وه پری زادکوکتنا جانتاتھا؟

وہاپنے آپ سے پھر پوچھد ہاتھا۔

"بہاروں کے سنگ'اگرریلیز ہوجاتی تو میرے کیرئیر کی سب سے اچھی فلم ہوتی میں نے اس سے زیادہ اچھی ایکٹنگ کسی اورفلم میں نہیں کی۔" پری زاد تبریز پاشا کی رسم قل کے موقع پر جزنکٹس کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی۔ وہ سفید کپڑوں میں ملبوس سیاہ گلاسز لگائے ہوئے تھی یے بریز پاشا کی موت کے بعد آج پہلی باروہ منظر عام پر آئی تھی۔

پاسا ن سوت ہے بعدان پہل باروہ مسرعام پران ہے۔ ''م سے لوتنہ بنز اشاہ ایسا کی معرب کی ناتی انتہ الا

''میرے لیے تبریز پاشاصاحب کی موت ایک ذاتی نقصان ہے۔۔۔۔۔انہوں نے مجھے میرا پہلا ہریک دیا تھا۔۔۔۔۔اور میرے لیے ان کی حیثیت ایک گاڈ فادر سے کم نہیں ہے۔ یہ یقیناً پاشا فیملی کانہیں پاکستان فلم انڈسٹری کا نقصان ہے۔۔۔۔'' وہ اب تبریز پاشا کے حوالے سے اپنے تاثر ات بتار ہی تھی۔

''پولیس کواپی ابتدائی تغتیش میں بی ثبوت ملے ہیں کہ ایڈیٹنگ روم میں آ گ کسی حادثے کا نتیجہ نبیں تھی۔ بلکہ جان بوجھ کر لگائی گئ ہے۔۔۔۔۔اس حادثے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے؟ ایک جرنلسٹ نے سوال کیا۔'' یہ یقیناً حادثہ نہیں ہے۔۔۔۔فلم انڈسٹری کے دوسرے لوگوں کی

طرح مجھے بھی یقین ہے کہ کسی نے جان ہو جھ کرتبریز پاشاصا حب کونقصان پہنچانے کے لیے بڑی پلاننگ سے بیسب پچھ کیااور صرف تبریز پاشاہی کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں تھا۔۔۔۔۔ یہ ایک ہیروئن کے طور پر مجھے بھی نقصان پہنچانے کی کوشش ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ بیمیرے کیرئیر کی سب سے بڑی فلم تھی اور اس فلم کااس طرح ضائع ہونا کیامعنی رکھتا ہے ہیآ پ سب آسانی سے انداز ہ لگاسکتے ہیں۔'' پری زاد نے بے حداطمینان اور سجیدگ سے کہا۔ ''

''آپکوکسی دوسری ہیروئن پرشک ہے؟''ایک جرنلسٹ نے دلچیس سے کہا۔ '' پیکام میرانہیں پولیس کا ہے۔''پری زاد نے بے حدمتانت سے کہااورا پنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

ت بیگام میرا نیک پویس کا ہے۔ پر می زاد نے بے حد متانت سے نہا اور اپی کا زمی بیں بیھی ں۔ رپورٹرزنے اس سے پچھمزید سوال کرنے کی کوشش کی تھی مگر نا کام رہے۔سلطان نے مداخلت کر کے انہیں روک دیا تھا۔

ں۔ گاڑی میں بیٹھتے بی پری زاد نے ایک سگریٹ سلگالیا۔گاڑی کے چلتے ہی اس نے اپنی آئکھوں پر لگے ہوئے گلاسزا تاردیےاب ان کی

ضرورت نہیں تھی۔سلطان نے ایک بار پھرغور سے پری زاد کا چہرہ دیکھاا سے پری زاد کااطمینان دہلار ہاتھا.....وہ پچھلے تین دن سےا سے اس حالت میں دیکھے رہاتھا.....وہ بی بھرکرسور ہی تھی.....اور جی بھرکر کھار ہی تھیتبریز پاشا کی موت کی وجہ سے ایک ہفتے کے لیے تمام سٹوڈیو بند ہوگئے تھے

اورتمام شوئنگز رک گئی تھیں اور پری زاد کو جیسے اطمینان اور سکون سے گھر جیٹھنے کا موقع مل گیا تھا۔سلطان کی زبان پر بار باراس کے لیے سوال آ کررک جاتا تھا۔۔۔۔کیااس سب میں پری زاد کا ہاتھ تھا؟۔۔۔۔۔گریہ ناممکن تھا پری زاداتنی طاقتو زہیں تھی کہ وہ تبریز پاشا کے ایڈیٹنگ روم میں آ گ لگوانے کی طاقت رکھتی۔۔۔۔۔اور پھرابھی فی الحال پچھلے ایک سال سے تو اس کے اور تبریز پاشا کے تعلقات بہت اجھے ہوگئے تھے۔۔۔۔پھروہ ایسا کیوں کرتی ؟۔۔۔۔۔

لکین پھراس کا بیررعمل؟.....انڈسٹری میں کوئی بھی ہیروئن تبریز باشا ہے بڑی سے بڑی مخالفت رکھنے کے باوجود یا شایروڈ کشنز کےاننے بڑے

فقصان اورتبريزياشا كي موت پركسي ندكسي حدتك اپ سيث ضرور جوتي ..

انڈسٹری کا 25 فی صد بزنس یا شاپروڈ کشنز کی مرہون منت تھا.....اوراب....ان کی تاریخ کےسب سے مہنگے پروجیک کا را کھ میں تبدیل ہونا،ایڈیٹنگ روم کے ساتھ ساتھ سٹوڈیو کے ایک بڑے جھے کی آتشز دگی میں تباہی اور سب سے بڑھ کرتبریزیا شاکی یوں اچا تک موت صرف پاشا پروڈ کشنزنہیں پوری فلم انڈسٹری ہل کررہ گئے تھیفلم ریلیز ہو کرفلاپ ہوتی پھربھی کسی نہ کسی حد تک پچھے نہ پچھے برنس کرتیتہریز پاشا ان بردی رقوم کا پچھ نہ پچھ حصہ واپس ریٹرن کرنے کے قابل ہوتا جواس نے اپنے سینماز کی Renovation اور فلم کی ایڈیٹنگ کے لیے Latest Machinery کی امپورٹ پر بینکوں سے لی تھیکین اس آتشز دگی نے سب کچھرا کھ کر کے ایک بہت بڑے ڈھیر میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔۔۔۔فلم فلاپ ہونے پرتبریز پاشا کوا تناصد مہمی نہ ہوتا جتنااس فلم کے پزش کےاس طرح جل جانے پر ہواتھا۔۔۔۔تبریز پاشا کے دونوں بیٹے بھی اسی لائن میں تھے کیکن تبریز یا شااوران کے اثر ورسوخ میں زمین آسان کا فرق تھااورانہیں اینے سامنے ترکے میں کروڑوں کی جائیداد کے ساتھ کروڑوں کے قرضے بھی مل گئے تھے ۔۔۔۔ میمکن ہی نہیں تھا کہ اگلے چندسال پاشا پروڈ کشنز کسی فلم کاسو چتا بھی ۔۔۔۔۔اور پوری فلم انڈسٹری میں اسی ایک چیز سے تعلیلی چے گئی تھی ہرایک اس متوقع نقصان کا سوچ کرفکر مند ہور ہاتھا جو یا شاپر وڈ کشنز کی فلموں کے نہ بننے کی وجہ ہے ہرایک کوذاتی طور پر

ہوسکتا تھااورا پیےحالات میں اگر پری زاد کااطمینان سلطان کو پریشان کررہا تھاتو وہ یوں پریشان ہونے میں حق بجانب تھا۔

'' پیلم اگرریلیز ہوجاتی تو آنے والے کئی سال تک لوگ اس فلم اور آپ کی ایکٹنگ کے بارے میں باتیں کرتے رہتے۔'' سلطان نے گھر دینینے پراس سے کہاتھا۔وہ اس کے لیے کپڑے نکال رہاتھا۔

''ریلیز نہیں ہوئی تب بھی اگلے تنی سال لوگ اس فلم کے بارے میں بات کریں گے۔۔۔۔۔زیادہ یادگار بن گئی ہے بیلم۔'' وہ اپنے بیل پرکسی کو کال کرر ہی تھی ۔سلطان نے بڑے غور سے اس کودیکھا۔وہاں طنزتھا یا تنفروہ اندازہ نہیں کرسکا۔ ''آپ نے لاز وال ایکٹنگ کی تھی اس میں لوگ زیبا جمیم آ را بصبیحہ خانم کو بھول جاتےانڈسٹری میں اگلے 20 سال صرف پری زاد کا

نام ہوتا۔''سلطان نے کہا۔

'' تنین انڈین فلموں کے چربہاور چارعامیانہ گانوں پر بے ہودہ ڈانس کر کےاگر میں پاکستان فلم انڈسٹری میں نئ تاریخ بناتے بناتے رہ گئ ہوں.....تو فکرمت کرو..... بیتاریخ میںاس سال کئ فلموں کے ذریعے بناؤں گی۔''

شاید کال دوسری طرف نبیں مل رہی تھی پری زاد نے فون رکھ دیا تھا۔ سلطان اس باررہ نبیں سکاوہ لیکتے ہوئے پری زاد کے پاس آیا۔ ''آپ کوخوشی ہوئی ہے کہ بیلم ضائع ہوگئی؟''اس نے بالآ خروہ سوال کیا۔

جواب اتنے بے دھڑک انداز میں آیاتھا کہ سلطان چند کھے بول ہی نہیں سکا۔وہ پری زاد سے کم از کم'' ہاں'' کی تو قع نہیں کرر ہاتھا۔اوراس ''ہاں''میں اور کتنے''ہاں''تھ سلطان کا جیسے حلق خشک ہونے لگا تھا۔ سلطان نے وہ سوال کرنے کے لیے لفظ ڈھونڈ نے شروع کیے جس کا ایک متوقع نتیجہ اس کی پری زاد کے گھر سے ہمیشہ کی چھٹی بھی ہوسکتا

تھا۔البتذاہے پری زاد کے ہاتھوںاس طرح پٹنے کا کوئی اندیشہنیں تھاجس طرح وہ اس سے پہلے والی ہیروئنوں کےساتھ رہ کربات بات پر پٹتا تھا۔ '' بیرحاد ثهجو ہوا ہے....تبریز پاشا کےسٹوڈیو میں' سلطان کوشائیدزندگی میں پہلی بارلفظ نہیں مل رہے تھے..... چند لمحوں کے لیےاس نے سوال نہ کرنے کا بھی سوچاکین اب دریہو گئی تھی ۔ سوال سے پہلے جواب اسے ل گیا تھا۔

''اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔۔۔۔'' پری زاد نے جیسےاس کا ذہن پڑھاتھا۔۔۔۔تین دنوں سےاگروہ اس کا چبرہ پڑھ رہاتھا تو وہ بھی یہی کام کررہی تھی۔سلطان اس کا کتنا بھی وفا دار کیوں نہ ہوتا بیلم انڈسٹری پرحملہ تھااور سلطان کی ہمدردیاں اس سے زیادہ اس فلم انڈسٹری کے ساتھ تھیں

جےوہ پوجتا تھا۔۔۔۔اےاگر شک بھی ہوجا تا کہ یہ بری زاد کا کام تھا تو سلطان اس درخت کو کا نے کی کوشش پر جیپ بیٹھانہیں رہ سکتا تھا جس کی شاخوں یراس سمیت لا کھوں لوگ بیٹھے ہوئے تھے.....اور وہ واقعی بے وقوف ہوتی اگر وہ سلطان کواس معاملے میں کسی شک وشہے کا شکار ہونے دیتی۔

''میں تبریز پاشا سے نفرت کرتی ہوں …..صرف تبریز پاشانہیں اس انڈسٹری کا ہرڈ ائر یکٹر ہریروڈ یوسر …..ان میں ہے جوبھی گرے گا میں اسے تماشائی بن کر ہی دیکھوں گی....اس کا سوگ منانے یا ماتم کرنے نہیں بیٹھوں گی۔ پاشا کے ساتھ جو پچھ ہوا وہ اس کے قابل تھا۔'' پری زاو نے بے حد سنجید گی ہے کہا۔

سلطان نے اطمینان کا سانس لیا ۔نفرت کوئی قابل اعتراض چیزنہیں تھی اس انڈسٹری میں ہرایک دوسرے سےنفرت ہی کرتا تھا۔ یہایک

قدرمشتر کتھی انڈسٹری کے ہرفر دمیں کیکن اس کے باوجود ہرا یک دوسرے کے ساتھ کام بھی کرتا تھااور بقائے باہمی پربھی یقین رکھتا تھا۔سلطان کو اس بات پر کوئی پریشانی نہیں تھی کہ وہ تبریز پاشا کی موت پر رنجیدہ کیوں نہیں ہے۔ تبریز پاشا کی موت پر دل ہے کوئی بھی رنجیدہ نہیں تھا.....سلطان کو صرف پریشانی ہتھی کہ وہ اس فلم کے ضائع ہونے اور پاشا پروڈ کشنز کے بند ہوجانے پر اس طرح صدمہ ز دہ کیوں نہیں ہے جس طرح اسے ہونا

چاہیے پری زاد نے بات کلیئر کر دی تھی اور کسی حد تک اس کے خدشات بھی دور کر دیے تھےسلطان کو بیا نداز ونہیں تھا بیصرف آغاز تھا۔ تہریز پاشا کی موت کے پانچویں ہی دن انور حبیب نے پری زاد کوفون کر کے اس سے اس قلم کے بارے میں پوچھاتھا جو وہ پاشا

پروڈ کشنز کے بینر کے بینے بنانے کا ارادہ رکھتی تھی اور جواب کھٹائی میں پڑتی نظرآ رہی تھی۔تبریز یا شاکے منظرعام سے ہٹ جانے کے بعداور یا شا پروڈ کشنز کے وقتی طور پر بند ہو جانے کے بعد جو چند بڑے ڈائر بکٹر بڑی بڑی اڑا نیں بھرنے کی تیاریاں کررہے تھےان میں انور حبیب بھی شامل

تھا۔جواب پری زاد کےساتھ وہی فلم بنانا چاہتا تھا جو پہلے اسے ایک رسک لگ رہی تھی۔ پری زاد نے بےحدخوش دلی کےساتھ اس کی آفرقبول کرلی تھی۔انورحبیب کی کال ہے پہلے ہی وہ اس کی کال کا انتظار کررہی تھی وہ جانتی تھی کہ انورحبیب اب اس فلم کےسلسلے میں اس ہےرابطہ کرے گا۔۔۔۔۔

تبریز پاشا کی موت کےٹھیک 30 دن بعد پری زاداورانورحبیب نے ایک پریس کانفرنس میں اپنے اس مشتر کہ پروجیکٹ کا اعلان کیا جسےوہ دونوں تبریز یاشا کوDedicate کررہے تھے.....اوراس پریس کانفرنس کے چند گھنٹوں کے بعد بری زاد کوسفیرخان کی کال ملی تھی جواس کے انور حبیب ہے وہ سفیرخان کے خیال میں واقف نہیں تھی۔ پری زاد بے حدمتانت ہے اس کی باتیں سنتی رہی پھراس نے اپنی کسی مصروفیت کا بہانہ بنا کرفون رکھ دیا تھا۔ وہ جانتی تھی اس فلم میں انورحبیب کی شمولیت سفیرخان اورانورحبیب کے درمیان پچھلے کئی سالوں سے چلی آنے والی دوستی کا اختیام تھا۔ وہ جب تک انٹھے تھے کوئی عورت ان کا پچھنبیں بگاڑ سکی تھی ۔۔۔۔۔اور پری زاد نے انہیں اکٹھانہیں رہنے دیا تھاوہ انہیں آپس میں تو ڈکرختم کرسکتی تھی اوروہ کررہی تھی تبریز پاشا کی''بہارروں کے سنگ'' کی بجائے انہیں تاریخوں میں کرم علی کی فلم سینماز میں ریلیز ہوگئی تھی اورفلم نے بڑا برنس کیا تھا۔۔۔۔۔اس کے باوجود کہا*س فلم میں پری زاد کے علاوہ کوئی دوسرا بڑا سٹارنہیں تھا۔۔۔۔۔اوراس چیز نے جہاں پری زاد کی مارکیٹ ویلیو بڑھائی تھی وہاں بہت سے* دوسرےا کیٹرزاورا کیٹریسز کےاندیشوں میںاضافہ کردیاتھا.....وہ انڈسٹری کی پہلی ہیروئن تھی جسے کامیابی کے لیے کسی'' جوڑی'' کا حصہ بننے کی ضرورت نہیں پڑر ہی تھی وہ جس ہیرو کے ساتھ کام کرتی وہ فلم ہٹ ہوجاتی۔ یری زادنام کا جوسورج طلوع ہوا تھااس نے بڑے بڑے ستاروں کو گہنا کرر کھ دیا تھا۔ زری اور جمال کے درمیان صلح کرم ہے زری کے شادی کے تین دن بعد ہی ہوگئی تھی جب زری شادی کے بعدر ہے کے لیے اپنے میکے آ ئی تھی اور یہاں آنے کے بعد جو پہلا کام اس نے کیا تھاوہ جمال ہے معافی کا تھا۔ بیکام اس کی نو قعات ہے بھی زیادہ آسان ثابت ہوا تھا۔ جمال عام حالات میں اس سے ناراض ہوتا تو اسے اسے منانے میں کئی کئی دن لگ جاتے لیکن وہ تب تھا جب وہ چوکیدار حمید کے گھر پر محلے کے کپڑے سینے والی زری ہوتی تھیاب وہ کینیڈامیں بسنے والے ایک کروڑ پتی آ دمی کی بیوی تھی اور اس کے جسم پرموجود لباس اور زیورات جیسے میلوں دور سے و در وں کواس کی اطلاع دیتے تھے۔اس کے جسم پر موجو دایک ایک شے بیکار بیکار کر جیسے اعلان کرنے لگی تھی کہاس کی کلاس تبدیل ہو چکی ہے۔۔۔۔۔اور اس تبدیلی کے باوجوداگروہ جمال ہے معافی ما نگ رہی تھی اوراس کے ساتھ پرانے مراسم بحال کرنا جاہ رہی تھی تو جمال کے لیےا نکار کیے ممکن تھا.....وہ چند گلےشکوؤں کے بعد بہت آ سانی ہے مان گیا تھا۔وہ ہر بارایئے گھرجانے پر کرم کو گھر بٹھا کراپنی دوستوں سے ملنے کے بہانے کہیں نہ تکہیں جمال سےضرورملتی.....اورصرف اتنانہیں تھاوہ کھلے دل سے جمال کووہ پیسہ بھی دےرہی تھی جوکرم اسے دیتا تھا.....زری کی زندگی میں صرف

کے ساتھ کیے جانے والے اس پروجیکٹ پر بُری طرح چراغ یا ہور ہاتھا۔اس کا خیال تھا کہ سب سے پہلے پری زادنے اس کے ساتھ بیڈلم بنانے کا

منصوبه بنایا تھا۔اس لیےاسےابھی بھی اس پروجیکٹ کےسلسلے میں انورحبیب پرتر جیج مکنی چاہیےتھی۔ پری زاد نے بڑےاطمینان سےاسے بتایا کہ

انور حبیب نے اس سے پہلے اس سے رابط کیا تھا سفیر خان اگلا ایک گھنٹہ پری زاد کوانور حبیب کے بارے میں ان تمام خطرات ہے آگاہ کرتار ہاجن

اس سے شادی کر لے گیاور دونوں کینیڈ امیں ہی رہیں گے اور کوئی کام کرلیں گےاس نے وہ سارا حساب کتاب جمال کو بھی بتایا تھا جو شادی

جمال ہی وہ مخص تھا جس کے ساتھ اس کا کوئی حساب کتاب نہیں تھا۔۔۔۔۔اور جس کووہ آئکھیں بند کیے پچھ بھی دے دیتی اسے کوئی ملال نہ ہوتا۔۔۔۔۔وہ

کرم کے پاکستان میں قیام کے دوران بھی اس ہے مکتی رہی اوراس کے پاکستان سے چلے جانے کے بعد بھی اور بیمیل جول تمام اخلاقی حدود قیو دکو

یارکر گیا تھا۔۔۔۔۔ بیزری کا پلان تھا کہ وہ چندسال کرم کےساتھ رہ کرا تنارو پیدا کٹھا کر لے گی کہ جمال کوکینیڈا بلا لےاور پھروہ کرم سے طلاق لے کر

زری کےعلاوہ بھی بہت می دوسری دلچسپیاں ڈھونڈ لی تھیںزری ہے اگر چہاس نے بیسب کچھ چھیانے کی کوشش کی تھیکین وہ زری تھی اس سے کچھ چھیار ہنا ناممکن تھا۔۔۔۔ جمال نے اس کے سامنے وضاحتوں اور جھوٹوں کا ایک پہاڑ کھڑا کردیا تھااس کے باوجودزری کے لیےاس پہاڑ کے و وسری طرف دیکھنامشکل نہیں تھا.....ا ہے شدید صدمہ تو پہنچا تھالیکن جمال اس کی کمزوری تھااس کی بے وفائی کے باوجود وہ اسے نہیں چھوڑ سکتی تھی اور جمال بیہ بات اچھی طرح جان چکا تھا.....زری کے لیےاب بیضروری ہو گیا تھا کہ وہ جلداز جلد جمال کوکینیڈ ابلوانے اوراس ہے شادی کی کوشش کرے.....اور بیایک اتفاق ہی تھا کہ بیموقع کینیڈ اواپس جانے کے فوراً بعد ہی آ گیا تھا۔ کرم ہے اس آ منے سامنے نے یقینا کچھ در کے لیے اس کے پیروں کے بنچے سے زمین نکال دی تھیکین وہ بہمی جانتی تھی کہا گر کوئی سیجے معنوں میں اس کی مدد کرنے کے قابل تھا تو وہ بھی کرم ہی تھا. جوکسی دوسری لڑی کے لیے بے حیائی کی انتہا ہوتی ہے وہ زری کے نز دیک صرف ایک معمولی نیکی تھی جے کرنے کاوہ کرم سے مطالبہ کر رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑے رور ہی تھی۔اور کرم اسے صرف بے یقینی سے دیکھ رہاتھا.....کیا اس سے زیادہ نا قابل یقین چیز اس کی زندگی میں ہوسکتی تھی؟ ۔۔۔۔۔یفنیناً ہوسکتی تھی ۔۔۔۔صرف کرم علی ہی توابیا تھا جس کے لیےالیبی ہرآ ز مائش لکھ دی گئی تھی۔ ا ہے سامنے ہاتھ جوڑ نے ہیں دیکھا تھاا وراب زری جوڑ رہی تھی تواسے تکلیف ہور ہی تھی۔ ''میں بہت مجبور ہوگئی تھی واقعی کرم آپ اللہ کے لیے مجھےمعاف کر دیں ۔میری مدد کریں۔'' اس نے اب ہاتھ ہٹالیے تھے کیکن رونانہیں جھوڑا تھا۔ کرم بے حد خاموشی ہے اس کے بہتے آنسوؤں کودیکھیار ہا۔۔۔۔اسے اس وقت زری

میں زیادہ دلچین نبیں رہی تھیزری کی عدم موجود گی میں اس کے فراہم کیے جانے والے پیسے کووہ بےحد بے دردی ہے خرچ کرر ہاتھاا وراس نے

اورزری سے بیجھوٹ بول دیا کہاس کے ساتھ فراڈ ہو گیا تھادونوں کے درمیان اس مسئلے پرمعمولی تلخی بھی ہوئی زری کواس کی بات پرشک بھی تھا

` کی رات اس نے کرم ہےا پی پہلی گفتگو میں کیا تھا..... جمال کی جگہ کوئی اور مرد ہوتا تو وہ زری پر لعنت بھیجتا اورا پنی راہ لیتا یا پھرا ہے مجبور کرتا کہ وہ کرم

ے فوری طلاق لےجن مہراورزیورات کی شکل جو کچھا سے ل چکا تھاوہ پہلے ہی ان دونوں کے لیے بہت کا فی تھا.....گریہ کینیڈا جانے کا خواب تھا

کے لیے کسی ایجنٹ ہے جعلی دستاویزات بنوانے کے لیے بھاری رقوم بھجوا ئیںدونوں دفعہ جمال نے اس پیسے کواپنے اللّے تللّوں میں ضائع کیا

زری کینیڈا جانے کے بعد صرف اپنے والدین کو ہی نہیں جمال کو بھی بڑی بڑی رقوم جمیحتی رہیاوراس نے دومر تبہ جمال کو کینیڈا آنے

جوزری نے جمال کودکھا دیا تھا۔۔۔۔۔اور جمال کے لیےاب یہ بہت مشکل تھا کہ وہ اتنی آ سانی سے اس خواب کو ذہن ہے نکال دیتا۔

اس کے باوجود وہ اس کی بات پر یقین کرنے پر مجبور تھیکرم کے پاس کینیڈا کی شہرت تھی اور زری اگر زیادہ پڑھی لکھی یا قانونی معاملات سے واقف ہوتی توبیہ جان جاتی کہ وہ اگر صرف کچھ عرصہ خاموشی ہے وہاں پیپرورک مکمل ہونے تک گزار لےتو کسی ایجنٹ کی مدد کے بغیروہ کرم ہے طلاق لے کر جمال سے شادی کرنے کے بعداہےخود بھی بلانے کی کوشش کرسکتی تھی اور شائیدوہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعدان قانونی معاملات سے واقف ہوبھی جاتی اگراس کے دوران ہی کرم اے یا کتان نہ بھوا تا اوراہے بیا حساس نہ ہونے لگتا کہ جمال کواب کینیڈا آ کراس ہے شادی کرنے

''میرے سامنے ہاتھ مت جوڑوزری!'' کرم نے اس کے ہاتھ اپنے سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہاتھا۔۔۔۔۔اس نے واقعی زندگی میں کسی کو

پرکوئی غصنییں آ رہاتھا..... چند گھنٹے پہلے والا اشتعال ختم ہو چکا تھا.... وہ اس سے مجت نہیں کرتی تھی اور نہیں کرسکتی تھی بات صرف اتی ہی تھی۔ وہ پہلے ہے کی عصنوی مٹھاس اور آ تکھوں میں جھوٹی محبت خرید سکتا تھالیکن وہ کسی کا دل نہیں خرید سکتا تھا۔ اس نے جانا ہوتا ہے جمال نکما تھا آ واہ تھا خالی ہاتھا ورخالی جیب تھا مگر زری اس پر مرتی تھی اور کرم علی خرید سکتا تھا۔ دل وہیں جاتا ہے جہاں اس نے جانا ہوتا ہے جمال نکما تھا آ واہ تھا خالی ہاتھا ورخالی جیب تھا مگر زری اس پر مرتی تھی اور کرم علی اسے کیا سمجھا سکتا تھا۔ سنٹاید سمجھا نے کی کوشش کرتا اگر زری نے کسی حدود و قیود کا لحاظ رکھا ہوتا صرف بیا لیک چیزتھی جو کرم سے برداشت نہیں ہوئی تھی مرف یہ ایک چیزتھی جو کرم سے برداشت نہیں ہوئی تھی صرف یہ ہی تھی ہو کہ م سے گر ارآئی کی جو کھی تھی ہوئی ہی جو میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرےزری کو تھی اور وہ یہ چی تھی کہ کرم اب اس مرد کے ساتھ شادی کرنے میں اس کی مدد بھی کر ہےکرم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر ہےزری کو برا بھلا کہ یا اپنے اوپر ہنے۔ بہا جین اس کے میں اس وقت اسے صرف یہی لگا تھا بے ورت سے ایک بار پھراس کا اعتاد بری طرح اٹھا تھا ۔....

اسے پچھلے کی سالوں میں اپنی ماں اور بہنوں کے بارے میں کسی فتم کی کوئی خوش فہمی نہیں رہ گئی تھی لیکن پریز نہیں کیوں اس کا پر خیال یا خوش فہمی تھی کہ کم از کم بیوی کے طور پراس کی زندگی کا حصہ بننے والی عورت اس سے وہ سلوک نہیں کرے گی جواس جیسے دوسرے مردوں کے ساتھ ہوتار ہاہے ۔۔۔۔۔ وہ یہاں بھی برقسمت نکلاتھا۔

وہ یہاں بھی بدقسمت نکلاتھا۔ کئی سال پہلے نیویارک کی اس تیسری منزل کے اپارٹمنٹ کے ساتھیوں کی وہ ساری با تیں اس کے لیے جیسے حرف ہے ٹابت ہوئی تھیں۔وہ صابر قیوم ،مجاہد ، تنویریا شوکت زمان کی طرح زری کو گالیاں نہیں دے سکا تھا۔۔۔۔۔اسے برا بھلانہیں کہد سکا۔۔۔۔۔اسے زری سے نفرت بھی

نہیں ہوئی تھیکین ہاں رنجرنج تھا کہ جائی نہیں رہا تھا۔ آخر کسی عورت کا دل کیسے جیتا جاتا ہے؟کیسے جیتا جاسکتا ہے؟دل ہوتا بھی ہے عورت کے پاس؟ وہ وہاں بیٹھا پتانہیں کیا کیاسوچ رہا تھااور ہرسوچ کی لہرکوایک ہی چہرہ ڈسٹرب کررہا تھازین کا چہرہوہ پچھلے

ایک سال سے ہر باراس کا خیال آنے پراپنے دل کوصرف ایک بات کہہ کراس کے تصور کو حبطلا تا رہا تھا.....وہ بے کردار ہے.....اور میری بیوی با کردار ہے....اس میں ہرخامی سہی کیکن وہ پا کباز ہے.....اوراب جیسے زینی اس کومنہ چڑانے گئی تھی وہ ایکٹریس تھی رسوائے زمانہ تھی وہ سب کچھے سے مصد منتہ سے ساتھ ہے اس میں میں اس سے سے سے مصرفہ تھیں تھیں۔ اس میں تابید میں میں میں میں میں میں میں میں میں

کرنے پرمجبورتھی جووہ کررہی تھی....لیکن زری اس کے پاس کیا جواز کیا مجبوری تھی؟.....دوگنی عمر، کم صورتی اور برص..... یا پھرصرف ہوں..... جو اس میں تھی۔زینے میں نہیں تھی....فریب جواس میں تھازینی میں نہیں تھا....جھوٹ جواس میں تھازینی میں نہیں تھا..... وہ بری طرح جھنجلا یا

آ خراس وقت وہ کیوں زین کے ساتھ اس کا موازنہ کرنے بیٹھ گیا تھا۔۔۔۔۔ کیوں بار باراس کے بارے میں۔۔۔۔؟ وہ اب جیسےخود پر پہرے بٹھانے لگا تھا۔۔۔۔۔سوال صرف اب زری کا تھا۔۔۔۔صرف زری کا۔۔۔۔۔ وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔۔۔۔۔اس کا مطالبہ مان لے؟۔۔۔۔۔ یا اسے واپس پاکستان

تجفجوادے.....؟

اوراس مشکل کواس کے گھر والوں نے آ سان بنادیا تھا جنہوں نے بیسب پتہ چلنے پرایک ہنگامہ بریا کردیا تھا۔وہ واقعی ان کاردعمل دیکھ کر واقعی ہکا بکارہ گیا تھا۔۔۔۔۔اورشاید پہلی بار بری طرح پچھتایا تھا۔ کہاس نے کیوں زری اور جمال کے بارے میں اپنی ماں کو بتایا۔۔۔۔۔اے اندازہ بھی نہیں تھا کہاس کی ماں فوری طور پریہسب پچھاس کے بہن بھائیوں کو بتائے گی اوراس کے بعد ہرا یک کی جیسے دلی مراد برآئے گی ہرا یک فوری طور پر ہی چاہتا تھا کہ کرم زری کوطلاق دے کراہے پہلی فلائٹ سے واپس پاکستان بھیج دے بلکہان کے لیےاگرممکن ہوتا تو وہ بیکام خود ہی سرانجام دے دیتے ۔ کرم کوشش کے باوجودان سب سے مینہیں کہدسکا کہ بیاس کی زندگی ہےاوراس کے بارے میں کم از کم اب کوئی فیصلہ کرنے کاحق صرف اہے ہی ہےوہ سب بظاہراس کی ہمدردی اور محبت سے تڑپ رہے تھے اور کرم کے لیے اس طرح کی پیچونیشن میں کوئی ایسی بات کرنا بے حدمشکل تھا.....جباس کی پوری قیملی محاذ بناکیتی تھی تو ہمیشہ اسے ہی پسیا ہونا پڑتا تھا....اس وقت بھی وہی ہور ہاتھا۔کیکن وہ جان گیا تھا کہ اگرزری اس طرح طلاق کے کریا کتان گئ تواس کے گھروالے کیا س<mark>لوک کر سکتے تھے۔</mark> وہ وہاں سب کی باتیں س کروہاں ہے بھی اس طرح اٹھ کرآ گیا تھا۔زری اوراس کے درمیان بات چیت مکمل طور پر بندتھی اوراس میں

دونوں طرف ہے کسی شعوری کوشش کاعمل دخل نہیں تھازری اس ہے چھتی پھرتی تھی اور جب بھی آ مناسامنا ہوجا تا تو کرم کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس ہے کیا کےاس نے زری کو بیضرور بتا دیا تھا کہ وہ اسے طلاق دینے کی تیاری کررہا ہے....اور چند دنوں کے اندراہے کاغذات دے دےگا۔زری نے اس سے دوباہ جمال کو بلوانے کی بات نہیں کی تھی شایداسے یقین ہو گیا تھا کہ کرم ہیکا منہیں کرےگا۔

ا پٹی قیملی کےساتھ ہونے والی اس سٹنگ کے دوسرے ہی دن اسے آفس میں روتی ہوئی زری کا فون آیا۔ کرم کی قیملی اس وفت کرم کے

گھر پینچی ہوئی تھی۔اوروہ اسےاسی وقت گھرہے نکالنا جا ہتے تھے۔زری نے کمرے کولاک کیا ہوا تھااور کرم عقب میں دروازے پر ہونے والاشور سن سکتا تھا۔ پچھ در کے لیے تو کرم کویقین نہیں آیا تھا کہ بیسب پچھاس کے گھر پر ہور ہاتھا.....زری اس کی بجائے ایک کال پولیس کوکر دیتی تواس سمیت اس کے تمام گھر والوں کو لینے کے دینے پڑ جاتےاوراس وقت بیرواقعی اس کی مہر بانی ہی تھی کہاس نے کرم کوفون کیا تھا پولیس کونہیں۔ کرم اسی وفت آفس سے نکل آیا۔ آفس سے گھر آنے کے دوران اس نے فون کر کے اپنے بھائی اور مال سے بات کی کیکن اسے انداز ہ

ہو چکاتھا کہاس کے وہاں پہنچے بغیراس مسئلے کا کوئی حل نہیں نکلے گا۔اور گھر پہنچتے ہی پہلی باراس کا فیوز بری طرح اڑا تھا۔ جب اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی آ صف کوزری کا باز و پکڑ کرتقریبا تھیٹتے ہوئے باہر نکالنے کی کوشش کرتے ویکھااس کے پیچھےاس کی پوری قیملی تھی جوننیمت تھا کہاس وقت آصف کی طرح اسے باہر نکالنے کی کوشش نہیں کررہے تھے صرف زبانی طور پر آصف کو ہلاشیری دینے تک ہی محدود تھے۔

'' باز وجھوڑ واس کا۔'' کرم نہ بھی کہتا تب بھی اسے دیکھ کرآ صف پہلے ہی اس کا باز وجھوڑ نے کا فیصلہ کر چکا تھا۔کوریٹرور میں یک دم خاموثی حیصاً گئی تھی.....''تم اینے کمرے میں جاؤ۔'' کرم نے زری ہے کہا۔'' تیری عقل پر پھر پڑ گئے ہیں کرماس آ وارہ عورت کو کمرے میں جھیج رہاہے۔''

اس کی ماں نے زری کووالیس اندر جاتے دیکھ کرواو بلا کرنا شروع کر دیا۔

"جی پھر ہڑ گئے ہیں۔" کرم نے بے حدسر دمبری سے کہا۔

"اس وقت بی پڑگئے تھے جس وقت آپ سب کے کہنے پراس سے شادی کی تھی۔" وہ پہلی باران سب کی موجودگی میں تلخ ہور ہاتھا۔

''اورتمتم نے کس سے پوچھ کراس کا باز و پکڑا ہے۔''وہ اب آصف پر برساتھا۔

" بھائی جان وہ " صف کچھ حواس باختہ ہوکر ماں کود کیستے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگا۔

'' میں نے کہا تھااسے گھرسے نکالنے کو میں لے کرآئی ہوں سب کو یہاں پرتو نے تواتنے دن سے سب پچھے جاننے کے باوجود

اسے مہارانیوں کی طرح رکھا ہوا ہوا ہے.....

اس کی مال نے بروقت مداخلت کر <mark>کے آصف کو بچایا تھا۔</mark>

''آپ لوگ اپنے اپنے گھر جائمیں اور دوبارہ اس طرح کے کسی کام کے لیے یہاں نہآ کمیں مجھے اس طرح کی مدد اور تعاون کی ضرورت نہیں ہے۔''اس نے اپنے بہن بھائیوں سے نظریں ملائے بغیر دوٹوک انداز میں ان سے کہا۔

'' دو نکے کی لڑکی کے لیے مال اور بہن بھائیوں کو گھرے نکال رہا ہے ۔۔۔۔۔خون سفید ہو گیا ہے تیرا کرم ۔۔۔۔۔ہم سب تیری محبت میں یہاں دوڑے آئے اور تواپنی اس آ وارہ بیوی کواندر بٹھا کرہمیں دھکے دینے پراتر آیا ہے۔''اس کی ماں اب بری طرح اشتعال میں آگئی تھی۔

'' میں کسی کواس گھر سے نہیں نکال رہا۔۔۔۔۔ندان کو ندز ری کو۔۔۔۔'' کرم نے بے بسی ہے کہا۔'' لیکن میں اپنے گھر میں اس طرح کا ہنگامہ زمیں و یکھنا جا ہتا۔''

' د نہیں جاہتے تواہے ای وقت فارغ کرکے یا کستان بھیجو۔''

'' میں نے کب کہا کہ میں اسے طلاق نہیں وے رہا ۔۔۔۔ میں چندون میں اسے طلاق دے رہا ہوں کیکن تب تک میں اسے سڑک پرتو نہیں

ئھينڪ سکتا۔''

"جب اس نے تمہارا خیال نہیں کیا تو تم اس کا خیال کیوں کرو؟"

"وواس كاعمل تفاييمير أعمل ہے۔"

''تو بزول ہے کرم..... تجھ میں ہمت ہی نہیں ہے ایسا قدم اٹھانے کی۔''اس نے ماں کی باتیں خاموثی کے ساتھ ٹی تھیں جو پچھ دریرو ہاں بکتی حجکتی رہی پھراس کے بہن بھائیوں کے ساتھ و ہاں سے چلی گئ تھی۔

کرم اپنے کمرے میں چلا آیا۔ زری بے حد پریشان کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی اندازہ بھی نہیں تھا کہاسے اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑسکتا تھا پہلی باروہ طلاق کے بعدا پے مستقبل کے بارے میں سوچ کرخوفز دہ ہور ہی تھی۔کرم نے اس سے اپنے گھر والوں کے رویے کے لیے معذرت کی اور پھراسی سانس میں کہا۔

''تم جمال کو بتاؤ کہ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

'' کیابات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اس ہے؟'' وہ کچھ پریشان ہوئی تھی۔

''اسے پاکستان اپنے کسی دوست کے پاس بھجوا نا جا ہتا ہوں تا کہ وہ اس کے پیپرز تیار کروا کے اس کے ویز اکے لیے اپلائی کرے اور وہ

یہاں آ جائے۔''زری کوجیسےاینے کا نوں پریفین نہیں آیا تھا۔

زرى جيے ٹھٹھڪ کرره گئی۔

"آپاے بہال بلارے ہیں۔"

'' تمہاری خواہش ہے بیہ'' کرم علی نے سنجیدگی ہے کہا۔اب واقعی ضروری ہوگیاتھا کہوہ اس معاملے کو جتنا جلدی نمٹاسکتا تھانمٹا دیتا۔ جمال ہے اس کی دوسرے دن بات ہوئی تھی اور کرم علی کو پہلے چند جملوں میں ہی جمال کے بارے میں پچھانداز ہ ہو گیا تھا۔

اس نے اسے اپنے دوست کے پاس جانے کا کہا تھا،اپنے پاسپورٹ اور آئی ڈی کارڈ کے ساتھ۔ جمال نے دل میں ہزاروں خدشات کے کراس کی بات سی تھی ،اسے یقین تھا کرم علی اس کے خلاف کوئی سازش کررہاہے۔اگرزری اگلے چنددن اسے سلسل مجبور نہ کرتی رہتی تو جمال کسی

بھی قیمت پر کرم علی کی ہدایات کے مطابق اس دوست سے جا کرنہ ملتا۔

کرم علی نے اس ہفتے کے دوران زری کوطلاق دے دی تھی لیکن اے گھرے جانے کا کہنے کے بجائے وہ خوداس مدت تک کے لیے ایک

دوسرے ایارٹمنٹ میں منتقل ہوگیا تھا۔ جب تک زری کی عدت پوری نہیں ہوجاتی۔

اس کی ماں نے اس بات پر بھی ایک ہنگامہ ہریا کر دیا تھا۔اس کا خیال تھا کہ بوں پورا گھر زری کے ہاتھ میں دینے ہے وہ گھر کی ہرچیز غائب کردے گی اور یہ پہلاموقع تھاجب کرم علی نے اپنی مال کوقانونی معاملات کے بارے میں بتا کران کےاشتعال کوٹھنڈا کردیا۔وہ زری کوایک کم پڑھی لکھی لڑکی سمجھ کریوں سمجھے بیٹے ہیں جیسے وہ پاکستان میں تھے اور وہ پاکستان میں اس کے ساتھ طلاق دینے کے بعد جو جا ہے کر سکتے تھے۔وہ روز

کی ملامت جوکرم علی کو مال ہے تقریباً روز فون پرسننا پڑتی تھی ، وہ اس کے بعد بند ہوگئی تھی۔ کیکن کرم علی کے بہن بھائیوں کوساتھ ہی بیہ خدشات بھی پیدا ہونے لگے تھے کہ زری عدت ختم ہونے کے بعد یا کستان جانے کے بجائے

تہیں کورٹ نہ پہنچ جائے اوراگراس نے کرم علی کی جائیداد کے حوالے سے پچھ مطابات کردیے تواوراس'' تو'' نے کرم علی کی فیملی کو بری طرح سے حواس باختہ کر دیا تھا۔ان میں سے ہرا یک نے دوسرے کواس رشتے اور کرم علی کی اس شادی کے لیے مور دالزام تھہرا ناشروع کر دیا تھا۔

وہ کم عمر کم پڑھی ککھی سیدھی سادی، بھولی بھالی تا بعدارلڑ کی اب یک دم وہ ہڈی بن گئی تھی جےوہ نہ نگل سکتے تھے نہ اگل سکتے تھے۔ ہرایک اب زری کے ہر قیت پرایک باراس کے یا کستان پہنچ جانے کی دعا ئیں کرر ہاتھا یہ جانے بغیر کہ کرم علی اس کے لیے کیا پلان کیے بیٹھا تھااورا گراس کےاس منصوبے کی ان میں ہے کسی کوخبر ہوجاتی تووہ جوطوفان نہ کھڑ اکر دیتے وہ کم تھا۔

اس لیے کرم علی نے جمال کو وہاں بلوانے کے بارے میں اپنی قیملی کے کسی فرد کے ساتھ کوئی بات نہیں کی تھی۔ان کے برعکس اسے زری کے بارے میں کوئی اندیشنہیں تھا۔ایک عجیب سی بے حسی تھی جوزندگی کے اس مر چلے پراس پرطاری ہوگئی تھی۔اگروہ اپنے گھر کوٹو شنے سے نہیں بچا سکا تھا۔تو چندلا کھڈالرزکو بچانے کے لیے جدو جہد کیوں کرتا۔زری اس کی عزت اور ناموس کی حفاظت نہیں کرسکی تو وہ اس سے کسی اوراخلاقی قدروں کا کیامطالبہ کرتا۔

''وه عورت''تھی جو بھی کرتی کم تھا۔

زری بے صدخوش تھی۔اس کا اندازہ کرم علی کوتب ہوتا جب وہ عدت کے دوران وقنا فو قنااس سے ملاقات کے لیے جاتا رہا۔اگر چہ بیہ ملاقات چند منٹول سے زیادہ کی نہیں ہوتی تھی اور وہ اس کی صرف خیر وعافیت دریافت کر کے آجاتا تھا۔اس کے باوجود زری کی خوشی کا اندازہ کرنے میں اسے دقت نہیں ہوتی تھی اور یہ خوشی کرم علی کوایک مجیب سی کیفیت سے دوجیار کردیتی تھی۔

رنج اور ملال کے بیچ کا کوئی احساس تھا جوا ہے ہوتا تھا، زری نے ایک سے زیادہ دفعہ کرم علی کے سامنے اپنی احسان مندی اور شکر گزاری کا ذکر کیا تھا اور کرم علی کو ایک بار بھی اس کی زبان پریفتین نہیں آیا تھا۔وہ جھوٹ بولنے کی عادی تھی۔وہ اب جھوٹ ہی بول رہی ہوگی کرم علی کو یقین تھا اور جھوٹ نہ بھی بول رہی ہوگی کرم علی کو یقیمین تھا اور جھوٹ نہ بھی بول رہی ہوتی تب بھی اے اس کی احساس مندی اور شکر گزاری کی ضرورت نہیں تھی۔ زندگی میں بہی دوجذ بے تو تھے جن کی کرم علی کو بھی کہوٹ نہیں رہی تھی۔وہ جس پر بھی احسان کرتا تھا وہ اس کا حسان منداور شکر گزار ہوتا تھا اور بس اس سے زیادہ پچھ نہیں۔وہ کسی کے دل میں اپنے لیے کوئی تیسراجذ بہ پیدائہیں کرسکا تھا۔

عدت کی مدت گزرنے سے پہلے ہی جمال کینیڈا آگیا تھا۔اوراس کے وہاں آنے کے دوسرے دن کرم علی نے اسے گھر پر ملا قات کے لیے بلا یا تھااوراس پر پہلی نظر ڈالتے ہی ناپہند بدگ کا وہ تاثر اور مضبوط ہوا تھا جواس سے پہلے اس سے فون پر ہا تیں کرتے ہوئے بنا تھا کرم علی ایک زیرک بزنس مین تھا۔انسانوں کو ہا سانی نج کرسکتا تھا۔اورا سے اس وقت زری پر واقعی ترس آر ہا تھاشکل وصورت کے علاوہ جمال میں دوسری کوئی خو بی نہیں تھی اور کرم علی کوکوئی شبہیں تھا کہ جمال سے شاوی کی صورت میں زری نے اپنے لیے ایک اندھے کئوئیں کا انتخاب کیا تھا۔

کرم علی جنتنی خوش دلی ہے مل سکتا تھااس ہے ملاتھا کیونکہ جمال کا انداز بے صدمختاط اور عجیب تھا۔ وہ جیسے کرم علی کے بارے میں مسلسل اندازے لگانے میں مصروف تھا۔

'' کچھ لیں گے آ پ؟''اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آتے ہوئے کرم علی نے بے حد شائنتگی سے پوچھا۔

''ہاں زری۔'' جمال نے بے حدمعنی خیز کیکن بے حدجیجی جورے انداز میں کہا۔ چہرے پر ایک رنگ آنے کے باوجود کرم علی نے اس کے جواب کونظرا نداز کیا۔وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ جمال اس کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔لیکن وہ مستقل کمرے اور کمرے میں موجود چیزوں کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

" كوئى تكليف تونبيں ہوئى آپ كواس اپارٹمنٹ ميں؟" چندلمحوں كى خاموشى كے بعد كرم على نے اس سے كہا جمال چونك كراس كى

طرف متوجه هوابه

و دخېيل په '

آ پاورزری شادی کے بعد بھی اس اپارٹمنٹ ہیں رہیں گے۔ کرم نے اسے مطلع کیا۔ جمال کے ماتھے پرایک شکن آئی۔خریدا ہے آپ میر سریز''

"ایک سال کے لیے کرائے پرلیاہے۔"

''اس احسان کی کیا ضرورت تھی کرائے پرتو میں بھی لے سکتا تھا۔''

جمال کے لیجے میں ہلکی می ناراضی آئی۔

ہدی سے بہت سے بیاں میں ہوئی ہوئی ہوئی ہوئی ہے۔ اسے شایدا ندازہ اس کے ساتھ ہونے والی دو چار باری گفتگو میں کرم علی نے ہمیشہ بے حد شائنتگی اور تہذیب کا مظاہرہ کیا تھا اور بیوہ خاصیت تھیں جن سے جمال ناواقف تھا۔ اپنی سابقہ بیوی کی اس کے سی پرانے آشنا سے شادی کروانے والے مردکو جتنا کمزور سے بات کررہاتھا۔
سمجھ سکتا تھاوہ اتنا ہی کمزور سمجھ کراس سے بات کررہاتھا۔

"بالالك فيكثرى مين پيكنگ كا-"

کرم علی نے سنجید گی سے کہا۔

"اب میں کینیڈا آ کراس طرح کا چھوٹاموٹا کام کروں گا؟" جمال ایک بار پھراپنی نا گواری چھپانہیں سکا۔

''آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ کسی ہنرہے بھی واقف نہیں انگلش بھی آپ کونہیں آتی۔اس صورت حال میں ای طرح کا کام ہی کرنے کو ملے گا آپ کو۔'' کرم علی نے اس کےانداز کونظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

''اس طرح کا کام تو میں خودبھی ڈھونڈسکتا تھااس کے لیے مجھے آپ کےاحسان کی کیا ضرورت تھی۔'' جمال اس باراپی ناراضی کو چھپا

تہیں سکا تھا۔

"آپ کی مرضی ہےنہ کرناچا ہیں تو نہ کریں۔"

کرم علی نے ایک بار پھرای سر دمہری کے ساتھ کہا تھا۔

جمال کےساتھ جانا جا ہتی ہے۔کرم علی نے مزید کوئی اعتراض کیے بغیرا سے جانے کی اجازت دے دی تھی۔

جمال کو ہنگ کا احساس ہوا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ کرم علی سے مزید کچھ پوچھتا۔ ذری کمرے میں آگئ تھی۔اور بے اختیار جمال کی طرف گئتھی۔اگراچا تک اسے کرم علی کی وہاں موجود گی کا حساس نہ ہوجا تا تو وہ یقیناً جمال سے لپٹ جاتی ، وہ پچھالی بھی سرخوثی کے عالم میں تھی۔ کرم علی اٹھ کر کمرے سے باہرنکل گیا تھا وہاں اس کی موجودگی اب غیر ضروری تھی۔ دس منٹ کے بعد زری اس کے پاس آئی اوراس نے کرم علی سے کہا کہ وہ جمال کے ساتھ جانا چاہتی ہے کرم علی نے اسے یا دولا یا تھا کہ اس کی عدت میں ابھی وقت باقی ہے۔لیکن زری بھندر ہی کہ وہ زری بے صد جوش وخروش میں اپنے کمرے میں آئی اور اس نے پیکنگ شروع کر دی۔اور پیکنگ کرتے ہوئے اسے احساس ہوا تھا کہ وہ صرف ایک دن میں اپناساراسامان پیکنہیں کرسکتی تھی جوجگہ جگہ پر بھراہوا تھا۔اس نے جمال کےساتھ جانے کاارادہ کچھدن کے لیے ملتوی کر دیا۔ جمال کچھنا خوش ہوکرواپس گیا تھا۔اوراس کے جانے کے بعد کرم علی نے زری سے کہا تھا کہ وہ اس کے گھر سے اپنے سامان کےعلاوہ بھی اگر کچھ لے کر جانا جا ہتی ہے تو لے جائے اسے اعتراض نہیں ہوگا۔اس نے زری کو کچھ مزیدرقم کا ایک چیک بھی دیا تھا۔وہ واقعی جتنے اچھے طریقے سےاسےاپنے گھرہے رخصت کرسکتا تھارخصت کرر ہاتھااوراس ہےوہ چیک لیتے ہوئے زری کو پہلی بارسچے معنوں میں کرم کے لیےممنونیت کا حساس ہواتھا۔'' آپ کو مجھ پراور جمال پر غصر نہیں آ رہا کرم؟''اس نے پیتنہیں کس خلش سے مجبور ہوکر کہاتھا۔'' تم پر آیا تھا غصہ مجھےتم ہوی تھیعزت تھی میریتم سے تو قعات تھیں مجھے جمال پر کیوں آتا؟ وہ غیر آ دمی تھااس سے میرا کیار شدتھا۔ جس کالحاظ یا پاس وہ کرتا۔'' " مجھے بہت شرمندہ ہے میں نے آپ کود کھ پہنچایا۔" '' دکھ بڑا حچھوٹالفظ ہےزری۔۔۔۔ بڑا ہی حچھوٹالفظ ہے۔۔۔۔تم نے ایک اور رشتے پر سے میرااعتبار ختم کردیا۔'' وہ اس وقت اس کے ساتھ بیہ ساری با تیں کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا.....رشتہ ختم ہو جانے کے بعد بیساری با تیں بے کارتھیں۔لیکن زری بہت مہینوں کے بعد اس ہے اس موضوع پر بات کرر ہی تھی اور پیتنہیں وہ اس تک کیا پہنچا نا جا ہتی تھی۔'' آپ مجھے بہت براسمجھتے ہوں گے کرمکین میں بری لڑکی نہیں ہوں۔'' ''میں نے کب کہا کہتم بری ہو.....کیکن تم نے جو کچھ کیا وہ برا تھا جاہے اس کے لیے تمہارے پاس کتنی ہی مضبوط وجوہات کیوں نہ ہوں.....کیکن اب ان با توں پر وفت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے.....واحد نصیحت حمہیں میری یہی ہے کہ عدت کے چند ہفتے باقی ہیں وہ گزار

کریباں سے جاؤاور پھراس مسجد کے امام سے مل لیناوہ جمال کے ساتھ تمہارا نکاح کردے گا..... میں نے اس سے تم لوگوں کے بارے میں

زری نے اس کے ہاتھ سے وہ کارڈ بکڑلیا جوکرم نے اسے والٹ سے نکال کراس کے سامنے کیا تھا۔'' آپ بڑے اچھے آ دمی ہیں کرم۔'' زری کے لیجے میںممنونیت جھلک رہی تھی۔احسان مندیشکر گزاریمنونیتکرم نے ایک گہرا سانس لیااورمسکرانے کی کوشش کرتا ہوا کمرے سے باہرنگل آیا۔

ا گلے چند دنوں میں وہ زری کے وہاں سے چلے جانے کی تو قع کر رہا تھالیکن اسے جیرت ہوئی جب وہ اپنی عدت ختم کرنے کے بعد ہی '۔ '۔ وہاں سے گئی۔

جمال کے ساتھ زری کی زندگی کیے گزرنے والی تھی زری کو نکاح کے فورا بعد پہلی بار جمال کے ساتھ اس ایار شمنٹ میں آتے ہی جان گئ تھی۔ '' بیہ جوہ دڑ بہ جوتمہارے سابقہ شوہرنے ہمارے لیے پسند کیا ہے۔'' جمال نے گھر کےاندر داخل ہوتے ہی بےصد طنزییا نداز میں اس سے کہاتھا۔ '' کیوں کیا ہوااہے؟ اچھا خاصا توہے۔''زری نے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''احِماخاصا؟....اس کا پناگھر دیکھاہےتم نے؟'' جمال نے خفگی ہے کہا۔

www.urdunovelspdf.com

''وہ اس کا اپنا گھرہے۔۔۔۔۔اس کی اپنی کمائی کا۔''زری نے بےساختہ کہا ،اور کہہ کر پچھتائی۔ ''میں اچھی طرح جانتا تھا تو ایک دن کمائی کا طعنہ ضرور دے گی مجھے۔''جمال بری طرح گبڑا تھا۔

" طعنة تعور ي دے رہي ہوں بس بات كررہي ہوں ميں _" زرى نے بات سنجالنے كى كوشش كى _

" تیرے لیے بات ہے میرے لیے گالی ہے یہسب کچھ یا کستان میں چھوڑ کر میں تیرے لیے پردیس آ بیٹھا ہوں اور تو یہاں آ کر بھی

کمائی کا طعنہ دے رہی ہے مجھے۔'' جمال بری طرح مجڑا ہوا تھا۔ زری کواسے منانے میں کئی گھنٹے لگے۔ بیدوہ جمال نہیں تھا جو پچھ ماہ پہلے پاکستان میں اس

کة کے پیچےدم بلاتا پھرر باتھا۔ جبوہ کرم علی کی بیوی تھیابوہ "ای" کی بیوی تھیاوراپنی سب کشتیاں جلاکرة فی تھی اور جمال بیجا نتا تھا۔

ا گلے چند ہفتے دونوں کے درمیان چھوٹی موٹی تکرار ہوتی رہی لیکن کوئی برا جھگڑ انہیں ہواا<mark>س میں برا ہاتھ زری کا ہی تھا۔زری</mark> کے پاس فی

الحال پیے کی بہتات تھی اور وہ جمال کے ساتھ کینیڈ امیں گھومتی پھرتی اور اس پر کھلے ہاتھ سے روپییز جسی کرتی رہیایسے حالات میں جھگڑے کا

ا مکان کچھکم ہی تھا۔ پاکستان میں کرم کےساتھاس کی طلاق اور جمال کےساتھاس کی شادی کا پیتہ چل چکا تھا۔اس کے گھروالول نے ابتدائی لعنت مدینہ سے مصرورہ نے میں میں میں مسلم کی میں مصرورہ میں انسان میں قبات میں میں کسر میں مصرورہ میں انسان میں ہوگی ک

وملامت کے بعد بالآ خراس کی شادی کوشلیم کرلیا تھا۔وہ جمال کے ساتھ پاکستان آ جاتی تو وہ اس شادی کوکسی صورت میں شلیم نہ کرتے مگر وہ کینیڈا میں تھی۔اوراس کے گھر والوں کو ہر ماہ کینیڈا ہے آنے والی رقم کی عادت ہو چکی تھی۔غربت بہت ساری بنیا دی صفات سے انسان کومحروم کر دیتی

ے اوراس میں سے ایک خود داری بھی ہوتی ہے۔وہ زری سے قطع تعلق کر لیتے تو ان کا گھر کیسے چلتاکینیڈا سے آنے والے چیک کی مالیت کم

ہو چکی تھی لیکن بہر حال اب کرم کی بجائے زری انہیں تھوڑی بہت رقم بھجوار ہی تھی ان کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

زری اور جمال کے درمیان پہلا بڑا جھگڑا تب ہوا جب چند ہفتے گز رنے کے بعدا یک دن زری نے جمال کواس جگہ کام پر جانے کے لیے

کہا جہاں کرم نے اس کے لیے کام کا بندوبست کیا تھا۔ جمال نے دوٹوک الفاظ میں وہاں جانے سے انکار کردیاوہ وہاں تو کیا فی الحال کہیں بھی

کام پر جانے کے لیے تیار نہیں تھااوروہ یہ بات سمجھنے ہے بھی قاصرتھا کہ زری بار باراسے کام پر جانے کے لیے مجبور کیوں کر رہی تھی جب اس کے یاس کرم کا دیا ہوا'' اتنا'' پیسے تھا۔ بیصرف زری جانتی تھی کہوہ اتنا پیسہ اب آ ہتہ آ ہتہ ہوا میں تحلیل ہونے لگا تھااوراس کی بنیادی وجہ جمال تھا جس

پی کو مادیا ہوں میں چینہ مادیہ رے دون ہوں میں نہ دوہ میں ہوئی ہے۔ ہمتہ ہمتہ ویں میں بوٹ میں ماروں میں بیوری وہ کے ذاتی اخراجات گھر کے اخراجات سے بھی تجاوز کر جاتے تھے اگلے چند دن بھی ان کے درمیان اسی طرح جھکڑے ہوتے رہے پھر بالآخر جمال

اندازه ہوگیا تھا کہ بیسکون عارضی تھا۔

''میں دوبارہ مبھی اس فیکٹری میں نہیں جاؤں گا۔۔۔۔ بتار ہاہوں تحقیے میں ۔'' جمال نے زری کے درواز ہ کھولتے ہی اعلان کرنے والے

انداز میں اسے بتایا تھا۔ زری کی جیسے جان پر بن آئی۔

" کیوں؟ کیا ہوا؟''

'''تہارے پچھلے شوہرنے مجھے ذلیل اور تنگ کرنے کے لیے بیکام دیا ہے مجھے۔۔۔۔۔اپٹسی دوست کی فیکٹری میں کام دلوایا ہے مجھے اور جہاں پہلے ہی دن شفٹ انچارج نے ذلیل کیا مجھے۔۔۔۔۔'' ''ہلکن کیوں؟''زری پریثان ہونے گئی تھی۔

' ' مجھی کہدر ہاتھا میں سگریٹ نہ پیؤں …… بھی کہدر ہاتھا ورکر زباتھ روم میں اتنی دیز ہیں بیٹھتے …… بھی کہدر ہاتھا میں توجہ سے کا منہیں کرر ہا

وقت ضائع کررہا ہوں۔ میں بتارہا ہوں تنہمیں میں نے اب وہاں نہیں جانا۔'' '' ٹھیک ہےمت جاؤ وہاں ۔۔۔۔۔ پھر کہیں اور کام ڈھونڈلو۔'' زری نے کہا۔

'' تھیک ہےمت جاؤ وہاں چر بہیں اور کام ڈھونڈلو۔'' زری نے کہا۔ '' ڈھونڈھ لوں گا کام بھی چاردن کام نہیں کریں گے تو بھو کے نہیں مرجا کیں گے ہم دونوں۔'' جمال نے بے حد غصے سے کہا۔

کے بعد کام کے لیے دوبارہ گھرہے نہیں نکلاتھا۔

" دُهُوندُ هانون کا کام بنی چاردن کام بین کریں نے تو جو نے بین مرجا میں نے ہم دولوں۔ جمال نے بے حد عصے۔ '' جمال پہلے ہی دوماہ ہو گئے ہیں اور' زری نے پچھ کہنا چاہالیکن جمال نے بے حد غصے میں اس کی بات کا ٹی۔ ''میں نے کہانا ڈھونڈ لول گا کام تو خوادیخو اومیہ او یاغ جوال شزمہ تا بیسٹراکر'' جمال تلخی سرکہتا ہوایا تھی وم میں گھس گ

'' میں نے کہانا ڈھونڈلوں گا کامتو خواہ محراد ماغ چاہئے مت بیٹھا کر۔'' جمال تلخی ہے کہتا ہواباتھ روم میں گھس گیا۔زری پرجیسے اوس پڑگئی تھی۔ جمال کے چند دنوں کا مطلب صرف چند دن نہیں تھا....۔ کتنے دن ہوتا یہ وہ سوچ کر فی الحال اور پریثان نہیں ہونا جا ہتی تھی۔

ی سی ۔ جمال کے چندونوں کامطلب صرف چندون جیس تھا۔۔۔۔۔ کینے دن ہوتا ہیدوہ سوچ کرتی الحال اور پریشان جیس ہونا جا '' مجھے کچھ پیسے دے۔'' وہ سنک میں برتن دھور ہی تھی جب اس دن جمال نے آ کراس سے کہا تھا۔ وہ اس ایک دن فیکٹری میں جانے

> ''کس لیے؟'' ''سر میں میں اس میں میں میں میں میں اس کے بیار میں میں اس کے اس کے بیار کا اس کے بیار کا رہوں کے رہوں کے رہوں

> '' ہر ہار تیراسوال کرنا ضروری ہوتا ہے؟'' جمال کواس کے سوال پرغصہ آیا تھااور ذری کواس کے مطالبے پر۔ '' و مکھ جمال تو بے مقصد میسے لے کرضائع کرتا ہے۔''

'' و مکھے جمال تو بےمقصد پیسے لے کرضا کع کرتا ہے۔'' ''میں بےمقصد پیسے لےکرضا کع کرتا ہوں اور جو پیسے تو ہر ماہ اپنے ماں باپ کوجیجتی ہے وہ ضا کع نہیں ہوتے۔'' جمال نے ترکی بہتر کی کہا۔

''وہ میرے حق مہر کے پیسے ہیں کرم نے دیے تھے مجھے۔'' زری نے تنگ کرکہا۔ ''لاساں کی کی مذہب محمد تعدید اساس کے گئے تنداز نیاز نہاں کا خاتمہ کا میں ''

'' ہاں سارا کچھکرم نے ہی دیا ہے مجھے اور تیرے ماں باپ کو کجھے تو بہانے بہانے سے اسے یادکرنے کا موقع ملنا جا ہیے۔'' زری اس کی بات پر غصے سے سرخ ہوگئ تھی۔

'' دیکھے جمال ہار ہار مجھے کرم کے طعنے مت دیا کر …… میں ننگ آگئی ہوں تیری ایسی ہا توں ہے۔'' ''میری ہاتوں سے نہیں مجھ سے ننگ آگئی ہے تو ……اپ کوئی تیسرا شو ہرنظر آنے لگاہوگا تختے۔''وہ جمال کی

"میری با توں سے نہیں مجھ سے ننگ آگئی ہے تو ۔۔۔۔۔اب کوئی تیسرا شوہر نظر آنے لگا ہوگا تجھے۔"وہ جمال کی بات پر سنائے میں رہ گئی تھی۔ " تونے کیا کہا مجھے؟"

''جوکہنا تھا کہددیا۔۔۔۔تو بہری نہیں ہے۔'' جمال نے غصے سے کہااور شیلف پر پڑا گلاس زور سے فرش پر پھینک کرتو ڑتا ہواوہاں سے نکل گیا۔ وہ ٹو شنے والی واحد چیز نہیں تھی آنے والے ہفتوں میں جمال نے گھر کی اور بھی کئی چیزیں تو ڑی تھیں ہر بارا سے جب پییوں کی ضرورت ہوتی اور زری اسے اسے نظرنہیں آ رہاتھااوراخراجات کوختم کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں مل رہاتھا۔ جمال اس کے لیے ایک سفید ہاتھی بن گیا تھااوراس کے ساتھ رہتے ہوئے اسے دن میں کئی بارکرم یاد آتا۔اس نے ا<mark>س کے ساتھ جو دقت گزاراتھاوہ واقعی جنت میں رہنے کے مترادف ہی تھااور بعض دفعہ</mark>ا سے شدید پچچتاوابھی ہوتالیکن سچے معنوں میں اے کرم پہلی بارتب یاد آیا تھا جب جمال نے پہلی باراس پر ہاتھ اٹھایا۔وہ پچھلے کچھ دنوں ہے کسی نائث کلب سے شراب بی کرآ رہا تھااوراس دن بھی نشے کی حالت میں گھروا پس آنے پران کے درمیان جھکڑا ہوا تھا جس پر جمال نے اس کے چہرے پرتھیٹر تھینچ مارا.....وہ پاکستان میں ہوتی توابیا کوئی تھپٹراہےاں طرح بقر کے بت میں تبدیل نہ کرتا کیونکہاس طرح کی مارپیٹ اس محلے کی عورتوںاورخوداس کی ماں اور بہنوں کی زندگی کا ایک اہم جز تھی کیکن سارا مسئلہ بیتھا کہ وہ کرم کے ساتھ رہ کرآ ئی تھی جس نے ہاتھ اٹھا نا تو در کنار بھی اس ہے او مجی آ واز میں بات تک نہیں کی تھی اوراب اس کے چبرے پرتھپٹر پڑا تھا تو زری کےاعصاب واقعی سن ہو گئے تتھاس رات وہ پہلی بارکرم کو یا دکر کے بھوٹ پھوٹ کرروئی تھی.....وہ دوگنی عمر معمولی شکل وصورت اور برص کے داغ جن کے طعنے دے دے کراس نے کرم کا جیناا جیرن کر دیا تھااب وہ یک دم جیسے بے معنی ہو گئے تھے اس کے لیےاس مخص کی ہر خامی کے باوجودوہ اس کے ساتھ سکون سے زندگی گز ارر ہی تھی عزت اور محبت سے رکھا ہوا تھا اس نے اسے پھراس اندھے کنویں کا انتخاب کیوں کیااس نے؟.....زری کو بمجھ نہیں آ رہی تھیخود کولا کھ عقل مند سمجھنے کے باوجودا سے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ جمال کواچھی طرح جاننے کے باوجوداس کے ساتھ زندگی گز ارنے کا فیصلہ کیا سوچ کر کیا تھا۔ جمال نے دوسرے دن اس سےمعافی ما نگ لی تھی۔زری نے اسےمعاف بھی کردیا تھااس کےعلاوہ اورکر بھی کیاسکتی تھی ہے کرم کا گھرنہیں تھا جہاں وہ مانتھے پر بل ڈالے پھرتی رہتی اور کرم اس کی خفکی دور کرنے اور دلجوئی کرنے کی کوشش کرتا۔ جمال سے شادی کے جیے ماہ بعدوہ پہلی بار پر بیکٹٹ ہوئی اور دو ماہ کے بعداس کا پہلامس کیرج ہوگیااور یہی وہ وفت تھاجب جمال نے اس کی کافی تیار داری کی اور وقتی طور پراس کی زبان میں جیسے شہد جیسی مٹھاس آ گئی تھی.....زری جسمانی اور جذباتی طور پراس وقت بری طرح کسی سہارے کی مختاج تھی اور وقتی طور پراسے لگا جیسے جمال واقعی بدل گیا تھااوراسی خوش فہی میں اس نے جمال کو بینک میں پڑی رقم کا بڑا حصہ نکال کر دے د یا کیونکہ وہ وہاں اوثوامیں کسی یا کستانی کے ساتھ ل کرکوئی برنس شروع کرنا جا ہتا تھا۔وہ چند باراس یا کستانی کولے کرگھر بھی آیااورزری کووہ آ دمی قابل اعتباراگا تھا۔اگلے چندماہ جمال بلاناغہ گھرے کام پرجاتار ہااوراس نے وقتا فوقٹا گھرےاخراجات کے لیےزری کو پچھرقم بھی دی اورزری سیجھنے گلی کہ اب اس کا کام چل نکلا ہے۔۔۔۔۔اس کے سارے مسکلے ختم ہو گئے تھے۔لیکن کچھ عرصے کے بعداس کی بیخوش فہمی بھی دور ہوگئ تھی جب جمال نے ایک ماہ

کے بعد دوبارہ گھریر رہنا شروع کر دیا۔۔۔۔ چند ہفتے اس نے بیاری کا بہانہ بنایا۔۔۔۔ پھر چند ہفتے کچھاور بہانے۔۔۔۔۔اور پھر جب بالاآ خرزری کی

ّ پیسے دینے میں معترض ہوتی تو جمال یہی کرتا تھا چلا تا گالیاں دیتااور پھر چیزیں تو ڑنے لگتازری لامحالہ اسے پیسے دینے پرمجبور ہوجاتی۔

اگر مکافات عمل نام کی کوئی شے تھی تو زری کے لیے بیر مکافات عمل دنیامیں بہت جلد شروع ہو چکاتھا۔وہ محبت جس نے اتنے سالوں سے

اس کی آئٹھوں پرپٹی باندھرکھی تھی وہ یک دم جیسے کہیں غائب ہوگئ تھی۔وہ جنتنی دیرگھرپررہتا دونوں کے درمیان کسی نہسی بات پرتکرار ہوتی رہتی۔

زری کے پاس موجودر قم تیزی ہے کم ہور ہی تھی اوراس کے ساتھ ہی اس کی پریشانی اوراضطراب میں اضافہ بھی ہوتا جار ہاتھا..... آمدنی کا کوئی ذریعہ

برداشت کا پیانہ لبریز ہوگیا تھا تو اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ اسے یہ نجر سنادی تھی کہ اس کے پارٹنر نے اس کے ساتھ فراڈ کیا ہے اور وہ اس کی رقم کے کرغائب ہوگیا تھا۔۔۔۔۔زری کوجیسے ہارٹ ائیک ہوتے ہوتے رہ گیا تھاوہ کتنے آ رام سے یہ کہدر ہاتھا کہ قم ڈوب گئی۔ ''ساری دنیا تیری ہی رقم لے کرکیوں بھاگتی ہے؟۔۔۔۔۔ پہلے پاکستان میں ایجنٹ نے تمہارے ساتھ فراڈ کیا۔۔۔۔۔اب یہاں یہ آ ومی مل گیا کتھے۔''زری کوجیسے پیٹنگے لگ گئے ہے۔۔

'' تو کہنا کیا جا ہتی ہے؟ یہ کہ میں جھوٹ بولتا ہوں دھو کہ دے رہا ہوں تجھے؟'' جمال بھی بری طرح بگڑا تھا۔

''اور کیا کررہا ہے تو؟ ۔۔۔۔گھر میں جورقم تھی وہ کھا گیا تو ۔۔۔۔ بینک میں پڑی رقم کاروبار میں ڈبو دی تو نے ۔۔۔۔اب باقی رہ کیا گیا یہ ؟ سرم طرح جلاملا گھری''

ہے؟كن طرح چلے گاميگھر؟''

'' تیرازیورہے ناابھی۔'' جمال نے بے حداطمینان ہے کہا۔'' یا پھراییا کرجا کر کرم ہے پچھرقم لے آ۔'' جمال نے بے حد ڈھٹائی ہے کہا تھااور زری کے اشتعال میں اضافہ ہو گیا تھا۔

''تواس قدر بےشرم ہو گیا ہے کہ مجھے کرم کے پاس پیسے لانے کے لیے جانے کو کہدر ہاہے۔''اس نے دانت پیستے ہوئے سرخ چبرے

کے ساتھ کہا۔

''تواتیٰ غیرت مندُتھی تو پہلے کیوں لیا کرم سے تو نے پیہ؟ …… پہلے تو اور تیرے ماں باپ اسے دنوں ہاتھوں سے لوٹنے رہے۔'' جمال نے اسے طعنہ دیا۔اس کا انداز بے حدسلگانے والا تھا۔

'' تیرے لیے کیا جوبھی کیا۔۔۔۔۔ورنہ میں تو بڑی خوش تھی اس کے ساتھ۔'' زری کی آئھوں میں آنسوآ گئے تھے۔لیکن جمال ان آنسوؤں .

بیرے سے تیا ہو ہی تیا۔ سے ذرہ برابر متاثر نہیں ہوا تھا۔

''میرے لیے؟…… یہ کہہ تختے دوسرا آ دمی چاہیے تھا…… تیرے جیسی عورتیں کسی ایک مرد کے ساتھ وفا داری سے کیے رہ سکتی ہیں؟ پیۃ نہیں میں گھر پرنہیں ہوتا تو یہاں کتنے آتے ہیں جن کے لیے تو ہر وفت مجھے گھر سے باہر کام پر بھیجنا چاہتی ہے…… میں بھلا سجھتانہیں ہوں کیا؟'' جمال نے بےصدز ہر بلےانداز میں کہااوراس نے جیسے زری کے زخموں پرنمک پاشی کر دی تھی۔

ے مدد ہرسے سوریس ہوروں سے میں ہے۔ دیں ہے۔ ''خبر دارا گرتو نے ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نکالاتو۔'' زری نے تقریباً غصے سے کا نہتے ہوئے چلا کراس سے کہاتھا۔لیکن جمال نے اس کا

جواب اس کے چبرے پرایک زور دارتھیٹر مارکر دیا تھا۔

ہوا ب اس نے چہرے پرایک زور دار طبیر مار کر دیا تھا۔ '' تو کیا کرے گی تو؟…… ہتا کیا کرے گی؟…… مجھے کرم سمجھ لیا ہے تو نے؟ وہ پہلا دن تھاجب جمال نے صرف ایک تھیٹر پراکتفانہیں کیا

تھااس نے جی بھر کرزری کی بٹائی کی تھی زری کی مزاحمت نے اس کےاشتعال کو پچھاور ہوا دے دی تھی۔اس نے اسے پٹیتے ہوئے مینہیں دیکھا تھا

کہ ذری کوکہاں چوٹ لگ رہی ہےاورکہاں نہیں۔اس کے جسم پر پڑنے والی ہرضرب پر ذری کوکرم یاد آتار ہا...۔وہ سب کچھ جواس کے ساتھ کرتی رہی اے لگ رہاتھاا ہے کرم کی بدد عالگی تھی ورنہ جمال ایبا تو نہیں تھا.۔۔۔ایبا ظالم تو وہ بھی بھی نہیں تھا۔ کی لعنت ملامت کا بھی شکار ہونے لگی تھی اس کی وجہ ہے ان سب کامستقبل تباہ ہو گیا تھا..... وہ ایک خوشحال زندگی گزار نے گزارے ایک بار پھر کرائس میں آ گئے تھے اور بیصرف اورصرف زری کی وجہ ہے ہوا تھا جس نے کرم علی جیسی سونے کی چڑیا کواینے ہاتھ ہے نکل جانے دیا۔اس لعنت و ملامت سے بچنے کے لیے زری نے پاکستان فون ک<mark>رنا بھی بند کر دیا تھا۔</mark> جمال کے ساتھ اس باراس کی صلح اس کی طرف ہے کسی معذرت کے بغیر ہوئی تھیوہ اب کینیڈ امیں بھی اس محلے کی زندگی گز ارنے لگی تھی جس سے اس نے ساری عمر فرار حایا تھا۔ جمال کی گالیاں کھانا، جمال سے پٹنا اور گھر کے اخراجات چلانے کے لیے ایک ایک پیسے کا حساب کتاب کرتے ہوئے فکرمند ہوتے رہنا.....اوراس سارے عرصے کے دوران اس کے دواورمس کیرجز ہوئے۔اور جمال نے اسے علی اعلان بانجھ قرار دے دیا۔وہ اب وقتا فو قتا کہیں نہ کہیں کام کر کے پچھ بیسے کمالیتا تھااور آیدنی کے اس'' ذاتی'' ذریعے کی دریافت کے بعد زری کے ساتھ اس کے ہتک آمیزسلوک میں کچھاوراضا فہ ہو گیا تھا....اس کے ساتھ ساتھ گھر کے باہراس کی سرگرمیوں میں بھی اضا فہ ہو گیا تھا۔اب وہ پہلے کی طرح ہر وقت گھر پر بیٹھے رہنے کی بجائے گئی گئی دن گھر سے غائب رہتا اور جب واپس آتا بھی تو شراب کے نشتے میں دھت کپڑے تبدیل کر کے چندون آ رام کرنے اور پھر دوبارہ سے غائب ہوجانے کے لیےکینیڈ امیں وہ وہاں کی پاکستانی اور سکھ کمیونٹی میں پھرنے لگا تھااور کمیونٹی سے زیادہ یہ کمیونٹی کیعورتیں تھیں جن میں وہ اور جواس میں ضرورت سے زیادہ دلچیس لے رہی تھیں اوران میں سے کسی کوبھی اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہوہ شادی شدہ تھا یہ چیزانہیں تب پریشان کرتی جب ان میں ہے کوئی جمال کے ساتھ شادی کی خواہش مند ہوتی لیکن فی الحال وہ ان سب کے لیےا یک فیورٹ ٹائم پاس تھا.....ایک بے حد ہینڈسم نو جوان جسے دیکھ کر کوئی بھی عورت اس پر فدا ہوسکتی تھی اور جوخد شات پہلے بھی زری کوصرف خدشات لگتے تھے وہ اب حقیقت بن کراس کےسامنے آنے لگے تھے.....وہ کسی بھی وقت اسے چھوڑ کر جاسکتا تھا.....اور زری جیسے 24 گھنٹے پھانسی کے تنختے پر پھندا گلے میں

ا پنے پاس موجودرقم کے کمل طور پرختم ہونے سے پہلے زری نے کہیں چھوٹا موٹا کام ڈھونڈ لیا تھالیکن وہ جانتی تھی اس کام ہے ہونے والی

آ مدنی گھر چلانے کے لیے کافی نہیں تھی جوایارٹمنٹ کرم نے انہیں لے کر دیا تھاوہ چھوڑ کروہ ایک run-downعلاقے میں ایک بے حدستے ایک

کمرے کے ایارٹمنٹ میں منتقل ہو گئے تھے اور یہاں پہنچنے کے دو ہفتے کے بعدا یک دن جمال اس کے پاس موجود وہ سارا زیور لے کر غائب ہو گیا

تھا۔ جوزری بےحددقتوں سےاس سے چھیا چھیا کراینے پاس رکھے ہوئے تھی۔ زندگی میں پہلی بارزری کولگا تھا جیسے کسی نے اس کی کمرتو ژ دی تھی پیہ

وہ الگلے کئی دن روتی رہی اور کئی بار کرم کوفون کرنے کا سوچتی رہی لیکن ہر بارا یک عجیب سی ندامت اس کا ہاتھ روک لیتی تھی وہ اب اسے

وہ اب دلدل میں اتر چکی تھی پولیس کوفون کر کے جمال کو Arrest کراتی تو وہاں اسکیے کس طرح رہتی اوراگراہے آ زادر ہے دیتی تو پھر

یا کستان جورقم وہ ہر ماہ بھجواتی تھی وہ اب اس نے بھجوا نا بند کر دی تھی اور اس بندش کی وجو ہات اپنے ماں باپ کو بتانے پروہ بری طرح ان

فون کر کے کیا کہتیساری عمرزری کو جوشرم جو ہتک جوندامت محسوں نہیں ہوئی تھی وہ آج ہونے گلی تھی۔

اسے یفتین تھا کہ بہت جلداس گھر میں فاقے ہونے لگیں گےاوراس کے بعدانہیں فٹ یاتھ پرآنے میں درنہیں لگنی تھی۔

www.urdunovelspdf.com

زیوراس نے اب تک بیچنے کی کوشش نہیں کی تھی تمام تر مالی پریشانیوں کے باوجوداس نے ان سب کواس طرح محفوظ رکھا ہواتھا۔اورا کثر جب وہ بہت پریشان ہوتی تواس زیورکو نکال کر دیکھتی اورا سے عجیب ساسکون اورتسلی ہوتیابھی اس کاسب پچھٹتم نہیں ہواتھا.....لاکھوں کا زیورموجو دتھا جسے وہ جب بھی بیچتی اچھی خاصی رقم حاصل کرلیتی اوراب جیسے کسی نے اس کی عمر بھرکی کمائی پرڈا کہ ڈال دیاتھا۔

222

PDF

www.urdunovelspdf.com

www.facebook.com/urdunovelspdf

''دلیکن انورحبیب صاحب میں کیے آسکتی ہوں؟میری ٹانگ ٹوٹ گئے ہے بستر پر پڑی ہوئی ہوں میں۔'' زینی نے نقاہت بھری آ واز میں جھولے پر لیٹے لیٹے کہا۔وہ ساتھ ساتھ ٹانگیں ہلارہی تھی۔جانتی تھی دوسری طرف انور حبیب کی دنیالل رہی تھی۔

انورحبیب نے پری زاد کے ساتھ پارٹنرشپ کے اعلان کے ساتھ ہی اس فلم کو کا میاب بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زورلگا ناشروع کر دیا تھا۔۔۔۔۔ وہ پہلی فلم تھی جس کے وہ سکر پٹ پربھی محنت کر رہا تھا در نہاس سے پہلے انور حبیب جبیبا ڈائر یکٹر سکر پٹ کی اہمیت سے ہی اٹکاری تھا وہ علی الاعلان کہتا تھا کہ'' وہ کہانی کے بغیر بھی صرف ایکٹرز کے زور پرکسی فلم کو کا میاب کر کے دکھا سکتا تھا۔۔۔۔۔اور اس نے واقعی ایسا کئی بارکر کے دکھا یا

الاعلان کہتا تھا کہ'' وہ کہانی کے بغیر بھی صرف ایکٹرز کے زور پرنسی فلم کو کامیاب کر کے دکھا سکتا تھا۔۔۔۔۔اوراس نے واقعی ایسا کئی بارکر کے دکھایا تھا۔۔۔۔۔'' اس کی بےسرو پاپلاٹ والی فلمز بھی صرف اس عامیانہ انداز کی وجہ ہے ہوتی رہتی تھیں۔جس انداز سے وہ اپنی ہیروئنز کے جسم فلمز میں

Expose کرتار ہاتھا۔ لیکن اپنی فلم میں وہ کسی نشم کا رسک نہیں لے رہا تھا۔۔۔۔۔اوراس میں پچھ د باؤیری زاد کا بھی تھا جوفلم میں ہرچیز اے ون جا ہتی تھی۔۔۔

ں پی ہات بڑور اور کیمرہ میں،ایڈیٹنگ،ساؤنڈ اور کاسٹ.....اوران تمام چیزوں نے فلم کا بجٹ بہت بڑھادیا تھا۔ پری زادنے ابتدائی سکر پٹ،میوزک،کور پوگرافر، کیمرہ میں،ایڈیٹنگ،ساؤنڈ اور کاسٹ.....اوران تمام چیزوں نے فلم کا بجٹ بہت بڑھادیا تھا۔ طور پرانور حبیب کے ساتھ 25 لاکھروپے کا جوائنٹ اکاؤنٹ کھلوایا تھا جس میں اس نے ابتدائی 25 لاکھ کے بعد دوبارہ بھی کوئی رقم جمع نہیں

سور پر انور حبیب سے ساتھ 25 کا ھاروپے 6 ہوائت ا 6 و سے سوایا ھا ، س سن اسے ابتدای 25 کا ھے ہے بعد دوبارہ میں وی کروائیانور حبیب کے بار بار کے مطالبات کے باوجود پری زاداہے بہانے بہانے سے ٹالتی رہیبھی وہ اسے بیے کہہ دیتی کہ اس نے اپنی پوری رقم سے کچھ پراپر ٹی خرید لی ہے اور وہ کچھ عرصے تک اسے کچھ نہیں دے سکتیکبھی وہ اس سے بیہ کہد دیتی کہ انور حبیب سفیراوراس کا معاوضہ سرقر بیسی بار نہیں میں میں میں میں میں میں میں کے میں میں کی میں میں کا میں تقدیم کے اس میں میں مار میں سام می

کے رقم اس کی طرف سے Investment کا حصہ بچھ کرا ہے اوانہ کرےوہ سفیر کوخود ہی وہ رقم دے دے گیاور جب پوراسال وہ اسی طرح حیات میں اس کی طرف سے استان کے لیے دیے جانے والے روپے کولٹکاتی رہی تو انور حبیب کواس ایٹو پراس سے با قاعدہ بات کرنی پڑی وہ تب حیات کی اس بیانوں سے نام کی پروڈکشن کے لیے دیے جانے والے روپے کولٹکاتی رہی زاد کی طرف سے نہ ملنے والی رقم کی وجہ سے Delay نہیں کرسکتا تھا۔.... پری زاد نے بالآخر انور حبیب کے لیے اس شنج پر مزید عصور نے بری زاد کی طرف سے نہ ملنے والی رقم کی وجہ سے Delay نہیں کرسکتا تھا۔.... پری زاد نے بالآخر انور حبیب کے لیے اس شنج پر مزید صور پر انتاز کی اس کے کھو جگہوں پر

تھا۔۔۔۔۔ پری زادئے بالآ حراثور حبیب کے لیے اس ج پرمزید Finance مہیا کرنے سے معذرت کری۔۔۔۔اس کا کہنا تھا کہ اس نے پھے جاہوں پر اپنی رقم انویسٹ کی تھی جوڈوب گئی ہے اوروہ نوری طور پر چند سالوں کے لیے اس طرح کی کوئی سرمایہ کاری نہیں کرسکتی۔۔۔۔۔انور حبیب کوشدید غصہ آیا تھالیکن وہ خون کے گھونٹ پی کررہ گیا۔اس نے مجبورا اس فلم کوا کیلے ہی پروڈیوس کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔۔۔۔۔تیمریزیا شاکی موت کے بعد پاشاسٹوڈیو اور یا شاپروڈکشنز ابھی تک بندیڑے تھے اور اس کی وجہ سے فلم انڈسٹری میں سے بہت ساری پروڈیوسرزنکل گئے تھے ورنہ شائیدانور حبیب کسی

اور پاسا پرود مستوا ہیں تک بید پڑتے سے اور اس می وجہ سے سم اندستری میں سے بہت ساری پرود پوسررس سے سے ورنہ ساسیدا تورطبیب می دوسرے پروڈ یوسر کواس فلم کی پروڈکشن میں حصہ دار بننے کو کہتااس کوسفیر خان کا خیال آیا تھا جواس فلم میں پری زاد کے مقابل لیڈرول کر رہا تھا....لیکن پھراس نے سفیر سے بات کرنے کاارادہ ترک کردیاسفیر کارویہ پہلے ہی اس کے ساتھ اس فلم کے سلسلے میں ہونے والی ابتدائی چپقلش

کے باعث ٹھیک نہیں تھا۔ بیصرف پری زاد تھی جس کی وجہ ہے وہ اس فلم میں کام کرنے پر تیار ہو گیا تھاور نہ وہ تو اس فلم میں کام کرنے پر بھی آ مادہ نہیں تھا۔ انور حبیب کواحساس ہو گیا تھا کہ اسے اس فلم کوا کیلے ہی بنانا تھا۔۔۔۔لیکن ہر پروڈ پوسراور ڈائر بکٹر کی طرح اسے بھی یقین تھا کہ فلم سپر ہٹ ہو

' گی.....اپنے پاس بینک میں موجود سرمایہ وہ فلم پر پہلے ہی لگا چکا تھا.....اب اس نے اپنے کچھ قریبی دوستوں اورانڈسٹری کے کچھ لوگوں سے کچھ رقم

قرضے کے طور پر لے لیکین فلم کی شوننگ سٹارٹ ہونے کے دوران ہی اسے احساس ہو گیاتھا کہاس کی فلم over budgeted ہوگیفوری

لیکن اگلے دن منج اخبار میں اس نے پری زاد کی امریکہ میں ٹانگ ٹوٹے کی خبر سی تھی.....انور صبیب کے ہاتھوں کے طوطے اڑگئے تھے..... پری زاد کی ٹانگ ٹوٹنے کا مطلب بیتھا کہ وہ اگلے چند مہینے بستر پر پڑی رہتیاور پچاس لاکھ کا وہ سیٹ ایک بارتو ڑنے کے بعد انور صبیب کودوبارہ لگا ناپڑتا.....اگروہ سیٹ چند ماہ لگار ہے دیتا تو اس پرروز اندا یک لاکھ سے زیادہ خرچہ آتا اور بیانور حبیب کے لیے اس سے بھی زیاوہ مہنگا پڑ

مطمئن ہو گیا تھا۔

جا تا پری زادمقررہ تاریخ پر پاکستان نہیں آئی تھی اورانو رحبیب تین جاردن تک لا کھ کوشش کے باوجوداس سے یاسلطان سے رابط نہیں کر پار ہا تھا۔اس کی راتوں کی نیندیںاڑ گئی تھیں۔ پری زاداور سلطان دونوں کے بیل فون بندیتھاس سے پہلے کہاس کا نروس بریک ڈاؤن ہوجا تا چوتھے دن پری زاد نے اسے فون کیا تھا.....اورانو رحبیب اس کی آواز سنتے ہی اس پر برس پڑا تھا..... بیا یک اور غلطی تھی جواس نے کی تھی.....اور پہلی غلطی کی

طرح اسے اس کا بھی انداز ونہیں ہواتھا۔ طرح اسے اس کا بھی انداز ونہیں ہواتھا۔ ''اب ٹوٹی ہوئی ٹا نگ کے ساتھ آپ کی فلم میں ناچنے تو نہیں آ سکتی میں؟'' پری زاد نے سردمبری کے ساتھ کہا۔

''تم جھوٹ بول رہی ہودھوکہ دے رہی ہو مجھے۔۔۔۔۔اس منسٹر کے ساتھ وفت گزار نے کے لیے مجھے ڈبور ہی ہو۔۔۔۔میں جانتا ہول تمہاری ٹا نگ کو پچھنیں ہوا۔''انورحبیب چلانے لگا تھاوہ اس وفت بالکل آؤٹ آف کنٹرول ہو گیاتھا۔

'' آپ کیا جاہتے ہیں۔۔۔۔اپنی ٹوٹی ہوئی ٹا تگ کی تصویریں جھیجوں یا ایکسرے؟۔۔۔۔۔تا کہ آپ کویفین آ سکے کہ میں جھوٹ نہیں بول

ری یا پھرآپ یہاں امریکہ آکرد کیولیں جھے کہ میں کس حال میں ہوں۔' انور حبیب سے یہ بات کہتے ہوئے زی آپھی طرح جانتی تھی کہ اس
کے پاس امریکہ کا ویزانہیں ہے اور امریکہ کا ویزاا پلائی کرنے اور ملنے میں اسے اتناوقت لگٹا کہ یمکن ہی نہیں تھا کہ انور حبیب اس تجویز پڑمل
کرتا وہ پچاس لاکھ کے لگے ہوئے سیٹ کوجس پر ہرروزاس کا لاکھ روپیٹر چی ہور ہاتھا چھوڑ کرصرف اس کے بچی اور چھوٹ کوجا پخچنے امریکہ بھی نہ آتا اور آبھی جاتا تو پری زاد کے پاس اس کے لیے بھی پلانگ تھی۔ ''ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟ کب تک ٹھیک ہوگی اور چل پھر سکوگی تم ؟'' انور حبیب نے بالآخرا پے خصے پر قابو پاتے ہوئے بو چھا۔ '' تقریباً ایک ماہ تک چل سکوں گی کیکن ڈانس کرنے کے لیے تو تین چار ماہ چا ہیے ہوں گے جھے اور میں نے سلطان سے کہا ہے کہ سارے پروڈ یوسرز کو بتادے کہ میں اگلے تین ماہ تک امریکہ میں آرام کروں گی۔'' انور حبیب نے اس سے مزید کوئی بات کیے بغیرفون بند کردیا۔

اباے فیصلہ کرنا تھا کہ اسے تین ماہ تک پری زاد کا انتظار کر کے اور تقریباً ڈیڑھ کروڑ کا نقصان برداشت کر کے فلم کو کلم کو کلم کو کا کے دیایز کرنا تھا۔۔۔۔۔ یا پھراس سے کافی کم نقصان برداشت کرتے ہوئے فلم کی ہیروئن کو تبدیل کرنا تھا۔۔۔۔۔اگلے دودن میں اسے فلم انڈسٹری کی جس ہیروئن

اوراس ساری پیش رفت سے پری زاد باخبرتھیاسے سفیر نے اس تبدیلی کے بارے میں بتایا تھا۔وہ پری زاد کے بارے میں انتہائی فکر مند تھااورا مریکہ آنا چاہتا تھالیکن زینی نے اسے یہ کہرروک دیا تھا کہوہ اشتیاق رندھاوا کے اپارٹمنٹ میں رہ رہی ہےاورا شتیاق کبھی پہند نہیں کرے گا کہ اس کی جگہ پر اس سے کوئی اور ملئے آئےسفیر نے مجبوراً اس کی بات مان لی تھی لیکن پری زاد نے انور صبیب کے رویے کے

بارے میں اس طرح بات کی کہ سفیرنے اس سے کہددیا کہ اگروہ فلم میں کا منہیں کرر ہی تو پھروہ بھی نہیں کرے گاا شوٹ کروانا تھاان سیز کو بھی جواس نے پہلے پری زاد کے ساتھ کیے تتھاور پہلے تو ابھی تک اسے معاوضے کے طور پر پچھے بھی نہیں دیا گیا تھاوہ

صرف پری زاد کی وجہ سے معاوضے کی بات بھی نہیں کرر ہاتھا۔۔۔۔۔کیکن اب پری زاد نے اس سے کہددیا تھا کہ وہ نہیں جانتی انور حبیب اسے پچھ دینے کا ارادہ بھی رکھتا ہے یانہیں اس لیے اسے سوچ سمجھ کر دوبارہ اس فلم کوشوٹ کروانا چاہیے۔۔۔۔۔نہ صرف بید ہلکہ پری زاد نے رخسار کے ساتھ اس کے کام

ارادہ ہی رکھا ہے یا بین ان سے اسے موجی بھر دوہارہ اس م وموٹ مروانا چاہیے۔۔۔۔۔۔ پیملد پری راد سے رمسار سے ساتھا کرنے کے حوالے سے بھی اپنی ناپیندیدگی اس تک پہنچادی تھی۔۔۔۔۔اور سفیر خان کے لیے بید دونوں وجو ہات بہت کافی تھیں۔ رخسار کو کاسٹ کرنے کے دودن بعد انور حبیب کو سفیرنے انفارم کر دیا تھا کہ وہ رخسار کے ساتھ اس کی فلم میں کام نہیں کرسکتا۔۔۔۔۔انور

حبیب کوجیسے ہارٹ اٹیک ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔۔۔۔ پہلے اگر آسان اس کے سر پرگرا تھا تو اب زمین اس کے پیروں کے نیچے سے نکل گئی تھی۔۔۔۔ اس نے سفیر کے صرف پاؤں نہیں پکڑے تھے باقی جتنی منتیں وہ سفیر کی کرسکتا تھا اس نے کی تھیں۔۔۔۔لیکن سفیرٹس سے مسنہیں ہوا تھا۔۔۔۔انور حبیب

ے اپنا حساب برابر کرنے کا بینا درموقع سفیر کیسے جانے دیتا۔ انوں حسب کومجور اُلک دوسر سر میں وکور خسار کے سا

انورحبیب کومجبوراً ایک دوسرے ہیروکورخسار کے ساتھ کاسٹ کرنا پڑا تھا۔۔۔۔۔ پندرہ دن میں انورحبیب نے شوٹنگ کاسپیل ختم کر کے

فلم انڈسٹری سے فارغ ہوکر چھوٹی سکرین کارخ کرنا پڑا تھا۔۔۔۔۔اس ہے کم از کم اس کے گھر کے مالی حالات کچھے بہتر ہوگئے تتھے۔۔۔۔۔کیکن وہ اب بھی

ہرروزایک ہی خواب دیکھتا تھا۔۔۔۔ایک سپر ہٹ فلم کے بعدایک بار پھر سے فلم انڈسٹری کےسب سے کامیاب ڈائر بکٹر کہلوانے کاخواب۔۔۔۔۔لیکن وہ

یہ بھی جانتا تھا کہ جب تک پری زاداورسفیر کی فلمز ہٹ ہور ہی تھیں وہ فلم انڈسٹری میں داخل نہیں ہوسکتا تھااوران کی فلمز کب تک ہٹ ہونے والی

سیٹ کو ہٹا دیا.....وون بعداہے پری زاد کے پاکستان آنے کی اطلاع مل گئی تھی وہ جتنی گالیاں اسے دے سکتا تھااس نے دیں.....کین پوری فلم

اس چیز نے فلم انڈسٹری میں اس کی ٹانگ کے ٹوٹے کے حوالے ہے بہت شبہات کوجنم دیا تھا۔۔۔۔لیکن کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں رہا۔۔۔۔اگر پری

پری زاد نے مزیدایک ہفتہ بعد حچھوٹی موٹی شوٹنگز میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔اگر چہوہ ابھی Dance شوٹ نہیں کروار ہی تھیاور

انورحبیب اوراس کے درمیان کوئی با<mark>ت چیت نہیں ہوئیاے اندازہ ہو چکاتھا کہ پری زاد نے جان بوجھ کراس کونقصان پہنچانے کی</mark>

انڈسٹری پھولوں کے گلدسوں کے ساتھ پری زاد کی رہائش گاہ پر جا کراس کی صحت یا بی پراپنی خوشی کا اظہار کرتی رہی۔

زاد كېدرېي تقى كداس كى ٹانگ تو ئى تقى تواندسىرى كوكېنا پرر ماتھا كەواقعى ثو ئى ہوگى ـ

تخيين.....وه رنېين جانتاتھا۔

بیو یوں کواورتم نے '' کرم کی ماں کے لیے غصے کے عالم میں بات کرنامشکل ہور ہاتھا۔ جمال کو کینیڈ ابلوانا اور وہاں بلوا کر زری کے ساتھاس کی

'' د نیامیں تمہارے جیسا بے وقوف کوئی دوسرانہیں ہوگا کرم ……اپنے ہاتھ سے شادی کروا دی ……؟ لوگ توقتل کر دیتے ہیں اس بات پر

اوراب رم ن ماں رم سے ھریں ہیں۔ ہیں۔ مامن کے تھی گوشش کی تھی مگر زری اپنے سامان کا ایک تڑکا بھی پیچھے نہیں چھوڑ کر گئی تھی۔ کرم نے اسے اپنے سامان کے علاوہ ضرورت کی دوسری چیزیں بھی لے جانے کی اجازت دی تھی اور زری نے اس اجازت کا بھر پور فائدہ استعال کیا تھا۔ وہ ہاتھ روم میں رکھے ہوئے ہیںڈ واش، شیمپوز اور ہاڈی واش تک لے گئی تھی۔۔۔۔ ڈرینگ ٹیبل پر پڑا کا سمینکس کا سامان اور دوسری چیزیں تو خیر اسے لے ہی جانا میں سے ہوئے ہینڈ واش، شیمپوز اور ہاڈی واش تک لے گئی تھی۔۔۔۔ ڈرینگ ٹیبل پر پڑا کا سمینکس کا سامان اور دوسری چیزیں تو خیر اسے لے ہی جانا میں۔۔۔۔۔ نہیں سندصرف میہ بلکہ وہ پکن سے اپنی ضرورت کے کچھ برتن کٹلری اور بیڈسپریڈ اور comforters بھی لے گئی تھی۔ ان تمام چیز وں کی پیکنگ جب اس نے شروع کی تھی تو ہاؤس کیپرنے کرم کوفون کر کے اسے اطلاع دے دی تھی کرم نے اسے کہا تھا کہ وہ زری کوکوئی بھی چیز لے جانے سے نہ

بہب کے سے سروں ن کا وہوں کے پیرے را ووق رہے ہے۔ مان دیسے وی کا سے بھیا تا یہ وہ درن ووق کی پیرے ہوئے ہے۔ روکے کیونکہ اس نے خودا سے اس کی اجازت دی تھی ہاؤس کیپر کچھ جز برنہ ہوئی تھیکرم کی فیملی کی طرح اس نے بھی زری کو بھی پہند نہیں کیا تھا۔زری بدتمیز اور بے لحاظ تھی اور وہ اسے کسی پاکستانی نوکر کی طرح Treat کرتی تھی اگر کرم نہ ہوتا تو یہ ہاؤس کیپر بھی زری کے وہاں آنے کے چند

ہفتوں بعد ہی وہاں سے چلی جاتی۔ لیکن Divorce کے بعداس ہاؤس کیپر نے کرم کی مال کوان تمام چیزوں کے بارے میں بتا دیا تھا جوزری جاتے ہوئے اس گھر سے

کے گئے تھی اور یہی وجدتھی کہ جب کرم نے ماں سے بیے جھوٹ بولنے کی کوشش کی کہاس نے زری کی چھوڑی ہوئی تمام چیزیں کس Charity Shop میں دے دی ہیں تواس کی ماں اس کے جھوٹ پر بری طرح چراغ پا ہوئی تھی۔

یں دے دن ہیں وہ س میں ہوں میں وہ جھاڑ و پھیرگئی ہے اس گھر میںاور بیسب تمہاری مرضی سے ہوا ہے۔اتنے نیج خاندان کی تھیکیے ''اچھی طرح جانتی ہوں میں وہ جھاڑ و پھیرگئی ہے اس گھر میںاور بیسب تمہاری مرضی سے ہوا ہے۔اتنے نیج خاندان کی تھیکیسے چھوڑ جاتی پیچھے کچھایک ایک چیزیوں اٹھا کر لے گئی جیسے اپنے جہیز میں لے کرآئی تھی۔اور تم نےتم نے اپنی حق حلال کی کمائی کویوں ضالکع

ہونے دیااس طرح لٹادیا ایک بدکر داراور آوارہ عورت پر۔''

"امی وہ اب بیوی نہیں رہی میری اس لیے اس کے بارے میں بات نہ کریں۔" کرم نے مال کوٹو کا تھا۔ "کیوں بات نہ کروں ۔۔۔۔ بیوی نہیں رہی تھی تو اس طرح سامان کا انبار کیوں لے گئی وہ یہاں ہے۔ ''' وہ تو اسلام نے حق دیا تھا اسے ۔۔۔۔۔میرا فرض تھا کہ میں جاتے ہوئے وہ جو بھی لے جانا چاہتی لے جانے دیتا۔'' کرم نے حمل سے کہا اوراس کی مال کے غصے میں کچھاوراضا فیہو گیا۔

''ساراسلام تمہارے لیے ہی رہ گیا ہے۔۔۔۔ساری نیکیاں تم نے ہی کمانی ہیں۔۔۔۔اس طرح کی عورتوں کے لیے نہیں ہوتے ایسے ریسے تب کرتے ہی سے مراز ریسے میں اور تھے ''

فرمانالیی عورتوں کوتو دھکے دے کر نکالنا چاہیےخالی ہاتھ۔''

'' ہرطرح کی عورت کے لیے ایک ہی تھم ہے۔۔۔۔''''اس''طرح یا'' اُس''طرح کی عورت کا کوئی فرق نہیں ہے اس میں۔۔۔۔ مجھے اللہ نے تھم دیا تھا کہ میں اے اچھے طریقے ہے رخصت کروں۔۔۔۔اور میں نے اسے اچھے طریقے سے رخصت کیا۔۔۔۔۔اس نے میرے ساتھ جو کیا اس

ے ہوئی کہ بیاں کہ بیاں کہ بیاں ہے۔ کے وصف روں مساوریں کے اسے اسے اسے کر صف یا مسان کا ذکر کررہا تھا صرف یہ ایک کے لیے وہ اللہ کو جواب دہ ہوگی میں نہیں ۔۔۔۔۔ آپ کیا جا ہتی تھیں کہ میں اللہ کی نافر مانی کرتا۔''کرم جان ہو جھ کراسلام کا ذکر کررہا تھا صرف یہی ایک موضوع تھا جس پروہ اپنی مال کو پچھ جذباتی کر کے خاموش کروا دیا کرتا تھا ور نہ وہ اسلام کی گھنٹے اس طرح یونہی رائیس اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ کرم کی مال کا خصہ یک دم پچھ شنڈ ایڈ گیا تھا۔

''اور مجھے کیا فرق پڑ گیامیری چار چیزیں وہ لے گئی تو۔۔۔۔میں مردہوں کما کر پھرلے آؤں گا۔۔۔۔وہ عورت ہے۔'' ''تمہاری چیزیں کیوں لے کرگئی۔۔۔۔کہتی اپنے دوسرے شوہر کو۔۔۔۔۔وہ خرید کر دیتا اسے۔۔۔۔جس کے لیے تمہیں چھوڑ ااس نے۔'' کرم کی

ماں نے کہا تھا۔ کرم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ '' پیسہ بھی دیا ہے تم نے اسے؟ کرم کی ماں نے بالآ خراس سے وہ سوال کیا جو کرم کے بہن بھائیوں نے اسے پوچھنے کے لیے بھیجا تھا۔''

'' میں مان ہی نہیں سکتی۔ میں تجھے اچھی طرح جانتی ہوں ہے ہو ہی نہیں سکتا کہتم نے اسے خالی ہاتھ بھیجے ویا ہو۔'' کرم کی ماں نے بے بیقینی

www.urdunovelspdf.com

''جب آپ جانتی ہیں تو پھر پوچھ کیوں رہی ہیں؟'' سکت قد

''کتنی رقم دے دی تم نے اسے؟'' کرم کی ماں کی جان حلق میں آ گئی تھی۔

"اس كاحق مهرديا ہے۔" كرم نے جھوٹ بولاكرم كى مال نے دونوں ہاتھ سينے پرركھ ليے۔"

'' پانچ لا کھروپے اور سوتو لے سونا دے دیاتم نے اسے؟''

ہےکہا۔

''اس کاحق مہرتھا۔'' '' یانی لا کردے کرم مجھے ۔۔۔۔۔ یانی لا کردے میرے دل کو کچھ ہور ہاہے۔''

''اس کی تولاٹری نکل آئی کرمتم نے بیٹھے بٹھائے لکھ نی بنادیا اے مجھے ہی عقل نہ آئی سوتو لے سونا اس کے پاس کیوں رہنے دیا میں

ایک عجیب ی فرسٹریشن تھی جوان دنوں کرم کی زندگی کا حصہ بن گئی تھی۔زری جیسی بھی تھی بہرحال اس کے ہونے سے گھر میں کسی کے ہونے کا احساس ہوتا تھا۔۔۔۔گھر بہت سالوں بعد پہلی بارگھر جبیبا لگتا تھا۔۔۔۔۔اوراب ایک بار پھر سے وہاں وہی پرانی خاموثی اور وحشت نظر آنے لگی تھی جو پہلے تھی۔ اوریبی وہ وفت تھاجب یا کتان میں کرم کی فلم شاندار بزنس کررہی تھی اورا سے یا کتان سے ڈائر بکٹرز،ا بکٹرزاورا بکٹریسز کی کالزیر کالزآ رہی تھیں۔ ہرایک اس کی آگلی فلم کا حصہ بنتا جا ہتا تھا۔ کرم کے بیہ بتانے کے باوجود کہوہ اب دوبارہ کوئی فلم بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا کوئی بھی اس پریفتین کرنے کو تیارنہیں تھا..... ہرایک کا خیال تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا تھااور پہلے کی طرح احیا نک اپنی فلم کے ڈائر یکٹراور کاسٹ کا اعلان کرے گا.....اس کیےانڈسٹری کا ہرڈائز بکٹراورا بکٹراہےفون کر کےاپنا نام اس کی یا دداشت میں رکھنے کی کوشش کرر ہاتھا۔اورانہیں کالزمیں کرم کوغیر محسوس طور پرصرف ایک کال کا انتظار رہنے لگا تھا.....ا ہے یقین تھا جلدیا بدیروہ بھی اسے کال کرے گی.....اگرا گلی فلم کے لیے نہیں تو اس فلم کی کامیابی پرمبارک بادوینے کے لیے ہی سہیقلم کے ڈائر میٹر سے لے کر کمپوزرتک ہرایک نے باری باری اسے کال کیا تھالیکن کئی ہفتے گزر نے کے باوجوداسے زین کی کال نہیں آئی تھیکرم کو یقین تھاوہ بیرجان چکی ہوگی کہوہ اب مزید کوئی فلم نہیں بنانا چاہتااورای لیےاس نے اسے کال نہیں کیا تھاوہ اب اس کے کسی کام کانہیں رہاتھا.....وہ زندگی کے جتنے تکلیف دہ دور سے گزرر ہاتھا.....وہاں بہی سوچ سکتا تھا۔ یا کستان ہے آنے والےاخبارات میگزینز اور چینلز پروہ پری زاد کی نت نئ فتو حات کی داستانیں پڑھتااورد بکھار ہتا تھا۔اوربعض دفعہوہ سوچتا کہ بری زادکوتو وہ اب شایدیاد بھی نہیں ہوگا آخریا درہ جانے والی اس میں کوئی بات تھی ہی کیا کفلم انڈسٹری کی وہ سپرسٹاراس کو یا درکھتی ۔۔۔۔۔اور

موٹے'' حادثات تواس پراٹر انداز ہوہی نہیں سکتے۔ بیتو ایک عام آ دمی تھاجوا پی زندگی میں ہونے والی ایسی چیز وں سے'' ہرٹ'' ہوتا......کرم کروڑ یتی آ دمی تھا کرم کوکیا فرق پڑسکتا تھا بیسے تھا تا اس کے آنسو یو نچھنے کے لیے۔ دوستوں رشتہ داروں کے کندھوں کی ضرورت تو اس کو پڑتی ہے جس کے پاس پیسہ نہ ہو۔

تھی۔۔۔۔وہ ایک بار پھر بھائی جان پرکمل حق جماسکتے تھے۔وہ ایک بار پھر کھلے عام کسی روک ٹوک کے بغیر بھائی جان کے گھر آ سکتے تھے۔ ا گلے چند ہفتوں میں بھی اس کی قبیلی میں ہے کسی نے کرم ہے اس کی طلاق پرافسوین نہیں کیا تھا۔صرف کرم کے چند دوست تھے جنہوں نے کرم کی Divorce پراس کے ساتھ ہمدردی کی تھی کیکن ان میں ہے بھی کسی نے بیرجاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ کرم اپنی زندگی کے اس حادثے سے کتنا دلبر داشتہ ہوا تھااس کی قیملی کی طرح ان کا بھی یہی خیال تھا کہ کرم علی''امیر'' آ دمی تھااوراس کے پاس اتنا بیبیہ تھا کہ اس طرح کے''حجووٹے

نے اپنے پاس کیوں ندر کھا۔'' وہ اب کیفِ افسوس مل رہی تھی۔ کرم اگرانہیں بیہ بتا دیتا کہ اس نے حق مہر کی رقم اور وہ زیورات شادی کی رات کوہی زری کے

حوالے کردیے تھے تو کرم کی مال کو یقیناغش آ جاتا۔ کرم کوزندگی میں بھی پیسہ جانے پرد کھنہیں ہوا تھا۔اسے آج بھی کوئی د کھنہیں ہوا تھا کیکن اسے اس بات

پر تکلیف ضرورتھی کہاس کی ماں اس کے گھر ٹوٹنے پڑنم زدہ نہیں تھی گھر کی چیزیں اور اس کا ببییہ جانے پر ماتم کررہی تھی۔اور شایدانہیں دونوں چیزوں کا

صدمہاس کے بہن بھائیوں کوتھاورنہ گھر ٹوٹے پرتوشا بدسب ہی کوخوشی تھی۔۔۔۔زری ناپسند بدہ تھی اوروہ ناپسند بدہ عورت ان کے بھائی کی زندگی سے نکل گئ

یہ سب سوچنے کے باوجود کرم کے لیے بیر بہت مشکل تھا کہ وہ اس کو یا د نہ رکھے ۔۔۔۔۔ یا د نہ کرے۔۔۔۔۔زینی اس کی زندگی کی کتاب کی خوبصورت ترین یا د تھی ۔۔۔۔۔اوراس کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کے بارے میں سوچ کر کرم بہت بار'' کرم' 'نہیں رہتا تھا۔ ید یہ یہ یہ

''تم نے میرےسین کٹوائے ہیں؟''زینیسین کے لیے ڈریننگ روم میں تیار ہور پی تھی جب سفیر دندنا تا ہوااندرآیا تھا۔ '' کیسے سین؟''زینی نے بےحد بے نیازی کے عالم میں کہا سفیر سے پچھلے کئی ماہ سے ایک عجیب می سرد جنگ جاری تھی اس کی ،اور سفیراس کی وجہ جاننے کے لیے جیسے پاگل ہور ہاتھا....زین نے اسے کمل طور پرAvoid کرنا شروع کردیا تھا۔وہ اس کی پارٹیز میں نہیں جاتی تھی۔اس کی فون کالزنہیں لیتی تھی یالے کرمصروف ہونے کا بہانہ کر کےفون رکھ دیتی تھی سیٹ پر بھی ان دونوں کے چھے پہلے جیسی گرم جوشی اب عائب ہو چکی تھی۔وہ اس کی باتوں کا جواب بے حد مختصر دیتی یا پھراس کی سرے سے میرکشش ہوتی تھی کہ وہ سیٹ پرسفیر سے بات کرنے کی بجائے دوسرے لوگوں سے بات چیت میں مصروف رہے۔ تا کہ سفیر کواس ہے بات کرنے کا موقع کم ہے کم مل سکے اور سفیر کے لیے اس کا بیرویہ نا قابل یقین تھا وہ پچھلے گئ سالوں ہےا یک دوسرے کے بہت قریب آ چکے تھے اور سفیر کو یقین تھا کہ بری زاداس ہے محبت کرتی تھی اس ہے گئ گنازیادہ محبت جتنی وہ اس سے کرتا تھا.....اوراسی محبت کے یقین میں اس نے اپنے گھریلوا ختلا فات کوسلجھانے یا اپنی بیوی سے مصالحت کی بجائے اسے طلاق دے دی تھی۔وہ اب بزی شجیدگی ہے بری زاد ہے شادی کا سوچ رہا تھااور کئی بار بری زاد کو پر پوز بھی کر چکا تھا....کسی دفعہ بھی اییانہیں ہوا تھا کہ بری زاد نے اس کے پر پوزل کوسرے سے ریجیکٹ کر دیا ہووہ سفیر کو ہر دفعہامید دلاتی تھی کیکن فوری شادی پر فی الحال تیار نہیں تھی اور سفیر کوبھی اس کی کوئی جلدی نہیں تھی۔اس کے لیےا تنا ہی کافی تھا کہانڈسٹری کی سب سے بڑی ہیروئن کےساتھ اس کا نام اشنے عرصہ سے جوڑا جار ہاتھاوہ پری زاد کی محبت میں کچھ اتنی بری طرح تم رہاتھا کہاس نے اوپر تلے پری زاد کے ساتھ فلاپ ہونے والی فلموں پر بھی غورنہیں کیا نہ ہی اس بات پر توجہ دی کہ پری زاد کی و وسرے ہیروز کے ساتھ آنے والی فلمیں تو ہٹ جارہی تھیں لیکن اس کے ساتھ آنے والی فلمیں اچھا برنس نہیں کر رہی تھیںاس کے لیے اتناہی کافی تھا کہ بری کی جس مرضی ہیرو کے ساتھ فلم ہٹ ہوتی اس کا نام تو لوگ اس کے ساتھ لیتے تتھاورکل کواسے سفیر ہی کے ساتھ شادی کرنی تھی اور اسی خوش فہمی میں اس نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ جن فلموں میں اس کے ساتھ پری زاد ہوتی تھی ان فلموں میں اس کے بہت سارے سین کا ٹ کراس کارول کم کردیا جا تا تھا۔اگر بھی اسے ایسی شکایت ہوتی بھی کے فلم میں سے اس کے بہت سارے اچھے سیز غائب ہوتے تھے ایسے سیز جن کی وجہ سے وہ ایک اچھےا مکٹر کے طور پراس فلم میں ابھر کرنمایاں ہوتا تو یافلم کا ڈائز مکٹر یا پروڈ پوسرا سے اس کا وہم قرار دیتا۔اوران سینز کو کا شنے کی کوئی نہ کوئی بڑی وجداسے دیتے سفیراس بات کوا گنور کرنے پرمجبور ہوجا تاوہ اس بات کوتب زیادہ نوٹس کرتاا گرفلم میں اس کےعلاوہ سیکنڈ لیڈ میں موجود کسی

ا یکٹر کےسینز اس سے بڑھ کریااس کے برابر ہوتے اور سفیر کو کم از کم ایس کوئی شکایت نہیں تھی۔ پری زاد کےسینز کی تعدا داور کوالٹی پراس نے بھی غور ہی نہیں کیاوہ تو دیسے ہی اسکی محبوبتھی جس پر وہ اندھااعتا دکرتا تھا۔اور ہیرو کا مقابلہ کسی دوسرے ہیروسے تو ہوسکتا تھالیکن ہیروئن؟....ایسافلم انڈسٹری کی روایت نہیں تھا۔ بہت سارے سینز غائب دیکھ کروہ ڈائر بکٹر سے بڑی طرح الجھ پڑا تھا۔اسے اس فلم کود کھھ کریوں احساس ہوا تھا جیسے وہ فلم میں ہیرو کارول نہیں کسی ا بکسٹرا کارول کررہاتھا.....اورا سے یقین تھااس فلم کی ریلیز کے بعدا یک بار پھرا سے فلمی تنجرہ نگاروں کی تنقید تفحیک کا سامنا کرنا پڑتا۔ جو پچھلے پچھ عرصہ سے فلمز میں اس کی پر فارمنس اور کر داروں پرشد پر تنقید کر رہے تھے۔اس کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہاس وفت ایک اچھی فلم آ کر وقتی طور پران سب کامنہ بند کردےاورجس فلم کے بارے میں اسے بیتو قع تھی کہ وہ بیکا م کرے گی اس میں پہلی باراس نےمحسوس کیا تھا کہ پری زاد نے سکرین پر جیےا ہے'' کھا''لیا تھاوہ اس کے مقابلے میں کہیں کھڑا نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔سیز میں اس کےاچھے ڈائیلاگ کاٹے گئے تھے۔اچھے مین غائب تھے۔Dance Squence میں ایڈیٹنگ کے ذریعے بہت تبدیلی کردی گئی تھی۔ وہ ہیرو کی طرح فرنٹ میں ناچتا نظر آنے کی بجائے دوسرے ا یکسٹراز کےساتھ ناچتا ہواایک ایکسٹرالگ رہاتھااور ہرجگہ کیمرہ جیسے پری زاد کا تعاقب کرتا نظر آ رہاتھااوراس وقت پہلی بارسفیرخان کواحساس ہوا تھا کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ گڑ بڑ ضرورتھیاورگڑ بڑ کو جاننے میں اسے زیادہ دیز ہیں لگی تھی اور بیسب کروانے والے کا نام جان کروہ شاکڈ رہ گیا تھا..... پری زاد، پری زاد یہ کیسے کرسکتی تھی؟وہ تواس کیسفیر کو شنڈے پینے آنے لگے تھے....اس کی بےاعتنائی، بے نیازی اور سردمہری کی وجہ کوئی بھی ہوسکتی تھی کیکن سفیرخان کے لیے بی تبول کرنامشکل ہور ہاتھا کہ وہ اس کی دشمن ہوسکتی تھی وہ غصے میں آ گ بگولا اسی طرح پری زاد کے پاس چلا آیا تھااوراہےاس وقت اس کی لا پروائی دیکھ کرمزید غصر آیا تھا۔ '' کیسے سیز؟'' زینی نے بے حداظمینان کے ساتھ میک اپ آ رنسٹ کوڈرینگ روم سے جانے کا کہتے ہوئے سفیر سے پوچھا، سلطان اس کے پاس بےحدمحتاط اور چوکناانداز میں کھڑ اتھا یوں جیسے اسے سفیر سے کسی اشتعال انگیز حرکت کی توقع ہو۔ '''تم بڑی اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کن سینز کی بات کرر ہاہوں۔''سفیروھاڑا۔ ''میں غیب کاعلم نہیں جانتی۔''زینی نے بے حد سر دمہری سے کہا۔''تم بتاؤ گے تو ہی پہۃ چلے گا مجھے۔

اوراب آج اسے اس وقت کرنٹ لگ گیا تھا جب وہ اپنی آنے والی ایک بہت بڑی فلم کے رشنر دیکھنے گیا تھا اوراس فلم میں بھی اپنے

م برص به بن طرع با من بوله بین من میرن بات طروب و سازه است. '' میں غیب کاعلم نہیں جانتی۔' زینی نے بے حد سر دم ہری ہے کہا۔'' تم بتاؤ گے تو ہی پیۃ چلے گا مجھے۔ '' میں چو ہدری الطاف کی فلم کی بات کر رہا ہوں۔' سفیر نے اس کی بات کا ٹی۔ '' سفیر میں اس وقت اپنے سین کی تیاری کر رہی ہوں مجھے اپنی لائنزیا دکرنی ہیںتم ویسے بھی اس وقت غصے میں ہو......اور جب

حمہیں غصہ آ جائے تو پھر تہمیں کچھ بچھ نہیں آتا ۔۔۔۔۔اس لیے ہم اس معاملے پر تب بات کریں گے جب تمہارا غصر ختم ہوجائے گا۔'وہ اس طرح بات کررہی تھی جیسے کسی چھوٹے بچے کو بہلارہی ہو۔ '' بھاڑ میں گیا تمہاراسین ۔۔۔۔تم میرا کیرئیر تباہ کررہی ہواور تمہیں اپنے سین کی پڑی ہے۔'' سفیرنے اس کے سامنے پڑی میز کو ٹھوکر سے

دور پچینکا تھا۔اس پر بڑی چیزیں کمرے میں بکھر گئی تھیں۔

زین نے بے تاثر چبرے کے ساتھ فرش پر دور پڑی ٹیبل اور بکھری ہوئی چیزوں پرایک نظر ڈالی پھر ہاتھ میں پکڑے سین کے صفحات کو لپیٹ کر سلطان کے ہاتھ میں تھاتے ہوئے سفیر سے کہا۔'' میں تہہیں سچ بتاؤں سفیر ۔۔۔۔ تہبارا کیرئیر پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔'' زینی کی آ واز میں جھلکنے ۔ والی ٹھنڈک نے سفیر کے وجود میں پہلی دفعہ لڑ کھڑا ہٹ پیدا کیوہ اس ٹھنڈک سے نا آ شنا تھا.....وہ اس پری زاد کونہیں جانتا تھا۔ ...

'' دس فلمیں فلاپ ہونے سے کسی کا کیرئیرختم نہیں ہوتا۔''اس نے غراتے ہوئے زینی سے کہا۔

''اگردس فلمیں ایک سال میں فلاپ ہوں تو ہو جاتا ہے۔۔۔۔ہتم انڈسٹری میں اپناوفت گزار بچکے ہو۔'' زینی کے اندازاور آواز میں سفاکی تھی وہی سفاکی جس کے لیفلمی ہیروئنز جانی جاتی تھیں۔

''اس لیےتم ہرفلم میں اپنے ساتھ سفیان کو کاسٹ کرواتی پھر رہی ہو۔'' سفیر کوفلم انڈسٹری میں پھیلے گی ماہ سے گردش کرنے والی وہ خبریں یاد آنے لگیں جنہیں وہ افواہیں کہدکر حبیثلاتی رہی تھی۔

"لوگ مجھاورسفیان کو ساتھ" دیکھنا جا ہے ہیں۔"زین کے ہونٹوں پچھلسادیے والی مسکراہے تھی۔

''اورکل تک میں تنہیں فلموں میں کاسٹ کروا تا پھرر ہاتھا۔۔۔۔ مجھے کی اور ہیروئن کے ساتھ کا منہیں کرنے دین تھی تم آ دھی انڈسٹری کی ایکٹریسز اور ڈائر کیٹر کے ساتھ جھگڑے مول لیے میں نے۔'' سفیراب چلانے لگاتھا۔اے احساس ہونے لگاتھاوہ پری زاد کی وجہ ہے کس طرح اپنے ہیروں پرکلہاڑی مارتار ہاتھا۔وہ کتنی آ سانی ہے اسے بے وقوف بناتی رہی تھی۔

" تہاری وجہ ہے میں نے اپنی بیوی کوطلاق دی۔"

" مجھے یو چھ کرنہیں دی۔"

''میں نے تمہیں لاکھوں کے تحائف دیےاورا بتم مجھے استعال کر کے ایک اور نئے ہیرو کے ساتھ پینگیں بڑھاتی پھر رہی ہو۔'' ''تم نے میراوقت لیااوراس وقت کی قیمت دی۔۔۔۔ پھرا حسان کس چیز کا جنار ہے ہوتم ؟''وہ بے بیٹنی سے اس کا چہرہ دیکھتار ہا۔ ''وقت؟۔۔۔۔۔تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتی رہی۔''وہ ایک ہار پھر چلایا۔

''میں نے بھی تم سے بنہیں کہا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں ۔۔۔۔۔ایک باربھی نہیں۔'' زینی نے بے حد پرسکون کیجے میں کہا تھا۔ '' تم ۔۔۔۔تم ۔۔۔۔ مجھ سے کہتی تھی کہ میں تہہیں اچھا لگتا ہوں ۔۔۔۔تم میر بے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔۔۔۔'' سفیر کو یاوآ گیا تھا۔اس نے زینی کی زبان سے واقعی اپنے لیے محبت کا اعتراف بھی نہیں سنا تھا۔

''اچھے لگنے میں اورمحبت کرنے میں زمین آسان کا فرق ہوتا ہے۔'' زینی کے لیجے کا اطمینان ہنوز برقر ارتھا۔

''تم مجھے ٹشو پیر کی طرح استعال کر کے پھینک رہی ہو۔''

''تم عورتوں کے ساتھ کیا کرتے ہو؟''اس نے دوبہ دو کہا تھا۔

'' مجھےتم سے نفرت محسوں ہور ہی ہے۔''سفیر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

زین بےاختیار مشکرائی۔

"بيەن كرېژى خوشى بهوئى..... كچھاور؟"

'' میں …… میں تہہیں دیکھلوں گاپری زاد…… میں تہہیں ……'' سفیرخان جملہ کم کنہیں کرسکا تھاوہ اب اسے گالیاں بکنے لگا تھااوراس سے پہلے کہ وہ اس پرحملہ کرتا سلطان اس پر جھپٹ پڑا تھا۔ دونوں کے درمیان ہاتھا یائی ہونے لگی تھی چندمنٹوں کے اندرسیٹ پرموجو دتمام افرا دڈرینٹک

روم میں پہنچ گئے تھے۔۔۔۔۔سفیرخان کوزبردی وہاں سے لے جایا گیا تھا۔۔۔۔ ہرا یک کا خیال تھا کہ وہ وہاں شراب کے نشے میں آیا تھااور جو کچھ کہہ رہاتھا نشے میں کہہ رہاتھا۔۔۔۔۔اورزینی نے اس تاثر کومضبوط کیا تھا۔ پری زاد نے سفیر کے اس رویے پراحتجا جاان تمام فلمز میں کام کرنے سے انکار کر دیا تھا جو اس نے پچھلے کئی سالوں میں سائن کی تھیں اور جن میں سفر ہیرو کے طور براس کے ساتھ تھا۔۔۔۔۔ وہ اپنی کسی فلم میں اب کام کرنے بر تیار نہیں تھی جس

اس نے پچھلے نئی سالوں میں سائن کی تھیں اور جن میں سفیر ہیرو کے طور پراس کے ساتھ تھا۔۔۔۔۔ وہ ایسی کسی فلم میں اب کام کرنے پر تیار نہیں تھی جس میں سفیر کسی بھی رول میں موجود ہوتا۔۔۔۔۔ دوسری طرف ایسا ہی اعلان سفیر نے بھی کر دیا تھا۔۔۔۔۔اس نے پریس کانفرنس کر کے میڈیا کے سامنے پری زاد برا سنزالز المدیدہ و سائران الزوالہ ہیں کریہ اتھ داس نے اس سر مجداد دیک کے الزواجہ بھی انگار کے سات نے صرف

ں اور پراپنے الزامات و ہرائے اوران الزامات کے ساتھ اس نے اس پر کچھاور رکیک الزامات بھی لگائے ۔۔۔۔۔اس نے صرف ایک پرلیس کانفرنس پر اکتفانہیں کیا۔ وہ کیے بعد دیگرے پرلیس کانفرنسز کا انعقاد کرتا رہا اور ایس کچھ پرلیس کانفرنسز میں اس نے میڈیا کے سامنے ان ڈائر یکٹرز اور

پروڈ یوسرز کے نام لیےاورانہیں لانے کا دعدہ کیا جنہوں نے پری زاد کے کہنے پراس کے سیز کائے تھے،اخبارات میںان لوگوں کے نام شالکع ہوتے ہی انڈسٹری میں مزید کھلبلی بچ گئی تھی ان میں ہرڈ ائر یکٹراور پروڈ یوسرنے اخبار والوں کوفون کرکر کے سفیر کے ان الزامات کی تر دید کی تھی ان میں ہے پر پر کیسر دیک مارین فروڈ نوٹسر کے اس کے ساتھ کے ساتھ کے ساتھ کے ایک میں کا کہ میں کا ساتھ کی کا میں کا میں ہے

کوئی بھی سفیر کی پریس کانفرنس میں آ کراس کے ساتھ بیٹھ کر پری زاد کے بارے میں میڈیا کے سامنے کچھ کہنے پر تیارنہیں تھا۔.... ہرایک جانتا تھا کہ ان کی ایسی کسی حرکت کو پری زاد کس طرح لے گی ہرایک نے وقتی طور پر سفیر خان کوبھی Avoid کرنا شروع کر دیا تھا۔اور بیہ چیز سفیر کے لیے

بہت بڑاسیٹ بیک تھا۔۔۔۔۔وہ انڈسٹری کےلوگوں ہے ایسے رویے کی تو قع نہیں کرر ہاتھا۔اس چیز نے اس کی فرسٹریشن اور ڈپریشن میں اوراضا فہ کردیا تھا۔انڈسٹری پہلی بارجیسے ایک عورت کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھی۔ ماپ کے عہدے داران نے انڈسٹری کے ان دوGiants کے درمیان مفاہمت اور مصالحت کی کوششیں کی تھیں کیونکہ بہت سارے فلم میکرز کا پیسہ ان دونوں کے ایک ساتھ کام نہ کرنے کی وجہ سے ڈوبتالیکن سفیر کی ہرنتی پریس

کانفرنس صورت حال کوخراب کرتی رہیوہ ان پریس کانفرنسز کاسلسلہ بند کرنے پر تیار نہیں تھااور ماپ کے عہدے داران پری زاد پر دباؤ ڈالنے میں ناکام ہور ہے تھے کیونکہ وہ ایسی ہرکوشش کے جواب میں ان کے سامنے سفیر کی کسی نئی پریس کانفرنس کے الزامات رکھ دیتی جن کا جواب ماپ کے عہد بداران کے پاس نہیں ہوتا تھا۔

ے پار سیں ہونا صاد چند ماہ اخبارات میں اس سکینڈل کی خبریں جلی سرخیوں میں شائع ہوتی رہیں پھر جوں جوں سفیر کی پریس کا نفرنسز بڑھتی گئیں ان میں آنے سریں ہے میں جھرہ کا معرف

والے جزنکٹس کی تعداد کم ہوتی گئی۔ پری زاد کی طرف سے کسی الزام کا جواب نہیں دیا گیا تھا۔۔۔۔۔کوئی پریس کا نفرنس نہیں کی گئی تھی۔۔۔۔۔کوئی تصدیق یا تر دیزنہیں آئی تھی۔۔۔۔۔ وہاں مکمل خاموثی تھی اس نے کسی فلمی تقریب میں میڈیا کے لوگوں کی ہزار کوششوں کے باوجود سفیر کے بارے میں پچھنہیں کہا تھا اوراس کی اس حکمت

وہاں میں حاموی می اس نے می می تفریب میں میڈیا ہے تو توں می ہزار تو مستوں نے باوجود مقیر نے بارے میں چھوئیں ہو عملی نے سفیر کواس سے زیادہ نقصان پہنچا یا جتنا سفیر کے میڈیا میں آنے والے الزامات نے پری زاد کو

فوری طور پرسفیر کواس نقصان کاانداز ہنبیں ہوا تھا جواہے آنے والے دنوں میں پری زاد کے ساتھ کام نہ کرنے کے فیصلے سے ہونے والا

۔ ڈائر یکٹراور پروڈیوسرز کا جینا حرام کردیتا تھاوہ ج<mark>یسےاب قصہ پارینہ بن گئے تھے۔۔۔۔۔ وہ صرف ہر قیمت پر کام چاہتا تھا۔۔۔۔۔ ہر قیمت پرانڈسٹری میں</mark> اِن رہنا چاہتا تھااوراباے پری زاد کےخلاف ا*س طرح کے ری*ا یکشن پر پچھتا <mark>وابھی ہونا شروع ہوگیا تھااس نے کھل کراہے دشمن</mark> بنا کراپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی تھیانڈسٹری کے چند بڑوں کے ذریعے اس نے بالواسطہ اور بلاواسطہ پری زاد سے مصالحت کی کوششیں کرنی شروع کر دیں کیکن ایسی کسی بھی کوشش کا کوئی نتیج نہیں نکلاتھا ہری زادا در سفیان کا پیئر اس وقت انڈسٹری کا Hottest Pair تھا اوراس کے ساتھ ساتھ انڈسٹری میں ان کے درمیان افیئر کی خبریں بھی گرم تھیں ان حالات میں سفیر کے ساتھ مصالحت کرنا زینی کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ دوسال کے اندر بے تحاشا شراب نوشی کی وجہ ہے سفیر کے وزن میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔اس کے سرکے بال کم ہونے لگے تھے اس کے چبرے پر بڑھتی ہوئی حجریاں اس کی بڑھتی ہوئی عمر کی چغلی کھانے لگی تھیں....اس نے فلم کی آ فرز بند ہونے کے بعداوپرینچے دوفلمز اپنے بینر کے بیچے پروڈیوس کیس وونوں کا نتیجہ وہی نکلاتھا جواس سے پہلے دوسروں کی فلموں کا ٹکلتا آ رہاتھا سفیرخان کی مالی حیثیت کوبھی شدید دھچکالگاتھااور بیہ ہی حالات تھے جن میں انڈسٹری پر پندرہ سال سے زیادہ سپر سٹار کے طور پر راج کرنے والے سفیرخان نے کیریکٹرا مکٹر کے طور پر کام کرنا شروع کر دیا تھا.....اپنے ڈو بتے ہوئے فلمی کیرئیر کووہ اب اس کےعلاوہ کسی اور طریقے ہے سہارانہیں دے سکتا تھا۔انڈسٹری میں یکے بعد دیگرے چارنو جوان خوبصورت ہیرو داخل ہو گئے تھے جنہوں نے اوپر بنچے ہٹ فلمز دے کرسفیرخان سمیت اپنے سے پہلے موجود ہیروز کو ملنے والے کام میں نمایاں کمی کر دی تھی اورانہوں نے سمسی پرانے ہیرو کے لیےCome Back کے جانسر کو مکمل طور پرنہیں تو تقریباً ختم کر دیا تھااوران جاروں ہیروز کوفلم انڈسٹری ہیں پہلا ہریک پری زادنے ہی دلوایا تھاان میں سے ہرا یک کی پہلی فلم پری زاد کے ساتھ تھی اوران میں سے ہرا یک پری زاد کے گن گا تا تھاپری زادلوگوں کوصرف تا بوت تک نبیس پہنچاتی تھی وہ تا بوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دیتی تھی فلم انڈسٹری میں اس سے زیادہ بااخلاق ایکٹریس دوسری کو ئی نبیس تھی اورفلم انڈسٹری میں اس سے زیادہ خوف کوئی کسی سے نہیں کھا تا تھا۔ جارسال کے بعد پری زاد نے بالآ خرسفیرخان کے ساتھ فلم میں کام نہ کرنے کا اعلان واپس لے لیا تھا۔انڈسٹری میں آنے والے ایک نے ڈائر بکٹرنے پری زاداورسفیرکوا پی فلم میں کاسٹ کرلیا تھا۔۔۔۔انڈسٹری میں اس خبر پر کوئی زیادہ بڑار ڈملنہیں آیا تھا۔۔۔۔فلم میں سفیرخان پری زاد کے باپ کا کردارا دا کرر ہاتھاا ورانٹرول سے پہلے فلم سے اس کی Exit ہوجاتی۔ سیٹ پر پہلے دن سفیرخان اپنے بالوں میں سفیدی لگائے دوسروں کی طرح بری زاد کے انتظار میں بیٹھاتھا جوابھی تک شوننگ کے لیے

تھا۔۔۔۔کیکن چندماہ میں ہی اسے پتہ چلناشروع ہو گیاتھا کہانڈسٹری نے اس پوری جنگ میں کس فریق کی حمایت کا فیصلہ کیاتھا۔۔۔۔بہت ساری ان فلمز

میں اس کو نکال دیا گیا تھا جن میں پری زاد کو بھی سائن کیا گیا تھا اور بیسفیرے لیے ایک بڑا دھیکا تھا۔ کیونکہ کسی فلم ڈائر بکٹرنے اسے فلم میں رکھتے

ہوئے پری زادکونہیں نکالاتھا۔ پری زاد کےساتھاس کی نفرت میں اضافہ ہواتھااوراس نفرت کےساتھ ساتھ شراب نوشی اورڈ رگز کےاستعال میں بھی

اضافہ ہو گیا تھا۔ایک سال میں اس کی چندد وسری ہیروئنز کے ساتھ تین مزید فلاپ ہو ئیںسفیر کے پاس فلمز کی آفرایک دم نہ ہونے کے برابر

ہوگئی تھیں۔وہ جس معاوضے میں ہرسال اضافہ کررہا تھااب اچا نک اس نے اس میں آ دھی کمی کر دی تھی اور جن مطالبات اورنخروں کے ساتھ وہ

سفیرجیپ جاپاس کے کھڑے ہونے پراس کے ساتھ چل پڑا۔وہ فلم انڈسٹری کا بھیٹریا تھا جسے ایک 28 سال لڑکی نے ''میں تبدیل کردیا تھا۔ www.urdunovelspdf.com

اوراس نے اسے سلام کیا۔ زین نے سلام کا جواب دیتے ہوئے سرسے یاؤں تک اس پرایک نظر ڈالی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں.....میڈم" سفیرنے مدھم آواز میں نظریں چراتے ہوئے کہا۔ آخری لفظ زبان سے ادا کرنااس کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا۔وہ اے نام سے پکارتا تھااور ابھی بہت کچھ کہنا تھالیکن انڈسٹری اب بری زاد کومیڈم کہتی تھی اسے بری زاد کہہ کر پکارنے والے بہت کم رہ گئے تھے۔ ''آ کیں سین کرتے ہیں' پری زاد کوسین تیار ہونے کی اطلاع دی گئی تھی۔اس نے سفیر سے کہااس کا پہلاسین اینے'' باپ' ہی کے ساتھ تھا۔

آ تکھوں میں بری زاد کے لیے کچھنیں تھا۔۔۔۔وہ گھٹے تو خیر بہت پہلے ہی اس کے سامنے فیک چکا تھا۔ بری زاد کے گر دجمگھ فااب کم ہو گیا تھاوہ سلطان کے ساتھ اپنی لائنزیا دکررہی تھی اور جوس کے گلاس ہے جوس لی رہی تھی جب سفیر نے دوسرے ایکٹرز کی طرح خود آ گے بڑھ کراس وقت انڈسٹری کی

واحد''سپرسٹار'' کو''سلام'' کرنے کاارادہ کیا۔ بری زاد کے گلاس میں چند گھونٹ باقی تھے۔ جب سفیرخان جھکے کندھوں کے ساتھواس کے سامنے آیا

نا آشنانہیں تھا۔انڈسٹری میں کئی سال تک سیٹ پراس کے اس طرح نخرے اٹھائے جاتے تھےحسرت،رشک اور حسد کے علاوہ اس وقت سفیر کی

جوعام طور پر Hit ہوتی تھیں اورا یک Hit فلم میں ایک جھوٹارول بھی ایک فلاپ فلم کی Lead سے بہتر تھا۔ وہ آ دھ گھنٹہ کی تاخیر سے سیٹ پر آئی تھی اوراس کے سیٹ پر آتے ہی سیٹ پر بھاگ دوڑ شروع ہوگئی تھیسفیرخان اس بھاگ دوڑ سے

فلم کی کاسٹ میں موجود گی پراعتراض نہ ہوتا تو سفیر کوسال میں کئی اورفلمیں ل سکتی تھیںان میں پری زاد کے ساتھ سیکنٹہ Lead والی فلمز بھی ہوتیں

نہیں پیچی تھی۔ایک لمبے عرصے کے بعداس کا اور پری زاد کا بہ پہلا آ منا سامنا ہونے والا تھاا ورسفیز نہیں جانتا تھا کہ پری زاد کیسے ری ایک کرنے

والی تھی....اس کے لیے انتظار کرتے ہوئے کچھ در کے لیے وہ بچچتا یا بھی شایداس نے پری زاد کے ساتھ باپ کے رول میں بیٹلم سائن کر کے ملطی

کی تھی....کین وہ کئی سال بعد آنے والے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا تھا....کیریکٹرا کیٹر کے طور پر ہی سہی کیکن پری زاد کواگراس کی

'' کیسے ہیں سفیرصاحب آپ؟''زینی نے اس سے یو چھاتھا۔۔۔۔انداز میں کہیں سی پرانی آشنائی کی کوئی جھلک نہیں تھی۔

وہ معمول کے چیک اپ کے لیے ہاسپیل میں گیا تھا جب اس نے ڈاکٹر کواپنی پشت پر کمر کے اطراف ان چندگلٹیوں کے ہارے میں بتایا جو چند ماہ پہلے نمودار ہوئی تھیں اور جن میں وہ بچھلے کچھ عرصہ سے در دمحسوں کرر ہاتھا۔ ڈاکٹر نے ابتدائی معائنے کے بعدا سے بائیویسی کا کہاتھااور بائیو یسی کی رپورٹ بازیٹو آ گئی تھیں۔وہ گلٹیاںCancerous تھیں پچھ دیر کے لیے رپورٹس کے رزلٹس جان کر کرم کے ہوش وحواس مفلوج ہو گئے تتھ۔۔۔۔۔ برص کےعلاوہ اسے زندگی میں اب تک کسی بیاری نے تنگ نہیں کیا تھااور اب یک دم کینسرجیںا ہولنا ک مرض۔۔۔۔۔ کیکن ڈاکٹر نے اسے ساتھ ہی بیخوش خبری بھی سنادی تھی کہاس کا کینسر بالکل ابتدائی سٹیج میں تھااورا یک معمولی آپریشن کے ذریعے وہ بڑی آ سانی سے ٹھیک ہوسکتا تھا بلکہ چنداور Tests کروانے کے بعد یہ بھی ممکن تھا کہوہ میڈیسنز کے ساتھ ہی ٹھیک ہوجا تا۔ کچھ دیر کے لیے کرم کو ڈاکٹر کی بات پریفین نہیں آیا اے لگا کہ وہ اسے جھوٹی تسلیاں دے رہاتھالیکن پھراہے خیال آیا کہ وہ اس سے حبوث کیوں بولے گا.....اگراس کا کینسرایڈ وانسڈ اسٹیج پر ہوتا تب بھی وہ اتناہی Openly اس کے ساتھ ڈسکس کررہا ہوتا اوراب اگروہ پیر کہدرہا تھا کہ پریشانی کی بات نہیں تھی تو واقعی ایسا ہی ہوگا۔ اگلے چند ہفتے وہ کچھ دوسرے ہاسپطلز اور ڈاکٹر ز کے ساتھ Consult کرتار ہا تھااور ہرایک کی رائے تقریباً اسی ڈاکٹر کی رائے جیسی تھیکرم نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔ اس نے تب تک اپنے گھر والوں کواپنی بیاری کے بارے میں نہیں بتایا تھا لیکن ان ڈاکٹرز سے Consultation کے بعداس نے بالآ خراین مال کواین بیاری کے بارے میں بتادیا۔اس کی مال اس کی بیاری کا سنتے ہی بری طرح رونے لگی تھیکرم کواس کا اندیشہ تھا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں امی ڈاکٹرز نے کہا ہے کہ میری زندگی کوکوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ آپ بس دعا کریں میرے لیے۔ " کرم نے مال کوسلی دینے کی کوشش کی تھی۔ '' بیسب اس چڑیل کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔۔اس نے ہی کوئی جادوٹو نہ کیا ہےتم پر۔۔۔۔۔ پی نہیں کیا کھلاتی رہی ہےتمہیں تمہارے ساتھ رہ کر۔'' کرم نے بےاختیار گہراسانس لیا۔اس کی ماں کا اشارہ زری کی طرف تھا۔۔۔۔۔وہ اس کی زندگی ہےتو نکل گئی تھی لیکن اس کی فیملی کی یا دواشت سے نہیں ہرایک وقٹا فو قٹازری کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہناا پنافرض سمجھتا تھا کیونکہ کہیں نہ کہیں ہرایک کویہ شک تھا کہ کرم ابھی بھی زری کے ساتھ را بطے میں تھا.....اور بیھی عین ممکن تھا کہوہ اس کی مالی مد دکرتار ہاہو.....کرم نے ابتدائی چندمہینوں میں بہت باران سب کویفین دلانے کی کوشش کی تھی کہوہ اب زری کےساتھ کسی قتم کا رابطہ رکھے ہوئے نہیں تھا۔لیکن بہت جلد ہی وہ بار بار کی ان وضاحتوں اور یقین د ہانیوں سے تنگ آ گیا تھا۔

اب بھی یہی ہور ہاتھاوہ ماں کواپی بیماری کے بارے میں بتار ہاتھااور ماں کوایک بار پھرزری یاد آ رہی تھینہ صرف یہ کہوہ یاد آ رہی تھی بلکہوہ اس کی بیماری کواس کے سرمنڈ ھنے کی کوشش کررہی تھیں۔

اس نے زری کےمعاملے پر بالکل حیب سادھ کی تھی اوراس کی خاموثی نے جیسے اس کی قبیلی کے شبہات کی تصدیق کردی تھی۔

بعض دفعہ ماں باپ کی'' سادگی'' اولا د کے لیے بے حدصبر آ ز مااور تکلیف دہ ہوتی ہے۔کرم کےساتھ بھی ایسا ہی معاملہ تھا.....اس کی ماں بہ آ سانی اس کے بہن بھائیوں کی باتوں میں آ کران کی زبان بولتی تھیکیونکہ وہ زیادہ وفت انہیں لوگوں کےساتھ رہتی تھی اور 24 گھنٹے جو پچھاس سے کہا جا تا تھاوہ حرف بہحرف اس پریفین کرتی تھی ۔۔۔۔۔کرم کے لیےان کا ذہن بدلنا بہت مشکل ہوجا تا تھا۔۔۔۔۔کرم علی کے بہن بھائی وہ ساری باتیں اورمطالبات جووہ خود کرم سے نہیں کر سکتے تھے اپنی مال ہے کہدد ہے تھے اور کرم بناچوں چراان سب باتوں کو مان جایا کرتا تھااس کی مال کوا گرایک طرف اس بات پرفخرتھا کہ کرم اس کی بات ٹال نہیں سکتا تھا۔تو دوسری طرف اس بات پرغرور بھی تھا کہ کرم کا سارا مال ودولت انہیں کی دعا وُں کی وجہ سے تھی۔اوروہ بار بارکرم کو بیہ بات جتانا بھی ضروری مجھتی تھیں کرم نے بھی اس معاملے پران سے بحث نہیں کی تھیاس کے پاس دولت کس طرح آئی تھی؟اس نے دولت کے لیے کیا کیا قبت ادا کی تھی؟اوروہ اس دولت کو کیا سمجھتا تھا؟اس نے اپنی مال کو بھی بیسب پچھ بتانے کی کوشش نہیں ک^ہقیوہ بس حیب حاب ان کی ہاتیں سنتا تھا جو ہروفت اسے بتاتی رہتی تھیں۔ کہ انہوں نے اسے کویت بھجوانے کے لیے بیسہ اکٹھا کرنے کے لیے کیا کیا قربانیاں دی تھیںاتنے سال گزرنے کے باوجوداورا پنی فیملی کے لیے بیسب پچھ کرنے کے باوجود کرم اپناسر ہمیشدان کےاس ایک احسان کے سامنے جھکا ہوا ہی یا تا تھا.....اس نے بھی اس چیز کو Argue نہیں کیا تھا کہ ان کی قربانیاں زیادہ تھیں یا اس کی ان کے لیے دی جانے والی قربانیاں.....کہیں نہ کہیں اس کواینے ول میں پہیقین تھا کہ ماں اس ہے محبت کرتی تھی..... سچی محبتونیا کی ہر ماں کی طرح..... ذ ہن میں آنے والے ہرخدشے، ہرشہے اور بہن بھائیوں یامال کےرویے سے پہنچنے والی ہر تکلیف کے باوجود کرم کویقین تھا کہا گردنیا میں کوئی واقعی اس کی زندگی اس کی سلامتی کسی مطلب کے بغیر حیا ہتا تھا تو وہ اس کی ماں ہی تھی اور صرف یہی یقین تھا جس کی وجہ ہےوہ ماں کے کہنے پر پچھا یسے کا م بھی کرنے پر تیار ہوجا تا تھا جو کسی اور کے کہنے پر کرتے ہوئے وہ دوبار سوچتا۔ اس کی بیاری کااس کے بہن بھائیوں کوبھی پیۃ چل گیا تھااورزندگی میں شاید پہلی بارکرم کوانہیں پریشان د مکھے کرلگا کہوہ واقعی اس کی پرواہ

کرتے تھے اس کی زندگی اور صحت ان کے لیے کوئی معنی رکھتی تھی اور بیاس کے لیے ایک بے حد خوش کن چیڑتھی۔

وہ تقریباً روز ہی اینے بہن بھائیوں کی کالزریسیوکر تا تھااوروہ اس سے اس کی خیریت دریافت کرتے تھے۔اس کےعلاج اورطبیعت کے

بارے میں یو چھتےاس سے پہلے اس نے بھی زندگی میں اتنے تو اتر اور با قاعد گی سے ان سب کی کالزریسیونہیں کی تھیں ہر دوسرے تیسرے دن ان میں ہے کوئی نہ کوئی اپنی قیملی کے ساتھ اس کے گھر آ جا تا یہاں تک کہ اس کی ماں بھی اپنے دوسرے بیٹے کے ساتھ رہنے کی بجائے کرم کے گھر یر بی آ گئی تھی.....زری کےاس گھر سے جانے کے بعد بیر پہلی بارتھا کہ کرم کواپنے گھر میں وحشت نہیں ہور بی تھی تنہائی کا وہ احساس جو گھر کا درواز ہیار

کرتے ہی اس کے وجود کو کھو کھلا کرنے لگتا تھاوہ یک دم کہیں غائب ہو گیا تھا.....

اس نے اس سے پہلے بھی اپنی زندگی کے لمبے ہونے کی خواہش نہیں کی تھی لیکن اب وہ چاہتا تھا کہ وہ صحت یاب ہوکراور جیئے کیونکہ اس کی فیملی کواس کی ضرورت بھی اس کی زندگی ان کے لیے پچھ عنی رکھتی تھی۔ ''سلمان نے ویز ۱۱ پلائی کرنے کے لیے کہاہے۔''نفیسہ نے اس سے کہا۔ '' آپ پاسپورٹ دے دیں میں ویز اا پلائی کر دیتی ہوں۔''

'''نعیم اورز ہر ہمجی جانا چاہ رہے ہیںسلمان نے کہاہے کہا گران کا ویزا لگ جاتا ہے تو وہ ان دونوں کی کلٹس بھی بھیج دے گا۔'' '' آپ آیا سے پاسپیورٹ منگوالیس میں ان کے ویزے بھی ساتھ ہی اپلائی کر دیتی ہوں۔میرا تو خیر پہلے ہی لگا ہوا ہے.....رہیداور فاروق بھی آ رہے ہیں لندن ہے؟''

زینی نے سدرہ کی تصویر پرایک نظر ڈا<mark>لتے ہوئے ماں سے پوچھا۔</mark>

'' ہاں وہ بھی آ رہے ہیں۔''نفیسہ یک دم پچھ جیپ ہی ہوگئ تھی یوں جیسے وہ پچھ کہنا جاہ رہی ہوکیکن کہدنہ پار ہی ہو۔ '' بڑی بیاری لڑی پہندی ہے سلمان نے۔'' زنی نے تصویر دیکھتے ہوئے ماں سے کہا۔سلمان نے سدرہ کی تصویرا پی تصویروں کے

'' تمہارے پاس وفت ہوگا اس کی شادی میں شرکت کے لیے؟میرا مطلب ہےتم تو آج کل بہت مصروف رہتی ہو.....تمہاری تو

''سلمان کی شادی میں شرکت کے لیے میں فلموں کا ہرج کر سکتی ہوںاکلوتے بھائی کی شادی میں شرکت سے زیادہ ضروری تو کوئی مجھی چیز نہیں ہے۔'' زینی نے نصوریوں کوایک بار پھر دیکھتے ہوئے کہا....سلمان ان چندسالوں میں بہت بدل گیا تھا۔تصوریوں پرنظر ڈالتے ہوئے

اسے یک دم احساس ہواتھا کہ نفیسہ یک دم بہت خاموش ہوگئی تھیں۔ '' کیا ہوا؟''زینی کوان کی خاموثی بری طرح تھلی تھی۔

''وہ سلماننہیں جا ہتا کہتم شادی ہیں شریک ہو۔''زین کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔نفیسہ قدرے نادم انداز ہیں بری مشکل سے ''سدرہ کے خاندان کو پیتنہیں ہے کہتم فلموں میں کام کرتی ہو پیتہ ہوتا تو وہ سلمان کارشتہ بھی قبول نہیں کرتےسلمان کہہر ہاتھا

کہ امریکہ میں رہنے کے باوجوداس کی قیملی بڑی مذہبی اور پرانے خیالات کی ہے.....سلمان نے ان لوگوں کوتمہارے بارے میں سرے سے بتایا ہی نہیں۔''نفیسہ نادم انداز میں کہہ کر چیپ ہوگئی تھیں۔۔۔۔ کہنے کے لیے زین کے پاس بھی پچھنہیں تھا۔۔۔۔اس نے کیکیاتے ہاتھوں سے ایک نظر ہاتھ

میں پکڑی اپنی ہونے والی بھابھی کی تصویر دیکھی پھران تصویروں کوبستر پر ماں سے پچھ فاصلے پر رکھ دیا۔ '' آپ لوگ پھر پاسپورٹ دے دیجیے گاکل۔'اس نے آ واز کوسنجالتے ہوئے کہا۔اوراٹھ کر کھڑی ہوگئی۔نفیسہ کا دل بھرآ پاس نے کوئی گلہ

کیوں نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔لا کھاس کی غلطی تھی پھر بھی وہ کچھ کہتی توسہی ۔۔۔۔زین کمرے سے نکل گئی۔۔۔۔گزرتے دنوں میں ایسے دن ایسے لمعے آ جایا کرتے تھے جب کوئی جیسے آئینداس کے سامنے رکھ دیتا تھا۔۔۔۔اوروہ نہ جائے ہوئے بھی آئینے میں اپنائٹس دیکھنے پرمجبور ہوجاتی تھی۔۔۔۔اوروہ مکس ہمیشہ شکست خوردہ

ہوتا تھا.....صرف وہی چند لمحےایسے ہوتے تھے جب وہ اپنے آپ سے یہ پوچھتی تھی کہاس نے اتنے سالوں میں کیا تھویا کیا پایا ہے؟روشنیوں کی وہ د نیاجس کاوہ حصیقی انسانوں کےاندر'' تاریکیاں''اتارر ہی تھی کیونکہوہ کچھدوسرےانسانوں کےاندرکی'' تاریکیوں''سے بی تھی۔ وہ سارے اس کی زندگی کے وہ سال تھے جب وہ صرف دولت اور شہرت کے ساتھ جی رہی تھیعزت اور محبت سے محروماخبار کی ہیڈلائن بننااور ٹی وی سکرین کی سکرول بار کا حصہ ہونا کتنا تفتحیک آمیز ہوتا ہے بیکوئی زینی سے بوچھتا.....اس کی زندگی اس کا وجود چوہیں گھنٹے میڈیا کی مائیکروسکوپ کے نیچےر ہتا تھا۔۔۔۔ جواس کوایک''غیرانسانی'' جذبات نہر کھنے والی مخلوق سمجھ کرٹریٹ کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ایک''فلمی ہیروئن'' ایک''ا کیٹرلیں''تھی جس کا کام اینے جسم کو کپڑوں ہے'' دکھا'' کراوراینے چپرے کومیک اپ میں''چھیا'' کرلوگوں کو''ستی تفریح'' فراہم کرنا تھا.....فلم انڈسٹری کی دوسری ہیروئنز کے برعکس زین کو کبھی اینے''فینز'' کی داد سےخوشی نہیں ہوئی تھی....سینما میں اینے کسی جملے یا ڈانس کی کسی Movement یر ملنے والی Clap نے بھی اس کے جسم میں کرنٹ نہیں دوڑ ایا تھا وہ پلک گیدرنگز اور سینماز میں آتے جاتے ہوئے مسکراتی تھی.....لوگوں کی تالیوں اورنعروں کا ہاتھ ہلا کرجواب بھی دیتی اورمیڈیا کے ذریعے ان کاشکریہا دا کرتے ہوئے ان کی''محبت'' اور'' ستائش'' کواپنا سب سے قیمتی ا ثاثہ بھی بتاتیکین وہ ان سب ہے اتنی ہی شدید نفرت بھی کرتی تھیاس کے دل میں ان لوگوں کے لیے رتی برابرعز ت نہیں تھی.....اس کے نز دیک وہ سب'' تماشا کی'' تنصرف'' تماشا کی''.....اتنے ہی غلیظ جتنے اس سمیت وہ سب دوسر بےلوگ تنے جوان کے لیے الیمی تفریح فراہم کرتے رہے تھے.....وہ اگراپنی عزت نہیں کرتی تھی توان کوبھی عزت کا حصہ دارنہیں جھتی تھیوہ لوگ جنہوں نے اسے سپر شار بنایا تھا وہ اگرا ہے بارے میں پری زاد کے خیالات پڑھ لیتے تو سینمامیں بیٹھ کرا سے Clap دینے کی بجائے اسے سنگسار کرویتے نفیسہ سلمان کی شادی میں شرکت کے بعد بچھ عرصہ کے لیے واپس یا کستان آئی تھیں کیکن چند ماہ بعدد وبارہ سلمان کے پاس مستقل طور پر چکی کئیںربیعہاور فاروق بھی انگلینڈ ہےای سٹیٹ میں شفٹ ہور ہے تھے جہاں سلمان اور سدرہ تھے.....اور نفیسہاب زین کے''خالی گھ'' میں رہتے رہتے تھک گئی تھیںزین نے انہیں رو کنے کی کوشش نہیں کیاس کے لیے مال کی خوشی مقدم تھیوہ اپنے لیے ان کو باندھ کر کیوں رکھ ویتی....کین ابنا خالی گھراہے پہلے سے زیادہ خالی لگنے لگا تھا۔اس کی شوبز کی مصروفیات اتنی بڑھ چکی تھیں کہوہ تقریباً صرف سونے یا کپڑے تبدیل کرنے کے لیے بی گھر آتی تھی مگروہ چند گھنٹے بھی اُسےاس گھر میں گزار نامشکل لگتا تھا۔ اوریبی وہ وقت تھاجب کئی سالوں کے بعد شیراز نے ایک دن اس کے پیل فون پر کال کی تھی۔ایک سینڈ لگا تھازینی کواس کی آ واز پہچا نے میںساری عمرایک سیکنڈ بی لگنا تھا.....اس نے ہیلو ہے آ گے بچھ سننے کی بجائے فون بند کر دیااب ایسا کیا تھا جواسے شیراز سے سننا تھا۔ کیکن اس کی آ واز اسے کئی سال پیچھے لے گئی تھی یا د داشت کے سارے دروازے کھڑ کیاں ،روشن دار کھلنے لگے تھے....سب پچھ کیسے پیچھے سے ملیٹ کر آ رہاتھا....شیراز بار بار کال کررہاتھا..... پھر بار بار Text کرنے لگاتھا.....وہ معافی ما نگ رہاتھا.....ایک باربات کرنا جا ہتا تھا.....صرف ایک بار.....ایک باتایک ملاقاتزین نے سل فون آف کردیاوه یادوں کی کرچیوں پر ننگے یاؤں چلنے لگی تھی۔ '' زری آئی تھی کل '' کرم جائے کا گھونٹ نہیں بھرسکا اتنے عرصہ بعد زری کا وہاں آنا کیامعنی رکھتا تھا؟ وہ کسی بزنس و پنجر کے لیے چند

''کب؟''''کیا کہدر ہاہے۔۔۔۔۔تنہبیں تو کہنا جا ہے''کس لیے؟'' کرم کی ماں کواس کا سوال بری طرح کھلاتھا۔''تمہارےا مریکہ جانے

کے دودن بعد آئی تھی۔۔۔۔کہدرہی تھی کرم سے ملنا ہے۔۔۔۔میں نے بھی اچھی بےعزتی کی اس کی۔۔۔۔روتی ہوئی گئی وہ یہاں ہے۔۔۔۔آگئی ہوگی پھر

یہے لینے کے لیے میرابیٹا جیسے نوٹوں کی مشین بن گیا ہے اس کے لیے جب دل جا ہے گی نوٹ نکال لے گیمیں نے کہد دیا اس سے کہ دوبارہ بھی

ہفتوں کے لیےامریکہ گیاتھااوراب مبحاس کی ماں اسے بتار ہی تھی۔

اخراجات نہ کرتی تواس کے چندسال بے حد آ رام ہے گز رسکتے تھے۔

بینک سے اے اب اس کے بیلنس کے بارے میں تو پیۃ نہیں چل سکتا تھالیکن کرم کویفین تھا کہ ان کے پاس زری کا کوئی موجودہ پیۃ یا کانٹیکٹ نمبرضرور ہوگا۔وہ بید دنوں چیزیں بھی اسے نہیں دینے والے تھے لیکن کرم جا ہتا تھا کہ وہ اپنا کانٹیکٹ نمبران کے ذریعے زری تک ضرور پہنچا تا

ضرور آئے گی اوراس نے اس کے بارے میں اپنی سیرٹری کو ہدایات دی تھیں۔اس دن کام کرتے ہوئے زری بار باراس کے ذہن میں آتی رہی اور

اس کے بارے میں سوچتے ہوئے ہی اسے اس کا بینک ا کا وُنٹ چیک کرنے کا خیال آیا تھا اس کا ا کا وُنٹ اس نے اپنے بینک میں ہی کھلوایا تھا اور

زری نے اپنے حق مہر کی رقم اس میں جمع کروائی تھیکرم اس رقم کےعلاوہ بھی کئی باروقٹا فو قٹااس کےا کا وُنٹ میں مزیدرقم جمع کروا تار ہاتھالیکن بیہ

جاننے کی کوشش کیے بغیر کہاس کےا کاؤنٹ میں اب بیلنس کتنا تھالیکن اسے یقین تھا کہ زری کےا کاؤنٹ میں اتنی رقم ضرورتھی کہا گروہ بڑے

'' کب ہور ہا ہے تمہارا آپریشن؟''اس دن وہ رات کوسونے سے پہلے مال کے کمرے میں ببیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔۔اس کے بہن بھائی پورا دن وہال گز ارنے کے بعد چند گھنٹے پہلے ہی واپس گئے تتھاور کرم بےحد خوشگوارموڈ میں تھا۔

'' دوتاریخ کو۔''''اللہ کرے آپریشن کامیاب ہوجائے''اس کی ماں نے دونوں ہاتھا تھا کردعا کی۔

'' ڈاکٹر کہدر ہاتھامعمولی آپریشن ہے پریشانی کی کوئی بات نہیں آپ بس دعا کریں۔'' کرم نے مال کوتسلی دی۔

'' بیکوئی کہنے کی بات ہے۔۔۔۔ میں نے تو جب سے تمہاری بیاری کا سنا ہے۔۔۔۔۔ون رات تمہارے لیے دعا کر رہی ہوں۔میری تو را تو ں کی نیندیں اڑگئی ہیں۔''اس کی ماں کی آ واز بھراگئی۔

> ''بیٹے بٹھائے کیسی مصیبت میرے بچے پرآگئی۔''اس کی مال نے دو پٹے کے ساتھا پئے آنسو پو تھے۔ ''آپ اتنامت سوچیں۔''

'' کیسے نہ سوچوں؟..... ماں ہوں میں تمہاریاولا دکو تکلیف ہوتو مجھے کیسے تکلیف نہیں ہوگی۔''

"میں جانتا ہول۔" کرم نے سرجھکا کرکہا۔

''اور میں کیا تمہارے سارے بہن بھائی پریشان ہیں تمہاری وجہ سے ۔۔۔۔۔دعائیں کررہے ہیں وظیفے کررہے ہیں۔ نتیں مانی ہوئی ہیں سب نے ۔''اس کی ماں نے قدرے جوش سے کہا۔ کرم تشکر کےاحساس سے مغلوب ہوکر پچھ دیر کے لیے پچھ بول نہیں سکا۔

'' جان دیتے ہیں سب جھے پر کرم …… بڑاا تفاق ہے میری اولا دمیں ……اللہ بیا تفاق ہمیشہ برقر ارر کھے۔''اس کی ماں نے ایک بار پھر ہاتھ اٹھا کردعا کی تھی۔

"بس مجھےرہ رہ کرایک بات کا خیال آتا ہے۔"اس کی مال نے کہا۔

کرم چونک گیا۔

''کس بات کا؟''''زندگی اورموت کا کچھ پیتنہیں ہوتا بیٹا۔۔۔۔۔اللہ تنہیں کمبی عمردے۔۔۔۔میری عمربھی لگادے۔۔۔۔لیکن میں کہہ رہی تھی کہ

تم اپنی وصیت ککھوا دیتے تو اچھاتھا..... آپریشن جھوٹاسہی پر ہےتو آپریشن ہی۔'' کسی نے مخبر لے کرپوری قوت سے کرم کے عین دل میں گھونپ ديا تفا....سانس لينے كا تو خير سوال بى پيدائبيں ہوتا تھا۔

'' تمہارے بہن بھائی بھی کئی دنوں ہے مجھے یہی کہدرہے ہیں کہ بھائی جان ہے کہیں وہ اپنے کاروباراور جائیداد کے بارے میں وصیت

کھودیں تہمہیں پتہ ہے بعد میں ایسی ہاتوں پر کتنے جھڑے ہوتے ہیںتم اپنی زندگی میں ہی سب کو بتا دو گے س کو کیا ملے گاتو پھر بعد میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔' اس کی ماں سادہ لہجے میں کرم کا چہرہ دیکھے بغیر کہتی جار ہی تھی ۔۔۔۔خاموثی تی خاموثی تھی جو کرم کے اندراور باہر چھائی تھی ۔۔۔۔تاریکی سی

تاریکی تھی جو ہرطرف پھیل گئی تھیصرف وہی ایک لمحہ تھا جب کرم نے دل ہے اللہ ہے واقعی موت ما تگی تھیموت آ سان تھی۔وہ سب بہت

اذیت ناک تھا جو وہ من رہا تھا۔۔۔۔ ماں نے اسے کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ وہاں بیٹھے چندکھوں کے لیے اس نے خود کو ہرفریب دینے کی کوشش بھی کی کہ دہ ایک ڈراؤ ناخواب دیکھر ہاتھا.... بےحد ڈراؤ ناخواب جوصرف چندمنٹوں کے بعد ٹوٹ جاناتھا....لیکن خواب میں کوئی آئٹھیں

اور کان کیسے کھلےر کھ سکتا تھا بیاس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

''آ صف تو ویسے مجھ سے کہدر ہاتھا کہ ہوسکتا ہے بھائی جان نے پہلے ہی وصیت لکھوالی ہو۔وہ بڑے عقل مندآ دمی ہیں ہماری طرح تھوڑے ہیں۔''اس کی ماں بولتی جار ہی تھی۔کرم کا پوراو جودادھڑ نا شروع ہو چکا تھا۔سلائیوں سےاترےکسی نامکمل سویٹر کی طرح جس کی اون کے

سرے کوکوئی بکڑے کہیں کھینچتا جار ہاتھا.....وہ سب ماں نہ کہتی تو گھاؤا تنا گہرانہ لگتا پروہ سب ماں کہدر ہی تھی اور برداشت نہیں ہویار ہاتھا.....کرم بس مال کاچېره د میصا جار ما تھا۔...بس د میصا جار ما تھا۔...کون کہتا تھا کہ مال بھی اولا د کی موت کی بات نہیں کرتیاس کی ماں تو کرر ہی تھیکسی دقت

کے بغیر بے حد آسانی ہے۔ '' پھر میں کیا کہوں تمہارے بہن بھائیوں ہے؟'' وہ اب اپنی بات ختم کرتے ہوئے پوچے رہی تھیں۔ '''لکھوا دول گا۔۔۔۔۔ آ پ آ رام کریں۔''بیدو جبلے بولنے کے لیے کرم کوگر دن تک دلدل میں تھنے آ دمی کی طرح کوشش کرنی پڑی تھی۔

'' جیتے رہو۔''اس کی ماں نے ہمیشہ کی طرح دعا دیتے ہوئے اس کا چپرہ پکڑ کراس کا ماتھا چو ما۔۔۔۔۔پہلی بارکرم کووہ بوسہ ٹھنڈالگا تھا۔۔۔۔ یا

پھروہ اس کا دل تھا جس نے کسی بھی کمس کوجذبات اوراحساسات میں Convert کرنا چھوڑ دیا تھا۔

وہ جپ چاپ اٹھ کر کمرے سے باہرآ گیا۔رات ایک بار پھر بہت کمبی ہوگئ تھیگھر ایک بار پھر بہت خالی لگنے لگا تھا.....تنہا ئی ایک بار پھراہے وحشت ز دہ کرنے گئی تھی ۔۔۔۔۔تو کرم علی کون تھا؟ ۔۔۔۔۔اس کی زندگی کیاتھی؟ ۔۔۔۔۔اس کا ہونا نہ ہونا کیامعنی رکھتا تھا۔۔۔۔ بہت سارے سوال تھے جواس کو چکرار ہے تھےاسے اس وقت شوکت زمان بری طرح یاد آیا تھا.....وہ آج سیچے معنوں میں شوکت زماں کی اذیت محسوس کرسکتا تھااس کی

زندگی کے ساتھ relate کرسکتا تھا۔ دنیا کی'محبت'' جیتنے اور اپنے رشتوں کی محبت'' یانے'' کے لیے کی جانے والی کوشش میں بس ایک فرق ہوتا

ایڈز تھاوہ اس لیےایز باں رگڑنے پرمجبوراورموت ما تکنے پرمجبور ہو گیا تھا.....اور کرم وہ کیوں موت ما نگ رہاتھا۔ '' میں نہ آپ کوز ہرلا کردے سکتا ہوں نہ تکھے ہے آپ کا سانس بند کر سکتا ہوں نہ ہی آپ کا گلا د باسکتا ہوں۔ بیا گناہ ہے میں نہیں کرسکتا۔ ''اس نے اس رات شوکت سے کہا تھا۔ ''لیکن دیکھ کرم میں تجھے اس کے بدلے میں اپنی پوری جائیداد دے رہا ہوں تیری زندگی بدل جائے گی.....زندگی میں ایسا موقع پھر کہاں ملے گا تحقیے؟'' شوکت زمال ایک بار پھر گڑ <mark>گڑ ار ہاتھا۔</mark> ''میں آپ سے زیادہ بر دل آ دمی ہوں شوکت صاحب آپ کی خدمت کرسکتا ہوں اگلے دس سال بھی آپ اس بستر پر پڑے رہے تو آپ کی غلاموں کی طرح خدمت کروں گاکین جان نہیں لے سکتا آپ کیآپ کے کہنے پر بھی نہیںساری رات سوچاہے میں نے اس بارے میںکیکن اتنا بڑا گناہ نہیں کرسکتااوروہ بھی صرف پیسے کے لیے۔'' کرم نے دوٹوک انداز میں اس سے کہا تھا۔ '' تو پھرتو کسی اور آ دمی ہے بات کراس ہے کہدوہ بیکا م کردے۔''شوکت زمال نے کہا تھا۔ ''وہ بھی گناہ ہوگا وہ بھی میرے ہی حساب میں لکھا جائے گا مجھے معاف کر دیں لیکن میں پینہیں کرسکتا۔'' کرم نے بے چارگی ہے شوکت زمال سے کہا۔ ''تو بردا ظالم آ دی ہے کرم تجھے انسانوں پرترس نہیں آ تامیں نے کتنے احسان کیے تجھ پراوراب تیرے سامنے ایر ایاں رگڑ ر ہا ہوں اور تو میرے لیے ایک چھوٹا ساکا منہیں کرسکتا۔''شوکت زماں اسے ایک بار پھر گالیاں دے رہا تھا۔ کرم چپ چاپ سنتار ہا پھراٹھ کر باہر آ گیا۔اس نے زندگی میں پیسے کی خواہش ضرور کی تھی کیکن اس کے لیے بھی کوئی حرام کا منہیں کیا تھا۔وہ اب کیسے کرسکتا تھا۔ شوکت زمال کی آ واز وہ باہر تک بھی س سکتا تھاوہ نقاحت بھری آ واز میں اسے وہاں سے نکل جانے کے لیے کہدر ہاتھا.....اور بیروہ لمحہ تھاجب کرم علی نے واقعی وہاں سے چلے جانے کا سوچا تھا۔ا گلے چندون وہ شدید کش میں رہاتھاوہ شکوت زماں کوچھوڑ کر چلا جاتا تو پھراس کا کیا ہوتا.....اسے یقیناً ہاسپطل منتقل کرنا پڑتا لیکن وہاں شوکت زمال کے پاس چند کھوں کے لیے بھی اس کی عمیادت کے لیے جانے والا کوئی نہ ہوتا۔۔۔۔۔لیکن وہ اس کے پاس رہتا تو اسے خدشہ تھا کہ وہ کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کرشوکت زمال کی بات ماننے پرمجبور نہ ہو جائے۔۔۔۔۔وہ پہلے

ہی شوکت زماں کی دولت کے بارے میں بہت کچھ سوچنے لگا تھااورا ہے ایک دوسر مے خص کی دولت کے بارے میں سوچنے کا خیال پریثان کرنے

ہے.....ونیا کی محبت جیتنے میں نا کام رہنے کاغم انسان کو گھن کی طرح نہیں کھا تا.....اپنوں کی بےاعتنائی دیمک کی طرح چاہئے گئتی ہے.....ونیا کی

محبت سو ہار'' خالص'' ہونے کے پیانے پر تو لنے کے بعد بھی اپنی شرطوں پر قبول کرتا ہےاپنوں کی'' جھوٹی محبت'' کے لیے بھی وہ جھولیاں

بھیلائے رہتا ہے۔۔۔۔خونی رشتے وہ وٹامنز ہوتے ہیں جن کے بغیرانسان اپنی جوانی گزارسکتا ہے بڑھایانہیں۔۔۔۔۔اورکرم وہ 40 سال میں بھی اس

طرح خالی ہاتھ تھا جس طرح اپنے 20 سال میں یا جس طرح اپنے 60 سال میں ہوتا شوکت زمان جیسی زندگی تو وہ نہیں گزار نا چاہتا تھا.....اسے

َ لَگَا تَهَا.....شوکت زمان کی دولت جیسے اس کے دل کواپی طرف تھینچنے لگی تھی۔ ۔

جس منے وہ اپناسامان پیک کر کے گھر چھوڑنے کی اطلاع دینے شوکت زماں کے پاس آیااس نے اسے اپنے بستر میں مردہ پایا.....کرم کو شدیدرنج ہوا تھا.....وہ چند لمحے وہ تھے جب اسے لگا تھااس نے دولت مند ہونے کا سنہری موقع تھا پھراس نے اس کی بات کیوں نہ مانی.....کین سے منہ سیکھیں تھا جست سے میں کا رہیں ہے۔ کا ایک ہوئی ہے۔ اس کی بات کیوں نہ مانی ہے۔ اس کی بات کیوں نہ مانی ...

اب پچھنہیں ہوسکتا تھا۔۔۔۔ ہاتھ سے سب پچھاب نکل چکا تھا۔۔۔۔کرم علی پنہیں جانتا تھا کہ شوکت زماں اپنی وصیت بہت پہلے لکھوا چکا تھااورا پی وصیت میں اپنے دونوں بیٹوں کے لیے پچھنھوص رقم چھوڑنے کے سوااس نے اپنی ساری جائیدادکرم علی کے نام کی تھی۔۔۔۔لیکن یہ جائیدادکرم کو تب

وصیت میں اپنے دونوں بیٹوں کے لیے پچھ تخصوص رقم جھوڑنے کے سوااس نے اپنی ساری جائیدا دکرم علی کے نام کی ہے....ین یہ جائیدا دلرم کو تب ملتی اگر شوکت زماں قدرتی موت مرتاشوکت زمال مرنے سے پہلے اس کے ساتھ کیا تھیل کھیل رہاتھا یہ کرم کو بھی سمجھ میں نہیں آیا ۔.... آج آگیا

تھا۔۔۔۔۔ وہ ساری عمر شوکت زمال کواپنامحس بجھ کراس کا احسان مندر ہا۔۔۔۔۔ وہ پینیں جانتا تھا کہاس' بمحسن' نے دولت کی شکل میں اپناوہ عذاب اس سزا کے طور پرمسلط کر دیا تھا جو وہ ساری عمر خودا ٹھائے بھرا۔۔۔۔۔کرم سمجھتار ہااس نے اسے آ زمائش میں پورااتر نے پرانعام کے طور پر جائیدا داس کے

نام کی تھیگر شوکت زمان نے فطری موت ہونے کی صورت میں کرم کی مدد نہ ملنے کے امکان کوسا منے رکھتے ہوئے اس کو وہ سب سونپ دیا تھا...... وہ کرم کوا تنا مالا مال کر دینا چاہتا تھا کہ اس کے خونی رشتے اسے گیدھوں کی طرح نوچ نوچ کر کھانے لگیں کرم کی جیبوں کے علاوہ ان کا

دھیان کہیں اور جائے ہی نہوہ اے دولت نہ دیتا تو محنت مز دوری کر کے بیسہ اکٹھا کرنے والے کرم کوشایدخونی رشتوں کی وہ قدراور محبت مل جاتی جواسے اب نصیب نہیں تھیشوکت زماں اس سے ہمدر دی اور محبت کرنے والوں کورشک اور حسد کرنے والے جنگھٹے میں تبدیل کرنا چاہتا

تھااورشوکت زیال نے ایسا کر دکھایا تھا۔ میں میں میں میں میں اس میر کی م

ا پنے بیڈروم میں اس رات بیٹھ کر کرم نے اتنے سالوں میں پہلی بارسوچا کہا سے شوکت زماں کاوہ سارا بیبہ تبنییں لینا چا ہیے تھا.....وہ اس کا بیبہ نہیں تھا....اس نے اسے نہیں کمایا تھا.....وہ ایک آ دمی کا چھوڑا ہوا تر کہ تھا جواس کی اولا دکے پاس جانا چا ہیے تھا چا ہے اس آ دمی نے اسے اولا دکے لیے چھوڑا تھایانہیں.....وہ دولت کرم علی کے لیے' کرم' نہیں تھی۔

'' میں کیا کروں اس کا؟''اتنے مہینوں سے فون کر کر کے جان عذاب میں کردی ہےاس نےنمبر بدلتا ہے...... واز بدلتا ہے.....نام بدلتا ہے....سوکالیس کرتا ہے ایک دن میں.....ایک باراس سے بات کر ہی لیس پری جیمیری جان تو چھوڑے ہی۔'' سلطان نے ایک بار پھر سیل فون کو آف کرتے ہوئے کہا۔وہ بے صدر چ لگ رہاتھا۔

ی فون کو آف کرتے ہوئے کہا۔وہ بے صدز چ لگ رہاتھا۔ ''ابھی اسےفون کرنے دو۔۔۔۔۔بات کرنے کی اتن جلدی کیا ہے اسے۔۔۔۔۔نہوہ کہیں جارہاہے۔۔۔۔نہیں کہیں جارہی ہوں۔۔۔۔دونوں کیہیں ہیں

تو پھرکیسی جلدی۔'زنی نے اینے ناخنوں پر کیونکس لگاتے ہوئے کہا۔

ہر میں جلدی۔''زینی نےاپنے ناخنوں پر کیوٹلس لگاتے ہوئے کہا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا اپنے سال سے کوئی رابط نہیں کیا اس نے ……اب اپنے سالوں کے بعد آپ کی یاد کیسے ستانے گلی اسے؟''

سلطان نے اس کے ہاتھ سے کیونکس کی بائل بکڑ لی تھی۔

''اسے لگتاہے میں اس کے انتظار میں بیٹھی ہوں ۔۔۔۔۔شادی جونہیں کر رہی ۔۔۔۔۔مردکو بڑی خوثی ہوتی ہے جب عورت اس کی یاد کا طوق گلے میں لٹکائے اس کے نام پربیٹھی رہے۔''زینی کے لفظ تلخ تھے ایجہ نہیں وہ یوں بات کر رہی تھی جیسے اپنے اور شیراز کے بارے میں نہیں کسی اور کے بارے میں بات کر رہی تھی۔

''جب جانتی ہیں تو کیوں بیٹھی ہوئی ہیں اس کے لیے؟ ۔۔۔۔۔دفع کریں اسے پری بی۔۔۔۔ آپ بھی گھر بسالیں اب۔۔۔۔'' زین اس کی بات پر ہنسی سلطان نے برامنایا۔

'' پہلی دفعہ کسی ہیروئن کاسیکرٹری اسے شادی کامشورہ دےرہا ہے۔۔۔۔کسی دوسری ہیروئن کے پاس تونہیں جانا چاہتے؟'' زینی نے اسے چھیڑا۔سلطان اور ناراض ہوا

''بار بارسکرٹری کہہ کرمیری اوقات کیوں جتاتی رہتی ہیں مجھے پری جی ۔۔۔۔۔ٹھیک ہے تنخواہ دار ملازم ہوں آپ کا۔۔۔۔۔وہ مجبوری ہے میری۔۔۔۔۔آپ کا گھربس جائے گاتو کتنی خوشی ہوگی مجھے آپ کواس کا انداز ہ بھی نہیں ہے۔''

> ''شادی۔۔۔۔گھربسانا۔۔۔۔کس ہےشادی کروں؟۔۔۔۔۔ بتاؤ مجھے۔۔۔۔۔؟'' اتنے لوگ کہتے ہیں آپ ہے شادی کے لیے۔''

''ان مردوں سے شادی کروں جوگھر میں شریف اورمعزز خاندانوں کی عورتوں کو شادی کے نام پرلا کر بٹھانے کے بعد باہر جگالی کرتے پھرتے ہیں۔''زینی کے لیچے میں تفرقھا۔

''ایسے مردجو پاؤں کی جوتی اورعورت میں زیادہ فرق نہیں سبجھتے ۔۔۔۔تم چاہتے ہومیں کسی کے پاؤں کی جوتی بن جاؤں؟''وہ بے حد شجیدہ تھی۔ ''اللہ نہ کرے پری جی ۔۔۔۔آ پ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ ۔۔۔۔آ پ کو پاؤں کی جوتی کون بنائے گا۔۔۔۔۔مرکا تاج بنا کررکھیں گے۔۔۔۔۔اتنے

لوگ جان دیتے ہیں آپ پرآپ کیوں سوچتی ہیں کہ شادی کے بعدان کارویہ بدل جائے گا۔'' ''کیونکہ میں عقل کی اندھی نہیں ہوں'زینی نے ترکی بہتر کی کہا۔

''اورویسے بھی رشتے بنا کراب مجھے کرنا کیا ہے؟ ۔۔۔۔۔جو پہلے تھے ان کا کیا کرلیا کہ اب مزید گلے کے پھندے تیار کروں ہیں۔'' ''تواس کا کیا کروں پری تی ۔۔۔۔۔۔۔وہ تو بات کے بغیر نہیں ٹلے گا ۔۔۔۔ آج بھی 35 بار کالز کی ہیں اس نے ۔۔۔۔ جو پھھے کہہ رہی ہیں ایک باراہے کہدویں ۔۔۔۔میری بات کا تواثر نہیں ہوتا ۔۔۔۔اس پر۔۔۔۔ہوسکتا ہے آپ کی بات کا ہی ہوجائے۔''سلطان نے کہاتھا۔

کیونکس کابرش ہاتھ میں لیےزین کچھ دریسوچتی رہی پھراس نے سلطان کو برش دیتے ہوئے اپناسیل فون اس کے ہاتھ سے تھام لیا۔ ''فون کرنے لگی ہیں اسے؟'' سلطان بےاختیارخوش ہوا۔زین نے جواب نہیں دیا۔ سیل آن کر کے اس نے شیراز کو کال بیک کرنا شروع

یے شیراز کی بدشمتی تھی کہ وہ زینی کاسیل آف ہونے کے بعد قدرے مایوں ہوکر ڈنرٹیبل پر آیا تھااورابھی اس نے کیاب کا پیبلائکڑا منہ میں

پکڑ کرا یکسیکو زمی کہتے ہوئے نیبل سے اٹھ گیا۔ هینا کھانے کھاتے رک گئی تھی وہ کس سے بات کرر ہاتھا کہ اسے تنہائی کی ضرورت پڑگئی تھی۔اس سے پہلے تو وہ ٹیبل پر ہی کالز لے لیا کرتا تھا۔۔۔۔ پھراب وہ کون تھا جس سے بات کرنے کے لیےاسے ٹیبل سے اٹھ کر کمرے سے نکلنا پڑا تھا۔اتنے سالوں میں اسے شیراز کے معاملات میں صرف اتنی دلچیہی تھی کہ وہ کسی دوسری عورت میں دلچیہی نہ لے اور اپناروپیہ کہیں اورخرج نہ کرے باتی وہ کیا کرتا تھا کیسے رہتا تھا؟ کیسے جیتا تھا ہینا کواس میں دلچیسی نہیں تھی شوہرنام کا جوڈھول اس نے گلے میں بجانے کے لیے ڈال لیا تھاا ہے وہ بہت پہلےا تارکر پھینک چکی ہوتی اگر سعیدنواز شیراز کے پیچھے نہ کھڑے ہوتےاتنے سالوں میں بھی ان دونوں کارشتہ ابھی بھی اس طرح بھکو لے کھا تا پھرر ہاتھا جیسے وہ شاوی کے شروع کے دنوں میں تھا....تہیل اس دوران اپنی بیوی کے ساتھ بیرون ملک چلا گیا تھا اور به پہلاسیٹ بیک تھا جوشینا کوہوا تھااس کا خیال تھاوہ یا کتان میں رہے گا تو مجھی نہمھی وہ اسے اس کی بیوی کوچھوڑ دینے پرمجبور کر ہی لے گی کیکن اس کا پاکستان ہے چلا جانا.....سعیدنواز اورشیراز کواس وقت ایک امید بندھی تھی کہ شاید هینا اب شیراز کے ساتھ اپنے روپے پر نادم ہوتے ہوئے اپنے رویے کو بہتر کرے گیگریدان دونوں کی غلط نہی تھیہینا نے اپنے سوشل سرکل میں نئے بوائے فرینڈ زبنا لیے تھے..... شیراز دنیا میں رہ جانے والا آخری مردبھی ہوتا تب بھی دینا کے لیے اسے برداشت کرنا نا قابل برداشت تھا۔اسے شیراز سے اتنی ہی چڑتھیاور کیوں تھی میہ شیراز کو تمجھ نہیں آتی تھیاتنے سالوں میں اس نے اس طرح کا مرد بننے کے لیے لاکھ پاپڑ بہلے تھے جیسے مرد شینا کواچھے لگتے تھے.....اپنے لباس اور رکھ رکھاؤ سے لے کراپنی بول حال تک اس نے خود کو تکمل طور پر بدل لیا تھا.....کوئی بھی اب اسے دیکھ کرینہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ ہمیشہ سے اپر کلاس کا حصہ نہیں رہا۔۔۔۔لیکن شینا کے لیے وہ اب بھی قابل قبول نہیں تھا۔ بہر حال اپنے سالوں میں شیراز نے ایک چیز سکھ لیکھی ۔۔۔۔۔ آئکھوں میں دھول جھونکنا شادی کے ابتدائی سالوں کے برعکس وہ اب شینا کے شکنج سے بڑی آ سانی سے پچ نکلتا تھا.....اس نے شینا اور سعیدنواز کو دھو کہ دیتے ہوئے بہت سارار وپیہآ ریار کرنا شروع کر دیا تھا..... جب بھی سعیدنواز کو پیۃ چلنا تو وہ کچھ دیر کے لیےاس کی ٹھیک ٹھاک بےعزتی کرتے.....وہ ہمیشہ کی طرح جھوٹ کے انبار گھڑ کرر کھ دیتا۔۔۔۔۔اورسب تچھ پہلے کی طرح ہی رہتا ہے عزتی ہے اب اسے خوف نہیں آتا تھا۔۔۔۔۔ بیاس کی زندگی کا ایک اہم جزبن گئی تھی وہ اس سے کیا خوف کھا تا۔۔۔۔۔اوروہ یہ بھی انداز ہ کر چکا تھا کہ سعیدنواز اس کو پٹے کے طور پر شینا کے گلے میں باند ھے رکھنے پر مجبور تتھے.....اوران کی اس مجبوری ہے وہ جتنا فائدہ اٹھا اسکتا تھاا ٹھا۔ وہ جانتا تھا کہ جلدیا بدیر شینا نے اس سے الگ ہوہی جانا تھا.... بیروا حد سیح · تتیجہ تھا جواس نے اتنے سالوں میں نکالا تھا۔اوراس نتیج نے اسے اپنے مستقبل کی پلاننگ کے حوالے سے پچھاور چیزیں بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔۔۔اوران میں سےایک دوسری شادی تھی کیکن بیقدم وہ تب ہی اٹھا تا جب شینا کسی وجہ سے اس سے طلاق لے لیتی وہ خوداییا کوئی قدم اٹھا کر

ً رکھا ہی تھا جب ٹیبل پر رکھااس کاسیل بیجنے لگا۔شیراز نے بےحدلا پر واہی کےانداز میں سیل پرنظرڈ الی اورزینی کا نام سکرین پر حیکتے د مکھے کراس کا دل

جیسے کچھ دریر کے لیے دھڑ کنا بھول گیا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا کا نٹا پکڑنے کی کوشش کرتے کرتے بھی پلیٹ میں گریڑا تھا۔ ہینا نے چونک کراسے

دیکھا.....شیراز یک دم بے حدنروس بے حدکنفیوز ڈنظر آ رہاتھا یوں جیسےاس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ وہ کیا کرے کال ریسیو کرے یا ایسے ہی جیٹھا

رہے۔۔۔۔۔ هینانے بےحد گہری نظروں سےاہے دیکھا تھا۔۔۔۔۔اوریہ جیسےاس کی نظریں ہی تھیں جنہوں نے جیسے شیراز کوحوصلہ دیا تھاوہ یک دم سیل فون

سعیدنواز کے عمّاب کانشانہ بیں بننا جا ہتا تھا۔۔۔۔لیکن شیراز نے تلاش شروع کر دی تھی۔۔۔۔اپنے سوشل سرکل میں اپنی آئندہ ممکنہ بیوی۔۔۔۔اپر کلاس ہی کی کوئی دوسریعورت (کم از کم بیروه معیارتھا جس پروه کمپرومائز کرنے پر تیاز نہیں تھا)..... بے شک زیادہ خوبصورت نہ ہوتی..... بے شک مطلقہ ہوتیکین اس باروہ لومیرج حیا ہتا تھا تا کہاس طرح کی ذلت اور ہتک اس کی زندگی میں دوبارہ نہ آئے جس کا شکاروہ پچھلے کئی سالوں سے شینا کے ساتھ تھا۔۔۔۔۔ شینا کی طرح ہی وہ بھی گرل فرینڈ زبد لنے لگا تھا۔۔۔۔سعید نواز کی طرح وقتی وابستگیاں اس کی زندگی کا حصہ بھی بنے لگی تھیں ۔ کہیں نہ کہیں دولت ہونے کے باوجودمحبت نام کا ایک خلاجواس نے خوداینے وجود میں پیدا کیا تھااب اس کو ہری طرح جیجنے لگا تھا دولت نے اس کی ہر کی پوری نہیں کی تھیاور جب بھی شیراز کومحت نام کی چیز کی خواہش ہوتی زین اس کی نظروں کے سامنے آ جاتیوہ اس سے کتنی نفرت کرنے لگی تھی اورا سے ذلیل کرنے کے لیے کیانہیں کر عتی تھی شیراز کواس کا اندازہ اس ایک ملاقات سے ہی ہوگیا تھا جواس کے گھریر ہوئی تھی اوراس ایک ملاقات کے بعدوہ کچھوے کی طرح اینے خول میں بند ہو گیا تھاوہ ہراس جگہ ہے دور بھا گتار ہاتھا جہاں اسے شوہز کے کسی بھی فرد کے آنے کا خدشہ ہوتا زین توخیرا بیک بہت دور کی شختیوہ جانتا تھاوہ جب بھی اس کے سامنے آئے گی وہ طوفان کی طرح آئے گی اور وہ اس کے جانے کے بعد اپنے یر نچے سیٹتا پھرے گا جیسے پہلی بارسیٹتار ہاتھا۔۔۔۔لیکن اس سب کے باوجودا سے یقین تھا کہ وہ محبت اس سے کرتی ہے۔۔۔۔۔اور بھی نتیم بھی اس کا پیغصہ بیہ ناراضگی ختم ہوجائے گی اور تب اس کے لیے زینی ہے دوبارہ مراسم بڑھانے آ سان ہوجا ئیں گےاتنے سالوں میں کرم کی طرح اس نے بھی زینی کے بارے میں ایک ایک چیز کی خبرر کھی تھیاس کی ایک ایک کیرئیر موویراس کی نظرتھیاوراہے جتناعروج مل رہاتھاشیراز کی اس ہے ملنے کی خواہش اتن ہی شدید ہور ہی تھیوہ یا کتان کی Most Wanted Woman تھی اور یہ کیسے ممکن تھا کہ شیر از جیسا مرداس کے حارم سے حفوظ رہ یا تا۔ اب اتنے سالوں کے بعداس سے رابطے کی کوشش اس نے بہت سوچ سمجھ کر کی تھیاہے جس طرح کے روممل کی تو قع تھیزین نے ویسے ہی ری ایکٹ کیا تھالیکن شیرازمستقل مزاج تھا.....وہ اگر شینا جیسے فتنے کے ساتھ اتنے سال گزارسکتا تھا تو زینی کا اس طرح کاروبیتواس کے سامنے کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔۔ پیٹہیں کیوںا سے یقین تھازینی پکھل جائے گی۔۔۔۔ بری زادنام کاماسک وہ زیادہ عرصےاینے وجود پر چڑھا کرنہیں رہ سکے گی۔ اورآج اس طرح یک دم اس کی کال آجانے پراسے لگا تھا جیسے اس کا خیال بالکل ٹھیک تھا۔ اس نے دھڑ کتے ہوئے دل کے ساتھ ڈائٹنگ روم سے نکل کرزینی کی کال ریسور کی۔ ''ہیلوزیٰی!''اس نے بڑی بے تابی سے کہا۔ ''پری زاد!'' دوسری طرف سے زینی نے اسے کہا۔ شیراز چندلمحوں کے لیے طے کرتار ہا کہا ہے اس کوئس نام سے یکارنا جا ہے پھراس نے کہا۔

> ''پری زاد....کیسی ہوتم ؟'' ''بہت اچھی ہوں ۔''

> > '' مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں تم سے بات کررہا ہوں۔''

''یفین کرلوشیراز.....''اس نے بڑی سردمہری ہےاس ہے کہاشیراز کی مجھ میں نہیں آ رہاتھا کہ و واس ہے کیا بات کرے۔

''بات تم شروع کروگے یامیں کروں؟''زینی نے چندکھوں کے بعد کیا۔

"I am sorry" اس نے ندامت سے کہا۔

کسی نے جلتے ہوئے انگارے زینی کی تصلیوں پر رکھ دیئے۔

''تم مجھےمعاف کر دومیں نے بہت بڑی غلطی کی۔''

''معافی ما تگنے کی اتنی جلدی کیا ہے تہمیں شیراز۔۔۔۔۔ابھی تو بڑاوقت ہے۔۔۔۔معافی ما تگنے کے لیے تو آ مناسامناضروری ہوتا ہے۔۔۔۔''اس نے شیراز کی بات کاٹ کر کہا۔

'' آمناسامنا ہی جاہتا ہوں میں تم ہے<mark>۔''</mark>

''اس کے لیے چندسال انتظار کرو۔۔۔۔۔ کچھ کام مجھے نیٹا لینے دو۔۔۔۔۔ کچھ کام تم نیٹالو۔۔۔۔ پھراطمینان سے بیٹھ کرپہلے بات کریں گے پھر

حباب کتاب کریں گے۔''

ب کریں گے۔'' زینی نے فون آف کر دیا۔۔۔۔اے اس بار مایوی نہیں ہوئی۔۔۔۔اس سے اتن بات بھی اس کی کامیابی تھی۔۔۔۔ وہ اس کے گرد پیخی ہوئی د بواروں بر پہلی ضرب لگاچکا تھا۔

وہ قدرے مسرور سااندرڈائننگ روم میں واپس آیا اور سیل ٹیبل پررکھتے ہی اس نے هینا کوہاتھ پر ہاتھ رکھے اپنا منتظر پایا وہ کھانانہیں کھا

''کس کا فون تھا؟''اس نے شیراز کے بیٹھتے ہی کہا۔

''ایک دوست تھا۔شیراز نے نظریں چراتے ہوئے اپنی پلیٹ کودیکھا۔

'' دوست تضایاتھی؟''اگلاسوال بے حد ڈائر یکٹ تھاشیراز کچھ کہنا جا ہتا تھالیکن اس سے پہلے ہی شینا نے ٹیبل پر پڑااس کا مو ہائل اٹھا کر

اس کی کالز کار بیکارڈ چیک کرنا شروع کردیا شیراز کا چچ ایک بار پھراس کے ہاتھ سے گراتھا.....وہ بری طرح بوکھلایا تھا.....

''زین'شینانے بے حد تفریے لاسٹ کال کودیکھا۔

''میرےساتھ کام کرتی ہے آفس میں۔'شیرازنے بےاختیار جھوٹ بولا۔

'' تو آفس میں کام کرے۔۔۔۔گھر میں کیا کام پڑ گیا ہے اس کودیکھتی ہوں اسے۔''شیراز کے ہاتھ کا پینے لگے۔ شینا کال بیک کررہی تھی۔

''شیناشینا پلیزوه کیاسو ہے گی میری بےعزتی ہوجائے گی۔''شیرازمنتیں کرنے لگاتھا۔

'' وہ ان کی ہوتی ہے جن کی کوئی عزت ہوتی ہے۔اس لیےتم بےعزتی کی تو فکرمت کرو۔' مشینا نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

۔ '' شیراز نے بےاختیاردل میں فون کے بندر ہنے کی دعا کی ۔۔۔۔۔دعا قبول نہیں ہوئی تھی دوسری طرف سے زینی نے کال ریسوکر لی تھی۔ ہیلو کہتے ہی اس کے کا نوں میں شینا کی حقارت بھری آ واز پڑئی تھی۔

''میں مسزشیراز بول رہی ہوں اور تہہیں صرف بیہ بتانا جا ہتی ہوں کہ دوبارہ میرے شوہر کے نمبر پرتمہاری کالنہیں آنی جا ہے۔'' ''ور نہتم کیا کروگی؟''

هينا كوايينے كانوں پريفين نہيں آيا تھا۔

" کیا کہاتم نے؟"

" میں نے کہاورنہ تم کیا کروگی؟" زینی نے بے حد تھ ہر تھ ہر کراپناایک ایک لفظ دہرایا۔

"اس سے بات کروابھی اورای وقت اوراہے بتاؤ کہتم دوبارہ اس کی آ وازبھی نہیں سننا جا ہے۔ ' ھینا نے غراتے ہوئے شیراز کے ہاتھ

میں فون تھایا۔ دوسری طرف فون کال سے لگائے زینی ان کی ہاتیں سن رہی تھیزندگی نے اسے ایک ہار پھر جیسے بازار میں لا کرجا کھڑا کیا تھا.....

ایک آس تھی اےایک موہوم می آسوہ چند لمحے پہلے اس ہے ایکسیکو زکررہا تھا....وہ اب ایک بار پھراہے وہ سب پچھنیں کہے گا....

کیکن ایبانہیں ہوا تھاشیراز نے نہ چاہتے ہوئے بھی شینا کےالفاظ دہرا دیےکسی نے پھرے بازار میں جیسے زیں کے منہ پر جوتا تھینچ مارا تھاسیل

اب دوبارہ شینا کے ہاتھ میں تھا۔

"" سن لياتم في؟ دوباره تمهارا فون نبيس آنا چاہيے ناجا ہيے ناجا ہے

''بہت اچھی طرح''زینی نے بمشکل کہا.....آ گ ہی آ گ تھی جواس کے وجود کوجلانے لگی تھی۔

''اس کی آواز بردی familiar لگ رہی ہے مجھے پر نہیں کیوں۔''هینا نے ایک لمحے کے لیے الجھتے ہوئے فون ٹیبل پررکھا تھااور

پھر كند ھے اچكاد ہے..... شيراز كى جان ميں جان آئى..... شينا نے اسے نہيں پېچا نا تھا.....زین كوده دوباره مناسكتا تھا۔

اس نے کھاناختم کرتے ہی شینا کے گھر سے نکلنے کے بعدزینی کو کال کی تھی اس کا سیل آف تھا..... شیراز نے دوسرے دن فون کرنے کا

سوچاتھا.....اسے اندازہ تھا کہ جتنی محنت اس نے زینی کواس سے بات کرنے پر کی تھی وہ شینا کی ایک ہی کال نے برباد کی تھی اسے بیاندازہ نہیں تھا کہ

هینا نے اس کی محبت پرنہیں اس کال سے شیراز کی قسمت پرسیاہی پھیردی تھی۔

وه سارا غصه اس رات ایک آتش فشال کی طرح زین کے اندرابل پڑا تھا جووہ استے سالوں سے سلسل دبانے کی کوشش کر رہی تھیوہ کتنی

باراسے ذلت دیتا آخرکتنی بار شینا کے لیجے کاغرورا یک نیزے کی انی کی طرح اسے چبھار ہاتھا توشیراز کی برزد لی اسے خبخر کی طرح کاٹ رہی تھی۔

اس رات اس نے ایک لمبے عرصے کے بعد ایک بار پھر ہوش وخواس کھوئے تھے بے تحاشا شراب پی تھی بے شارسگریٹ پھو تکے

تھے.....سلطان اس کی حالت دیکھ کر پچھتار ہاتھا شیراز سے ملاقات کامشورہ اس نے دیاتھاا سےوہ جانتا ہوتا کہ پری زاد کی بیرحالت ہوجائے گی

تووه بری زادے نہ کہتا

''ایسابھی کیا ہو گیا ہے پری جی؟.....ایسابھی کیا کہہ دیا ہےاس نے؟'' وہ جاننے کے لیے پری زاد کی منتیں کرتا بھرر ہاتھا.....اوروہ حیپ تھی اورسلطان کو ہمیشہاس کی خاموثی ہے ڈرگگتا تھا.....وہ جانتا تھااب وہ کچھ پلان کررہی تھی....اوراب وہ کس کوڈ بونے والی تھی ہیم از کم پہلے کی طرح اس کے لیےراز نہیں تھا۔۔۔۔لیکن کرنا کیا جا ہتی تھی۔۔۔۔۔ یہاس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔۔۔ چند دنوں بعد آ گیا تھا۔

شیراز کواپنے کا نوں پریقین نہیں آیا تھااس نے ایک بار پھراس ہےمعذرت کرنے کے لیےاسےفون کیا تھااورزین نے اس کی بات سننے کی بجائے بڑے میٹھے کہجے میں اس سے ملنے <mark>کے لیے اسے ایک گیسٹ ہاؤس میں بلالیا تھا۔</mark>

'' بگنگ تم کرواؤگے....مسٹراورمسزشیراز کے نام ہے۔''

شیراز کولگا سے سننے میں غلطی ہور ہی تھی اس کا دل جیسے اس کی پسلیاں تو ڑ کر باہر آجانا جا ہتا تھاوہ کیارات گزارنے کے لیے اسے وہاں بلار ہی تھی؟ یقیناً رات گزار نے کے لیے بلار ہی تھیورنہورنہکیازینی اس پراس طرح مہربان ہوسکتی تھی؟بال کیوں نہیںو

محبت کرتی ہے مجھ سےوہ خود ہی سوال کررہا تھا....خود ہی جواب دے رہاتھا....اس کے پورے وجود میں یک دم جیسے پارہ بھر گیا تھا۔ ''تم پہلے میرے گھر آ کر مجھے یک کرو گے۔۔۔۔۔ہم PC میں ڈنر کریں گے۔۔۔۔۔اس کے بعداس گیسٹ روم میں جا کیں گے۔۔۔۔ بہت

ساری با تیں ہوں گی پھر.....تم ہی کہدرہے تھے نا کہ میراسا منا کرنا چاہتے ہو.....مجھے سے ملاقات کی خواہش ہے تہہیں۔'' شیراز بہت کچھ کہنا چاہتا تھااس ہے لیکن فرط جذبات ہے اس ہے بات نہیں ہور ہی تھیزینی نے فون بند کر دیا.....اچھا کیا.....

شیرازاں وقت جیسےایے آپ میں نہیں رہاتھا.....ایک دن اورایک رات کے بعدوہ اس لڑکی سے ملنے والاتھاجس سے وہ بھی محبت کرتا تھا.....(مم ازتم اس بات پراہے یقین تھا)

وہ ساری رات سونہیں سکاوہ ساری باتیں سوچتار ہاجوا ہے زینی ہے کہنی تھیں وہ سارے خیالات ترتیب دیتار ہاجواس کے ذہن میں آ رہے تھے.....سوچتار ہا کہ زینی اس سے کیا کیا گلہ کر سکتی ہےاور ہر گلے کا وہ مناسب ترین جواب تلاش کرتار ہا.....اییا جواب جوزینی کومطمئن کر سکےوہ سمجھنہیں پار ہاتھا کہاہے'' زین''سے ملنے کی زیادہ خوشی تھی یا'' پری زاؤ' سے ملنے کی جواب وہ جانتا تھا....لیکن وہ جواب وہ زینی کے

صبح ناشتے کی ٹیبل پراس نے بے حد سنجیدگی سے شینا کو بتا دیا کہ وہ شہرسے باہر جار ہاتھا.....ایک دن بعد آئے گا.....، "شہر کی بجائے وہ دنیا

ہے بھی باہر جار ہاہوتا تو شینا کودلچیسی نہ ہوتی۔

وہ شام کومقررہ وقت ہے بھی پہلے زین کے گھریر پہنچ گیا تھا۔

چندمنٹوں بعدا سے گھر میں داخلے کا پروانہ ل گیا۔ پھولوں کے مجے کے ساتھاس کے شاندارڈ رائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے شیراز کو ٹھنڈے بینے آ رہے تھے.....وہ کیوںا تنانرو*س تھ*ااس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا.....ا تنانروس تو وہ سعیدنوازاور شینا کےعلاوہ کسی کا سامنا کرتے ہوئے ملازم نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھادیا۔ شیراز نے مبکے رکھ دیااورخود ڈرائنگ روم میں بے چینی سے ٹبلنے لگا بیٹھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا

> وہ چندلحوں کے بعدوہاں آنے والی تھی اور شیرازاس کے متوقع ردعمل کے بارے میں اندازے لگانے میں مصروف تھا۔ نیکن کی

سلطان کو چند لمحول کے لیے اپنے رو نگلنے کھڑے ہوئے محسوس ہوئے۔ منہ کھولے وہ بے بیتی کے عالم میں اس کا چرہ وہ کی رہاتھا۔
وہ پنڈلی کے گردسینڈل کے ان اسٹر میس کو لیٹینا بھول گیا۔ جنہیں چند لمحے پہلے وہ بڑے انہا ک، شوق اور محبت کے ساتھ لیپیٹ رہاتھا۔
وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اب بڑی سہولت کے ساتھ جھک کر ان اسٹر پس کوخود لیٹینا شروع کر دیا تھا۔ سلطان اس کے پیروں کے پاس کار بٹ پرکسی پھر کے جمعے کی طرح بیٹھا اس ہکا بکا انداز میں پری زاد کا چہرہ دیکھ رہاتھا۔ اس نے پچھلے آٹھ سالوں میں سینکٹروں بارا سے اس طرح چو تکایا تھا۔ آٹھ سال کے طویل عرصے کے بعد اب سلطان کو یقین تھا کہ وہ اسے مزید حیران اور پریشان نہیں کرسکتی کیونکہ وہ پری زاد کو اندر باہر سے جان گیا تھا۔

کین اس وقت اس کے سامنے بیٹے وہ اپنے آپ کواحمق سمجھ رہا تھا۔ پری زاد کے بارے میں انڈسٹری جوکہتی تھی ٹھیک کہتی تھی۔
صرف پانچ منٹ پہلے ہی تو اس کے سرخ کیونکس سے رنگے ہوئے لمبے ناخنوں کود کیھتے ہوئے وہ اس کے بیروں پرقربان ہوجانا چاہتا
تھا۔ وہ ہر باراسی شوق اور گئن کے ساتھ پری زاد کے بیروں میں جوتے پہنا تا تھا۔ اور اس پررشک کرتا تھا۔ وہ کسی بیلے ڈانسر کے پیروں کی طرح
نازک بنم داراوردودھیا تھے۔سلطان نے شراب کے نشتے میں بہت سے مردوں کواس کے پیروں کوچو متے دیکھا تھا اور اسے سامنے بٹھا کہ وہ روز ان
پیروں میں جوتے پہنا یا کرتا تھا۔

یروں وہ اب اسٹریپس بندکرتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہوگئ تھی۔اپنی ساڑھی کوسنجالتے ہوئے وہ ڈرینگٹیبل کے شیشے کے سامنے جاکر کھڑی ہوگئی، سلطان اب بھی ای طرح کارپٹ پر ببیٹھا سانس رو کے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ آئینے میں خود پر تنقیدی نظریں ڈالتے ہوئے اپنی ساڑھی ٹھیک کررہی تھی۔ کمرے میں پڑاا نٹر کام بجنے لگا تھا۔سلطان چونک گیا بھراٹھ کرانٹر کام کی طرف گیا۔وہ ای طرح آئینے میں اپنی ساڑھی کوٹھیک کرتے ہوئے بولتی رہی۔

چوکیدار نے انٹرکام پرسلطان کو''کسی'' کی آمد کی اطلاع دی۔سلطان انٹرکام کاریسیور ہاتھ میں لیے پری زادکواس آمد کی اطلاع نہیں دےسکا۔وہ آئینے سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے بولنے سے پہلے ہی اس سے کہدر ہی تھی۔

''اے اندرآنے دو۔ میں نے تم سے کہاتھا ناوہ وفت سے پہلے یہاں پہنچ جائے گا۔''

سلطان جان ہیں سکااس کے کہجے میں کیا تھا۔اس نے انٹر کام پر چوکیدار کو ہدایت دی پھر ریسیور رکھ دیا۔

''بیمت کریں۔''وہریسیورر کھتے ہی پری زاد کی طرف آیا تھا۔ پری زادنے اسے سکرا کردیکھا۔ وہ'' دوپہر''سے اس'' ملاقات'' کی تیاری کررہی تھی۔

پری زاد'' کب''سےاس ملاقات کی تیاری کررہی تھی یہ پری زاد کےعلاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ دوست سے بیسٹ' میں میں میر کی گاریں

" بەمت كرىن-" سلطان ايك بار پھر گز گزايا ـ

" کیوں؟" وہ مسکرائی۔ "جمہیں مجھ پرترس آ رہاہے یااس پر؟"

"نوسال لگائے ہیں یفلمی کیرئیر بنانے میں آپ نے۔آپاس طرح کی کوئی چیزسوچ بھی کیے عتی ہیں۔؟"

وہ اب اسے پی جہیں کیا کیا یا دولانے کی کوشش کرر ہاتھا۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں سلطان؟"

اس نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میک دم ،مڑ کر مسکراتے ہوئے سلطان سے پوچھا۔وہ آٹھ سال سے اس کے ساتھ تھا۔ ان آٹھ سالوں میں اسے ایک موقع بھی یا زمبیں آیا۔ جب پری زاد نے اس سے بیسوال کیا ہو۔اس نے پری زاد کوکس سے بھی بیسوال کرتے نہیں دیکھا تھا۔ بری زاد کیسی گلی تھی ، بری زاد جانتی تھی۔

اس نے پری زاد سے پہلے انڈسٹری کی دو بڑی ہیر وَئنز کے ساتھ تیرہ سال کام کیا تھا۔وہ دونوں بھی انڈسٹری کی خوبصورت ترین عورتوں میں شار ہوتی تھیں ۔مگر وہ دن میں کئی کئی بارسلطان سے بیسوال کرتی تھیں ،اپنی مرضی کا جواب سننے کے باوجود وہ مطمئن نہیں ہوتی تھیں۔وہ کہیں جانے کے لیے پندرہ پندرہ باراپنی وارڈ روب سے کپڑے نکالتیں ، ہر بارغیر مطمئن ہوتے ہوئے انہیں واپس رکھ دیتیں۔

وس دس جوتے پاؤں میں بدلنے کے باوجوداپنے پاؤں کود کھے کرخوش نہیں ہوتی تھیں۔ پندرہ پندرہ بارا پنی جیولری بدلتیں اور پھاسیوں بار اپنا میک اپٹھیک کرتیں پھربھی انہیں اپنے چہرے اورجہم پر موجود دوسرے لواز مات میں کوئی نہ کوئی چیز ٹھیک نہیں گئی، کوئی نہ کوئی چیز پریشان کرتی رہتی۔ لپ اسٹک ہونٹوں کے کمی نہ کمی گوشے پر ہلکی ہوتی رہتی۔ چہرے کے کمی نہ کمی جھے پر کمپیکٹ پاؤڈر سے پھنگ کی ضرورت پڑتی تھی۔ آئٹھوں کا آئی لائٹز کہیں نہ کہیں سے نامناسب لگتا ہی رہتا۔

پری زادوارڈ روب کھول کر ہاتھ میں آنے والا پہلالہاس پہن لیتی۔ بعض دفعہ بیکا مبھی سلطان بی انجام دیتاوہ اپنی مرضی سے اس کے لیے کپڑے نکال دیتااوروہ دوسری نظرڈ الے بغیراس لباس کو پہن لیتی۔سلطان ہی اس کے لیے میچنگ جیولری اور جوتے نکالٹا تھااور پری زاد کو بھی ان پر مجھی کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔

سلطان نے ایک باریہ بات اس سے کہہ ہی دی تھی۔

''جس مرد سے شادی کا ارادہ ہوگا اس کے لیے تیار ہوتے ہوئے گھنٹے لگاؤں گی۔ درجنوں ملبوسات کورد کر کے کسی ایک لباس کا انتخاب کروں گی۔ جوتے بدل بدل کردیکھوں گی اورصرف وہ زیور پہنوں گی جواس نے مجھے دیا ہوگا۔''اس نے ہنس کرکہا تھا۔ ''جن کے لیےاب تیار ہوتی ہوں، بیتو کیڑے مکوڑے ہیں۔''اس نے ای سانس میں کہاتھا۔ ''لیکن تم فکرمت کرو، پری زاد کسی سے شادی نہیں کرے گی۔''

lspdf.com

آج پری زادکو تیاری کرتے ہوئے دیکھ کرسلطان کوایک کمھے کے لیے پچھ شک ساہوااس کی وہی بات یاد آئی وہ وارڈ روب کھولے کھڑی پرنظرڈ ال رہی تھی اور کسی لباس سے مطمئن نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھریک دم مڑ کراس نے سلطان سے کہا۔

کپڑوں پرنظرڈال ربی تھی اور کسی لباس سے مطمئن نظرنہیں آ ربی تھی۔ پھریک دم مڑکراس نے سلطان سے کہا۔ '' آ وُسلطان! ساڑھی خرید نے چلیں۔' وہ اسے لے کرایک بڑے ڈیزائنز کے بوتیک پرآ گئی۔ وہاں ساڑھی خریدی جس کے ساتھ بیک لیس برجہ مختصر ساس خریک کا ملاؤز تھا سلطان دکو حریت ہوئی جب بری زادنے اس ساڑھی کرساتھ میجنگ میں ملنے والی میں خ سینڈلز سر بھا کے

ا وسلطان بسمار بی تربیرے میں۔ وہ اسے سے ترابیت بوے دیراسترے ہوئیں گیا۔ وہاں سار می تربیری میں تصافی میں ہے۔ کہ لیس بے حد مختصر ساسرخ رنگ کا بلا وُ زخواسلطان کو جیرت ہوئی جب پری زاد نے اس ساڑھی کے ساتھ میچنگ میں ملنے والی سرخ سینڈلز کے بجائے اس بوتیک میں پڑے ایک اورلباس کے ساتھ رکھی لمبے اسٹر پس کی سینڈل لی۔ساڑھی نے اس کے پاوُس کو چھپالینا تھا بھروہ ان جوتوں کو کیوں خرید

اسی بوتیک میں پڑے ایک اور لباس کے ساتھ رھی کمبے اسٹر پس کی سینڈل کی۔ساڑھی نے اس کے پاؤں کو چھپالیٹا تھا پھروہ ان جوتوں کو کیوں خر، رہی تھی سلطان کی سمجھ سے باہر تھا۔

پنیتیں ہزار کی ساڑھی اور پانچ ہزار کے جوتے کی ادائیگی پری زاد نے اس کریڈٹ کارڈے کی تھی، جس کے بلز چیمبر آف کامرس کے صدر کو بھیجنے جانے تھے۔

مسمر رویب جائے ہے۔ اوراب وہ ای ساڑھی میں ملبوس وہی جوتے پہنے ڈرینگ نیبل کے سامنے کھڑی ڈی بیئر ز کے وہ ڈائمنڈ اسٹڈ زاور نیکلیس پہن رہی تھی۔ جوا ہے پچھلے ہفتے رحیم یار خان میں متحدہ عرب امارات کے شاہی خاندان کے ایک فرد نے اپنے کل میں تین روزہ قیام کے بعدروانہ ہوتے وقت

تھے۔ استان مواد مواد کا اور ایک کر کر شور ای سرمیر مارد کی میں میں آت کے دیا میں کیونی انتخاذ کر دیا میں ایک آ

اینStreaked بالوں کوسر کی پشت پرایک بہت سادہ لیکن بہت خوبصورت تراشیدہ انداز کے جوڑے میں کپیٹے پانچ فٹ سات انچ ک وہ قیامت کسی اور کے لیے قیامت اٹھانے کی تیاری کررہی تھی۔

سلطان نے اس کے'' میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' کا جواب نہیں دیا تھا۔ پری زاد نے جواب کا انتظار نہیں کیا تھا۔وہ اس طرح پلٹ کر پھر آ کینے میں خودکود کیھتے ہوئے نیکلیس پہنے گئی تھی۔وہ واضح طور پرسلطان کی درخواست کا نداق اڑار ہی تھی۔ نیکلیس کوگرد کی بیشت کی طرف لے جاتے ہوئے اس نے منہ سے ایک لفظ نکا لئے بغیر نیکلیس کے دونوں حصوں کو ہاتھوں سے پکڑے

نیکلیس کوگرد کی پشت کی طرف لے جاتے ہوئے اس نے منہ سے ایک لفظ نکا لئے بغیر نیکلیس کے دونوں حصوں کو ہاتھوں سے پکڑے وائیں ہاتھ کی انگلی کو دو تین بارگردن کی پشت پر ملکے سے مارا۔ بیسلطان کے لیے مدد کا اشارہ تھا۔اس نے آ گے بڑھ کر پری زاد کے ہاتھوں سے نیکلس پکڑتے ہوئے اسے اس کی راج ہنس جیسی گردن کی پشت پر بند کر دیا۔اس کے اتنے قریب کھڑے سلطان نے اس کے جسم سے اٹھتی ایسٹے

سیسس پیڑتے ہوئے اسے اس می رائے ہیں ہیں کردن می پہت پر ہند کر دیا۔ اس کے اسٹے فریب کھڑے سلطان نے اس کے ہم سے اسمی ایسٹے
لارڈ رکی مبک کومحسوں کیا۔ چھانچ اونچی ہیل پہنے وہ اس وقت اس سے آ دھ فٹ اونچی تھی۔سلطان کواسے گردن اوپر کر کے دیکھنا پڑر ہاتھا۔ وہ بیک
لیس اورسلیولیس بلاوُز میں سے نظر آتے اس کے بے داغ دودھیا جسم کود مکھر ہاتھا۔ اس کواگر چھونے کودل چاہتا تھا تو یہ باعث جیرت نہیں تھا۔ فلم
انڈسٹری میں نوسال سے راج کرنے اور دن رات کام کرنے کے باوجود بری زاد آج بھی ہوش رباتھی۔ وہ اس حسن کے ساتھ انڈسٹری میں اسگلے دس

سال بھی ای طرح راج کرسکتی تھی۔اسے دور درتک خطرہ نہیں تھا۔وہ خطرے کو خطرہ بننے سے پہلے ہی ختم کردیا کرتی تھی۔
سلطان کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں دبالیا،وہ اس کے آٹھ سال کی محنت کو ٹٹی میں ملانے جارہی تھی۔
''میں بیسب نہیں ہونے دول گا۔'' سلطان نے بے ساختہ اس کے عقب میں کھڑے ہو کر کہا۔اپنے جسم پر ہیو گو ہاس کا اسپرے کرتے
پری زاد کا ہاتھ ایک لحد کے لیے رکا پھرڈریٹ ٹیمبل پر بوتل رکھتے ہوئے وہ پلٹ کر سلطان کے مقابل آگئی۔
''تم نہیں کرو گے تو کوئی اور کرے گا۔ پری زاد کو جو کروانا ہے وہ کروالے گی۔''
اس کا لہے سر داور چٹخا دینے والا تھا۔ سلطان کی آئی کھوں میں آئسو آئے گیوہ اس کے سامنے سے جٹ کر سڈکی طرف آئی اور و مال سڑا

اس کالہجہ سرداور چنٹا دینے والاتھا۔سلطان کی آنکھوں میں آنسوآنے گئے وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر بیڈ کی طرف آئی اور وہاں پڑا جھوٹا ساپرس اٹھالیا۔سلطان کی طرف دیکھے بغیر وہ بیڈروم کے بند دروازے کی طرف جانے گئی۔سلطان لیک کراس کے سامنے آیا۔اس نے پری زاد کا ہاتھ پکڑ کراسے روکا۔ایک آخری کوشش۔

"مت کریں پری جی!مت کریں، می<mark>ں آپ کو تباہ ہونے نہیں دوں گا۔ "اس نے منت بھرے انداز میں کہا۔</mark>

'' تمہیں لگتا ہے میں تباہ ہونے جارہی ہوں؟ غلط نبی ہے تمہاری۔اس وفت آٹھ نگے رہے ہیں۔ میں رات کے دو بجے اسی بیڈروم میں سبیں تمہارے ساتھ بیٹھ کرچائے پیوں گی۔اگرتم ،ایسا کرو گے جیسا میں کہدرہی ہوں تو اورا گرتم پینیس کرو گے تو جب میں رات کو دو بجے یہاں آؤں تو مجھے تمہاری شکل نظر نبیس آنا جا ہے۔ند آج نہ دوبارہ بھی۔''

وہ بےحد پرسکون انداز میں ایک ایک لفظ پرز ور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ پری زاد نے اے دھمکایا پھر بڑے پیار سے اپنا ہاز وچھڑاتے ہوئے سلطان کا گال تفیع تبیایا، وہ دنیا میں کسی مرد کسی عورت پراعتا ذہیں کرتی تھی ۔صرف سلطان پرکرتی تھی کیونکہ اس کاتعلق ان دونوں اصناف ہے نہیں تھا۔

دروازہ کھول کر قیامت کمرے سے چلی گئی اس نے مڑکرا یک باربھی سلطان سے بینہیں پوچھاتھا کہ اس نے کیا فیصلہ کیا ہے۔وہ جانتی تھی
وہ کیا کرے گا۔سلطان بھیگی ہوئی آنکھوں اور گالوں کے ساتھ بندوروازے کود کھتار ہا۔ چندمنٹوں بعداس نے کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہوکر جانے کی
آواز سی ۔وہ تھے تھے قندموں کے ساتھ بیڈ کے پاس آیا۔سائیڈ ٹیبل سے موبائل فون اٹھا کروہ اس نمبر پرکال کرنے لگا۔ آج کی رات پاکستان فلم
انڈسٹری پر بہت بھاری پڑنے والی تھی۔

شیرازاس سے نظرین نہیں ہٹاسکالوگ اسے پری زاد کہتے تھے تو ٹھیک ہی کہتے تھے۔۔۔۔۔اور کیا کہتے ؟۔۔۔۔۔وہ بلاشبہ کی مرد کے ہوش اڑا سکتی تھی۔۔۔۔۔اوروہ بھی مردتھا۔۔۔۔۔وہ کتنے سالوں بعد یوں ایک دوسرے کے بالمقابل آئے تھے۔۔۔۔۔اس طرح آ منے سامنے کھڑے تھے۔ شیراز کوکیا کہنا تھاوہ سب کچھ بھول گیا تھا۔۔۔۔۔وہ کسی بھی مردکو پچھ کہنے کے قابل کہاں چھوڑتی تھی اور بیتو بھرشیراز تھا۔

'' چلیں؟'' زینی نے اس کے سکتے کوتو ڑا۔۔۔۔ بیروہ آ دمی تھا کہا ہے لگتا تھا مجھی اسکیے میں اس کےسامنے آ سکیا تو وہ مرجائے گی۔۔۔۔کھڑی

' بھی کیےرہ پائے گی اس کے سامنے..... پروہ کھڑی تھی اور ہڑئے آ رام ہے کھڑی تھی....صرف دل تھا جے سنجالنے میں پچھ دقت ہورہی تھی اسے حیرت ہورہی تھی.... بیدل کو کیا ہو گیا تھا....۔اتنے سالوں بعد....۔اتناسب پچھ ہے بعد بھی بچوں کی طرح کیوں جھنے لگا تھا؟.....کیوں مچل رہا تھا۔ ''اوہ ہاں.....تم نے بڑی دیرکر دی۔''شیراز نے اس کے چیرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے گھڑی کو دیکھا....۔وہ تقریباً دس منٹ کے بعد آئی تھی۔

"بالابتم سے ملنے کی جلدی نہیں رہی۔"

''میں آوبہت جلداً گیاتھا۔۔۔۔۔وقت ہے بھی پہلے۔''شیراز نے اس کی بات نی ان نی کرتے ہوئے کہا۔ ''زندگی میں پہلی بار مجھے سے ملنے کے لیے وقت ہے پہلے آئے ہو۔۔۔۔۔ورنہ بیکام بمیشہ میں کرتی تھی۔'' '' بیمیں پھول لا یا ہوں تمہارے لیے۔''شیراز نے ایک بار پھراس کامعنی خیز جملہ نظرانداز کیااورٹیبل پر پڑا بجا تھا کراس کے آگے کیا۔ '' پھولوں ہے بہلنا مچھوڑ دیا ہے میں نے۔''زینی نے ایک نظران بھولوں پرڈال کرکہا۔

''لیکن تمہیں تو پھول بہت پسند ہوتے تھے بھی۔''شیراز نے جیسے اسے یا دولایا۔

''حیرت ہے تہیں یاد ہے۔''زینی کے لیجے میں حیرت نہیں طنز تھا۔

'' مجھےسب کچھ یا د ہے' شیراز نے اپنے لیجے کوخوشگوار بنانے کی کوشش کی۔

'' مجھے بھی۔''زین نے بے ساختہ کہا۔

شیرازایک کمھے کے لیے بچھ بول نہیں سکا۔

'' مجھے بڑی خوثی ہوگی اگرتم بیے لےلوگ ۔''شیراز کالہجداب تقریباًالتجائیہ ہوگیا تھا۔

زین نے ایک نظراس پرڈالتے ہوئے پھول اس کے ہاتھ سے لیےاور پھر بے حدلا پروائی سے انہیں میز پر پھینک دیا۔ شیراز کے چہرے پرایک رنگ آ کرگز رگیا۔

" تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ "اس نے اس پرتعریف کا حرب استعال کیا۔

''اتنی خوبصورت ہوتی تو تمہاری بیوی ہوتی۔'' زینی نے اس کے حربے کو کند کرتے ہوئے کہا۔ ''زین میں مارہ اور مارہ اور مارہ اور مارہ کا معاملہ کا معاملہ کا معاملہ کا معاملہ کا معاملہ کا معاملہ کا معاملہ

''میں بری زاد ہوں۔''اس نے شیراز کی بات کا ٹ دی۔

"مين زينب سے ملنے آيا مول ـ"

" ریری زاوے نہیں؟" زین نے جیسے اس کا مذاق اڑایا تھا۔

''یری زادہے بھی۔''

زین نے اسے بات کمل نہیں کرنے دی۔'' یہ بھی'' کیا ہوتا ہے شیراز؟زندگی میں صرف''یا'' ہوتا ہےیا'' یہ ' بھی''اور'' وہ بھی''نہیں ہوتا۔''اس کی آ واز میں تلخی تھی۔

''تم بردی مشکل باتیں کرنے لگی ہو۔''وہ بات کہ کر ہنسا۔

''زندگی میں مشکل کام اتنے کر لیے ہیں کہ ہاتیں تو کچھ بھی نہیں ۔۔۔۔ تم نے بتایانہیں کیم کس سے ملو گے۔۔۔۔زینب سے یاپری زاد ہے؟'' شیراز کچھ دریا سے دیکھتا الجھتار ہا پھراس نے کہا۔

" پری زادہے۔''زین کے ہونٹوں پرایک تلخ مسکراہٹ آئی۔

" پری زادے ایک رات کی ملاقات کی قیمت جانے ہوتم ؟" وہ پیتنہیں اے کیا جمانا چاہ رہی تھی۔ "بہت پیسہ ہے میرے پاس میں سب کچھافورڈ کرسکتا ہوں۔" شیراز نے فخرید لیجے میں کہا۔

'' ٹھیک کہاتم نے ۔۔۔۔تہارے پاس پیبہ ہےاب ۔۔۔تہہیں سب پچھافورڈ کرنا چاہیےاب'' وہ اس کی بات میں چھپے طنز کونہیں سمجھا تھا۔

صرف مشکرادیا۔ مرف مشکرادیا۔ ''چلین''زینی نے ایک بار پھر کہا۔

گاڑی میں دونوں کے درمیان کمل خاموثی رہی۔شیراز ایک بار پھرے مکنہ سوال وجواب کی تیاری کرتے ہوئے وقفے وقفے ہے زین کو د کمچەر ہاتھا۔جوبے تاثر چېرے کے ساتھ ونڈسکرین کے یارد کمچے رہی تھی۔

وہ اس کے ساتھ PC کی ڈرائیوو سے پراترا تھا اوراس کے گاڑی سے نگلتے ہی شیراز نے ہرطرف کھڑے مردوں کی نظریں پری زادپر گڑتی دیکھیںاسے ایک عجیب سے رشک کا احساس ہوا تھا۔وہ ایسی ہی کسی عورت کی ہمراہی چاہتا تھا جواس کے ساتھ ہوتو دنیا کی نظریں اس کا طواف کرتی رہیںاس کے ساتھ لابی میں داخل ہوتے ہوئے شیراز نے پہلی بارشایدلوگوں کو پری زاد کی طرف ہی نہیں اپنی طرف بھی متوجہ پایا۔ PC کی لابی کے چیکتے فکور پر پراس خوبصورت ساڑھی میں ملبوس آٹھی ہوئی گردن اور سے ہوئے وجود کے ساتھ وہ واقعی جیسے پری جیسی

تمکنت کے ساتھ چل رہی تھیرہے میں پڑی ہوئی'' چیزوں'' پرایک نظر بھی ڈالے بغیریاا یک لحہ کے لیے بھی کسی سے نظر ملائے بغیر..... شیراز کو

اس کے قدموں کے ساتھ قدم ملانامشکل ہور ہاتھا۔۔۔۔۔اپی ٹائی اور کوٹ کو بار بارٹھیک کرتا وہ بے حدنروس ہور ہاتھا۔ کیوں ہور ہاتھا یہ بچھ میں نہیں آر ہا تھا۔ پری زاد کے ساتھ ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں قدم رکھتے ہی مختلف ٹیمپلز پراس نے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کواپنی طرف متوجہ دیکھا۔۔۔۔۔شیراز کواپنے

اعصاب جے کسی نشے کی گرفت میں محسوں ہوئے تھے۔

مینجر پری زاد کو دیکھ کرخود آ گے بڑھ آیا تھا وہ خود انہیں ایک ٹیبل تک لے آیا تھا ایک ویٹران کے لیے Table سیٹ کرنے لگا پچھ

Pleasantries کے تباد لے کے بعد مینجر واپس چلا گیا تھا

مینوکارڈ ہاتھ میں لئے اسے کھولے بغیرز نی نے شیراز سے کہااورا پنا کارڈ واپس ویٹرکودے دیا۔

'' کھانے کے علاوہ سب کچھ میری مرضی سے ہوگا۔۔۔۔صرف کھانا تمہاری مرضی سے ہوگا۔'' زینی نے عجیب سے انداز میں مسکراتے سری

ہوئے کہا۔

''یاد ہے، یاد ہے ایک بار میں نے تم سے کہا تھا کہ میں بھی تہہیں یہاں پر لا وُں گا اورسب سے مہنگا کھانا کھلا وُں گا۔''شیراز نے د بے د بے جوش کے ساتھ اسے کچھ یاد دلایا تھا۔زین کی آئکھوں میں کچھآیا تھا۔۔۔۔۔کچرچلا گیا۔

'' ٹھیک ہےسب ہے مہنگی ڈش ۔۔۔۔۔سب ہے مہنگا ڈرنگ۔'' زین نے جیسے بات ختم کرتے ہوئے ویٹر سے کہا۔ ویٹر چند منٹ ان ک پاس کھڑا آ رڈر کی Details نوٹ کرتار ہا پھروہاں سے چلا گیا۔

> زینی نے پانی کا گلاس اٹھا کرایک گھونٹ بھراشیراز نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ ''اردگر دبیٹھے سب لوگ تنہیں دیکھ رہے ہیں۔''

> > زین نے اردگر دنظریں دوڑائے بغیر عجیب ی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

'' کچھ دیر بعد ہرکوئی تمہیں بھی دیکھنے لگےگا۔''وہ گھونٹ گھونٹ پانی پی رہی تھی اورشیراز کودیکھ رہی تھی۔

'' دیکھیں گے تو ضرور آخر میں پری زاد کے ساتھ بیٹھا ہوں مجھے لگ رہا ہے زینی میں جنت میں آ گیا ہوں۔'' شیراز اپنی خوشی کو چھیانے کی کوشش میں بے حال ہور ہاتھا۔

''جنت میں ہی ہیںبس نکالے جانے والے ہیں۔''زینی نے ترجھی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ میں بکڑے گلاس سے ایک گھونٹ اور لیا۔ '' مجھے انداز ہنبیں تھا کہتم اتنی خوبصورت باتیں کرسکتی ہو۔''شیراز ہنسا۔

''میں اور کیا کیا کرسکتی ہوںانداز وتو تمہیں اس کا بھی نہیں ہے۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔۔ مجھے واقعی انداز ہنبیں تھا کہتم فلموں میں چلی جاؤگی۔۔۔۔اتنی بڑی شار بن جاؤگی۔''شیراز نے رشک آ میز لہجے

میں کہا۔

''انداز ہ تو مجھے بھی نہیں تھا کہتم استے بڑے خاندان کے داماد بن جاؤ گے۔'' شیراز چندلمحوں کے لیے بول نہیں سکا۔

'' پیشادی میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی'' زین'' وہ اب بنجیدہ تھا۔

''احچھا؟تو پھرطلاق دے دوشینا کوابھی اوراس وقت ۔''زین نے جیسےاس کا نداق اڑتے ہوئے کہا تھا۔

شیراز نے ایک نظر آس پاس ہیٹھےلوگوں کو دیکھا یوں جسے بیا نداز ہ کرنا چاہ رہا ہو کہان میں سے کتنے ہونے والی گفتگو کےموضوع کا

انداز ہ لگا سکتے تھے۔

"میںمیں تم سے بہت شرمندہ ہول زین"

'' جمہیں ہونا بھی چاہیے۔''زنی نے اطمینان سے ایک گھونٹ اور بھرا۔

° نتم سمجھ رہی ہوشا ید میں جھوٹ بول رہا ہوں۔''

' ' نہیں میں جانتی ہوںتم نے زندگی می<mark>ں بھی جھوٹ نہیں بولا۔''</mark>

شيراز جانتا تھاية تعريف نہيں تھی۔

''چلوماضی کوبھول جاتے ہیں زینی۔'<mark>'</mark>

" میں اپنے ماضی کو بھول جاتی ہوںتم اپنے مستقبل کو بھول جاؤصرف حال میں جیتے ہیںصرف آج میںکھانا آ گیا۔''

اس كااطمينان شيراز كوالجهار ہاتھا.....وہ طوفان ہے پہلے كة ثار تھے جن پرشيرازغورنبيس كرر ہاتھا۔

شیراز نے کھانا کھایا تھا۔۔۔۔۔زینی نے کھانا'' چکھا'' تھا وہ اس کے کھانے سے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھی مشروب کے سپ کیتی رہی۔۔۔۔شیرازمسلسل باتیں کرر ہاتھا۔۔۔۔۔اورزین صرف چپ چاپ اسے دیکھے رہی تھی وہ کیا کہدر ہاتھاوہ سن نہیں رہی تھی صرف اسے بولتے ہوئے سے سنتے

و کمچر ہی تھی.....ایک وہ وقت تھا جب وہ اس کے ایک ایک لفظ کو جیسے صدیث سمجھ کرسنتی تھی.....ایک بیہ وقت تھا جب اس کی زبان سے نگلنے والے انزاں میں تاریخ میں اور میں زند کرسٹشر سرک میں میں منزل کے وقعہ میں سی میں متھ

لفظوں پراعتبار توایک طرف وہ سننے کی کوشش تک کی زحمت نہیں کر رہی تھی۔وقت وقت کی بات تھی۔

کھانے کا بل شیراز نے دیا۔۔۔۔۔اورجیسے بےحد فخر بیانداز میں دیا تھا۔ یوں جیسے وہ بیر بتانا، جاہ رہا ہو کہاس کاسٹیٹس تبدیل ہو چکا تھااب ایسی جگہوں پر کھانوں کے بل ادا کرنا اس کے لیے معمولی بات تھی ۔۔۔۔۔وہ صرف بینہیں جانتا تھا کہ زینی جن مردوں کےساتھ وہاں آتی تھی ان میں

سے ہرایک کے لیے ایس جگہوں پر آ کربل دینامعمول کی بات تھی اوران میں سے شاید کسی نے بل کے بارے میں اس طرح سوچا بھی نہیں ہوجس

طرح شیرازسوچ کرمغرورہور ہاتھا.....لا کھ بھیس بدلے لا کھ کمع چڑھائے آ دمی وہی رہتا ہے جووہ ہوتا ہے.....جیسی غربت ان دونوں نے ساتھ دیکھی تھی ساتھ بھگتی تھی کیسے ممکن تھا کہ وہ اب ایک دوسر ہے کا ذہن کھلی کتاب کی طرح نہ پڑھ لیتےکیسے ممکن تھا۔زینی نہ جان جاتی کہ وہ کس وقت

کس چیز کے بارے میں کیاسوچ رہاتھا....کیے ممکن تھا کہ شیراز بینہ جان جا تا کہ وہ اس کا ذہن پڑھ رہی تھی۔

گیسٹ ہاؤس کی طرف جاتے ہوئے ایک مثلل پرشیراز نے اسے دو گجرے لے کردیے۔ زین نے ڈنڈے پر لفکے موتیوں کے تمام ہاروں کی فرمائش کی ۔ شیرازخوثی سے جیسے یا گل ہو گیا تھا۔ زین نے بالآخراس سے کوئی فرمائش کی تھی۔۔۔۔معمولی مگر بالآخروہ اس سے پچھے ما تگ رہی تھی۔

"اتے ہاروں کا کروگی کیا؟" ہار پچھلی سیٹ پررکھتے ہوئے شیراز کوخیال آیا تھا۔

''کسی کی قبر پرچڑ ھاؤں گی۔''زینی کے لیجے میں بلا کااطمینان تھا۔

''میری قبرتونہیں ہے؟''شیراز نے ہنتے ہوئے معنی خیزانداز میں کہا۔ زین نے بے حد سنجید گی ہے اس کے چہرے کودیکھا پھر مسکرائی۔ "تمہاری ہی ہے۔'

شيرازنے فلک شگاف قبقهہ لگایا۔

" پہلے تو بھی میری موت کی بات نہیں کرتی تھی اب کتنے آ رام سے کررہی ،

'' قبرصرف مرنے والے کی تھوڑی ہو<mark>تی ہے۔''</mark>

"احِيما.....پير؟"

'' زندہ در گورہونے والے کی بھی ہوتی ہے۔''

شیراز کے ہونٹوں ہے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔۔۔۔ بے حدسادگی ہے کہی جانے والی بات سادہ نہیں تھی۔۔۔۔ بہت کچھ تھا اس ایک جملے

میںوہ باقی کا پوراراستہ بول نہیں سکا تھا.....گاڑی میں عجیب ہی خاموثی حیصا گئی تھیاوراس خاموثی نے شیراز کے ذہن ہے بیسوال بھی محوکر

دیا تھا کہوہ اس کی کسی قبر کی بات کررہی تھیکیاوہ اسے زندہ در گور کرنے کا ارادہ رکھتی تھی؟ پر بیکام زینی کیسے کرسکتی تھی؟ اور کس طرح کرتی ؟

اس کے پاس اس کی کوئی کمزوری نہیں تھی۔

شیراز بے حدمطمئن تھااورای اطمینان کے ساتھ وہ پھولوں کے ہار لے کرزینی کے ساتھ اس بیڈروم میں آیا تھا۔جواس نے اس گیسٹ ہاؤس میں بک کروایا تھا۔

''شراب پیتے ہو؟''زین نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

''میں.....''شیرازا 'کا۔وہاس وقت اس طرح کاسوال کیوں کر رہی تھی؟

''نہیں۔''اس نے انکار کرنا مناسب سمجھا۔

''میں پیتی ہوں.....میرے لیےمنگوالو.....'زینی نےمنی بار برگلی ہوئی ریٹ لسٹ پرایک نظرڈالتے ہوئے کہا۔

''میں بھی پیتاہوں....بھی بھار۔''شیراز نے کچھ ہکلاتے ہوئے قدرے نادم لیجے میںاعتراف کیا۔اسے کیا پیۃ تھاوہ خودشراب پیتی ہو گیوہ دونوں واقعی بہت بدل گئے تھے....کبھی زندگی میں انہوں نے ایسی کسی ملا قات کے دران مشروب کے طور پرشراب کے انتخاب کا سوچا

تک نہیں ہوگا۔۔۔۔اورآج۔۔۔۔ یہ خیال دونوں کے ذہن میں بیک وقت آیا تھا۔ شیراز روم سروس کوآ رڈ رکرنے لگا۔ زین صوفے پر بیٹھ کرایئے سینڈلز ا تارنے گی۔اس نے جوتے اتارنے کے بعدایے پیروں کو کچھ آ رام دینے کے لیے انہیں سامنے پڑی ہوئی ٹیبل پررکھ لیا۔۔۔۔ا گلے چند دن اس کے

آ کیرئیر کے سب سے زیادہtumultous دن ثابت ہونے والے تھےوہ سے کے اخبارات کی ہیڈرلائنز اور چینلز کی سکرول بارد مکھر ہی تھی۔ '' بیتمهارے لیے۔''شیراز نے اسے چونکایا تھا۔وہ اپنا کوٹ اتار کر کری کی پشت پر لاکانے کے بعداب ایک ڈبیااس کی طرف بڑھار ہاتھا۔ '' پیکیاہے۔''زنی نے ہاتھ بڑھائے بغیر کہا۔

وہ اس کے پاس بیٹھ گیااوراس نے بےحد فخر بیا نداز میں کہا۔

'' ڈائمنڈرنگ۔'' وہ اس کے اتنا قریب تھا کہ زینی نے اس کے پر فیوم کی مہک کومحسوں کیا ۔۔۔۔۔ وہ ہیوگو ہاس نہیں تھا۔۔۔۔کوئی اور تھا

اس نے شاید ماضی کی ہر چیز حچھوڑ دی تھی۔

'' پر پوز کررہے ہو؟''زینی نے تھلی ڈبیاسے نظر آتی رنگ پرایک نظر ڈالتے ہوئے کچھ کاشتے ہوئے انداز میں اس سے کہا۔ ''تخنہ ہے۔''شیراز کا اکڑا ہوا وجود ی<mark>ک دم پچھڈ ھیلا ہوگیا۔</mark>

"سورى ضرورت ہےنہ جگہ۔ "زین نے اپنے دونوں ہاتھاس كود كھاتے ہوئے كہا۔

'' ڈائمنڈرنگ ہے۔''شیراز نے جتانے والےانداز میں کہا۔

''میرے ہاتھ کی ہررنگ میں ڈائمنڈ ہی ہیں …… بیرنگ مجھے ایک فیڈرل سیکرٹری نے دی…… بیدایک فیڈرل منسٹر نے۔'' وہ بےحد

اطمینان سے شیراز کے سامنے ہاتھ پھیلائے ایک ایک رنگ پرانگلی رکھے یوں بات کررہی تھی جیسے شیراز نے ان انگوٹھیوں کے بارے میں یو چھا ہو۔ ''بیا یک عربی شیخ نے اور بیچیبر آف کامرس کے صدر نےاب سمجھ نہیں آتی 18 گریڈ کے ایک معمولی آفیسر کے لیے کون می رنگ ا تارکرجگہ بناؤں۔''اس کے لیجے میں بےحدمعصوم البحصیٰتھی شیراز کارنگ سرخ ہونے لگا تھا۔

'' پلیز''اس نے وہی کام کیا جووہ کرنے میںمہارت رکھتا تھا....منت کرنے کا۔

زینی نے اس کے ہاتھ سے ڈبیا لے لی اور اسے بند کیاصوفے سے اٹھی۔کرس پر کٹکے اس کے کوٹ کے پاس گئی اور وہ ڈبیا اس کی جیب میں ڈال دی۔

'' زیورات سے بہلنے کا وقت گزرگیا ہے شیراز'' وہ اب ایک ہار نکال کر کمرے میں پھرنے گئی تھی وہ پھولوں کی پتیوں کو چلتے ہوئے

نوچ رہی تھی شیراز صوفہ پر ہیٹھااسے دیکھ رہاتھا۔

نے کہ وہ طنز پر طنز کر رہی تھی۔

''میںمیں کچھاور بھی لا یا ہوں تہہارے لیے۔''شیرازنے میک دم کہا۔

''اب کیاہے؟''زینی کے انداز میں کوئی ایکسائٹمنٹ نہیں تھی ۔۔۔۔تبھی کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ان کا''آرڈر''آ گیا تھا۔ روم سروں والے کے کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ ہار کے خالی دھاگے کوا یک طرف بھینکتے ہوئے دوبارہ صوفہ پرآ کربیٹھ گئی اورشراب کے یگ تیار کرنے لگی۔ شیرازایک بار پھراپنے کوٹ کی جیب سے پچھ نکالنے میں مصروف تھا جب تک وہ نکال کرلایازی پیگ تیار کر چکی تھی۔ ''تہہیں چوڑیاں اچھی گئی ہیں نا؟''ایک لمجے کے لیے زین کا ہاتھ لرزا

''یاد ہےایک بارتم نے اپنی سونے کی دو چوڑیاں مجھے دی تھیں ۔۔۔۔۔اور میں نے تہہیں کہا تھا۔ کہ میں تہہیں ان کے بدلے چھ چوڑیاں بنا کردوں گا۔'' وہ محبت سے کہدر ہاتھا۔وہ اپناہاتھ اس کے سامنے پھیلائے ہوئے تھا۔جس پر چھ چوڑیاں رکھی تھیں۔

'' وہ چھ چوڑیاں تمہیں مجھ سے شادی کے بعدا پی پہلی تخواہ سے میرے لیے بنانی تھیں۔۔۔۔'' وہ ان چوڑیوں کودیکھتے ہوئے عجیب سے انداز میں بڑ بڑائی۔

> ''لیکن ان کی ضرورت نہیں تھی تم نے بعد میں قیمت بھیج دی ان کی۔'' ''اوروہ تم نے نہیں لی''

> > '' وه بهت کم تقی ۔'' وه اب اس کا چېره د مک<u>ھرې تحقی ۔</u>

''ییتو کمنہیں ہےنا؟''شیرازنے ہاتھاں کےسامنے کردیا۔ ''

زینی نے چوڑیاں اٹھا کرمیز پر رکھیں اوراس کے ہاتھ میں پیگ تھا دیا۔

''یہتواور بھی کم ہے۔''

'''حمہیں اور چوڑیاں جا ہیںمیں تمہیں اور چوڑیاں لا دوں گا۔''شیراز نے بےساختۂ لہا۔

· ' پھر کیا ہوگا؟'' وہ اب اس کی آئکھوں میں آئکھیں ڈال کرد مکھر ہی تھی۔

'' پھر.....آپھر....''وہ جکلانے لگا۔

اے آگے بچھ کہنے کے لیےلفظ نہیں مل رہے تھے۔ زین نے بڑے آ رام ہے اس کی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اوراس کی شرے کا اوپر کا بٹن کھول دیا۔۔۔۔۔کوئی عجیب احساس ہوا تھا اسے کالر ہاتھ میں لیے وہ رک گئی۔۔۔۔۔وہ اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی شریث تھی کئی سال پہلے اس کے ہاتھ سے بنی ہوئی شیر ازنے اس کی محویت کونوٹس کیا۔

> ''تم نے پہچانااس شرٹ کو؟تم نے میرے لیےا سے اپنے ہاتھوں سے سیاتھا۔''شیراز نے فخر بیا نداز میں کہا۔ زینی نے اس کے کالرہے ہاتھ ہٹالیا۔

> > '' کیوں پہن کرآئے ہواہے؟''وہ پہلی بارتلخ ہوئی تھی۔

"تمہارادل جیتنے کے لیے۔"

" دل کچھ عنی رکھتا ہے تمہارے لیے؟"

'' دل ہی تومعنی رکھتا ہے۔'' وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی اس نے ایک اور ہارلیا تھاا وراسے نو چتے ہوئے بکھیرنے لگی۔

''مثلّی تو ڑنے کے بعد میرے ہاتھ کی سلی ایک ایک چیز لوٹا دی تم نے پھریہ تہمارے پاس کیے رہ گئی؟'' '' پیتمہاری نشانی تھی ۔''

''تم نے مجھے گنوادیا۔میری نشانی کو پاس رکھ لیا۔' وہ کئی ہے ہنی۔

« بهمین گنوادیاغلطی کی **.** "

"میری نشانی پاس ر کھ کراس سے بڑی غلطی کی۔"

شیراز خاموثی ہے شراب کا پیگ پیتار <mark>ہا پھراس نے کہا۔</mark>

''اس میں مجھے تمہارے ہاتھوں کاکمس محسوس ہوتا ہے۔'' ''لیکن میرے ہاتھوں کے کمس میں روپے جیسی حرارت نہیں تھی۔'' وہ چپ چاپ سر جھکائے شراب پیتار ہا۔۔۔۔ وہ ایک کے بعدا یک ہارنوچ نوچ کر تھینگتی رہی۔۔۔۔کمرے کا سارا کاریٹ بھولوں کی پتیوں

ہے بھر گیا تھا۔ شیراز نے ایک کے بعدد دسرا پیگ بھی اپنے اندرانڈ یلا۔

''میں کیا کروں کہتمہاری نارافسکی دورہوجائے۔''شیرازنے اس کےدوبارہ صوفے پرآ کر بیٹھتے ہی کہا۔اس سے پہلےزینی کچھ کہتی شیراز کاسیل بجنے لگا۔اس نے تیزی سے اپنیٹراؤزر کی جیب سے سیل نکال کراس پرنظر ڈالی وہ شینا کی کال تھی۔ یہاں کال ریسیوکرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔شیرازنے سیل آف کر کےفون ٹیبل پررکھ دیالیکن وہ کچھ پریشان ہوا تھا۔ آج تک شینا نے بھی اس وقت اسے کال نہیں کی تھی جا ہےوہ

جہاں مرضی ہوتا...... پھر آج؟.....

''تمہاری بیوی کا فون ہوگا؟''زینی نے اس کے چہرے کود کیھتے ہوئے کہا۔وہ اب اپنا گلاس پی رہی تھی۔

''بہت خوبصورت ہے تمہاری ہیویگلتا ہے بہت محبت کرتی ہے تم سےاس لیے فون کررہی ہے تا کہ جان سکے کہتم رات کے اس

وقت كہاں بيٹھے ہو۔' زين نے مذاق اڑانے والے انداز ميں كہا۔

'' پیار؟ثک کرتی ہے وہ مجھ پر۔''شیراز نے بے ساختہ کہا۔

'' و ہ تو ٹھیک ہی کرتی ہے۔۔۔۔۔اب ہوتو تم اس وقت بھی غلط جگہ پر ہی۔'' زینی کا اطمینان برقر ارتھا۔

''تم اسے نہیں جانتی وہ خود بہت سارے مردول کے ساتھ انوالوڈ ہے۔''شیراز نے تیز آ واز میں کہا۔

" ﷺ ﷺ نزین نے افسوس کا اظہار کیا۔

''اورتمہارے جیسے غیرت مندمرد کے لیے تو بیر ڈوب مرنے کا مقام ہےاس کی جگہ میں ہوتی تواب تک تم میرا گلاد با چکے ہوتےگروہ ہےحرام کھانے والےا یک بڑے باپ کی بیٹیاور میں تھی ایک ایماندارکلرک کی بیٹی جو بدشمتی سے تمہاری کزن بھی تھی....''

شیرازنے یک دم اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''زینی میں آج بھی صرف شہی سے محبت کرتا ہول۔''

''تم نے پیسے کےعلاوہ زندگی میں بھی کسی ہے تجی محبت نہیں کی۔''زینی نے اس سے ہاتھ چھڑالیا۔۔۔۔۔اس کے ہاتھ کالمس اسےا نگارے

'' کیا مجوری تھی جس نے تہمیں میرے باپ سے یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ آپ کی بیٹی جہیز کے نام پر پچھنہیں لائے گیکم از کم

شیراز چندکھوں کے لیے ہکابکارہ گیااہتے تو قع نہیں تھی کہضیاء چھاپیسب کچھزینی کو بتا ئیں گے۔ "وتمهیں غلط بھی ہوئی ہےمیں نے بھی ایسا کچھ بیں کہا۔"اس نے یک دم خود کو سنجالتے ہوئے کہا۔

''تم کہنا جا ہے ہوکہ میرے تبجد گزار باپ نے مجھ سے جھوٹ بولاجنہوں نے ساری عمر بھی جھوٹ نہیں بولا۔'' وہ غرائی تھی۔

' دنہیںنہیںمیں چھا کوجھوٹانہیں کہدرہا۔''شیرازگڑ بڑا گیاتھااعتراف اورا نکار دونوں ہی مصیبت بن گئے تھے۔اس کے لیے۔ ''شاید تب غصے میںایسے ہیمیرے منہ ہے کچھالٹاسیدھانکل گیا ہو۔''اس نے نظریں چرا کراینے اعتراف ہے زین کے دل

کاخون کیا تھا۔باپ کی زبان پرتواہے پہلے بھی یقین تھا پھر بھی اس کی زبان سے بیاعتراف من کربہت سال پہلے جیسی ہی تکلیف ہوئی تھی۔

''ایک بات بتاؤشیراز کیاتمہیں واقعی میرے کردار پرشبرتھا؟''زینی نے اپنا پیگ میز پرر کھتے ہوئے کہا۔

''میں....میں....،'شیراز میں میں کرنے لگا۔

'' سے بولنا ۔۔۔۔ سے پر کچھنہیں کہوں گی تمہیں۔'' زینی نے اسے ٹو کا۔

وہ بہت دیرخاموش رہا۔زینی کا ول دھڑ کتار ہا....شیراز ہاتھ میں پکڑے گلاس پرانگلیاں پھیرتار ہا پھر بہت دیر بعدزین نے اس کی مدھم

. میں تو مجھتی رہی کہاس کڑ کے کود کھے کرتم میں تو اتنا عرصہ 'زینی

''کسی نے زین کوکسی پہاڑ کی چوٹی سے دھکیلاتھا۔

' د نہیں؟ پھرتم نے میرے چبرے پراتیٰ کا لک کیوں ملی؟

این بات کمل نہیں کریار ہی تھی۔

''اس وفت رشته تو زُنے کا کوئی اور راسته نظرنہیں آ رہاتھا مجھے ۔۔۔۔''شیرازنے مدھم آ واز میں کہا۔

''اورتم نے میرے کردار پر کیچڑا حچھال کروہ راستہ ڈھونڈا۔۔۔۔۔ایک بارمیرے سامنے آ جاتے تم ۔۔۔۔۔ مجھے کہددیتے زین میں تم سے شادی نہیں کرنا جا ہتا۔۔۔۔میں دوبارہ بھی تمہارے پیچھے نہ آتی ۔۔۔۔اتنی خود داری تھی مجھ میں ۔'' وہ نہیں جانتی وہ کیوں رونے گئی تھی وہ رونے کے لیے وہاں ''سونے کی وہ چوڑیاں بنانے کے لیے میں نے چارسال ٹیوشنز کر کے ایک ایک روپیدجع کیا تھا اور تمہارے ایک بار کہنے پر میں وہ تمہیں دے آئی۔۔۔۔۔کیونکہ تمہارامستقبل اہم تھامیرے لیے۔۔۔۔۔تمہاری خواہش بید معنی رکھتی تھی میرے لیے۔۔۔۔۔اور تم نے۔۔۔۔تم نے خالہ کے ذریعے اپنے سرال کی حرام کی کمائی کے چند ہزار تھیج کر سمجھا کہتم نے ان چوڑیوں کی قیمت اواکر دی۔۔۔۔بس وہ چند ہزار قیمت تھی ان کی۔۔۔۔۔وہ دو چوڑیاں میری ترزیگ کے چارسال میں سے جہنیں کس کس چیز ہے جی مارکران کے لیے بیسہ جوڑتی رہی میں۔۔۔۔وہ تمہارے ساتھ میری ہونے والی شادی کا زیور تھا۔۔۔۔اور تم کہتے ہوبس چند ہزارروپے کافی تھے ان کی قیمت دینے کے لیے؟''

''تم جو قیمت چاہومیں ادا کروں گا ان کے لیے ۔۔۔۔۔زینی جو قیمت تم چاہومیں دوں گا۔''شیراز نے بے حدیے بسی کے عالم میں کہا۔وہ اس وفت واقعی جذباتی ہور ہاتھا۔

اس سے پہلے کہ زینی کچھ کہتی درواز مے پر بلندآ واز میں دستک ہوئی تھی۔

وہ کھڑااہے دیکھتار ہا۔ زین بھی اے دیکھ رہی تھیدروازے کے باہراب مسلسل دستک ہور ہی تھی۔ شیراز زینی ہے پچھ کہتا کہتا بلیٹ کر درواز ہ کھولنے چلا گیا۔

''ایک بارایک دروازہ مجھ پر بند ہوا تھا۔۔۔۔میری قسمت بدل گئ۔۔۔۔آج ایک دروازہ تم کھولو گے تمہاری قسمت بدل جائے گ۔' اس نے دروازے کے بینڈل پر ہاتھ رکھا پے عقب میں زین کی آواز سی۔شیراز نے پلٹ کراسے دیکھاوہ صوفے پر بیٹھی پیگ ہاتھ میں لیے پاؤں ٹیبل پرر کھے بیٹھی تھی۔ یوں جیسے کوئی پری اپنے در بار میں بیٹھی تھی۔۔۔۔۔ پچھ برا ہونے والا تھا بیشیراز کی چھٹی حس نے اسے اس وقت بتا دیا تھا کیونکہ دروازہ اب بری طرح دھڑ دھڑ ایا جار ہا تھااوراس نے دروازے کے باہر شور سنا تھا۔۔۔۔۔ پچھ بے بھی آوازیں تھیں جواسے سنائی دے رہی

تخفیںوہ ایک سرکاری آفیسر تھا..... دروازے کے باہر جوبھی ہوگا اسے دیکھے لوں گا۔شیراز نے جی کڑا کر کے سوچا.....زین سے فی الحال بات کا فائد ذہیں تھا پہلے باہروالی مصیبت کودیکھنا تھا۔

اس نے دروازہ کھول دیا اوراس کی قسمت نے دروازہ بند کرلیاایک جوم کمرے کے اندر آگیا تھا..... پریس فوٹو گرافرز، رپورٹرز، کیمرہ میناور پولیس کےلوگکمرہ فلیش لائٹس کے جھما کول سے چکا چوند ہور ہاتھا.....شیراز کو بات کرنے کا موقع نہیں ملا...... وہ حواس باختہ ہو چکا تھا..... چندلمحوں میں کسی نے اس کے ہاتھوں میں جھکڑیاں ڈال دی تھیں اور اب پچھلوگ زینی کواریسٹ کررہے تھے.....شیراز کوغش آنے لگا....وہ اتنے لوگوں کو bribe کیسے کرسکتا تھا؟رشوت دے کراس خبراور ٹی وی چینلز اور نیوز پیپرز میں اپنی تصویر کی اشاعت کیسے رکواسکتا

تھا.....؟....اے لگا تھاکسی نے اسے پھانسی کے تختے پر پہنچا دیا تھا....کسی نے؟....کس نے؟....اس نے زینی کوایک بار پلیٹ کرد کیھنے کی کوشش

کی وہ نہیں دیکھ سکا ۔۔۔۔ان دونوں کے پچ لوگ تھے ۔۔۔۔دنیاتھی ۔۔۔۔ان دونوں کے پچ ہمیشہ دنیا آ جاتی تھی ۔

کادل چاہاتھاوہ کینچوابن کران سے لیٹ جائے۔۔۔۔۔معافی ایک ہارمعافی۔۔۔۔۔صرف ایک ہار۔۔۔۔۔وہ بلندآ واز میں پکار پکارکر کہنا چاہتا تھالیکن نہیں کہہ سکا۔ان دونوں کی آنکھوں میں اس وقت جیسےا نگارے دہک رہے تھے۔۔۔۔۔شیراز جانتا تھاا سے ابسعیدنواز کے خاندان سے نکالا جاچکا تھا۔۔۔۔۔وہ واقعی قیامت کا دن تھا۔۔۔۔کون کہنا ہے قیامت صرف قیامت والے وہ جھکڑی اس کے ہاتھوں میں اوروہ ذلت اس کے چہرے پر بھی نہ ہوتی۔۔۔وہ واقعی قیامت کا دن تھا۔۔۔۔کون کہنا ہے قیامت صرف قیامت والے دن آتی ہے۔۔

کوئی اسے دھکے دیتے ہوئے باہر نکال رہاتھا.....اور باہر نکلتے ہی گیسٹ ہاؤس کی اینٹریس پراس نے هینا اورسعیدنواز کود مکھ لیا تھا۔اس

72 TZ

وہ رات کے دو بجا ہے بیڈروم میں صوفے پر بیٹھی چائے ٹی رہی تھی۔اس کے گھر کے تمام فون آف تھے۔اس کے قدموں میں بیٹھا سلطان آنسو بہار ہاتھا۔ بیو ہی تھا جس نے زینی کے کہنے پر بیسب کچھ کروایا تھا۔۔۔۔ شینا کواطلاع۔۔۔۔ پریس کواطلاع۔۔۔۔ پولیس کواطلاع۔۔۔۔اور سلطان نہ ہوتا تو ایک ایسے بڑے گیسٹ ہاؤس پر پولیس کا ریڈ کیسے ہوسکتا تھا۔۔۔۔ جزنکش اندر کیسے پہنچ سکتے تھے۔۔۔۔؟ میں کی نہ کی کاشو ہر کسی نہ کسی کے ساتھ موجود تھا۔۔۔۔۔ پھر پری زاداور شیراز کا ساتھ ہونا۔۔۔۔ لیکن بیھیناتھی جس نے سلطان کا کام بے حدآ سان کردیا

یں ں یہ ں، وہر ں یہ ں سے ماط ربور میں سب ہوری رہ اور دیر اور کی است سے کہا تھا ہے گئی ہے گئی ہے ہے گئی اور وہ تھااور میہ چیز زینی اچھی طرح جانتی تھی ہینا نے سلطان کی انفار میشن پر کوئی ایکشن لینے سے پہلے شیراز کوٹر لیس آؤکٹ کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ نہیں کرسکی تھی۔

شیراز نے اپنے لیے گڑھاخود کھودا تھا۔۔۔۔۔وہ خودClues چھوڑ تا گیا تھا۔۔۔۔۔اس کی گاڑی غائب تھی۔۔۔۔۔گیسٹ ہاؤس میں اس نے مسٹر اورمسز شیراز کے نام سے کمرہ بک کروایا۔۔۔۔۔نہ صرف بیہ بلکہ اپنی شناختی کارڈ کی کا پی بھی وہاں دی۔۔۔۔ باقی کاسٹیج اس بیڈروم میں زینی نے سیٹ کردیا

تھا.....شراب، پھول اور رات کا وہ پہر.....وہ اس کمرے میں بیٹھے قو الیاں بھی س رہے ہوتے تو ان حالات میں پکڑے جاتےاور وہ بہر حال

قوالیان نبیس من رہے تھے۔

وہاں پکڑے جانے کے آ دھ گھنٹہ میں پولیس ٹیشن پہنچنے سے پہلے ہی پری زاد کواشتیاق رندھاوا کی مداخلت پر رہا کر دیا گیا تھا..... پولیس ٹیشن صرف شیراز پہنچا تھااور بے حال پہنچا تھا.....اورزینی وہ اس وقت ایک بار پھراطمینان سے اپنے بیڈروم میں بیٹھی اپنے دعوی کےمطابق

نىي رېيىقى.

یں ں۔ ''اتن عزت دی تھی اللہ نے سب مٹی میں ملادی …… پہلے بھی سب سچھاس کی وجہ سے گنوایا ……اب بھی سب پچھاس کے لیے پھونک ڈالا

> زندگی سے پچھ سیکھانہیں آپ نے پری جی۔''سلطان نے اس سے کہا۔ ''عزت؟ ……کیسی عزت؟'' وہ بے اختیار ہنسی۔

'' پیجو تکے تکے کے مرد تالیاں اورسٹیاں بجاتے ہیں میرے لیے؟ پیوزت ہے؟''

" صبح جب اخباروں میں تصویریں چھپیں گی تو دیکھیے گا کیا ہوتا ہے دوسری ساری ہیروئیں شادیانے بجا کیں گی "سلطان نے

اس کی بات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"بجانے دو....."

"بردی خوشی ہوئی ہے آپ کو بیسب کچھ کر ہے؟ برد اسکون ال گیا؟" سلطان نے جھنجلا کر کہا۔

زین نے چائے کا کپ رکھ دیا۔ وہ بہت دیر چپ بیٹھی رہی۔

'' ہاں ….. چند لمحےاس وقت خوشی ملی تھی جب میں نے اس ہجوم کود کیچہ کراس کے چہرے پرخوف دیکھا…… پرسکون سسکون تو مجھی نہیں ملا۔۔۔۔۔اورخوشی اب تو خوشی بھی نہیں ہے۔' اس نے ایک گہراسانس لے کر کہا۔

''سب کھے جیسے چل رہاتھا چلنے دیتیں پری جیمیں اب صبح پریس والوں کو کیا کہوں گا؟''سلطان کوایک ٹی قکر ہونے گئی۔

"میں کہة کی ہوں مجھے جو بھی کہنا تھا

'' کیا کہا آپ نے؟''وہ چونک پڑا۔

''یہی کہ شیراز مجھے پر پوز کرنے وہاں آیا تھا۔۔۔۔۔اوروہ میرا کزن ہے۔۔۔۔۔اورہم بہت پہلے انگیجڈ تھے پھرمنگنی ٹوٹ گئیلین اب وہ اپنی بیوی کوطلاق دے کردوبارہ مجھے سے شادی کرنا جا ہتا ہے۔''

'' بیہ باتیں ہیں کوئی کرنے والیاشتیاق رندھاوا ہے بات کریں ۔انہوں نے کہاتھا مجھے ہے۔'' سلطان کو یک دم یادآیا۔ دورے کا سے بھے گئی ہوتا ہے میں ورد میز میں میں میں انہوں نے کہاتھا مجھے ہے۔'' سلطان کو یک دم یادآیا۔

'' كرچكى ہوں ابھى گھر آتے ہوئے گاڑى ميں فون آيا تھاان كا۔''

'' ناراض ہوں گے وہ تو پہلے ہی ناراض تھے کہدر ہے تھے کہ میں نے چھاپہ پڑنے سے پہلے کیوں نہیں بتایاتا کہ ایسی کوئی صورت حال پیش ہی ندآتی ۔اب میں ان سے کیا کہتا کہ پری جی خود چھاپہ ڈلوا نا جا ہتی تھیں۔''

'' ہاں ناراض تھا۔۔۔۔۔ شیراز کو ناپسند کرتا ہے اس لیے۔۔۔۔۔ کیکن خوش بھی تھا۔۔۔۔ کہدر ہاتھا کہاب وہ دیکھے گا شیراز جیل سے کیسے باہر آتا ہے۔'' زینی کی ہنسی کھوکھلی تھی۔

''برداہی غلط کیا پری جی آپ نے ۔۔۔۔ برداہی غلط ۔۔۔۔ پر آپ کسی کی سنتی تھوڑی ہیں۔'' سلطان کہتے ہوئے اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔۔ زین حیب جاپ بیٹھی رہی۔

اکیلی ہوئی تھی توشیراز کے ساتھا کیلے میں کی جانے والی ساری باتیں یاد آنے لگی تھیںوہ اسے وہیں دیکھنا چاہتی تھی جہاں وہ آج رات پہنچ گیا تھالیکن پیتنہیں کیوں وہ اتنی خوش نہیں تھی جتنا اسے خوش ہونا چاہیے تھااس نے اسے اس سے بردھ کر ذلت دی تھی جتنی ذلت اس نے زینی کو دی تھیپھر بھی اطمینان ،سکون ،خوشی نام کی کوئی شے وہ اس وقت اپنے اندر نہیں پار دی تھی ۔تو کیا اس نے کہیں پچھ غلط کر دیا تھا؟ دیا تھا۔۔۔۔۔ وہ ایک ایک ایکٹریس نہیں جا ہے تھے جس کے کردار کے حوالے سے کوئی ایسا سکینڈل بنمآ جومیڈیا اچھالتا۔ چندآنی والی فلمز میں بھی اس کی جگہ دوسری ہیروئنز کوکاسٹ کرلیا گیا۔ اس کے تمام پچھلے سکینڈلز کوبھی میڈیا نے اچھالنا شروع کردیا تھا اور نیوز پیپرز نے اس کے خلاف دوسرے ایکٹرز اور ایکٹر یمز کے بیانات بھی شائع کرنے شروع کردیے تھے۔۔۔۔۔ پری زاد کی ساکھ کو بہت بری طرح نقصان بہنچا تھا۔ لیکن وہ جانی تھی پچھ کرسے کے بعد بیسب پچھلوگوں کی یا دواشت سے غائب ہونا شروع ہوجائے گا۔۔۔۔۔ کوئی اور سکینڈل اس کے سکینڈل کی جگہ لے لیکن وہ جانی تھی کو کو قسم کی کوئی فکر نہیں تھی ۔ صرف نفیسہ کی فون کالزسے اسے رنج ہوا تھا اس سکینڈل پر اس کے بہن بھائیوں نے شدیدرد عمل کا اظہار کیا تھی میں اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔۔۔۔۔ اس نے اس بار پہلے کی طرح ماں کوصفائیاں اور وضاحتین نہیں دی تھیں۔ اس نے خاموثی سے ان

اس نے کیاغلط کر دیا تھا بیا گلے چند دنوں میں کھل کرسا منے آ گیا تھا دو بڑی ملٹی نیشنل کمپینز نے اسے اپنی campaign سے الگ کر

میڈیااس تک رسائی پانے کی جدو جہد میں مصروف تھااور زین کھمل طور پرگھر میں بندہوکر بیٹھ گئ تھی شوہز سے بہت عجیب سے انداز میں اس کا جی اچاہ ہونا شروع ہو گیا تھااور اس کے ذہن پر ان ونوں ایک ہی چیز سوار رہتی تھی شیراز وہ مستقل اس کے بارے میں سوچنے گئی تھی اور بیر بہت عرصے کے بعد ہوا تھا کہ وہ اس طرح اسے یاد آیا ہو۔

ھینا نے طلاق کے لیے کیس فائل کر دیا تھا اس کی خبرا سے اخبارات کے ذریعے ل گئی تھی شیراز نہ صرف معطل تھا بلکہ اس کے خلاف کرپشن کے بہت سارے کیسز بھی رجٹر ہوئے تھےاسے ان سب چیز وں کے بارے میں بھی اخبارات میں ہی پہتہ چلتار ہاتھا۔

$^{\diamond}$

''شیراز کے ماں باپ آئے ہیں آپ سے ملنے ۔۔۔۔ باہر گیٹ پر کھڑے ہیں ۔۔۔۔۔ اندرلانا ہے کیا؟''اس دن سلطان نے اسےاطلاع دی۔ وہ ایک میگزین دیکھتی دیکھتی کچھ دیر کے لیے رک گئی تھی ۔۔۔۔۔۔ وہ اس کے پاس کیوں آئے تھے؟ ۔۔۔۔۔ایک کسمے کے لیے اس کا دل چاہا کہ وہ انہیں اندر نہ بلائے باہر سے ہی بھجوا دے۔۔۔۔۔ دروازہ تک نہ کھولے۔۔۔۔۔ جیسے انہوں نے اس کے ساتھ کیا تھا۔لیکن پھر پیتینہیں کیا خیال آنے پر اس نے انہیں اندر بلالیا تھا۔

ودبيتي،،

سیم اورا کبر کچھ پچکھاتے ہوئے بیٹھ گئے تھے۔ ''کیا ہیس گآپ؟'' دونوں ایک دوسرے کود کھے کرخاموش رہے۔ www.urdunovelspdf.com

" کیچھکام ہے آپ کومجھ ہے؟" زین نے پہلے سوال کو دوبارہ نہیں دہرایا۔

'' و کیچازینی بیٹا.....''نسیم نے بات شروع کرنا جا ہی زینی نے کاٹ دی۔

"آپيري زاد كے هرآئے بين زيني كے نبيں ـ"

سیم نے یک دم جا در کا پلوآ تکھوں پررکھتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔

''خون کے رشتے کبھی ختم نہیں ہوتے بیٹا۔'' بیا کبرتھا۔

'' خون کے رشتے اسی دن ختم ہو گئے تھے جب آپ نے میرے باپ کواس کی اوقات جتا نُی تھی۔''اس کے انداز میں سر دمہری تھی۔

نسیم کے آنسوؤں کااس پر کوئی اثر نہیں ہور ہاتھا۔

"ہم سے غلطی ہوگئ بیٹا۔" اکبرنے بے حدندامت سے کہا۔" تم و غلطی م<mark>ت</mark> کرو۔" ''میں نے کوئی غلطی کب کی؟ آپ نے تو مجھ پراپنے گھر کے دروازے بند کردیے تھے۔ مجھے اندرنہیں آنے دیامیں نے تو آپ کو

اینے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔''زینی نے بے حد ٹھنڈے کہج میں کہا۔

''تم ہمیں اورشیراز کومعاف کر دو۔''نشیم نے روتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے....معاف کیا۔''اس نے بےحداطمینان ہے کہا۔

'' ہمارا گھر تباہ ہوگیا.....'نشیم ایک بار پھررونے لگی تھی۔

'' تو کیا ہوا؟..... ہمارا گھر بھی تباہ ہو گیا تھا۔''اس کااطمینان قابل دیدتھا۔

''ہم نے جو کچھ کیا ہم اس پر بہت کچھتاتے ہیں زین ۔''ا کبرنے کہا۔اس کے چبرے پر واقعی ندامت تھی۔

''آپ کا پچھتاوا میری زندگی کونہیں بدل سکتا اس لیے بہ میرے نز دیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔'' زینی نے کنی ہے کہا۔''آج آپ کا بیٹا جیل میں نہ بیٹھا ہوتا تو آپ اپنا پچھتا وا اورشر مندگی لے کرمیرے پاس آتے ؟ کبھی نہیں؟''زینی نے کہا۔

''ہم پررحم کروزینی۔''''آپ کوبھی مجھ پراورمیرے ماں باپ پررحم کرنا چاہیےتھا۔''وہاس وقت سفا کی کی حد تک بے س ہوگئ تھی۔ ''ہم نے بڑاظلم کیازین بڑاظلم کیا۔''

'' دولت ا تناا ندھا کیے کردیتی ہےانسان کو کہاہنے بہن بھائی ہی نظر آیا بند ہوجا کیں۔''

''سب کچھ چھن گیا ہے ہم سے زین سب کچھنز ہت کو بھی اس کے شوہر نے بچے چھین کر گھر سے نکال دیاہم پر تو اللہ کی طرف ےعذاب آ گیاہےتم مدد کروہاری ۔''نسیم نے روتے ہوئے کہا۔

''جس پیسے کے لیےآپ نے زین کے چیرے پر کا لک ملی تھی اس ہے کہیں وہ آپ کی مدد کرے ۔۔۔۔۔ زینی کیوں مدد کرے آپ کی ۔۔۔۔؟ اور جہاں تک نزہت کاتعلق ہےتو کوئی بات نہیں زہرہ آیا کوبھی گھرہے نکال دیا گیا تھا..... آپ نے چھوٹی خالہ کومجبور کر کے رہیدہے عمران کی مثلّی آنجی ختم کروادی تھیتو کیا ہوا؟ یہ کوئی بڑی ہا تیں تھوڑی ہیںزندگی ہیں تو اس سے بھی بڑے بڑے صاد ثے ہوجاتے ہیں۔''وہ اس طرح المات تھی۔ بات کررہی تھی جیسے بیسب کچھ بے حدمعمولی بات تھی۔

اکبراور شیم کے پاس جیسے سارے لفظ ختم ہو گئے تھے۔ وہ اس سے رخم اور ہمدردی کی تو قع کیے رکھ سکتے تھے ۔۔۔۔۔ کیسے بیسجھ سکتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ دہ نہیں کرے گی جوانہوں نے اس کے ساتھ کیا۔

ان کے ساتھ وہ نہیں کرے گی جوانہوں نے اس کے ساتھ کیا۔

"ایک بارشرازے ال لوزنی بس ایک باراس کی بات س لو اس نے متنیں کر کے بھیجا ہے ہمیں تنہارے پاس کرزنی سے کہیں ایک

''ایک بارشیراز سے ل کوزیبس ایک باراس کی بات س کواس نے سیس کر کے بھیجا ہے ہمیں تمہارے پاس کدزی سے ہیں بارآ کراس کی بات س جائے۔''نیم اب بھی مسلسل رور ہی تھیں۔

'' میں بھی ملنا جا ہتی تھی اس ہے منگنی ٹوٹنے کے بعدا یک بار ۔۔۔۔۔ وہ ملا مجھ ہے؟۔۔۔۔۔ آپ نے ملنے دیا اس ہے؟۔۔۔۔ اس کے پاس؟۔۔۔۔۔ وہ ہے کون میرا؟'' وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

''آپاوگ دوبارہ میرے پاس نہآ کیں۔''زین نے انہیں کہا۔ اس کا خیال تھاوہ سب کچھ سننے کے بعدوہ دوبارہ بھی اس کے پاس نہیں آ کیں گےلیکن ایسانہیں ہوا تھا۔وہ بری طرح مصیبت میں تھنے

ہوئے تتے اوراس مصیبت ہے زینی کےعلاوہ انہیں کوئی نہیں نکال سکتا تھا۔ پھریہ کیے ممکن تھا کہ وہ بار باراس کے پاس نہ آتے شیراز کی ساری جائیداد پیل کردی گئی تھی جواس کے نام تھی اوراس میں وہ گھر بھی تھا جوشیراز نے اپنے ماں باپ کے لیے لیا تھا۔ا کبراور نیم اب دو بارہ اس محلے میں جا

بھی ڈبود یا تھا۔۔۔۔۔اکبراور نیم کی دوسری دونوں بیٹیوں کوبھی آج کل اپنے اپنے سسرال میں اس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑر ہاتھا۔۔۔۔۔ ثیراز نے اپنی ساری بہنوں کی شادی اپنے سے بہت اوپر کی فیملیز میں کی تھیں اوراب وہ فیملیز اگر شیراز کے سکینڈل پراس طرح ری ایکٹ کر رہی تھیں تو اس میں ان کا بھی قصور نہیں تھا۔وہ نظر بیضرورت کی بنیاد پر کیے گئے رشتے تھے اور نظر بیضرورت ختم ہونے کے ساتھ ہی اب اگروہ تڑنے لگے تھے تو اس میں

توڑنے والے کا قصور نہیں تھا۔ اکبراور نیم محلے میں ہے جس جس کوزینی کو سمجھانے کے لیےزین کے پاس لے جاسکتے تھے لے کر جارہے تھے بیاور بات تھی کہ اب اس

م برورت اسبین اوگوں اور دشتہ داروں کے سامنے ہاتھ جوڑنے اور نمتیں کرنی پڑرہی تھیں۔خاندان میں اور محلے میں ''اب' کوئی ایسانہیں تھا جوانہیں کام کے لیے بھی انہیں اوگوں اور دشتہ داروں کے سامنے ہاتھ جوڑنے اور نمتیں کرنی پڑرہی تھیں۔خاندان میں اور محلے مین ''اب' کوئی ایسانہیں تھا جوانہیں ان کی زیاد تیاں یاد نہ دلار ہاہو ۔۔۔۔ شیراز کے ہاتھ ہے ' پاور' جاتے ہی اوگوں کوئن بات کہنایا د آ گیا تھا ۔۔۔۔اور بہت سے لوگ تو انہیں دیکھ کر کانوں کو ہاتھ

بھی لگاتے تھے۔۔۔۔۔اگرغرورکاسر نیچا ہوتا ہے تو وہ اپنی آنکھوں سے اس کی زندہ مثال دیکھر ہے تھے۔ اکبراورنسیم خاندان یا محلے کے جس بھی شخص کوزین کے پاس اسے سمجھانے کے لیے لے کر گئے وہ زینی کے اس حیار کنال کے گھر میں داخل

انہیں گھرکےاندر داخل ہونے دیتی تھی بیاس کی مہر ہانی تھی کیکن زہرہ اور نعیم نے رہی نہیں کیا تھا.....گیٹ سے ہی نکاسا جواب دے کران کو فارغ کر دیا گیاتھا..... بڑھا ہے میں اس' لائق اور قابل اولا د'' کی وجہ سے انہیں جتنے د ھکے کھانے پڑر ہے تھے وہ صرف وہ ہی جانتے تھے۔ اور جب اکبراور نیم نے بالآ خربیہ جان لیا کہ زینی کا دل مومنہیں ہوگاوہ ان کی بات مان کرشیراز سے <u>ملئے ہیں</u> جائے گی توپیۃ نہیں زینی کے دل میں کیا آئی کہوہ شیرازے ملنے کے لیے جیل <mark>جا پینجی۔</mark> شیراز کواس سے ملانے کے لیے سپریٹنڈنٹ کے کمرے میں لایا گیا تھااوروہ اسے دیکھ کر جتنا شاکڈ ہوا تھاوہ اسے دیکھ کراس سے زیادہ شاکڈ ہوئی تھی وہ چندمہنے پہلے کا شیرازلگ ہی نہیں رہا تھا جسے اس نے دیکھا تھاوہ بے حد کمز وراور نقاہت زدہ لگ رہاتھا۔اس کی آتھوں کے گرد گہرے حلقے اورآ تکھیں جیسےا ندرکودمنس گئے تھیں۔ ملکجے کپڑوں اور بےترتیب بالوں اور بےترتیب شیو کےساتھ وہ زینی کےسامنے کری پر بیٹھ کر بچوں کی طرح پھوٹ بھوٹ کررونے لگا تھا۔ ''تم نے میراسب کچھ بر بادکر دیازینمیرےاتنے سالوں کی محنت مٹی میں ملادی۔'' وہ روتے ہوئے کہدر ہاتھا۔ ''تم نے بھی یہی کیا تھاشیرازتم نے بھی اسی طرح ایک بل میں میری زندگی تباہ کر دی تھی۔'' اس بارزینی کے کہیجے میں طنزاور تنفرنہیں تھا.....قطن تھی۔وہ اسےاذیت دینا جا ہتی تھی کیکن اب اسےاذیت میں دیکھر ہی تھی تو بے چین ہور ہی تھی۔ ''میں مانتا ہوں میں نے غلطی کی پر میں کیا کرتاایک سرکاری عہدہ میرے مسئلے حل نہیں کرسکتا تھا..... پیسے کی ضرورت تھی مجھے....بہنیں بیانی تھیں مجھے۔''وہ ای طرح پھوٹ پھوٹ کررور ہاتھا۔ ''تم مجھے براکہتی ہو۔۔۔۔سب مجھے برا کہتے ہیں لیکن کوئی اس معاشرے کو برا کیوں نہیں کہتا جومبرے جیسے لوگوں کو پیسے کے پیچھے بھا گئے پر مجبور کر دیتا ہے۔۔۔۔ میں نے زہرہ آپا کا حال دیکھا تھا۔۔۔۔اپنے محلے میں جہز کی وجہ سےلڑ کیوں کوگھر میں بیٹھے بوڑھا ہوتے دیکھا تھا۔۔۔۔ میں ڈرگیا تھازینی.....میں اپنی بہنوں کوولیی زندگی گز ارتے نہیں دیکھ سکتا تھا.....'' وہ اس کا چہرہ دیکھتی جار ہی تھی۔اس نے ساری عمر شیراز کوصرف ایک''محبوب''سمجھا تھااسے پیتے ہی نہیں تھاوہ ایک''بھائی ،ایک بیٹا''

ہوتے ہی گونگا ہوجا تا تھااور ڈرائنگ روم میں زین کے سامنے بیٹھاوہ بمشکل ہی زین کی کسی بات کوغلط کہتا بلکہ الثازینی کی حمایت میں بولتاونیاوریا

ا کبراور نسیم نے محلے اور خاندان میں سب سے مایوس ہوکرز ہرہ اور نعیم سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی اور منہ کی کھائی تھی۔زین ہربار

کے دھارے کے ساتھ چلتی ہے اور دریا کا دھارااس طرف تھاجس طرف زین کھڑی تھی۔

ہوتے ہمارے گھر میں سب پچھٹم ہوجا تا تھا پیتنہیں کتنی جگہوں ہے بیسے ما تگ ما تگ کرمیری ماں اور باپ گھر کاخرچ چلاتے تھے.....اور میں

ختم ہو جاتی تھی باتی کے 20 دن اوپر کی کمائی ہے ہی گھر چاتا تھا ہمارا.....اوپر کی کمائی نہ ہوتی تو فاقے ہوتے ہمارے گھر..... جب بھی ابومعطل

''ساری عمرایک ایک روپے کے لیے میں نے اپنے ماں باپ کوتر ستے دیکھا۔۔۔۔۔ایک ایک روپے کے لیے۔۔۔۔۔ابو کی تنخواہ دس تاریخ کو

وہ ہمیشہ نامانوس رہا تھا۔۔۔۔۔اس کے باوجوداس کے باپ نے بیٹیوں کی شادی کوحرام رزق کے دروازے کھولنے کی بنیادنہیں بنایا۔۔۔۔ کیونکہ اس نے الله پرتو کل کیا تھااس نے اپنے مقدر کو دوسروں کا مقدر بدل کر لکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ '' ٹھیک ہے میں نے غلطی کیغلطی نہیں گناہ کیا جو بھی تمہارے ساتھ کیاکین میں نے اپنے ول سے تمہیں کبھی نہیں نکالا میرے دل میں ہمیشہتم ہی رہی زینی۔''وہ اب اس سے کہدر ہاتھا۔ ''ول میں رکھے جانے والے مخص کے منہ پر کوئی کا لک نہیں لگا تاتم نے مجھے کسی کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔'' زینی نے رنجیدہ آ واز میں کہا۔ ''تم نے بھی میرے ساتھ یہی کیاتم نے بھی مجھے کسی کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑ ا۔۔۔۔۔حساب برابر کر دیاتم نے نوکری چلی گئی..... جوگھر جائیداد بنائی تھی وہ ضبط ہوگئی.....شینا نے بھی divorce لے لی....اب جیل بھی ہو جائے گی.....ایک بہن گھر آ بیٹھی ہے..... دوسری دونوں بھی آ جائیں گیمیرے بوڑھے ماں باپ اس عمر میں کتنے صدےاٹھائیں گے۔''وہ ایک بار پھررور ہاتھا..... بلک بلک کر.....اور پیة نبیس کیوں.....زین کوترس آ رہاتھا.....اس لیے آ رہاتھا کہاں شخص سےاس نے عشق کیاتھا.....خالی محبت ہوتی تو وہ کہاں یوں اپنے آپ کوسولی پرچڑھالیتیاوراب وہ اس کے سامنے بیٹھ کررور ہاتھا تو زین کا پوراو جوداس کے ساتھ یانی بن کر بہنے لگا تھا۔ "تم كياحات مومجهت?"اس نيبيكي يكها-''زینی میری مدد کرو مجھےاس جہنم سے نکال دو'' ''میں کیا کرسکتی ہوںایک معمولی ایکٹرلیس ہوں میںمیں کیا کرسکتی ہوں ۔''زینی نے اس سے کہا۔

'' تمہارے Contacts ہیں اتنے بڑے بڑے افسروں اورمنسٹرز کے ساتھ پھرتی ہوتمتم کسی افسر کوایک باربھی اشارہ کروگی تو میں

نے سارابجین یہی سب بچھد مکھ کرگز ارا۔۔۔۔اور مجھے ففرت تھی ایسی زندگی ہے۔۔۔۔بجلی کا ہل نہ دینے پر میٹر کٹ جا تا۔۔۔۔ یانی کا ہل نہ دینے پر یانی بند

نہیں.....وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہاس کا باپ بھی و اسی ہی زندگی جی رہا تھااوراس کی تنخواہ بھی مہینے کی دس کوختم ہو جاتی تھی لیکن پھروہ ایک سائیکل

لیے پیتنہیں کہاں کہاں دوسرے تیسرے کام کرتار ہتا تھا۔۔۔۔۔بھی بھی تو وہ رات کو گیارہ بج بھی گھر آتا۔۔۔۔ چند گھنٹے سوکروہ اسے پھرتہجد کے لیے

جا گنایاتی.....اورضح ایک بار پھر دفتراس کا دل جاہ رہاتھاوہ شیرا زکو بتاتی کہاس کے ماں باپ کوبھی بعض اوقات کسی ہے قرض لینا پڑ جاتا تھالیکن

ہر باراس کا باپ یائی پائی بچا کربھی مقررہ وعدے پروہ رقم ادا کر دیتا تھا..... ہاں اس کا باپ بھی معطل نہیں ہوا اور اس نے اپنے گھر میں بھی فاقے

نہیں دیکھےلیکن بہت بارروٹی کوصرف احیار یا چٹنی کے ساتھ کھایا.....اورصرف اس نے نہیں اس کے سارے گھر والوں نے بھی اس کے باپ کی بھی

اتنی ہی بیٹیاں تھیں جتنی شیراز کے باپ کیاورایک بیٹی بیاہ کروہ'' ذلت'' نام کی اس شے کوبھی چکھنے لگاتھا جس ہے اپنی نیکی اور شرافت کی وجہ سے

وہ خالی آئکھوں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی وہ اسے یوں بتار ہاتھا جیسے وہ اس محلے میں صرف اس کے گھر کی کہانی تھی کسی دوسرے کی

ہوجا تا..... پچھلی واجبالا دارقم نہدیئے پرراشن کی دکان والا ادھاردینا بند کردیتا..... بیقی میری اورمیرے گھر کی زندگی۔''

باہر آ جاؤں گا.....میرے خلاف مقدمات فتم ہوجا کیں گے۔' وہ اب رفہیں رہاتھا اپنے آنسو پونچھ رہاتھا اور شاید اسے امید ہوگئ تھی کہ زینی اس کے

''اورجس افسرے میں تہہیں چیٹروانے کے لیے کہوں گی وہ مجھ سے کیا کہے گاتم جانتے ہو؟'' پیتنہیں کیوں زینی کواس کی زبان سے اپنے Contacts کامن کراچھانہیں لگاتھا۔

'' کیا کے گا؟''شیرازنے کہا۔

''وہ کے گامیں اس کے ساتھ رات گز<mark>اروں۔''</mark>

'' تو گزارلیناتم پہلے بی ان مردول کےساتھ پھرتی ہوایک بارمیرے لیے سی مرد کےساتھ' زینی کی آئکھوں اور چبرے برکوئی الیی چیز آئی تھی جس نے شیراز کواپنی بات مکمل نہیں کرنے دی۔وہ چپ ہوکرالتجائی نظروں سےاسے دیکھنے لگا۔

زینی بےبس و بےحرکت دم ساد ھے آئیمیں جھیکائے بغیراس کا چیرہ دیکھر ہی تھی ۔۔۔۔۔گلی میں ایک لڑکے کا خط پکڑنے پروہ اسے سنگسار کرنے پر تیار ہو گیا تھااور آج اتنی آسانی ہے وہ اسے اپنے لیے کسی دوسرے مرد کے پاس جھیج رہاتھا.....اتنی آسانی ہے؟.....اوروہ اپنی زبان ہے

یہ بھی کہدر ہاتھا کہاس کے دل میں آج بھی صرف وہ بستی ہے پھراہے اپنی زبان پرزینی کے لیے یہ''مطالبہ'' لاتے ہوئے کوئی شرم ، کوئی ندامت محسوس نہیں ہوئی تھیاور وہ وہ اس مرد کے پیچھے بر با دہوگئیصرف اس ایک خوش نہی میں کہ وہ اس ہے محبت کرتا تھا..... کی بارا بنی زبان

ہے اقرار کر چکا تھا۔۔۔۔اس پر جان دیتا تھا۔ جان دیتا تھا؟۔۔۔۔۔ یا جان لےرہا تھا؟۔۔۔۔۔زینی نے آئکھیں بند کیے اپنی چینجی ہوئی مٹھیاں کھولنے کی کوشش کیاس کا پوراو جود جیسے برف کی ایک بہت بڑی سل میں تبدیل ہو چکا تھا..... وہ شیراز اکبرایخ لیےاور پیپے کے لیے کس حد تک جاسکتا

تھا۔زینی نے بیدنوں چیزیں دیکھے لی تھیں کیکن غلط وقت پر دیکھی تھیں اورا سے غلط وقت پر سمجھآ ٹی تھیکسی دوسرے مرد کے یاس چلی جاؤ.....وہ کیا سمجھ رہاتھاا ہے؟.....زین؟ بری زاد؟ یا کوئی طوائف؟....نہیں وہ زینی سمجھ کراس سے بیہ باتیں نہیں کررہاتھا.....میں'' زینی''رہتی تو شیراز مجھ سے

الی بات بھی نہ کرتا وہ تو بیسب کچھ پری زاد ہے کہدر ہاتھاجس کووہ طوا نف سے زیادہ کچھنیں سمجھتا وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے جیسے

وہ اس کی بیوی بن جاتی اور زندگی میں شیراز کو بھی اپنا آپ بیجانے کے لیے اس کو قربان کرنا پڑتا تو وہ اتنی ہی آ سانی کے ساتھ کرتاکسی

سینٹر Thought کسی دقت کے بغیر.....شیراز نے رزق حرام پر پروش یا کی تھی اور حرام رزق کاعشق اس کےخون میں شامل تھا.....وہ کچھ بھی کر لیتا وہ رویے کی ہوس کوایے Genes سے الگنہیں کرسکتا تھا ۔۔۔۔۔ایکن وہ ۔۔۔۔۔اس کی پرورش تو اس کے باپ نے اپنے خون پیپنے کی کمائی سے کی تھی۔

پھروہ کیوںاس کے تعاقب میں چلی آئیاہے کس فریب نے یوںا ندھااور بہرا کردیا تھا....کیا بیمرداس قابل تھا کہاس کے لیےوہ سب پچھ گنوا

کر یوں تھی دامن ہوکر بیٹھ جاتی ۔

وه کری ہےاٹھ کھڑی ہوئی۔اب اور کیاسنیا تھااسے شیراز ہے؟.....اوررہ ہی کیا گیا تھا۔

" پھرتم نے کیاسوچازین؟" شیراز نے اسے اٹھتے و مکھ کربے تابی سے کہا۔

''میں نے۔۔۔۔؟۔۔۔میں نے کیاسو چناہے؟۔۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں سوحیا۔۔۔۔'' وہ روتے ہوئے ہنسی۔

' دخته بیں صرف اپنے آپ سے اور پیسے سے محبت ہے۔۔۔۔۔۔ بیاعشق ۔۔۔۔۔بس سے تمہیں تو کسی زین کی ضرورت ہی نہیں تھی ۔'' '' میں تمہیں کیسے سمجھا وُں زینی ؟'' وہ گڑ گڑانے لگا۔

وہ پری زاد ہوتی تواہے ٹھوکر مارکر آ جاتی لیکن وہ پری زاز نہیں تھیوہ اس وفت صرف زینب ضیابن گئی تھیضیاصا حب کی بیٹی کسی نے زندگی میں پہلی بارا ہے اس کے باپ کا واسط دے کر پچھے ما نگا تھاوہ کیسے اسے نہ دیتی۔

وہ واپسی پرگاڑی میں بیٹھی روتی آئی تھی پری زاد کی طرح نہیںزینی کی طرحزینب ضیاء کی طرحاس نے بہت دفعه اپنی زندگ کے پر نچے اڑتے دیکھے تھےاور ہر بار تکلیف پہلے ہے سواتھی لیکن اگر وہ مخص جھوٹا نکل آئے جس کی محبت کی خاطر آپ نے اپنے آپ کو خوار کر دیا ہو پھراحساس زیاں نہیں ہوتا پھر کچھاور ہی ہوتا ہے شیراز کی زبان سے فکلے ہوئے کا نج کا انبارتھا جواس کے چاروں طرف تھااور وہ جہاں ہے بھی گزرتی پیروں کوزخمی ہونا ہی تھا۔

اس رات اتنے سالوں کے بعد پہلی ہارروتی رہیکینشراب اورسگریٹ پیئے بغیروہ کیاتھیوہ کیاہوگئ تھی۔ ونیا کے ہازار میں شیراز نے اپناضمیر بیچا تھااس نے اپناسب سے مہنگاا ثاثة سب سے ''سستا''سمجھ کردیا تھا بدلے''لاکھوں'' ملے میدوام شیراز کواچھا سودالگا دنیا کے ہازار میں زینی نے اپنی''حیا'' رکھ دی تھیاس نے اپنے سب سے''قیمتی'' اٹا ثے کو''قیمتی''سمجھ کر ہی دیا تھااسے''حیا'' کے بدلے'' کروڑوں'' ملےجوبھی دام ملے وہ زینی کو ہمیشہ گھاٹے کا سودا ہی لگا۔

آ نسواب کیا تقصتے پچھتاوا اب کیا جا تااس رات وہ ساری تھیحتیں اسے یاد آتی رہیں جوسب اسے کرتے رہے تھےاور جنہیں سننے پروہ تیارنہیں تھی۔

''وہ''حرام رزق'' کو''من وسلوگ''سمجھ کرکھار ہاہے اسے جانے دوزین ۔۔۔۔۔اس کےمقدر میں حرام کھانا ہے۔۔۔۔''من وسلوگ''نہیں ہے اس کی قسمت میں ۔''اس کے باپ نے اس سے کہا تھا۔۔۔۔۔اس کے باپ کو کیا پیۃ تھا کہ''من وسلوی'' توزین کےمقدر میں بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ثیراز اپنی وجو ہات کی وجہ سے بیسے کے پیچھے گیا تھا۔۔۔۔وہاینی وجو ہات کی وجہ ہے۔۔۔۔۔ www.urdunovelspdf.com ***

کیوں آئی ہیں۔

"جو چیز الله نه دے زینی اسے انسانوں سے نہیں مانگنا جا ہے ورندانسان بردا خوار ہوتا ہے۔" ماں باپ کی باتیں اتنی دریہ سے مجھ میں

'' بیہ بیٹھے بٹھائے سب کچھ کیوں چھوڑ رہی ہو؟''نفیسہ بے حدیریشان ہوکرفون پراس سے پوچھر ہی تھی۔ '' آپ ہی کہتی تھیں ۔۔۔۔۔ بید سوائی کا کام ہے ۔۔۔۔اب پیۃ چل گیا تو چھوڑ رہی ہوں۔''

'' پرزین یوں اچا تکاور پھر پا کتان چھوڑ دینے کی کیا تک بنتی ہے؟''

'' يهان لوگ ميراچېره پېچان ليته بين امي يهان مين گمنهين هوسکتياور مين مين اب به نام ونشان مونا چاهتي مون بـ''

" میں نےتم سے کہا تھاتم شادی

زین نے ماں کی بات کا ان دی'' میری قسمت میں شادی نہیں ہامی۔'' نفیسہ کا دل وہل گیا۔ ''اس طرح مت کہ زین بعض دفعہ زبان سے نکلی ہوئی بات پوری ہوجاتی ہے۔''

''زینب کواپنی قسمت کا حال پیة ہےا <mark>می''</mark>

"غیب کاعلم صرف اللہ کے پاس ہوتا ہے زین"

'' ہاں اللہ کے پاس ہوتا ہے کیکن جب آ دمی غلط رہتے پر چلنے لگتا ہے تو''غیب''اس کے لیے''غیب''نہیں رہتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ آ گے اس کے لیے کونسا بھندہ۔۔۔۔۔کون ساکنواں۔۔۔۔کون ساگڑ ھاتیار ہور ہاہے۔''

نفیسہ کووہ زین نہیں لگ رہی تھی جس کووہ اتنے سالوں ہے پال رہی تھیں کچھ تھا جواس میں بدلا تھا.....وہ اے کہنا جا ہتی تھیں وہ ان کے پاس آجائے کیکن وہ اس سے بنہیں کہہ سکتی تھیں۔

''میرے لیے دعا کریں امی کہمیرے گناہ دھل جا ئیں مجھے سکون ٹل جائےکہیں ملے پرٹل جائے''وہ اب بچوں کی طرح رونے گلی تھیاتنے ہفتوں سے یہی ایک چیزتھی جووہ کریا رہی تھی۔

''شیراز آیا ہے ملنے کے لیے اپنے ماں باپ کے ساتھ۔''سلطان نے اسے اطلاع دی پیکنگ کرتے ہوئے چندلمحوں کے لیے اس کے ہاتھ رکے پھراس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''ابنہیں ملنااس ہے۔''

'' تو پھرچھٹر وایا کیوں اسے جیل سےرہنے دیتیں اس خبیث کووہاں ۔''سلطان نے جل کر کہا۔

''اس نے میرے باپ کا واسط دیا تھا مجھے۔۔۔۔۔ میں نے معاف کر دیا اسے۔''اس کالہجدا تنا بے تاثر تھا کہ سلطان کو چہنے لگا۔۔۔۔اس نے انڈسٹری میں بڑی بوی ہیروئنز دیکھی تھیں پرالی ہیروئن نہیں دیکھی تھی۔۔۔۔اس نے بھی کسی بھکاری کواللہ کے نام پر پچھنیں دیا تھا۔۔۔۔۔وہ ہمیشہ ہاتھ جوڑ کرمعافی مانگ لیتی یا اس ہے کہتی اللہ کے نام پرمت مانگو۔۔۔۔۔کسی اور چیز کا واسط دوتو دے دیتی ہوں۔۔۔۔۔اور پھرکوئی اسے ترتی کی دعا دیتا کا میا بی اور شہرت کی دعا دیتا کا میا بی

"نواب اس کوکیا کہوں میں؟" سلطان کی آئھوں میں نمی آنے گی۔

"اے کہنا مجھے معاف کردےکین اب بس کرے۔"

''اہے بتادوں کہ آپ جارہی ہیں؟''

د دخید "، میل-"

'' ڈھونڈتا پھرےگا آپ کو پری جی۔''

' دخہیں ڈھونڈے گاوہ کوئی اور ڈھونڈ لے گاد نیامیں نہ پییہ ختم ہوا ہے نہ عور تیں ''

"آپ کوابھی بھی اچھالگتا ہے تواس ہے شادی "سلطان نے پیتنہیں کیاسوچ کراس ہے کہا۔

زنی بے اختیار ہنسی۔وہ روتی توسلطان کو اتنی تکلیف نہ ہوتی جنتی اس کے کھلکصلا کر ہننے سے ہوئی تھی۔

''ابنہیںمیں نے تھوک دیاا ہےمیں تھوک کے نہیں جا ٹوں گی۔''وہ اپنا آخری بیک بند کرنے لگی تھی۔

" مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر جائیں پری جی ۔" سلطان یک دم پھوٹ پھوٹ کررونے لگا۔

"میرے ساتھ رہ کرتم کیا کروگے؟"

''آپ کی خدمت کروں گا۔''

'' مجھےاب خدمت کی ضرورت نہیں رہی سلطان ۔''

"يرى جى مين آپ كے بغير كيا كروں گا؟"

''عیش کرنا.....تمهارے اکاؤنٹ میں اتنے پیے جمع کروادیے ہیں میں نے کہ ساری عمر گھر بیٹھے آ رام سے زندگی گز ار سکتے ہوا پئے لیے

جينااب₋"

''ساری عمراپنے لیے نہیں جیا تو اب اپنے لیے کیا جیموں گا ۔۔۔۔۔ مجھے لے جائیں اپنے ساتھ۔''اس نے زینی کا بیک پکڑ کر جیسے اسے پیکنگ ہے روکتے ہوئے کہا۔

زینی نے شکست خوردہ انداز میں اسے دیکھا۔

''میرااب زوال شروع ہور ہا ہےاور زوال کے دن انسان کوا کیلے ہی گزار نا چاہیںزوال میں ساتھی مل جائے تو پیۃ کیسے چلے گا کہ زوال آگیا ہے۔''

"بيزوالآپ خود كرآئى بيں برى جى-"

اخبار کے بیک بیج پرایک دوکالمی خبر بن کر۔

''زوال انسان خود ہی لے کر آتا ہے۔۔۔۔ میں شوبز کے آسان پر جیکتے تھک گئی ہوں۔۔۔۔ مجھے اب گم ہوجانے دو۔'' سلطان ک منت سات

آ نسو تھنے لگے۔ بے حد شکست خور دہ انداز میں اس نے زین کے بیگ سے ہاتھ ہٹالیا تھا۔

☆☆☆

کم از کم بیتو پیته چلے گا کہوہ کہاں تھی پری زاد نے ہرایک کی امیدوں پر یانی پھیردیا تھا.....وہ دوبارہ چندسال بعدسا منے آئی تھی کیکن ایک بڑے

وہ اس بوڑھے بھکاری کے پاس فٹ یاتھ پر بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں پکڑا آ دھا برگراس نے اس کےسامنے رکھ دیا۔ بوڑھااس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔وہ تاش کے بتوں سے گھر بنار ہاتھا..... بے حدا نہاک بے حد محویت سے یوں جیسے وہ واقعی اصلی گھر تھا..... بلاکس سے بننے والا.....وہ

یوں بیٹھی انہاک ہےاس گھر کود مکیر ہی تھی جیسے وہ اس کام سے وہاں آئی تھی ۔۔۔۔۔ 52 بٹوں سے بننے والا گھر ۔۔۔۔۔ وہ سانس رو کے پلکیس جھے کائے بغیر پتوں کے اس گھر کومکمل ہوتے ہوئے دیکھے جارہی تھی بوڑھا کیکیاتے ہاتھوں ہے آخری دویتےرکھنے جارہا تھا..... آخری دویتے

پھرگھر مکمل ہوجا تاوہ اب ہے رکھ رہاتھاابہوا کا ایک جھونکا آیایا شاید اس کا ہاتھ کا نیایا شاید ہے ٹھیک ہے رکھے نہیں جاسکے۔ کچھ ہوا تھا پورا گھر زمین بوس ہو گیا تھا بوڑھے نے ایک گالی دیزینی نے گہراسانس لیا تاج بھی گھرنہیں بن سکا

تھا..... ہرروزان ہی آخری دو پتوں کور کھتے رکھتے گھر ٹوٹ جاتا.....وہ روز یونہی اسی انہاک ہے بیٹھ کر گھر دیکھتی جیسے کسی دن تو وہ معجز ہ ہوہی جانا

تھا۔۔۔۔کیکن وہ معجز ہاب تک نہیں ہوا تھا۔ "Hard luck" اس نے بوڑھے سے افسوس کیا اور پانی کی آ دھی بوتل بھی اس کے پاس ہی چھوڑ دی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اس کا

راستہ تھا وہ روز وہاں کام پر جاتے اور آتے ہوئے گز رتی تھی۔ جاتے ہوئے وہ جلدی میں ہوتی رکنے کا وقت نہیں ملتا تھالیکن آتے ہوئے یہ فٹ یاتھ اور اس پر بیٹھے ہوئے یہ پانچ بھکاری اس کے لیے جیسے amusement park میں تبدیل ہوجاتے تھے۔وہ انہیں تقریباً روزانہ ہی کچھ نہ کچھ

دیتی تھی....بھی چند سکے بھی چند ڈالر....بھی کھانے پینے کی چیزیں....اور بھی آنسو....جووہ وہاں کسی نہ کسی کے سامنے بیٹھ کر بہاتی تھی....وہاں کون اسے جانتا یا پہچانتا تھا کہ جیرت زدہ ہوتا یااس پرترس کھا تا یااس سے پوچھتانہ وہ ان میں سے کچھ اوچھتی تھی نہان میں سے کوئی اس سے پچھ پوچھتا تھا..... جو دا حد جملے ان کے درمیان بھی کبھار exchange ہوتے وہ موسم کے بارے میں تھے..... یا greetings یاشکریے کا اظہار..... یا

چھروہی good show?; "nice effort ";" hard luck"; "bad luck" است جودہ ان میں ہے کئی نہ کی ہے کہتی تھی۔ ا گلا سیاہ فام گثارسٹ اس دن پیۃ نہیں کونسا گا نا اپنے گثار پر بجار ہا تھا وہ پہچان نہیں یائی ورنہ اتنے عرصے سے وہ ان یا پچ جیہ ٹیونز کو

پیچانے لگی تھی جوتقریباً وہ ہرروز بجاتا تھا.....اوراس نے باری باری اس سے ان میں سے ہرگانے کے lyrics اور شکر کے بارے میں پوچھا تھا۔ لانگ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بےمقصداس کے سامنے کھڑی اس کوسنتی رہیاےلگتا اسے دیکھے کروہ ہمیشہ بڑی محنت اور زیادہ توجہ سے بجاتا تھا۔۔۔۔وہ اسی کے پاس کھڑے گٹار کو سنتے سنتے بعض دفعہ رونے لگتی تھی۔۔۔۔اوراسے احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔۔۔۔جیسے آج بھی

نہیں ہوا تھا۔گا ناختم ہونے کے بعدلا مگ کوٹ کی جیب میں موجو دسکوں میں سے ایک سکہ نکال کراس نے اس کے سامنے پڑے ہیٹ میں ڈالا تھا اور پھرایے سیلے گالوں کوصاف کرتے ہوئے آ کے بردھ گی۔ و Spanish ہیں آج نہ گیندوں کو ہوا میں احچھال رہا تھا نہ گلاسز کووہ آئکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا....۔اوراییا تب ہوتا جب وہ بہت

زیاده نشتے میں ہوتا.....اور ہفتے میں ایک دوباراییا ضرور ہوتا جب وہ باکل کسی مردہ جانور کی طرح فٹ یاتھ پرانی مخصوص جگہ پر پڑار ہتا.....کوئی

والے بینڈ زاورز بورات کودیکھتی رہتی تھیان میں ہے کون سا پھراس نے کس مقصد کے تحت پہنا تھا بیشایدوہ اب خود بھی نہیں بتا سکتا تھا. جیب میں ہاتھ ڈال کرا یک سکہاس نے اس کے سامنے پڑے گلاس میں ڈال دیاوہ اس دن کا پہلاسکہ تھا جو کسی نے اس ہیں کے گلاس میں ڈالا تھا۔ ا گلا بھکاری ایک سیاہ فام نو جوان تھا۔۔۔۔۔اور بیواحد بھکاری تھا جس کے پاس وہ سب سے کم وفت گزارتی تھی۔۔۔۔۔وہ فلوٹ بجاتا تھااور اسے بے حد عجیب لگتا تھا۔۔۔۔اس نے کسی کوا تنابرافلوٹ بجاتے زندگی میں نہیں سناتھااور وہ شایدیہ مجھتا تھا کہ وہ بہت اچھا بجاتا تھااس لیے وہ اپنے یاس رکنے پر ہر مخص کے لیے پہلے ہے بھی کوئی خراب دھن بجا تا تھا....زینی کوبعض دفعہاس کی''محنت'' پرہنسی آتیاہنے اپنے سامنے ڈرمزاور سکسا فون بھی رکھتے ہوئے تھے کیکن ایبا بہت کم ہوا کہ زین نے اسے ان میں ہے کسی انسٹر ومنٹ کو بجاتے دیکھا ہو..... وہ صرف فلوٹ ہی بجا تا تھا۔۔۔۔۔کم از کم زینی کے آنے پر۔۔۔۔اور آ ہتہ آ ہتہ زینی کواحساس ہونے لگا کہ وہ اے asian سمجھ کرصرف اس کے لیے فکوٹ بجار ہاتھا۔۔۔۔اے please کرنے کے لیےا سے یقین تھاوہ اسے انڈین سمجھ رہا ہوگابعض دفعہ وہ اسے بھکاری نہیں لگتا تھا چندایک باروہ کچھ دنوں کے لیےوہ وہاں سے غائب بھی ہوا۔۔۔۔لیکن پھرواپس آ گیا۔۔۔۔زین کووہ بھی نشے میں محسوس نبیں ہوا تھااس کے باوجوداس کی سمجھ میں نبیس آتا تھا کہ وہ وہاں اس فٹ یاتھ پر کیوں مبیٹھار ہتا تھا۔۔۔۔۔ بھیک کیوں مانگتا تھا۔۔۔۔۔اور ہر وقت فلوٹ کیوں بجاتا تھا۔۔۔۔۔ جیب ہے ایک سکہ نکال کراس نے ہمیشہ کی

اسے کچھ دے کر جاتا یا اس کے سامنے پڑے سکے لے جاتا اس کو پیتے نہیں چل سکتا تھا۔ وہ کرتب دکھا رہا ہوتا تو وہ کچھ دیراس کے سامنے کھڑی

رہتی.....ہوا میں احیصالی جانے والی چیزوں میں کوئی دلچیسی لیے بغیر..... وہ صرف اس کی انگلیوں، کلائیوں اور گلے میں پڑے بجیب بچفروں

طرح اس کے پاس پڑےا یک ڈیے میں احیمال دیا پھر ہمیشہ کی طرح چلتی ہوئی فٹ یاتھ کے آخر میں بیٹھی اس میکسیکن عورت کے پاس پہنچ گئی جو پھروہی سکتے بنار ہی تھی جووہ ہمیشہ بناتی تھی ہمیشہوہی مردوہی خوبصورت مردزین آئکھیں بند کیے بھی اس مرد کے نفوش بتاسکتی تھی.....ومیکسیکنعورت کاغذیراس مرد کا چېره سیچ کرتی تھی اوراس کے ہاتھ کی ہرحرکت کےساتھ زینی کے ذہن پرکسی''اور''مرد کے نفوش انجرنے

ککتے تھے۔۔۔۔۔اسعورت نے اس مرد کا چہرہ بناتے ہوئے بھی سراٹھا کرنہیں دیکھا تھا۔۔۔۔بس یا گلوں کی طرح وہ اپنے کام میں گلی رہتی تھی۔۔۔۔۔اوربعض د فعه تو وه زینی کو پاگل ہی لکتی تھیبعض دفعہ ہر کوئی کسی دوسر ہے کو پاگل ہی لگتا ہے وہ ادھیڑ عمرعورت تھی وہ نو جوان مرد تھا پیتنہیں وہ کتنے سالوں سےای ایک چہرے کو بناتی آ رہی تھی یا ہوسکتا ہے وہ ابھی پچھ عرصہ پہلے ہے.....انداز ولگا نامشکل تھا....لیکن بیانداز ولگا نامشکل

نہیں تھا کہاس مرد کے ساتھ عورت کا کوئی خونی رشتہ ہیں تھااس کے نفوش میں اس عورت کے نفوش نہیں تتھے۔ وہ بہت دیراس عورت کے پاس کھڑی اس چہرے کو کاغذیرا بھرتے دیکھتی جب سکیج مکمل ہوجا تا توعورت بہت سارے دوسرے سکیچز کے ساتھاس کاغذکور کھ کرایک نیانچے بنانے لگتی تھیزین کو بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ ان پرانے سیجیز کوکیا کرتی تھی پھینگتی تھی پھاڑتی تھی یا کہیں رکھآتی تھی۔

اس نے اپنی جیب میں موجود آخری سکہ اس عورت کے سامنے رکھا اور فٹ یا تھ کا موڑ مڑ آئیاداس آج بھی اتن ہی گہری تھی جتنی روز ہوتی تھی۔۔۔۔اورصرف سڑک کابیوہ حصہ تھا جس ہے گز رکر چند لمحوں کے لیے کم ہوجاتی تھی۔۔۔۔۔پھروہ اس فٹ یاتھ کو پیچھے جھوڑ آتی ۔۔۔۔۔ آ گےوہ

وہ کینیڈا آنے کے بعد شروع میں ایک بہتر علاقے میں تھی بہتر لیکن مبنگےاور چند ماہ میں کام حاصل نہ کرپانے پراسے وہ علاقہ چھوڑ نا پڑا تھا جہاں بالآ خراسے کام ملااس کے قریب ترین بہی علاقہ تھا یہاں وہ لوگ رہتے تھے جو کینیڈ امیں آجانے کے بعد struggle کھوڑ نا پڑا تھا جہاں بالآ خراسے کام ملااس کے قریب ترین بہی علاقہ تھا ۔۔۔۔ کہ ورسے گزرر ہے تھے جواپنے اپنے ملکوں اور اپنی اپنی سوسائٹیز کے outcast تھے اور وہ اس خواب کے ساتھ وہاں آئے تھے کہ ایک دن وہ کسی نہ کسی فیلڈ میں کسی نہ کسی طرح excel کریں گے وہ علاقہ کسی کا بھی ''انتخاب' نہیں تھا''مجوری''تھیسیڑھی کا پہلا

ً بلڈنگ بھی جہاں 23 ویں منزل پراس کا ایار ٹمنٹ تھا.....اور جہاں کی حالت اتنی ہی ڈپرینٹ کھی جتنا باہر س^وک کا ماحول تھا۔

ہیں دوں وہ مانیہ مل میدیں مانیہ مل سرم المجامع سویں ہے۔۔۔۔۔وہ مواقع مان مان ماب میں میں ہوری میں۔۔۔۔ بروں میں پائیدان۔۔۔۔۔صرف وہ تھی جومیڑھی کے آخری پائیدان سے اتر کر پہلے پائیدان پر آ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔۔۔کامیابی کو'' چکھ' لینے کے بعد کامیابی کی خواہش یا خواب کے بغیر۔۔۔۔۔ایک ایک پائی بچانے کی جدوجہد کے بغیروہ وہاں شایدا پی زندگی گزار نے نہیں آئی تھی۔۔۔۔زندگی ضائع کرنے آئی تھی۔۔

خواب کے بغیرایک ایک پانی بچانے کی جدوجہد کے بغیروہ وہاں شایدا پئی زندگی گزار نے نہیں آئی ھیزندگی ضالع کرنے آئی ھی۔ اپنے اپارٹمنٹ کا درواز ہ کھول کروہ اندر چلی آئی۔ ہمیشہ کی طرح بے حد'' سرد خاموثی'' نے اس کا استقبال کیا تھا۔ دن ڈوب رہا تھا۔ شننگ ایر یا کی کھڑکیاں اب روشنی اندرلانے میں ناکام ہور ہی تھیں۔اس نے لائٹ آن کردی۔اپنالانگ کوٹ اور جوتے اتارتے ہوئے وہ آگ

ستنگ ایریا ی هزلیاں اب روی اندر لائے میں نا کام ہور ہی ہیں۔ اس کے لائٹ ان کر دی۔ اپٹالانگ نوٹ اور جونے اتار کے ہوئے وہ اسے بڑھ آئی۔ ہاتھ میں پکڑا پرس کچن کاؤنٹر پرر کھتے ہوئے وہ کھڑ کیوں کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئ بیاس کاروز کامعمول تھا کام سے واپس آنے کے بعدان کھڑ کیوں کے سامنے کھڑے ہوکر ہاہر دیکھناگزری ہوئی زندگی کوئسی فلم کی طرح ان کھڑ کیوں کے ثیشتوں پر دیکھنا تکلیف وہ مناظر

کے بعدان کھڑ کیوں کے سامنے کھڑ ہے ہو کر ہاہر دیلینا۔۔۔۔۔کزری ہوئی زندگی کوسی فلم کی طرح ان کھڑ کیوں کے تیشتوں پر دیلینا۔۔۔۔۔تکلیف دہ مناظر سے نکچنے کی کوشش کرنا۔۔۔۔۔ چیجنے والے جملوں کوساعتوں سے غائب کرنے کی جنٹجو کرنا۔۔۔۔۔اور پھر پچچتاوا۔۔۔۔۔ وہ جیسے روز خودا حتسانی کے ممل سے گزرتی تھی ۔۔۔۔۔وہ جیسے روز بے بیٹنی کا شکار ہوتی تھی۔۔۔۔جو پچھ' رپری زاد'' کرتی رہی تھی۔۔۔۔۔وہ'' زینب ضیاء'' کیسے کرسکتی تھی۔۔۔۔کیسے؟اس کے اندر

ا تنی نفرت، اتناغصہ، انتقام کا ایسا جذبہ کہاں ہے آگیا تھا بیعفریت اس نے کس طرح پال لیا تھا وہ تو زین تھی اپنے باپ کی انگلی پکڑ کر اس کی ہر بات پر آمنا وصد قنا کہہ دینے والی سیدھی سادھی لڑکی پھراہے کیا ہو گیا تھا؟ سربات پر آمنا وصد قنا کہہ دینے والی سیدھی سادھی لڑکی پھراہے کیا ہو گیا تھا؟

وہ کھڑی کے سامنے ہے ہٹ آئی ہر باراس سوال کے آتے ہی وہ شکست خوردہ انداز میں کھڑی کے سامنے ہے ہٹ آتی تھی فرت میں کل کا پکایا ہوا کھانا ابھی بھی پڑا تھا وہ اسے نکال کرگرم کرنے لگی کئی سالوں کے بعدوہ یباں آ کر کھانا پکانے لگی تھی اور جب ایک زلگی نڈل سراجہ اس ہواک وہ کچے بھی نہیں بھو ابتھی مرکھا نے کہ ترکسی وہ جسمشینی انداز میں ذہن میں مالوتی لیکن کسی بھی لکھا نے کا

وہ اب رزق حلال کماتی تھی۔۔۔۔رزق حلال کھاتی تھی۔۔۔۔وہ یہاں آنے سے پہلے ہروہ چیز کسی نہ کسی کودے آئی تھی یا چھوڑ آئی تھی جسے اس نے رزق حرام سے پایا تھا۔۔۔۔جو چندلا کھروپےوہ یہاں لے کر آئی تھی وہ اس گھر کو بڑھ کرلائی تھی جوضیاء کا تھاوہ واحدا ثاثة تھا جواس نے اپنی فیملی سے مانگ کرلیا تھا۔۔۔۔کہیں نہ کہیں وہ اینے ذہن میں آج بھی اینے باپ کی بات پر یقین رکھے ہوئے تھی کدرزق حلال میں برکت ہوتی ہے۔۔۔۔وہ نہیں ہوئے تھے....کی نہ کی طرح سے چل رہے تھے....اس کی زندگی میں ویباسکون نہیں تھاجیباوہ چا ہتی تھی لیکن سکون تھا سے نکل کرجیسے اطمینان سے تماشا ئیوں میں جا کھڑی ہوئی تھی۔ سٹر فرائیڈ ،ویسجیسٹیب لذاور بوائلڈرائس،وہ یہاں آ کرکٹی سالوں کے بعد'' کھانے گئی تھی....۔ڈائیڈنگ کے نام پرچھوڑی جانے والی تمام چیزیں...۔۔وہ انگلیوں کی بوروں کے ساتھ لقمے بنا کرچاول کھاتی رہی..۔۔اسے کینیڈ ایٹس آئے ایک سال سے زیادہ کا عرصہ ہونے لگا

اس برکت کااثراینی زندگی میں دیکھنا جاہتی تھیکہیں نہ کہیں وہ آج بھی اپنے باپ کی بات کی آ زمائش جاہتی تھی.....اوروہ پیسے واقعی ابھی تک ختم

تھا۔۔۔۔ پیچھے پاکستان میں کیا ہور ہاتھا۔۔۔۔۔ شوہز میں کیا ہور ہاتھا۔۔۔۔ وہ جیسے بھول گئ تھی۔ واحد رابطہ جواس کاکسی کے ساتھ تھا وہ نفیسے تھیں ۔۔۔۔ جنہیں وہ بھی بھارفون کرتی۔۔۔۔ان کی شادی کر لینے کی ہدایت اورتشویش سنتی۔۔۔۔۔ مدر مرد مرد سرک سے مصر منت منت منت سے متت سے ساتھ کے کہتے ہوئے تھے۔

نہیں تھا جے وہ جا کر پرکرتیان سب کے لیے وہ اب ایک outsider تھی اور زینی نے اپنے اس ٹنیٹس کوقبول کر لیا تھا۔ دس منٹ میں کھاناختم کرنے کے بعد اس نے ان چند برتنوں کوصاف کیااور کچن سے باہر آ گئی۔

معرب کی نماز پڑھنے کے بعدعشاء کی نماز تک وہ قر آن پاک پڑھتی رہی بیاس کاروز کامعمول تھا۔ بیروہ قر آن پاک تھا جے بھی ضیاء پڑھا کرتے تھےاورا سے پڑھتے ہوئے بہت باروہ اپنے اردگر د ضیاء کی مہک محسوس کرنے گلتی تھی بہت بارا سے لگتاوہ و ہیں کہیں ہیں اس کے

صیاء پڑھا کرتے ہے اور اسے پڑھے ہوئے بہت ہاروہ اپ ارو کر دھیاء کی مہت سوں کرنے کی کے است بہت ہارا سے مساوہ و ہیں ہیں ہیں۔ ک آس پاس بہت قریب سسکین بہت دور سس بہت دفعہ اسے قرآن پاک کے صفحات پراپنے باپ کے ہاتھوں کالمس محسوس ہونے لگتا سسوہ کے پنچے انگلی پھیرتے تتے سسدوہ بھی ہرلائن کے پنچے انگلی پھیرا کرتی تھی سسکبھی کبھار بھول جاتی سساور پھراحساس ہونے پر دو ہارہ اس طرح انگل

ہ گئی تھی۔ ضیاء کوا تنے سالوں میں اس نے بھی خواب میں نہیں دیکھا تھا.....بھی نہیںلیکن ان کی خوشبو کو بھی اس نے بھی محسوس نہیں کیا تھا جس

طرح وہ اب کرنے لگی تھی.....اس ایک سال میں بہت ہار تہد میں روتے ہوئے اسے لگتا ضیاء اس کے پاس آ بیٹھے تھے..... ناراض کیکن بے چینخفالیکن اس کے پاسساراقصوراس کاقصورتھا....ساری غلطی اس کی غلطی تھیوہ ہمیشہ روتی تھی کیکن پچھ کے بغیرکوئی گلہ کوئی

شکایت کے بغیرسب نے اس سے بہت کچھ کہاتھا صرف ایک ضیانے ہی کچھ نیس کہاتھا.....وہ ابسننا چاہتی تھی باپ سے یہ جانے کے باوجود کہاس نے ضیاء سے کیا کہاتھا.....وہ جیسے چاہتی تھی کہ باپ بھی ملامت کرے....سب کچھ کہددے.... پر بات کرے اس سےلیکن وہاں خاموثی تھیاور خاموثی اسے رلاتی تھی باپ کی خفگی استے سالوں میں اس طرح پہلی بارچیجی تھی اسے تب جب وہ'' میں جو پچھ کر رہی

ہوں ٹھیک کررہی ہوں'' کے زعم سے ہاہر آ گئی تھی۔ ''اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑارجیم ہوتا ہے زین ۔'' وہ شایدیا نچ جھ سال کی تھی جب اس نے پہلی ہارا بینے باپ کے منہ سے سنا تھا۔ وہ رات کوان کے ساتھ سوتی تھی اور سوال پوچھ پوچھ کر ان کا کتنا وقت ضائع کرتی تھی اے احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔'' سب کومعاف کر دیتا ہے؟''اس نے باپ کے سینے سے سراٹھا کرضیاء کا چہرہ دیکھا۔

"بالسبكو" ضياء في المينان مسكرات موع كها-

'' کیوں؟''وہاس کی ہات پر بےاختیار ہنے۔

" کیونکہ وہ ہمارارب ہے۔اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔وہ ہم سے بڑی محبت کرتا ہے۔ "انہوں نے اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو ہٹاتے

ہوئے کہا۔

PDF

' کتنی محبت کرتا ہے؟''وہ بے حد سنجیدہ <mark>تھی۔</mark>

"ستر ماؤں جتنی۔"

''آپ جتنی نہیں۔'' وہ جیسے بے حد مای<mark>یں ہو کی۔</mark>

ضاء کھلکھلا کر ہنتے رہے۔انہوں نے اسے لپٹالیا تھا۔

''ہاں میرے جنتنی بھی بلکہ مجھے بہت زیادہ۔''

اس نے دوبارہ باپ کے سینے پرسرر کھ دیا پھر کچھ سوچنے کے بعداس نے پھرسراٹھایااور برابروالے بستر میں سوئی نفیسہ پرایک نظر ڈالنے کے بعد بے حدمدهم آواز میں سرگوثی کرتے ہوئے ضیاء سے کہا۔

'' آپ کو پنڌ ہے آج ای نے مجھے ماراہے۔''

''کیوں ماراہے میری بیٹی کو؟''ضیاء نے اس کا ماتھا چو ما۔

''میں گلی میں کھیلنے گئی تھی جوتوں کے بغیر۔''اس نے مختاط آواز میں سوئی ہوئی نفیسہ کودیکھتے ہوئے کہاا سے خدشہ تھاوہ سن رہی ہوں گی۔

'' دوبارہ مت جانا۔''انہوں نے اس کاسرسہلایا۔

''احچھا۔۔۔۔کین اللہ تو معاف کر دیتا ہے پھرامی نے کیوں مارا؟''

ضیاء جواب نہیں دے سکے اس نے جیسے نہیں مشکل میں ڈال دیا تھا۔

" تم نے ای سے معافی نہیں ما تگی ہوگی اس لیے مار پڑی۔"

اس باروه سوچ میں پڑگئی ضیاء نے اس کی چیکتی لمبی پلکوں والی خوبصورت آئکھوں میں جھلکنے والی البحض دیکھی۔

"الله ہے بھی تومعانی مانگنی پڑتی ہے در نہ اللہ بھی ناراض ہوجا تا ہے۔"

"امی کی طرح؟"

"امی ہے بھی زیادہ؟"" پھراللہ ہے معافی کیسے ما تگتے ہیں؟" وہ بے حدیریشان ہوئی۔

www.urdunovelspdf.com

ضیاء نے اسے اپنے سینے سے ہٹا کرا پنے باز ومیں لٹاتے ہوئے کہا۔

''ایسے مانگتے ہیں پہلے آئکھیں بند کرتے ہیں۔'انہوں نے اس کی آئکھیں بند کردیں۔پھراس کے نتھے نتھے ہاتھوں کوجوڑا۔

'' آئکھیں بندکر کے ہاتھ جوڑ کراللہ سے کہتے ہیں۔۔۔۔اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے۔۔۔۔۔تو بردامعاف کرنے والا ہے۔''انہوں نے جیسے

"الله تعالی مجھے معاف کروے تو برا اس. معاف کرنےوالا ہے۔ "اس نے پہلی بارا ٹک اٹک کر دعا کی تھی پھر آ تکھیں کھولیں۔ '' آنکھیں نہیں کھولتے آنکھیں بندر کھتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں۔''ضیاءاباے سلانا جاہ رہے تھے۔اس نے دوبارہ آ^{نک}ھیں بند کر لیںاورا پنے ننھے ہاتھوں کو جوڑے ہونٹوں کے پاس کیےوہ شروع میں اٹک اٹک کراور پھرروانی سے دعا کرنے لگی تھی اوراسی طرح سوگئ تھی۔

وہ اب بھی ہرروز رات کو بھیگی آئٹھوں کے ساتھ دونوں ہاتھ باندھے وہی دعا کرتے سوجایا کرتی تھی ۔۔۔۔۔کی سالوں کے بعد نیند کے لیے وہ نیندکی گولیوں اورشراب کی مختاج نہیں رہی تھی ۔۔۔۔ کئی سال بعد بھی اسے نیند باپ کی سکھائی ہوئی دعاہے ہی آنے گئی تھی بیا

'' پری زاو'' کسی نے بے یقینی ہے کہا تھازینی کے ہاتھ ہے باکس چھوٹ کر گرتے گرتے بیجا۔ایک سال بعد پہلی ہاراس نے کسی کے منہ سے پری زاد سنا تھا۔اس نے بلیٹ کر دیکھااورفریز ہوگئی تھی.....اگر کرم نے اتنے سالوں بعدا سے ایک ہی نظر میں پہچان لیا تھا تو اس نے بھی کرم کو

ایک ہی نظر میں پہچان لیا تھااور پھراہے یک دم یادآ یا کہاہے کرم کوئییں پہچاننا تھا۔وہ سٹورمینجر کے ساتھ کھڑا تھاا کیلا ہوتا تووہ۔ '' مجھے انداز ہنیں تھا کہ آپ یہاں کام کررہی ہیں۔''زین نے ایک نظرسٹورمینجر کودیکھا پھرمصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کرم ہے کہا۔

''سوری میں پری زادنہیں ہوں آپ کوغلط جی ہوئی ہے۔''وہ دوبارہ شیلف پرسیر میل کے ڈیےر کھنے گئی تھی۔ " I mistook you for a friend" کرم نے معذرت خواہاندا نداز میں اس سے کہا۔ پھرسٹورمینجر کود مکیے کرمسکراتے ہوئے آ گے

بڑھ گیا۔ زین نے بلٹ کراہے دیکھا۔وہ اتنی آسانی سے چلا گیااہے یقین نہیں آیا.....اس نے اتنی آسانی سے اس کی بات پراعتبار کرلیا بیاس سے بھی زیادہ نا قابل یقین بات تھیلیکن بہرحال وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

اور کرم اس سٹور سے نگلتے ہوئے اس سٹور میں زین کے بارے میں موجو دتمام معلومات دیکھے کر گیا تھا.....وہ کب سے کام کررہی تھی

اس کا کائیگٹ نمبر....اس کا ایڈریس۔

وہ بہت عرصے کے بعداینے اس ڈیپاڑمنفل سٹور میں آیا تھااوراب وہ سوچ رہاتھا کہاہے وہاں اس کی قسمت لے کرگئی تھی ورنہ پری زاد کا وہاں نظر آنا اوراس حالت میں نظر آنا۔۔۔۔۔وہ بچھلے دوسال ہے یری زاد کے شیراز کے ساتھ ہونے والے سکینڈل اوراس کے بعداس کی گمشد گی پھرشو بز سے علیحد گی اوراس کی یا کستان سے چلے جانے کے بارے میں کی جانے والی قیاس آ رائیوں کے بارے میں میگز نیز میں پڑھتا اور چینلز پر

تھی..... کچھکا خیال تھا کہوہ کسی جا گیردار سے شادی کر کے کسی حویلی میں رہنے گگی تھی.....اور کچھکا خیال تھا کہوہ کسی عربی شیخ سے شادی کر کے ملک چھوڑ گئی تھی ۔۔۔۔ان میں ہے کوئی خبر بھی ایسی نہیں تھی جو کرم کے لیے خوشگوار ہوتی ۔۔۔۔اس کی شوبز ہے گمشدگی کے بعداس ہے رابطہ کرنے کی کوشش کرنے والوں میں وہ بھی شامل تھا.....اس نے بھی انڈسٹری میں اپنے جاننے والے ہرشخص کے ذریعے اس کو ڈھونڈنے یااس کی خیریت دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن پری زادگدھے کے سرے سینگ کی طرح غائب ہوگئی تھیاوراب بیک دم وہ اسی کے ایک ڈیبیار ممثل سٹور میں اس کے اتنے قریب آملی تھی اور جس حالت میں وہ تھی اس نے کرم کوجیران کیا تھا.....میک اپ اور جیولری سے بے نیاز چ_{ار}ے کے ساتھ ڈیپار ممنفل سٹور کے مخصوص یو نیفارم میں ملبوس وہ اب بھی خوبصورت لگ رہی تھی کیکن کہیں ہے بھی <mark>وہ سپر سٹار نظر نہیں آ رہی تھی جس نے ایک دنیا کواپ</mark>ے گلیمر اور اداؤل سے دیوانہ کر دیا تھا۔ اس کےا نکار کے باوجودوہ جانتا تھا کہوہ پری زاد ہی تھیسٹور میں اس کا نام'' زینب'' تھا.....اس کے گلے میں لئکے کارڈ پر بھی اس کا نام زینب ہی تھا۔۔۔۔۔اورکرم اس کے اس نام ہے واقف تھا۔۔۔۔ یقیناُ وہ اپنے قلمی نام ہے اپنی شنا خت نہیں جا ہتی تھی اور کرم نے اسے شنا خت نہیں کیا تھالیکن اسےسٹور میں اس طرح کام کرتے دیکھیکروہ بری طرح بے چین ہوا تھا.....رہی سہی کسراس کےایڈرلیس نے پوری کر دی تھی۔وہ اوٹو اکے سیتے ترین علاقے میں رہائش پذیرتھی۔ جہاں رہنے والے زیادہ تر لوگ سیاہ فام میکسیکن یاSpanish تھے۔وہ کون سے حالات تھے جواسے وہاں لے آئے تھے اور یوں جیپ کرر ہے اور معمولی کام کرنے پرمجبور کررہے تھے.....کرم جیران تھا.....وہ ایک فلاپ ہیروئن ہوتی تو وہ بیسب پچھاس کی مجبوری سمجھتالیکن وہ انڈسٹری کے ایک بڑے سکینڈل کے بعد کیکن سپر سٹار کی حیثیت ہے ہی علیحدہ ہوئی تھی..... کیوں؟ بیکرم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اس شام زینی کوفون کیا تھا..... چند بیلز کے بعد کال ریسیو کی گئی اور پھراس نے زینی کی آ وازسنی''مہلو میں کرم علی بات کرر ہا ہوں۔'' دوسری طرف یک دم خاموثی حچھا گئی۔ پھر چند کمحوں بعداس نے فون پراس کی بے حد مختاط آ واز کی۔ ''سوري مين آپ کولېين جانتي۔'' ''میں نے چندسال ایک فلم پروڈیوں کی تھی اوراس میں آپ نے کام کیا تھااوراس سلسلے میں آپ یہاں آ ئی تھیں اور تب ہم دونوں ملے تھے۔'' کرم نے اس کےجھوٹ کونظرا نداز کرتے ہوئے بےحد حل سےاس سے اپنا تعارف کروایا۔ردعمل فوراُ ہوا تھا۔ کال ڈس کنیکٹ کر دی گئی تھی۔ وہ فون ہاتھ میں لیے بیٹھار ہا۔۔۔۔۔یعنی بات صرف رینہیں تھی کہ وہ اس سٹور میں اس سے بات نہیں کرنا جا ہتی تھی وہ اس سٹور کے باہر بھی اس کو پیجانتا نہیں چاہتی تھی....۔وہ اس کی زندگی میں کوئی مداخلت نہیں کرنا جا ہتا تھاوہ اگراس طرح رہنا جا ہتی تھی تووہ اسے اسی طرح رہنے وینا جا ہتا تھا۔ ا گلی ہے اس کے اس ڈیپارٹمنفلِ سٹور کے مینجر سے بات کی ۔وہ زین کو پچھ سہوتیں دینا چا ہتا تھالیکن بہتریہی تھا کہ بیسب پچھا سے سٹور کے

و یکھا آ رہاتھا..... کچھ جرنکٹس کا خیال تھا پری زاد کا دہنی تو از ن خراب ہو گیا تھا اور وہ کسی دوسرے ملک میں دہنی امراض کے کسی ادارے میں ایڈ میلڈ

آج leave پڑھیکرم کویفین تھااس نے بیقدم کرم کی وجہ سے اٹھایا تھا۔اس نے چند بارا سے کال کیا۔اس کاسیل فون آف تھا۔

وریعے سے ملتا.....ایک بہتر پوسٹ اور پیلج کے ذریعےکین اسے بیہ جان کر دھیکالگا کہ وہ کل ہی جاب جھوڑنے کے لیےنوٹس دے کرگئی تھی اور

علی میں ہوں میں ہوں میں میں ہوں ہوں ہوئر پر ہوگیا۔ کم از کم دروازہ کھلتے ہی وہ زینی سے یہ سننے کی تو تع نہیں کررہا تھا.....وہ دروازہ کھلتے ہی وہ زینی سے یہ سننے کی تو تع نہیں کررہا تھا.....وہ دروازے سے بے بٹ کراسے اندر آنے کی دعوت کررہی تھی چہرے پرمسکراہٹ نہیں تھیلین آنکھوں میں خفگی بھی نہیں تھی۔ کرم جمجکتا ہوااندر آسا کے دوا تناکنفیوزڈ تھا کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکا۔

> '' بیٹھیںکیالیں گے آپ؟''اس نے کرم کی محویت کوتو ڑتے ہوئے کہا۔ '' میں کچھ بھی؟'' کرم نےصوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں مہدی ہوتی ہے۔ زینی کچن امریا کی طرف چلی گئی تھی۔کرم اسے دیکھتار ہا۔۔۔۔وہ اس طرح کافی کا ایک کپ تیار کرنے میں مصروف تھی جیسے ہمیشہ سے یہی

کام کرتی آ رہی تھی۔

'' میں ادھرسے گزرر ہاتھا تو میں نے سوچا کہ آپ سے ملتا چلوں۔'' کرم نے بات شروع کرنے کی کوشش کی۔ '' میں جانتی ہوں آپ ادھر سے نہیں گزرر ہے تھے۔۔۔۔۔'' کرم چو نکاوہ کافی تیار کرتے ہوئے کرم کود کیھے بغیر بول رہی تھی۔ '' آپ کے اور میرے علاقے میں اتنا فاصلہ ہے کہ آپ ادھر سے گزر ہی نہیں سکتے۔'' کرم خاموش رہا۔

زین نے کافی کامگ تیار کرلیااور لا کر کرم کے سامنے رکھ دیا۔وہ واپس کچن میں چلی گئی اور دوبارہ کچن کے فرش کو mop کافی کامگ ہاتھ میں لیےاسے دیکھتارہا۔

" كب سے بين آب يهان؟" كافي كايبلاگھونٹ ليتے ہوئے اس نے كہا۔

```
''جان کر کیا کریں گے؟''وہ اسی طرح رگڑ رگڑ کر کلینز کے ساتھ فرش صاف کرتی رہی۔ شاید فرش پر کوئی چیز گری تھی۔
                                                          ''شوہز کیوں چھوڑ دیا؟'' کرم نے چندلمحوں بعد کہا۔
                                                                 '' پیةنبیں۔''اس کاساراانہاک فرش برتھا۔
             کچھ دیروہ خاموثی ہے اسے دیکھتے ہوئے کافی پیتار ہاوہ اس طرح فرش رکڑتی رہی۔ پھر کرم نے کہا۔
                                                              «میں کل آپ کوسٹور میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔"
                                               ''میری طرح۔''مسکراہٹ ہلکی تی تھی۔لین چیرے پرآ فی <mark>تھی۔</mark>
                                                                '' مجھے یہ پینہیں تھا کہآ پاوٹوامیں <mark>ہیں۔''</mark>
                                                              ''ادر مجھے بیہ پہنہیں تھا کہ وہ آ پ کا<mark>سٹورتھا۔''</mark>
                                                                   ''اور پية چلنے پر آپ نے کام چھوڑ دی<mark>ا؟''</mark>
                                                                ''جب جانتے ہیں تو یو چھ کیوں رہے ہیں؟''
                                          '' مجھے شناسا چہروں سے خوف آتا ہے اور آپ ایک شناسا چہرہ ہیں۔''
                                                                              کرم کواس کا جواب عجیب لگا۔
                             "میراخیال ہے آ یکسی شناساچہرے کا احسان لیٹا پیندنہیں کرتیں ....اس لیے۔"
                                                            زینی نے پہلی بارسرا تھا کراہے دیکھا پھرمسکرائی۔
                                             ''چلیں آپ بہ کہہ لیں۔'' وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔
                                  ''اس سٹور میں میں نے کام نہیں دلوایا تھا آپ کو .....میراا حسان کیسے ہوا ہی؟''
                                                                                          جواب نہیں آیا۔
                                  ''بہت egostic ہیں آپ۔'' کرم نے جیسے شکوہ کرنے والے انداز میں کہا۔
                            ''مجھ میں اور بھی بہت سارے عیب ہیں۔''اس کے جواب نے کرم کو خاموش کر دیا۔
                                        "میں آب کے عیب بتانے یہال نہیں آیا۔" چند کھوں بعداس نے کہا۔
 "جانتی ہوں آپ یہاں سے گزررہے تھاس لیے یہاں آئے۔"اس نے بساختہ کہا ..... کرم بساختہ ہا۔
                                                  اس نے فرش صاف کرلیا تھا۔اب وہ چیزیں سمیٹ رہی تھی۔
                                                   ''اس طرح سب کچھ چھوڑ جھاڑ کریباں کیوں آ گئی ہیں؟''
```

چیزی سمیٹتے ہوئے پل بھر کے لیےوہ رکی۔ پھراسی انداز میں اس نے کرم سے کہا۔ ''بیوی بچے کیسے ہیں آپ کے؟''واضح طور پراس نے کرم کاسوال گول کیا تھا۔ ''Divorce ہو چکی ہے میری۔'' زینی نے ملیٹ کر کرم کودیکھا پھرالماری میں چیزیں رکھتے ہوئے اسے بند کردیا۔

زی نے پلٹ کر کرم کودیکھا چراکماری میں چیزیں رھتے ہوئے اسے بند کردیا ...

"کیوں؟"

''اہے میں پسندنہیں تھا۔''

'' یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''اس نے اب کرم کے سامنے پڑانگ اٹھالیااور جا کراہے دھونے لگی۔ ''وہ کسی اور سے محبت کرتی تھی۔''

گددھوتے دھوتے زینی نے گردن موڑ کر کرم کودیکھا۔وہ افسر دہنیس لگ رہا تھا۔

"بہت براہوا۔") www.urdunovelspdf.c "اس کے ساتھ؟"

"میں آپ کی بات کررہی ہوں۔"

''نہیں اچھا ہوامیری Divorce نہ ہوتی تو چند سالوں بعد ویسے بیوہ ہو جاتی وہ''

زین نے جیرانی ہے گردن موڑ کر کرم کودیکھا۔اس کولگاوہ کوئی نداق کررہا تھا۔

''کیامطلب؟''

" مجھے کینسر ہے کچھ عرصہ پہلے بی diagnose ہوا ہے۔"

زینی کے ہاتھ سے کے بےاختیار چھوٹ کرسٹک میں گرااور ٹوٹ گیا۔

''آپ کامگ ٹوٹ گیا۔''وہ سنک میں گرنے والامگ کواٹھانے کے لیے آیا تھالیکن اس نے قدرے ندامت کے عالم میں مگ کے نکڑے نکالے یوں جیسے دمگ اس کے ہاتھ سے چھوٹا ہو ۔۔۔۔۔۔وہ شاکڈ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے اس کی سمجھ میں نہآرہا ہوکہ وہ کیا کہے۔کرم اس کے تاثر ات سے محظوظ ہوا۔

'' پلیز مجھےاس طرح مت دیکھیں جیسے کوئی بھوت ہوں۔''اس ننگ کے نکڑے Trash میں پھینکتے ہوئے کہا۔

" زين بڪلائي۔ "I, I am so sorry."

".It's alright. "پکوسی بهتر جگه پر جاب دلواسکتا هوں اگر آپ کواعتر اض نه هوتو به"

" Thank you کیکن میں پہلے ہی کسی اور جگہ پر کام ڈھونڈ پچکی ہوں۔''

كرم خاموش كفرااسيد يكتار ہا_

"میں آپ کے لیے کچھ لے کریہاں آنا چاہتا تھا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ آپ برامان جائیں گی۔"

" ڈاکٹرزکیا کہتے ہیں؟"اس نے کرم کی بات کوئی ان ٹی کرتے ہوئے کہا۔

"میں ٹریٹمنٹ نہیں کروارہا۔"

" کیوں؟"

" کیونکہ میں اب جینانہیں جا ہتا۔ " کرم کے لیجے میں بلا کا اطمینان تھا۔

''آپاس طرح کیول کہدرہے ہیں ۔۔۔۔؟ آپایک اچھے انسان ہیں ۔۔۔۔ دنیا کوآپ کی ضرورت ہے۔'' اے کرم کی باتیں واقعی پریشان کررہی تھیں۔

'' کوئی بھی انسان'' بوری دنیا'' کے لیے نہیں جیتا صرف ایک انسان کے لیے جی سکتا ہے جواس کی'' دنیا'' ہواور میرے پاس وہ دنیا

حہیں ہے۔'' زی بوانہیں سکی

''میں آپ کے لیے دعا کروں گی۔''اس نے پچھ دیر بعد مدھم آ واز میں کہا۔

''بیاب ندکریںمیرے مرنے کے بعد کیجیےگا۔''وہ اب اپنے والٹ سے پچھ نکال کر پچن کے کا وُنٹر پر رکھ رہا تھا۔

''خداحافظ''وهايارثمنٺ سےنکل گيا۔

زینی اسے خدا حافظ نہیں کہہ کی وہ صرف اسے جاتا دیکھتی رہی اسے کرم کی بیاری کے بارے میں سن کر واقعی بہت تکلیف پینچی تھیوہ

احجعا آ دمی تھا۔

''تھا'' ،....زینی نے خود ہے اپنی تھیجے کیوہ''تھا'' کالفظ کیوں استعال کر رہی تھی۔اس کے لیے؟وہ تو ابھی زندہ ہے۔اس نے کارڈ اٹھا کر دراز میں رکھ دیا۔کرم کا وَنظر پر پڑا کارڈ اٹھا کر اس پرایک نظرڈ الی وہ کرم کا وزیٹنگ کارڈ تھا۔وہ شایدعاد تا چھوڑ گیا تھاوہاںزینی نے کارڈ اٹھا کر دراز میں رکھ دیا۔کرم نے اس دن اسے البجھا دیا تھا۔ ۔۔۔۔۔ بالکل و یسے ہی جائی جسے گئی سال پہلے جب وہ اس سے پہلی بار ملی تھی پہنیں کیوں لیکن وہ اسے ''مرڈ' نہیں لگتا تھا اور شایداسی لیے ایک عجیب می اپنائیت محسوس ہوئی تھی اسے اس سے۔ حالانکہ اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے کے باہر یوں یک دم اسے کھڑا دیکھ کروہ کچھ دیر کے لیے توسیحھ بی نہیں پائی تھی کہ کیا کر ہے ...۔۔ دروازہ کھولے :۔ بات کرے نہ کرے ...۔ بہچانے نہ پہچانے : ...۔۔۔

اوراب وه صرف بیسوچ رہی تھی کہ وہ علاج کیوں نہیں کروار ہاتھا....ایسا بھی کیا ہوگیا تھااس کے ساتھ کہ۔

اس رات کرم سونہیں سکازینی جیسے اس کے ساتھ چل کراس کے گھر اس کے بیڈر وم اس کی آئکھوں میں آ کر بیٹھ گئ تھی پہلے اس کا خیال آنے پروہ میگزینز میں اس کی تصویریں دیکھتا۔۔۔۔۔اس کی موویز دیکھتا۔۔۔۔۔آج پہلی باراس نے ابیانہیں کیا تھا۔ بار بی ڈول کی طرح سجے ہوئے اس کے وجودکوآج کی زین نے کہیں چھیا دیا تھا۔ آج ادا کاراؤں والی کوئی خوبی اس میں نظرنہیں آئی تھی اسےوہ اسے ایک عام می گھریلو لڑ کی آئی تھیولیبی ہی لڑ کی جیسی وہ اپنی قبیلی میں دیکھیا آ رہا تھا.....اگر میک اپ میں چھپے چبرے کو بھلانامشکل تھا تو اس سادہ چبرے کو بھی ذہن سے نکالنا دشوار تھا۔۔۔۔ بہت دفعداس کا دل چاہاوہ اسے فون کرے۔۔۔۔اور ہر باراس نے ارادہ ترک کر دیا۔۔۔۔وہ پیزنہیں کیا مجھتی۔۔۔۔اور پھر۔۔۔۔؟ کرم نے کوئی اور تو جیہ بھی ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن کوئی اور تو جیہ سمجھ میں نہیں آئیدل تھا کہ جیسے مقناطیس کی طرح اس کی طرف جار ہا تھااور ذ بن تھا کہا ہے رو کنے کی کوشش کررہا تھااور ہے ہے اسکی زندگی میں دوسری بار ہواتھاپہلی بار بھی بیزینی کود کیچے کر ہی ہوا تھا۔ وہ اگلاسارا دن بھی صرف ای کے بارے میں سوچتار ہاتھا..... آفس سے نکلتے ہوئے بےافتیاراس کا دل ایک بار پھراس کے گھر جانے کو حایا تھا۔۔۔۔اس سے بات کرنے کو۔۔۔۔اس کے ہاتھ کی کافی پینے کو۔۔۔۔۔اس کافی میں اسے'' گھر'' والی مہکمحسوں ہوئی تھی۔ولیں مہک جیسی وہ ا پنے دوستوں کی بیویوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی کافی میں محسوں کرتا تھا..... یا اپنی بھا بھیوں اور بہنوں کی ہاتھ کی کافی میں.....اور بھی بھارزری کے ہاتھ سے بنی ہوئی کافی میں بھی۔ ایک عجیب می ادای نے گھر پہنچنے پراہے گھیرا تھا جیسے وہ اس وقت غلط جگہ پرآ گیا تھاا سے کہیں اور ہونا جا ہے تھا۔ اس نے نو بیجے بالآ خراہے فون کر دیا تھا..... بیل ہوتی رہی.....کسی نے فون نہیں اٹھایا..... وہ بار بار فون کرتا رہا..... اور message چھوڑے بغیرفون بند کرتار ہااس نے کم از کم 25 باراہے کال کیا تھااور بہت غصہ بھی آیااہےوہ اپنے آپ کو کیاسمجھ رہی تھی ؟ اس پرا میٹریسز والے حربے آ زمار ہی تھی کہوہ اسے avoid کرتی اوروہ خود ہی چیھیے بھا گتا آتا.....وہ غصے میں پیتنہیں کیا کیاسو چنے لگا تھااس کے بارے میںغصہاباسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنے لگا تھا..... یہ پہلے نہیں تھالیکن اب کرم کوخود بھی سمجھ نہیں آتی تھی کہاہے کیا ہونے لگا تھا۔ پچھلے کئی ماہ سے اس کے اور اس کی فیملی کے درمیان رابطہ نہ ہونے کے برابرتھا۔صرف ماں تھی جس سے فون پراس کی بات ہوجاتی تھی

معیصلے کی ماہ سے اس مے اور اس کی ہی ہے درمیان رابطہ نہ ہوئے کے برابر تھا۔ صرف مال می جس سے تون پراس کی بات ہو جائ کیکن باقی کسی کے ساتھ تو یہ بھی نہیں تھا۔ اس کے گھر ہونے والے ڈنرز میں اب صرف اس کے کاروباری دوست ہی شریک ہوتے تھے..... پہلے کی طرح اس کی فیملی کے لوگ نہیںاور کرم نے آ ہستہ آ ہستہ آنہیں انوائیٹ کرناہی بند کردیا تھا۔

صبح تک اس کاموڈ اتناخراب ہو چکاتھا کہ وہ آفس نہیں گیا ۔۔۔۔۔دو پہر تک سوتار ہا۔دو بجے سوکراٹھتے وقت بھی اس کاموڈ اس طرح تھا۔وہ اس دن کچھنہیں کرنا چاہتا تھا کہیں نہیں جانا چاہتا تھا۔نائٹ سوٹ میں ہی ملبوس کپڑے تبدیل کے بغیراس نے ہاؤس کیپرکو پچھے ہدایات دیں اور پھر اپنے بیڈروم میں آکرسیل آن کر کےmessage اور کالز کاریکارڈ چیک کرنے لگا۔ پہلےmessage نے اس کے وجود میں زندگی دوڑادی تھی۔

" بیلوکرم میں زینی بات کررہی ہوںمیں رات کی شفٹ سے فارغ ہوکر ابھی آئی ہوں آپ کی کال نہیں لے سکیاگر آپ

وہ ہفتے کوٹھیک ٹائم پرزینی کےایارٹمنٹ پر پہنچا تھااور درواز ہ کھلنے پراس نے زین کوپچچلی دفعہ سے بھی زیادہ خراب حلیے میں پایا تھا۔اپیرن باندھے پانی میں شرابوراس نے قدرے حواس باختہ دروازہ کھولا اور پھراہے کھلا چھوڑ کر کرم کی طرف ٹھیک ہے دیکھے بغیراسی طرح تیزی ہے کہتی ہوئی واپس چلی گئے۔ '' سنک کے tap کو کچھ ہوگیا ہے۔ میں یانی بند کرنے کی کوشش کررہی ہوآپ آ جا کیں اندر'' آ خری جملہ کرم تک جب پہنچا تھا تب تک وہ کچن میں غائب ہو چکی تھی۔وہ بکے ہاتھ میں لیے بچھ دیراحقوں کی طرح باہر کھلے دروازے کے سامنے کھڑار ہا پھر درواز ہبند کرتے ہوئے اندرآ گیا۔وہ ایک رہنج ہاتھ میں لیے سنک پر لگے ایک طرف کے tap کے نچلے حصے کو گھما کراس یانی کورو کنے کی کوشش کررہی تھی۔جو پوری قوت ہے سنک میں گرر ہاتھاا دراس کے چھینٹے اس پر پڑر ہے تھے۔وہ پرانی بلڈنگ تھی وہاں پلمبنگ پرانے طریقے کی ہوتی تھی بیرم کو پہلے ہی انداز ہ ہو گیا تھا۔اورمناسب والوز کے بغیریانی کوکسی مہارت کے بغیر بند کرنامشکل تھا۔ مجے کاؤنٹر پررکھتے ہوئے اس نے کوٹ اتار کرصوفے پر رکھا اوراپی آ ستین کھول کراو پر کرتا ہواستک کے پاس آ گیا۔ '' مجھے دیں ذرامیں ویکھتا ہوں۔'' کرم نے رہنج کینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ زنی نے نفی میں سر ہلایا۔'' آپ کو بیکام کہاں آتے ہوں گےآپ بیٹھیں میں بس کوشش کررہی ہوں بند ہوجائے گا۔'' كرم مسكرايا...... ' بيكام كويت ميں ڈيڑھ سال بلمبر كے طور پر كياہے ميں نے ۔'' زین نے جیرانی سے اس کی شکل دیکھی کرم نے اس کے ہاتھ سے رہے گے لیا پانچ منٹ میں اس نے tap تارکراس کے ینچوالے حصے کوئس کریانی بند کردیا تھا۔ ''میں نے ایار شنٹ کے مالک کوفون کیا تھالیکن اس کا فون آف ہے۔۔۔۔۔ویک اینڈ ہے شایداس لیےavailable نہیں ہے در نہیں اس کو بتاتی ہر دوسرے چوتھے دن کچن اور ہاتھ روم میں کچھ نہ کچھ سئلہ ہوتا ہی رہتا ہے' وہ قدر نے نفگی کے عالم میں کرم کے باس کھڑی اسے کام

اس ویک اینڈ پر کچھوفت نکال عمیں تو میں ہفتے کوآ پ کو کنچ کے لیے بلانا چاہتی ہوںخدا حافظ۔'' کرم نے کم از کم دوسو باراس message کو

ایک گھنٹے کے بعداس نے زین کے بیل پر پروگرام کنفرم کرنے messagek چھوڑا تھا۔اوراس کے بعداس نے اپنی سیکرٹری کو کہدکر

ہفتے میں دودن تنھے اوران دونوں دن کرم نے زینی کوفون کیا۔ پہلی کال دس منٹ کی تھیدوسرے دن کی جانے والی ایک گھنٹہ اور دس

سنا۔اس کا غصہ یک دم پیتنہیں کہاں غائب ہو گیا تھا۔۔۔۔بس اتنی می بات تھی جواسے کل رات سےاپ سیٹ کررہی تھی۔

کرم نے زندگی میں پہلی بار کسی کنچ پر ج<mark>انے کے لیے وقت کو گنا تھا۔</mark>

ہفتے کا کہیں اور شیڈ ولڈ کنچ کینسل کر دیا۔

` کرتے دیکھتے ہوئے بتاتی رہی۔

''اپارٹمنٹ بدل لینا چاہیے آپ کو …… پرانی بلڈنگ ہے یہاں ایسے سئلے تو ہوتے رہیں گے۔'' کرم نے کام میں مصروف اسے مشورہ دیا۔ ''نہیں بدل سمتی …… بیہ بہت سستا ہے۔''زین نے کہا۔

کرم نے اس کا چیرہ دیکھالیکن کچھنبیں کہاوہ اپنا کا مختم کر چکا تھا۔وہ اب کچن رول لےکر ہاتھ خشک کررہا تھا۔

"آپ کی شرف بھیگ گئ"زینی نے کچھ معذرت کرتے ہوئے اس سے کہا۔

'' ابھی خشک ہوجائے گی۔'' کرم نے کہااور کچن رول پھینکتے ہوئے اپنی آسٹین نیچے کرنے لگا۔وہ اس کے برص ز دہ بازوؤں کو بار بارد مکیھ رہی تھی کرم نے محسوس کیا۔

'' مجھے change کرنا ہوگا۔'' وہ اپنا ابیرن اتار کرر کھتے ہوئے بولی پھر جیسے اسے پچھ یاد آیا۔اس نے فریخ میں سے ایک گلاس نکال کر کچن کا وُنٹر پر کرم کے پاس رکھ دیا۔

'' بيركيا ہے؟''اس نے قدرے حيران ہوكر پوچھا تھاليكن جواب وہ جانتا تھا.....

''لیمونیڈ۔ آپ کو پسند ہے نا۔'' وہ کہتے ہوئے کچن نے نکل گئے۔

کرم نے بلٹ کراہے دیکھاوہ کمرے کا دروازہ کھول کرا ندرجار ہی تھی۔اس نے گلاس اٹھالیا۔گلاس میں موجود مشروب کو پیتے ہوئے وہ سٹنگ ایریا کی کھڑکی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔ جب تک اس کامشر و بختم ہواوہ لباس بدل کر آ چکی تھی۔

"پہاں اکیلی رہتی ہیں۔"

''ہاں۔''

کرم کومتوقع جواب ملاتھا۔وہ اب کھا ناسر وکرنے کی تیاری میںمصروف تھی۔

"آپ بتارے تھے آپ نے کویت میں ڈیڑھ سال پلمبنگ کا کام کیا۔"

"بھی کیا" کرم نے تھیج کی۔

زینی نے جیرانی سے اس کے چیرے کو ویکھا۔

''اورکیا کیا کام کیے؟' زینی نے دلچپی سے پوچھا کرم اس کے پاس چلا آیااوراس نے اپنے ہاتھاس کے سامنے پھیلا دیے۔ دونیہ سے کا سے مرکز کر سے تعلق میں کر سے مرکز کر ہے کہ ہے کہ اور اس نے اپنے ہاتھاس کے سامنے پھیلا دیے۔

" أنبيس و كي كراندازه لكا كيس كدان باتھوں نے كيا كيا كام كيا ہوگا؟"

زین نے بے صداچینہے سے اس کے ہاتھوں کو دیکھا ہتھیلیاں واقعی بہت سخت اور مشقت کرنے والے آ دمی کے ہاتھوں جیسی

تھیںان پرچھوٹے بڑے زخموں کے نشان بھی تھے اورا یسے نشان اس کی کلائیوں پر بھی تھے۔ زینی نے ایک گہراسانس لیا۔

"توزندگی کاسفرآ سان نہیں رہا آپ کے لیے۔"

```
کرم نے ہاتھ ہٹا لیے۔ کا وُ نٹر پررکھا گلاس اس نے دوبارہ اٹھالیا۔
```

'' ہرچھوٹا بڑا کام کیا ہے میں نے زندگی میںتو آئندہ بھی آپ کواس اپارٹمنٹ میں کسی کام کے لیے پینٹر.....کارپینٹر،الیکٹریشن یا

میسن کی ضرورت پڑے تو مجھے کال کر کیجیے گامیں ویک اینڈ پر بھی available ہوتا ہوں۔'' وہ بظاہر مسکراتے ہوئے کہدر ہاتھا۔

زین مسکرائی نہیں تھی اس نے برتن میز پرلگانے شروع کردیے۔

"آپ نے کیا کام ڈھونڈا ہےاب اپنے لیے؟"

'' کھانا تیارہے۔''زنی نے بات گو<mark>ل کردی۔</mark>

کرم جان گیا تھاوہ گلاس رکھ کرٹیبل کی <mark>طرف آ گیا۔</mark>

"مین ہیں جانتا تھا کہ آپ کو کھانا پکانا آتا ہے۔" کرم نے بریانی اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ جانتے بھی کیا ہیں میرے بارے میں؟"زینی نے مسکراتے ہوئے رائتة اس کی طرف بڑھایا۔

'' آپ کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں بس آپ کوئییں جانتا۔''

''اس لیےاسٹیبل پر بیٹھے ہیں آپ۔'' وہ اب اپنی پلیٹ میں چاول نکال رہی تھی۔اس کے نیل پائش کے بغیرتر اشیدہ ناخنوں والے خالی ہاتھ کرم کو بڑے بجیب لگے تھے۔زین نے اس کی'' توجہ محسوس'' کی تھی۔

''آ پ علاج کیون نہیں کروارہے؟''

کرم نے بےساختہ نظریں ہٹالیں۔''بریانی دیکھنے میں بہت اچھی لگ رہی ہے۔'' کرم نے مسکراتے ہوئے اپنی پلیٹ کود کلھ کرزینی کو جیسے انفارم کیا۔

''علاج نہیں کروا ئیں گے تو مرض بڑھ جائے گا۔'' وہ بے وقو فسنہیں تھی۔

كرم في جفك كرجا واول كى مبك كومحسوس كيا-

''خوشبو بھی بہت اچھی ہے۔''

''زندگی بروی قیمتی شے ہے۔''

''اورا گرخوشبواتنی انچھی ہے تو ذا کقتہ کیسا ہوگا۔'' کرم نے پہلا چچ منہ میں ڈالا۔

'' كرم بات كومت ثاليں _''وه پہلی بارخفا ہوئی _

''کون ی بات؟''وہ رک گیا۔

"میں آپ سے کہدرہی ہول کرزندگی بروی قیمتی شے ہوتی ہے۔"اس نے اپنے لفظوں پرزوردے کرکہا۔

''احیما۔'' وہ کی سے ہنسا۔

'' آپ جیسےلوگ ناشکرےاس لیے ہوتے ہیں کیونکہان کے پاس سب پچھ ہوتا ہے۔'' زینی کوانداز ونہیں تھا کہاس کا جملہ کرم کواتنا شتعل کردےگا۔

كرم نے چچ ہاتھ سے ركھ ديا۔

"سب پچھ؟سب پچھ کیا؟"

"محبت ،عزت ، دولت ،خونی رشتے ، <mark>دوست سب سکیانہیں ہے آپ کے یاس؟"</mark>

'' ہاں کیوں نہیں ۔۔۔۔سب کچھتو ہے میرے پاس ۔۔۔۔ دنیا کی ہر بڑی کرنسی میں بنک اکا وُنٹ ۔۔۔۔جس سے میں دنیا کے کسی ایک شہر میں کسی ایک عورت کی تچی محبت نہیں خرید سکتا۔ وہ بے حد تکلخ ہور ہاتھا۔

'' میں'' زینی نے پچھ کہنا جا ہالیکن <mark>وہ اب پچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔</mark>

''خونی رشتے جوگدھوں کی طرح میرے مرنے کا نظار کررہے ہیں تا کہ میری جائیداد کے کلڑے کرسکیں۔''

"آپ"

'' دوست؟ جو کرم علی کو بیئر رباند سمجھتے ہیںعزت؟ جومیرے کمرے سے باہر نکلتے ہی میری عیب جو ئی میں تبدیل ہو

جاتی ہے۔''

'' کرم آپکھانا کھائیں۔''زینی نے بات بدلنا جا ہی کیکن اب در ہوچکی تھی۔

" بجھے بھوک نہیں ہے۔"

''میں نے ریکھانا آپ کے لیے بنایا ہے۔''

زینی نے اسے جنایااور بیا یک اور بڑی غلطی تھی وہ یک دم کری دھکیلنا ہوااٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''میرے لیے کھانا بنایا؟ بہت بڑااحسان کیا مجھ پرلیکن بیاحسان مجھےمت جتا کیں ۔۔۔۔۔ بیس آپ کے کھانے کامختاج نہیں ہول۔۔۔۔۔اور نہ ہی مجھے ہمدر دی کا فریب دینے کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ بیڈائیلا گز اورا کیکنگ آپ اپنی فلم کے سی ہیرو کے لیے رکھیں ۔میرے لینہیں۔''وہ س ہوگئ

کرم ا پنا کوٹ اٹھا کرر کے بغیر دروازہ کھول کر چلا گیا تھاوہ اپنی کری ہے ہل تک نہیں سکیا ہے مہینوں میں پہلی باراس نے کسی سے اپنے لیے

ہنگ آمیز جملہ سنا تھا۔۔۔۔وہ واقعی احمق تھی۔۔۔۔کیا سوچ کر کرم علی سے بات کر رہی تھی ۔۔۔۔کیا سوچ کراسے گھر پر بلالیا تھا اس نے ۔۔۔۔کیا پیسب پچھ

سننے کے لیے؟اور وہ کیاسمجھ رہاتھا کہ وہ اس کے ساتھ ہمدردی کا ڈرامہ کررہی ہے تا کہ اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکے وہ بہت دیر تک س بر سید سید سید

اعصاب کے ساتھ وہیں بیٹھی رہی تھی۔

اس سے غلطی ہوگئ تھیاس کا احساس کرم کواپنے گھر پہنچتے ہی ہو گیا تھاوہ کس بات پراس طرح اتنا برہم ہو گیا تھا اے اب بمجھ نہیں آ رہا تھا جو پچھاس کے ساتھ ہوا تھا اس میں زین کا کیا قصور تھاا ہے ندامت ہونے لگی تھی اورائ احساس کے تحت اس نے زینی کوفون کیا فون کی تھنٹی پچھ دیریجتی رہی پھراس نے فون آف کر دیا تھا۔وہ یقیناً اس وقت اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس نے وقفے وقفے سے کئی باراس کا نمبرٹرائی کیا اس کا فون مسلسل آف رہا تھاکرم کوشدید پچھتا وا ہوا تھا۔

ا گلے دن وہ اس کے گھر چلا گیا کئی بار بیل دینے کے باوجود درواز ہنہیں کھولا گیا تھا۔وہ یقیناً شدید غصے میں تھی۔وہ ا گلے کئی دن اس کے

اپارٹمنٹ جاتار ہااس کوفون کرتار ہااسے وہ نہیں ملی تھی ۔۔۔۔۔ وہ جھنجلانے لگا تھا آخرا ہیا بھی کیا کہد دیا تھا اس نے کہ وہ اس کے ساتھ اس طرح کررہی تھے۔
تھی وہ اسے بار با message بھیج رہا تھا جواتے ہی بے سود ثابت ہور ہے تھے۔
ایک ہفتہ مسلسل اس کے لیے خوار ہونے کے بعد اس نے اگلا پورا ہفتہ اس سے کسی قتم کا رابط نہیں کیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا وہ ایک ہفتہ اس سے رابط نہیں کرتا تو کیا ہوتا ۔۔۔ ایک ہفتہ بالکل آرام سے گزرگیا تھا اسے واقعی کچھنیں ہوا تھا۔۔۔۔ کوئی افاقہ کوئی بہتری ۔۔۔۔۔ آٹھویں ون وہ ایک بار پھر اس کے اپار کھڑ اٹھا۔ اس بار اس نے بیل سے انگلی نہیں ہٹائی تھی ۔۔۔۔ تقریباً پانچ منٹ تک بیل ہوتی رہی اور جب کرم کو خدشہ ہونے لگا کہ بیل خراب ہوجائے گی تو درواز وکھل گیا وہ کوٹ سے ہوئی تھی بھینا باہرنکل رہی تھی۔ اس کے چرے پر بنجیدگی تھی۔ لیکن خصہ

نہیں تھا۔وہ غصہ جو کرم expect کررہا تھا۔ کرم کواندر بلانے کی بجائے اس نے باہرنکل کر دروازہ بند کر دیااور چلنے لگی کرم بے حد خاموثی ہے اس

"I am sorry." كرم نے لفٹ ميں اس سے كہا۔

''کوئی بات نہیں۔''اس کے لہجے میں بھی کسی نارانسکی کا شائبہیں تھا۔کرم کو تکلیف ہوئی اسے ناراض ہونا چا ہے تھا۔ ''غلطی میری ہی تھی۔'' وہ کہدر ہی تھی۔

'' دنہیں میں نے زیادتی کی۔'' کرم نے کہازینی خاموش رہیوہ دونوں اسی خاموثی میں چلتے ہوئے باہرآ گئے تھے۔

''آپکہاں جارہی ہیں؟''''گروسری کرنے کے لیے۔''

" کہاں؟"" وس پندرہ منٹ کے فاصلے پر مارکیٹ امریاہے۔"

"ميرے پاس گاڑى ہے۔" كرم نے آفركى۔

''توآپ جائيں۔''

کے ساتھ جلنے لگا۔

کرم نے اس کا چیرہ دیکھا۔

''میں آپ کے لیے کہدر ہاتھا۔''

''میںایسے ہی جاتی ہوں۔''

کرم خاموثی سے اس کے ساتھ چلتارہا۔

"مىرى غلطى اتنى بردى تونېيىن تقى كە آپ اتنا ناراض ہوئىي _"

''آپ سے کس نے کہا کہ میں ناراض ہوں؟ ۔۔۔۔ میں ناراض نہیں ہوں ۔۔۔۔ میں نے خواہ مخواہ کامشورہ دیاتھا آپ کو۔۔۔۔ آپ نے اچھا کیا مجھے بتادیا ۔۔۔۔ یہ آپ کی زندگی ہے آپ اسے جو چاہے کریں ۔۔۔۔ جسے بہتر سمجھیں کریں ۔۔۔۔ آپ کی زندگی میرامسکلہ تو نہیں ہے۔' اس کے لیجے

میں ہلکی می ناراضگی بھی نہیں تھی اور یہ چیز کرم کو بری طرح ہرٹ کررہی تھی۔اس نے اپنی صفائی میں پھینہیں کہا۔

مارکیٹ امریا آگیاوہ ایک ڈیپارٹمنٹ سٹور میں چلی گئی۔ائے کمی چوڑی گروسری نہیں کرنی تھیسیریل،سیڈڈ بریڈ، دودھی بوتل، انڈے liquid soap، ٹی بیگز کا ڈیباور چندائی طرح کی دوسری چیزیں اس نے اٹھائیں اور till پرآگئی۔کرم خاموثی ہے اس کے ساتھ چاتار ہا

تھا۔Till پر پہلی ہار ہنتے ہوئے اس نے والٹ نکال کراوائیگی کی کوشش کی اور یہ پہلاموقع تھاجب اس نے زینی کو بری طرح خفا ہوتے پایا تھا۔ ''آپ مجھے کیا سمجھ کریہ بل دینے کی کوشش کررہے ہیں؟'' کرم کریڈٹ کارڈ ہاتھ میں لیے ہکا بکارہ گیا تھا۔وہ کیا سمجھ رہی تھی؟ ۔۔۔۔وہ

ابtill پربل کی ادائیگی کررہی تھی۔ کرم اس کے ہاتھ میں پکڑا ہواسامان لینا جا ہتا تھا....لین اس کو ہمت نہیں ہوئی تھی۔

وہ دونوں ایک بار پھراس طرح خاموثی کے ساتھ چکتے ہوئے باہر آ گئے اور فٹ پاتھ پرساتھ ساتھ کچھ دریر چلنے کے بعد زین ہے مزید برداشت نہیں ہوسکا۔

> ''آپ کو پیة ہے ہم یوں بغیر وجہ کے ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوئے کتنے احمق لگ رہے ہیں۔'' دوسر محمد میں میں میں میں میں میں اور میں تاریخ

"آپ مجھے بتار ہی ہیں یامیری رائے لینا جا ہتی ہیں۔"

زین نے ایک کمیح کے لیے رک کراہے دیکھا۔وہ سنجیدہ تھا۔وہ ایک بار پھر چلنے گئی۔کرم بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔وہ اس بار کسی دوسری سڑک سے بلڈنگ کی طرف جار ہی تھی اور یہی وہ راستہ تھا جس پر موجود فٹ پاتھ پر کرم نے وہ پانچ فقیر دیکھے تھے۔جنہیں بعد میں وہ با قاعد گل سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔۔ان کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے زین کو ہرفقیر کو جیب سے کوئی نہ کوئی سکہ نکال کر دیتے ہوئے دیکھا۔وہ ان سے با قاعدہ بیلو ہائے کر دہی تھی اوروہ اسے دیکھ کریوں مسکرار ہے تھے جیسے اسے پہچانتے تھے۔وہ راستے سے پانچ منٹ میں واپس اس کی بلڈنگ میں پہنچ گئے تھے۔۔۔۔۔وہ

یقینأ جان بوجھ کراہے اس لمبےرائے سے لے کرگئی تھی۔

''ان بھکاریوں کوخیرات دے رہی ہیں تو مجھے معافی دے دیں۔''اس نے آخری فقیر کے گز رجانے کے بعداس سے کہا۔

''آپ بھکاری نہیں ہیں۔''زینی نے ایک نظراسے دیکھا۔

"آپ بھکاری سمجھ کیں۔"

''لکن میں تو آپ سے ناراض نہیں ہوں ۔۔۔۔آپ نے وہی کیا جوایک ایکٹریس کوکوئی کہ سکتا ہے۔' اس کے لیجے میں کرم کوپہلی بار ہلکا

سارنج نظرآ یا۔

''میں نے آپ کوبھی ایک ایکٹریس نہیں سمجھا۔''وہ خاموثی سے چلتی رہی۔ ''آپکاچره میرے لیے کانچ کی طرح جیسے والی کسی یا دکا چرہ ہے۔'' زنی نے چونک کراہے دیکھا۔ «میں جمجی نہیں "، میں جمالیں۔" ''آپ کی شکل عارفہ سے بہت ملتی ہے۔۔۔۔۔ پہلی دفعہ آپ کواس فیشن شومیں دیکھ کرعارفہ ہی سمجھاتھامیں۔۔۔۔۔اور عارفہ جیسا نظر آنے پر ہی میں ' کرم نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے کہا۔ " ورنه میں کہاں شو ہز کی کسی عورت می<mark>ں دلچیسی لیتا۔"</mark> "عارفه کون ہے؟" "میری منگیتر تھیکی سال اس کے ساتھ میری منگنی رہی ۔" " پر 'زین نے اس کی بات کائی۔ " پھرآپ نے تو ژوی؟" ''نہیں اس نے تو ژوی۔'' '' وہ انتظار نہیں کرسکتی تھی اور مجھےاہیے بہن بھائیوں کے لیے ابھی بہت پیسہ کما ناتھا۔'' ''بہت محبت تھی لیکن ذ مہدار بوں کا بوجھاس سے بڑھ کرتھا۔''

''آپ نے گھر والوں کواس پرتر جیے دیمحبت نہیں ہوگی اس ہے۔''زینی کو کہتے ہوئے شیرازیاد آیا۔

''مردکی زبان پر ہرودت مجبوری کیوں ہوتی ہے؟کندھوں پر ذمہ داریاں تھیںبہنیں بیابی تھیں ماں باپنہیں مانتے تھے

وغيره وغيره ـ''وهاب جيساس كانداق اژار بي تقي ـ

وه خاموش ر ہا۔

''اب پھرغصہ آ گیا ہوگا۔''زینی نے اسے خاموش دیکھ کر کہا۔

'' نہیں غصہ کیوں آئے گا۔''

'' پھرعلاج کی ہات پر کیوں آ گیا؟'' وہ رک گئی۔

" علاج كى بات يرتبيس آياتهاكسى اور بات يرآيا تهار "كرم نے گهراسانس ليا۔

" آپ کی ناراضگی ختم ہوگئ ہے؟"

'' آپ کو ہرٹ کرنا میں بھی نہیں جا ہوں گالیکن پیۃ نہیں کیا ہو گیا مجھے …… بہت پچھتایا میں …… کہنا پچھاور جا ہتا تھالیکن پیۃ نہیں کیا کیا كهددياآب سے ووائي ندامت كا ظهاركرر باتھا۔ زين نے اس باراسے نہيں او كابات كرنے دى۔ اس نے اس دن اسے اپنے ایار ثمنٹ کے اندر نہیں بلایا۔ کرم نے کہا بھی نہیں۔ چند دن گزرنے کے بعداس نے ایک بار پھرزی کوفون کیا تھا..... پھرجیسے بیروز کامعمول بن گیا تھاوہ اسے فون کرنے لگا تھااور معمول کی اسی گفتگو کے دوران زینی نے اسے مجبور کرنا شروع کر دیا تھا کہ وہ آپریشن کروائےوہ اس سے بحث تک نبیس کرسکا.....اس نے آپریشن کروالیا تھااوراس آپریشن کی اطلاع ملنے کے بعد کئی ماہ بعداس کا اپنے بہن بھائیوں کے

ساتھ رابطہ بحال ہوا تھا۔۔۔۔۔ان میں سے ہرایک باری باری اس کی عیادت کے لیے آیا تھاان کے انداز میں گرم جوثی نہیں تھی جو کرم دیکھنا جا ہتا تھا۔

کیکن اتنی بے حسی بھی نہیں تھی جووہ expect کررہ<mark>ا تھا۔</mark>

اورآ پریشن کے بعدز بنی بھی اس سے ملنے آئی تھی اور پہلے ہی دن اس کا سامنا کرم کے بھائی اور ماں سے ہو گیا تھا۔وہ کرم کے کمرے سے نکل رہے تھا ہے دیکھ کروہ دونوں جیرت ز دہ رہ گئے تھے۔'' پری زاد'' وہاں کیا کرنے آئی تھی اور کرم کی زندگی میں وہ کب ہے تھی اس کا انداز ہوہ نہیں لگا سکے تھے لیکن بیا نداز ہانہوں نے لگالیاتھا کہ کرم کی اس'' خودغرضی''اور'' تبدیلی'' کے پیچھے وہی تھی ورنہ کرم ایساتونہیں تھا جیسااب ہو گیا تھا۔

زینی کا استقبال انہوں نے اتنی ہی سردمہری ہے کیا جتناوہ کر سکتے تھے اور زینی کو بے اختیار وہاں آنے پر پچھتاوا ہونے لگا.....انہیں اس کا وہاں آنااچھانہیں لگا تھا سیجھنے میں اسے دفت نہیں ہوئی تھی کیکن اب مسئلہ بیتھا کہ وہ آ چکی تھی۔

اس کے کمرے میں داخل ہوتے وقت وہ بری طرح ڈسٹر بھی اور کرم نے بیچیز چند منٹوں میں اس سے باتیں کرتے ہوئے نوٹ کرلی تھی۔ '''نہیں۔ کچھنہیں ہوا۔۔۔۔ آپ کوغلطنہی ہوئی ہے میں بس کچھ سوچ رہی تھی۔''اس کے پوچھنے پرزینی فورانسنہل گئی تھی۔کرم کےاصرار کے باوجودوہ بیماننے پر تیار نہیں ہوئی تھی کہوہ کسی بات پراپ سیٹ تھی۔

وہ دوبارہ ہاسپیل اسے دیکھنے نہیں گئینہ ہی وہ اس کے ڈسچارج ہونے کے بعداس کے گھر اس کی عیادت کے لیے گئیوہ ان نظروںاوران سوالات کا دوبارہ سامنانہیں کرنا جا ہتی تھی جن کا سامنااس نے ہاسپیل کے کوریٹرورمیں کیا تھا.....کرم سے اس کی بات فون پر ہوتی تھی اوراس کے بار بارے کہنے کے باوجودوہ اس کی عیادت کے لیے آنے پر تیار نہیں ہوئی ہر باراس کے پاس کوئی نہ کوئی بہانہ تھا۔

'' یہ پری زاد سے کب سے ملنے لگے ہوتم ؟'' وہ اپنی مال کی بات پر چونک گیا تھا۔۔۔۔۔زینی کے بارے میں انہیں کیسے پیۃ چلاتھا؟۔۔۔۔۔اس نے تواس کے بارے میں کسی ہے کوئی بات نہیں کی تھی اوراب اس کی ماں اس کے ہاسپیل ہے گھر آنے پراس کے پاس رہنے کے لیے آئی تھی اور چنددن گزرتے ہی اس نے کرم سے بوچھنا ضروری سمجھا تھا۔

'' آپ ہے کس نے کہا؟'' کرم نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے یو چھا۔

''مجھ سے کون کہے گا؟…… ہیں اور آصف خود ملے ہیں اس سے ……تم کود کیھنے ہاسپیل آئی تھی وہ۔'' کرم بول نہیں سکا۔اس کے ذہن میں جیسے بجلی سی کوندی تھی۔۔۔۔۔یقیناً وہ اس دن ان لوگوں سے ملنے کی وجہ سے ہی اپ سیٹ تھی اوراس کے دوبارہ عیادت کے لیے نہ آنے کی وجہ۔۔۔۔۔ " تم نے بتایانہیں یہاں کینیڈا کیوں آ گئی ہے؟" اس کی ماں نے اب اپناسوال بدلتے ہوئے کہا۔ '' ہرسال لا کھوں لوگ کینیڈا آ جاتے ہیں پھر کیا مجھے بتاتے ہوں گے کہ کیوں آئے ہیں۔'اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہتم نے بلایا ہےاہے۔۔۔۔۔اس کی وجہ ہےتم اپنے بہن بھائیوں کےساتھ بیسب کررہے ہو۔''وہ بےحد خفکی ہے کہنے لگی تھیں۔ کرم نے آئکھیں بندکرلیں.....انہیں اس چیز کا بھی احساس نہیں تھا کہوہ ابھی بستر پر پڑا تھا بیارتھاان کے لیے بس اتنا کافی تھا کہ آ پریشن ہوگیا.....وه گھر آ چکا تھا....اب ایک بار پھر پہلے والاسلسلہ شروع کیا جاسکتا تھا۔ " بیادا کارا کیں بہت بریعورتیں ہوتی ہیں..... بیمردوں کوالو بناتی ہیں....انہیں فریب دیتی ہیں.... جھوٹی باتی*ں کر*تی ہیں....ان کی نظري مردول کي جيب پر ہوتی ہيں جب مطلب پورا ہوجائے توبلٹ کر بھی نہيں ديکھتيں ہي۔'' ''ہرعورت یہی کرتی ہےوہ ادا کارہ ہو یانہ ہواس سے فرق نہیں پڑتا۔''وہ بڑبرایا۔ اس کی مال کو مجھنہیں آئی۔

"اورىيە برى زادتو بىنى آوارەتم نے

کرم نے ماں کوٹو کا۔''میں سونا حیا ہتا ہوں مجھے نیند آ رہی ہے۔''اس کی ماں کو باول نخواستہ خاموش ہونا پڑا۔۔۔۔۔کرم نے ماں کے کمرے سے نکلتے ہی آئکھیں کھول دیں۔

وہ اسے اپنے دروازے پردیکھ کر بھا بھا رہ گئی تھی۔ اس کا خیال تھا وہ اپنے گھر پر ان دنوں آپریشن کے بعد آرام کر رہا ہوگا۔ آپریش خطرناک نہ سی لیکن اس کے باجوداس کے پشت اور کمرہے تین جگہوں ہے گلٹیاں نکالی گئی تھیںاصولی طور پراسے ابھی آرام کرناچا ہے۔
'' جھے آپ کی سجھ نیس آتی کرم ۔' اس نے دروازہ کھو لتے ہوئے بے حذفظی کے عالم میں اس سے کہا تھا۔
'' اندرآ سکتا ہوں؟'' کرم نے اس کوٹو کا۔ وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی کین اس کے چہرے سے خفظی نہیں گئی تھی۔
'' آپ کواس وقت آرام کرنا چا ہے گھر پر بیٹھ کر۔ اور آپ آئی لمی ڈرائیوکر کے یہاں۔''
وہ دروازہ بندکرتے ہوئے کہ دری تھی ...۔۔ کرم نے اس کی بات کا ہے دی۔

د'اگر آپ میری عیادت کے لیے نہیں آئیں گی تو پھر جھے بی آئا پڑے گا۔''کرم نے اس کی بات کا ہے دی تھی۔۔
''اگر آپ میری عیادت کے لیے نہیں آئیں گئی تو پھر جھے بی آئا پڑے گا۔'' کرم نے اس کی بات کا ہے دی تھی۔۔
''اگر آپ میری عیادت کے لیے نہیں آئیں گئی تو پھر جھے بی آئا پڑے گا۔'' کرم نے اس کی بات کا ہے دی تھی۔۔

''میں آئی تھی آ پ کی عیادت کے لیےاب روز روز تو کوئی نہیں آتا عیادت کے لیے۔''زینی نے بے ساختہ کہا۔

"" آپ کے کہنے پر آپیش کروایا ہے میں نےاور آپ کواتن بھی دلچین نہیں ہے کہ آپ میری عیادت کے لیے آسکیس ، " کرم کے

انداز میں گلہ تھا۔

زىي بول نېيں سکى۔

'' بیٹھیں۔''اسے خیال آیاوہ اب تک کھڑا تھاوہ آ گے بڑھ کرصوفہ پر بیٹھ گیا۔

" کیے ہیں اب آپ؟"

''جبيهاتھاويياہي ہوں۔''

"میں آپ کی صحت کا ابو چیر ہی ہوں <mark>۔"</mark>

''آپ کوکیسا لگ رہاہوں؟''

"بہتر لگ رہے ہیں۔"

"آپ کے گھر بدیٹھا ہوں اس لیے۔" ہے ہے۔ "

" کیالیں گے آپ؟" وہ اس کے پاس سے اٹھا گی۔

,, سرنهد "، چھائیں۔

'' کیوں؟'' وہ مسکی ۔

''جس طرح آپ کوکسی کا حسان پیندنہیں ہے مجھے بھی نہیں ہے۔''

زینی نے ایک کھے کے لیے حیرانی ہےاسے دیکھا پھروہ بےاختیارہنس پڑی۔

''اس ہے پہلے تو کھانا کھانے بیٹھ گئے تھے۔۔۔۔اس وقت کیوں خیال نہیں آیا کہ آپ کومیرااحسان نہیں لینا۔''

''اس وقت حالات دوسرے تھے۔'' کرماب بھی ویسا ہی سنجیدہ تھا۔

'''نہیں تو نہ ہیآپ کا کیا خیال ہے میں آپ کی منتیں کروں گی۔'' وہ آ کردوبارہ صوفے پر ہیٹھتے ہوئے بولی۔

''نہیں مجھے یقین تھا آپ ای طرح صوفے پر آ کربیٹھ جا ^کیں گ۔''

زین چند لیچے کچھ کم بغیراے دیکھتی رہی پھر کھلکھلا کرہنی۔

''تم بروے عجیب آ دمی ہو۔''

''تم؟''' كرم كواس كااندا ذِ تخاطب بدلناا حِهالگا به

''میں آ بے صرف ان مردوں کو کہتی ہوں جن کی عزت نہیں کرتی _۔

اس بادکرم اس کی بات پر ہنسا۔

''لکین میںان کو کہتا ہوں جن کوغیر سمجھتا ہوں۔''

کچھ دیرتک دونوں چپ چاپ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے رہے پھر کرم نے کہا۔

"میری امی یا بھائی نے تمہیں ہاسپطل میں پچھے کہا تھا؟"

وہ چونکی پھراس نے بظاہر نارمل کیجے میں کہا۔

" مجھ ہے کیا کہیں گے وہ ؟ مجھے تو ٹھیک ہے جانتے بھی نہیں وہ۔''

"مین نہیں مان سکتاتم ای وجہ سے دوبارہ مجھے ملنے ہاسپول نہیں آئی۔"

وہ کچھ دریخاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی <mark>پھراس نے بہت تھکے ہوئے لیجے میں کہا۔</mark>

وہ اب خاموش ہوگئی۔۔۔۔۔شاید منتظرتھی کہ کرم کچھ کہے گالیکن کرم کچھ کیسے کہتا۔۔۔۔۔ بات کرنے کے لیےاس وفت بڑا حوصلہ چا ہے تھا۔ '' میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔ کچھ کام ہے۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔۔۔۔ یہ جیسے راہ فرارتھا۔

"او کے and get well soon۔" وہ جیسے بلاواسطداس سے دوبارہ وہاں ندآنے کے لیے کہدرہی تھی۔

وہ اس کے اپارٹمنٹ سے نکل آیا ۔۔۔۔۔ یہ پہلی ہارنہیں ہوا تھا اس کے ساتھ۔۔۔۔۔زندگی میں بہت بارروشنی دیکھ کروہ اندھیرے میں گیا تھا۔۔۔۔ پیة نہیں وہ کیوں محبت کی خواہش میں یوں لوگوں کے پیچھے بھا گیا تھا۔۔۔۔۔لوگوں کے پیچھے؟۔۔۔۔۔زینی لوگنہیں تھی۔

وه والسي رحمام رائے پینبیس کیا کیاسوچارہا۔

ا گلے تی ہفتے کرم نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔کون فون ،کوئی message کوئی visit نہیںوہ یک دم جیسے غائب ہو گیا تھااور زینی کوجیسے جیرانی ہوئی تھیجیرانگی یا بے چینی ؟وہ طے ہیں کریائیالیکن کئی دن لاشعوری طور پروہ اس کی کال اس کےmessage یا ویک اینڈیراس کےخود چلے آنے کی منتظررہی پھر آ ہت آ ہت دندگی پھر پہلے جیے معمول پر آسی تھیویسے معمول پر جوکرم کے آنے سے پہلے تھا۔۔۔۔اس نے اس کی زندگی میں ایک ہلکی یہ ہلچل ضرور پیدا کی تھی لیکن کوئی بھنور پیدا کرنے سے پہلے ہی چلا گیا۔۔۔۔ بالکل کئی سال پہلے کی طرح۔ دوڈ ھائی مہینے کے بعد بیاس کی سالگرہ کا دن تھا جب اسے کرم کی طرف سے ایک کیک اور پھول ملےاسے خود بھی یا نہیں تھا کہ بیہ اس کی سالگرہ کا دن تھا۔۔۔۔۔کچھ دیر کے لیے و تھسٹھکی تھی۔۔۔۔اور وہ سوچ رہی تھی وہ اسے اپنے ذہن سے نکال چکا تھا۔۔۔۔۔شو بز سے علیحد گی کے بعد بیہ دوسری سالگر ہتی جواس طرح خاموثی ہے کسی ہنگاہے کے بغیر گزری تھیورنداس سے پہلےماضی کسی جھما کے کی طرح اس کی آئھوں کے سامنے آیا تھا ماضی جو بجیب ٹیسیں اٹھانے <mark>لگا تھااس کے وجود میں۔</mark> کئی ہفتوں کے بعداس دن پہلی باراس نے کرم کوفون کیاکئی بار بیل ہونے پر بھی فون نہیں اٹھایا گیااس نےmessage نہیں چھوڑ ا.....ہلکی سی خفگی کے ساتھ فون رکھ دیا تو وہ اب اس کے ساتھ وہی کرر ہاتھا جو وہ اس کے ساتھ کرتی رہی تھی۔ فون رکھنے کے یانچ منٹ بعد ہی اس کی کال آ گئی تھی۔ ''میں دوسر مے فون پر تھا Happy Birthday''اس نے چھوٹنے ہی کہا''اس کی ضرورت نہیں تھی کرم۔'' '' جانتا ہوںتم بہت self-reliant ہو.....تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے.....لیکن میرے جیسے لوگ اس طرح ک

favours اس لیے کرتے ہیں تا کہ شاید بھی کوئی جوابا ایس favours لوٹادے۔''اس نے زینی کے پچھے کہنے ہے پہلے ہی کہا۔

زین کی سمجھ میں نہیں آیا سے کیا کے۔

''تہهاری طبیعت کیسی ہے؟''

" مھيڪ ہوں ميں۔"

''علاج كروارب مونا؟''

'' کوشش کرر ماہوں''جواب مخضرتھا۔وہ پچھانداز نہیں لگاسکی۔

'' کوئی تحفہ بھی بھیجنا جا ہتا تھا میںلیکن تمہارے ناراض ہونے کے خدشے سے نہیں بھیجا۔''

''بہت اچھا کیا۔۔۔۔۔کیک اور پھول کی بھی ضرورت نہیں تھی۔میری پیدائش کا دن ایسا خوشی کا دن نہیں ہے۔''اس نے بےساختہ کہااور

پچھتائی ایس بات کرم سے کہنے کا کیا فائدہ تھا۔

"بيصرف تهاراخيال بي"

''بس میں شکر سیادا کرنا جا ہتی تھی اس لیے فون کیا۔''اس نے بات بدلنا جا ہی۔

''بہت دن ہو گئے ہمیں ملے ۔۔۔۔۔اگرتم کو برانہ لگے تو میں اس و یک اینڈ پر ۔۔۔۔'' وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔ وہ خاموش رہی پھراس نے کہا۔ دوہ مناز میں میں تاہیں ۔''

"میں فری ہوں تم آ کتے ہو۔''

''کہیں باہر ملتے ہیں زین۔''اس نے کہاتھا۔

زنی نے اقرار کرلیا۔فون رکھنے کے بعدوہ بہت دریر بیثان بیٹھی رہی۔ آخراس نے اٹکار کیوں نہیں کردیا تھا۔

☆☆☆

وہ اس دیک اینڈ پرکسی پارک گئے۔۔۔۔۔تین گھنٹے وہاں بیٹھے بےمقصد ہا تیں کرتے رہے۔۔۔۔۔ ہر جملہ بولنے کے بعداس پر پچھتاتے۔۔۔۔۔ ہرلفظ کہنے پرسوچتے یہ کیوں کہا۔

وہ جیسےا پنے اندرکوا یک دوسرے کی نظروں سے چھپانے کی کوششوں میں بےحال ہور ہے تھے.....دونوں اپنے اردگرد دیواریں کھینچنے ، خندقیں کھود نے میں لگے تھے۔جوانہیں ایک دوسرے کی طرف جانے سے روک دیتیلیکن ہر بارکی طرح اس باربھی ایک دوسرے سے ملنے..... ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہی خوثی کے جس احساس سے وہ دو جا رہوتے تھے اسے جھٹکنا اسے جھٹلا نابہت مشکل تھا۔

اس دن بھی تین گھنٹے ساتھ گزارنے کے بعدوہ دونوں دوبارہ اپنی اپنی دنیا میں چلے گئے تتصاورا پنی اپنی دنیا میں جاتے ہی انہیں احساس ہوا تھا کہ دہ'' اپنی دنیا'' سے نکل آئے تتےاس ہاراس سے دوبارہ رابطہ کرنے میں پہل کرم نے کی تھی۔

پہل نہیں کی تھی جیسے ہار مان کی تھی ۔۔۔۔۔ زبنی کوزندگی ہے نکال وینا ہڑا مشکل تھا۔۔۔۔۔ کم اس زندگی ہے جواب رہ گئی تھی۔۔۔۔۔ کو گئی اور رشتہ نہیں وہ دوست تو رہ سکتے تھے۔۔۔۔۔ ان تک سے بندگر کے یہ سوچ لینا اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اس کے شہر میں اس سے چند میل کے فاصلے پر رہتی ہواور وہ اس سے مکمل طور پر کٹ کر رہے ۔۔۔۔۔ یہ جانئے کے باوجود کہ زبنی کے لیے بیآ سان تھا۔۔۔۔ اور نبی کے لیے بیٹر وع میں واقعی آسان تھا۔۔۔۔۔ اس تنہائی میں جینا جس میں وہ تی رہی تھی اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔۔۔۔ وہ اس کی عادی تھی ۔۔۔۔۔ یک لیے بیٹر وع میں واقعی آسان تھا۔۔۔۔۔ اس تنہائی میں جینا جس کے وجود کی عادی ہونے گئی تھی۔۔۔۔۔ اس کے فون پر کسی غیر کی آنے والی وہ واحد پھر بیعادت بدلئے گئی تھی۔۔۔۔۔ اس کے فون پر کسی غیر کی آنے والی وہ واحد کال تھی ۔۔۔۔۔ واحد اس جانگر سوچتی رہتی تھی کہ وہ کہ بیان جاتی تھی کہ وہ کرم تھا۔۔۔۔۔ اور ہم باراس سے بات کرنے کے بعداس سے ملئے کے بعدوہ بہت در پیٹے کرسوچتی رہتی تھی کہ وہ کیا کر رہی تھی کہ وہ کہ اس نے بھی خود کو یہ بتانا شروع کر دیا تھا کہ وہ صرف اس کا دوست تھا وہ کرم تھا۔۔۔۔۔ اور پچھ نین اس کون کسی کے دہ کرتا تھا یہ دونوں کے لیے طے کرنا مشکل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ ورست تھا وہ کرم کے علاوہ ذبی کا کوئی نہیں۔۔۔۔۔کون کسی کون کسی کے دہ کونیا تھا۔۔۔۔۔ اور پچھ نیس کرتا تھا یہ دونوں کے لیے طے کرنا مشکل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ اور پھر شکل ہوتا جارہا تھا۔

۔ '' فلم انڈسٹری کیوں چھوڑ دی؟'' کرم نے کئی مہینوں کے بعداس سے وہ سوال کیا تھا جواسے پہلے دن سے پریشان کرر ہاتھا بارا سے خاموثی نہیں ملی تھی ……جواب ملاتھا……مبہم ہی مگر جواب تھا۔

''بس چھوڑ دی۔۔۔۔زندگی میں جومقصدتھا وہ ختم ہو گیا اور جب وہ ختم ہوا تو پیتہ چلا کہ وہ تو کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔'' وہ اپنے ہاتھوں کی کیبروں کود کیھتے ہوئے کہدرہی تھی۔۔۔۔کیا کیا تھا جو یا ذہیں آ گیا تھا۔ کرم بہت غور سے اس کا چپرہ دیکھتار ہا۔۔۔۔میک اپ سے مبرّ ااس چپر ہے کو پڑھنا بڑا آسان تھا۔۔۔۔رنج ، دکھ،خوشی ، تکلیف سب کچھ دیوار پر کھھی ہوئی تحریر کی طرح ہوا تھا۔

'' کیا مقصد تھا؟''اس نے پوچھاوہ بہ<mark>ت در سرجھ کائے اس طرح دونوں ہتھیلیوں کودیکھتی رہی۔</mark>

''بتانانہیں چاہتی؟''کرم نے بالآخر کہا۔ ''بتانہیں عمّی ۔''اس نے بالآخر سراٹھایا۔ کرم کچھ دیرائے دیکھتار ہا پھراس نے کہا۔

''شیرازکون تھا؟'' زینی کوکرنٹ لگا۔ کرم اسے کیسے جانتا تھا۔

" تہمارا آخری سکینڈل ای کے ساتھ بناتھا نا نیوز پیپرز میں تمہارے بیان آتے رہے کہ وہ بھی تمہارام عمیتر تھا.....اور شاید کزن

بھی؟....کون تھاوہ؟''

''تم بہت عجیب ہوزین ۔''اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔

زین نے بلیٹ کراہے و یکھا۔

''عجیب نه ہوتی تواس حال کو پینچتی میں؟''

کرم کواس پر بے تحاشاتر س آیا۔

''تم نےخود پر براظلم کیا۔'' وہ اٹھ کراس کے پاس کھڑ کی میں آ گیاوہ ایک بار پھر باہرد کیھر ہی تھی۔

'' پیة نہیں اپنے آپ پرزیادہ ظلم کیا یا اپنے باپ پر یا اپنے گھر والوں پر' اس نے اتنے مہینوں میں پہلی باراس کی آ تکھیں بھیگتے

دیکھی ہے

''میری ضدان سب کی زندگیوں کو کھا گئی۔۔۔۔غربت تھی ۔۔۔۔ بچھ بھی نہیں تھا۔۔۔۔ پر بڑا سکون تھا ہمارے گھر میں ۔۔۔۔ بڑی برکت تھی ہمارےرز ق میں' وہ کھڑ کی ہے باہر جیسے کسی خلامیں دیکچہر ہی تھی۔ ماضی بھی بھھارخلا بن جا تاہے۔ '''ہم سب بڑے خوش تھےا ہے گھر میں ۔۔۔۔اپنی زند گیوں میں ۔۔۔۔ساری دنیامیں پھری ہوں میں ۔۔۔۔مہنگے سے مہنگا کھانا کھایا ہے میں نے۔۔۔۔کیکنا پنے باپ کے گھرسوکھی روٹی اور پیاز کے لقمے کا ذا نقة نہیں بھول سکی میں۔۔۔۔۔ویسا کھانا کہیں نہیں کھایا میں۔۔۔۔اس لقمے کی یاد ہر کھانے کو بے مزہ کردیتی ہے میرے لیے۔'اس کی آئٹھوں میں پانی تھا کہ الدُتا ہی آ رہاتھا۔ ''مہنگے سے مہنگالباس پہنا میں نے کیکن جوخوشی اپنے باپ کے لائے ہوئے چندسو کے معمولی سے جوڑے کو پہن کرملتی تھی ولیی خوشی د وہار نہیں ملیاینے باپ کے دو کمرے کے گھر جیسی عزت اور تحفظ کسی کے''محل'' میں نہیں ملا مجھے ہر گاڑی میں بیٹھی ہوں میں کیکن اپنے باپ کی سائنگل کونہیں بھول سکی میں' وہ آنسونہیں تھےوہ نہتم ہونے والا پچھتاوا تھا۔جس کے ساتھ وہ جی رہی تھی۔ '''لوگ کہتے ہیں نااولا دآ زمائش ہوتی ہے۔۔۔۔ میں اپنے باپ کی آ زمائش تھی۔۔۔۔بہت بردی آ زمائش ۔۔۔۔شیراز نے ہمارے گھر کونہیں تو ڑا پیدی تھی جس نے سب کچھ بر ہا دکیا میں یوں ضد میں پاگل نہ ہوتی تو پیۃ نہیں کیا ہوا تھا مجھے بر ہاد کیا تھا مجھے ہی صبر نہیں ہوا مجھ سےصبر بھی بھی نہیں کرسکی میں' آنسواب اس کے گالوں پریانی کے دھاروں کی طرح بہدر ہے تھے۔ ''عبادت بردی کی میں نےنماز، روز ہ،صدقہ، خیرات سب....شکر بھی بہت کیامیں نے پرصبر کرنا مجھے بھی نہیں آیا.....میرا باپ بہت بارکہتا تھا مجھ ہے۔۔۔۔ آ سائش میںشکر کرنا جا ہے آ ز مائش میںصبر کرنا جا ہے۔ میںسوچتی رہتی تھی اتنی آ ز مائشیں تو پہلے ہی ہیں۔۔۔۔ زہرہ آ پاکے مسئلے،غربتصبرتو پہلے ہی کررہے تھے ہم سب پر وہ میری آ زمائش نہیں تھیں وہ زہرہ آیا کی آ زمائش تھیابوکی آ زمائش تھی.....میری آ زمائش تو وہی ایک آئی تھی جس پر میں صبرنہیں کرسکی۔'' اس نے سر جھکا یا ہوا تھا..... شکست خور دہ انداز میں..... آئکھوں سے ہنے والا یانی اب اس کی ٹھوڑی ہے ٹیک رہا تھا۔ ''ابوکی بات سننی چاہیے تھی مجھے ۔۔۔۔ ماننی چاہیے تھی۔''اس کی آ واز میں پچھتاوے سے زیادہ اذبت تھی ۔۔۔۔ او یہ سے زیادہ پچھتاوا تھا۔ '' جانتے ہوڈیفنس میں میرے پراپرئی ڈیلر کے ذریعے میرا گھر کس نے خریدا ہے؟.....ابو کے اسی دوست کے بیٹے نے جوابو کے ڈیپارٹمنٹ میں کلرک تھااورابوجس کے ساتھ میری شادی کرنا جا ہتے تھےاس نے انہی دنو ںنو کری چھوڑ کرکوئی کارو بارکر لیا تھا..... بہت بیسہ ہےاب اس کے پاس بھی۔۔۔۔انہیں پیتنہیں تھا کہ وہ میرا گھر خرید رہے ہیں۔۔۔۔ پیتہ چلاتو وہ لوگ ملنے آئے۔۔۔۔میرےابو کی بہت عزت کرتے ہیں..... وہ لوگ...... آج بھی.....میں ان کے گھر کی بہو ہوتی تو وہ مجھے بھی اتنی ہی عزت دیےدیں سال لگتے لیکن بیساری آ سائشیں جائز طریقے سے میرامقدر بنتیں..... یوںسب پچھ گنوا کرخالی ہاتھ نہ کھڑی ہوتی میں....لیکن مجھے بڑی جلدی تھی.....انسانوں کو بڑی جلدی ہوتی ہے۔'' کرم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''سب پچھٹھیک ہوجائے گا۔۔۔۔تم نے سب پچھ چھوڑ دیا ہے۔۔۔۔وہ سب پچھ جوغلط تھا جوتمہارے ابونہیں جا ہتے تھے کہتم کرو۔۔۔۔تم پھر

' پہلے کی طرح ہو چکی ہوحلال رزق کھانے والی برائی سے بیچنے والیعبادت کرنے والی '' وہ اسکی بات پرروتے روتے ہنسی ۔

کرم نے سربلادیا۔وہ اپنی آئیھیں رگڑتی ہوئی اندر چلی گئ۔کرم کوہ اس وقت اے ایک سنھی پنگ لگی تھی جو ہرایک کواپنے ماں باپ کی تصویر دکھا کرخوش ہوتی اے کئی سال پہلے دئی کے اس ہوئل کی وہ رات یاد آئی تھی جب اس نے زینی کو پہلی باردیکھا تھا۔۔۔۔۔اپ جس جنون اور وحشت کی داستان وہ اسے آئے سنار ہی تھی وہ مدتوں پہلے اسے دیکھ چکا تھا۔۔۔۔۔ تب ہجھ نیس سکا تھا۔۔۔۔۔ آئے سمجھ رہا تھا۔۔۔۔۔وہ بیڈروم سے نکل آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک فریمڈ تصویر تھی اورایک چھوٹی البم۔

"ابو كهتے تھےتب مجھے بجھ بین آتی تھیمیں شہبیں ابو کی تصویر د کھاؤں؟"

فریمڈ تصویرایک ادھیڑ عمر آ دمی کی تھی۔خوش شکل بارلیش مرد کی۔جس کے چہرے میں زینی کی مشابہت دیکھنا ہے حد آسان تھا۔اس نے زینی سے اس کے باپ کے بارے میں اتناسب کچھنہ بھی سنا ہوتا تب بھی اس آ دمی کے چہرے پرایک نظر ڈال کراس کی آ تکھوں میں جھلکتی اچھائی اور سچائی کود کھنامشکل نہیں تھا۔

وہ اب متورم آتھوں اور مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ اسے بڑے اشتیاق سے اپنے بہن بھائیوں اور ماں کی تصویر دکھار ہی تھیاس کی اور ان کی بچپن کی تصویریں ہرتصویر میں وہ اسے اپنے باپ کے ساتھ ہی نظر آئی تھیانگلی بکڑے ہوئے ،گود میں بیٹھی ہوئی ٹانگوں سے لپٹی ہوئی گود میں اٹھائی ہوئی۔

'' کیجنیں'' کرم نے البم بند کردی۔

''تم بہت خوش قسست ہو کم از کم تمہارے کسی خونی رشتے نے تمہیں exploit نہیں کیا۔''

وہ کرم کا چیرہ دیکھنے گلی۔

''ا تناشک کیوں کرتے ہوتم اپنے بہن بھائیوں پر؟''اس نے بےصر پنجیدگی سے کرم سے یو چھا۔

'' کاش مجھے شک ہوتا۔۔۔۔یقین نہ ہوتا۔۔۔۔تنہ ہیں پیۃ ہے میرا کینسر بہت ابتدائی تیج پرdiagnose ہواتھا۔۔۔۔لیکن میرے بہن بھائیوں

نے میری مال سے بیکہا کہ آپیشن سے پہلے مجھے وصیت لکھ دینی جا ہے۔۔۔۔ کیونکہ زندگی اور موت کا کچھ پیتنہیں ہوتا۔۔۔کل کوابیانہ ہو کہ میری جائیداد

کی وجہ سے ان کے درمیان جھکڑے ہونے لگیںاورتم مجھ سے بیر کہ رہی ہو کہ میں شک کیوں کرتا ہوں۔''اس نے سر جھٹکا۔

'' میں نے واقعی وصیت لکھ دی کیکن وصیت میں سب کچھان کے نام لکھنے کی بجائے میں نے اس کا تین چوتھائی حصہ مختلف charities

کے نام کر دیا۔۔۔۔۔تتہبیں انداز ہ بھی نہیں ہوگا کہ کتنا ہنگامہ کیا ان سب نے اس پر۔۔۔۔۔ابھی بھی انہیں اپنے جصے میں جو ملے گا وہ کروڑوں میں ہوگا اس

کے باوجود وہ خوش نہیں ہی مجھ سےکوئی ایک بھی نہیں مجھے یقین ہے میرے مرنے کے بعد بدلوگ میری جائیداد charitics سے بچانے کے

لیے کورٹ میں جا کرایک آخری کوشش ضرور کریں گے۔''

وہ بہت دیر جیبے بیٹھی رہی پھراس نے کہا۔''بعض دفعہ انسان سے ملطی ہوجاتی ہے۔''

'' ہاں.....بعض وفعہ ہو جاتی ہے....لیکن ہر بارنہیں.....انہیں میری ذات میں کوئی دلچپی نہیں ہےصرف اس دولت میں ولچپی ہے جو

میرے پاس ہے انہیں کرم علی صرف تب یاد آتا ہے جب انہیں کوئی ضرورت یاد آتی ہے۔''

''تم اتنے وولت مند ہوکرم ….. کیا فرق پڑتا ہے ان کے چھوٹے موٹے مطالبے پورے کر دینے ہے۔'' زینی نے کہا کرم نے اپنے

کوٹ کی جیب پر ہاتھ *ر کھ کر کہ*ا۔

'' فرق يهال نبيس پڙتا.....'اس نے اب اپناماتھ اپنے دل پر ر کھ دیا۔

'' يبال برِنتا ہے۔''اس كي آئنھوں ميں رنج تھا۔

''میں سوچتا ہوں وہ بھی''خونی رشتے'' کےحوالے سے بھی توملیں مجھ سے۔'

''تم نے خودانہیں فاصلے پر رکھا ہوگا۔''زینی اب بھی اس کی ہاں میں ہاں ملانے پر تیارنہیں تھی۔

'' پہلےنہیں رکھاتھا۔۔۔۔اب رکھاہے۔۔۔۔میرا جاناانہیں اتنی خوثی نہیں دیتامیرا بھیجا ہوا چیک۔۔۔۔۔اس لیے میں انہیں وہی چیز بھیجتا ہوں جو

ائېيں زيادہ خوشی دے۔''

''تم اندرے بہت تلخ ہوکرم ۔''زینی نے بہت غورے اے دیکھتے ہوئے کہا ۔

www.urdunovelspdf.com

''25 سالاً گرکوئی انسان کژواہٹ اپنے اندرجمع کرتا آر ہاہوتو کبھی نئیسی زبان وہ کژواہٹ ا گلنے گلتی ہے۔'' '' پھر بھی تنہیں اپنے بہن بھائیوں سے ملناحا ہے۔۔۔۔۔ یوں الگ ہوکرنہیں بیٹھنا جا ہے۔''زینی نے جیسے بات ختم کی۔ ''تم کیوں نہیں ملتی اینے بہن بھائیوں ہے؟تم کیوں یوں حیصپ کر بیٹھ گئی ہو؟'' وہ اس کے سوال پر چند کمحوں کے لیے ساکت ہو گئ تھی۔وہ واقعی بہت تکنح تھا۔

''میں '''اس نے نظریں چرا ^کیں۔

" میں اینے بہن بھائیوں سے اس لیے ہیں ملتی کیونکہ میں ان کے لیے داغ ہوں پھر میں کیوں ان کی زندگی کوایے وجود سے آلودہ

کروں.....وہ سب میرے بغیر بھی بہت خوش ہیں<mark>.....انہیں میری ضرورت نہیں ہے۔''</mark> ''میری قیلی بھی میرے بغیر بہت خوش ہے انہیں بھی میری ضرورت نہیں ہے۔'' کرم نے بےساختہ کہا۔

''رشتے اتنی آسانی کے ساتھ ۔۔۔۔'' ''رختے ای آ سالی کے ساتھ۔۔۔۔۔'' ''زینی ہاہرچلیں ۔۔۔۔،؟'' کرم نے اسے ہات کمل نہیں کرنے دی وہ البھی نظروں کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

کرم نے زندگی میں بہت ساری عورتیں دیکھی تھیں لیکن زینی ان میں سے عجیب ترین تھی وہ انسانوں کومنٹوں میں judg کرتا

تھا.....ان کی اگلی move کو پڑھ لیتا تھا.....اور''عورت'' کے بارے میں اس نے آج تک جوسوچا تھا جواندازے لگائے تھے۔اس کی زندگی میں

آنے والی عورتیں اس پرحرف بہحرف پوری اتری تھیںصرف زینب ضیاعتی جواس کا ہرا نداز ہ غلط ثابت کردیتی تقی۔وہ اس کے ذہن کونہیں پڑھ سکتا تھا.....صرف چېره پژه سکتا تھا.....اوراس کا چېره پژه سناا ہے تکلیف دیتا تھا۔اس کا بس چکتا تو وہ اس کی زندگی کا وہ تکلیف دہ حصہ یوں منٹوں

میں اس کی زندگی ہے غائب کرتا کہ دوبارہ بھی وہ اس کے چہرے پرسامیہ بن کرنہ لہرا تا۔

وہ اس سے جتنا زیادہ مل رہاتھاوہ اس سے اتنا زیادہ ملناحیا ہتا تھا ۔۔۔۔۔ 25 سال بعدوہ کسی سے اپنے دل کی باتیں کررہاتھا۔۔۔۔۔کسی کے دل

کی با تمیں سن رہاتھا۔۔۔۔۔وہ دنیا میں واحدانسان تھی جس ہے کرم نے اپنی زندگی کے بارے میں کچھنہیں چھیایا تھا۔۔۔۔ایک ایک چیز بتا دی تھی اس نےایک ایک غلطیایک ایک گناہوہ جیسے اس کے لیے ایک آئینہ بن گئے تھی جس میں وہ جھانکتا تو ہا آسانی اپناعکس دیکھ لیتااور ہر بار

اس سے اپنا کوئی رازشیئر کرنے کے بعدوہ گھر آتا اور پچھتا تا۔۔۔۔اسے پنہیں بتانا جا ہے تھا۔۔۔۔ یو چھیانے کی بات تھی۔۔۔۔ کیا ہو گیا ہے مجھے؟ وہ خود کوملامت کرتا.....اگلی بارا پنی زبان بندر کھنے کاعبد کرتا.....اوراس پر جمار ہتا تب تک جب تک وہ فون پراس کی آ واز نہیں لیتا یاوہ اس کے سامنے

نه آ جاتیاور جیسے ہی ان دونوں میں ہے کوئی ایک چیز ہوتیکرم ایک بار پھر کرم نہیں رہتا تھا.....اس کی کڑ واہٹ بڑے عجیب انداز میں ختم ہونے گئی تھی اس کی تکنی دم تو ڑنے گئی تھیزین کا وجود جیسے اس کی تنہائی کے زہر کو مارنے لگا تھااوریہ سب تب تھا جب وہ صرف ایک دوست

. مختیصرف ایک دوست به

دن میں ایک باری جانے والی کال اب دن میں کئی باری جانے والی کالزمیں بدل گئی تھیاور بے ثار بھیج جانے والےemessage اس کے علاوہ تھےوہ دونوں ایک دوسرے کی زندگی کی روٹین کے ایک ایک لیجے سے واقف تھےکرم کی سیکرٹری کوبھی کرم کی ایک مہینے کی مصروفیات بتانے کے لیے ڈائری کا سہارالینا پڑتا اورزینی کوسب پچھز بانی پتہ تھاوہ کس دن کس وقت کتنی دیرے لیے کس کے پاس کہاں جارہا

تھا۔۔۔۔۔زین زبانی بتا سکتی تھی۔۔۔۔خود کرم بھی اس کی روٹین سے اس طرح واقف تھا کہ وہ اگر اس کے ایک پورے دن میں صبح سے لے کرشام تک کمنٹری کرتا تو وہ اس کے بتائے ہوئے وقت پربتائی ہوئی جگہ پروہی پچھکرتی پائی جاتی جووہ کہدر ہاہوتا۔

اوٹوامیں اس کی زندگی کی روٹین میں ان پانچ بھکاریوں کےعلاوہ کرم علی بھی شامل ہو گیاتھا۔۔۔۔کیسے شامل ہو گیاتھا؟ کرم کی طرح بیز بنی کوبھی سمجھ نہیں آتاتھا۔۔۔۔شایدایک دوست کی کمی تھی میری زندگی میں جو کرم کی صورت میں مل گیا ہے مجھے۔۔۔۔۔اس نے بھی کرم کی طرح اپنے رشتے پر دوسی کالیبل چسیاں کردیاتھا۔۔۔۔ بیجھیے حفاظتی اقدام تھا۔

ជជជ

''تم کوئی جیولری کیوں نہیں پہنتی؟'' وہ اس و یک اینڈ پر کافی چینے نکلے تھے اور اب کافی چیتے ہوئے ونڈ وشا پنگ کررے تھے جب کرم نے احیا تک اس سے یو چھا تھا اس نے واقعی بھی اس کے ہاتھ کا نوں یا گردن میں پچھنییں دیکھا تھا۔

''میرے پاس کوئی جیولری نہیں ہے یہاں آنے سے پہلے سب کچھ دے آئی میں۔''اس نے مسکراتے ہوئے کرم سے کہا۔ ''میں لے کردوں؟اگرتم براند مناؤ تو۔'' کرم نے پہلے آفر کی پھر ساتھ ہی معذرت۔وہ بنسی۔

''میں تمہاری جیب سے کافی تک نہیں پیتی تم سمجھتے ہو جیولری لے لوں گی؟'' وہ واقعی کرم کے ساتھ کہیں جاتے ہوئے اپنے کھانے پینے

کے بل کی ادا ٹیگی خود کرتی تھی کرم کے احتجاج کے باوجودوہ کرم کا بل نہیں دیتی تھی لیکن اپنا بل بھی اسے نہیں دینے دیتی تھیوہ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ مختاط تھیکرم نے آ ہت ہ آ ہت ہاں کے اس رویے کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھاواحد تبدیلی جوآئی تھی وہ پتھی کہ ہر باراپی

اپنی کافی اور کھانے کا بل ادا کرنے کی بجائے اب ایک باربل وہ ادا کرتی تھی اگلی بار کرماور کھانے اور کافی کی جگہ کا انتخاب ہمیشہ زینی کا ہوتا تھا.....اور کرم اگر زین کے بل دینے کی باری پراگر کسی ستی سی چیز کا انتخاب کرتا تو زین بھی اس کی باری پریمی کرتی تھی.....وہ بہت سالوں کے بعد

وہ ستی چیزیں کھار ہاتھا جواب اس کی زندگی سے نکل گئی تھیں۔

'' ہاں مجھے پتا ہے تم نہیں لوگ ۔۔۔۔لیکن میراول چا ہتا ہے کہ میں تمہارے لیے پچھ نہ پچھے لے کرآیا کروں۔'' کرم نے بجیدگی سے کہا۔ '' کون می الیمی چیز لاسکتے ہوتم کرم جومیرے یاس ندر ہی ہواور میں اسے چھوڑ نیآ کی ہوں۔''

كرم جواب بين دے سكا۔ وہ اب بھى فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔

'' جیولری، کپڑے، جوتے کاسمینکس …۔ پیسب پچھنکل گیا ہے میری زندگی ہے …۔ بہت پہن لیے میں نے …۔ پیرجوزندگی ہے نا …۔

کرم پکھاورخفا ہواوہ اب اس کا نداق اڑار ہی تھی اور جیسے اس ہے محفوظ ہور ہی تھی۔ ''تم اگر مجھے تخد دینا چا ہوگی تو میں بھی منع نہیں کروں گا میں بڑی خوش دلی سے لےلوں گا۔'' کرم نے اس کی بات کا جواب دینے ک

. ''لیکن میں توخمہیں تحفہ دینا ہی نہیں چاہتیاور بھلا میں تمہیں تحفہ دوں کیوں.....؟'' وہ جیسےا سے زچ کرنے پرتل گئے تھی۔

'''سین میں تو سہیں تحفہ دینا ہی تین حاہتیاور بھلا میں سہیں تحفہ دول کیول؟'' وہ جیسے اسے زیج کرنے پر مل تی سی۔ ''ہم دوست ہیں زینی اور دوست ایک دوسرے کو تخفے دیتے ہیں۔ میں اپنے سب دوستوں کو تخفے دیتا ہوں۔'' کرم نے اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔وہ مارکیٹ امریا میں ایک بیٹنچ پر بیٹھ گئے تھے۔

. ''میں نے کب منع کیا ہے۔۔۔۔تم دیتے ہو۔۔۔۔دو۔۔۔۔لیکن میں نہ تخدلوں گی نہ دوں گی۔۔۔۔۔ویسے بھی بہت تخفے دے چکے ہوپہلے ہی تم

مجھے۔'' کرم اس کا اشارہ مجھ گیا۔ ''جوتم میرے منہ پر مارگی۔''

''منه پرنہیں مارے تھے۔۔۔۔ہتم جاہتے تھے میں منه پر مارکر جاتی ؟''زینی نے بے حد شجیدگ سے پوچھا۔ وہ چند کمجے اسے گھور تار ہا پھر ہنس پڑا۔۔۔۔۔وہ آج اچھے موڈ میں تھی اتنی اداس نہیں تھی جتنی اکثر ہوتی تھی اور کرم بیدد کی کے کرخوش تھا۔ ''تم بہت عجیب ہوزینی۔''وہ کے بغیر نہیں رہ سکا۔

'' کتنی بارکہو گے رہے بھے ہے؟ …… میں جانتی ہوں ……تمہارا بس چلے تو تم مجھے بجائب خانے میں رکھوا دو ……اتن ہی عجیب لگتی ہوں تمہیں ''

میں۔''وہ اطمینان سے کافی پیتے ہوئے مارکیٹ اربیامیں گاتے ہوئے سٹریٹ شکر کود کیھتے ہوئے بولی۔ ''عجائب خانے میں تونہیں لیکن''وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

زین اسے نہیں دیکھر ہی تھی۔وہ فٹ پاتھ پرگاتے سنگر کوئن رہی تھی۔

وہ کافی پینا بھول گیا..... بہت دیر تک اس کے چبرے کود کھتار ہا۔ وہ اب بھی کسی پینٹر کی پینٹنگ کی طرح خوبصورت تھیاہے واقعی

ً خوبصورت نظراً نے کے لیے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھیزری بھی بےانتہا خوبصورت تھی اسے دیکھتے ہوئے بھی بعض دفعہ وہ ای طرح مبہوت ہوجا تا

تھالیکن ایسا بھی نہیں ہوا کہاہے زری کی آنکھوں میں آنے والے سی تاثر کسی احساس نے بھی اس طرح باندھا ہوجس طرح وہ باندھ کرر کھ دیت تھیکرم

نے نظریں ہٹا کر کافی کا آخری گھونٹ بھرا۔۔۔۔وہ اس کی نہیں تھی۔۔۔۔وہ اس کی نہیں ہوسکتی تھی۔۔۔۔اسے شیراز کی بدشمتی پررحم آتا کوئی زین جیسی لڑکی کو پیسے ک

'' دوست ہے کوئی روز روز ملتا ہے؟'' '' آپ ہے کس نے کہا کہ میں روز ملتا ہوں اس ہے۔'' وہ شجیدہ ہو گیا۔ '' آصف نے بتایا مجھے۔۔۔۔ تبہارے دفتر کے سب لوگوں کو پہتہ ہے۔'' '' آپ آصف سے کہیں کہ وہ اپنا کام کرے۔۔۔۔ میں کہاں جاتا ہوں یا کہاں نہیں جاتا اس کے بارے میں ریکارڈ رکھنا اس کی ذید داری

''میں نے آپ ہے کہاہےوہ دوست ہے میری اوربس'' کرم نے کہا۔

نہیں ہے۔'' کرم پچھناراض ہوگیا۔ ''آ صف کومیں نے کہا ہے۔۔۔۔میں پوچھتی رہتی ہوں اس ہے۔۔۔۔۔اس لیے بتا تا ہےوہ۔۔۔۔'' کرم کی ماں نے فوراً آ صف کا د فاع کیا۔

''اتنے جان دینے والے بہن بھائی ہیں اورتم ان کوچھوڑ کران غیرعورتوں کے پیچھے خوار ہورہے ہو۔۔۔۔۔اپنے بہن بھائیوں کے بچوں کو اپنے بچے مجھو۔۔۔۔ہم سب ہیں تمہاراا پناخون۔۔۔۔۔شادی کر لیاس کا نتیجہ بھی و مکھے لیا۔۔۔۔بس تمہاری قسمت بی خراب نکلی ورنہ ہم نے تواپی طرف سے بڑی اچھی جگدرشتہ کیا تھا تمہارا۔۔۔۔لیکن بیٹااب تمہاری قسمت میں اچھی ہیوی نہیں تھی۔۔۔۔تو کوئی کیا کرے پھرالی و کی کڑی سے شادی کرو گے تو پھر

بڑی اچھی جگدرشتہ کیا تھاتمہارا۔۔۔۔لیکن بیٹاابتمہاری قسمت میں اچھی بیوی نہیں تھی۔۔۔۔تو کوئی کیا کرے پھرالیی ولی کڑی سے شادی کرو گے تو پھر یہی پچھ ہوگا۔۔۔۔آج کل کی لڑکیاں الیی ہی لا کچی اور مطلب پرست ہیں۔۔۔۔پھرابتمہاری عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے۔۔۔۔ورنہ میں تو پہلی شادی کے ختم ہوتے ہی تمہاری دوسری شادی کروادیتی۔۔۔۔ان چکروں سے نکل آؤاب۔۔۔۔تمہارے بہن بھائی کہدرہے ہیں کہتم ان میں سے جن کا بچہ لینا جا ہو ہے.....اس لیے میری شادی نہیں نبھ کیگھر کا سکون واقعی میری قسمت میں نہیںآپ پریشان نہ ہوںمیں دوبارہ شادی جیسی حماقت نہیں کروں گا۔'اس نے ماں کوسلی دینے کی کوشش کی۔ '' نہیں قسمت تو خراب نہیں ہے تمہاری …..اللہ نے کتنا پیسہ دیا ہے تمہیں'' ماں نے فوراً جیسے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ ''اتنی دولت کہاں ہے کسی دوسرے کے پاساللّٰہ نے ہر بہن بھائی سے بڑھ کرنوازاہے تہہیں۔'' اس کا دل چاہاوہ ان سے کہےوہ اس کی زندگی کواپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بدل دیں.....اس کا پیپیہ انہیں دے دیں اوران کی زندگی بے حد بوجھل دل کے ساتھ وہ اپنی مال کے پاس سے اٹھ کرآیا تھا۔ بات چیت کے لیے ان کے پاس واحد موضوع اس کی دولت ہی ہوتی تھی اوربعض دفعہ تو کرم کولگتا اس دولت کا ذکر سنتے سنتے اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوجائے گا۔ اپنے بیڈروم میں آ کروہ بہت دیر تک اسی طرح میٹھار ہا۔۔۔۔۔اپنی مال کی زینی کے بارے میں کہی جانے والی باتیں بار باراس کے ذہن مِں گونجی رہیں۔ زنی نے بستر سےاٹھتے ہوئے گھڑی دیکھی پھرمیل فون اٹھا کراہے دیکھا.....جیرت کا ایک جھٹکا لگا تھااہے.....اس میں کرم کا کوئی message نہیں تھا۔۔۔۔۔کی مہینوں میں بیر پہلی بار ہوا تھا کہ مبرح سوکرا ٹھنے پراہے کرم message نہلا ہو۔۔۔۔۔وہ آ دھ گھنٹہ جس میں وہ کام پر جانے کے لیے تیار ہوتی تھی اس کے لیے مزید تشویش کا باعث بنے تھے کیونکہ اس پورے وقت میں کرم کی کوئی کال کوئی S M S اسے نہیں ملاتھا.....گھرسے نکلتے ہوئے اس نے بالآ خرکرم کوmessage کیا۔بس سٹاپ تک جاتے جاتے بھی کوئی جواب نہیں آیا.....اس نے بس پر بیٹھ کر کرم کو قدرے

تشویش کے عالم میں کال کیاس کا سیل فون بندتھا۔....اس کی سمجھ میں نہیں آ رہاتھا کہ ایسا کیوں تھا۔ پورا دن وہ وقفے وقفے سے کرم کو کال اور

message کرتی رہی اس کاسیل فون اسی طرح آف ملااہے ۔۔۔۔۔واپس گھر آنے تک وہ بےحدیریثان ہوچکی تھی ۔۔۔۔۔ایک پورادن اس ہے رابطہ

وہ دے دیتے ہیں..... میں بھی مستقل یہاں آ جاتی ہوں تمہارے پاس....اینے بہن بھائی کی کسی اولا دکو گودلو گے تو بردھایے میں سہارا بنے گی

تمہاری.....ا پناخون تواپناہی ہوتا ہے.....تمہارے بہن بھائی تواپنی اولا دکولکھ کرتمہیں دینے کو تیار ہیں..... کہتے ہیں..... بھائی جان نے اتنا کچھ کیا

ہے ہمارے لیےانہیں تو انکار کر بی نہیں سکتے ہم۔'' وہ حیپ حیاب ہیٹھا ماں کا چہرہ دیکھتا ان سب باتوں کوسنتار ہا.....ان میں سے کتنی باتیں

ہمدردی ہے کہی گئی تھیں اور کتنی باتوں کے پیچھے کوئی اور مقصد تھا وہ بے وقو ف سے بے وقو ف تخص بھی من کر جان لیتا اور کرم بہر حال بے وقو ف

نہیں تھا۔۔۔۔ مال سادہ تھی۔۔۔۔ وہ اپنی طرف سے کرم کی بھلائی سوچ رہی تھی۔۔۔۔اور واقعی دل سے مجھتی تھی کہ اس کے بہن بھائی ایسا ہی چاہجے

''میراشادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔۔۔۔۔اور نہ ہی کسی کی اولا دکو میں کسی ہے الگ کرنا جا ہتا ہوں۔۔۔۔ میں جانتا ہوں میری قسمت خراب

تھے.....وہ ماں کا بیزعماورخوش فہمی ختم نہیں کرنا جا ہتا تھاوہ ان کی باتو**ں میں جھلکتا کھوٹ انہیں دکھا نانہیں جا ہتا تھا۔**

' نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔ یہ کیے ممکن تھا کہ کرم اسے کسی وجہ سے اگنور کرتا۔۔۔۔۔ وہ ناراض بھی ہوتا تب بھی اس کے message اور کالز کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ رات کے وقت اس نے بالآخر کرم کے گھر فون کیا۔۔۔۔۔ یہ کرم کے بیڈروم کا نمبرتھا اگر وہ وہاں تھا تو اسے کال ریسیوکرنی چاہیےتھی۔۔۔۔۔ کال ریسیونہیں کی گئی وہاں آنسرفون لگا ہوا تھا۔۔۔۔زینی نے اس کے لیے message چھوڑ کرفون بندکر دیا۔ صبح اٹھ کراس نے ایک بار پھراپنا فون چیک کیا اور اس باروہ فرسٹریٹ ہوئی تھی۔۔۔۔۔کرم کا کوئی message اس بار بھی نہیں تھا۔ اس

زیٰ نے دس بے کے قریب اس کے آفس کی سیرٹری کوفون کیا۔

''وہ دو ہفتے کے لیے کہیں گئے ہیں۔''وہ اس کی سیکرٹری کے جواب پر ہما بکارہ گئے تھی۔اس کی سیکرٹری اس سے واقف تھی ''کمال ؟''

'' بیرتونہیں بتایا.....بس کل صبح انہوں نے کال کر کے مجھے بتایا کہ دو ہفتے کے لیے وہ شہرسے باہر جارہے ہیں میں ان کی ساری میٹنگز

www.urdunovelspdf.com"-ينىلكردون

''کسشرمیں گئے ہیں؟''

'' يەنجىخىنىس پىند-''

'' کوئی فون نمبر؟'

''نہیںوہ کہہکر گئے تھے کہ وہ اپناسیل فون آ ف کر کے جائیں گےوہ دو ہفتے تک وہ کمی قتم کا کوئی رابطہ نہیں چاہتے۔''سیکرٹری نے اسے تفصیل ہے بتایا تھا۔

زینی کویفین نہیں آ رہاتھا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اسے بتائے بغیر کہیں چلاجا تارابطہ رکھنا توایک طرف وہ اطلاع وینا تک گوارانہ کرتا۔ ''اس کی طبیعت تو ٹھیکتھی؟''اسے عجیب ہی تشویش ہوئی۔

'' ہاں وہ بالکل ٹھیک ہےاب آخری چیک اپ کی رپورٹس ٹھیک آئی تھیں۔''سیکرٹری نے اسے اطلاع دی۔

زین نے فون بند کر دیا۔ کرم کابیر دییاس کی سمجھ سے باہرتھا..... دو ہفتے کے لیے یوں بغیراطلاع دیے کہیں جانے کی کیا تک بنتی تھی

اورآ خروه جا كييسكاتها الساس كسجه مين نبيس آر بإتها ـ

آپ ہے بات کرواتی ہوں ان کی۔''

کوشش نہیں کی وہ اسے اگنور کرر ہاتھا اس سے رابطہ ختم کرنا جا ہتا تھااورزینی کو بیٹجھنے کے لیے کسی عقل داڑھ کی ضرورت نہیں تھی ۔اس کے اس رویے سے اسے بےحد ہتک کا حساس ہوا تھا۔وہ خوداس کی طرف آیا تھااوراب خود ہی پیچیے ہٹ گیا تھا۔۔۔۔۔ پہلے کی وجہوہ جانتی تھی کیکن دوسرے کی وجداس کی مجھ میں نہیں آئی تھی۔ سیرٹری کے کہنے کے باوجود کرم کااس دن اسے کوئی فون نہیں آیا۔ چنددن وہ بری طرح اپ سیٹ رہیوہ صرف دوست تھا تو پھراس طرحاس کے اعصاب پر کیوں سوار ہو گیا تھا.....وہ بار باراس کواپنے ذہن ہے جھٹکنے کی کوشش کرتی بار بارنا کام رہتی۔اس کے وجود پر چھائی جوخاموثی کرم نے تو ڑی تھی وہ پھرواپس آ گئی تھیکرم ہے اس طرح کٹ کرر ہنا بے حدمشکل تھا۔ زینی نے اعتراف کیا تھا......لا کھ کوشش کے باوجود ہزارمزاحمت کے باوجودوہ اس کی تمپنی کی عادی ہو چکی تھیکہیں نہ کہیں اس کےاندرزینی کووہ ساتھی نظرآیا تھا جیسا ساتھی وہ بھی شیراز کو مجھتی تھی.....کہیں نہ کہیں کچھ تھا کرم میں جواس <u>کے دل کواس کی طرف کھین</u>چتا تھا.....وہ اس کومحبت ماننے پر تیار نہیں تھی پروہ اسے دوئتی کی حدود کے اندرر کھنے میں بھی نا کام ہور ہی تھی۔ ں بھی نا کام ہور ہی تھی۔ وہ و یک اینڈ پرا کثر اس پارک میں جاتے تھے۔اس و یک اینڈ پر بھی وہ وہاں چلی گئی تھی۔ پارک کی جھیل کے قریبی بیٹے کر وہ اکثر اس حجیل کودیکھا کرتے تھے.... بےمقصد باتیں کرتے ہوئےکئی باروہ اپنالیج بھی وہیں کیا کرتے تھے....بینچ خالی تھا.....وہ اس کےا یک سرے پر آ کر بیٹھ گئی.....دوسرے سرے پر کرم بیٹھتا تھا..... بچ کا فاصلہ جیسےان کی زندگی کا فاصلہ ہوتا تھا.....و چھیل کے یانی کو چیپ جا پے بیٹھی دیکھتی رہی جس برجھی بھارکوئی پرندہ نیجی پروازکرتے ہوئے گزرتا دورتک جاتا پھراو کچی پرواز کرتے ہوئے فضامیں غائب ہوجاتا.....بینچ کے دوسرے سرے پر کوئی آ کر بیٹھا تھا۔۔۔۔زین نے گردن موڑ کر دیکھا وہ کرم تھا۔۔۔۔ چند کمجے اسے دیکھتے رہنے کے بعد زینی نے دوبارہ جھیل کودیکھنا شروع کر دیا۔۔۔۔

زینی نے پچھ کیے بغیرفون رکھ دیا.....وہ جیسے فریز ہوگئی تھیوہ واپس آ گیا تھااوراس نے اتنے دنوں میں اس سےایک ہاربھی رابطہ کی

پانی اب صرف جھیل میں نہیں تھا۔۔۔۔اس کی آئکھوں میں بھی تھا۔۔۔۔ بہت دیر تک وہ اجنبیوں کی طرح بالکل چپ چاپ بیٹے جھیل کود کیھتے رہے۔ پھر کرم نے گردن موڑ کرا سے دیکھا۔وہ ابھی بھی گردن سیدھی کیے ہوئے ایک ٹک جھیل کود کیے رہی تھی۔۔۔۔۔اتنے ہفتوں کے بعداس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اسے عجیب ہی تکلیف ہوئی۔۔۔۔۔ تکلیف یا شرمندگی وہ نوری طور پر ہو جھنہیں سکا۔۔۔۔ چند لمحے لفظ ڈھونڈتے رہنے کے بعداس نے کہا۔

یں ہو! وہ خاموش بیٹھی جھیل کودیکھتی رہی۔ہوااس کے شانوں پر بکھرے بالوں کو آ ہستہ آ ہستہ اڑار ہی تھی.....اس کا چہرہ چندلمحوں کے لیے جیسے کرم کی نظروں سے اوجھل ہوا.....کرم کا دل چا ہاوہ اس کے چہرے کو چھپاتے بالوں کی ان لٹوں کو ہاتھ سے ہٹادے۔

اراض ہو؟''

خاموثیکرم نے سرجھکالیا۔اس کے انداز میں فٹکست خورد گی تھی۔ چند لمحے اسی طرح بیٹھے رہنے کے بعداس نے ایک بار پھر گردن موڑ کرزینی کودیکھا۔وہ گلے میں لیٹے سکارف کو نکال کر بالوں کوسمیٹ رہی تھی۔اس کا چیرہ پھرنظر آنے لگا تھااور چیرہ نظر آنے کے ساتھ کرم نے اس ّ کے گالوں پر پھیلتے آنسوبھی دیکھ لیے تھے۔ گود میں پڑے کوٹ کواٹھاتے ہوئے وہ کرم کی طرف دیکھے بغیر بیٹج سے اٹھنے والی تھی جب کرم نے بہت آ ہنگی کے ساتھاس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''زین۔''اس نے ای زمی کے ساتھا ہے ہاتھ پر دھرا کرم کا ہاتھ ہٹا دیا۔

'' میں کھلونانہیں ہوں کرم جس کوتم اپنی تفریج اور ضرورت کے مطابق جب حیا ہواستعال کرو۔۔۔۔۔ جب جی حیا ہے اٹھا کر پھینک دو۔'' اس نے اپنے گالوں سے آنسوصاف کرتے کرتے کرم سے کہا۔ پہلی بار دونوں کی نظریں ملی تھیں۔

"I am sorry" اس نے کرم کی با<mark>ت کاٹ دی۔</mark>

'' میں جانتی ہوں تمہارے دل میں میری کوئی عزت نہیں ہے۔

کیونکہ میں ایک بری لڑکی ہوںمیری زبان ہے اپنے لیے پچھ عزت اوراحتر ام کا مطالبہ شاید تہمیں نداق لگے۔'' کرم نے اس کی بات کا ثنا جا بی کیکن وہ خاموش نہیں ہوئی۔

''عورت کی تم عزت نہیں کرتے ہید میں جانتی ہوںاور میرے جیسی بری عورت کی تو مجھی بھی نہیںلیکن انسان کے طور پر تو میں تھوڑی عزت کی ستحق ہوں یانہیں۔''

وه بول نبیں سکا۔

'' مجھ سے جان چھڑانے کے لیے تہہیں مجھ سے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔بس ایک دفعہ کہہ ویے میں تہہیں ہے۔۔۔ بس ایک message کر دیتے کہ میں تہہیں ہے۔۔۔۔ بس ایک message کر دیتے کہ میں تہہیں ہے۔ استعمال نہ دکھاتی۔۔۔۔ ایک نہ کروں۔۔۔۔۔کروں۔۔۔۔کرم میں تہہیں بھی دوبار message یا کال نہ کرتی۔۔۔۔۔لیکن یوں چھپنے کی کیا ضرورت ہے تہہیں؟۔۔۔۔اوراب ایک بار پھرتہہیں اپنا کھارسس کرنے کے لیے کوئی سننے والا چا ہے تو تم پھرمیرے پاس آ گئے ہو۔۔۔۔۔ پئی تنہائی اور محرومیوں کی داستان سنانے۔ یہ بتانے کہ تم کس طرح اپنی دولت کے ساتھ تنہا جی رہے ہو۔''

وه شکوه جوآ نسوؤل ہے شروع ہوا تھااب جیسے کسی لاوے کی طرح ابل رہا تھا۔

'' مجھے پھر میہ بتائے آئے ہو گے کس طرح ساری دنیا تہہیں پینے کے لیے exploit کرتی ہے۔۔۔۔۔لیکن تم دوسروں کو کس طرح کرتے ہو۔۔۔۔ تم نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہے؟ ۔۔۔۔۔ دوسرے تہہیں ٹشو پیپر کی طرح استعال کر کے پھینک دیتے ہیں۔۔۔۔۔اور تم بھی ضرورت کے وقت یہی کرتے ہو۔۔۔۔'' وہ اب کھڑی ہوتے ہوئے کوٹ پہنتے ہوئے بول رہی تھی۔

وهسرا تفائے خاموثی سےاسے من رہاتھا۔

''تم بھی دوسرے مردوں کی طرح بے حدخو دغرض ہو۔۔۔۔خو دتری کا شکار۔۔۔۔۔صرف اپنے بارے میں سوچنے والے۔۔۔۔۔تمہیں ہروہ فخص یا دہے جس نے تمہیں دھوکہ دیا۔''

کرم کی خاموثی زین کومزید مشتعل کررہی تھی۔

www.urdunovelspdf.com

''تم نے بھی ان کے بارے میں سوچاہے جنہیں تم ہرٹ کرتے ہو۔''

' دختہیں کیسے ہرٹ کیامیں نے؟''اس نے پہلی بارزبان کھولی اورزینی بول نہیں سکی۔

''میرے غائب ہونے سے تم کوکیا فرق پڑا؟ کچھفرق پڑا؟'' وہ چند کمحاس کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ وہ اسے کیا جواب

دیتی..... بیلم نبیں تقیزندگی تقی..... وہ ہیرونہیں تھا....کرم تھا.....وہ پری زادنہیں تقی زینی تقی....اوراس کے پاس جذبات ہے بھر پورڈائیلا گز

کاکوئی سکر پٹنہیں تھا جےوہ رٹے رٹائے انداز میں بولتی جاتی جو پچھ تھادل میں تھااور جودل میں تھااسے زبان پروہ کیے لے آتی۔

'' فرق اگر پڑتا ہے تو مجھے پڑتا ہے۔۔۔۔تم سے نہ ملنے پر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔۔۔۔ بات نہ ہونے پر مجھے اذیت ہوتی ہے۔۔۔۔تمہیں تو کسی

چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ میں تو صرف ایک دوست ہوں تمہارالکن بد بات میں اپنے آپ کونہیں سمجھا پارہا۔' وہ شکست خوردہ

انداز میں اعتراف جرم کی طرح اقرار محبت کرر ہاتھا۔

'' تم سے چھپنے کی کوشش نہیں کررہا تھا۔۔۔۔اپ آ پ سے چھپنے کی کوشش کررہا تھا۔۔۔۔ایک بار پھراپنے آ پ کو یہ مجھانے کی کوشش کررہا تھا کہتم میری کوئی نہیں ہو۔۔۔۔ میں کیوں اینے آ پ کوتمہارا عادی کررہا ہوں؟۔۔۔۔کل کواگرتم نے مجھے اپنی زندگی سے نکال دیا تو مجھے تمہارے بغیر

رہنے کے قابل ہونا چاہیے ۔۔۔۔ بے کارکوشش کی ۔۔۔۔ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا میں ۔'' وہ مایوسی سے سر ہلا رہاتھا۔

زيني كاغصه ما چس كى تىلى كى طرح جل كر بجه گياوه پچهاور سننے كى تو قع كرر بى تھى بيسېنېيس ـ

'' د نیا کے اندرتو کم از کم کہیں کوئی ایس جگنہیں ہے جہاںتم مجھے یاد ندآ ؤ۔'' وہ چند لیجے کھڑی اسے دیکھتی رہی پھرآ گے بڑھ کر بیٹے گئی۔ ''اتنے دن کہاں تھےتم ؟''

'' سیمیری بات کا جواب نہیں ہے۔'' کرم نے اسے یا دولا یا وہ اس سے کوئی اور بات کرر ہاتھا۔

'''تہبیں کہیں جاناتھا تو تم مجھے بتادیتے میں پریشان ہوگئ تھی تمہارے بارے میں۔''''وہ اس کی طرف دیکھے بغیر کہدرہی تھی۔

کرم نے ایک گہراسانس لیاا ظہارمحبت مرد کی طرف ہے ہوتا ہےاوروہ پہل کر چکاتھا.....دوسرا قدم زینی کواٹھانا تھا مگروہ و ہیں کھڑی تھی۔

'' جمهیں یوں اچا نک کیا ہو گیا تھا؟''

" کیا پھر سے دہراؤں۔" کرم نے مدھم آ واز میں کہا۔ " آ

وہ خاموش ہوگئی کوٹ کی جیب سے رومال ٹکال کر کرم نے زین کی طرف بڑھایا۔اس نے رومال تھام کراپی آئکھیں خشک کیس اور کرم کو رومال تھادیا۔

" I am sorry " كرم نے رومال اس كے ہاتھ سے ليتے ہوئے كہا۔

زینی نے سر ہلا دیا۔وہ رومال ہاتھ میں لیے بیٹھار ہا۔

''بہت غلط ہا تیں سوچتی ہوتم میرے ہارے میں زین۔'' کرم نے پچھ دیر کی خاموثی کے بعد کہا۔ ''تمہار ک عزت کرتا ہوں تو تمہارے پاس ہیٹا ہوں …… یہ مانتا ہوں میں خود غرض ہوں اپنی خوثی کے لیے بیسو ہے بغیرتمہارے پاس آ جاتا ہوں کہتم مجھے پسند بھی کرتی ہو یانہیں …… زندگی میں پہلی بارخود غرض بنا ہوں …… یہ بھی نہیں سوچ رہا کہ ہوسکتا ہے ایک برص زدہ آ دمی سے تمہیں البھن ……''

جہم پرداغ ہوناروح پر داغ ہونے ہے بہتر ہے مجھے بہتر ہوتممیری طرح آلودہ نہیں ہو۔''اس نے کرم کو بات مکمل کرنے میں ہی

> "تم كول سوچتى مواس طرح كى باتيس؟" وه بميشه كى طرح اس كى اس بات سے Irritate مواقعا۔ "تم كيوں كرتے مواس طرح كى باتيں؟" اس نے جواباً كہا۔ وہ خاموش بيضاات ديكھار ہا۔ اتنے ہفتوں كے بعد" زندگى" جيسے لوٹ آئى تھى۔

> > اس کا دل چاہاوہ اسے بتائے وہ'' زندگی'' کے ساتھ جینا چاہتا تھا۔ ''اگلی بارا بیادورہ پڑے تو بتادینا۔''

> > '' زندگی''اس سے چندفٹ دوربیٹھی خفگی کےعالم میں کہدر ہی تھی۔

'' بیرکیاہے؟''زینی نے حیرانی سے اس کے ہاتھ میں بکڑے pot کود یکھتے ہوئے کہا۔جس میں ایک چھوٹی سی سزیل گلی ہوئی تھی۔ '' تخذ نہیں ہےاس لیے گھبراؤ مت۔'' وہ دوبہدو کہتا ہوااندر آگیا۔

زینی نے پچھالچھ کراس کے عقب میں دروازہ بند کیا اور بلٹ کر کرم کو دیکھا۔ وہ شننگ ایریا کی کھڑ کی کو کھو لتے ہوئے اس

کے باہرLedge پراس pot کے لیے جگہ ڈھونڈ نے میں مصروف تھا۔

"كياكرر به بوتم ؟" وه اسك پاس چلى آئى۔

'' کوئی شناختی علامت چاہتا ہوں تمہاری کھڑ کی کے باہر جس سے میں فوراً پہچان سکوں کہ بیتمہاراا پارٹمنٹ ہے۔' وہ ابھی بھی کھڑ کی سے باہر pot کے لیے مناسب جگہ ڈھونڈنے کی جدو جہد میں مصروف تھا۔

"اورتم باہرےاس کھڑ کی کو پہچان کر کیا کرو گے۔"

'' کچھ بھی نہیںبس آتے اور جاتے ہوئے ایک باربلیٹ کرسراٹھا کردیکھوں گا۔''

""ڪيون؟"

"بوسكنا باس كفرك مين تم مجه كفرى نظرة ؤيه"

زین نے بے بھینی سے اس کے شجیدگی سے کہے ہوئے جملے کو سنااور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ کرم خجیدگی سے اپنے کام میں مصروف رہااس کی ہنسی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ ''کی میں میں غور کی مصروف رہا ہے کہ میں معرب کا میں میں کے میں میں کا میں میں میں کا میں میں میں میں میں میں م

'' کرم تمہاراد ماغ ٹھیک ہے۔۔۔۔؟ 23 منزل کی کھڑ کی میں میں کھڑی ہوں گی اور تمہیں نیچے سڑک پر کھڑ ہے ہو کرنظر آؤں گی۔''اس نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"پيذاق تفايه"

وہ اب کچن ایریا کی طرف جاتے ہوئے وہاں کوئی کیبنٹ کھول کر پچھ نکال رہا تھا۔

''ابضروری ہے کہتم مجھ پر بیہ پابندی بھی نگاؤ کہ میں بنچے سڑک پر کھڑا ہوکر سراٹھا کراو پرتمہارے اپارٹمنٹ کوبھی نہ دیکھوں۔''وہ ایک وائراور پلائز زنکال کردوبارہ کھڑکی کے پاس آتے ہوئے بولا۔

'' یہ pot ہوا کی وجہ ہے اگرینچ کس کے سر پرگرا تو میں تنہیں بہت جلدا پنے اپارٹمنٹ کی بجائے جیل میں نظر آؤں گی۔'' زینی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے گردن ہا ہر نکال کر کھڑ کی ہے کھڑے آگے بڑھے ledge پر پڑے pot کودیکھا کرم نے اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر پیچھے ہٹایا اوراس pot میں ہنے سوراخ میں وہ وائر ڈال کراہے Pliers کی مددہے کشنے لگا۔

''تم سجھتے ہو بیتل یہاں پھیلے گی اس پر پھول آئیں گے اور آ ہتہ آ ہتہ بیاتن بڑی اور کمبی ہوجائے گی کہتم لفٹ ہے آنے کی بجائے اس کی شاخوں سے لٹک کراویر آیا کروگے۔''وہ اس کا نداق اڑار ہی تھی۔

کرم نے کوئی جواب مبیں دیا۔

''میں اسے پانی نہیں دوں گی۔''زینی نے کھڑکی ہے ہٹ کر کچن امریا کی طرف جاتے ہوئے اعلان کیا۔

''اسے بڑھنے کے لیے تمہارے پانی کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔۔۔ بید میری محبت کی طرح ہے تمہاری و کمچھ بھال کے بغیر بھی مرے گ نہیں ۔۔۔۔۔ بڑھتی جائے گی۔''اس کی پرسکون بڑ بڑا ہٹ نے کچن میں جاتی زین کے قدموں میں کوئی زنجیر ڈالی تھی ۔۔۔۔۔اس نے بلٹ کر کرم کونہیں و یکھا۔وہ چلتے چلتے رک گئے تھی کرم اس pot کو بائد ھتے ہوئے اسے و یکھے بغیر بھی جانتا تھا۔وہ گھر میں ننگے پاؤں چلتی تھی اوروہ اس کے قدموں ک چاپ کو لفظوں کی طرح پڑ ھتا تھا۔۔۔۔'' چاپ' چپ تھی ۔۔۔۔ یوں جیسے سوچ میں پڑ گئی ہووہ کھڑکی بندکرنے لگا اس کا کام ختم ہوگیا تھا۔

'' کھانا کھاؤ گے؟''وہ کچن کی طرف چلی گئی۔

''اس ویک اینڈ پرمیرے گھر آ وکی زین؟'' کرم ہاتھ دھونے کے لیے کچن کی طرف آتے ہوئے بولا۔

· 'کس لیے؟''وہ فریج کا درواز ہ کھولتے ہوئے رکی۔

' دختہیں میرالان اچھا لگتا تھا۔۔۔۔۔بھی دلنہیں چاہا دوبارہ آ کر دیکھو۔'' وہ tap کھولے سنک میں ہاتھ دھونے کے بعد towel سے

خشك كرر ہاتھا۔

```
وه دروازه پکڑے جیسے پچھ سوچنے لگی۔
```

"حساب كاسوال تونبيس تها صرف دل ركض كى بات بـ" كرم في اسيسوج ميس د كي كركها ..

'' مجھے دل رکھنانہیں آتا کرم یہ کام کب کا چھوڑ چکی میں۔'اس کے چبرے پر ایک اداس مسکراہٹ آئی وہ کھانا نکال رہی تھی۔

"میرار کھلو۔" کرم نے مدھم آ واز میں کہا۔

زین نے اسےنظرا نداز کیا۔وہ پلیٹیں نکال رہاتھا۔

'' کرمتم شادی کرلو۔''

وہ پلیٹیں نکالتے رک گیا۔ وہ سلادے لیے ٹماٹر کاشنے میں مصروف بے حد معمول کے انداز میں کہدرہی تھی۔

"کسی بہت اچھی سی اڑک سے جوتمہارا بہت خیال رکھے سی بڑی بیاری سی اڑکی ہے۔"

"ایک بیاری سازی سے کی تھیاس کا جونتیجہ ہواتمہیں بتا چکا ہوں بار بارا پنی بیو یوں کی شادی نہیں کراسکتا میں ۔"زینی کواس کی

سجیدگی سے کھی بات پربے اختیار بنسی آئی۔

" تم عجیب آ دمی مواپنی بیوی کی شادی کروادی 'وه ہنستی جار ہی تھی۔

''انسان کواتنا بھی اعلیٰ ظرف نہیں ہونا چاہیے۔''

''غلط کیا کیا؟'' وہ شجیدگی ہےاہے دیکھتے ہوئے بولا۔

'' پیتین ''وہ ہنسی پر قابو پانے میں نا کام ہور ہی تھی۔

''تم نے شیراز کوجیل سے کیوں نکلوایا؟''

یک دم جیسے کسی نے اس کی ہنسی کا گلا گھونٹ دیا تھا۔وہ چند لمحوں کے لیے چپ جاپ اس کو دیکھتی رہی۔وہ کا ؤنٹر کے دوسری طرف اس مدرجی کردیت

کے سامنے کھڑا تھا۔

''اس نے ابو کا واسطہ دیا تھا مجھے۔'' وہ مدھم آ واز میں کہتے ہوئے دو بارہ سلا دینانے لگی۔

''اس نے اللہ کا واسطہ دیا تھا مجھے۔''زین کا ہاتھ درک گیا کرم پلیٹیں لے کرمیز کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ جیسے سلا و بنانا بھول گئی بہت دیر اسے ٹیمیل سیٹ کرتے دیکھتی رہی۔اس کی نظروں میں اضطراب تھااسے اپنا باپ یاد آیا تھا اس وقت پہلی باراسے احساس ہوا اسے کرم کی طرف کون می چیز کھینچی تھیاس کی فطرت اس کے باپ جیسی تھی و لیسی ہی نرمی و لیسی ہی محبت، و بیا ہی اغلاق اور و لیسی ہی اعلیٰ ظرنیساری زندگی اسے لگا اس کے باپ جیسا کوئی آ دمی نہیں تھااور آج قسمت کرم کواس کے سامنے لے آئی تھی۔

"تم كيا مجھ سے تنگ آ گئي ہو؟" نيبل سيث كرتے كرتے كرم كوجانے كيا خيال آيا۔

وە دوبارەسلا دېنانے گى۔

'' تنگ نہیں آئی۔۔۔۔میں واقعی حیا ہتی ہوں کرم کہتمہاری زندگی میں کوئی ایسا ہوجوتم سے محبت کرے۔۔۔۔تمہارے گھر کوگھر بنا کرر کھے یہ جوتم ہر جگہ مارے مارے پھرتے ہونا۔۔۔۔ایک اچھی ہی بیوی گھریر ہوگی تو بوں خوار نہیں ہوگےتم اور یہ بھی کہ۔۔۔۔۔ '' كەتمہارى جان چھوٹ جائے گى۔'' كرم نے اس كى بات ميں اضا فدكيا۔ ''میں تو ویسے ہی کچھ عرصے میں یہاں سے چلی جاؤں گی ۔''اس کی بات پر کرم کو کرنٹ لگا۔ '' کہاں چلی جاؤ گئتم؟'' وہٹیبل چھوڑ کراس کی طرف آیا۔ ''اگلےسال کےشروع میں میراویزاختم ہوجائے گا۔ میں پاکتان جاؤں گی۔۔۔۔ویزہ اپلائی کروں گی۔۔۔۔پیزنہیں ملتا ہے پانہیں پھرشا پیرسی دوسرے ملک میں چلی جاؤں.....''

'' پية بين....ليكن كهيں نه كهيں تو جاؤ<mark>ں گی ميں.....''</mark>

''میںلگوادیتاہوں ویزاتم پاسپورٹ اور پییرز.....'' ' دنہیںاس کی ضرورت نہیں'' زینی نے اس کی بات کا ہے دی۔

'' کیونگهٔ تههیں کسی کااحسان پیندنہیں۔''

''نداق مت اڑاؤمیرا۔''وہ برامان گئی۔

''میں تنہیں جانے نہیں دوں گا یہاں ہے۔''

''احیما؟.....تم روک کیسے سکتے ہو مجھے؟''اس نے سراٹھا کر کرم کود کیکھتے ہوئے کہا۔

''ایک دن تم یہاں آ وُ۔۔۔۔۔اورتمہیں میں یہاں ملوں ہی نہ تو۔۔۔۔۔کیا کرلو گئے تم ؟''

کرم بےحد خاموثی ہےاس کا چیرہ دیکھتار ہا۔اس کی آنکھوں میں اذیت تھی۔

''تم میرے ساتھ بنہیں کرسکتی زیٰں۔''

کیوں جاؤں؟''

'' کیون نہیں کر علق ۔'' وہ اسے تنگ کرنے لگی تھی ۔

''تم کو یا دہے ناتم کس طرح مجھے چھوڑ کر غائب ہو گئے تھے تب مجھے بتایا تک نہیں تھا کہ کہیں جارہے ہو..... پھر میں تہہیں بتا کر

''لیکن میں واپس بھی تو آ گیا تھا۔۔۔۔۔اور میں نے ایکسکیو زبھی کیا تھاتم ہے۔''

''لیکن میں نہ تو واپس آؤں گی نہ ہی ایکسکیو زکروں گی ۔'' وہ بڑےاطمینان سے کہدر ہی تھی۔

کرم کی بھوک یک دم ختم ہوگئی تھی ۔وہ دوبارہ سلاد بنانے میں مصروف تھی۔

www.urdunovelspdf.com

۔ ''اس لیےتم سے کہدرہی ہوں۔۔۔۔۔شادی کرلوکسی اچھی سیاڑ کی ہے۔۔۔۔۔ورنہ پھر کس کے پاس جا کرکھانا کھایا کرو گے۔''وہ اب اس کا نداق اڑار ہی تھی۔

> ''تم کروگی مجھ سے شادی؟''سوال بے ساختہ تھا۔۔۔۔کھیرے کے ساتھ ساتھ اس کی انگلی بھی کٹتے کٹتے بچی تھی۔ دونیوں 'ورسٹ نریس برسنیوں کے میرون ہے ہیں۔۔۔

''نہیں۔''اس نے ایک بار پھر سنجل کر کھیرا کا ٹناشروع کر دیا۔

", کیوں؟"

" کیول کے سوجواب ہو سکتے ہیں۔ " وہ اپنے کام میں مصروف ہولی۔

''تم وہ جواب دوجس سے میں مطمئن ہوجاؤں۔'' وہ چند کمجے سوچ میں پڑی۔ ''کوئی نہیں ہے؟'' کرم نے اسے خاموش د مکھ کر کہا۔

بات پیتنبیں کیوں اس موضوع پرآ گئی کین اب اس موضوع پرآ گئی تھی تو کرم موقع کوضا کع نہیں کرنا جا ہتا تھا۔

'' کرم شادی کارشته اس تعلق کوختم کردے گا جوابھی ہم دونوں کے درمیان ہے۔''

' دنہیں تعلق کومضبوط کردے گاتم مجھتی ہوشادی دوئی شتم کردیتی ہے۔''

''نہیں میں ایسانہیں مجھتی ۔شاوی دوئ ختم نہیں کرتی لیکن تمہاری اورمیری شادی ختم کردے گی۔''

"كيون؟ تهمين نبيل لكناكهم دونون ايك دوسرے كے ليے بين شايداس ليے ملے بين -"

زینی نے اس کی بات کاف دی۔ 'دنہیں مجھے ایسانہیں لگتا۔''

" حجموث مت بولوزين " كرم في اس كى بات بريقين نبيس كيا-

''تم اگریدکہو کہ میری شکل تہہیں پہندنہیں ہے۔۔۔۔۔ یا برص کی وجہ سے تم انکار کر رہی ہوتم میں پھر بھی تمہاری بات مان لول گالیکن بیہ وجہ مجھے مت دو کہ شادی ہماری دوستی کوختم کر دے گی۔'' کرم نے سرجھنگتے ہوئے کہا۔

''تم بہت جلد بدگمان ہوجاتے ہوکرم.....بہت جلد.....اور میں ایکٹریس رہ چکی ہوں میر اکریکٹرجیسا تھاتہہیں بتا چکی ہوں.....سولوگ

ملیں گے تنہیں جاننے والےمیرے بارے میں باتنیں کرنے والے.....تم کیامہاتما بدھ بھی ہو، تو وہ بھی شک کرنے لگے گامجھ پر.....مشہور

عورت بدقسمت ہوتی ہے کرممشہور ہوناا پنے اندرا یک تہت ہے کوئی جب جہاں جاہے بیٹھ کر جو جا ہے کہددے ہر سننے والا یقین کر لے گا

ثبوت اورگواہ تک نہیں چاہیے ہوں گےاہے بیشہرت کی قیمت ہےاور میں تو بدکر دار بھی تھی۔''

''بس کروزین مت کہا کرویہ سب پچھ بار بارتم یہ سب پچھ بھول کیوں نہیں جاتی ۔'' کرم نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

''تم سجھتے ہومیں پیکوششنہیں کرتی ؟رات دن صرف ماضی ہی تو بھلانے کی کوشش کرتی ہوں میںکیکن صبح آئل کھولنے پراور

'' کیوں تم دنیا بیس نہیں رہتے کیا؟'' و بی نے بیننے کی کوشش کی۔ '' بیس تم پر بھی شک نہیں کروں گا بھی بدگمان نہیں ہوں گا تم ہے۔'' کرم نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے کہا۔ '' ویری گذ چلو کھانا کھاتے ہیں۔''اس نے بچوں کی طرح اسے بہلا یا اور سلاد کا پیالہ لے کر ٹیبل کی طرف چلی گئ۔ '' ٹھیک ہے کھانا چھوڑ کر جارہے ہواب دو بارہ بھی کھانا نہیں کھلاؤں گئ جہیں۔'' وہ دروازے ہے کوٹ اتارتے اتارتے رک گیا۔اس نے بلٹ کردیکھاوہ ہے حد فقا انداز میں کری پر ہیٹے دری تھی ۔ کرم بلٹ آیا۔ '' تم کئی آسانی ہے مان جاتے ہوکرمتم واقعی بہت اجھے انسان ہو۔''وہ کری پر بیٹے درہا تھا۔ جب ذینی نے اس ہے کہا۔ '' آئ تک کسی نے جھے منایا ہی نہیں۔''' منایا نہیں یاتم بھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے۔'' ذینی نے اس کی بلیث میں چاول ڈالتے ہو کے کہا۔ کرم سوچ میں پڑگیاوہ ٹھیک کہدری تھی وہ واقعی بھی کسی سے فاراض نہیں ہوئے۔'' ذینی نے اس کی بلیث میں جو تے کہا۔

ا گلی مبع اٹھ کرآفس جانے کے لیے تیار ہوتے ہوئے اسے اس pot کا خیال آیا تھا۔ وہ سلائس کھاتی کھاتی ہے اختیار کھڑکی کی طرف گئی۔

اسے کرم کی بات یاد آئی ایک مسکراہٹ بے اختیاراس کے ہونٹوں پر آئی تھی۔ایک گلاس میں یانی لا کراس نے اس بیل میں ڈالا تھا....لیکن اسے

یفین تھا چند ہفتوں میں وہ بیل ختم ہو جائے گی۔اس پوری بلڈنگ کی سی کھڑ کی میں ایسا کوئی پودایا بیل اسے بھی نظرنہیں آیا تھا۔۔۔۔اور پھراب چند

رات کوآ کھے بند کرنے سے پہلے پہلی اورآ خری چیز جو مجھےنظرآ تی ہے وہ ماضی ہی ہوتا ہے۔''اس نے ہاتھ میں پکڑی چھری رکھ دی تھی۔اس کے لیجے

میں جی کرشایدآ گے دوزخ نہ ملےورنہ ہر کبیرہ گناہ تو کر چکی ہوں میںتم اچھے آ دمی ہو کسی یا کبازلژکی سے شادی کروجس کے پاس میرے

"میں تبہارے ماضی کے بارے میں بھی کوئی بات نہیں کروں گا بھی تمہیں judg نہیں کروں گا۔"

جبیاماضی نہ ہو.....' وہ سرجھکائے پیالے میں سنریوں کے نکڑے ڈال رہی تھی۔

'' کیاسوچ رہے ہو؟.....کھانا کھاؤ؟''زیٹی نے اسے چونکایا۔

'' مجھے دنیا کی پرواہ نہیں ہے۔'' وہ جھنج<mark>لایا۔</mark>

'' و نیامیں عورت بن کر'' جینا'' بردامشکل ہے کرمبعض دفعہ میرا دل چاہتا ہے میں مرجاؤں پھرسوچتی ہوں د نیا کے دوز خ

مہینوں کے بعد جوموسم آنے والاتھااس میں تو بیل یقینا ختم ہوجاتی۔

اس کا اندازہ غلط نکلاتھا۔وہ بیل بڑے بجیب انداز میں تیزی سے بڑھنے گئے تھی۔وہ ہرروزاس پر نکلتے نئے بنے بنوں کود کھے کرجیران ہوتی ۔ بہت جلدوہ اتنی بڑھ گئے تھی کہ زینی کو ایک بانس کا نکڑا اسے سہارا دینے کے لیے pot میں لگا ناپڑا۔ بیل اب اس کے گردبل کھاتے ہوئے پھیل رہی تھی اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی اس کی نظرسب سے پہلے کھڑ کی کے شیشے سے جھانکتی اس سز بیل پر ہی پڑتی تھی وہ بعض دفعہ اسے دیکھتی رہتی اور یہی کام کرم بھی کرتا جب وہ ہردوسرے تیسرے دن اس کے پاس آتا۔

''اب چاہے تواہے رکھوجا ہے تو پھینک دو۔''

، پ ، سپ ہوں۔ ''تم اے داپس لے کرنہ گئے تو میں اے پھینک دول گی۔''اس نے خفگی سے اعلان کیا بیہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ''اب'ابیانہیں کرسکتی ایک سال پہلے کرم سے ابتدائی ملاقا توں میں یقیینا کردیتی۔کرم وہ بیگ بھینکے جانے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعدوہ بے حد بے بسی کے عالم میں اس بیگ کو لیے صوفے پر بیٹھ گئی۔اتنے سالوں میں وہ پہلاتھنہ تھا جو''قیت''نہیں تھا۔۔۔۔''غرض'' بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔اورا سے''احسان'' بھی نہیں لگ رہاتھا۔۔۔۔اتنے سالوں میں وہ پہلاتھنہ تھا جے گود میں رکھے اس نے اپنے آنسوؤں سے بھگویا تھا۔

 چند لمحوں کے لیے کرم کواپنی آنکھوں پریقین نہیں آیا۔ بے صدزیادہ میک اپ کے ساتھ منی سکرٹ اور stringy top میں اپنا فربہی مائل نیم عریاں جسم لیے وہ زری ہی تھی۔ جوفٹ پاتھ کے اس حصے پرسگریٹ کے ش لگاتی کسی مردسے باتیں کر رہی تھی کرم کویہ نظر کا دھوکا لگا۔۔۔۔وہ اس جلیے میں رات کے اس وقت وہاں کیا کر دہی تھی۔۔۔۔اوروہاں تھی ہی کیوں؟۔۔۔۔۔

سکنل کھل گیا تھا۔ وہ وہ ہیں کھڑی تھی۔ کرم نے گاڑی آ گے بڑھادی پانچ منٹ کے بعدوہ آ گے سےٹرن کر کے واپس آیا تھا اور واپسی پر
اس نے ایک بار پھرا سے وہیں کھڑاد یکھا۔۔۔۔۔اس باراس کے ساتھ وہ مرذبیں تھا۔۔۔۔ وہ گاڑی آ گے لے گیا۔۔۔۔سڑک کے کنار سے پچھد ورایک جگہ
گاڑی پارک کر کے وہ بہت تیزی سے چلتا ہوا واپس آیا تھا۔ وہ کھڑی ایک دوسراسگریٹ سلگارہی تھی۔۔۔۔سگریٹ سلگاتے سلگاتے اس نے پاس
آ تے کرم کود یکھا اور اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ کرزمین پرگر پڑاوہ جسے سکتے میں آ گئتھی اور ایساہی سکتہ کرم کوبھی ہوا تھا۔۔۔۔اس کا حلیہ،اس کا انداز، وہ علاقہ اور جگہ اس کے ''کام'' کا تھارف کروار ہے تھے۔

بہت دیر تک دہ دونوں اسی طرح کھڑے رہے پھر کرم نے جیسے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے اس سے کہا۔ ''آ ؤمیں تنہیں ڈراپ کر دوں۔''اس کے علاوہ وہ اور کوئی جملہ ذہن میں نہیں لاسکا تھا۔

''میراا پارٹمنٹ پاس ہی ہے۔۔۔۔۔برwalking distance پر۔۔۔۔''اس نے کیکیاتی آ واز میں اپنے ایک کندھے پرلککی جیکٹ کو پہنچ ہوئے اورا پے جسم کو چھیانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔

اس کا اپارٹمنٹ واقعی قریب ہی تھاوہ ایک بےحد خستہ حال اور غلیظ جگہ پر تھا اس کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ کے اندر آنے تک کرم کو انداز ہ ہو گیا تھا کہ وہ نشے میں تھی اور پوری کوشش کر رہی تھی کہ کرم کواس کا حساس نہ ہو۔

ای ممارت کے باہراوراندرجتنی گندگی تھی اس کے اپارٹمنٹ کی حالت بھی اس سے بہترنہیں تھیشاید بہتر ہوجاتی اگراس کا خیال رکھا گیا ہوتاوہ سٹوڈیوا پارٹمنٹ تھااوراس وقت اس کا فرش بیئر کے خالی کینز ،شراب کی خالی بوتکوں اورسگریٹ کی را کھاورککڑوں کے ساتھ تقریباً اٹا ہوا تھا۔

یوں لگتا تھا اسے بہت عرصے سے صاف نہیں کیا گیا تھا....۔کسی نا ئٹ کلب کے علاوہ کرم نے کسی اور جگہ شراب کی اتنی تیز یونہیں پائی تھی...۔۔اوراس بو کے ساتھ ساتھ وہاں کوکین کی بوبھی تھی یا کم از کم کرم کومسوس ہور ہی تھی ...۔۔اسے شدید گھٹن محسوس ہونے لگی تھی وہاں۔

زری اب وہاں پڑے اکلوتے صوفے پر پڑی چیزیں اٹھانے میں مصروف تھی۔ کرم روشنی میں پہلی باراس کا چیرہ پاس سے دیکھ رہاتھا۔ میک اپ کی گہری تہہ بھی زری کے چیرے کی زردی اور ویرانی کو چھپانے میں ناکام ہور بی تھیاس کی آئھوں کے گردسیاہ حلقے تھے یوں جیسے وہ بہت عرصے سے سوئی نہ ہو۔

> ''جمال کہاں ہے؟'' کرم نے بالآ خرا پی خاموثی تو ڑی وہ چیزیں اٹھاتے اٹھاتے رک گئی۔ ''پیز نہیں ۔۔۔۔بھی بھی آتا ہے یہاں ۔۔۔۔آپ بیٹھیں یہاں۔''

" بمهى آتا ہے؟ كيا مطلب؟" كرم نے اسے تو كا۔

''اس نے چھوڑ دیاہے مجھے۔''زری نے کہا۔وہ صوفے پر بیٹھ گئ تھی۔اسے کھڑے ہونے میں دقت ہور ہی تھی.....کرم ابھی بھی کھڑا تھا۔ ''تم نے وہ ایا رٹمنٹ کیوں چھوڑا؟''

" پییختم ہو گئے تھے میرے "اس نے صوفے پر پڑاایک سویٹراپنی عربیاں ٹانگوں پر ڈال لیا تھا۔

"اتى جلدى كيے ختم ہو گئے؟ تمبارے پاس حق مبرى رقم بھى تھى زيور بھى تھا۔ "كرم كواس كى بات پريفين نبيس آيا۔

''وەسب جمال كے گيا۔''

PDF

"تم نے اسے دے دیاسب کچھ؟"

''اس نے چوری کرلیا تھامیرازیور۔''

''تم کو پولیس کے پاس جانا جا ہےتھا<mark>''</mark>

"کیسے جاتی ؟ وہ آخری سہارا تھامیرایہاںاے پولیس پکڑ لیتی تو میں کہاں جاتی ؟"

"تم پاکستان جاسکتی تھی۔"

" د نہیں جاسکتی تھیوہاں کس کے پاس جاتی میں؟"

''کیوں؟.....تمهارے ماں باپ بیں وہاں۔''

''ان کے پاس جاتی تو وہ طعنے دے دے کر مار دیتے مجھے۔''

''طعنے کھا کرمرناایی زندگی ہے بہتر ہے جوتم گزاررہی ہو۔'' کرم اپنے لیجے کی تلخی اورغصہ چھیانہیں سکا۔

'' جمال ہے محبت اوراس کے لیے مجھے دھو کہ دے دینااور ہائے تھی کیکن میں بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہتم بیسب کرسکتی ہو۔'' کرم کوواقعی

شديدد كهمور باتهار

وہ سرجھکائے بیٹھی رہی۔

'' میں نے بھی کبھی بینہیں سوچا تھا کہ میں بیرسب کرول گیلیکن آپ نے کبھی پیٹ کی بھوک نہیں دیکھیکبھی غربت نہیں

دىيىسى ورنە......''

کرم نے اس کی بات کاٹ دی۔'' سب پچھود یکھا ہے میں نے ۔۔۔۔۔سب پچھ۔۔۔۔۔الی ہی سڑکوں پر بارہ بارہ گھنٹے کام کی تلاش میں پھرتا رہا ہوں میں ۔۔۔۔ چودہ چودہ لوگوں کے ساتھ ایک سویٹر اور جینز میں ٹھنڈے basement میں سویا ہوں میں ۔۔۔۔لیکن میں کبھی حرام پیسے کے پیچھے نہیں گیا۔''

'' میں کب حرام بیسے کے پیچھے گئی میں تو صرف ضرورت کے پیچھے گئا۔''زری کی آئکھوں میں اب آنسوآنے لگے تھے۔

''ضرورت عزت سے بڑھ کرنہیں ہونی جا ہے۔'' ''شردن نے میں گئے کے مصر بالدین میں سے سے سے گاہ میں سے سے

''میں نے زندگی کے 20 سال صرف ضرورت کے ساتھ گزارے ہیں کرمدن میں ایک وقت کی روٹی کی ضرورتسال میں دو جوڑے کپڑے کی ضرورتاور پیتنہیں کون کون می ضرور نیں تھیں جو جونکیں بن کر مجھے اور میرے گھر والوں کوچٹی ہوئی تھیں پھر آپ سے میری شادی ہوئیصرف دوسال میں پیسے کے ساتھ رہی اور میں ضرورت کے ساتھ جینا بھول گئیدوبارہ بھوک کی ذکت کے

ا پ سے پیرن مارن اول مست رف روسان میں پیدے ما طارس اور میں گرورف ما مالی اور میں اور میں اور میں اور میں اور م ساتھ جینے کا حوصلہ نہیں تھا مجھ میں ۔'' '' ان میں میں اور انہیں میں اور انہیں میں اور کا ان کے مرکز تکا ان میں آ

''اور بیسب بیذ لت نہیں ہےتمہارے لیے؟'' کرم کو تکلیف ہوئی۔ ''جمال چھوڑ گیا تھاتم میرے پاس آتی میں کچھنہ کچھ کرتا تمہارے لیےرہنے کی جگداور کام تو دے ہی دیتا تمہیں۔''

''جمال چھوڑ گیا تھائم میرے پاس آئی میں پھے نہ پھے کرتا تمہارے لیے ۔۔۔۔۔رہنے کی جکہ اور کام تو دے ہی دیتا مہیں۔' ''میں آئی تھی آپ کے گھر۔۔۔۔۔ دو ہارگئ تھی ۔۔۔۔ آصف نے بہت بے عزتی کی میری۔۔۔۔اس نے آپ کے کینسر کے ہارے میں بھی بتایا

مجھے.....اس نے مجھے الزام دیا کہ بیسب میری وجہ ہے ہوا ہے.... میں کیسے جاتی آپ کے پاس پھر....لیکن میں نے بڑی دعا نمیں کی آپ کی . مرگ س لد ''

ہے۔ کرم نے اس سےنظریں چرا نمیں پیرجاننے کے باوجود کہوہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔

کرم نے اس سے نظریں چرا میں بیہ جاننے کے باوجود کہ وہ جھوٹ ہیں بول رہی تھی۔ ''اوراب پھر ملنے لگی ہوتم جمال کے ساتھ تو اس سے کہتی وہ کوئی کام کرتا تمہاری ذمہ داری اٹھا تا۔''

'' وہ ڈرگز استعال کرتا ہے۔۔۔۔۔شراب پیتا ہے۔۔۔۔۔اگر کوئی کام کرتا بھی ہےتو اسکاا پناخر چہ پورانہیں ہوتا وہ مجھے کیا دے گا۔۔۔۔۔وہ کہتا ہے میں نے اسے یہاں بلاکراس کی زندگی تباہ کردی۔''وہ رور ہی تھی۔

''لیکن میں نے تو اس سے نہیں کہا تھا کہ وہ بیسب کرے۔'' ''اورتمتم بھی لیتی ہوڈرگز۔'' وہ کچھ در چپ بیٹھی روتی رہی پھراس نے کہا۔

''اور کمکم بنی یکی ہوڈر کڑے''وہ چھ دیر چپ بیشی روی رہی چھراس نے لہا۔ '''تو کیا کروں؟سکون ملتا ہے مجھےہوش میں نہیں رہتی تو پچھتاوانہیں ہوتا مجھےمیں نے آپ کے ساتھ بڑی زیادتی کی کرم۔ ۔ اگر تھے۔ یہ

ایک باعزت زندگی ایک باعزت زندگی اس نے کرم کی بات کاٹ دی۔

یہ بھی ختم ہوجائے گا۔'' وہ بےصد حیرت ہے اس کا چیرہ دیکھ رہاتھا۔اس کی تکلیفیں اس کے چیرے پر قم تھیں وہ اپنی عمر سے 20 سال بڑی لگ رہی تھی

''تماشائی'' دونوں کا کردارا دانہیں کرنا چاہتا تھا۔اس کی جیب میں اس وقت چند ڈالرز تھے اور والٹ کو چیک کرنے کے باوجودا سے زیادہ رقم نہیں ملی۔اس نے وہ رقم زری کودینے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ '' میں کل یا پرسوں بھیجوں گاکسی کو یہاں یا پھرخود آؤں گا۔۔۔۔تمہارے لیے کسی بہتر جگہ پرر ہائش اور کام کا نتظام کروں گامیں ۔''اس نے سیل فون میں زری کا نمبراورایڈریس safe کرتے ہوئے کہا۔ زری کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس سے کیا کہے....شکریدادا کرے یا پچھتاوے اور شرمندگی کا اظہار کرے یا صرف خاموش ہو جائے وہ خاموش رہی تھی۔ کرم کولڑ کھڑاتے قدموں سے وہ دروازے تک اس کے روکنے کے با وجود حیصور نے گئی تھی۔ کرم کواس پرترس آنے لگا <mark>تھا۔اس کے رویے سے ممنونیت</mark> کا اظہار ہوتا تھا۔ ''میں تہمیں کچھ عرصہ کے لیے کسی rehabilitation center بھی بھجواؤں گا۔۔۔۔ تمہمیں علاج کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔اور جمال سے طلاق کی بھی۔''اس نے جلے کا آخری حصہ کچھتامل کے بعدادا کیا۔ زری نے اسے دیکھا۔اس کی آئنھیں بالکل خالی تھیں وہ چیک تیزی طرارٌ ی سب غائب تھی جوبھی ان آئکھوں کا حصیقی۔ ''میں اسے نہیں چھوڑ سکتی کرموہ لا کچی ہے کمبینہ ہے گھٹیا ہے کین مجھ سے محبت کرتا ہے۔'' کرم بول نہیں سکا۔ پوری کا نئات جیسے محبت کے نام پر فریب کھانے کو تیارتھی۔جن کی عقلیں ساری دنیا کے سامنے چلتی تھیں محبت کے سامنے آ کر بند ہوجاتی تھیںکیا تھاریانسان؟ کیا تھے بیمر داور عورت؟ کینیڈا کےاس جہنم میں زری اپنے آپ کوزندہ رکھنے کے لیے آئسیجن کی طرح جمال کی محبت کی ڈوز لےرہی تھی یہ مجھے بغیر کہوہ سلو

'کیکن وہ اس تنہائی کو پاکستان میں ماں باپ اورگھر والوں کےساتھ جینے پرتر جیج دےرہی تھی۔۔۔۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے کرم کرر ہاتھا۔۔۔۔۔کہبیں نہ کہیں جا

کروہ اور زری جیسے ایک ہی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ وہاں کھڑے ہوکراس سے مزید سوال جواب نہیں کرنا جا ہتا تھا..... وہ'' قاضی'' اور

سامنے آگر بند ہوجائی طیسکیاتھا ہیا آسان؟ کیا تھے ہیم داور عورت؟ کینیڈ اکے اس جہنم میں زری اپنے آپ کوزندہ رکھنے کے لیے آسیجن کی طرح جمال کی محبت کی ڈوز لے رہی تھیہی بینچر کہ وہ سا پوائزن تھا۔ کرم چپ جاپ کھڑااسے دیکھتار ہا۔ کہنے کے لیے لفظ جیسے دم توڑ گئے تھے اس کے پاسوہ اسے خدا حافظ کہدکر باہر نکل آیا۔

زری اسے جاتا دیکھتی رہی پھر دروازہ بند کر کے اندرآ گئی۔وہ ہمیشہ اس کی زندگی میں فرشتہ بن کرآیا تھا اور ہر باراس نے اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ کرم کا قرض دار پایا تھا۔ جمال کے اس کا زیور چرا کر بھاگ جانے کے بعدوہ کئی ہفتے تک اسے ڈھونڈتی رہی تھی شروع میں بیز یور کا صدمہ اور غصہ تھالیکن آہتہ

آ ہستہ بید دونوں چیزیں غائب ہونے لگی تھیں وہ جا ہے گئی تھی کہ وہ واپس آ جائےوہ فوری طور پر واپس نہیں آیا اوراس کی تلاش کی بھاگ دوڑ کے سلسلے میں ہی زری وہاں بنائے گئے جمال کے کسی پاکستانی دوست سے ملئے گئی پہلے بیہ وقتی شناسائی اور ہمدر دی مدد کے لیے تھی بعد میں اس کا مفہوم بدل گیا۔ زری خوبصورت ضرورت مند تھی جسے نظرانداز کرنامشکل تھا اوراسے مدد کے نام برکسی کے سامنے ہاتھ بھیلانے میں عارمحسوں نہیں

ے مسکوں کوحل کر دیا تھا۔اورای دوران اس کے زیور سے ملنے والی رقم خرچ کر لینے کے بعد جمال ایک بار پھراس کے پاس آ گیا تھا۔ چندشدید لڑائی جھکڑوں کے بعدان کی ایک بار پھرصلح ہوگئی تھی اور تیہیں ہے زری کی زندگی عذاب بنتا شروع ہوئی تھی..... جمال اس کے ہر کام کے بارے میں جانتا تھااوراگر چدا سے اس پراعتراض نہیں تھالیکن وہ اس رویے کواپناحق سمجھتا تھا جووہ اپنے جسم کی فروخت سے لے کر آتی تھیونوں کے درمیان ماریٹائی ہوتی پھر سلح ہوتی پھر وہی سب کچھ ہوتااوراس روٹین کے دوران زری کو بیدیتہ چل گیا تھا کہ وہ اس سے چھین کرلے جانے والی رقم صرف شراب اور ڈرگز پر ہی نہیں کسی دوسری عورت پر بھی خرج کررہا تھا جے اس نے اسی طرح کے کسی ایار ٹمنٹ میں رکھا ہوا تھا.....ان کے جھگڑے اب اور شدید ہونے لگے تھے اور ای فرسٹریشن میں شراب کے ساتھ زری نے پہلی بار ڈرگز کا استعال بھی شروع کر دیا تھا۔ وہ eating disorder کا بھی شکار ہوگئی تھی۔اینے ڈیریشن ہےلڑنے کے لیے وہ بے تحاشا کھاتی اوراس کا جسم یک دم بے حد بے ڈول ہونا شروع ہو گیا تھا.....وہ پہلےایے جسم کی فروخت ہے حاصل ہونے والی رقم اینے او پراورایئے استعال کی چیز وں پرخرچ کرتی اورکسی نہ کسی حد تک اس guiltk کا احساس کم ہوتار ہتالیکن اب اس کی زیادہ تر رقم جمال کے پاس چلی جاتی تھی جورقم وہ بچایاتی وہ اس ہے بمشکل ڈرگز ،شراب اور یؤیلٹی اورگروسری کے اخراجات ادا کریاتی۔وہ اس ایارٹمنٹ کوبھی چھوڑ کراس ہے زیادہ بدتر اورسستی جگہ پرآ گئی تھی لیکن حالات یہاں بھی زیادہ بہترنہیں ہوئے تھے۔ ڈرگز اورشراب نوشی بڑھ جانے کے بعد بہت جلدا ہے اس نائٹ کلب ہے فارغ کردیا گیا تھا۔اسے پہلےا گرگا مک وہاں ہے مل جاتے تھے تواب بیہ کام مڑک پر کھڑے ہوکر کرنا پڑتا تھااوراس جاب سے نکالے گئے آج تیسراہفتہ ہوا تھا جب کرم اے اس سڑک پرمل گیا تھا..... وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھی جب اسے احساس بھی نہیں ہوا کہ جمال کس وقت درواز ہ کھول کراندر آ گیا تھا۔وہ تب چونگی جب وہ فرج کھول کراندر سے پچھکھانے کے لیے نکالنے لگا تھا۔ان دونوں کے درمیان اب ایسا ہی رشتہ تھا..... دونوں کے درمیان بات چیت تب ہوتی جب دونوں کوایک دوسرے سےلڑنا ہوتا یا پھر جمال کواس سے پیپیوں کی ضرورت ہوتیورنہ دونوں ایک گھر میں رہ کرایک دوسرے ہے آ منا سامنا ہونے پر بھی بات نہیں کرتے تھے۔ لىكىن آج زرى اپنى خوشى پر قابونېيى ركھ پائى تقى _ "جمال كرم آياتها آج-" جمال کوکھانا گرم کرتے جیے کرنٹ لگا۔ ''تو کہاں ملی اسے؟''وہ اتنے سال کے بعد بھی اس کے لیے''تو'' ہی تھی۔

''اس نے مجھے سڑک پر دیکھا پھرمیرے یاس چلا آیا۔ تمہارے آنے سے پچھ دیریہلے ہی گیاہے یہاں سےکہ رہاتھا کہ ایک دودن

ہوتی تھینتیجہ وہی ہوا تھا جو ہوسکتا تھا۔ایک کے بعد دوسرا.....اوراس کے پچھ عرصہ کے بعداس نے ایک انڈین عورت کے نائث کلب میں بار

ا ثند نٹ کےطور پر کام شروع کر دیا اور بہت ساری واقفیتیں اس کی یہاں بننی شروع ہوئیں۔اس کے مالی حالات بھی یک دم بہت اچھے ہو گئے

تھے....ہنمیر کے بوجھاورچیمن کے باوجوداسے نہ تو اس زندگی سے گھن آتی تھی نہ ہی نفرت محسوس ہوتی تھی کیونکہ اس لائف سٹائل نے اس کے بہت

میں میرے لیے کسی گھر اور نو کری کا بند وبست کر دے گا۔''

'' تو تو کہہر ہی تھی اسے کینسر ہو گیا تھا۔....مرنے والا تھاوہ۔''

''اس کے بھائی نے کہا تھا مجھ سے مگر وہ تو ٹھیک تھا کہ رہا تھاعلاج ہور ہاہے ۔ مگرابٹھیک ہے۔'' جمال کھانا چھوڑ کراس کے پاس چلا آیا۔

" پیے بھی دے کر گیا ہوگا تھے؟" اس کے لیج میں یک دم نری آ گئی تھی۔ اور زری اس نری سے واقف تھی۔

پیں فردے دیا ہوں جا ہے۔ ''نہیں دیے۔۔۔۔۔اور دیتا بھی تو تجھے کسی صورت نہ دیتی میں۔۔۔۔ پہلے کی طرح اب بے وقو فی نہیں کروں گی میں۔۔۔۔ایک ڈالر تک گھر میں

نہیں رکھنااب میں نے۔''زری نے اپنے عزائم ک<mark>ااظہار کیا۔</mark>

''میں تجھے ساری رقم نہیں ما نگ رہاد و ہزار ڈالردے دے ۔۔۔۔ مجھے بڑی ضرورت ہے ۔۔۔۔'' '' میں تجھے سے ساری رقم نہیں ما نگ رہاد و ہزار ڈالردے دے ۔۔۔۔ مجھے بڑی ضرورت ہے ۔۔۔۔''

'' تختبے بتایا ہے میں نے کہ وہ کچھنیں دے کر گیا مجھے۔۔۔۔۔اورضرورت تختبے کبنہیں ہوتی ۔۔۔۔۔24 گھنٹے بھکاریوں کی طرح مانگنار ہتا ہے

تو۔اب پھراس چڑیل کو بیسہ دینا ہوگا تونے۔کرم ٹھیک کہدرہا ہے مجھےاب طلاق لے لینی چاہیے تجھ سے سساب تجھے سے طلاق لے کرمیں کرم سے دوبارہ شادی کروں گی تو پھرفندر ہوگی تخھے زری کی پھرر ہنااس چڑیل کے ساتھ تو بھوکا مرنا۔''وہ کہتے ہوئے بیڈروم والے جھے میں چلی گئی۔اس

نے اس سے جھوٹ بولا اسے لگ رہاتھا کہ وہ اسے کرم ہے جیلس کر کے اس انڈین عورت سے تعلقات ختم کرنے پر مجبور کرسکتی ہےا ہے انداز ہ بھی نہیں تھااس نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔ جمال اس کی ہات پر یک دم بری طرح مشتعل ہو گیاتھا۔

''میری طرف سے جہنم میں جاتو..... مجھے کیا دلچپی ہے تختے اپنے ساتھ باندھ کرر کھنے میں..... پیسے دے مجھے۔''اس نے گالیاں دیتے سیرنہ میں سے ماتا رجس نے گالی براج میں سے میں گالیہ میں ماتا اور جاتی مصد تما حجوز کراتا ہے المب نیا میں گردہ سے کوا ایتا

ہوئے زری ہےکہاتھا۔جس نے گالیوں کا جواب و لیم ہی گالیوں ہے دیاتھااورجلتی پرجیسے تیل چھڑ کا تھا۔ جمال نے اسے گردن سے پکڑ لیا تھا.....

'' پیسے دے مجھے''

''اس نے کوئی پیپے نہیں دیا مجھے۔''اس نے اس کے ہاتھوں سے اپنی گردن آزاد کرنے کی کوشش کی تھی۔ '' کسیرہ سکتا ہے کہ وہ تھے۔ رہا ہی آپ سے اور تھا ہیں۔ بھی کے لیر بخیراں سومان نور پر ''جال بھین کر زیر تازنہیں

زری نے جواباً سے پچھاورگالیاں دی تھیں وہ اسے گالیوں کے ساتھ پہلے پیسے بھی دیا کرتی تھی اس لیے جمال کوا تنا غصہ نہیں آتا تھا جتنا سے بعد میں میں میں میں کے ساتھ میں میں میں میں میں میں میں اس میں میں میں میں میں میں کے جمال کوا تنا غصہ نہیں

خالی گالیاں کھا کر آ رہا تھا۔اس نے زری کی گردن پوری طاقت سے دبانا شروع کر دی اور زری نے اپنے دفاع میں اس کے چہرے کواپنے لمبے ناخنوں سے زخمی کیا۔وہ جمال سے اپنی گردن چھڑانے میں تو کامیاب ہوگئی تھی لیکن اس کے بعد جمال کے ہاتھ میں جو چیز لگی تھی وہ اس نے زری پر

تھینچ ماری تھی کچھ چیزیں زری کوگلیس کچھ سے اس نے اپنے آپ کو بچالیالیکن وہ شراب کی اس خالی بوتل سے اپنے آپ کونہیں بچا پائی تھی جو جمال نے فرش سے اٹھا کراس کے ماتھے پر ماری تھی ۔خون کا ایک فوارااس کے ماتھے سے لکلا اور وہ تیورا کرفرش پراوندھے منہ گری۔۔۔۔ جمال کا غصہ شنڈ ا نہیں ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کرایک اور بوتل بوری قوت سے اس کے سرکے بچھلے ھے پر ماری تھی۔۔۔۔ بوتل چکنا چور ہوگئ تھی اور زری حلق سے آ واز تک نہیں نکال سکی تھی۔ پہلی ضرب نے اس کے حواس کو ماؤ ف کر دیا تھا..... دوسری ضرب نے اس کے جسم سے اٹھنے اور ملنے کی سکت نکال لی تھی۔وہ اسی طرح فرش پراوند ھے منہ پڑی رہی اس کا پورا وجود اس وقت جیسے مفلوج ہو گیا تھا..... یوں جیسے اس کے پاس جسم تھا ہی نہیںصرف سانس تھا.....آئکھیں تھیں اور در دسے پھٹتا ہوا سر۔

جمال اب اس کے جہم کوشؤل کر اور اس کی مختفر جیکٹ کی جیبوں میں اس بات کی تسلی چاہتا تھا کہ قم اس کے پاس نہیں تھیاس کے سر کے پچھلے جھے اور ماتھے سے بہتے ہوئے خون میں اس و پچپی نہیں تھیاس کے پاس رقم نہ ملنے پر اس نے کھڑے ہو کر گالی دیتے ہوئے ایک بار کی چھلے جھے اور ماتھے سے بہتے ہوئے دون میں اس و پچپی نہیں تھی کر پوری قوت سے اسے اپنے پاؤں کی ٹھوکر ماری تھی اس کے جہم نے اس ٹھوکر کو محسوں نہیں کیا صرف آ تھوں نے دمحسوں '' کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بیزری کی زندگی کا '' حاصل اور وصول'' تھا۔۔۔۔۔ خون اب فرش پر بہتا ہوا دورتک جا رہا تھا۔۔۔۔۔ جمال کو انداز ہ بھی نہیں تھا کہ اسے کتنی شدید چوٹیس آئی تھیں ور نہ ہے پہلی بار نہیں تھا کہ اس نے زری کو اس طرح مار مار کر لہو لہمان کیا تھا۔۔۔۔۔ وہ ہر بارٹھیک ہو جاتی تھی ۔۔۔۔ بھی نہیں مرتی تھی ۔۔۔۔۔ بھراب کیسے مرسمی تھی ۔۔۔۔ وہ ہر بارٹھیک ہو جاتی تھی ۔۔۔۔ بھی نہیں مرتی تھی ۔۔۔۔ بھراب کیسے مرسمی تھی ۔۔۔۔ بھر بیل ہر اس جگہ وہ وہ قرونڈ نے نہیں کرم زری کو دے کر گیا تھا۔۔۔۔۔ پاٹی دس ہراس جگہ وہ وہ قرونڈ نے نہیں ناکام ہونے پرزری کوکوس رہا تھا۔۔۔۔ فرش پرگری زری پرایک نظر بھی ڈ الے بغیر۔۔ انٹا بیبید تو کرم دیتا ہی ۔۔۔۔۔ وہ گالیاں دیتے ہوئے ڈھونڈ نے بیل ناکام ہونے پرزری کوکوس رہا تھا۔۔۔۔ فرش پرگری زری پرایک نظر بھی ڈ الے بغیر۔۔ انٹا بیبید تو کرم دیتا ہی ۔۔۔۔۔ وہ گالیاں دیتے ہوئے ڈھونڈ نے بیں ناکام ہونے پرزری کوکوس رہا تھا۔۔۔۔۔ فرش پرگری زری پرایک نظر بھی ڈ الے بغیر۔۔ ب

''آج بیل کیوں نہیں بجائی؟'' زینی نے قدرے حیرانی ہے کچن میں کام کرتے ہوئے کرم کودیکھا جواپی حیابی ہے دروازہ کھول کراندر

آ يا تھا۔

'' پیتنہیں ……خیال نہیں آیا۔'' وہ الجھا ہواصوفے پر جا کر بیٹھ گیا آج اس نے اپنا کوٹ بھی نہیں اتارا تھا۔زینی نے قدرے جیرانی سے کچن میں کھانا یکاتے ہوئے اسے دیکھا……وہ بہت کم اتنااپ سیٹ ہوتا تھا……آج کیابات ہوگئ تھی۔

"كيابات بكرم؟"اس في دور ي كرم سكها

وه صوفے پر بنیٹھا کھڑ کی سے نظر آتی اس مختصری بیل کو گھورر ہاتھا۔

'' کیجنیں۔''اس نے زینی کی طرف متوجہ ہوئے بغیر کہا۔

وہ کچھ دیر کھڑی اے دیکھتی رہی تھی پھر ہاتھ صاف کرتے ہوئے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔اس نے اس باراس سے پچھنہیں کہا تھا

''میں کل رات زری سے ملا۔''زین چونگ ۔

"کہاں؟"

'' یہاں سے واپسی پرایک علاقے کے فٹ پاتھ پر کھڑی تھی وہ ۔۔۔۔۔ hooker کے طور پر۔'' زینی بول نہیں سکی۔ ''اس کوطلاق لینی جاہے جمال ہے۔'' کرم نے جیسے اپنی بات کے اختیام پر اپنا فیصلہ دیا۔

وہ خاموش بیٹھی اسے دیکھتی رہی پی نہیں کیوں آج پہلی باراس کے منہ سے زری کا نام س کراسے اچھانہیں لگا تھا.....زری سے

ہمدردی محسوس کرنے کے باوجود۔

" بیسب میراقصور ہےندمیں جمال کو یہاں بلا کراس کے ساتھ اس کی شادی کرتا نہ بیسب ہوتا۔ " کرم پچھتار ہاتھا۔

'' مجھےاسے یا کستان بھیج دینا جا ہے تھ<mark>ا۔''</mark>

''تم وہاںا سے بھیجتے وہ وہاں جا کربھی <mark>یہی کرتی۔''</mark>

'' ہاں کین تب کم از کم وہ بیسب کچھ نہ کر رہی ہوتی میں نے اسے طلاق دے کر بہت جلد بازی کی۔'' کرم کو کہتے ہوئے احساس بھی نہیں ہوا کہ دہ اس کے چبرے پر کچھ کھو جنے لگی تھی ۔۔۔۔۔زری کے لیے کوئی خاص جذبہ۔

''اہے جمال سے طلاق دلوائے بغیراس کا مسئلہ طنہیں ہوسکتا۔''وہ بڑبڑار ہاتھا۔

اوروہ صرف من ربی تھیوہ زری ہے ہمدری کا اظہار کرنا چاہتی تھی کرم ہے....کین اس کولفظ ڈھونڈنے میں عجیب دفت ہور ہی تھی۔ ''مجھے اس کی مدد کرنی ہے۔'' کرم نے کہا۔

''ہاں تمہیں اس کی مدوکرنی چاہیے۔''زینی نے بے حدبے ربطگی سے کہا۔

" مجھے جانا ہے اب۔ " کرم نے یک دم گھڑی دیکھی۔

'' کہاں؟'' وہ چونگی وہ اتنی جلدی نہیں جاتا تھا۔

'' مجھے زری کے پاس جانا ہے ۔۔۔۔اس کے لیے ایک ایار ٹمنٹ کا بندوبست کیا ہے میں نے۔''

''اورکھانا؟''

' دنہیں وہ میں نہیں کھاؤں گا۔'' وہ کہتے ہوئے چلا گیا۔

ا تنے عرصے میں پہلی بار ہواتھا کہ وہ اس طرح اس کے پاس آ کر پچھ کھائے پیئے بغیر گیاتھااوراس کے جانے کے بعد ذین کی بھوک بھی مرگئ تھی وہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اس کوشادی کا مشورہ دیتی رہتی تھی اس کے باوجودا یک دوسری عورت جواس کی سابقہ بیوی تھی کے لیے اس کی بے قراری دیکھے کروہ پر داشت نہیں کریا رہی تھی۔ کہیں نہ کہیں کوئی جذبہ تو ہوگا کرم کے دل میں زری کے لیے کہ وہ استے عرصہ بعد زری سے اتنا

بڑا دھو کہ کھانے کے باوجوداس کی مدد کے لیے یوں بھا گ رہاتھااور جمال سے طلاق کیاوہ اس لیے دلوار ہاتھا کہ دوبارہ اس کے ساتھ شادی زینی اس سے بری طرح بدگمان ہونے لگئ تھیوہ اس وقت کرم کو''اچھی فطرت'' رکھنے والا انسان نہیں صرف وہ مرد سمجھ کر دیکھر ہی تھی۔ جواسے

سیون کا ساب و بری بعنی سے اپنے ایار ٹمنٹ میں پھرتی رہی بیٹھے بٹھائے کرم کی زندگی میں بالآ خرایک دوسری عورت آ گئی تھی اورزینی کی ''اچھا'' لگتا تھاوہ بے چینی سے اپنے ایار ٹمنٹ میں پھرتی رہی بیٹھے بٹھائے کرم کی زندگی میں بالآ خرایک دوسری عورت آ گئی تھی اورزینی کی کرم کے وہاں سے جانے کے گئی گھنٹے بعد تک وہ کرم کی کسی کال message کا انتظار کرتی رہی جووہ ہمیشہ گھر چہنچنے کے بعدا سے کرتا تھا
کو کی message کوئی کا لنہیں آئی۔ زینی پوری رات بری طرح روتی رہی ۔۔۔۔۔کرم نے ایک بار پھر جیسے اسے اپنی زندگی سے نکال دیا تھاوہ اگلے
دن کا م پرنہیں گئی ۔۔۔۔۔وہ تقریباً سارا دن کھائے پیئے بغیر کھڑکی کی بیل کے پاس کھڑی اس کے گرتے ہوئے بیتے دیکھتی رہی ۔۔۔۔جن گرتے ہوئے
چوں کو پچھدن پہلے وہ آئندہ ایک آ دھ بہنے میں شروع ہونے والی برفباری کا اثر سمجھد ہی تھی آئے وہ ان گرتے چوں کو پچھاور مفہوم پہنا کررور ہی تھی۔

I am very آیا صحیح محمل کے گئی کال کوئی کال کوئی کال کوئی کال کوئی کال کوئی کال کوئی کا اور چار بجے بالآخراسے کرم کا message آیا تھا۔"

"upset. Someone murdered Zari last nite.

زین کے ہاتھ یک دم کیکیانے گئے تھے۔اس نے سیمھی نہیں چاہا تھا۔۔۔۔ پوری رات ایک ہاربھی الیی کوئی خواہش اس نے نہیں کی تھی پھر۔۔۔۔۔اس نے کیکیاتے ہاتھوں کے ساتھ کرم کوفون کیا۔ ہیلو کہنے کے بعد دونوں چپ ہو گئے تھے۔

> ''تم کبال ہواس دفت؟''زینی نے اس سے کہا۔ ''میں گھریر ہوں۔''

> > "مين آجاؤن؟"

' ، خمہیں پوچھنے کی ضرورت ہے؟'' زینی نے فون بند کر دیا۔

\$2 \$2 \$2

اس نے اسے گھر کے دروازے پر ریسیو کیا تھا۔۔۔۔۔وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھااوراس کی آئٹھیں بتار ہی تھیں کہ وہ ساری رات نہیں سویا تھا۔ ''کل صبح کے وقت اس کی کسی فرینڈنے لاش دیکھی ۔۔۔۔۔زری نے اس کے ساتھ کل کہیں جانا تھا۔۔۔۔۔بار بار بیل بجانے پر جب وہ باہز ہیں آئی تو اس کی دوست نے اپنی چانی سے درواز ہ کھولا۔''

وہ خالی آئکھوں اور بے تاثر چہرے کے ساتھ تھہر کھبر کر بول رہا تھا۔اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ بہت دیر تک دونوں لا وُنج میں ای خاموثی سے بیٹھے رہے۔وہ ننتظر تھی وہ بات شروع کرے گا سے زری کے مرڈ رکے بارے میں بتائے گا۔۔۔۔لیکن وہ خاموش تھا۔

" I am sorry "بالآخرزين نے بات شروع کی۔

'' میں جانتی ہوں تم بہت اپسیٹ ہو۔۔۔۔۔ وہ تمہاری بیوی رہی ہے اور تم یقیناً اس کے لیے بہت خاص feelings رکھتے ہو۔۔۔۔ میں سمجھ سکتی ہوں کہ۔۔۔۔۔''اس نے سنجل کرکہنا شروع کیا۔

کرم نے اس کی بات کاٹ دی۔

''میں تمہارے ہارے میں اپ سیٹ ہوں۔'' وہ جیرانی سے اس کا منہ دیکھنے گئی۔

'' پرسوں رات تمہارے بارے میں سوچتا رہا ہوں ۔۔۔۔ تم بھی ایک بُرے علاقے میں رہتی ہو۔۔۔۔۔اور وہ بھی ۔۔۔۔۔ا کیلے اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو۔'' کرم نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''میں جلد ہی جگہ بدل لوں گی۔''اس نے کرم کوسلی دی۔

"جلد ہی کیوں؟ کل کیوں نہیں؟"

'' کرم میرالائف اسٹائل زری جیسانہیں ہے مجھے زری جیسے خطرات نہیں ہیں پچھنیں ہوتا۔''

"زينب ضياتم بحد صدى مو-"

زین کواس کا جملهاس وقت بے حد برا<mark>نگا۔</mark>

'' ہاں ہوںاور مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے میں اتنے عرصہ سے اس علاقے میں رہ رہی ہوں پچھٹییں ہوا مجھے۔'' وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔اس کی آئکھیں ڈبڈ ہار ہی تھیں۔

''اورمجھ سے بالکل بیمت کہوکہتم میرے لیے پرسوں رات سے اپ سیٹ ہوتم صرف ذری کے بارے میں پریشان ہوا تناتو میں بھی و کھے سکتی ہوںوہ آج زندہ ہوتی تو اس وقت بھی تم اس کے پاس بیٹھے ہوتے میرے پاس نہیںتم جمال سے بھی اس لیے طلاق دلوا نا چاہتے تھے اسے تا کہ اس سے دوبارہ شادی کرسکو۔''

کرم اس کے الزام پر ہما بکارہ گیا تھا۔زین خفگی میں بیجھی بھول گئ تھی کہوہ اس وقت کرم کوتسلی دینے وہاں آ فی تھی....کل رات سے جو پچھاس کے اندریک رہاتھا اب اس کی زبان سے لاشعوری طور پرنکل رہاتھا۔

''اور مجھے بہت دکھ ہے کہتمہاری پیخواہش پوری نہیں ہو سکی ۔۔۔۔لیکن کوئی بات نہیں ابھی عارفہ تو ہے نا۔۔۔۔ہوسکتا ہے وہ بھی کہیں مل جائے تہہیں اوراس کو بھی تمہاری مدد کی ضرورت پڑے۔''

کرم بھونچکااسے دیکھے رہاتھاوہ اس کی زبان سے پہلی بارعارفہ اورزری کا ذکراس طرح سن رہاتھااوراسے زینی کی باتوں پرغصہ آرہاتھا۔ ''تو تمہیں کیا مسکدہے؟ ……تمہیں خوش ہونا چاہیے ……تمہی تو کہتی ہوشادی کروں میں سے ……پھرمیں جس سے مرضی کروں۔''وہ

بھی خفگی کے عالم میں کھڑا ہوگیا۔

زین کچھ بول نہیں سکی اس کے بہتے آنسوؤں میں یک دم اضافہ ہوگیا۔

ا یک بھی لفظ کہے بغیروہ درواز ہے کی طرف چلی گئی۔کرم بےاختیاراس کے پیھیے گیا۔

"میں شہیں ڈراپ کردیتا ہوں۔"

'' نہیں اس کی ضرورت نہیں۔''اس نے اپنی آئکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔ ''

"I am sorry" كرم في ال كاماته بكراليا ـ

''میں نےتم سے کیا کہا مجھے کچھ بچھ نہیں آئی sorry''اس کے انداز میں اتن لجاجت تھی کے زینی رک گئی۔اس وقت اسے بھی احساس ہوا تھا کہاس نے کرم کو بہت نامناسب با تیں کہد دی تھیں جبکہ وہ یہاں پراس سے تعزیت کے لیے آئی تھی۔

" مجھے بیسب کچھنیں کہنا جا ہےتھا۔"اس نے بھی بےساختہ کہا۔

"آ وَ مِينَ تَهِينَ كِي هَدِهُ عَا مَا هِول ـ " كرم نے موضوع بدل دیا تھا۔ وہ اس كا ہاتھ پكڑ كراسے واپس اندر لے گيا۔

w.facebook.com/urdunovelspdf

كرم نے آ كے بڑھكراس كے تھيلے ہوئے ہاتھ ميں پہنى انگوشى كود يكھا پھر بڑے اطمينان سے كہا۔

'' بیا ایک رنگ ہے۔۔۔۔engagement ring'' وہ ابھی کچھ در پہلے ہی اس کے گھر بغیر اطلاع دیے آئی تھی کرم اس وقت ناشتہ کی

نيبل پر تھااورزيني نے اندرآتے ہی اپناہاتھاس كے سامنے پھيلاتے ہوئے كہا۔

"نيوكياہے؟"

''اس پر لکھے ہوئے لفظوں کا؟''

وه انجان بنا۔

" كرم ميس سيريس مول ـ "زين نے اس كى بات كافى ـ

'' بیٹھ جاؤ۔'' کرم نے ایک کری نکالتے ہوئے اس سے کہا۔وہ بیٹھ گئی۔

''حائے پوگی؟'' کرم نے کہا۔

'' چارمیل سے چائے پینے آئی ہوں۔'' ''نہیں ناشتہ بھی کرنا چاہتی ہو؟'' وہ کرم کی بات پرمسکرائی تک نہیں صرف اسے دیکھتی رہی۔ کرم سجیدہ ہوگیا۔

''تم جانتی ہو بیہ ring میں نے کب لی تھی؟'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتی رہی ۔

زینی نے نظریں جھکالیں وہ نہیں جا ہتی تھی وہ دل کے بعداب اس کی آئٹھیں بھی پڑھنے لگے۔

كرم نے ہاتھ بڑھاكراس كے انگوشى والے ہاتھ كواپنے ہاتھ ميں لے ليا۔

''تم یہی جاہتی تھی نا کہ میں کسی اچھی سی لڑکی ہے شادی کرلوں جو مجھے بہت محبت دے میرے گھر کو گھر بنائے تا کہ میں خوار نہ ہوتا پھروں..... بیسارے کا متم ہےا چھےتو کوئی نہیں کرسکتا..... 'اس نے مدھم آ واز میں کہا۔

زیٰ نے سر جھکائے اپنی آئکھوں اور گالوں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑا۔

'' بیل کو یانی میں نے بودا سمجھ کرد یا تھا۔۔۔۔اوراس طرح بغیر بتائے رابط ختم کرنا بدتمیزی تھی اس لیے غصر آیا مجھے۔۔۔۔۔اور کھانے کے برتن میں اس لیے ٹیبل پر رکھتی ہوں کیونکہ بھی کوئی مہمان آسکتا ہےاور کل میں تعزیت کے لیے آئی تھی یہاں جو ہرمسلمان پر فرض ہےاور میں عارفدا ورزری ہے حسد کیوں کروں گی میں نے تو تمجھی ان کے بارے میں سوچا تک نہیں۔''اس نے کرم کے ہاتھوں سے ہاتھ چھڑائے بغیر بھرم رکھے ر کھنے کی آخری کوشش کی۔

وہ بےاختیار مسکرایا پھر بےاختیار سجیدہ ہو گیا۔

'' I trust you… یقیناً بیسب ایسے ہی ہوگا جیساتم کہدرہی ہو.....لیکن بیسبتم میری آئکھوں میں آئکھیں ڈال کر کہدیکتی ہو؟'' ''میں اے ضروری نہیں مجھتی۔''اس نے ہلکی ہی خفگی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہاتھ چھٹرانا حیا ہامیں بیجے بول رہی ہوں اور مجھے ثبوت وینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''اس نے بالآ خر ہاتھ چھٹر الیا تھا۔وہ کری سے اٹھ گئی۔

'' جانے سے پہلے جائے تو بنا کردے سکتی ہو مجھے۔'' کرم نے کہا۔

وہ چند کمھے کھڑی شش و پنج میں رہی۔ پھراس نے بالآ خرجائے بنانا شروع کردی۔

''میں تمہاری ملازمہنیں ہوں۔'' جائے کا کپ کرم کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے خفگی ہے کہا۔

''سلائس پر کھھن لگا دو۔'' کرم نے جائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''میں اس کام کے لیے بیبان نہیں آئی۔'' زینی نے سلائس اور knife اٹھاتے ہوئے کہا۔اس کی خفگی میں اضافہ ہور ہاتھا۔اس نے سلائس اس كے سامنے پليٹ ميں ركھ ديا۔

''اورانڈ ہجمی چھیل دو۔''اس نے بے حداظمینان سے اگلاتھم دیا تھا۔زندگی میں پہلی باراسے کوئی ناشتہ کروار ہاتھا۔زین نے اس بار پچھ نہیں کہااس نے خاموثی سے انڈاہ اٹھا کرا سے چھیلنا شروع کر دیا۔

کرم نے knife کے ساتھ سلائس کے دوکلڑے کر دیے۔ایک کلڑااٹھا کراس نے اس پلیٹ میں رکھ دیا جوزینی کی کری کے سامنے پڑی

'' يةتمهارے ليے تمهارا حصد'' وہ اپنا حصہ کھانے لگا تھا۔

سمجھی اپنے ہاتھ کی چیزیں بھی اس کی لائی ہوئی چیزیںکین اسے یادنہیں تھا کہ شیراز نے بھی اپنے جھے میں سے بھی اس کے لیے کوئی حصہ نکالاتھا۔وہ اس کے پاس بیٹھی صرف اسے کھا تا دیکھتی تھی اور صرف اس بات پر سسرور ہوتی رہتی تھی کہوہ پیپ بھر کر کھار ہاتھا.....زندگی میں آج تک صرف اس کا باپ تھا جس نے اپنے حصے کا نوالہ اسے دیا تھا۔۔۔۔۔اور آج اس مخض نے دیا تھا جوکری پر بیٹھا اب اپنے حصے کا سلائس کھا رہا تھا۔۔۔۔۔ آ نسوؤں نے پھرکسی بندکوتو ڑا تھا۔ وہ آ ہشکی ہے کری پر بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں پکڑا چھلا ہواانڈ ہاس نے اپنی پلیٹ میں رکھا پھرا پنے knife کے ساتھ اس کے دوٹکڑے کردیے۔۔۔۔ یانی ہرمنظر کو دھندلا کررہاتھا۔اس نے ایک ٹکڑا بڑی سہولت کے ساتھ کرم کی پلیٹ میں رکھااوراس پرنمک اور کالی مرج چپڑ کنے لگی یوں جیسے وہ ہرروز روٹین میں یہی سب کرتی ہو۔ کرم ہاتھ بڑھا کراس کے گالوں پر بہتے ہوئے آنسوؤں کوصاف کرنے لگایوں جیسے وہ ہر روز روٹین میں یہی سب کرتا ہو۔زینی نے اس باراس کونہیں روکا تھااس کی شرے کی آسٹین کہنیوں تک مڑی ہوئی تھیںاس کے گلے کے اوپر والے دونوں بٹن کھلے ہوئے تھے وہ بدنما داغ جووہ پوری دنیاہے چھیا تا پھرتا تھا بہت عرصے سے اس کے دائیں ہاتھ کری پربلیٹھی لڑکی دیکھے رہی تھی۔

زین انڈہ حصیلتے حصیلتے رک گئی۔سلائس کےاس آ دھے جھے کود کیھتے ہوئے اسے شیراز یاد آ یا تھا۔وہ ہمیشہ ای طرح اسے کھلایا کرتی تھی

وه اپنے برص کواس ہے نہیں چھیا تا تھا کیونکہ اس نے اس کی آئکھوں میں اپنے لیے بھی تحقیر یا گھن نہیں دیکھی تھی۔ conservatory میں بیٹھےوہ دونوں ایک عجیب''بولتی خاموثی'' کے سحر میں تھے۔وہ'' کہۂ' رہے تھے جونہیں کہہ یارہے تھےوہ'' س'' رے تھے جوسننا چاہتے تھے۔وہ''بوجھ''رہے تھے جو ہمیشہ سے جانتے تھے۔وہ'' کھوج''رہے تھے جو ہمیشہ سےاوجھل تھا۔محبت'' کمال'' کرتی ہے محبت'' کمال'' کررہی تھی۔

نفیسہ کواپنے کا نوں پریفین نہیں آیا۔فون کان سے لگائے لگائے انہوں نے دوبارہ جیسے تصدیق کرنے والےانداز میں یو چھا۔ ''تم شادی کررہی ہو؟'' وہ ایک بار پھرکھلکصلا کرہنسی تھی۔۔۔۔نفیسہ کا دل بےاختیار خوش ہواانہوں نے اس کی بلائیں لی تھیں۔۔۔۔الیی ہنسی انہوں نے زینی کے منہ سے کب بی انہیں فورا یا زنہیں آیا...... مگروہ بہت پہلے کی بات تھی۔

''جی امی شادی کررہی ہوں۔''نفیسہ کا ول سومیل فی گھنٹہ کی رفتار ہے دھڑ کنے لگا تھا۔زینی انہیں کرم کے بارے میں بتارہی تھی۔نفیسہ

اس کی آ واز سنتے ہوئے جیسے خوشی سے بے قابو ہور ہی تھیںکیسی زندگی تھی جواس کی آ واز سے جھلکنے لگی تھیکیسی کھنکتھی جواس کے لیجے میں آ گئی تھیکیا سرشاری تھی جواس کی باتوں ہے محسوس ہور ہی تھینفیسہ آ تکھوں میں آ نسو لیے بچوں کی طرح اس کے ساتھ کئی باراسی کی طرح

کھلکھلا کرہنی تھیںخوشی سے بے بیٹینی سےتشکر سےوہ آ خری آ زمائش ختم ہونے والی تھی جس نے ان کوا تنے عرصے سے جیسے کا نٹوں پر

''آپ کرم سے بات کریں۔' وہ اب ان کی بات کرم ہے کروار ہی تھی ۔۔۔۔۔اور نفیسہ کی باتیں خوشی سے بے ربط ہونے لگی تھیں ۔۔۔۔۔انہیں سمجھ بی نہیں آ رہاتھا کہوہ اس ہے کیا کہیں ۔۔۔۔۔کرم خود ہی انہیں اپنے بارے میں بتا تار ہا۔۔۔۔۔شادی کی تاریخ اورشادی کے پروگرام کی تفصیل ۔۔۔۔وہ تقریباً دو گھنٹے زینی اور کرم کے ساتھ باتیں کرتے رہنے کے بعد فون بند ہوا تھاا ورفون بند کرتے ہی نفیسہ نے سلمان کواس کے آفس فون کیا۔۔۔۔۔وہ اس وقت خوشی سے پچھالیں ہی بے حال ہورہی تھیں۔۔۔۔سلمان زینی کی شادی کی خبرین کران کی طرح بےاختیار نہیں ہوا تھالیکن وہ خوش تھا پہ نفیسہ فون پر بھی محسوس کر سکتی تھیں۔

\$\$\$

'' سلطان میں زین ہوں۔'' سلطان ک<mark>ادل جیسے خوشی سے اچھلاتھا۔</mark>

" پری جی آپ آپ کہاں ہیں؟"اے لگاجیے وہ یا کستان واپس آگئی ہے۔

'' پری جی نہیں ہوں میں زینب ضیاء ہوں' زینی نے اسے ٹو کااور'' یا کتان میں نہیں بہیں ہوں۔''

"اتے عرصہ کے بعد آپ کوسلطان کی باد آئی۔" سلطان نے گلہ کیا۔

وہ جواباً ہنسی سلطان کو عجیب سااحساس ہوا۔

کھے بیہ بدلا ہواہے بری جی میں اس نے سوجا۔

" إن دريس يادآ كى يرد كيهوآ تو كى " و و بنس رى تقى _

'' سناہے سونیا کوسٹار بنادیا ہے تم نے '' وہ اسے چھیٹرر ہی تھی۔

'' جب آب چلی گئیں تو شو ہز کے آسان کوروشن رکھنے کے لیے پچھاتو کرنا تھا....'' سلطان نے پھر شکوہ کیا۔

''میں ہرروز یادکرتا ہوں آ پ کو ہرروز '' سلطان کی آ واز بھراگٹی وہ جھوٹ نہیں بول رہاتھا۔زینی کواس پرپیارآ یا۔

''اب رونامت شروع کردینا۔''اس نے اسے ڈانٹا۔

''احیماسنوکینیڈا آؤگے؟''زینی نےا گلے ہی جملے میں کہا۔

" کیوں؟"وہ چونکا۔

''کسی کی شادی ہور ہی ہے۔''

www.facebook.com/urdunoiوlsodt سلطان نے بےاختیار بیخ ماری۔

"آڀکي؟"

زینی بےاختیارہنی ۔وہ اب تقریباً چلاتے ہوئے سوال پرسوال کررہاتھا۔

'' کون ہے؟ کیماہے؟ کیا کرتاہے؟.....''

"تم جانتے ہواہے۔"

سلطان نے ایک اور چیخ ماری۔

'' كرم على؟''زينى ہنستى گئى۔سلطان واقعى آفت تھا ايك سيئندُ بھى نہيں لگايا تھااس نے كرم كا نام بوجھنے ميں۔

''میں نہیں آؤں گا تو اور کون آئے گا آپ کی شادی میں ، میں نے ہی تو کہا تھا کرم علی سے شادی کرنے کواللہ میراول چاہ رہا ہے اڑ کر پہنچ جاؤں میں آپ کے پاس۔''

'' ہاں تو آ جا وَ کرم سے کہا ہے میں نے تمہارے ویزے اور نکٹ کے لیے ۔۔۔۔۔اس لیے فون کررہی ہوں تنہیں۔'' زینی نے اس سے کہا۔ وہ اپنی فیملی کے علاوہ وہ واحد مخض تھا جسے وہ اپنی شادی میں بلارہی تھی۔

شادی کے لیے ایک ماہ بعد کی ڈیٹ طے کتھی دونوں نے اور آئ کل دونوں اس کے انتظامات میں گے ہوئے تھے۔ کی سالوں کے بعد
سلمان نے اور رہید نے اسے فون کیا تھا۔۔۔۔۔ساری ہاتیں آ نسوؤں میں ہوئی تھیں۔۔۔۔کس نے کس سے کوئی گارنہیں کیا تھا۔۔۔۔۔۔ بلوں کے پنچ
سلمان نے اور رہید نے اسے فون کیا تھا۔۔۔۔۔ساری ہاتیں آ نسوؤں میں ہم کی بارسلمان نے اپنی بیوی اور بیٹے ہے بھی اس کی بات
کروائی تھی۔۔۔۔ اسے سالوں بعدوہ ہالا خرفیلی کے ممبر کے طور پرتسلیم کرلی گئی تھی۔سلمان نے شادی کے لباس اور زیورات کے لیے اس کے اکاؤنٹ
میں ایک بڑی رقم ٹرانسفر کروائی تھی۔ نفیسہ دو ہفتے تک اس کے پاس کینیڈا آنے والی تھیں تاکہ شادی کے انتظامات و کھے تیں اور اس کے ہاتی بہن
بھی اپنا اپنا پروگرام سیٹ کرنے میں مصروف تھے۔نفیسہ کے آنے سے پہلے وہ وقتی طور پر کرم کے ملکیتی ایک دوسرے گھر میں شفٹ ہونے کا
پروگرام بنار ہی تھی۔تاکہ اس کی فیملی بھی کینیڈا آنے پراسم ہے ساتھ رہ سکیں۔

وہ حسین تھی کین جیسی چک کرم نے ان چند دنوں میں اس کی آنکھوں اور چہرے پر دیکھی تھی و لیے پہلے بھی نہیں دیکھی تھی ہر گزرتے دن کے ساتھ زینی پرنظر تھہرانا مشکل ہوتا جارہا تھا اس کے لیے وہ اور کرم سارا سارا دن شاپنگ مالز میں پھرتے رہتے تھے وہ شادی سے پہلے گھر کو نئے سرے سے renovate کررہے تھے اور وہ سارا دن پارے کی طرح گردش میں رہتی تھی نان شاپ بولتی بچوں کی طرح کھلکھلاتی ہر دوسرے منٹ اسے کرم کوایک نئی چیز کے بارے میں بتانا یاد آ جاتا تھا اس نے زینی کے ٹئی روپ دیکھے مگریدروپ اس نے نہیں دیکھا تھا اور آگر باقی روپ بھلانا مشکل تھے تو بیروپ نظر انداز کرنا بھی ناممکن تھا وہ تقریباً ہرروز ہی اس کی فیملی کے کسی نہ کسی فرد سے بات کررہا تھا۔ اور وہ اندازہ کرسکتا تھا کہ ذی ہی خوثی کا تعلق صرف اس کے ساتھ شادی سے نہیں اس کا تعلق ان ٹوٹے ہوئے رشتوں کے دوبارہ جڑنے سے بھی تھا۔

کے سالوں بعدوہ دونوں بالآخر''ایک گھر'' بنارہے تھے۔۔۔۔۔اس شخص کے ساتھ جن سے انہیں محبت تھی۔۔۔۔کی سالوں کے بعدوہ تنہا کی ختم ہور بی تھی جواتنے سالوں سے ان دونوں کو بھنور کی طرح اپنی لیسٹ میں لیے ہوئے تھی۔ وہ ٹین ایجرز کی طرح آنے والی زندگی کی ایک ایک چیز کو پلان کررہے تھے بیرجانے بغیر کہ زندگی ان کے لیے کچھاور پلان کررہی تھی۔ کرم اسے دیکھے کر بل نہیں سکا وہ بلڈریڈ کلر کے سلک کےشلوا قمیض میں ملبوس تھی اور کمر سے پچھاو پراس کے سیاہ سیدھے بال اس وقت لٹوں کی صورت میں جھول رہے تتھ شیفون کا سرخ دو پٹہ سینے پر پھیلائے اس نے تقریباً بھا گتے ہوئے درواز ہ کھولا کرم کود کیھتے ہوئے مسکرائی اور پھرای طرح بھاگتے ہوئے واپس چلی گئی کرم نے اسے پہلی بارحقیقی زندگی میں سرخ لباس میں دیکھا تھااوروہ اس سےنظریں نہیں ہٹا پار ہاتھا۔کسی سنگارکسی جیولری کے بغیر بھی اس کی سفیدرنگت اس سرخ لباس میں دمک رہی تھی۔

''میں نےتم سے کہا بھی تھا کچھ دریہے آنالیکن تم اتنی جلدی آ گئےابھی میں تیار بھی نہیں ہوئی۔'' دروازہ بند کر کےاندر جاتے ہوئے اس نے زین کو کہتے سنااور چندقدم آ گے جا کراس نے لا وُنج میں بگھرے سامان کودیکھا تھاوہ سارے اس کے دیے گئے تھا نف اوران کی پیکنگ تھی وہ پہلی بارزین کے ایار ثمنٹ میں اتن بے ترتیبی دیکھ رہاتھازین دوبارہ واش روم کے مرر کے سامنے کھڑی ہوکرا ہے بال dryer سے خشک کرنے لگی تھی۔ "بیسب کھیمٹنے کے لیے میری مدد کی ضرورت ہے؟"" کرم نے لاؤنج کی بھری ہوئی چیزوں کودیکھتے ہوئے کہا۔ ' دنہیںنہیں بیس آ کرسمیٹوں گی۔''اسی نے وہیں ہے کرم کونع کیا۔وہ لا وُنج میں بگھری چیز وں اوران کی پیکنگ پرنظرڈ النے لگا۔ ''تم نے میرے دیئے ہوئے ان گفٹس کو پہلے استعمال کیوں نہیں کیا؟''اسے انداز ہ ہو گیا تھاوہ Untouched تھیں۔

''نہیں ایسے بی''زینی نے بات گول مول کی تھی۔

کرم نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تصویروں کالفافہ کچن کا وُنٹر پرر کھتے ہوئے اس میں سے زینی کی تصویریں نکال کر کچن کا وُنٹر پر پھیلا دیں۔ اس نے اپنے گھر کی ایک دیوار پرلگانے کے لیے زینی کےالبم ہے اس کی بچپن اور نوعمری کی بچھ تصویریں نکال کرا تلارج کروائی تھیں اورسٹوڈیو جاتے ہوئے اچا نک دونوں کاارادہ اکتھےاہیے پہلے فو ٹوشوٹ کا بن گیا تھا۔ وہ نصوبریں اب کچن کا ؤنٹر پر بکھری ہوئی تھیں کرم سکراتے ہوئے انہیں

و مکھ رہاتھا۔اس کی ہرتصور پہلے سے زیادہ اچھی تھی۔

''نصورین مل گئیں؟'' وہ واش روم ہے بال خشک کر کے نکلی تھی اور سیدھا بڑی ایکسا پیٹٹہ ہو کرتصوریوں کی طرف آئی کرم نے فورأ

تصورین سمیٹ دیں۔

''زینیتم پہلے تیار ہوجاؤ بیتصوریں واپس آ کربھی دیکھے ہیں۔''

''ہاں کیکن میں....''اس نے احتجاج کرنا حیا ہا پھر یک دم ارا دہ ترک کرتے ہوئے سینٹرٹیبل کی طرف چلی گئی۔اورسینٹرٹیبل پر پڑی سرخ کیونکس کی ایک شیشی اٹھا کراینے یاوُں کے ناخنوں پر بڑی احتیاط ہے کیونکس لگانے لگی ۔سرخ نیل پالش اس کے بے حد دو دھیا نازک پیروں پر بہت نچ رہی تھی۔ کرم صوفہ پر بیٹھا بڑی محویت ہے اس کے پیروں کودیکھتا رہا۔ وہ نیل پالش لگاتے ہوئے اس سے باتیں کررہی تھی۔اور کرم کی نظروں سے بے خبر تھی۔

''تمہارے پاؤں بہت خوبصورت ہیں۔'' کرم نے پچھ دیر کے بعد بےاختیار کہا۔وہ ای طرح نیل پاکش لگاتے لگاتے ہنسی۔ ''صرف یا وُل؟'' وہاسے چھیٹرر ہی تھی۔

کرم مشکرا دیا۔

وہ اب ہاتھوں کے ناخنوں پر نیل پالش لگار ہی تھی۔

پیۃ نہیں کیا بات تھی مگر آج وہ اسے ضرورت سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی کرم کا دل اس کے وجود سے نظریں ہٹانے کونہیں چاہ رہا تھا۔۔۔۔۔کون تھا جوزینی کو آج دیکھیااوراس کے عشق میں گرفتار نہ ہوجا تا۔

اس کے پیل فون پرنفیسہ کی کال آر ہی تھی۔ زین نے چند منٹ ان سے مختصر بات کی انہیں کرم کے گھر جانے کے بارے میں بتایا اور پھر جلدی جلدی کال ختم کر دی۔ کرم اب جا کر کھڑ کی میں کھڑا اس بیل کو دیکھنے لگا تھا بیل پرصرف چندزر دہوتے ہوئے ہے رہ گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔ چند دنوں میں وہ بھی چلے جاتے۔ کرم سکرا دیااب انہیں اس بیل کے بڑھتے ہوئے پتوں کی ضرورت نہیں تھی۔

زین اب داش روم کے مرر کے سامنے اپنے ہونٹول پر سرخ لپ اسٹک لگانے کے بعد وہ ایک بار پھر سٹنگ ایریا ہیں آگئی۔صوفہ پر بیٹھ کراس نے جوتے پہنے اور پھراٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"اوركتني دير لگے گي زيني؟" كرم ملكا ساجھنجلايا-

''بس منک کوٹ پہننا ہے مجھے۔۔۔۔۔اورسیل فون لیٹا ہےاور پچھ۔۔۔۔۔'' وہ یاد کرنے گلی کرم نے منک کوٹ اٹھا کراہے پہنا نا شروع کر دیا۔ وہ منک کوٹ پہننے کے بعد بلیٹ کرکرم کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''میں کیسی لگ رہی ہو؟''

" بمیشدے زیادہ خوبصورت ۔"

زین ہےاختیار مسکرائی۔ سیل کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے کچن کے ایک دروازے سے پچھے سکے بھی کوٹ کی جیب میں ڈال لیےاورا پارٹمنٹ کے بیرونی دروازے کی چابی کوبھی۔

کرم تب تک دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا۔

x x x

''وہ جانتے ہیں کہتم آج مجھےان کے پاس لار ہے ہو؟'' گاڑی میں بیٹھتے ہوئے زینی نے کرم سے پوچھا۔

''میں نے آج صبح بتایا ہے انہیں۔''وہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

" پہلے کیونہیں؟" وہ شجیدہ ہوگئ۔

"بسایسے بی۔" کرم نے کہا۔

'' پیة تو چل گیا ہوگا انہیں اب تک _ آصف وغیرہ میری سرگرمیوں ہے اتنا بے خبرنہیں رہتے ۔'' کرم مسکرایا ۔

''اور یہاں تومیریpAمیری شادی کے انتظامات کررہی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آفس میں گردش کرنے والی پینجران تک نہ پہنچ چکی ہو۔''

''میں نے سوچا شایدتم ان کے انوائیٹ کرنے پر مجھےان کے پاس لے جارہے ہو؟'' زینی نے مدھم سکراہٹ کے ساتھ کہا۔وہ پچھ بجھ گئ تھی۔وہ کرم کی ماں اور بھائی ہے ایک بارسا منا کر چکی تھی اوران کا روپیکتنا سر دہوسکتا تھاا ہے انداز ہ تھا۔ ''جب شادی ہوجائے گی تو انوائیٹ بھی کرنے لگیں گے تہہیں Don't worry …..ویسے بھی ہم تو انہیں شادی پر انوائیٹ کرنے کے

زینی خاموش ہوگئی۔اس کے ذہن میں اس وقت کسی فتم کا کوئی خدشہبیں تھا۔وہ کرم کے ساتھ جارہی تھی اوروہ اسے پسند کرتے نہ کرتے

شادی ان دنوں کی ہوجانی تھی۔

کرم کا اندازہ غلطنہیں تھااس کے گھر والوں کواس کی اس متوقع شادی کے بارے میں دودن پہلے پیۃ چل چکا تھا۔اوراس کی قیملی میں افراتفری چے گئی تھی۔ایک وہ شادی کررہا تھا دوسرا جس ہے کررہا تھاوہ ایکٹرلیس تھیاوروہ بھی <mark>وہ جس کے قصے ہرایک کی زبان پر تھے</mark>اور

تیسرا کرم آج تک اس کے ساتھ ایسے کسی تعلق کو جھٹلا تار ہاتھا..... پھراب وہ یک دم کیسے ان سب کو بتانے کی زحمت کیے بغیر شادی کی تیاریاں کرنا

شروع ہوگیا تھا.....ان کےنز دیک بیسب کچھراز میں رکھنا کرم کا گناہ عظیم تھا۔اوراب اس نے کتنے معمول کےانداز میں ماں کوفون کر کے بتایا تھا کہ وہ زینی کے ساتھ ان کے پاس آ رہا تھا۔ انہیں اپنی شادی کے لیے انوائیٹ کرنےکرم کوجیرت ہو کی تھی جب ہمیشہ کی طرح اس کی ماں نے

ا ہے کسی طرح کی ناراضگی کا اظہار کیے بغیرا ہے کہا تھا کہ وہ پہلے زین کے بغیران کے پاس آئے۔کرم رضا مندنہیں ہوا اے اندازہ تھا کہ اسکیلے

بلائے جانے کا کیامطلب تھا.....وہ اس کےا نکار پر جز بر ہوئی تھیں کیکن کرم نے مصروفیت کا بہاند کیا تھا.....وہ شادی سے پہلےا کیلا ان کا سامنانہیں کرناچا ہتا تھااورا گراہےا ندازہ ہوجاتا کہاسکی بیحکمت عملی اس کے لیے کتنی قاتل ثابت ہونے والی تھی تو کرم یقینازینی کو وہاں ساتھ لے جانے سے

پہلے ایک بارزین سے شادی کے ایشو پر مال اور بہن بھائیوں سے بات ضرور کر لیتا۔

وہ کرم کے ساتھ گاڑی سے اتر تے وقت بے حد نروس ہور ہی تھی ان دونوں کوانداز ہنبیں تھا کہ انہیں گھر کے ثیشوں سے بیل دینے سے يہلے ہی و يکھا جا چڪا تھا۔

بیل بجانے پر درواز ہ آ صف نے کھولاتھا۔اس کے چہرے پر کوئی خیرمقدمی تاثر اتنہیں تھے۔ایک سرسری نظرزینی پرڈال کرسلام دعا کے تباد لے کے بعدوہ دروازے سے ہٹ گیا تھا۔ کرم کو برانگااس نے اسے رسماً بھی زینی سے متعارف کروانے کا موقع نہیں دیا۔

''امی لا وُنج میں ہیں۔'' آ صف نے دروازہ بند کرتے ہوئے کرم کومطلع کیا۔کرم جانتا تھالا وُنج میںصرف امی نہیں تھی باہر ڈرائیووے

اورسڑک پر کھڑی گاڑیوں کود کیھ کراسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اوٹو امیں موجوداس کے تمام بہن بھائی اس وقت آصف کے گھرموجود تھے۔

وہ کرم کے پیچھے چلتی ہوئی لا وُ بنج میں داخل ہوئی اور کرم کے پہلے سے بتادینے کے باوجود بری طرح کنفیوز ہوئی وہاںمختلف صوفوں پر کرم کے بہن بھائی، بھابھیاں اور بہنوئی بھی اس کی مال کے ساتھ موجود تھے سامنے کھڑ کی کے شیشوں سے گھر کے عقبی حصے میں کھیلنے والے فیملی کے بیچے

بھینظرآ رہے تھے۔

تھی؟.....وہ اپنے اتنے ''دخلص جان چھڑ کئے' والے بہن بھائیوں کو let down کیسے کرسکتے تھے۔ان میں سے ہرایک برہم تھا ہرایک مشتعل تھا.....وہ وہاں ون پوائٹٹ ایجنڈ اکے ساتھ آئے تھے۔کرم کی زندگی سے زنی کو ہٹانا۔ دد

'' یہ زینب ضیاء ہیں اور اور زینب میری امی اور قیملی۔'' کرم نے بالآ خربرف تو ڑنے کی کوشش کی۔ زینی کی سمجھ میں نہیں آیا وہ جوابا کیا کہے۔زندگی میں آج تک کسی نے اس کے تعارف کے اور اس طرح کا ٹھنڈاری ایکشن نہیں دکھایا

تھا۔ان میں ہے کی نے کرم یاز بنی کو بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔ وہاں صرف ایک سنگل خالی صوفہ تھا اور وہ یقیناً زبنی کے لیے نہیں تھا۔ کرم کوتو ہین کا احساس ہونے لگا تھا۔۔۔۔۔انہیں رسماً ہی سہی لیکن زبنی کو ہیٹھنے کو کہنا جا ہے تھا۔۔۔۔۔کم از کم اس کی ماں کو۔۔۔۔۔جوایک تنبیح پر پچھ پڑھنے میں مصروف تھیں

ہ سے میں بوت کا عامید ہیں رہی ہی ہیں۔ ہی ویت وہم چاہیے ہیں۔ ہر ہم میں ہو است ہو ہو است بویت می پرہ انہوں نے دودن پہلے ہی اس شادی کی اطلاع ملنے پراس رشتہ کوختم کروانے کے لیے ایک نیاوظیفہ شروع کیا تھا۔

''آپ پلیز بیٹھ جائیں۔'' کرم نے ڈھیٹ بن کرزینی ہے کہا۔وہ کمرے کا اکلوتا خالی صوفہ اسے آفر کرر ہاتھا۔وہ اس صوفے پر جاکر بیٹھنے کی ہمت نہیں کرسکتی تھی اس صوفے کے دائیں بائیں دوصونوں پر کرم کے بھائی اور پہنوئی بیٹھے ہوئے تھے۔

'' دنہیں میں پہیںٹھیک ہوں۔'' زینی نے مسکرانے کی کوشش کی۔وہ لا وُنج کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔کرم نے اس سے اصرار نہیں کیالیکن وہ خود بھی اس صوفیہ پر جا کرنہیں ہیٹھا۔

'' میں زینب سے شادی کررہا ہوںاور آپ لوگوں کوانوائیٹ کرنے آیا ہوں۔'' کرم نے اپنے غصے پر قابور کھتے ہوئے کہا۔اس کا

دل تواس وقت بیرچاہ رہاتھا کہ وہ ان لوگوں سے بات کیے بغیرزینی کو لے کر وہاں سے بلیث جائے۔ '' زینب سے یاپری زاد سے؟'' گفتگو بالآخرشروع ہوگئی تھی۔اور ہمیشہ کی طرح آغازاس کی مال نے کیا تھا۔

زین کواپنے ماتھے پر پسیند آتامحسوس ہوا۔عدالت لگ گئ تھی۔گراسے یقین تھااس کے وکیل کی موجود گی میں اسے منہ کھولنے تک کی

ضرورت نہیں تھی ایسا ہی اندھااعتا دتھااسے''اپنے وکیل پڑ'۔

'' بھانت بھانت کے مردوں کے سامنے ناچنے والی اس دو تکے کی ادا کارہ کوتو میری بہو بنانا چاہتا ہے اس خاندان ہے رشتہ جوڑ نا چاہتا ہے اس کا؟'' کرم کی ماں اب گرج رہی تھی۔

"آ باس طرح کی باتیں مت کریں وہ فلم انڈسٹری چھوڑ چکی ہے۔" کرم نے ماں کی بات کا ٹی تھی۔

کے ساتھ اڑگیا۔ایک پاکتانی اخبار کے پہلے صفح پرزین کی ایک بے حدمعیوب تصویر کے ساتھ ہیڈلائن تھی۔ سپرسٹار پری زاد کی فلموں میں واپسیمشہورادا کارہ پری زاد جوایک بڑے سکینڈل کے بعدفلم انڈسٹری سے یک دم غائب ہوگئی تھیں بالآ خرکینیڈا کے کروڑ پی پروڈیوسرکرم علی ہے شادی کے بعدانہیں کی فلم کے ذریعے انڈسٹری میں come back کرنے والی ہیں۔کرم علی ایک طویل عرصے سے کینیڈا میں مقیم ہیں اور کئی سال پہلے انہوں نے پری زاوکو لے کرایک فلم بنائی تھی جس نے کامیابی کے نئے ریکارڈ قائم کیے تھے۔ ہمارے رپورٹر کی اطلاع کےمطابق بری زاد پچھلے ڈھائی سال ہے کرم علی کےساتھ ہی کینیڈا کےشہراوٹو امیں مقیم تھیں اور دونوں اب چند ہفتے تک با قاعدہ طور پررشتہ از دواج میں منسلک ہونے وا<mark>لے ہیں ف</mark>لم انڈسٹری کے اندرونی حلقوں نے اس خبر کی ت*ضدیق کرتے ہوئے اسے انڈسٹر*ی کے لیےخوش کن قرار دیا ہےماپ نے بری زاد کی واپسی کا خیر مقدم کرتے ہوئے بری زاد کی طرف ہےاس یقین دہانی کے بعدان برگلی یا بندی ہٹالی ہے کہ وہ ان تمام فلموں کومکمل کروا ئیں گی جنہیں وہ ادھورا حچھوڑ کرغا ئب ہوگئی تھیںفلمساز جاوید بٹ اور رانامصدق نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ پری زاد کے پرانے سیکرٹری سلطان ہےان کی پری زاد کوان کی آنے والی فلمز میں سائن کرنے کے لیے بات ہوئی ہےاور معاملات جلد طے ہو جا کیں گے..... پری زادا گلے مہینے کی 17 تاریخ کواوٹوا میں بہت دھوم دھام ہے کرم علی کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھ رہی ہیں۔ انڈسٹری کے تمام نامورا دا کاروں اورا دا کاراؤں نے پری زاد کی زندگی کے اس نے سفر پران کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ کرم برف کی سل کی طرح سر دہو گیا تھا۔وہ انڈسٹری کی سب سے بہترین ایکٹریس تھی وہ مان گیا تھا.....وہ ایک بارپھر بےوقوف بن گیا تھا.....تو وہ سلطان کوان کی شادی کے لیے نہیں ان معاملات کو طے کرنے کے لیے کینیڈا بلانا چاہتی تھی.....کیا وہ کرم کا شکار کھیلنے جان بوجھ کر وہاں اس کےاشنے پاس آئی تھی.....اس کے ڈیپارٹمنٹ سٹور میں کام کرنا کیونکہ وہ جانتی ہوگی کہ بھی نہ بھی اس سٹور پراس کا سامنا کرم ہے ہوسکتا تھا..... وہ بدگمانی کے اندھیروں میں خود ہی روشنیاں کرتا پھرر ہاتھا..... ہراس چیز پرغور کرتا جوا ہے مشکوک لگ رہی تھی ہراس چیز کونظرانداز کرتا جوزینی کے قت میں جار ہی تھیوہ اخبار پکڑے اس کے ذہن میں جیسے اندھیروں کے جھکڑ چل رہے تھے.....دوسال لگا کربھی وہ زینی کونبیں سمجھ سکا تھا.....اوروہ تو زری کوبھی نہیں جان پایا تھا..... پر آج تکلیف کچھاور طرح کی تھی اسے لگ رہا تھا وہ مررہا تھا.....کم از کم'' وہ تقال کے ساتھ بیسب نہ

کرتیوہ اس ہے اتنی محبت کرتا تھااس نے بیجی نہیں سوچا وہاں کھڑا وہ نمک کی طرح کھلنے لگا تھا.....اس تعلق کوتو ڑنے کے لیےاس کے بہن

بھائیوں کو ہاتھ بھی نہیں ہلانا پڑاتھا....زین کی محبت کے پیڑ کو کرم نے بدگمانی کی زمین پر کھڑا کیا تھااعتبار کی مٹی میں نہیں.....ایک جھوڑکا آتے ہی پیڑ

زمین بوس ہو گیا تھااپی جڑوں سمیت باہرنکل آیا تھا.....زینی نے اسکے بارے میں ٹھیک انداز ہ لگایا تھاوہ بہت جلد بدگمان ہوجا تا تھالیکن وہ بیا نداز ہ

نہیں نگاسکی کہ کرم ہررشتے کوشک کی چھلنی ہے جھاننے کاعادی ہو چکا تھا۔۔۔۔وہ زندگی میں اعتبار کی سٹرھیوں ہے اتنی بارگر کرزخمی ہو چکا تھا کہا ب وہ

''فلم انڈسٹری چھوڑ دی ہے۔۔۔۔۔ بیالیں بیا خبار پڑھیں اور پھر بیدوسرےاخباروں کا بھی ڈھیر پڑھ لیں آپ کے لیےا نٹرنیٹ سے

ڈ اوَ ان لوڈ کیا ہے میں نے ۔''اس کے چھوٹے بھائی آصف نے طنزیہ ہنتے ہوئے سینٹرنیبل پر پڑاایک اخبارا ٹھا کراس کے ہاتھ میں تھا دیااور میز پر

پڑے باقی اخبارں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واپس اپنی جگہ بیٹھ گیا۔کرم نے البھی ہوئی نظروں کےساتھ اس اخبار کودیکھااوراس کا ذہن بھک

کی وجہ ہے کوئی اس کی طرف آتا۔وہ ایک پٹاری میں دولت کے سانپ کے ساتھ بندتھااور جب بھی اس پٹاری ہے باہر نکلنے کی کوشش کرتاوہ سانپ اسے ڈنک ماردیتا تھا۔۔۔۔۔کرم مجبوراور بےبس تھااورزینی کوبھی اس بات کا احساس نہیں ہوا۔ ہوجا تا تو آج وہ وہاں نہ کھڑے ہوتے۔وہ کیا پڑھ رہا تھا۔زین کوانداز نہیں تھالیکن زین کویفین تھااس اخبار میں ایسی کوئی بات نہیں ہوسکتی تھی جس کے بارے میں وہ کرم کو پہلے ہی نہیں بتا چکی تھیکرم ہے کوئی رازنہیں رکھا تھااس نے ۔۔۔۔۔ پھراخبار کا وہ ایک ٹکڑا کیا کرسکتا تھا۔۔۔۔۔اوراخبار کا وہ ٹکڑا کیا کر چکا تھااس کا احساس اسے کرم کے اخبار سے سرا ٹھانے پر ہوا تھا۔ زینی کو مجھ نہیں آیا وہ یک دم ا<u>ے اس طرح کیوں دیکھنے لگا تھا۔۔۔۔ال</u>یی نظروں سے جواسے مار رہی تھیں۔۔۔۔اس کے وکیل نے مقدمہ forfeit کردیا تھا کرم نے کچھ کے بغیراس اخبار کوزنی کی طرف بڑھا دیا۔ چند سکینڈز کگے تھے زینی کووہ خبر پڑھنے میںاس کے نز دیک ایک خبرتھی وہشاید سلطان نے کسی ہے ذکر کیا تھا۔اہے منع کرنا چاہیے تھاا ہےوہ پچھتائی کیکن اب دیر ہوچکی تھی۔ '' حجھوٹ ہے بیرمتم جانتے ہو میں فلم انڈسٹری حچھوڑ چکی ہوں میں مجھے تو اب فلموں میں کام نہیں کرنا.....' اس نے کرم کود کیھتے ہوئے اسے بتانے کی کوشش کی تھیکرم کی آئٹھیں وہ آئٹھیں نہیں تھی جن ہے وہ زینی کود کھتا تھا۔ وه'' بری زاد'' کودیکھنے والی آنکھیں تھیں ایک لمحدلگا تھازینی کوساری وضاحتیں ساری صفائیاں سارے لفظ بھولنےبس ایک لمحہ..... بیہ '' کرم'' کی'' نگاہ''نہیں تھی۔ کمرے میں احیا تک شور ہونے لگا تھا وہاں بیٹھا ہر مخص اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہدر ہا تھا.....او ہا گرم تھا ہرا یک اس پر چوٹ لگار ہا تھا کرم سب بچھین رہاتھاوہ بچھ بھی نہیں من رہی تھی۔وہاں سب کے ہاتھوں میں پتھر تھےاوروہ اس پرسنگباری کررہے تھے صرف ایک ہاتھ خالی تھااور وہ اس سےلہولہان ہور ہی تھی وہ اسے'' جانتا'' تھایا کم از کم اسے بیخوش فہمی تھی کہوہ اسے'' جانتا'' تھا پھرشبہ آخران دونوں کے تعلق میں شبے کی تنجائش کہاں ہے نکال لی تھی؟کیااس لیے کہ وہ اس ہے تخفے لینے لگی تھی؟کیااس لیے کہ وہ اس کی کی ہوئی عنایات پرمعترض نہیں رہی تھی؟ یا پھر صرف اس لیے کہوہ اس سے شادی پر تیار ہوگئ تھی؟۔ زینی نے ایک بار پھر چندلمحوں کے لیے آئمصیں جھیک کر کرم کی آئکھوں کو دیکھا وہاں اب بھی وہی کچھ تھا جو پہلے تھا.....وہ اس کا واہمہ

جدوجہد کے باوجود پہلے یائیدان پربھی یا وَل نہیں رکھ یا تاتھا....اسے بیلیقین ہو چکاتھا کہاس کے یاس دولت کےعلاوہ الی کوئی خوبی نہیں تھی جس

زین کی آئھوں کے سامنے پچھلے سارے مہینے کسی فلم کی طرح چلنے لگے تھے ۔۔۔۔۔کرم کے ساتھ گزرا ہواایک ایک لمحہ۔۔۔۔۔اس کے ساتھ لگائے ہوئے قبقیج ۔۔۔۔۔اس کے سامنے بہائے ہوئے آنسو۔۔۔۔سب جیسے دھواں بن کراڑنے لگا تھا۔۔۔۔۔دنیا کی کسی لفت میں وہ لفظ نہیں تھے جن ہے

ں کے بریسے بہت کی دوہ اس کی دولت کی ہوں میں اس کے ساتھ نہیں آئی تھی ۔۔۔۔۔وہ صرف کرم کا اپناوجود تھا جس نے اسے کھینچا تھا۔کوئی اس کے اور کرم کو بیفین دلاسکتی کہ دوہ اس کی دولت کی ہوں میں اس کے ساتھ نہیں آئی تھی۔۔۔۔وہ صرف کرم کا اپناوجود تھا جس کے انسان کی نظروں کے سامنے دھیرے دھیرے غائب ہونے لگا تھا۔ شیراز وہ آ دی نہیں تھا جس سے وہ محبت کرتی ہونے نگا تھا۔ شیراز وہ آ دی نہیں تھا جس ہونے دھیں ہے۔وہ محبت کرتی ہیں تھا جس پر وہ اعتبار کرتی ۔۔۔۔۔زین آج بھی جیسے اپنے باپ کے آئین میں خالی ہاتھ کھڑی تھی۔ کرم اب گردن

' گردن تک اس دیوار کے پیچھے حچپ گیا تھا اور اب ……اب چپرہ …… چپرہ غائب ہور ہا تھا……اور اب آتکھیں اور اب بال ……اور اب سب پچھ ……وہاں اب کوئی نہیں تھاد نیا خالی ہوگئی تھی ۔

Check mate.....(شاه مات) زندگی میں زینب ضیاء سے بڑھ کرکسی کوشاه ماتوں کا سامنانہیں کرنا پڑا ہوگا۔

سر جھکا کرزینی نے اپنے ہاتھوں کے ناخنوں پر گئی سرخ نیل پالش کو دیکھا۔۔۔۔۔منک کوٹ سے جھا نکتے اس سرخ سلک کے لباس کو۔۔۔۔۔
منک کوٹ کو۔۔۔۔۔پیروں میں پہنے ہوئے اس خوبصورت سرخ جوتے کو۔۔۔۔۔اس نے واقعی اس مرد کے لیے سیخے سنور نے میں بہت وقت لگایا تھا جس
سے اسے عشق کا'' فریب' ہوا تھا۔۔۔۔۔اس نے سراٹھا کرآ خری بار پانی سے بھری آ نکھوں کے ساتھا س'' دیوار' کو دیکھا۔۔۔۔۔پھروہ پلیٹ گئی۔۔۔۔اب تو
پلیٹ ہی جانا چا ہے تھا اسے۔۔۔۔درواز سے باہر نکلنے تک وہ کسی آ واز کی منتظرر ہی جواس کے قدموں کی زنجیر بن جاتی کسی ہاتھ کی منتظرر ہی جواس کا اس کے قدموں کی زنجیر بن جاتی کسی ہاتھ کی منتظرر ہی جواس کا اس کے قدموں کی زنجیر بن جاتی کسی ہاتھ کی منتظرر ہی جواس کے قدموں کی زنجیر بن جاتی کسی ہاتھ کی منتظرر ہی جواس کا

وہ دروازے سے باہرنگل آئی سامنے کرم کی گاڑی کھڑی تھی جس پروہ پچھ دیر پہلے وہاں آئے تھے.....اس نے بلیٹ کرایک بارپھر کرم کے گھر کے بند دروازے کو دیکھا..... شایدوہ آئے.....اس کے پیچھے ایک بارای طرح جیسے وہ بمیشہ آتا تھا..... دروازہ نہیں کھلازین جانتی تھی بند دروازے بھی نہیں کھلتےاس نے زندگی میں بہت سے بند دروازے دیکھے تھے۔اس نے ان میں سے سی کوبھی کھلتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ڈرائیووے پرنگل آئی۔وہ کیٹ واک پر سات سات اٹج او نچی بیل پہن کرچلتی رہی تھی.....ایک بارلڑ کھڑائے یا گرے بغیر.....آج پہلی باروہ ڈرائیووے کے کئریٹ پر چارانچ اونچی بیل کے ساتھ لڑ کھڑارہی تھی۔

33 سال کی عمر میں زینی نے پہلی باراپنے وجود کو تھکن ہے چھٹے پایا ۔۔۔۔۔ وہ آج بھی اپنے باپ کی سب سے بے وقوف اولا دکھی ۔۔۔۔۔ وہ تجھی محبت کا فریب کھا بلیٹھی تھی ۔۔۔۔۔ اگلے بچھلے سارے کھرنڈ جیسے کسی نے کھر پنے شروع کر دیے تھے ۔۔۔۔۔ جسم کے ۔۔۔۔۔ روح کے ۔۔۔۔۔ سارے ۔۔۔۔۔ زینب لہولہان ہور ہی تھی ۔۔۔۔۔ تکلیف اب دک جانی چا ہیے تھی ۔۔۔۔۔۔ سفراب ختم ہوجانا چا ہے تھا ۔۔۔۔ آخر زینب ضیاء کو زندگی میں اب اور کیا میں اب اور کیا دیکھنا تھا ۔۔۔۔۔ تذکیل ، تو بین ، رسوائی ، بدنا می ہرطوق تو اس کے گلے میں پڑچکا تھا پھراب کیا تھا؟ ، کیوں خواب بنیا بندنہیں کرتی وہ؟
د کھنا تھا ۔۔۔۔۔ تذکیل ، تو بین ، رسوائی ، بدنا می ہرطوق تو اس کے گلے میں پڑچکا تھا پھراب کیا تھا؟ ، کیوں خواب بنیا بندنہیں کرتی وہ؟

آج بہتء مرصے کے بعدا تنی او نجی ہیل پہنی تھی وہ واقعی چلنا بھول گئی تھی۔ کرم علی ٹھک کہتا تھاوہ منک کوٹ واقعی بہت گرم تھاوہ اسے سر دی ہے بحانے کی کوششر ً

کرم علی ٹھیک کہتا تھاوہ منک کوٹ واقعی بہت گرم تھاوہ اسے سردی ہے بچانے کی کوشش کرر ہاتھا....سامنے کے سارے کھلے بٹنول کے باوجود۔
''آپ نے کوئی بددعا دی ہوگی مجھے ابو۔'' وہ دور نظر آنے والی سڑک دیکھے کر بڑبڑائی۔''ور نہ زبی کوالی ذلت تو مجھے یہ نہاتیزبی کا مقدرا تناسیاہ تو مجھی نہ ہوتا مجھے یقین ہے کوئی نہ کوئی بددعا کی ہے آپ نے میرے لیےاورٹھیک کیا۔ زبی نے بہت تگ کیا آپ کو بہت دل دکھایا آپ کا ۔.... بھرزبی کوسکون کیول ملے۔'' وہ بڑبڑار ہی تھی۔ وہ چلتے ہوئے لڑکھڑار ہی تھی کیکن چل رہی تھی۔

اس نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کردیکھا ۔۔۔۔۔ پیچھے کوئی نہیں تھا۔ وہ مین روڈ پر آگئی تھی ۔۔۔۔۔اسے واپس جانا تھا۔۔۔۔ گئی۔۔۔۔۔وہاں اس کے سواکوئی نہیں تھا۔ اسے ہوش درواز ہبند ہونے پرآیا تھااس کے چلے جانے پرآیا تھا۔

'' ویکھا جھوٹ کھلا تو کس طرح بھا گ گئی۔'' کرم نے اپنی مال کو کہتے سناوہ اخبار دیکھ رہاتھا۔جو وہاں پڑا ہوا تھا جہاں وہ چند منٹ پہلے کھڑی تھی۔فرش پر پڑے اخبار میں اس کی وہی معیوب تصویر جیسے اس کا منہ چڑا رہی تھی۔وہ اس طرح کیوں گئی تھی؟ ۔۔۔۔۔کوئی وضاحت یا صفائی تو دین چاہیے تھی اسے وہ بے چین ہونے لگا تھا۔

''پریشان مت ہو بیٹا۔۔۔۔سب کچھ بالکلٹھیک۔۔۔۔۔''اس کی مال نے اسے گلے لگانے کی کوشش کی کرم نے ان کے ہاتھ دور ہٹا دیے۔ آج پہلی باراسے اپنی مال کےلمس سے دحشت ہور ہی تھی۔۔۔۔اس کی آغوش میں گھٹن محسوس ہور ہی تھی کرم کی مال نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔۔۔۔۔ وہ مال کے ہاتھ کیسے جھٹک سکتا تھا۔۔۔۔کرم علی تو ان کی سب سے سعادت منداولا دتھا۔

'' پیسب کچھ کر کے تسلی ہوگئ آپ کی؟ ۔۔۔۔۔سکون ٹل گیا؟ ۔۔۔۔۔ میں زندگی میں جو نیارشتہ بنانا چاہوں گا آپ سب ٹل کراہے اس طرح تو ڑ دیں گے؟ ۔۔۔۔۔ مجھے صرف اکیلاد کھنا چاہتے ہیں آپ ۔۔۔۔۔صرف اکیلا۔۔۔۔۔''

''ہم نے جو کچھ کیاتمہاری بہتری کے لیے کیا۔۔۔۔۔ارے وہ تمہاری ساری دولت لے جاتی ۔۔۔۔تم جانتے نہیں ہوا کی عورتو ں کرم نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے ماں کی بات کا ٹی ۔۔۔۔''بس یہی پریشانی ہے آپ سب کوکو کہ وہ میری دولت لے جائے گی ۔۔۔۔۔ اور وہ لے گئ تو آپ ۔۔۔۔۔آپ سب کیا کریں گے؟''

> سب کوسانپ سونگھ گیا تھازندگی میں پہلی دفعہان میں ہے کسی نے کرم کو بوں چلاتے ہوئے سنا تھا۔ '' کرم میرے بچے میں ……''اس کی مال حواس باختہ ہوگئی۔

'' کرم یا کرم کی خوشی یا زندگی میں تو کسی کو دلچیہی نہیں ہے۔۔۔۔کتنی دولت لے لیتی وہ مجھ سے؟۔۔۔۔اس سے زیادہ جتنی میں اشخے سالوں سے آئکھیں بند کیے آپ سب پرلٹار ہاہوں۔''

'' بیٹا خونی رشتہ ہے ہماراتم سے ۔۔۔۔ بیسب بہن بھائی ہیں تمہارے ۔۔۔۔''اس کی ماں نے آگ پر پانی ڈالنے کی کوشش کی۔ '' خونی رشتہ ہےاسی لیے تواپیے آپ کواستعال ہونے دیا میں نے۔''

```
"استعال؟ ہم لوگوں نے آپ کواستعال کیا؟" آصف نے پہلی بارزبان کھولی۔
                         ''ہاںتم سب نے مجھے زندگی میں سیرھیاں چڑھنے کے لیے پائیدان بنایا اورساری عمر پائیدان ہی سمجھا .....''
                                                            '' آ پہم پرالزام نہ لگا ئیں بھائی جان۔'' بیاس کی حچھوٹی بہن تھی۔
'' تواحسان کرنے کے بعداب احسان جتانے بیٹھ گیا ہے۔'' کرم کی ماں اب پچھ خفا ہونا شروع ہوگئی تھی۔۔۔۔۔ابتدائی حواس باختگی غائب
                                                                                                                           ہو گئی تھی۔
                   ''احسان نہیں جتار ہاصرف بیہ بتار ہاہوں کداحسان کرناصرف میرا فرض نہیں ہے۔۔۔۔ آپ سب کا بھی فرض ہے۔''
       ''آپ کے جتنا پیسہ میرے پاس ہوتا تو میں اپنے بہن بھائیوں کواس ہے کہیں زیادہ دیتا جوآپ نے ہمیں دیا۔۔۔۔'' بیآ صف تھا۔
''بس یہی چیز ہے ناتم سب کے دلول میں .....کہ مجھے تم لوگول کواور زیادہ دینا چاہیے....زیادہ کی کوئی حدہے تم سب کے نز دیک؟''وہ
                                                                                                          زبريلي لهج مين كهدر باتفا-
'' کاغذ پرلکھ کر دے دو مجھے کہتم لوگوں کو کتنے کروڑ جا ہے۔۔۔۔۔کتنا پیسہ دوں میں تم لوگوں کو کہتمہارےجسم میں میرے لیے بہنے والا پانی
                                                                                                     خون بن جائے۔''
                                                                  اس نے وہاں سے بلٹنا جا ہااس کی ماں نے اس کا باز و پکڑ لیا۔
                                                                  ''اس کے پیچیےمت جا کرم۔''انہوں نے اسے روکنا جا ہاتھا۔
                                                                                        اس نے باز و سے ماں کا ہاتھ مثادیا۔
''وہ میری زندگی ہےزندگی کے چیچے کون نہیں جاتا ۔۔۔۔ میں نے اپنی ساری زندگی صرف آپ کے کہنے پران سب کے لیے ضائع کر
  وی .....وہ میری واحد خوشی تھی ہیں بڑے مان سے اے آپ کے پاس لایا تھا..... بیسب نہ تبی اسے قبول کر کے آپ ہی میرامان رکھ کیتیں۔''
زندگی میں پہلی بارکرم کی ماں بول نہیں سکی تھی زندگی میں پہلی باراس نے ان کےسامنے کھڑے ہوکرایک گلہ کیا تھا۔ زندگی میں پہلی باروہ
                                                                                                       ضمیر کی چین کاشکار ہو کی تھیں۔
'' كرم تولے آ اے ۔۔۔۔ تيرى خوشى اور پسند ہے تو بسٹھيک ہے۔۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہيں ہے۔۔۔۔ میں اسے اپنے سینے سے لگا کر رکھوں
                                                                                                    گی....: 'اس کی ماں رونے گلی تھی۔
                                                                        ''آپ کیا کہہرہی ہیںامی .....' آصف گڑ بڑا گیا تھا۔
```

'''بس حیپ ہوجاؤ سارے ۔۔۔۔۔کوئی کیچینبیں بولے گااس ہارے میں ۔۔۔۔۔تو جا کرم اگروہ باہر کھڑی ہےتو لے آ اسے۔''وہ بہت بے یقینی ے ماں کود کھتار ما عجیب سے اطمینان اور بے بقینی کے ساتھ کیا واقعی وہ اس کی پسند کو قبول کر لینے والے تھے؟

زندگی میں پہلی بار ماں نے کھڑے کھڑے پلٹا کھایا تھا۔

بس آ گئی تھی۔زینی کے کانوں میں گونجنے والی آ وازیں ایک لمحہ کے لیے جیسے بند ہوئیںاس نے سینمامیں مردتماشائیوں کے منہ سے ا پے لیےاس سے کہیں غلیظ اور رکیک باتنیں سی ختنی اس نے کرم کے گھر والوں کی زبان سے پنتھیں کیکن ان لفظوں کےنشتر نے بھی اسےاس طرح نہیں کا ٹاتھا جس طرح کرم کے گھر والوں کی باتوں نے کا ٹاتھا..... کیونکہ وہ سب کچھ کرم کے سامنے کہا گیا تھااور وہ خاموش رہاتھا.....تماشا ئی بن گیا تھا۔۔۔۔۔اس نے زینی کی''عزت'' کواپنی''عزت'' کیوں نہیں سمجھا؟۔۔۔۔۔کیااس لیے کہ کہیں نہ کہیں اس کے دل میں بھی اس کے لیے یہی سب کچھ تھا جو وہ اس کے خاندان کی زبان ہے سن رہی تھی آ وازیں پھر آ نے لگیں وہ بس پر چڑھ گئی۔ پھراسے یاد آیااس کے ہاتھ میں پرس نہیں تھا.....وہ کچھ دیرڈ رائیور کا چیرہ دیکھتی رہی پھراس نے جیب میں ہاتھ ڈال کروہ سکے نکالے تھے جواسے ان بھکاریوں کو دیئے تھے۔اس نے ڈرائیور کے سامنے وہ سکے ڈال دیےاور آ گے بڑھ گئی۔ ڈرائیورنے اسے آ وازیں دینے کی متوجہ کرنے اور ٹکٹ اور باقی رقم دینے کی کوشش کی تھی کیکن وہ تب تک بس کے پچھلے ھے میں پہنچ چکی تھی۔بس بالآخر چل پڑی ایک سیٹ پر بیٹھ کروہ کھڑی ہے باہر دیکھنے لگیبس سے باہراس کی نظروں کے سامنےاس کی زندگی کی فلم چلنے لگی تھی۔ ضیاء، نفیسہ، سلمان ، رہیعہ، زہرہ ، شیرازسب اس کی نظروں کے سامنے آنے لگے تھےکرم کہیں غائب ہو گيا تھا۔

کرم نے باہر نکلتے ہی اے دورتک ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی شاید کہیں کھڑی ہو..... وہ کہیں نہیں تھی وہ تیزی ہےا پنی گاڑی کی

طرف آیااوراس نے گاڑی میں بیٹھ کرگاڑی شارٹ کرنے کی کوشش کی گاڑی شارٹ نہیں ہوئیاے کیا ہوا تھا؟ وہ یانچ منٹ تک گاڑی شارٹ کرتار ہاوہ بری طرح جھنجلار ہاتھا....اس سے پہلے بھی اس گاڑی کو پچھنہیں ہواتھااوراب بیخراب اس وقت ہوئی تھی جب اے اس کی سب سے

زیادہ ضرورت تھی۔ ہونٹ کا منتے ہوئے وہ گاڑی سے نکل آیا۔۔۔۔ مین روڈ قریب تھی وہ جانتا تھا چندمنٹ چلنے کے بعدا سے بس مل جاتی اور یہ بھی ممکن تھازینی ہی مل جاتی۔

وہ ایک بار پھراس خبر کے بارے میں سوچنے لگا اورا سے ندامت ہور ہی تھی ایک خبر پڑھ کروہ یک دم اس طرح ری ایکٹ کیوں کرنے لگا

تھا...... خرزین اس ہے جھوٹ کیوں بولتی اسے دھو کہ کیوں دیتی.....اور پھراس کی ساری قیملی جواس شاوی کے لیے آ رہے تھےان ہے ایک ہفتے

کے دوران ہونے والی بات چیت سے اسے انداز ہ ہو گیا تھا کہ وہ کیسےلوگ تھے پھریہ کیوں ہوا کہ ایک خبر پڑھ کرا سے زینی کے بارے میں بس سٹاپ آ گیا تھااوروہاں چندلوگ کھڑے تھے گمرزین نہیں تھی وہ کچھ مایوس ہوا اسے دور سے مطلوبہ بس نظر آتی دکھائی دے رہی تھی وہ تقریباً

بھا گتے ہوئے بس سٹاپ پر پہنچاوہ اس بس کومس نہیں کرنا جا ہتا تھا چندمنٹوں میں بس وہاں تھی وہ بس پر چڑھ گیا۔

زیی بس سے اتر گئی۔ڈرائیورنے ایک بار پھراس کے عقب میں آ وازیں دیتے ہوئے اسے رو کنے اوراس کی بقیدرقم دینے کی کوشش کی تھی

کیکن وہ اس باربھی نا کام رہا۔اسے یقین تھااس ایشین عورت کا دبنی تو از نٹھیک نہیں تھا۔اس کے باوجودوہ اس کی خوبصورتی ہے بری طرح متاثر ہوا تھا۔

ر ہی تھی؟ ۔۔۔۔۔گھر؟ ۔۔۔۔۔کون ساگھر؟ ۔۔۔۔۔کرم کاچپرہ ایک لمحے کے لیے صرف ایک لمحے کے لیے اس کے سامنے آیا۔۔۔۔۔پھراس نے اس کو جھٹک دیا۔ وہ ایک بار پھرفٹ پاتھ پر چلنے لگی۔اس کا پورا وجود بے حد ہو جھل اور زیادہ لڑکھڑا ہٹ تھی۔۔۔۔۔اس نے بس میں بیٹھا پی زندگی کو واسَنڈ اپ کر لیا تھا۔۔۔۔۔اپٹی زندگی کی پوری فلم کو۔۔۔۔ایک عجیب سی ہے جسی تھی جو اس کے پورے وجود پر چھار ہی تھی۔وہ جسے اس وقت اپنے جسم سے خود الگ ہوگئی تھی۔۔۔۔۔

ے ہوگئ تھی..... ''آپ کی بیٹی جہیز کے نام پر پچھے نیس لائے گی کم از کم عزت تو لے کرآئے۔'' وہ آ وازنہیں پہچپان سکیکسی نے اس کے باپ سے بیدکہا مگر کس نےاور کبوہ البچھی فٹ یاتھ پرچپلتی رہی۔

تھامگر کس نےاور کبوہ الجھی فٹ پاتھ پر چلتی رہی۔ ''اس انڈسٹری میں ہر چیز کی قیت ہوتی ہے پری زادکوئی چیز مفت نہیں ملتیتم اس انڈسٹری میں رہنا جا ہتی ہوتو اس ڈیے کو

اٹھالوور نہاس کمرے کا دروازہ وہ ہے۔۔۔۔تم ہاہر چلی جاؤ گریہ یا در کھو۔۔۔۔۔ بیانڈسٹری سے ہاہر جانے کا راستہ ہے۔'' پری زاد کون تھی؟ اسے فوری طور پر کچھ یاونہیں آیا۔۔۔۔کیسا کمرہ؟۔۔۔۔کیسا دروازہ؟۔۔۔۔۔پھراس نے اپنے جسم پرکسی کا ہاتھ محسوس کیا۔۔۔۔۔اس کچھ یاد آگیا۔۔۔۔۔اس

کے جسم پر'' بچھو''رینگنے گئے تھے۔وہ وحشت کے عالم میں فٹ پاتھ پر کھڑی اپنے جسم اور کپڑوں کو جھاڑنے گئیاس کے جسم پر ہاتھ ہی ہاتھ تھے.....وہ پاگلوں کی طرح اپنے آپ کو جھاڑ رہی تھیآس پاس ہے گزرنے والے لوگ قدرے جیرانی سے اسے دیکھے رہے تھے گران میں

ہے کسی کے پاس بھی رکنے کے لیے وقت نہیں تھا۔ ''آپ دعا کریں میں جلدی مرجاؤں ورنہ بڑا مسئلہ ہوگا آپ کے لیے ۔۔۔۔'' وہ یک دم رک گئی۔اس کا سانس بے ترتیب ہور ہاتھا۔۔۔۔۔

ماتھے پر پسیندآ رہاتھااتنے سردموسم میں بھیوہ ایک زومی کی طرح چلنے گئی پہلافقیرآ گیاتھا.....وہ ہمیشداسے پچھند پچھودیتی تھی اس نے بے اختیار منک کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالااس میں کوئی سکے نہیں تھے اس کے ہاتھ میں سیل فون آیاتھااور حیابیاس نے سیل فون نکال کراس بوڑ ھے

کرکیا کرنا تھا۔اس باراس نے گھڑی نہیں بڑھائی۔اے گرادیا۔ اورا گلا بھکاری۔وہ ...۔وہ اس کے لیے کیا ہے میرے یاس ...۔کیا ہے؟۔ پچھنیں؟۔منک کوٹ اس نے اسے اتار ناشروع کر

بس میں بیٹھےاسے پہلی بارا پنی پینٹ کی جیب میں سیل فون کی موجود گی کا حساس ہوا.....اس نے بےاختیارا پنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور

ایک بجیب ی خوثی کا احساس ہوا اے۔۔۔۔یل فون اس کی pante کی جیب میں تھا اس کا خیال تھا وہ اس لانگ کوٹ کی جیب بیس تھا جو وہ آصف کے گھر دروازے کے عقب میں لاکا کر بھول آیا تھا۔

سیل فون نکال کر اس نے ایک کے بعد ایک کی بار اے کال کیا۔۔۔۔ییل بجتی رہی زینی نے کال ریسیونہیں کی تھی۔۔۔۔اے بہی تو قع تھی۔۔۔۔وہ جانتا تھا وہ اب تک اپ اپارٹمنٹ پر پہنچ بچکی ہوگی اور بیٹھ کررور ہی ہوگی۔۔۔۔اے یقین تھا کہ وہ اس کے لیے درواز ہ بھی نہیں کھولے گی۔۔۔۔۔اوہ جانتا تھا وہ اب تک اپ اختیارا پی جیبیں شؤلنا شروع کیں۔۔۔۔۔اس کے اپارٹمنٹ کی ایک چابی اس کے والٹ میں گئی ہوئی تھی۔۔۔۔والٹ و کی کر اس نے اطمینان کا سائس لیا۔۔۔۔ چابی پاس تھی۔۔۔۔وہ جانتا تھا وہ اس سے بہت ناراض ہوگی لیکن اسے یقین تھا وہ اسے منا لے گا۔۔۔۔وہ ایک جانتی تھی وہ اس سے کتنی شدید محبت کرتا تھا ہے کیے ممکن تھا کہ وہ اس کی اس غلطی پر اسے معاف نہ کرتی۔۔۔۔۔لیکن غلطی ہوئی کیوں تھی ؟۔۔۔۔وہ ایک بار

''مجھ سے غلطی ہوئی ابو مجھےمعاف کر دیں۔''وہ بچوں کی طرح بلک بلک کرروتے ہوئے باپ کے پیچھے کسی مقناطیس کی طرح جارہی تھی وہ اب انہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا جا ہتی تھیوہ فٹ یاتھ پر آتے جاتے لوگوں سے مکڑاتی بس ان کے پیچھے بھا گتی ہی جارہی تھی۔ 'تم نے بہت ستایا ہے مجھےزین ۔''اس نے ضیا کو کہتے سنا۔وہ برہم تھے۔ ''لکین میں اب بھی نہیں ستاؤں گیبھی نہیںایک ہار معاف کردیں مجھےا ہے پاس آنے دیں۔''فٹ یاتھ سے گزرنے والے لوگ اس بھا گتی ،روتی اپنے آپ سے باتیں کرتی ہوئی اڑکی پرترس کھاتے ہوئے اسے بلٹ بلٹ کرد مکھر ہے تھے.....وہ بہت خوبصورت تھی کیکن یا گل تھی۔ '' مجھے بوجھے بغیرتم گھرے چلی گئی میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کرخوار ہو گیا۔۔۔۔تمہیں ذراخیال نہیں آیاباپ کا۔۔۔۔'' وہ اور ملکنے لگی۔

'' مجھے خیال آیا تھا۔۔۔۔ بار بارآ تا تھا۔۔۔لیکن میرے ساتھ سب نے برا کیا۔۔۔۔آپ نے دیکھانا۔۔۔۔میرے ساتھ کس طرح سب نے براكيا۔ "اس كى كھانى بردھەر بى تقى۔

''تم نے بھی سب کے ساتھ برا کیا میں نے بیسب پچھ سکھایا تھا تمہیں؟'' وہ اسے ملامت کررہے تھے۔ '' میں اب آپ کی ساری باتیں مانوں گی بھی گھرہے باہرنہیں جاؤں گیبس آپ مجھےاہیے پاس آنے دیں۔'' وہ بلک بلک کر

روتے ہوئے کہدرہی تھی ضیاء نہیں رکے تھے وہ اب سڑک کراس کرنے لگے تھے۔ وہ بھی بھاگتی ہوئی ان کے پیچھے سڑک کراس کرنے لگی تھیسڑک پر چلنے والی تنین چار گاڑیوں کے ڈرائیور نے بیک وفت برمیس

لگائے تھے..... بیندکرتے تواس روڈ پر بہت بڑا حادثہ ہوتا۔

بس کا درواز ہ کھلتے ہی اس نے بےاختیار حجمر حجمری لی اور پھراہے یاد آیا۔ وہ اپنا کوٹ جلدی میں گھر ہی بھول آیا تھا۔بس سے بیجے اترتے ہوئے اس نے ہاتھا پنی جیکٹ کی جیبوں میں ڈال لیے۔موسم کی پہلی برف باری ہوچکی تھی۔اگر چہوہ بہت مختصروفت کے لیے ہوئی تھی مگرمحکمہ موسمیات نے اگلے چند گھنٹوں میں مزیداور طویل برف باری کی پیش گوئی کی تھی۔

فٹ یاتھ پر برف کی بے حدملکی اور معمولی ہی تہے نظر رہی تھی جس نے فی الحال لوگوں کی زند گیوں کومفلوج کرنا اورانہیں ممارتوں کے اندر رکنے پرمجبور کرنا شروع کیا تھا۔

وہ فٹ پاتھ بھی اس کے لیے شناسا تھا۔اس کے گھر تک وہ دونوں اتنی باراس پر چلتے رہے تھے کہاس فٹ پاتھ پر بیٹھے پانچ بھکاری تک ان کے شناسا بن گئے تھے۔وہ اب با قاعدہ بھیک لیتے ہوئے ان سے مسکراہٹوں اور greetings کا تبادلہ کیا کرتے تھے۔اسے شک تھا، وہ ان

دونوں کا نام بھی جانتے تھے اور نام نہیں تو کم از کم بیضرور جانتے تھے کہ وہ پاکتانی ہیں ،انڈین نہیں اوران دونوں کا رشتہ؟ شایداس کے بارے میں بھی انہیں اندازہ تھا۔

اس کا یا وُں بیک دم پیسلا ،سوچوں سے واپس آتے ہوئے اس نے بےاختیارخودکوسنجالا کنگریٹ کےاس فٹ یاتھ پروہ گرتا تواسے کتنی

آبری چوٹ آسکتی تھی۔ وہ ہر باراس فٹ پاتھ پراس جگہ پھسل جاتا تھا۔ جب اس کا بیر پھسلنامعمول بننے لگا تو وہ ناراض ہونے گئی اور وہ مزید شرمندہاوراب کچھ عرصے سے وہ فٹ پاتھ پرمخصوص جگہ آنے سے پہلے ہی اس سے کہنا شروع کردیتی۔ ''مچسلنے والی جگہ آنے گئی ہے،اب دھیان سے یاؤں رکھنا۔''

وہ بے حد محتاط ہونے اور اس کی اس تنبیہہ کے باوجود وہاں کئی بار پھسلاتھا اور وہ بے اختیار اس کوسہارا دیتے ہوئے کہتی۔

" مجھے لگتا ہے تم اس لیے یہاں پھلتے ہوتا کہ میراہاتھ پکڑ سکو۔"

'' تمہارا ہاتھ پکڑنے کے لیے مجھے پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ جھنجلا کر کہتا۔ وہ رک جاتی اوراس سے چندقدم دور ہوکر بے حد تیکھے انداز میں اس ہے کہتی۔

"اچھا....؟ تمہارا کیا خیال ہے۔ بغیر وجہ کے اتنی آسانی سے ہاتھ پکڑادوں گی تہمیں؟"

'' میں ہاتھ بکڑانے کی بات نہیں کررہا، ہاتھ بکڑنے کی بات کررہا ہوں۔''وہ پچھاور جھنجلاتا۔

"اتنی ہمت ہے؟ ذرا پکڑ کرتو دکھاؤ۔"

وہ بے حدناراضی کے عالم میںا پنے دونوں ہاتھا پنے عقب میں کر کے اس کو چیلنج کرتی۔وہ چند کمجے اس کو گھورتا۔وہ جانتی تھی،وہ اس کا ہاتھ کو نے کہ کہشش نہیں کہ سے گلانہ اور بھی تا تھا کہ دوریا میں انتقاب میں مدون کے مام کا فران کے مام میں اور مام ک

کپڑنے کی کوشش نہیں کرے گا اور اسے بھی پتا تھا کہ وہ یہ بات جانتی ہے۔ دومنٹ کی اس کڑائی کے بعد دونوں ہمیشہ کی طرح ساتھ ساتھ چلنے لگتے۔ کی میں کی کیسٹر میں کا اور اسے بھی پتا تھا کہ وہ یہ بات جانتی ہے۔ دومنٹ کی اس کڑائی کے بعد دونوں ہمیشہ کی طرح ساتھ ساتھ چلنے لگتے۔

اس کے پیچھتادے میں کچھ مزیداضا فہ ہوا۔ جیب سے بیل فون نکال کراس نے ایک بار پھراس کوکال کرنے کی کوشش کی۔ بیرجانے کے باوجود کہ وہ اس کی کال ریسیونہیں کرے گی۔وہ راہتے میں پندرہ دفعہ اسے کال کر چکا تھا۔ ہر بار بیل ہوتی رہی تھی۔

. سولہویں بار پھراس نے کسی موہوم ہی امید کے تحت کال ملائی۔ فٹ یاتھ پر چلتے ہوئے اس نے آج ایک دوسری جگہ ہے ٹھوکر کھائی تھی۔

سیل فون کان سے لگائے بے بیٹنی کے عالم میں اس کے قدم رک گئے۔ دوسری طرف بیل ہور ہی تھی اور پہلے کی طرح کسی نے کال ریسیونہیں کی تھی۔

If tomorrow never comes کا وہ رنگ ٹون اس پیل فون میں اس کی منتخب کردہ تھی۔ بیل جس تواتر سے ہور ہی تھی، وہ رنگ ٹون ای تواتر سے گونج رہی تھی۔

اس نے کال ختم کردی۔وہ جان گیا تھا،فون کہاں ہوسکتا تھا مگر وہاں کیوں تھا؟

وہ چندقدم آ گے بڑھ کرایک سیکنڈ میں اس فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے پانچ بھکاریوں میں سے پہلے کے پاس پنچ گیا۔وہ مسکراتے ہوئے سیل فون اپنے ہاتھ میں بلند کیےاس کی طرف د کمچے رہاتھا۔

وہ اس کے سامنے کھڑا اس قیمتی سیل فون کود مکھر ہاتھا۔ بیسل فون چند ہفتے پہلے ہی اس نے اسے گفٹ کیا تھا۔وہ جانتا تھا،اس سیل فون کی میں

ميموري مين محفوظ واحدنام اور كانتكث نمبراس كانتمابه

''واحد تمہارا نام ہے جسے دیکھ کر مجھے کچھ''محسوس'' ہوتا ہے، باقی ہرنام کے ساتھ صرف''یادیں'' جڑی ہیں اور میں ان یادوں سے فرار عابتی ہوں۔ تہبارانام کافی ہے میرے لیے۔'اس نے سیل فون میں اس کا نام محفوظ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اسے یقین تھا،اس بیل فون میں اور کسی کا نام نہیں تھا۔اس کی فون بک اس کے نام سے شروع ہوکراسی کے نام پرختم ہوجاتی تھی۔

اوراب وہ قیمتی فون سڑک پر بیٹھے اس بوڑھے بھکاری کے ہاتھ میں تھا جو ہرروز وہاں بیٹھا تاش کے پتوں سے مختلف چیزیں بنا تار ہتا تھایا

اکیلا بیٹھا تاش کھیلتار ہتا۔ آج وہ تاش کھیل رہاتھا۔ ہوااتنی تیز تھی کہوہ تاش کے پتے کھڑے نہیں کرسکتا تھا، وہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے کئ

باراس کے پاس بیٹے کرتاش کھیلنا شروع کردیتی اوروہ احقوں کی طرح فٹ پاتھ کی دیوار کے ساتھ فیک لگائے اس کو یکے بعد دیگرے بازی پر بازی بارتے دیکھتار ہتا۔وہ دیکھتا تھا کہ ہمیشہ چھوٹی جھوٹی غلطیوں پروہ آخری کمحوں میں بازی ہارجاتی تھی۔ بہت دفعہ اس کا جی چاہتا،وہ اسےٹوک کر کی

جانے والی غلطی کے بارے میں بتادے۔اگر چہ بیغلط ہوتا پھر بھی وہ اس کواتنی بری <mark>طرح ہارتے نہیں دیکھ سکتا</mark> تھالیکن وہ اسے زبان سے پچھنہیں بتا سکتا تھا کیونکہ وہ بوڑھا بھکاری برا مان جاتاا ورکسی اشار ہے کی مدد ہے بھی نہیں بتا سکتا تھا کیونکہ وہ تاش کھیلتے ہوئے ایک باربھی سرنہیں اٹھاتی تھی ۔کسی

مدد، کسی داد، کسی آس ہے اس کی طرف نہیں دیکھتی تھی۔سر جھکائے وہ کچھ دیر وہاں بیٹھی تاش کھیلتی پھر آخری بازی کے بعدایک گہرا سانس لے کر مسکراتی اور بوڑھے کودیمصتی جوفاتحانہ نظروں ہےاہے دیکھ رہاہوتا پھروہ جیب ہے چندڈ الرنکالتی اوراس کے ڈبے میں ڈال کراٹھ کھڑی ہوتی۔ ''میں اچھا تھیلی نا؟''وہ ساتھ چلتے اس سے پوچھتی۔

> '' ہاں۔'' وہ مختصراً کہتا۔ «دلیکن ہارگئی۔'' وہ جانتا تھا،وہ اس جیلے میں کیا کہدر ہی تھی۔

''معمولی غلطی ہے۔''اسے بھی پتاتھا کہوہ ان تین لفظوں میں اسے کیا جتار ہاتھا۔ وہ ایک دوسرے کود کیھتے ، چند کمحوں کے لیے جھٹکتے ۔ گہری نظروں کا تبادلہ کرتے ،نظریں چراتے پھرقدم بڑھادیتے ۔

". She gave it to me." (بیاس نے مجھے دے دیا۔) بوڑھے بھکاری کی آ واز نے اسے یک دم چونکا دیا۔ وہ جھریوں بھرے چېرے پر پیلے دانتوں کی نمائش کرتاا ہے دیکھ رہاتھا۔

ہے وہ رہاں کا من ماہ ہے۔ اس نے اپنے جسم میں کیکیا ہٹ محسوں کی۔ میسر دی نہیں تھی، سچھ''اور'' تھا۔ وہ اس کے دیے ہوئے تحفے کوفٹ پاتھ پر بیٹھے بھکاری کو

''کتناسمجھایا کرتا تھامیں تمہیں کتنا۔۔۔۔تم نے میری ہرتھیجت کوذ ہن سے نکال کر پھینک دیا۔۔۔۔۔اپی ضداور بےصبری میںسب پچھ تباہ کر

دیا''وہ اب کہتے ہوئے اس کی بلڈنگ کی طرف جارہے تھے۔وہ اس طرح روتے ہوئے باپ کی طرف لیک رہی تھی ان کی کوئی ملامت کوئی جھاڑ کوئی

عصدا سے اس وقت برانہیں لگ رہاتھا..... وہ کتنے سالوں بعد پہلی بارا سے نظر آئے تھے..... پہلی بار.....اس کے ہاتھ اور یاؤں نیلے اور سوج رہے تھے.....سرد کاٹ دار ہوا کے تھیٹرےاس کی ہڈیوں میں سلاخوں کی طرح انز رہے تھے....اس کے پورے جسم اور گردن پرخون کی رگیں آ ہتہ آ ہتہ ا بعرنا شروع ہوگئی تھیں۔اس کی کھانسی بلڈنگ کےاندرآ کربھی نہیں رکی تھی نہ کھانسی نہ آئکھوں اور ناک سے نکاتا یانیوہ اب منہ کھول کر جدوجہد کرتے ہوئے سانس لےرہی تھی اسے ناک سے سانس لینے میں دفت ہور ہی تھیلیکن وہ خوش تھی باپ اس کی بلڈنگ میں آ گیا تھاوہ لفٹ میں باپ کے ساتھ تھی ۔۔۔۔لیکن باپ چندلوگوں کے پیچھے جا کھڑا ہوا تھا۔۔۔۔اس نے ان لوگوں کو ہٹا کر باپ تک جانے کی کوشش کی وہ نا کام ر ہیلفٹ میں اتنی جگہنیں تھی لفٹ میں کھڑ ہے لوگوں نے اس سے پچھ کہنا شروع کیا تھا....فیا یک دم خاموش ہوگئے تھے....وہ بس اسے دیکھ رے تھ بے حدا داس اور رنجیدہ آئکھوں ہےوہ جانتی تھی ایسا ہی ہوگا ضیااس سے ناراض کیےرہ سکتے تھے۔

اس نے بیقینی اورشاک کے عالم میں قدم آ گے بڑھائے۔ پچھدورآ گے گٹار بجاتے ہوئے اگلے سیاہ فام بھکاری نے مسکراتے ہوئے

ل لیا۔ وہ دونوں ہمیشہ وہاں کھڑے ہوکر کچھ دریر خاموثی ہے اس کے گٹار کو سنا کرتے تھے پھر جیسے بجائی جانے والی دھن پہچانے کی کوشش کرتے اورا کثراس میں کامیاب ہوجاتے۔پھروہ اس سیاہ فام کوکوئی دوسری دھن بجانے کے لیے کہتے۔ایک دفعہ پھراہے پہچاننے میں لگ جاتے۔

اس سیاہ فام کی انگلیاں آج بھی بڑی تیزی ہے گٹار بجار ہی تھیں مگروہ آج وہاں کسی دھن کو بوجھتے نہیں آیا تھا،وہ اس کے ڈیے میں پڑے سکوں اور نوٹوں میں اس چیز کود کیھنے آیا تھا جو وہاں وہ پھینک کرگئی تھی اور وہ چیز سامنے ہی پڑی تھی۔Guci کی وہ گھڑی جواس نے اس کی پچھلی

''تم اسے پہنوگی تو وقت قیمتی ہوجائے گا۔''

وہ گھڑی کا کیس ہاتھ میں پکڑےاس پرایک نظرڈال کرمسکرائی۔'' کس کاوفت؟ میرایا تمہارا؟''

''تمہارا۔''وہ بھی مسکرایا۔

''لکین میرے پاس تو وقت ہے ہی نہیں ۔'' اس نے لا پروائی سے کندھےاچکاتے ہوئے کہا۔'' جنہیں پتاہے، میں نے زندگی میں مجھی بنید سینی ''

''کیوں؟''اسنے دلچیپی لی۔

'' مجھے دفت کوکلائی پر ہاندھنے کی بجائے تھی میں قیدر کھنا زیادہ آ سان لگتا ہے۔''

اس نے عجیب سے لہجے میں اس کی دی ہوئی بیش قیمت گھڑی کود کیھتے ہوئے کہا۔

'' مجھےلگتاہے، وقت کلائی پر ہوتو بیا نظار کروانےلگتاہے۔''

''انتظارموت ہے۔''اس نے گھڑی کود کیھتے ہوئے بے حد عجیب لہجے میں کہا۔

''احقانہ باتیں مت کرو۔''اس نے اسے ڈاٹٹااور پھر گھڑی کیس سے نکال کراس کی کلائی پر باندھ دی تھی۔ اوراب وہ گھڑی اس ڈے میں پڑی تھی ،اس کے دل کو بے اختیار پچھ ہوا۔

لفٹ رک گئی اس سے پہلے کہ دوسر بےلوگ اترتے اور وہ ضیا سے لیٹ جاتی ضیالفٹ سے نکل گئے تھے وہ ایک ہار پھر روتے ہوئے سانس کے ہوئے باپ بھر اس نے بیچے لیکی تھی پھر اس نے انہیں اپنے اپار ٹمنٹ کے دروازے کے سامنے جا کرغائب ہوتے دیکھا وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ آ کروہاں کھڑی ہوگئی وہ اندر گئے تھےاسے یقین تھا وہ اندر تھے اس نے تھی میں دبی چابی سے دروازہ کھولنے کی کوششاسے گئ منٹ لگ گئےاس کی انگلیاں کا منہیں کر رہی تھیں وہ بری طرح سوجی ہوئی تھیں اور بالکل بے حس ہورہی تھیں۔

اے دیکھناتھا، وہ اگلے بھکاری کو کیا دے کرگئی تھی۔اس بارا ہے کسی ڈیے میں جھانکنانہیں پڑا۔وہ اسپینش ہی جسے وہ ہروقت نشے میں دیکھتے تھے اور جو کچھ ہوش میں ہوتا تو چندرنگین بالز کو ہوا میں اچھالتے کرتب دکھا تار ہتا یا چندگلاسز کو ہوا میں اچھالٹار ہتا۔وہ بھی ، وہ منک کوٹ پہنے ہوئے تھا جواس نے نئے سال پراہے تخفے میں دیا تھا۔وہ اس لیڈیز منک کوٹ کوا پنے وسلے پتلے جسم پر چڑھائے بے حدمضحکہ خیز گر بے حدخوش نظر آر ہاتھا۔اس کا دل بے اختیار ڈوبا۔اس نے اس دن وہ قیمتی منک کوٹ پہلی بار پہنا تھا۔اس خاص موقع پراوراب وہ ایک متر و کہ چیز بن چکا تھا۔

'' مائی گا ڈ۔'' وہ اس کوٹ کود کیھ کر بے اختیار چلائی تھی۔

‹ بهمهیں پسندنہیں آیا کیا؟''وہ جان بوجھ کرانجان بنا۔

''اس منک کوٹ کی قیمت میں دس بہت اچھے کوٹ آ جاتے ہم ایک بے حد فضول خرچ آ دمی ہو۔'' وہ واقعی ناراض تھی۔ '' تو کیا اسے واپس کر کے دس اچھے اور شان دار کوٹ لا دول تمہیں؟'' اس نے اسی انداز سے کہا۔

'' کتنارو پیتم نےعورتوں میںاس طرح کے منک کوٹ بانٹنے پرضائع کیا ہوگا۔''وہاس کا منہ دیکھ کررہ گیا۔

'' کون ی عورتیں؟''اس نے بےساختہ یو حیصابہ

''اچھااب ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''وہ مدا فعاندا نداز میں بولی۔اسے اندازہ ہو گیاتھا کہ اس نے کوئی غلط بات کہددی تھی۔ وہ جواب دینے کے بجائے بے صدناراض ہوکراس کے اپارٹمنٹ سے باہرنگل آیاتھا۔وہ حواس باختة اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی آئی۔ ''غداق کر رہی تھی۔اچھا۔۔۔۔اب بس ختم کروبات کو۔۔۔۔۔او کے۔۔۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔اب کیاتم بیچا ہے ہوکہ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑوں۔۔۔۔اچھاکم ازکم تم پچھ کہوتو سہی۔۔۔۔اب ایکسکیوزکرتورہی ہوں ،اب اور کیا کروں۔۔۔۔کیا مرجاوُں؟''

وہ اس کے پیھھے گاڑی تک آتے آتے روہانی ہوگئی تھی۔

وہ بےاختیار رکا۔''میں پہلے تو شاید مان جاتا مگریہ ہے ہورہ بات جوابتم نے کہی ہے ۔۔۔۔۔ یہ وہ واقعی بے حد غصے میں آ گیا تھا۔

''تم مجھے تخفے مت دیا کرو۔' اس نے بےاختیاراس کی بات کاٹ کر بے حد سجیدہ لہجے میں کہا۔

" كيون؟"اس كے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"كونكه مين تمهار اتنے قيمتي تحفول كے بدلے ميں اتنے قيمتی تحفے نہيں دے سی۔"

"توتم سے تحفے ما تگ کون رہاہے؟"

'' ہاں، کوئی نہیں مانگ رہا گر مجھے اپنا آپ بہت چھوٹا لگنے لگتا ہے۔''

"اس کی بنیادی وجہ بیہ ہے کہتمہاراد ماغ چھوٹا ہےاورچھوٹے د ماغ کے ساتھ انسان صرف چھوٹی ہاتیں سوچتا ہے۔"

اس نے بےاختیاراہے وہیں کھڑے کھڑے ڈانٹااور پھرا گلے دس منٹ وہیں یار کنگ میں گاڑی کے پاس کھڑ اسلسل بولتار ہاتھا۔

" كسى سجهدارم دكوكسى بوقوف عورت مع حبث نبيل كرناجابي-"اس في بالآخر بات ختم كرتے ہوئے كہا۔

'' چلو، پھرتو سارا جھگڑا ہی ختم ہوا کیونکہ نہ میں بے وقو فعورت ہوں ، نہم سمجھ دارمر دہو۔ آؤواپس چلیں۔''

وہ اس کا باز و پکڑ کر کھینچتے ہوئے بے ساختہ بڑے اطمینان ہے بولی تھی۔وہ چند کمچے ہونٹ جھینچ کراہے دیکھتار ہا پھریک دم ہنس پڑا۔

" بیاحساس تک نہیں تم کو کہ اتنی سردی میں یہاں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ دیکھو، میرے ہاتھ تک نیلے ہوگئے ہیں۔

ا پارٹمنٹ تک واپسی کے پانچ منٹ میں وہ بولتی رہی تھی اوروہ ہنستار ہاتھا۔

ہیں کے ہاتھ سے ہے اختیارا یک بال گر کراس کے پیروں کے پاس آئی۔اس نے کھڑے کھڑے جوتے کی نوک سے بال اس کی طرف لڑھکائی اورا گلے بھکاری کی طرف بڑھ گیا۔

''ابوابو 'وہ اپارٹمنٹ کے اندر آتے ہی آ وازیں لگانے گئی تھی۔ ضیاء کہیں نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ بے تحاشد و تی ہوئی پاگلوں
کی طرح اس چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں میں ہراس جگہ باپ کو ڈھونڈ رہی تھی جہاں ان کے ہونے کا امکان ہوسکتا تھا..... وہ کہیں نہیں تھے وہ پھر
بھا گتے ہوئے اپارٹمنٹ کے بیرونی دروازے کی طرف لیکی شاید ۔.. شاید وہ باہر ہوں گے..... اس انتظار میں کہ وہ ان کے لیے دروازہ
کھولے ۔۔۔۔۔ یا پھر کہیں دوبارہ الفٹ کے ذریعے بلڈنگ سے باہر وہ ایک بار پھر چلے گئے تو وہ ان کو کیسے ڈھونڈے گی۔ وہ دروازے
تک پنچی جب اس نے ایک بار پھر ضیا کی آ وازا سے عقب میں تی۔

"زين-"وهاسے پكاررے تھے۔

وہ پھر بےاختیار ہوکر بھا گتے ہوئے اندرآئی۔وہ وہاں نہیں تھے۔

۔ ''ابو۔۔۔۔۔ابو۔۔۔۔۔ابو۔۔۔۔۔' وہ بڑبڑاتے ہوئے رونے گئی۔۔۔۔کسی چیز سےاس کا پاؤںا ٹکااوروہ اوندھےمندفرش پرگر پڑی اس کی دونوں کہنو ںاورگھٹنوں کو بری طرح چوٹ آئی۔

> '' کتنا کہاتھااحتیاط سے چلا کرو۔۔۔۔مت بھا گا کرو۔۔۔۔لیکن تم نے بھی میری نہیں تی۔'' وہ بے تابی سے اٹھ کر بیٹھی ضیاء سامنے کھڑے تھے۔۔۔۔۔ مگر دور تھے۔

زیٰ نے ایک بار پھراٹھنے کی کوشش کی وہ اٹھ نہیں تکی اس کا جسم یک دم جیسے اس کا ساتھ جھوڑ گیا تھا۔۔۔۔۔ وہ وہیں بیٹھے ا کھڑے ہوئے سانس کے ساتھ روتی ہوئی ضیاء کو دیکھتی رہی۔۔۔۔۔ وہ آ ہت ہ آ ہت ہ چلتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے۔

ا گلے بھکاری نے اے اپی طرف آتے دیکھ کرفلوٹ بجاتے ہوئے سرکو بے اختیار ٹم کر کے ہمیشہ کی طرح اس کا استقبال کیا۔اس نے آج پہلی باراس کے اس استقبالی انداز کونہیں دیکھا۔اس کی نظریں اس کے ڈبے کے پاس پڑے سرخ برانڈ ڈاٹالین جوتوں کے اس جوڑے کو دیکھ رہی تھیں جواس نے کل ایک بہت مہنگے اسٹور سے کوئی بچاس جوتے ٹرائی کرنے کے بعدا سے خرید کردیے تھے۔

اس کی ریڑھ کی ہڈی ہے ایک لہرگزری تھی ، وہ کیا پاگل ہوگئی تھی کہاس سردی میں وہ جوتے وہاں اتار کروہاں ہے پیدل اپنے اپارٹمنٹ کی بلڈنگ تک گئی تھی۔ برف اور سردکھر دری سڑک نے اس کے پیروں کا کیا حال کیا ہوگا۔کوئی اے اپنے پیٹے میں گھونسے مار تامحسوس ہوا۔

اےاپے سرخ کپڑوں کےساتھ بیچ کرتا سرخ جوتوں کا ایک جوڑا جا ہیے تھا۔ جارمختلف اسٹورز سے پھرتے پھراتے وہ بالآخر پانچویں اسٹور میں آئے تھےاور تب تک وہ کچھ جنجلا چکا تھا جبکہ وہ ابھی اسی طرح چہکتے ہوئے خوش باش مختلف جوتوں کو پہن پہن کرد مکھےرہی تھی۔

' دخمہیں آخر کس شم کا جوتا جاہیے؟''اس نے پندر عوال جوڑا ٹرائی کرنے کے بعدر پیجکٹ کردیا تواس نے بالآخر شک آ کر پوچھا۔ اس نے جواب میں بے حد پنجید گی ہے اسے جوتے کی شکل ،معیار ،اسٹائل اور رنگ کے بارے میں جو تمین منٹ کا لیکچرا سے دیا تھا ،اس سے وہ صرف بیا خذکرسکتا تھا کہا ہے Stiletto میلز والا ایک سرخ جوتا جا ہیے۔

''تم کسی اور رنگ کاجوتا کیوں نہیں خرید لیتیں۔''

ساتویں اسٹور کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے حفظ ما تقدم کے طور پراس نے کہا۔ اس نے جواباً اسے اتنی ملامت بھری نظروں سے دیکھا تھا کہ وہ بے اختیار شرمندہ ہوگیا۔

''میرے کپڑے سرخ رنگ کے ہیں۔'اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اس طرح کہا جیسے کوئی بڑا کسی بچے کو سمجھا تا ہے۔''اس لے کامن سینس تو یہی کہتی ہے کہ جھے سرخ جوتے ہی خرید نے چاہیں۔''اس نے مزیدا ضافہ کیا۔اس نے دوبارہ پچھے بولنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ ''کہیں نہ کہیں ایک سرخ جوتوں کا جوڑا ہوگا جواس کے نام کا ہوگا اور مجھے کیا کرنا ہے، مجھے صرف اس کو escort ہی تو کرنا ہے۔''اس نے جیسے خود سے طے کیا تھا۔ اور بالآخر جب اسے یقین ہونے لگا کہ شہر میں سرخ جوتوں کا ایسا کوئی جوڑ انہیں ہے جواس کے نام کا ہےتو اس نے جوتے پہن کراسے وکھاتے ہوئے پوچھا''میراخیال ہے، یڈھیک ہے۔ تمہیں کیسے لگ رہے ہیں؟'' ''میں کا سیدی سے بیٹ

وہ بےاختیاروالٹ نکالتے ہوئے اٹھ کھڑ اہوا۔وہ اس کےاندز پر بےاختیار ہنگ۔

''کم از کم دیکے تولوکہ میں نے کیاخریدا ہے اور بیمیرے پیروں میں کیے لگ رہے ہیں۔''

'' یہ جیسے بھی لگ رہے ہیں، مجھے صرف یہ خوثی ہے کہ تم نے بالآ خرجوتے پسند کر لیے ہیں۔''اس نے کریڈٹ کارڈ نکالتے ہوئے ایک سرسری نظراس کے پیروں پرڈالی۔ وہ جوتے اس کے پیروں میں اچھے لگ رہے تھے گراہے وہ پچھلے پچاس جوڑے بھی برے نہیں لگے تھے جواس نے پچھلے یا پچ گھنٹوں میں مختلف اسٹورز میں پہن کراہے دکھائے تھے۔

اوراب پانچ گھنٹے کی جدوجہد کے بعد ڈھائی سوڈالرز کے وہ برانڈ ڈجوتے اس ناہموارفٹ پاتھ پرفلوٹ بجاتے اس آ دمی کےسامنے پڑے تھے جوشایداس کی طرح اس ہڈیوں تک اتر تی سردی میں اسے جوتے پاؤں سے اتارتے دیکھے کرجیران ہوا ہوگا اور پھراس نے وہی سوچا ہوگا جو اسے سوچنا چاہیے تھا کہ وہ شاید نشے کی حالت میں ہے۔

اس کامنک کوٹ، جوتے ،گھڑی ،موبائل اس فٹ پاتھ پر پڑے تھے تواب اس کے پاس اتار پھینکنے کے لیےاور کیارہ گیا تھا۔وہ جانتا تھا، کہاس کے جسم پرصرف دو چیزیں باقی تھیں۔اس کا سرخ لباس اور ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی (اس کے جسم پراس دن سجایا ہواوا حدزیور) وہ لباس اس کا اپنا تھا۔اس کا دلوایا ہوا ہوتا تو وہ اسے بھی اتار کرائی فٹ پاتھ پر پھینک چکی ہوتی۔وہ کسی دوسری عورت کو جانتا تھایا نہیں مگراس کو جانتا تھا۔وہ اس فٹ پاتھ پراس کی دی ہوئی چیزیں پھینک رہی تھی۔

'' بیساری چیزیں چاہیے تھیں تہہیں؟''وہ کمرے میں بکھرے کرم کے تحا کف کی طرف اشارہ کررہے تھے۔ ''اس لیے سب پچھ گنوایا تم نے؟''

' ' دنہیںنہیں مجھے کچھ بھی نہیں چاہیےکوئی چیز بھی نہیں ۔'' وہ یک دم اٹھ گئے۔

 فٹ پاتھ پربیٹھی اسکیج بناتی اس ادھیڑ عمر عورت کے پاس اس کی انگوٹھی ہونا چاہیےتھی۔وہ آگے بڑھ کراس قطار میں بیٹھے پانچویں بھکاری کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔وہ عورت مخبوط الحواس تھی یا کم ان کم ان دونوں کو یہی لگتا تھا۔ پچھلے چار بھکاریوں کے برنکس وہ بھی سراٹھا کر پاس سے گزرنے والے یا پاس آ کرکھڑے ہونے والے لوگوں کونہیں دیکھتی تھی۔

یں ہے۔ اسکا ہی مرد کا چیرہ اسکیج کرتی تھی۔ایک نوجوانخوبصورت مرد کاگر ہر باروہ چیرہ کسی دوسرے اینگل ہے اسکیج کررہی ہوتی ۔وہ اپنے کام میں بلا شبہ طاق تھی۔وہ دونوں اکثر اس کے پاس کھڑے اس کو اسکیج بناتے دیکھتے رہتے ۔وہ دونوں اب اس اسکیج کیے جانے والے چیرے ہے بے حد شناسا ہوگئے تھے۔

''کون ہوسکتاہے بیمرد؟''اس نے ایک دن وہاں کھڑے کھڑے اس سے پوچھا۔''شایداس عورت کا بیٹا۔''اس نے خود بی انداز ہ لگایا۔ ''نہیں، بیٹانہیں ہے۔''اس نے بے ساختہ کہا۔

اس نے اس کے جواب پر چونک کراہے دیکھا۔وہ اسلیج پرنظریں جمائے اپنے اوور کوٹ میں دونوں ہاتھ ڈ الے کھڑی تھی۔ معادل کے اس کے جواب پر چونک کراہے دیکھا۔وہ اسلیج پرنظریں جمائے اپنے اوور کوٹ میں دونوں ہاتھ ڈ الے کھڑی تھی۔

'' تو پھرکون ہے؟''اس نے جیرانی ہے بوچھا۔اس نے گردن موڑ کراہے دیکھا۔اس کی نظروں اور چبرے پر بے حد عجیب ساتا ثر تھا۔ ''حچھوڑ و، جانے دو۔''اس نے جواب دینے کے بجائے قدم آ گے بڑھا دیے تھے۔اس نے جواب کے لیےاصرار نہیں کیا۔اسے جواب

ل گيا تھا۔

وہ عورت اب بھی وہی چہرہ بنارہی تھی اور اسکیچ کرتے اس کے دائیں ہاتھ کی ایک انگل میں پلاٹینم کی وہ انگوٹھی تھی جواس نے سات دن سترہ تھنٹے پہلے رات کے تین بجے اسے دی تھی۔

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا، کہاں گئی۔'' وہ رات کے نین بجے اس کے اپارٹمنٹ پہنچنے کے بعداب اپنی جیکٹ اور اوورکوٹ کی ایک ایک

جیب کو کھنگال چکاتھا۔اوراب جیکٹ کی جیبوں کوا بک بار پھرٹرائی کرر ہاتھا۔ '' کیا کہاں گٹی؟'' وہ اس کے قریب کھڑی تھی منہ پر ہاتھ رکھے اپنی جماہی کورو کتے ہوئے اس نے اپنی نیند سے بند ہوتی ہوئی آ تکھوں کو بمشکل کھوں کتر ہوں سڑکیا

> ''ایک رنگ تھی۔''وہاب جیکٹ کیا ندرونی جیب کودوبارہ چیک کررہاتھا۔ دوکھ سے پیچی کا کا ایک میں اور ایک اور ایک کیا ہے۔

''کیسی رنگ؟'' وہ جماہیاں لیتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی۔ نیند میں کھڑے رہنااس کے لیے بے حدد شوارتھا۔

''تھی ایک رنگ '' وہ بے صد ما یوی سے جیکٹ کوآ خری بار جھاڑتے ہوئے بولا۔

''اورتو کوئی مسئلنہیں ہے نا؟''اس نے کشن کوسیدھا کرتے ہوئے پوچھا۔

'' کیمامئلہ؟''وہ حیران ہوا۔ ''اب رات کو تین بجتم کسی کے گھر آ دُگے تو وہ تم ہے یہی یو چھے گا نا۔''وہ اب کشنز کے ڈھیر کوصوفے کے ایک طرف کرتے ہوئے . ''جب جانے لگوتو دروازہ ٹھیک سے بند کر کے جانا۔اب یہ کیا کررہے ہو؟''اس نے آٹکھیں بند کرتے ہوئے اسے ہدایت دینے کی کوشش کی مگرآ ٹکھیں بند کرنے سے پہلے ہی وہ یکدم اٹھ کر بیٹھ گئی۔وہ لاؤ نئے میں پڑی کرسیاں ادھرادھر ہٹا کرفرش پر پچھے تلاش کررہا تھا۔ ''مجھےلگتا ہے۔یہیں پرکہیں گری ہے۔''اس نے مؤکرا سے دیکھے بغیر کہا۔

'' میں سونے لگی ہوں اوراب اگر تہمیں کوئی کری ہٹانا بھی ہے تو بالکل آ واز نہیں ہونا چاہیے۔اب ایک رنگ ڈھونڈنے کے لیےتم کیا میرا ایا رٹمنٹ کھود ڈالوگے۔'' وہ ہلکی ی خفگ کے ساتھ ہڑ ہڑائی اورایک بار پھر کشنز کے اوپر سرر کھ کراس نے آئکھیں موندلیں۔

اس کا ندازہ ٹھیک تھا۔ وہ انگوٹھی اسے فرش پر ہی دروازے سے پچھ فاصلے پر پڑی ملی۔اس نے بے اختیاراطمینان کا سانس لیا مگراس تلاش میں اسے پانچ منٹ لگ گئے تھے اور تب تک وہ صوفے پر گہری نیندسو پچکی تھی۔ وہ انگوٹھی کے کراس کے پاس آیا اور دو تبین باراسے آواز دی مگر اس نے آئھ میں اسے پانچ منٹ لگ گئے تھے اور تبین باراسے آواز دی مگر اس نے آئھ میں اسے آئھ میں مزید وقت ضائع کیے بغیر وہ پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھ گیا۔اور اس نے بہت نرمی سے اس کا ہاتھ اپ ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑی احتیاط کے ساتھ اس کا ہاتھ دوبارہ کشنز پر رکھ دیا۔اس کے بیڈر وم سے کمبل لاکر اس پرڈالتے ہوئے وہ اس خاموثی اورا حتیاط کے ساتھ اس کے ایار ٹمنٹ سے نکل آیا تھا۔

Till death do us part?

وہ انگوشی پر کندہ لفظوں کو وہاں کھڑ اکسی دفت کے بغیر دیکھ سکتا تھا۔ وہ کیا کررہی تھی؟اسے اپنی زندگی سے نکال رہی تھی یا خوداس کی زندگی سے نکل رہی تھی؟

وہ میکسیکن عورت فٹ پاتھ کے کونے پڑھی، وہ اسے چھوڑ کرآ گے بڑھا اور موڑ مڑکراس محارت کے سامنے آگیا جس کی 23 ویں منزل کے ایک اپارٹمنٹ میں وہ اس وقت تھی۔وہ ہر بار جب بھی اس محارت کے سامنے آتا، ایک بارلاشعوری طور پر سراٹھا کر 23 ویں منزل کی اس کھڑکی کو ڈھونڈ نے کی کوشش ضرور کرتا جو اس کے اپارٹمنٹ کی تھی۔شروع میں وہ ناکام رہا پھر اس نے ایک گملالا کراس کی کھڑکی کے باہر بڑھے ہوئے چھچے پر رکھ دیا تھا۔ اس گملے اور اس میں گلی ہوئی بیل سے وہ آسانی سے اس کی کھڑکی ڈھونڈ لیٹا تھا لیکن آج فضا بلکی بلکی دھند آلودتھی۔ اسے یہ یہ یہ نے کے بیٹن تھا، وہ سراٹھا کر 23 ویں منزل کوئیس دیکھ سکے گا۔

اس نے پھربھی سراٹھا کر دیکھا اور پھروہ سرینچ نہیں کر سکا۔ اسے 23 ویں منزل نظرنہیں آئی تھی مگر اسے ہوا میں بہت ی تصویریں اڑتی نظرآ گئی تھیں ۔ان میں سے چند کچھلحوں تک زمین پر پہنچے والی تھیں ۔

اس کے ہاتھ سے پیل فون جھوٹ کرگر پڑا تھا بھراس نے اپنے آپ کو بے تحاشا بھا گتے پایا۔اس کے پاؤں سے ایک بوٹ نکل گیا۔اس نے دوسرا خودا تار پھینکا۔وہ ایک باربھی سلپنہیں ہوااوراس نے برف اور کنگریٹ کی ٹھنڈک کوبھی محسوس نہیں کیا۔اس کے کانوں میں صرف اس کی ہنمی اور آواز آرہی تھی۔ وہ دونوں سینماہال میں بیٹھے تتھاوروہ بےحس وحرکت اس کے چہرے کود مکھر ہاتھا۔

''تم مجھے بیدد کھانے کے لیے یہاں لائی تھیں؟''اس نے شاکڈ ہوکر بے پیٹنی سے اس سے کہا۔

'' ہاں جمہیں اچھالگا؟'' وہ اس اطمینان سے پاپ کارن کھاتے ہوئے بولی۔

اس سے پہلے کہ وہ اس سے پچھ کہتا ،اس نے اس سے ایک اور بات کہی تھی ۔ وہ اگلے دومنٹ تک بےس وحرکت اس کا چبرہ و میصار ہاتھا۔

چند کمحوں کے لیے اسے لگا کہ وہ اسے نہیں جانتا تھا۔

''تہماراد ماغ خراب ہے۔''وہاس ک<mark>ی بات پرہنس پڑی۔</mark>

'' ہرعورت کا ہوتا ہے۔'' وہ سکرین پر نظریں جمائے پاپ کا رن کھار ہی تھی۔

سکرین پر ہیروئن کی چیزیں اب بھی ایک بلند ممارت ہے گرتی نظر آ رہی تھیں پھر ہیروئن کھڑ کی میں کھڑی نظر آئی اور پھرفضامیں نیچے گرتی۔

'' کیا Exit ہے۔''اس نے زینی کوستائش انداز میں گہراسانس لیتے دیکھا۔کرم اب بھی شاک ہے باہز نہیں نکلاتھا۔۔۔۔اس نے چند کھے پہلےاس ہے کہاتھاوہ اپنی زندگی کا اختتام ایساہی چاہتی تھی۔

''زندگی میں آپ کی entry جیسی مرضی ہو exit شاندار ہونی چاہیے unforgettable.....tragicDramatic' وہ بڑبڑا

ر ہی تھی۔ پھریک دم اس نے بنس کر کرم کودیکھا۔ '' پریشان مت ہو مجھاس ہیروئن کی طرح اب کوئی صدمہ ملنے کا امکان نہیں جے میں برداشت نہ کرسکوں اورا یسے کود جاؤں۔''

''اب میں آجاؤں آپ کے پاس؟''اس نے باز و پھیلا کرروتے ہوئے باپ سے کہا۔

ضیاء نے نفی میں سر ہلایا تھااور پھرصوفے پراٹھ کر کھڑ کی کی طرف گئے اگلے ہی کمچے زینی نے انہیں کھڑ کی ہے باہر جاتا دیکھا.....وہ چیخ مارتی ننھے بچے کی طرح باپ کے پیچھے لیکی تھی باپ پھر جار ہاتھا.....وہ کھڑ کی کیsill پریاؤں رکھ کرچڑ ھنے گئیضیاءتھوڑی دیر کھڑے تھے۔

''زینی مت آؤ۔''زینی نے باپ کو بے اختیار چلاتے ہوئے سا۔

''آ گےمت آؤ۔''اس نے سراٹھایا۔۔۔۔۔اس نے ضیاء کوروتے دیکھا تھا بالکل ویسے ہی بلک بلک کرجس طرح وہ اس رات سول سروسز

اكثرى كے باہر سے اسے لاتے ہوئے رکتے میں روئے تھے۔

'' مجھے آ پ کے پاس آنا ہے ابو …… میں اب ہمیشہ آپ کی بات مانوں گی …… بھی نافر مانی نہیں کروں گی۔''وہ ونڈوسل پرپاؤں جمانے کی کوشش کرتے ہوئے سیدھا کھڑے ہونے کی کوشش کررہی تھیہوا کے تھیٹرےاسے واپس اندرد تھکیل رہے تھے۔

ضیاءنے روتے ہوئے بالآ خراس کی طرف اپنے باز و پھیلا دیے تھےاس نے ونڈوسل پر کھڑے پہلا قدم باہر رکھا..... دوسرا قدم ہوا میں پڑا تھا۔۔۔۔تیسرا قدم کہیں نہیں۔۔۔۔اس نے اپنی گردن سے دویئے کونکلتامحسوں کیا۔۔۔۔ پھراس نے خود کوضیاء کی آغوش میں پایا۔۔۔۔ وہ روتے

سامنے کھلی کھڑ کی میں پڑی بیل کے گرد لپٹااس کا دوپٹہ ہوا میں لہرار ہاتھا..... پتوں سے خالی اس بیل پر..... وہشینی انداز میں چاتا ہوا اندرآ گیا.....کرے میں چند گھنٹے پہلے بکھری اس کی چیزوں میں ہے کچھ بھی نہیں تھا.....کرے میں وہ بھی نہیں تھی اس کا وجود بری طرح کیلیانے لگا تھا۔ بیل سے لپٹاوہ سرخ دویٹہ ہوا میں عجیب رقص کرنے میں مصروف تھا۔ وہ لڑ کھڑاتے ہوئے قدموں سے کھڑ کی کے یاس آیا تھا۔۔۔۔اس کا پورا وجودلرزاں تھا۔۔۔۔ بورا وجود۔۔۔۔ وہ کھڑ کی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ نیچے جھا نکنانہیں جا ہتا تھا۔۔۔۔ نیچے اب پچھنہیں رہا تھا۔۔۔۔اس کا سرخ و ویڈ کرم کے سینے سے لیٹنے لگا تھا۔۔۔۔کرم نے اپنے کپکیاتے ہاتھ سے اس کے دویثے کواپنی گرفت میں لینا حا ہا تھا۔۔۔۔ بالکل اس کمبعے دویثے کا بیل سے اٹکا ہواسرانکل گیا تھا۔۔۔۔وہ اس کی انگلیوں کی بوروں کے پاس ہے ہوتا ہوا دور ہوامیں بلند ہو گیا تھا۔۔۔۔کسی کٹی پٹنگ کی طرح ہوامیں تیرتاوہ اب آ ہستہ آ ہستہ نیچے جار ہاتھا....کرم گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑاکسی مفلوج ، بے جان آ دمی کی طرحوہ ' زندہ' تھالیکن' زندگی' چلی گئی تھی۔ "زندگی میں آپ کی entry جیسی مرضی ہولیکن آپ کی exit شاندار ہونی جاہیے۔ tragicdramatic unforgettable-''کسی نے سرگوشی کی تھیوہٹی کے ڈھیر کی طرح پڑارہا۔ www.urdunovelspdf.com

موئے اس کا ماتھا چومتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھےزین نے بے حد تھکے ہوئے انداز میں اپنی آ تکھیں بند کرلیں اور تب

ا سے یا د آیا.....ضیاءتو مر چکے تھے پھروہ کسے دیکھ رہی تھیاس نے آئکھیں کھولنا جا ہیں....اب دریہو چکی تھی۔